

سیرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ

سید اختر حسین شاہ
محمد طاہر ساروقی

علی پور سیداں
ضلع نارووال

سوانح حیات

قدوة الصالحين زبدة العارفين غوث زمان مجدد دوران ابوالعرب سنوسی چند امیر ملت قبلہ عالم
امیر حضرت حاجی حافظ پیر سید جامع علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہ العزیز
موسوسہ ہم بہ اسمہ تار بحوث

سیرت امیر ملت

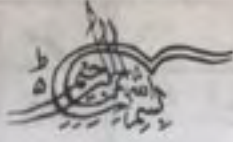
۹۱ مجلد ۱۳

مصنف

حضرت جوہر ملت خلیل الحاج حافظ صاحب زادہ پیر سید اختر حسین شاہ مدظلہ العالی
(زمیرہ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ)

ترتیب و تنویر

از پروفیسر محمد طاہر نازوقی ایم اے (فارسی اردو) و کتور ادب (جامعہ)
سابق پروفیسر صدر شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی پشاور



فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۲	پدری شجرہ نسب	۱۹	باب اول مقدمہ
۴۳	مادری شجرہ نسب	۲۰	مقصد تخلیق، معرفت و محبت
۴۴	مولود مسعود	۲۲	حقیقت محمدیہ
۴۴	برصغیر کی زبوں حالی	۲۳	تخلیق آدم
۴۵	ولادت	۲۵	بعثت رسل
۴۶	نام	۲۶	خاتم المرسلین
۴۷	حضرت قبلہ کے والد ماجد	۲۸	علمائے ربانی
۴۷	پابندی شریعت	۲۹	بیعت
۴۸	کشف	۳۱	سلاسل طریقت
۴۹	والد ماجد کا احترام	۳۲	سلسلہ نقشبندیہ
۵۰	آپ کے والد ماجد کی اولاد	۳۲	تعارف کتاب
۵۰	حضرت سید نجات علی شاہ صاحب	۳۷	باب دوم آباؤ اجداد - ولادت و تربیت
۵۱	حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب	۳۸	آباؤ اجداد
۵۱	حضرت سید صادق علی شاہ صاحب	۳۹	علی پور سیداں
۵۲	حضرت قبلہ کی اولاد امجاد	۴۰	حضرت محمد سعید نذیر شاہ کی اولاد
۵۳	عہد طفولیت	۴۱	شجرہ طیبہ
۵۳	امتیازی صفات		
۵۳	پسندیدہ اطوار		

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب	”سیرت امیر ملت“
ناشر	صاحبزادہ الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب
تعداد صفحات	سات سو پچاس (۷۵۰)
اشاعت	ایک ہزار
بار اول	ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ
بار دوم	ربیع الاول ۱۴۰۲ھ
بار سوم	جمادی الآخر ۱۴۱۰ھ
بار چہارم	محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
بار پنجم	ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ
کتابت	امین رقم، سلاٹ ٹاؤن گوجرانوالہ
مطبع	واحد پریس، کراچی
عکاسی (پوزیٹو)	گرافک آرٹ اسٹوڈیو، ملک منزل، ۱۹ ایک روڈ، لاہور
قیمت	۷۵ روپے

ملنے کا پتہ

دربار شریف علی پور سیداں ضلع نارووال

مکتبہ فریدی فیڈرل اردو یونیورسٹی آف آرٹ، سائنسز اینڈ ٹیکنالوجی

(عبدالحق کیمپس) کراچی۔ فون: 7720010

فریدی بک سینٹر ۳۶، اردو بازار کراچی، فون: 2628273



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۹	مسجد اعظم میسرور	۸۵	بازار کی چیزیں
۹۹	مسجد جنگ بازار لال پور	۸۵	تسخیر ہتھوڑے
۱۰۰	تیس ہزار روپے	۸۶	آب جاری
۱۰۱	فرست مومن	۸۶	بے نمازی اور تماکو نوش سے پرہیز
۱۰۱	باکیس سال بعد پہچان لینا	۸۶	نئے کپڑے
۱۰۱	محمد یعقوب اودھ	۸۶	شکر اور گرو
۱۰۱	انسپرکریس	۸۶	ولایتی صابن اور دوائیں
۱۰۲	حافظ محمد شفیع انسپرکریس	۸۸	وائٹ بادھو
۱۰۲	رین میں ٹکٹ چکر	۸۸	مشکوٰۃ پر سے اجتناب
۱۰۲	معمولات مبارک	۸۸	جو دو سنا
۱۰۳	روزانہ معمولات	۸۸	جواد کسے کہتے ہیں
۱۰۳	نرم دگر م سبتر	۸۹	غیب کے خزانے
۱۰۵	تازہ وضو اور مسواک	۹۱	انفقرا یا اجمعو؟
۱۰۵	کھانے کے معمولات	۹۱	جہان نوازی
۱۰۵	نماز تہجد	۹۲	نہ ذکاۃ فرض تھی نہ حج
۱۰۶	روزمرہ اوراد	۹۲	ترکہ صرف دو روپے
۱۰۶	اتباع شریعت و سنت	۹۲	رتبہ فقر و غنا
۱۰۶	پابندی شرع پر تاکید	۹۳	سائل کو رو نہ کرنا
۱۰۶	عمر قتل کو احکام شریعت کا پابند بنانا	۹۴	علمائے کرم کی خدمت
۱۰۹	یاروں کو پابند شریعت و سنت بنانا	۹۴	کبھی چندہ طلب نہیں کیا
۱۱۰	خواب میں جنبہ فرمانا	۹۵	حاجی امام الدین کا نذرانہ
۱۱۱	سید اکبر شاہ کو دارمی رکھوانا	۹۶	حاجرین کی اعانت
۱۱۲	پیران کھانا اور سادات کی خدمت	۹۶	توکل
۱۱۲	پیرخانہ کا احترام	۹۶	توکل کیا ہے
۱۱۲	پیرخانہ کے درویشوں کی خدمت	۹۶	سفر حج کا ایک واقعہ
۱۱۴	صاحبزادگان کو چہ شریف کی خدمت	۹۸	عرس شریف کا اہتمام
۱۱۵	پیر صاحب کی شریف اودھ پر صاحب	۹۹	مسجد نور
	گورہ شریف		



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۵	بیت	۵۴	آپ کی دوا صاحب
۶۵	بیت کیا ہے	۵۴	حفظ قرآن مجید
۶۶	والدہ اور اساتذہ کرام سے فیض	۵۵	اتباع شریعت
۶۶	حضرت قبلہ و کعبہ باجی مسکن بیت	۵۵	تحصیل علم
۶۶	اعطاء غلافت	۵۶	تحصیل علم میں دشواریاں
۶۶	حضرت قبلہ و کعبہ باجی مسکن کے ارشاد	۵۶	ی تافت ستارہ لبندی
۶۸	ترسیع سلسلہ عالیہ	۵۶	۱۱ حضرت قادی شہاب الدین صاحب کشمیری
۶۹	شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ	۵۶	۱۲ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب علی رری
۶۲	شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ	۵۸	۱۳ حضرت مولانا قادی شہاب الدین صاحب کشمیری
۶۳	اصحاب شجرہ طیبہ کے سائے گراہی	۵۸	۱۴ حضرت مولانا غلام قادر صاحب بھروی
	باب سیم سیرت طیبہ	۵۹	۱۵ حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹوٹی
۶۵	عید مبارک	۵۹	۱۶ حضرت مولانا مولوی محمد ظفر صاحب سہارنپور
۶۶	باس	۵۹	۱۷ حضرت مولانا مولوی محمد فیض الرحمن صاحب سہارنپور
۶۶	غذا	۶۰	۱۸ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب مکھنور
۶۶	اخلاق حسنہ	۶۰	۱۹ حضرت مولانا مولوی محمد حسن صاحب کانپور
۶۹	شفقت و مدارات	۶۰	۲۰ حضرت مولانا میر محمد عبد اللہ صاحب
۶۹	جو دو سنا ضبط و تحمل	۶۱	۲۱ حضرت مولانا مولوی عبد القادر صاحب دہلی
۸۰	بے باکی و جرأت	۶۱	۲۲ حضرت مولانا ارشد حسین صاحب لاہور
۸۰	خلق عظیم	۶۱	۲۳ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گجرات
۸۲	خدمت و ایثار	۶۱	۲۴ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب اراکچی صاحب گجرات
۸۲	تقویٰ	۶۱	۲۵ حضرت مولانا عبد علی صاحب مٹھ پانی پتی
۸۲	شریعت و طریقت	۶۱	۲۶ حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب استنبول
۸۳	کھانے میں احتیاط	۶۱	۲۷ علم و فضل میں گیارہ روزگار
۸۴	وضو اور استنجا	۶۲	۲۸ طاہریت سے اعراض
۸۴	پانی کی احتیاط	۶۳	۲۹ نور محمد صاحب و صاحبی عبد الرحمن
۸۴	متبرک جانماز	۶۳	۳۰ علمی تہجد
۸۴	ریل کے سفر میں احتیاط	۶۳	۳۱ غلط احادیث
		۶۵	۳۲ علم و ہدایت



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۹۳	دکن میں تبلیغ و ارشاد	۱۹۴	نرمی و ملاحظت و رشتہ شکنی و تشدد
۱۹۳	حضرت قبلہ کا نیل گروہی جانا	۱۹۴	رمضان شریف کا احترام
۱۹۳	حضور کی محافت	۱۹۵	قراض اور جہان فازی
۱۹۴	غیبی امداد	۱۹۶	تراویح اور شبینہ
۱۹۵	مہاراجہ میسور کا حضور کے پیغام حق سے تشریف لانا	۱۹۸	پابند شریعت بنانا
۱۹۶	یاران پنجاب کا اضطراب	۱۹۰	تبلیغی دُوروں کے رفقا
۱۹۸	الوداعی جلسہ	۱۹۰	سور المؤمن شفاء
۱۹۹	الوداعی جلسے کی کارروائی	۱۹۱	مولوی عبد القیوم کے ساتھ حسن سلوک اور
۱۹۹	صدر جلسہ کی تقریر	۱۹۱	ان کی اصلاح
۲۰۰	حضور کے ارشادات	۱۹۳	فیض ربانی کا اثر کی پشتوں تک
۲۰۱	اعطائے خلافت	۱۹۴	ہندو ائمہ رسول کا انساد
۲۰۱	الوداع کا دلہوز سماں	۱۹۵	نکاح بیوگان اور محافت
۲۰۴	مکتوب گرامی بابو غلام حسین کو اپنی نئی	۱۹۶	حضور کے کارنامے
۲۰۵	بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب قبلہ کا بیان	۱۹۶	تبلیغ و ارشاد
۲۰۶	بیمبئی تشریف لے جانا	۱۹۹	تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ نقشبندیہ
۲۰۶	حیدر آباد دکن کے پہلے سفر کا سبب	۱۸۰	عورتوں کی اصلاح اور تعلیم
۲۰۸	حیدر آباد میں مقیم	۱۸۰	شبانہ روز محنت اور اصلاح احوال
۲۰۹	حیدر آباد کے معمولات	۱۸۱	سہاری کا دیران مقیم
۲۰۹	حضرت قبلہ اور حضور نظام کے مراسم	۱۸۲	یاغستان میں تبلیغ و اصلاح
۲۱۱	مسائل و غلط پرانہ اعمال کا عطیہ	۱۸۳	مہمان آری میں اصلاح احوال
۲۱۲	سادہ انداز میں وعظ و نصائح	۱۸۵	شکل برآری اور اخلاق حسنہ کی بناء اصلاح
۲۱۲	سفر کے لئے قرعہ اندازی	۱۸۶	ترن تارن میں لغزہ حق
۲۱۳	بیزواڑہ ہسپتال پر پُر تکلف ضیافت	۱۸۸	کڑی دلا میں اٹلے کلمہ الحق
۲۱۳	حضور کی کرامت کو خالی ڈبائل گیا	۱۸۹	بہادر پور میں میاکی کے ساتھ مسائل شریعت کا بیان
۲۱۴	مدارس میں استقبال	۱۸۹	مناظروں کے ساتھ ملاحظت
۲۱۴	سیٹھ میری صاحب کی کڑی پرستیم	۱۹۰	قرآن مجید کی تفسیر پر حضرت قبلہ کا کتاب
۲۱۵	حضرت قبلہ کی شانہ دعوت	۱۹۱	ایڈیٹر صاحب ترقی بایں کردہ روداد سفر
۲۱۶	نوعمر قاریوں کی سرپرستی کے لئے سفر		



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۸	دربار نبوت میں حاضری	۱۱۵	حضرت صاحبزادہ سیّد غلام محی الدین صاحب
۱۳۹	مدیر منورہ میں صدقات جاریہ	۱۱۶	بغداد شریف کے ایک رنگ کی توضیح و مدار
۱۳۹	ابوالعرب کا لقب	۱۱۶	سادات کا احترام
۱۳۹	مکہ معظمہ میں حاضری	۱۱۷	بابائیر سے پیچھے قرآن مجید ہے !
۱۴۰	حضور کی بیماری میں خدمت	۱۱۸	مہاجر سید مبارک علی شاہ صاحب کی توجہ
۱۴۱	یار دل کو حج کی ترغیب اور حکم	۱۱۸	حج و زیارت
۱۴۲	بعض کو ہجرت مدینہ کا حکم دینا	۱۱۹	اپنا مکہ عزم حج فرالینا
۱۴۳	بارگاہ رسالت میں تقرب	۱۲۰	حضرت حانڈیلی عیسیٰ کی نعتیہ غزل پر
۱۴۴	حضرت نبی اکرم کی محبت اور حضور کا ادب	۱۲۰	فہم حج کے لئے روانگی
۱۴۴	علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب	۱۲۱	۱۹۴۲ء کا سفر حج
۱۴۵	حضرت قبلہ عالم کے ہندوستانی مدارج	۱۲۲	خوشنودی مزاج کا اظہار
۱۴۵	ولایت کا آخری درجہ پانا	۱۲۲	رفقائے سفر کی مدارات اور تعلیم
۱۴۶	یادوں کو نبی کریم کی زیارت کرانا	۱۲۳	حرمین الشرفین میں دل کھول کر غرض کرو
۱۴۷	بیداری میں زیارت رسول	۱۲۴	اول مدینہ منورہ کی حاضری
۱۴۸	دربار نبوت میں اعزاز	۱۲۴	اہل مدینہ کی خدمت
۱۴۸	مولوی محمد یوسف کلاوڑی	۱۲۵	ایر کنڈیشنڈ ڈبا
۱۴۹	مرتبہ قطبیت و غوثیت	۱۲۶	مدینہ منورہ کے احباب
۱۵۰	دربار رسالت میں خلعت فاخرہ	۱۲۶	مدینہ منورہ میں دعوتیں فرمانا
۱۵۳	باب چہام تبلیغ و ارشاد	۱۲۷	احباب مدینہ حضور کی دعوت کرتے
۱۵۴	تجدید و احیاء دین	۱۲۸	حضرت آغا خلیل صاحب کی ضیافتیں
۱۵۵	انیسویں صدی میں مسلمانوں کی زبوں حالی	۱۳۱	حضرت حمزہ رفاہی صاحب
۱۵۷	بیسویں صدی کے دو دل دور واقعات	۱۳۲	بحری جہاز کے بعض عجیب واقعات
۱۵۸	انیسویں صدی میں وسائل سفر	۱۳۳	یوسف زینل صاحب
۱۵۹	الاقرب فالاقرب	۱۳۴	جالی مبارک کے اندر شب باشی
۱۶۰	تبلیغی سفروں کا طریق کار	۱۳۵	اپنی جماعت الگ کرنا
۱۶۱	اپنے نام اخراجات خود اٹھانا	۱۳۶	مدینہ منورہ میں فرود گاہ
۱۶۲	مجدد دوراں	۱۳۶	حرمین کے معتم
		۱۳۷	مدینہ میرا وطن ہے



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۴۲	طریقہ عالیہ نقشبندی کی افضلیت	۲۵۴	رد اہل حدیث
۲۴۳	نقشبندی تصوف	۲۵۵	جماعت اہل حدیث کی مخالفت
۲۴۴	مقبول خان صاحب ربکی کو تلقین	۲۵۶	مولوی شاد اللہ امرتسری
۲۴۵	بغداد کے بزرگ کو تلقین	۲۵۶	امر تسکے یاران طریقت کا امتیاز
۲۴۶	گوشہ نشین بزرگ کو تلقین	۲۵۷	حضرت قبلگی زنی اور درگزر
۲۴۶	بہار شاہ مجذوب	۲۵۷	زب شاہ کے لوگوں کا قائل ہونا
۲۴۷	یاران طریقت پر شفقت	۲۵۸	چود ڈاکو کا اہل اللہ بنانا
۲۴۷	مریدین کی تعداد	۲۵۸	حاجی شاہ بیگ
۲۴۷	داخل سلسلہ کرنا	۲۵۸	بابا محمد دامل
۲۴۷	یاران طریقت کہہ کر یاد فرمانا	۲۵۹	رجب علی
۲۴۸	یاروں کی آمد پر اظہار خوشنودی	۲۶۱	غلام محمد
۲۴۸	وسیع دسترخوان	۲۶۱	مائی ست بھرائی
۲۴۹	شکم سیر کھانے پر شکوہ کرنا	۲۶۲	صالح محمد
۲۴۹	کنوئیں پر یاروں کی ضیافت	۲۶۲	حافظ غلام حسن
۲۸۰	دسترخوان قیامت تک وسیع رہے گا	۲۶۵	جنات کو مرید کرنا
۲۸۰	نہایت کے وقت عطیات	۲۶۵	حیات محمد صاحب کی روکی
۲۸۰	حاجی ہمتاب دین صاحب	۲۶۶	پرفیسر منشا علی صاحب کا بیان
۲۸۱	چودھری اللہ داتا صاحب	۲۶۶	مسجد کے جن کو توبہ کرانا
۲۸۱	مہر اللہ بخش کے بھائی کی مراثی	۲۶۶	بابا فاضل نور
۲۸۱	مالی اعانت فرمانا	۲۶۶	جن اتارنا
۲۸۲	عیادت و تعزیت	۲۶۷	جن کو فہمائش
۲۸۲	یاروں کے گھر بھان ہونا	۲۶۷	رہ پیراں الے پیر صاحب کا واقعہ
۲۸۳	مطابق ضرورت مالی امداد	۲۶۸	سرکش جن کو زیر کرنا
۲۸۵	نظام دکن کی بیوپاری دربار نشینیں	۲۶۹	باب پنجم تصوف
۲۸۵	زب طہیر یار جنگ کی ضیافت	۲۷۰	حضور کا تصوف
۲۸۶	بگیم طہیر یار جنگ کی عقیدت	۲۷۰	قدیم شرعی تصوف کا احیا
۲۸۶	ایک آرزو گوئی	۲۷۱	نفس اتار دے کو زیر کرنا
۲۸۷	یاران طریقت کو سفر میں ساتھ لے جانا		



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳۶	لارڈ اور سیکم ایکوٹ کا مشرت باسلام ہونا	۲۱۷	کشمیر میں تبلیغ و ارشاد
۲۳۷	بنگالی ہندو کا اسلام قبول کرنا	۲۱۸	حضرت قبلہ کے رفقاء سفر
۲۳۷	سائیکس فسل دین صاحب کا مسلمان ہونا	۲۱۹	کشمیر کے معمولات
۲۳۷	سکھ کا مسلمان ہونا	۲۱۹	کاچھوں میں
۲۳۸	فرجیوں میں تبلیغ و ارشاد	۲۲۰	اچھال کے چشمے پر
۲۳۹	حاجی نصیب خان صاحب کا بیان	۲۲۱	توکل کی شان
۲۳۹	حاجی اہم خان صاحب کی دستگیری	۲۲۲	خواجه مام کلو کا ہدایت پانا
۲۴۰	صوبیدار علی گہر صاحب کا بیعت ہونا	۲۲۳	خواجہ عبدالاحد کی شفا یابی
۲۴۲	افغانستان میں تبلیغ و ارشاد	۲۲۴	خواراجہ جوتوں سے بخشش
۲۴۲	نادر شاہ بادشاہ کی دعوت	۲۲۵	کشمیر میں قیام گاہ
۲۴۲	گورنر قندھار کو فہمائش	۲۲۶	پیری کی نیت
۲۴۳	شاہی دعوت میں باجن و جود تبلیغ	۲۲۶	کشمیری مخالفت
۲۴۴	جوتے اتار کر نماز پڑھوانا اور شاہی راز	۲۲۷	بے موسم بادل آگئے
۲۴۴	روم زانیت	۲۲۸	اسی کرامت کا اعادہ
۲۴۵	میاکوٹ میں	۲۲۸	سب صحابہ پر سخت عتاب
۲۴۵	حضرت پیر سید علی شاہ صاحب کا تبلیغ	۲۲۹	حکیم نور دین کی گستاخی پر عتاب
۲۴۶	لاہور میں	۲۲۹	کشمیر کی دعوتیں
۲۴۶	حضرت کی پیشین گوئی	۲۳۰	کشمیر میں عید الفطر
۲۴۷	حضرت پیر علی شاہ صاحب حضرت قبلہ کا ذکر	۲۳۱	جدید تعلیم دہان میں تبلیغ و ارشاد
۲۴۷	حاجی ہمتاب دین صاحب کی زبانی تفصیلات	۲۳۲	نوجوانوں کی حوصلہ افزائی
۲۴۷	روم زانیت میں جملے	۲۳۲	مولوی محمد عظیم صاحب کا بیان
۲۴۸	حضور دلائل مرزا کو آخری تبلیغ دیا	۲۳۳	حاجی عبدالرحمان صاحب کا بیان
۲۴۸	مرزا کی وفات	۲۳۳	میسور میں سکون کا جلوں کا مصائب
۲۴۹	عالم کا مرزا کی مسکت سے تائب ہونا	۲۳۴	میر سلیم محمد صاحب کی کامیابیاں
۲۵۰	محمدی جولاہے کی فتنہ انگیزی	۲۳۴	ماسٹر کرم آجی صاحب کی دینداری
۲۵۱	منہجے صاحبزادہ صاحب کے خلاف مرزا کی فتنہ انگیزی	۲۳۵	انگریزی ڈگریاں ناموں کے ساتھ لکھا کر
۲۵۲	بچ کو امتیاز	۲۳۵	حضرت فریدی صاحب کے وعظ پر
۲۵۲	مرزا یوں سے ایک اور چیلنج		اظہار خوشنودی
۲۵۲	مرزائی سب بچ کا اعتراف حق		
۲۵۲	انہ دو فتنہ انگیزوں میں مرزا یوں کا رکاوٹ		
۲۵۲	بنا		



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۳۲	۱۹۴۵ء کی جنگ میں علی پور سیدان کی شہادت	۳۱۷	مدت العمر شیعینے سنا
۳۳۳	آیت کے اثر سے عمار کی دھار کند ہو گئی	۳۱۷	جو دو سخا یہ مصارف خیر
۳۳۳	نوسلم کو آگ نہ جلا سکی	۳۱۷	کتے ہی جہان ہوں کھانے کا پرخ جہان
۳۳۳	حلقہ میں عنبر کی شرکت اور سہوہشی	۳۱۸	حاجی جہر حاکم الدین کی دعوت
۳۳۵	اکم اللہ کی تاب نہ لا کر سہوہشی لا علوان جے	۳۱۸	نور محمد حجام کی دعوت
۳۳۵	اکم اللہ سے عشق بھلا دیا	۳۱۹	مرید کے لئے مسلمان کا پکا یا ہو ا کھانا
۳۳۷	قدموں سے سونے کی نہر جاری ہے	۳۱۹	مہیا سفر مانا۔
۳۳۷	پایا میں بے حساب منافع	۳۲۰	تین وقت کچھ کے کو غیر آباد ہو گئیں کھانا پھرنا
۳۳۷	شفقت چور کو سخت سزا	۳۲۱	فوجی ڈیوٹی پر بھوک میں امداد
۳۳۸	مغرب شہید کی حالت میں نگہداشت	۳۲۱	ہائی کورٹ کے مقدمہ میں امداد
۳۴۱	بھینس سال بھر دو دو دیتی رہی	۳۲۲	آٹہ کے اولاد ہونا
۳۴۱	بچہ کا غائب ہو کر واپس آ جانا	۳۲۲	جتنے طمانچے اتنے لڑکے
۳۴۲	دارحی منڈوانے سے خارش ہو جانا	۳۲۳	جس نے دم کردہ پانی پیاس کے اولاد ہوئی
۳۴۲	دیوار مسجد کی درز کو کندھا لگا کر جوڑ دیا	۳۲۳	یتیم بچوں کے معاملے میں امداد
۳۴۳	حفاظت کے لئے قبل از وقت ریٹائرمنٹ	۳۲۴	دشمنوں سے بچہ کو بچانا
۳۴۳	ریٹائرمنٹ کے بعد کجالی اور ترقی	۳۲۵	آگ نے نہیں جلایا
۳۴۴	کند زمین کچھ کو تین مہینے میں حفظ کرادیا	۳۲۵	سفر میں سواری فراہم کرنا
۳۴۵	موتیا بندھتے ہوئے نظر کام کرتی رہی	۳۲۶	سیلاب سے نکال کر منزل پر پہنچانا
۳۴۶	دو بوری گندم سال بھر کافی	۳۲۶	لکڑی نہیں جلی
۳۴۶	سوئے میں چور کا ہاتھ پکڑوا دیا	۳۲۷	سرکش گھوڑی کو زیر کرنا
۳۴۷	علی پر کارخ تو بارش ایلے بے ضرر	۳۲۷	پگڑی کا جسم سے گزر جانا
۳۴۷	بچہ کو بے فصل سڑک عطا فرمایا	۳۲۸	لیموں کے بجائے سنگرتے
۳۴۹	باب ششم دینی اور ملی خدمات	۳۲۸	چلتی دیں سے اتر کر دیلے پانی لانا
۳۵۰	انجمن خدام الصوفیہ	۳۲۹	ملازمت سے دور مگر حاضر
۳۵۰	مقاصد	۳۳۰	دشمن آکھ نہیں رہے گی
۳۵۱	جلہ گاہ	۳۳۱	لعابہ بن سے پھوٹے اچھے ہو گئے
۳۵۱	سالانہ جلسے	۳۳۲	آگ کا نہ جلا نا
		۳۳۲	حجام کی دوکان سے کھینچ بلانا



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۰۵	بھائی ذاکر علی صاحب کو زاد راہ	۲۸۸	صحت خاں کو ہانی کے واقعات
۲۰۵	مروہی قطب الدین صاحب کو زاد راہ	۲۹۱	یاران طریقت کی تعلیم و تلقین
۲۰۵	قبل از وقت جمعہ داری کی مبارکباد	۲۹۲	خواب میں ہدایت فرمانا
۲۰۶	مدینہ منورہ میں وفات	۲۹۳	مروہی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر شفقت
۲۰۶	دل اور خان کے واقعات	۲۹۳	وہتے میں بتائے
۲۰۷	دل کی بات	۲۹۴	امیر حلقہ کا تقرر
۲۰۷	زمینیں بجال رہیں	۲۹۴	خدا ام خاص
۲۰۷	خریداری زمین کے لئے روپیہ	۲۹۷	مکاشفات
۲۰۸	زمین کو امپر و منٹ ٹرسٹ اور	۲۹۷	مکاشفات کی قسمیں
۲۰۸	ریلوے لائن سے بچانا	۲۹۸	دل کی بات جان لینا
۲۰۸	صند و تھی گم ہونے اور بل جانے کی اطلاع	۲۹۹	سار کے مضمون کی تصحیح
۲۰۹	قتل کے مجھوٹے مقدمہ سے ہائی لانا	۳۰۰	زمین سے فصل زراعت
۲۰۹	روکش امام الدین کو تنبیہ	۳۰۰	معاجوں کے متفقہ فیصلہ کی تردید
۳۱۰	منقبہ شدہ مسلمان کی داغ و باری	۳۰۰	پس پشت درو و شریف
۳۱۰	مقدمہ کے فیصلے سے پیچھے بری ہونے	۳۰۱	سلو سوؤں کے دل کی بات
۳۱۰	کی بشارت دے دی	۳۰۱	مسجد شہید گنج کی بابت ارشاد
۳۱۱	طالب علم کو پاس کرنا	۳۰۱	ہجرت کی مخالفت
۳۱۱	پچانسی سے بچانا	۳۰۱	مرزا غلام احمد کی موت کی پیش گوئی
۳۱۲	صاحبزادہ افضل حسین شاہ صاحب کی	۳۰۲	نظم و کن کی اعانت
۳۱۲	ولادت کی پیش گوئی	۳۰۲	اولاد کی پیش گوئی
۳۱۲	دل کی بات کا جواب	۳۰۲	مقدمہ سے برادرت
۳۱۲	اب کے گونگا بچہ پیدا نہیں ہوگا	۳۰۲	فراست مومن
۳۱۲	چار لڑکوں کی پیش گوئی	۳۰۳	مروہی خیر امین صاحب کے جنازے میں شرکت
۳۱۳	مرید کھپونے کی آرزو پوری ہوئی	۳۰۳	حافظ غلام حسن کو تنبیہ
۳۱۴	کرامات	۳۰۴	جہاد کشمیر میں دست گیری
۳۱۴	کرامت کا برحق ہونا	۳۰۴	اولاد کی خوشخبری
۳۱۵	ساری عمر بہ وقت تبلیغ و ارشاد	۳۰۴	دعائے صمت نہیں دعائے مغفرت
۳۱۶	عظیم الشان اجتماعات میں آواز کا سنا جانا	۳۰۴	میری صحت کی پیش گوئی



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۲۰	پرانِ طریقت کی خدمت خلافت	۳۹۸	سلم و نیورسٹی
۳۲۱	پنجاب و سرحد کے جلے	۳۹۸	حضور کے عطیہ کی رسیدات
۳۲۱	تحریک ہجرت	۴۰۰	حزب الاخوان
۳۲۲	فتنہ و ارتداد	۴۰۰	انجمن حمایت اسلام
۳۲۲	شدھی اور سنگھٹن	۴۰۱	ندوة العلماء لکھنؤ
۳۲۲	ہندوؤں کا طریق کار	۴۰۱	دوسرے کی ادارے
۳۲۵	حضرت قبلہ میدان عمل میں	۴۰۲	مجلس احرار اسلام
۳۲۵	حضور کا یادگار خطبہ	۴۰۴	اڈیشہ جماعت کی روداد
۳۲۹	پہلا تبلیغی وفد	۴۰۵	انجمن نعمانیہ ہند لاہور
۳۲۹	حضرت سراج الملت کا حسن انتظام تدبیر	۴۰۷	انجمن خدام المسلمین قصور
۳۳۰	حضرت شمس الملت مدظلہ	۴۰۹	تحریک خلافت
۳۳۰	خلفائے کرام کا حصہ	۴۰۹	جلسہ ہائے خلافت
۳۳۲	مدارس	۴۱۰	خلافت فتنہ
۳۳۳	مدرسین	۴۱۰	خلافت کا نقص لائل پور
۳۳۳	مدارس کا نصاب	۴۱۱	خطبہ صدارت لائل پور
۳۳۴	مسجیدیں	۴۱۳	سنگھسی ہند کا لقب
۳۳۴	شفاعت خانے	۴۱۳	تمغہ خلافت
۳۳۵	حضرت قبلہ کا ورد و آگرہ	۴۱۵	جلسہ حیدر آباد
۳۳۶	آگرہ میں ارشاد و تبلیغ	۴۱۵	انگریز کا خوف
۳۳۶	علاقہ ارتداد کے دورے	۴۱۶	چندہ دینا
۳۳۷	فتنہ ارتداد کا انسداد	۴۱۶	ملک بھر کے دورے
۳۳۹	دوسری جماعتوں کی مخالفت کا رد و انکار	۴۱۶	راولپنڈی
۳۴۰	آریوں کے جال	۴۱۷	کالی کٹ
۳۴۰	ہمارے مبلغین	۴۱۷	تلمیچی مالابار
۳۴۱	ملکانوں کی تعلیم و تربیت	۴۱۷	ترہور
۳۴۲	خدمت و اعانت	۴۱۸	کوہ مطور
۳۴۳	نظام تنظیم	۴۱۸	ہندوؤں سے اجتناب
۳۴۴	کامیاب مساعی تبلیغ	۴۱۹	جلسہ ہائے خلافت میں شرکت



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۷۵	مساجد کی تعمیر کا شوق	۳۵۲	انجمن کے سرکاری
۳۷۶	مسجد نور علی پور سیدان	۳۵۲	علماء و مشائخ کی شرکت
۳۸۰	آبائی قبرستان کی مسجد	۳۵۲	نعت خواں اصحاب
۳۸۰	عام راستے کی مسجد	۳۵۲	کل اخراجات اجلاس
۳۸۱	کنوئیں والی مسجد	۳۵۴	مہمانوں کی ضیافت
۳۸۱	مسجد ریلوے اسٹیشن	۳۵۴	کھانا پکھانے کا انتظام
۳۸۳	سادھو کے کی مسجد	۳۵۴	کھانے کی تقسیم
۳۸۴	چک نمبر ۱۶ کی مسجد	۳۵۵	کھانا کھلانے کا انتظام
۳۸۵	قدیم جامع مسجد لائل پور	۳۵۶	گروشت اور بخینی تیار کرنا
۳۸۵	جامع مسجد جھنگ بازار لائل پور	۳۵۶	انجمن کی شش عین
۳۸۷	مسجد شاہ جماعت نارووال	۳۵۹	رسالہ انوار الصوفیہ
۳۹۱	مسجد موضع پنواں	۳۶۰	بعض دوسرے رسائل
۳۹۱	مسجد اعظم میسور	۳۶۱	مدارس دینیہ
۳۹۲	موضع کھس کی مسجد	۳۶۱	مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیدان
۳۹۲	دوسری مساجد کی خدمت	۳۶۲	حضرت سراج الملت
۳۹۳	مساجد علاقہ ارتداد	۳۶۲	مدرسہ کے اساتذہ
۳۹۳	دیگر عمارات	۳۶۲	طلباء کے لئے اقامتی اور دوسری سہولتیں
۳۹۳	سرزمین اور کنوئیں	۳۶۳	مدرسہ کا کتب خانہ
۳۹۳	جماعت منزلی سیالکوٹ	۳۶۴	کتب خانہ کی کتابوں کی فہرست
۳۹۴	جماعت منزلی مدینہ منورہ	۳۶۸	مدینہ منورہ میں درس گاہ اور تعلیم خانہ
۳۹۴	دو منزلہ زنانہ حویلی	۳۶۹	دوسرے مدارس دینیہ
۳۹۴	شیش محل	۳۷۰	مدارس علاقہ ارتداد
۳۹۵	جلسہ گاہ	۳۷۰	خدمت حرمین الشرفین
۳۹۶	دو منزلہ مہمان خانہ	۳۷۱	ہجاز ریلوے ملک عرب کا قسط
۳۹۶	کنوئیں والی حویلی	۳۷۲	مدینہ فتنہ
۳۹۶	تین تالاب	۳۷۴	مدینہ فتنہ کی تقسیم کا طریقہ
۳۹۷	رفاہ عام کے کام محض رضائے الہی کے لئے	۳۷۵	ابو العرب کا لقب
۳۹۷	نئی اور اصلاحی ادارے	۳۷۵	تعمیر مسجد



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۰۳	تجسیر و تکفین	۴۸۱	مسلم لیگ کی تاسیس و اعانت
۵۰۳	آخری دیدار	۴۸۲	حضرت پیر صاحب نانکی خریفی کی آمد
۵۰۴	نسب ز اور تدفین	۴۸۴	کشمیر میں قائد اعظم کی شاہانہ دعوت
۵۰۴	فاتحہ خوانی	۴۸۵	قائد اعظم کو کامیابی کا سرودہ
۵۰۵	قل شریف	۴۸۵	۱۹۴۶ء کے انتخابات
۵۰۶	ایصال قراب اور حسیلم	۴۸۷	بیش قرار مالی اعانت
۵۰۶	سجادہ نشینی	۴۸۸	قائد اعظم کو مکتوب تہنیت
۵۰۷	سوسے گردوں رفت نال اپنے حکم پیر گروشت	۴۸۹	قائد اعظم کے جوابی خطوط
۵۰۸	دولت اوتیں	۴۹۰	قیام پاکستان پر مبارک باد
۵۰۹	پنیامات تعزیت	۴۹۱	باب ہفتم وصال مبارک
۵۰۹	حضرت مولانا غلام محمد صاحب ترنہ	۴۹۲	وصال مبارک
۵۱۰	حضرت مولانا پیر سید فضل شاہ صاحب	۴۹۲	ایک عربی مکتوب
۵۱۲	حضرت پیر سید نذر محمد الدین شاہ صاحب	۴۹۳	بخارہ ہونا اور مجھے طلب فرمانا
۵۱۳	حضرت دیوان سید آل بول علی خان صاحب	۴۹۴	نقابہت کی زیادتی
۵۱۴	حضرت حافظ صاحبزادہ سید ظہیر علی شاہ صاحب	۴۹۴	بمشکل تیمم پر راضی ہوسے
۵۱۵	جناب مرزا عبدالرب نشتر صاحب	۴۹۵	نسب ز باجماعت اولاد کی پابندی
۵۱۶	حضرت مولانا ضیاء القادری صاحب	۴۹۵	سر پر بالمش
۵۱۷	حضرت مولانا سید احمد سعید صاحب کالمی	۴۹۶	یاران طریقت پر شفقت
۵۱۸	جناب صاحبزادہ پیر محمد ابراہیم صاحب	۴۹۷	دعا کی فرمائش
۵۱۹	جناب مولانا عبدالمجید صاحب ساک	۴۹۸	حکیم خادم علی صاحب
۵۱۹	پروفیسر محمد طاہر صاحب فاروقی	۴۹۸	قوت کے لئے ٹیکہ
۵۲۱	جناب مولانا سید محبوب شاہ عسینا قادری	۴۹۹	بیماری میں روزمرہ معمولات
۵۲۲	جناب محمد نجفی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مری	۵۰۰	بڑے صاحبزادہ صاحب سے بحیثیت کا حکم
۵۲۴	منظومات وصال مبارک	۵۰۱	خدمت خلق بہترین عبارت ہے
۵۲۵	نمود قیامت صغریٰ مولانا حامد قادری	۵۰۲	آخری نماز باجماعت
۵۲۶	قطعات بروفات حسرت آیات و اہل کرم	۵۰۲	آخری لمحات
۵۲۷	زائچہ قراریخ وصال مولانا ضیاء القادری	۵۰۳	وصال مبارک کی اطلاع
۵۲۸	قراریخ وصال و جناب ماسک بگوری		



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۶۴	پہلی قرار داد	۴۴۵	کارکنوں کی تحسین انعام
۴۶۴	مولانا شوکت علی کی تقریر	۴۴۵	حضور کا خطبہ
۴۶۵	مولانا عبدالقدیر بدایونی کی تقریر	۴۴۷	ماسٹر صاحب کی تقریر
۴۶۵	دوسری قرار داد	۴۴۸	ساردا ایکٹ
۴۶۶	حضرت قبلہ کا خطبہ صدارت	۴۴۹	حضور کی مخالفت
۴۶۷	مجلس شوریٰ کا جلسہ	۴۴۹	والیسرا سے ہند سے مطالبہ
۴۶۷	مجلس شوریٰ کا اعلان	۴۵۰	حضرت قبلہ کا خطبہ
۴۶۸	نواب صاحب ممدوٹا خراجات مقدمہ کے کفیل بنے۔	۴۵۲	مداخلت فی الدین
۴۶۹	سول نافرمانی کی تجویز	۴۵۲	حکومت کو الٹی میٹم
۴۶۹	دربار رسالت سے طلبی	۴۵۳	ایک واقعہ
۴۷۰	امرتسر خصوصی اجتماع عظیم	۴۵۴	مسجد شہید گنج
۴۷۱	مجلس مضامین	۴۵۴	مسجد کا انہدام
۴۷۲	کھلے اجلاس عام کا فیصلہ	۴۵۵	مسلمانوں پر مظالم
۴۷۳	پروی کونسل میں اپیل	۴۵۵	امیر ملت کا انتخاب
۴۷۳	عدالتوں کے فیصلے اور حضرت قبلہ کی مشکوئی	۴۵۶	راولپنڈی میں دوسرا جلسہ
۴۷۴	سستی کا نفرنس	۴۵۷	گرفتاری کے احکام
۴۷۴	اجلاس بدایوں	۴۵۷	مرزا معراج الدین کی مساعی
۴۷۵	اجلاس بنارس	۴۵۸	والیسرا سے مطالبات منظور کر لئے
۴۷۶	تحریک قیام پاکستان	۴۵۹	مجلس اتحاد ملت کا قیام
۴۷۷	مسلم لیگ سے تعلق	۴۵۹	تمام ملک کے تنظیمی دورے
۴۷۷	مسلم لیگ کی حمایت	۴۶۰	نگلی خواروں کا جلوس
۴۷۷	ہندوستان بھر کے تنظیمی دورے	۴۶۰	فقید المٹال جلوس
۴۷۸	سادات و مشائخ و علماء سے اپیل	۴۶۲	بادشاہی مسجد میں نماز جمعہ
۴۷۸	قائد اعظم پر حملہ	۴۶۲	جلوس کی تنظیم
۴۷۹	قائد اعظم کے نام مکتوب اور مخالفت	۴۶۳	حکومت کے حفاظتی انتظامات
۴۸۰	جناب صاحب کا شکریہ کا خط	۴۶۳	شرکائے جلوس کے نام
		۴۶۴	بیرون دہلی دروازہ جلسہ عام

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۹۴	تبلیغ و ارشاد	۶۸۰	مسجد نور کاسنگ مرمر فریدنا
۶۹۵	مہمان نوازی	۶۸۱	بورد و سنی
۶۹۶	فیض رسانی	۶۸۱	قلمی خدمات
۶۹۶	دینی و ملی خدمات	۶۸۲	حساب فہمی میں اہتمام
۶۹۶	شادی اور اولاد	۶۸۲	عادات کریمہ
۶۹۷	حضرت صاحبزادی بنت رسول عرف	۶۸۳	قیادہ شناس سے ملاقات
۶۹۷	بوجی صاحبہ	۶۸۳	شادی اور اولاد
۶۹۸	اخلاق حسنہ	۶۸۵	مولوی منیا الدین صاحب مدنی
۶۹۸	وفات	۶۸۶	مولوی محمد اسماعیل
۶۹۹	خلفائے عظام	۶۸۷	نواب صاحب ریاست شاہ نور
۷۰۰	خلفائے عظام کے اسمائے گرامی	۶۸۷	اولاد زرینہ پیدائش
۷۰۵	۱۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری	۶۸۸	بیماری اور وصال
۷۰۸	۲۔ حضرت حافظ طفر علی صاحب لہری	۶۸۹	اپنے کے خلفا
۷۰۹	۳۔ حضرت مولانا محبوب احمد الملقب بہ	۶۹۰	خادم الملت حضرت الحاج حافظ سید
۷۰۹	خیر شاہ صاحب امرتسری	۶۹۰	خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۷۱۰	۴۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیکانیری	۶۹۰	تحصیل علم
۷۱۰	۵۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب اشکوتسری	۶۹۰	اخلاق حسنہ
۷۱۱	۶۔ حضرت مولانا غلام محمد الدین صاحب کشمیری	۶۹۱	شادی اور اولاد
۷۱۲	۷۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب باغستانی	۶۹۱	کتب خانہ
۷۱۲	۸۔ حضرت سید جعفر شاہ صاحب بخاری	۶۹۱	وفات
۷۱۲	۹۔ حضرت مولوی محمد مقصود صاحب بنگالی	۶۹۲	شمس الملت حضرت الحاج حافظ سید
۷۱۳	۱۰۔ حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب امرتسری	۶۹۲	نور حسین شاہ صاحب مدظلہ
۷۱۳	۱۱۔ حضرت سید حیات محمد شاہ صاحب پاکوٹی	۶۹۲	حلیہ شریف
۷۱۴	۱۲۔ حضرت کریم بخش صاحب قصوری	۶۹۲	حصول علم
۷۱۴	۱۳۔ حضرت مولانا امام الدین صاحب دہلوی	۶۹۳	اتباع شریعت و سنت
۷۱۴	۱۴۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجراتی	۶۹۳	سخاوت اور دیاری
۷۱۶	۱۵۔ حضرت پیر فضل شاہ صاحب کشمیری	۶۹۳	حج و زیارت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۸۲	خطبات و مواعظ	۵۳۶	نظم عقیدت (جناب مولانا عبدالحق)
۵۸۲	خطبہ صدارت مؤتمر جمعیتہ اعلیٰ ہندوستان	۵۳۷	وفات نامہ (جناب بخش حیدر آبادی)
۵۸۸	خطبہ صدارت خلافت کانفرنس لائل پور	۵۳۹	امیر ملت کی لحد پر (جناب یاسین بیکانی)
۶۰۰	خطبہ صدارت سنی کانفرنس مراد آباد	۵۳۹	مادہ ہائے تاریخ برائے درضر شریف
۶۳۳	مواعظ آگہ	۵۴۱	ذکر غافلہ گشت ادبی
۶۳۴	پہلے جلسے کا وعظ	۵۴۱	باب ہفتم انشاء و خطبات
۶۳۹	دوسرے جلسے کا وعظ	۵۴۲	انشاء و خطبات
۶۵۱	تیسرے جلسے کا وعظ	۵۴۲	عربی فارسی اور ادب پر کامل عبور
۶۵۵	پانچویں جلسے کا وعظ	۵۴۳	آپ کا تجربہ و ہیبت
۶۵۹	آٹھویں جلسے کا وعظ	۵۴۳	سادگی و پرکاری
۶۶۲	دسویں جلسے کا وعظ	۵۴۳	انشاء و اظہار
۶۶۵	بارہویں جلسے کا وعظ	۵۴۴	اسلوب تحریر
۶۶۵	باب نہہم اخلاف کرام خلفائے عظام	۵۴۵	ذوق سلیم و نقد صحیح
۶۷۰	اخلاف کرام	۵۴۶	موزوں اور مجلس اصلاح
۶۷۰	سراج الملت حضرت الحاج حافظ مولوی سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۵۴۸	اشعار کا سیاق و سباق
۶۷۱	حفظ قرآن مجید	۵۴۸	ملفوظات مبارک
۶۷۱	استدائی تعلیم	۵۵۷	مکتوبات سے شریف
۶۷۲	تحصیل علوم	۵۵۸	مکتوب نمبر ۱
۶۷۳	سفر دہلی	۵۵۹	مکتوب نمبر ۲
۶۷۴	تحصیل علم طب	۵۶۱	مکتوب نمبر ۳
۶۷۴	عربی فارسی پر کامل عبور	۵۶۲	مکتوب نمبر ۴
۶۷۵	کتبوں کا شوق	۵۶۴	مکتوب نمبر ۵
۶۷۶	در سر نقش بندہ	۵۶۹	مکتوب نمبر ۶
۶۷۷	فستوی زبانی	۵۷۱	مکتوب نمبر ۷
۶۷۸	تقویٰ	۵۷۲	مکتوب نمبر ۸
۶۷۹	ذکر خانہ کا سود	۵۷۲	مکتوب نمبر ۹
		۵۷۴	مکتوب نمبر ۱۰
		۵۷۵	مکتوب نمبر ۱۱
		۵۸۰	مکتوب نمبر ۱۲



مقصد تخلیق — معرفت و محبت

حقیقتِ محمدیہ — خاتم المرسلین

بیعت — سلاسل طریقت

تعارف کتاب

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۳۹	حضرت مولانا سعید احمد شاہ صاحب کوٹلی	۷۱۶	۱۶۔ حضرت پیر گل شاہ صاحب کشمیری
۷۴۰	۲۲۔ حضرت حاجی سرور خان صاحب کوٹلی	۷۱۶	۱۷۔ حضرت پیر عبدالرحمان صاحب کشمیری
۷۴۰	۲۵۔ حضرت حاجی اکبر خان صاحب کوٹلی	۷۱۷	۱۸۔ حضرت ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کجہاڑی
۷۴۰	۳۶۔ حضرت الحاج حافظ نور احمد صاحب قصور	۷۱۸	۱۹۔ حضرت ماسٹر محمد کرم الہی صاحب سیالکوٹی
۷۴۱	۳۷۔ حضرت الحاج حکیم غلام علی صاحب سیالکوٹی	۷۱۹	۲۰۔ حضرت الحاج مولانا قطب الدین صاحب جھنگ
۷۴۲	۳۸۔ حضرت الحاج سید ولی محمد صاحب شال آبادی	۷۲۰	۲۱۔ حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب ریسک
۷۴۳	۳۹۔ حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسر	۷۲۱	۲۲۔ حضرت مولانا عبدالحمید خان صاحب جھجری
۷۴۳	۴۰۔ حضرت مولانا صفی ماسٹر محمد عظیم صاحب فیروز پوری	۷۲۳	۲۳۔ حضرت الحاج نصیب خان صاحب ریسک
۷۴۳	۴۱۔ حضرت مولانا محمد عالم صاحب میر پوری	۷۲۳	۲۴۔ حضرت الحاج بیانی ڈاکٹر علی صاحب ریسک
۷۴۴	۴۲۔ حضرت الحاج حافظ عبد الحمید صاحب	۷۲۴	۲۵۔ حضرت الحاج مولانا عابد حسن صاحب فریدی
۷۴۴	۴۳۔ حضرت الحاج خوشی محمد صاحب فیروز پوری	۷۳۰	۲۶۔ حضرت الحاج مولانا عابد حسن صاحب قادری
۷۴۴	۴۴۔ حضرت قاری شہاب الدین صاحب جیکوٹی	۷۳۴	۲۷۔ حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی
۷۴۶	۴۵۔ حضرت الحاج مولانا محمد اصل صاحب جھنگوی	۷۳۵	۲۸۔ حضرت الحاج بخش مصطفیٰ علی خان صاحب جھنگوی
۷۴۶	۴۶۔ حضرت حکیم سید قمر احمد صاحب اکبر آبادی	۷۳۸	۲۹۔ حضرت حافظ علی احمد بھابھ صاحب پشاور
۷۴۸	۴۷۔ حضرت مہر امیر اللہ صاحب کلانوی	۷۳۸	۳۰۔ حضرت حافظ سلطان احمد صاحب پشاور
۷۴۹	اختتامیہ	۷۳۸	۳۱۔ حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروی
		۷۳۹	۳۲۔ حضرت سید عبدالقاسمی صاحب ہزاروی

”وہر دو یکے است۔ ہم نور است و ہم عقل و شعور“

کنز مخفی سے جس صادر اول نے ظہور و شہود کیا وہ ”حقیقت محمدی“ ہے۔ اس تعین اول کو حضرت مجدد الف ثانی دو اصطلاحات کا نام دیتے ہیں۔ آپ ”تعین حجتی“ کو ”تعین وجودی“ پر مقدم بتاتے ہیں۔ ”تعین حجتی“ کو ”حقیقت محمدی“ اور ”تعین اول“ اور ”تعین وجودی“ کو ”حقیقت محمدی“ کا ظل اور ”تعین ثانوی“ قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ :

”ان دونوں روایتوں کو ہمیں نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب سے قبل جو چیز منصفہ ظہور پر آئی ”مجتب“ تھی۔ یہ محبت ہی تخلیق خالق اور مخلوق کا بننا کا سبب ہوئی۔ اگر محبت نہ ہوتی تو ایجاد عالم کا دروازہ ہی نہ کھلتا۔ گویا ”تعین حجتی“ بمنزلہ دائرہ کے مرکز کے ہے۔ اور تعین وجودی ”بمنزلہ دائرہ کے محیط کے۔ اور ظاہر ہے کہ مرکز کا درجہ محیط پر مقدم ہوتا ہے۔ لہذا تعین حجتی ہی تعین اول ہے۔ اور حقیقت محمدی یا حقیقتہ الحقائق سے ہماری مراد بھی یہی تعین حجتی ہے“ تو واضح ہوا کہ خلقت کا بننا کی سب سے اہم غایت ”معرفت اور محبت“ ہے۔ کائنات میں سے جس مخلوق کو ”معرفت اور محبت“ میں کمال حاصل ہوگا وہی بارگاہ الہی میں بھی سب سے زیادہ افضل قرار پائے گی۔

وہ امانت الہی جس کا ہجو اٹھانے سے آسمان، زمین اور پہاڑ بھی عاجز رہے، اس کا بار انسان نے اٹھایا۔ ”امانت“ کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ لیکن مرتبہ اعلیٰ میں اس کی توجیہ ”محبت و معرفت“ ہی سے کی جاتی ہے۔ ملائکہ بھی محبت سے سرشار اور معرفت میں غرق ہیں۔ لیکن انسان کو ان پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ اس لئے کہ وہ محبت جو مصائب و آلام کی بھٹی میں تپنے ریاضات شاقہ انجام دینے، ہوا و ہوس و نیوی سے احتراز کرنے اور تکلیفات شرعی کی بجا آوری کے بعد حاصل ہوا، اس سے صرف انسان ہی بہرہ ور ہوتا ہے۔ اور یہ محبت ”معرفت کے جن مدارج بلذ کی جانب لے جاتی ہے وہ صرف انسان کا حصہ ہیں۔

تخلیق آدم | تخلیق آدم کے بیان میں قرآن مجید صراحتہ بیان کرتا ہے کہ جب ملائکہ نے یہ اعتراض کیا کہ بارگاہ الہی کی تو اپنی نیابت اس کو دینا چاہتا ہے جو

رحمت اور خدائی امانت کا حامل ہو اور وہ صادر اول صانع مطلق کی صنعت اور کاریگری کا سب سے بہتر نمونہ ہو اور قرب و عرفان کی سب سے اعلیٰ منزل پر متمکن ہو، کائنات کی رشد و ہدایت کا بے پناہ جذبہ اس میں موجود ہو، اسمائے الہی کے اسرار و رموز کا پورا عالم اور تدبیر خلق کا تدبیر کامل ہو، اور اس کی آغوش رحمت میں رہ کر کائنات پر وصول الی الحق کی راہیں منکشف ہوں، اور اس کے ذریعے سے رضائے الہی حاصل ہو۔ اس کے اتباع سے بعض لوگ سعید بنیں، اور کچھ لوگ شقی اور راندہ درگاہ ٹھہرائے جائیں۔ الغرض اس صادر اول کا ان تمام صفات کمال اور شمائل عالیہ کا جامع ہونا از بس ضروری تھا“

حقیقت محمدیہ | علیہ السلام
یہ صادر اول نور محمدی اور حقیقت محمدیہ ہے۔ جو انوار و تجلیات، اسرار و رموز، اور حقائق و غوامض کو ذات حجت سے بلا واسطہ حاصل کر کے جمیع کائنات کو علی حسب مراتب تفویض فرماتا ہے۔ ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ (ترجمہ) ”سب سے پہلے اللہ نے جسے خلق فرمایا وہ میرا نور تھا“ کی حدیث اس بیان پر شاہد عادل ہے۔ نور محمدی میں حرکت بالذات مضمر ہے۔ اگر آپ کا نور متحرک نہ ہوتا تو عوالم و کائنات کا ظہور محال تھا۔ جیسا کہ حدیث قدسی سے ثابت ہے فرمایا ہے،
لَوْلَا كَلِمَاتُهَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاقَ (ترجمہ) ”اگر تو نہ صادر ہوا ہوتا تو میں افلاک (اور کائنات) کو ہی پیدا نہ کرتا“

بعض روایات میں ”نوری“ کے بجائے ”عقل“ کا لفظ آیا ہے۔ اس میں نہ اختلاف ہے نہ تضاد شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ (باب ششم) میں لکھا ہے کہ ان دونوں روایتوں کا مصداق ”حقیقت محمدی“ ہے۔ اسی حقیقت کو کبھی ”نور“ کہا گیا ہے اور کبھی ”عقل“ آپ کے الفاظ یہ ہیں :

إِنَّ مَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ - لِأَنَّ حَقِيقَةَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) تَارَكَ يُعَبَّرُ عَنْهَا بِالْعَقْلِ وَتَارَكَ بِالنُّورِ • (ترجمہ) بے شک ان دونوں کا معنی ایک ہے کیونکہ حقیقت محمدیہ کو کبھی عقل اور کبھی نور کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے • امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی مکتوبات شریف میں یہی فرماتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ ”جامع نور و شعور“ ہے۔ اس کو کبھی عقل فرمایا کبھی نور۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں :

اور حکمت بالغہ سے انسان کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے اور اسے اپنے مدارج تک سانی حاصل کرنے میں رہبری و رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً ایسے برگزیدہ نفوس کو بھیجا، جو اس کی بارگاہ میں تقریباً کامل رکھنے کی وجہ سے اس ذاتِ نجات سے بلا واسطہ (یا بواسطہ روح القدس) فیوضات و برکات حاصل کرتے تھے، اور فرمانِ الہی کی رو سے مندرجہ ارشاد پر عمل کرتے تھے۔

بعثتِ رسل

یہ مقدس نفوس یعنی انبیاء و مرسلین من جانب اللہ مامور ہوتے تھے کہ انسان کے اعمال و افعال، عادات و اخلاق اور معاملات و کردار کو خدائی احکام کا پابند بنائیں۔ اسے نفسِ امارہ اور شیطان کی مفسدہ پروازوں سے محفوظ رکھیں اور اسے معرفتِ الہی اور تقربِ خداوندی کی راہیں بتائیں۔ جن لوگوں نے ان برگزیدہ شخصیتوں کے پیغام پر عمل کیا، انعاماتِ الہی اور احساناتِ خداوندی کے مستحق قرار پائے۔ اور جنہوں نے ان کی تعلیمات سے مجرمانہ غفلت برتی اور سرکشی کی وہ خبیث الدنیا و الآخرة (ترجمہ) "دنیا اور آخرت (دونوں) میں گھٹائے میں رہے" کے مصداق بنے اور عذابِ الہی کے سزاوار ہوئے۔ رب العزت فرماتے ہیں: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ بُنِعَتْ مَسْئَلُهُمْ تَرْمِزًا ہِم اس وقت تک عذاب نہیں اتارتے جب تک کہ ہم اپنے رسول کو بھیجیں۔ یہ قاعدہ کلیہ اسلئے ہے کہ اس کی ذاتِ ارحم الراحمین ہے۔ اس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے پورے مواقع فراہم کرے اور اتمامِ حجت فرمائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء و مرسلین مبعوث ہوئے سب کی نبوتِ زمان و مکان میں مجدد و تھی۔ ان کی جو تعلیمات دنیا میں باقی ہیں وہ خود شہادت دیتی ہیں کہ ان کا پیغام صرف ان کے زمانے یا ان کی قوم کے لئے محدود و معین تھا۔ اور ان کے احکام شریعتِ عالم گیر حیثیت اور آفاقی قدروں کے حامل نہ تھے۔ صرف وقتی اور مہنگامی تقاضوں کو پورا کرتے تھے۔ لیکن آخر وہ وقت آیا کہ دربارِ خداوندی سے وہ ضابطہ حیات بھیجا جائے، جو گزشتہ پیغامات کی تکمیل کرے، اور مخلوق کی رہنمائی کے لئے ابد الابد تک روشن رہے۔ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے:

جب اپنی پوری جوانی پر آگئی دنیا تو زندگی کے لئے آخری نظام آیا

زمین میں فتنہ و فساد کی آگ مہر کاٹے گا، حالانکہ ہم تیری تسبیح اور تقدیس میں مصروف رہتے ہیں (اور اس لئے تیرے نائب بنائے جانے کے زیادہ مستحق ہیں)۔ تو جہاں باری تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (ترجمہ) "میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تمہارے علم میں نہیں ہے" وہیں ملائکہ کا اس طرح امتحان بھی لیا کہ عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (ترجمہ) آدم کو تمام اسماء سکھادیے" اور پھر ان کو فرشتوں کے سامنے لا کر ان کی بابت استفسار فرمایا۔ ظاہر ہے کہ تعلیمِ الہی کے بعد آدم کو فرشتوں پر برتری حاصل ہو چکی تھی۔ ملائکہ کو اعترافِ عجز کے علاوہ چارہ کار نہ رہا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (ترجمہ) "اے پروردگار! تیری ذات پاک ہے۔ ہمیں جو کچھ تو نے سکھایا ہے، اس کے علاوہ ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ بے شک تو ہی (ہر ظاہر و باطن کا) جاننے والا اور (سرور و رموز کی) مصلحت کو پہچاننے والا ہے"۔

جب فرشتوں کو اس امتحان میں آدم کے مقابلے میں زک اٹھانی پڑی، اور انہوں نے خود اپنی کوتاہی کا اعتراف کر لیا، تو باری تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ آدم کے آگے سجدہ تسلیمی بجالائیں۔ یہ گویا بارگاہ رب العزت سے اس امر کا اعلان تھا کہ انسان تمام کائنات سے افضل و برتر ہے۔

قرآن مجید میں آیا ہے وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (ترجمہ) "اور تم اپنے نفوس کے باطن میں کیوں نظر تعمق سے نہیں دیکھتے؟" دوسری جگہ ارشاد ہے: سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهَ الْحَقُّ (ترجمہ) ہم ان کو آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، نیز خود ان کے نفوس میں نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر روشن ہو جائے کہ وہی حق ہے۔ تدبر و تفکر کا یہ مادہ اور غور و تعمق کی یہ صلاحیت انسان کو ہی ودیعت کی گئی ہے۔ تاکہ وہ عَلَّمَ الْأَسْمَاءَ کا مظہر کامل بن سکے، اور اسے معرفت کا ملہ حاصل ہو۔ یہ صفت ملائکہ تک میں نہیں پائی جاتی، اسی لئے انسان کو ملائکہ پر بھی فضیلت حاصل ہے۔

برگ و زخاں سبز و نظر ہوشیار ہر ورقے دفترِ نیست معرفت کردگار (سقا)
خدا نے قدوس اپنے بندوں پر خصوصی شفقت فرماتا ہے۔ اسی لئے اس نے اپنی رحمت کاملہ

انجام اور اس کا آخر ہو۔ خاتم القوم بھی خاتم القوم ہے۔ (یعنی زبر سے ہو یا زیر سے معنی آخری
 ہی ہوتے ہیں) اور یہیں سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول خاتم النبیین یعنی نبیوں میں سے آخری نبی۔
 لسان العرب اور صراح جیسے مستند لغات میں بھی یہی معنی بتائے گئے ہیں۔ مفردات
 امام راغب اصفہانی، جامع البیان، ابن جریر، تفسیر عباسی، تفسیر خازن، ابن کثیر، تفسیر کشاف
 اور دیگر بہت سی تفسیر کی کتابوں میں انہی معانی کی تائید و تاکید ملتی ہے۔ جس میں نہ کسی توجہ کی
 ضرورت ہے نہ کسی تاویل کی گنجائش۔ علمائے زبان اور ماہرین لسان کو ان معانی کے تسلیم کرنے میں کبھی
 ذرہ برابر بھی تاثر نہ دہنیں ہوا اس لئے کہ عربی زبان کا روزمرہ صرف انہی معانی پر مشابہ عادل ہے۔
 یوں تو اور بہت سی آیات ختم نبوت کی شہادت دیتی ہیں۔ لیکن ابتدا میں جو دو آیات
 نقل کی گئیں، انہی پر غور کیجئے تو تاویل کی گنجائش نہیں رہتی۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی بعثت زمان و مکان میں محدود نہیں اور آپ کافۃً للناس کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے
 تو آپ بے شک آخری رسول ہیں۔ ورنہ (نحوذ باللہ) رب تعالیٰ کا فرمانا بجا نہیں۔ حالانکہ یہاں
 زمان و مکان کی قید کے بغیر تمام مخلوقات اور سارے انسانوں کے لئے آپ کو رسول بیان فرمایا
 گیا ہے۔

اسی طرح جب باری تعالیٰ نے ”تکمیل دین“ اور ”اتمام نعمت“ کا بر ملا اعلان فرمایا۔
 تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کے بعد بھی کوئی نبی اور کوئی رسول مبعوث ہو۔ جو دین خداوندی اور
 نعمت آہی کو جاری کرے۔ کوئی بد بخت اللہ اور اس کی نازل کردہ کتاب پر ایمان کا دعویٰ
 کرتے ہوئے، یہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ (نحوذ باللہ) اللہ کا یہ فرمانا کہ ”میں نے تمہارے
 لئے دین کو مکمل کر دیا“ اور ”میں نے تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا“ درست نہیں ہے۔
 اگر یہ تصور کیا جائے کہ آپ آخری رسول اور خاتم النبیین نہیں ہیں تو (معاذ اللہ) ”تکمیل دین“ اور
 ”اتمام نعمت“ کا مفہوم ہی صحیح نہ ہوگا۔ رب العزت سب مسلمانوں کو ایسی ”بے دینی“ سے
 محفوظ رکھے !!

احادیث صحیحہ سے حضور پر ختم نبوت ہو جانے کا مزید واضح ثبوت فراہم ہوتا ہے۔
 (حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ سے ترمذی اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چنانچہ نبی اکرم اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم شانِ رحمۃ للعالمین کے ساتھ منفقہ مشہور و پر جلدہ افروز
 ہوئے۔

تسکون مجید شہادت دیتا ہے کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ لَیْسَ لَکُمْ مِنْ دُونِیْ رَءَا
 (ترجمہ) ”ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔“ نیز ارشاد ہوا کہ
 الْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمُ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمُ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْإِسْلَامَ دِیْنًا
 (ترجمہ) ”آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا جو فرامین و احکام آدم سے اب تک جزئی
 طور پر اور وقتی مصالح کے لحاظ سے بھیجے گئے تھے، آج وہ مجموعی اور تکمیلی صورت میں مکمل ضابطہ
 حیات بنا دیے گئے۔“ اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا (اب تک بعثت انبیاء ہماری،
 طرف سے انسانوں کے لئے نعمت بنی رہی ہے لیکن آج وہ نعمت و احسان جس کا مکمل شکل
 میں تمہارے اوپر نازل ہوئے، اس کے بعد انسان کو کسی اور پیام کی ضرورت نہیں ہوگی)۔ اور میں
 نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ (یہی دین اسلام اگلے انبیاء عظام کے ذریعے تم تک پہنچایا
 گیا، لیکن آج وہ دین اپنے تمام اصول و احکام کے لحاظ سے مکمل ترین صورت میں تم کو دیا گیا ہے، تاکہ
 ابدالاً و تک انسان کی رہنمائی کا ضامن اور ان کی مشکلات کا کفیل بنا رہے۔ اور وہ ان تعلیمات
 کی بدولت صراط مستقیم پر گامزن رہ کر فرائض تخلیق کو بخوبی و بآسانی انجام دیتے رہیں۔“

خاتم المرسلین

فرمان آہی ہے مَا کَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلَکِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ (ترجمہ) محمد تم میں سے کسی مرد
 کے باپ نہیں ہیں (یعنی آپ کی اولاد کو رقبہ حیات نہ رہی) لیکن وہ خدا کے رسول اور
 خاتم النبیین ہیں۔ خاتم سے زبر سے ہے لیکن عربی کے لغات اور تفسیروں کا مطالعہ
 کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ خاتم کے معنی بھی خاتم ہی کے ہیں۔ زبر اور زیر کا فرق معانی میں تبدیلی
 پیدا نہیں کرتا۔ تاہم اس اور تاج العروس عربی کے مستند ترین لغات ہیں۔ وہاں صاف لکھا ہے
 الْخَاتَمُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ عَاقِبَتُهُ وَ آخِرَتُهُ وَ الْخَاتَمُ آخِرُ الْقَوْمِ کَاخَاتِمِ دَمْنَةٍ
 قَوْلُهُ تَعَالٰی وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ لَمْ یَأْخِزْهُمْ (ترجمہ) ”ہر چیز کی خاتم وہ (چیز) ہے جو اس کا

رہ کر لو اسے محمدی کو سر بلند رکھیں گے۔ اور محبت و معرفت الہی کے دروازے دوسروں کے لئے کھولیں گے۔ تاکہ منشاء ایزدی کے مطابق مومنوں کو نعمت الہی سے حصہ وافر نصیب ہو، اور وہ اپنے اندر انفاقِ حق اور صفاتِ برگزیدہ پیدا کر کے انسانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ سکیں۔

بیعت رشد و ارشاد کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے قائم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جاری فرمایا اور قائم رکھا۔ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام، اور صالحین عظام نے بھی اسی پر عمل کیا۔ اور آج تک صلحائے اُمت اور برگزیدہ نفوس اسے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس طریقہ خاص کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، اور اسی کو عرف عام میں ”بیعت“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

انسان کے تمام دنیوی معاملات میں قول و قرار اور عہد و پیمان کو خاص مقام حاصل ہے۔ معاملات، اقتصادیات، کاروبار، سیاسیات، صلح و امن مجملہ امور میں روز معاہدے کئے جاتے ہیں اور حلف اٹھائے جاتے ہیں، یہی عمل جب ظاہری و باطنی اعمال، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ روح جیسے اہم اور مقدس مقصد کے لئے انجام دیا جاتا ہے۔ تو ”بیعت“ کی اصطلاح پاتا ہے عقل سلیم اور فہم مستقیم کی رو سے یہ امر منطقی، سائنسی اور عقلی حیثیت سے بیحد مستحسن اور واجب ہے جس پر فرامینِ الہی کی تصدیق اور تجرباتِ زندگی کی مہر لگی ہوئی ہے۔

بیعت کرنا یا لینا یعنی عہد کرنا یا عہد لینا، ایک ایسا عمل ہے جس کے لئے محبت و تمحیص کی چنداں ضرورت نہیں۔ جب روزمرہ کے معمولات میں ہم آئے دن عہد و پیمان کرتے رہتے ہیں بلکہ اسے پسندیدہ اور لازمی جانتے ہیں، تو اعمالِ صالحہ اور اوامرِ نواہی میں اسے کیونکر روانہ رکھیں اور مستحسن نہ جانیں۔ بلکہ آخر الذکوہ حیاتِ انسانی کی فلاح و نجات میں جو عظمت و اہمیت حاصل ہے، اس کے پیش نظر ”بیعت“ اور عہد کو یہاں اور بھی زیادہ لازم و اہم سمجھا جانا چاہیے۔ اسی لئے قرآن مجید اور حدیث شریف میں ”بیعت“ یعنی اور بیعت کرنے کے احکام و وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جو عہد نامہ مرتب ہوا، اور حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے مکہ سے واپس نہ آنے سے جو غلط فہمی پیدا ہوئی، جس کے باعث حضور نے صحابہ کرام سے

نے فرمایا **وَإِنَّا خَافَرْنَا النَّبِيَّ لَإِنِّي بَعْدِي** ترجمہ ”اور میں سب نبیوں میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“ مسلم، ترمذی اور نسائی میں حدیث مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا **أُمِرْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخِصَّتْ بِي النَّبِيُّونَ** ترجمہ ”میں ساری مخلوق کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ اور میرے اوپر نبی ختم ہو گئے۔“ (بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **أَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ** (ترجمہ) میں عاقب ہوں۔ یعنی سب سے بعد میں آنے والا یا میرا ایک نام عاقب ہے) اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس منیہ فانی سے پردہ فرمایا تو وصیت فرمائی تھی کہ: ”میں تمہارے درمیان اپنی عزت اور یہ کتاب (قرآن حکیم) چھوڑے جارہا ہوں۔ جب تک تم اس پر عمل کرتے رہو، کبھی راہِ راست سے نہیں ہٹو گے۔“ نیز آپ کا ارشاد ہے: **عَلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ** (ترجمہ) ”میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں۔“

علمائے ربانی انبیائے کرام میں صاحبِ شریعت رسول صرف چند ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین اپنی اُمت کے لئے لائے تھے۔ جب ان پیغمبروں کی اُمت احکامِ خداوندی سے سرتابی کرتی اور راہِ راست سے ہٹ سکتی تو بنی اسرائیل کے نبی ان کو شریعت الہی کے فرمان بتاتے اور صحیح تبلیغ فرماتے کہ وہ صراطِ مستقیم سے دور بھٹک کر عقوبتِ الہی میں گرفتار نہ ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہو گئی، وحی الہی بند ہو گئی، آخری کتاب اتاری جا چکی اور دین ایزدی کی تکمیل ہو چکی۔ لیکن رحمتِ خداوندی اور سنتِ الہی بدستور جاری ہے۔ اس لئے فرمانِ نبوی کے مطابق صالحین اُمت اور علمائے ربانی کو ارشاد و ہدایت کے اس منصب پر فائز کیا گیا جو بنی اسرائیل کے انبیاء کو حاصل تھا۔ تاکہ دین حق کی تبلیغ و اشاعت جاری رہے اور بندگانِ خدا رحمتِ الہی سے محروم نہ ہونے پائیں۔

قرآن مجید میں صالحین، متقین، علماء، اولیاء وغیرہ کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محبتِ الہی اور معرفتِ خداوندی کے حاملین ہر دور میں پائے گئے۔ یہی وہ علمائے امتِ محمدیہ ہیں جن کو حضور نے انبیاء بنی اسرائیل کی مانند بتایا ہے اور جو تبلیغ و ارشاد کے منصب پر قائم



چند ادا و نواہی یا بعض خصوصی معاملات کے لئے "بیعت" ہوتی یا ہو سکتی ہے۔ اور یہ عمل از روئے فرمانِ الہی اور سنتِ نبویؐ نہایت مستحسن اور پسندیدہ ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک میں "بیعت" کی بے شمار مثالیں صحیح احادیث میں جا بجا روایت ہوئی ہیں جس کے بعد بیعت کی رسم کے رواج عام کا استحسان بلکہ لزوم و وجوب شک و شبہ سے ہر طرح بالاتر، دل نشین اور عقل و فہم کے لئے قابل قبول ہو جاتا ہے۔

۱، بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَنُصْحِ الدِّينِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (ترجمہ) "میں نے ناسزا داکر کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کو دین سکھانے پر رسول اللہ سے بیعت کی۔"

۲، امام مسلم نے حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْ لَا نَشْرِكَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا نَسْرِفُ وَلَا نَسْرِقُ وَلَا نَقْتُلُ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔ (ترجمہ) "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور بدکاری نہیں کریں گے، اور چوری نہیں کریں گے اور حق بات کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کریں گے۔"

غرض اس طرح کی احادیث بکثرت ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان مرد اور عورتوں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنات و ادا و امر کی انجام دہی اور محرمات و منہیات سے بچنے اور ان سے دور رہنے پر بیعت لی ہے۔ اور یہی سنتِ نبویؐ آج تک جاری ہے کہ تصوف کے سلاسل عالمیہ میں اہل ایمان صالحین و مشائخ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرتے ہیں۔ گویا ادا و امر کی بجا آوری، نیکیوں پر مداومت، ممنوعات سے احتراز اور رب تعالیٰ سے انابت پر اسی کے ایک برگزیدہ بندے کو گواہ بنا کر عہد کی توثیق کرتے ہیں۔ تاکہ اپنے آپ کو اس کے فضل و کرم اور انعام و احسان کا مستحق بنائیں۔

واضح ہو کہ تمام سلاسل طریقتِ حق ہیں، اور کسی پر نکتہ چینی روا نہیں۔ منزل مقصود سب کی ایک ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خود

سلاسل طریقت



بیعت لی، اسے "بیعتِ رضوان" کے مقدس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اور رب العزت نے اس بیعت اور معاہدے میں اپنی ذاتِ اقدس کو شامل فرما کے اسے عظیم ترین عہد نامہ "بیعت" کی حیثیت عطا فرمادی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: إِنَّ الدِّينَ يُبَايِعُكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ مِمَّا فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمِنْ يُوْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (ترجمہ) "اے شک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ تو جس نے عہد کو جو اس نے اللہ سے باندھا ہے پورا کیا، تو اللہ اس کو جلد ہی بڑا اجر عطا فرمائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس عہد اور بیعت کو جو صحابہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی خود اپنی ذات کی طرف منسوب کیا۔ تھمیل و توثیق کے لئے اپنے دستِ مبارک کو مومنین کے ہاتھوں پر جتایا۔ اور ایفائے بیعت اور عہد شکنی کے لئے جزا و سزا کا وعدہ فرمایا۔ اس سے زیادہ واضح اور روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے!! معاملات و نبوی ہول یا کاروبارِ آخرت، سب میں "بیعت" کی اہمیت اور وجوب صرف اس ایک آیت مبارکہ اور سنتِ حضرت رسالتِ مآب سے ثابت و مبرہن ہے۔ ایک اور مقام پر رب العزت فرماتے ہیں: إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يَشْرِكَنَّ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقَنَّ وَلَا يَزْنِيَنَّ وَلَا يَقْتُلَنَّ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِيَنَّ بِهَتَّانٍ يَفْتَرِيَنَّ كَذِبَيْنِ أَيْدِيَهُنَّ وَأَمْنُجِلِيَهُنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (پ) (ترجمہ) "اے نبی! جب مسلمان عورتیں تمہارے پاس اس بات پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھیرائیں گی، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری کریں گی، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، اور نہ وہ اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں کے درمیان کوئی مہتان اٹھائیں گی، اور نہ کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی کریں گی، تو تم ان سے بیعت لو۔ اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں بیعت کرنے والی عورتوں کو "مؤمنات" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ یعنی اس بیعت سے قبل وہ مشرک بہ ایمان ہو چکی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان کا شرف حاصل کر لینے کے بعد

تک رونق افروز ہے۔ اور اس تمام مدت میں اجماع دین، تبلیغ و ارشاد اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ تفصیلی اور جامع سیرت کے لئے تو دفتر بھی کافی نہیں ہو سکتے لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ مختصر طور پر آپ کی دینی، روحانی، اخلاقی، مذہبی اور ملی خدمات و فیضان کا ذکر کر دیا جائے تاکہ یادگار رہے اور موجودہ نیز آئندہ نسلوں کو معلوم ہو کہ بزرگان دین، کالمین اُمت، اور علمائے کرام کا مثالی کردار اور سیرت طیبہ کیا ہوتی ہے اور وہ کس کس طرح ان کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم عمل رہتے چلے آئے ہیں۔

مجھے حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کے آغوش عاطفت میں اور زیر سایہ پوری عمر گزارنے کی عزت و سعادت حاصل رہی ہے۔ اور تقریباً پچیس سال میں حضور کی حیات مبارک میں مہتمم امور اور نگران کار کی حیثیت سے اور بھی زیادہ قربت کا شرف حاصل کر سکا ہوں۔ نیز آپ نے خلیف اکبر اور سجادہ نشین اول حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر ہونے کے لحاظ سے مجھے حضور کی شفقت بزرگانہ اور محبت کریمانہ سے بھی حظ وافر حاصل ہوتا رہا۔ میں نے اس کتاب میں عام طور پر وہی احوال و کوائف درج کئے ہیں جن کا مجھے ذاتی طور پر علم اور مشاہدہ ہوا۔ یا پھر کچھ باتیں وہ ہیں جو ثقہ اور معتبر راویوں نے خود مجھ سے بیان کیں، اور مجھے ان کی تصدیق و توثیق دوسرے ذرائع سے بھی حاصل ہوئی۔ تاکہ سیرت طیبہ اور حیات مبارک کے تمام پہلو مستند ہوں۔ اور قارئین کے لئے فیض کا سامان بہم پہنچائیں۔

میں اس اعتراف میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے شاندار کارنامے، درخشاں خدمات، روحانی فیوضات اور بلند درجات کے ذکر مبارک کا پورا حق مجھ سے ادا نہیں ہو سکا۔ ظاہر ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کے کمالات ظاہر و باطن فیوضات روحانی و دنیوی اور خدمات دینی و ملی کا کما حقہ تذکرہ از بس دشوار ہے۔ اور اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی کفایت نہیں کر سکتے۔

نہ حسرت نہ غایت دار نہ سعدی راسخ پایاں

بمیر دشمن مستقی و دریا ہم چپناں باقی

مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ سیرت امیر ملت بہت تاخیر سے شائقین کی خدمت میں

مختلف سلسلوں میں بیعت لیا کرتے تھے۔ البتہ آپ کا پسندیدہ سلسلہ طریقہ نقشبندیہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ”سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سب سلسلوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اس کی ابتداء دوسروں کی انتہا ہے“

سلسلہ نقشبندیہ

نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: ”و طریقہ نقشبندیہ کے سر حلقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیائے کرام کے بعد حقیقی طور پر تمام نبی آدم سے افضل ہیں۔ اسی لحاظ سے اس طریقہ کے بزرگواروں کی تحریروں میں آیا ہے کہ ”ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ نسبت سے ان کی مراد خاص حضور اور آگاہی ہے جو بعینہ حضرت صدیق اکبر کی نسبت اور خصوص ہے۔ جو تمام آگاہوں سے بڑھ کر ہے۔“

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترجیح کے بے شمار اسباب میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طریقہ زیادہ سے زیادہ فیوض اکہی اور برکات یزدانی سے ممتاز بنایا گیا ہے۔ یہاں انسان ہر وقت خطرات اور وساوس سے بالاتر رہ کر متوجہ الی اللہ اور ذکر رہ سکتا ہے۔ وہ دنیا کے کاموں میں مشغول نظر نہ آتے ہوئے بھی اذکذا اللہ کثیر کا مصداق بن سکتا ہے سلطان الاولیاء خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ”آپ کے طریقے کی بنیاد کس چیز پر ہے“ تو آپ نے فرمایا: (ترجمہ) تم اللہ کو کثرت سے یاد کرو؛ خلوت در انجمن۔ ظاہر باخلق و باطن باحق سبحانہ و تعالیٰ“

”خلوت در انجمن“ سے مراد یہ ہے کہ ظاہر میں خلقت اور باطن میں حق تعالیٰ سے مصروف رہے۔

دل در ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار می دار نہفتہ چشم دل جانب یار

از دروں متوا آشنا و از برین بیگانہ ویش این چنین زیبا روش کم تر بود اندر جہاں

زیر نظر کتاب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک درویش

کامل، مومن صالح، صوفی باصفا، مرد خدا، غوث زمان، قطب دہلی

تعارف کتاب

کے سوانح حیات پیش کئے جا رہے ہیں۔ حضرت امیر ملت قبلہ عالم محدث علی پوری قدس سرہ العزیز فی الواقع اس عصر کے غوث، قطب اور مجدد تھے۔ آپ مسند ارشاد و ہدایت پر تقریباً ایک صدی

مولوی الحاج محمد اسماعیل صاحب خیر اللہ پوری۔ منشی فاضل، ایس وی ہیشہ کے لحاظ سے مدرس، درس نظامیہ کے سند یافتہ اور علم دوست یاروں میں سے ہیں۔ مواد کی فراہمی میں نقل اور املا میں مجھے ان سے بہت زیادہ مدد ملتی رہی ہے۔ میں ان سب یاروں کے تعاون کا معترف ہوں اور ان کے لئے زیادہ سے زیادہ فلاح دینی و دنیوی کی دعا کرتا ہوں۔

ازگدا جز دُعایا ید پہنچ

پہ کسند بے نوا ہمیں وار

فاروقی صاحب اور منشاد صاحب کو کتاب کا نام تجویز کرنے میں توار دہنوا۔ دونوں نے اپنے اپنے طور پر ”سیرت امیر ملت“ تاریخی نام تجویز کیا تھا جس سے ۱۳۹۱ سن ہجری برآمد ہوتے ہیں۔ توقع تھی کہ اس سال ترتیب و تسوید کا کام مکمل ہو جائے گا۔ اس لئے سب نے کتاب کے لئے یہی نام طے کیا۔ مگر کام بڑھتا گیا اور وقت گزرتا گیا۔ تا آنکہ ۱۳۹۳ھ بھی ختم پر آگیا۔ مگر چونکہ سب کو یہی نام پسند ہے، اس لئے کتاب کے لئے یہی نام اختیار کیا گیا ہے۔

سید اختر حسین عفی عنہ

علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ

۱۱ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

۱۵ دسمبر ۱۹۷۳ء

پیش کی جا رہی ہے۔ جب میں نے محسوس کر لیا کہ کوئی اور صاحب اس خدمت کی حامی نہیں بھرتے، تو میں نے مواد جمع کرنا شروع کیا۔ فرائض اور مصروفیات کی کثرت اور تنوع نے اس مرحلے کو میسرے لئے بہت دشوار بنا دیا۔ مگر میں لگا رہا۔ اور کئی سال میں بہت سا مواد جمع کر لیا۔ یہ کام اک گورہ مکمل ہوا تو تسوید و ترتیب کا مرحلہ اور بھی مشکل نظر آیا۔ بارے یہ دشواری بھی حل ہوئی۔ اور خدا خدا کے کتاب مکمل ہو گئی۔

پروفیسر محمد طاہر فاروقی ۱۹۲۴ء میں اس وقت داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فتنہ ارتداد کے انسداد کے سلسلے میں پہلی مرتبہ آگرہ تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے درس نظامیہ اور دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد انگریزی تعلیم کی طرف توجہ کی۔ اور فارسی اور اردو میں ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ایم اے کے ان دونوں امتحانوں میں آپ نے اعلیٰ نمبر حاصل کرنے میں آگرہ یونیورسٹی میں ریکارڈ قائم کیا۔ جو آج تک برقرار قائم ہے۔ آپ سینتالیس سال محنتی کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ آگرہ یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی اور حاکم یونیورسٹی میں ملازم رہے۔ آخر میں پشاور یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے پروفیسر اور صدر تھے۔ ۱۹۷۸ء میں یہاں سے ریٹائر ہو کر آپ ترکی کی انقرہ یونیورسٹی گئے اور وہاں شعبہ زبان اردو و مطالعہ پاکستان کے پروفیسر اور صدر شعبہ کی حیثیت سے تین قلمی سال گزار کر اب پشاور میں ہی وطن رکھتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد کئی درجن تک پہنچی ہے جن میں زیادہ تر زبان و ادب کے موضوعات سے متعلق ہیں۔ اب آپ اپنا وقت گھر بیٹھ کر لکھنے پڑھنے میں گزار رہے ہیں۔ میں نے سیرت امیر ملت کی ترتیب و تسوید کے لئے فاروقی صاحب کا انتخاب کیا تو انہوں نے بڑے شوق اور کمال رغبت سے یہ بار اٹھانا منظور کیا۔ اور توجہ، شوق اور تندرستی دہی سے اسے تکمیل تک پہنچایا۔

مواد جمع کرنے کے دوران یارانِ طریقت میں سے بہت سے افراد مجھے اپنے مشوروں سے فائدہ پہنچانے کی سعی کرتے رہے۔ ان میں خاص طور پر دو صاحبان کا ذکر مناسب ہے۔ پروفیسر زاہد حسن فریدی ایم اے (فارسی و اردو) حال پرنسپل گورنمنٹ کالج ملہ گنگ، اور پروفیسر منشاد علی ایم اے (فارسی و اردو) حال پروفیسر گورنمنٹ کالج بہاول نگر معین معتمد مرکزی انجمن خدام الصوفیہ۔ ان دونوں اصحاب نے میرے جمع کئے ہوئے مواد پر نظر ڈالی اور مشورے دیے۔



آبا و اجداد و ولادت و تربیت

آبا و اجداد — شجرہ طیبہ — مولود مسعود
 حضرت قبلہ کے والد ماجد — آپ کے والد ماجد کے ولاد
 عہد طفولیت — تحصیل علم — عقد نکاح
 بیعت — شجرہ عالیہ نقش بندیر مجید

علی پور سیدال کی قدیم جامع مسجد



کی بشارت دے کہ ہندوستان پر فوج کشی کی ہدایت فرمائی۔

ہمایوں بادشاہ نے حصول برکت و سعادت کے لئے التماس کیا کہ صاحبزادگان والا نشان میں سے حضرت کے چھوٹے بھائی حضرت سید حسن شاہ صاحب اور صاحبزادے سید محمد سعید نوروز شاہ صاحب کو بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان جانے کی اجازت مرحمت کی جائے۔ دربار اقدس کے متوسلین نے بھی ہمایوں بادشاہ کی سفارش کی تو حضرت اقدس نے ان دونوں صاحبزادگان والا تبار کو سفر کی اجازت دے دی۔

در اصل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اقدام فرمان غیبی کے تحت اس مصلحت سے تھا کہ ان بزرگوں کے وسیلے سے ہندوستان میں تبلیغ اسلام ہو۔ اس سرزمین میں اسلام کا نور پھیلے اور نو مسلموں کو شریعت مطہرہ کی صراط مستقیم دکھائی جائے۔ چنانچہ ہمایوں بادشاہ نے صاحبزادگان والا تبار کی ہمراہی میں ہندوستان پر فوج کشی کی۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ اسے یہ توفیق حاصل ہوئی کہ مغل سلطنت دوبارہ ہندوستان میں قائم کرے۔

کیسی سچی بات کہی گئی ہے کہ ”پیران ماورسیان مابود۔ خدائی دور دست مابود۔“ ہمایوں نے جو مانگا ان صاحبزادگان کے فیض سے اس کو مل گیا۔ ایسا ہی سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیراہن مبارک محمود نے حاصل کیا۔ اور اس کی برکت کے اعتماد پر خدا کے فضل و کرم سے سومنات فتح کیا۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی نے سنا تو کیا خوب فرمایا تھا کہ ”محمود نے بارگاہ رب العزت سے میری قمیص کا کیا معاوضہ طلب کیا ہے!۔ صرف سومنات کی فتح۔ اگر تمام ہندوستان کے کفار کے مسلمان ہو جانے کی آرزو اور التجا کرتا تو سب مسلمان ہو جاتے۔“

جب ہمایوں بادشاہ نے وفات پائی اور اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھا۔ تو حضرت علی پور سیدال

صاحبزادہ سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ نے گوشہ نشینی اختیار کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اکبر نے آپ کو اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن آپ کو حکم الہی زیادہ عزیز تھا۔ آپ نے اپنا ارادہ نہ بدلا۔ تو اکبر بادشاہ نے آپ کے اور متوسلین کے اخراجات کے لئے پسرورد ضلع سیاکوٹ سے نو میل کے فاصلے پر ایک سرسبز قطعہ اراضی آپ کی خدمت میں مندر کیا۔

آبا و اجداد ہندوستان آنا اور آباد ہونا

جب ہمایوں بادشاہ کو شیر شاہ سوری کے مقابلے میں شکست ہوئی۔ اور اسے مجبور ہو کر ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ تو ایران میں جا کر پناہ لی۔ طہماسپ صفوی شاہ ایران نے پذیرائی کی۔ لیکن عرصہ دراز تک مصالحہ ملکی کی بنا پر امداد و اعانت سے گریز کرتا رہا۔ آخر کسی درویش کی رہنمائی پر ہمایوں بادشاہ نے حضرت سید حسین شاہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ عَنْ ابْنِ مُرَیْقَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ اشْعَثْ مَذْهَبًا عَنْ الْأَنْبَاءِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا مَبْرَأَ۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ) ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے ایسے پراگندہ بالوں والے لوگ جن کو دروازوں سے دھکیل دیا جاتا ہے (ایسے ہیں کہ) اگر وہ خدا کی قسم کھا کر کسی کام کی بابت حکم لگادیں تو خدا ان کے قول کو سچا کر دیتا ہے۔

سچ ہے جب کسی کے اچھے دن آتے ہیں تو اس کو خدا کی طرف سے توفیق نصیب ہوتی ہے اور وہ بارگاہ خداوندی کے مقبول بندوں کی جانب رجوع کرتا ہے۔ جن کے فیض و کرم سے اس کا نصیبہ چمک اٹھتا ہے۔ اور وہ کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

اولیا راہست قدرت از آگاہ تیر جستہ باز گرداند ز راہ (درویش)

جب ہمایوں بادشاہ نے حضرت سید حسین شاہ شیرازی کے دربار اقدس پر حاضری دی۔ اور شرف ملاقات حاصل کر کے اپنی مشکلات پیش کیں۔ اور کامیابی و کامرانی کی دعا کی درخواست کی۔ تو حضرت اقدس نے ہمایوں کے لئے دعا کی۔ اور دوبارہ سلطنت ہندوستان حاصل ہونے



حضرت محمد سعید نوروز شاہؒ نے اپنے اور درویشوں کی رہائش کے لئے ایک مختصر عمارت تعمیر کی۔ اور اس طرح ”علی پور“ کی بنیاد پڑی۔

حضرت نے اس بستی کا نام اپنے جد امجد کے نام پر ”علی پور سیداں“ رکھا۔ علی پور سیداں کی تحصیل نارووال اور ضلع سیالکوٹ ہے۔ سیالکوٹ سے جنوب مشرق میں تیس میل۔ نارووال سے نو میل۔ لاہور سے شمال مشرق میں تقریباً ۶۳ میل ہے۔ وزیر آباد نارووال ریلوے لائن پر علی پور سیداں کا ریلوے اسٹیشن آبادی سے تقریباً ایک میل پر واقع ہے۔

حضرت سید محمد سعید نوروز شاہؒ کی اولاد مفصلہ ذیل چار دیہات میں آباد ہے۔ علی پور سیداں۔ خیر اللہ پور سیداں۔

حضرت نوروز شاہؒ کی اولاد

فتح پور سیداں۔ اور اونچی رسول پور سیداں۔ علی پور سیداں اور فتح پور سیداں کے سادات اپنے آباؤ اجداد کے مذہب اہل سنت پر قائم ہیں۔ مگر خیر اللہ پور سیداں اور رسول پور سیداں کے سادات نے صرف چند پشت اوپر سے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے شیعہ مسلک اختیار کر لیا ہے۔

حضرت سید محمد سعید نوروز شاہؒ کا مزار مبارک اونچی رسول پور سیداں میں واقع ہے۔ حضورؐ کے وصال کے سال و ماہ کا صحیح تعین نہیں کیا جاسکا۔ ان چاروں گانوں میں سادات کے علاوہ کوئی دوسری قوم زمین کی مالک نہیں۔ دیگر قوموں کے افراد جو ان گانوں میں آباد ہیں مختلف پیشوں سے متعلق اور تابع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت سید محمد سعید نوروز شاہؒ کی اولاد میں سے سید شجاع الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد موضع ابہال سیداں تحصیل کھاریاں ضلع جہلم میں جا کر آباد ہو گئی ہے۔

حضرت سید محمد سعید نوروز شاہؒ کے چچا حضرت سید حسن شاہؒ کو اکبر بادشاہ نے ضلع گورداسپور میں زمین دی تھی۔ آپ نے اپنی اور درویشوں کی رہائش کے لئے مکانات تعمیر کئے۔ اور اس بستی کا نام مہر پور سیداں رکھا۔ جو بعد میں بگڑ کر بھوپور سیداں مشہور ہوا۔ حضرت سید حسن شاہؒ کی اولاد اسی گاؤں میں آباد رہی۔ چونکہ یہ شاخ آبائی عقاید اہل سنت پر قائم رہی، اس لئے علی پور سیداں اور بھوپور سیداں کے سادات میں رشتے ناتے ہوتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد بھوپور سیداں ہندوستان میں چلا گیا، تو وہاں کے سادات ہجرت کر کے موضع



کھاریاں والا تحصیل و ضلع شیخوپورہ موضع ڈھولہ اور موضع پتنگرائیں (ضلع سیالکوٹ) میں آکر آباد ہو گئے۔ یہ گاؤں علی پور سیداں سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنے فضل و کرم سے نوازے۔

شجرہ طیبہ

فرمان الہی ہے :

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ (پاکہ ۲۷) (ترجمہ) ”اور جو ایمان لائے۔ اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد کو ان کے عمل میں ذرا سی بھی کمی نہیں کی۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب الدین کی جانب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اس طرح آپ نجیب الطرفین ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد سب کے سب مومن و متقی، صالح و برگزیدہ حیثیت کے حامل تھے۔ اور آیت بالا کے صحیح مصداق۔ گویا آپ کا شجرہ نسب صحیح معنی میں اس آیت شریفہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (ترجمہ) ”مثلاً اس پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس مقدس اور مستحکم درخت کی وہ پاکیزہ شاخ تھے جن کا شجرہ نسب ان کے تقدس کی دلیل اور جن کے اعمال صالحہ ان کی علو شان پر شاہد عادل ہیں۔ آپ کی حیات پاک اپنے آباؤ اجداد اور بالخصوص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل اتباع میں بسر ہوئی اور اس آخری دور میں آپ نے اعلیٰ کلمۃ الحق اور اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ایمان افروز اور روح پرور مثال قائم کی کہ باید و شاید۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (ترجمہ) ”یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے۔“

مادری شجرہ نسب

آپ کا مادری شجرہ نسب ساتویں پشت پر پہنچ کر پدری شجرہ نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت سید عبد الرحیم رحمہ اللہ کے ایک صاحبزادے حضرت سید امان اللہ آپ کے جد امجد (دادا) اور دو کے صاحبزادے حضرت عزیز الرحمن آپ کے نانا تھے۔

۱	۱۱	۲۱	۳۱	۴۱	۵۱
۱	۱۱	۲۱	۳۱	۴۱	۵۱
۲	۱۲	۲۲	۳۲	۴۲	۵۲
۳	۱۳	۲۳	۳۳	۴۳	۵۳
۴	۱۴	۲۴	۳۴	۴۴	۵۴
۵	۱۵	۲۵	۳۵	۴۵	۵۵
۶	۱۶	۲۶	۳۶	۴۶	۵۶
۷	۱۷	۲۷	۳۷	۴۷	۵۷
۸	۱۸	۲۸	۳۸	۴۸	۵۸
۹	۱۹	۲۹	۳۹	۴۹	۵۹
۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰

پدری شجرہ نسب

۱	۱۱	۲۱	۳۱	۴۱	۵۱
۱	۱۱	۲۱	۳۱	۴۱	۵۱
۲	۱۲	۲۲	۳۲	۴۲	۵۲
۳	۱۳	۲۳	۳۳	۴۳	۵۳
۴	۱۴	۲۴	۳۴	۴۴	۵۴
۵	۱۵	۲۵	۳۵	۴۵	۵۵
۶	۱۶	۲۶	۳۶	۴۶	۵۶
۷	۱۷	۲۷	۳۷	۴۷	۵۷
۸	۱۸	۲۸	۳۸	۴۸	۵۸
۹	۱۹	۲۹	۳۹	۴۹	۵۹
۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰

سرپرستی کی تھی۔ اور فرقہ بندی کو ہوا دی تھی۔ انگریزوں نے ان اندرونی تفریقوں اور گروہ بندیوں کو اور مستحکم کیا۔ تاکہ مسلمانوں کی جمیعت پارہ پارہ ہو جائے۔ اور اس بڑے صغیر سے مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹ جائے۔

اسلام کو روزِ اول سے ایسی فتنہ پرازیوں اور ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے، حق و باطل کی یہ جنگ ابتدا سے ہوتی چلی آرہی ہے مگر اسلام ان محرکوں میں ہمیشہ فتح یاب کامران ہوا ہے۔ اور شعلہ نمود سے اور زیادہ درخشان و تابناک ہو کر نکلا ہے۔

۵۔ اسلام کی فطرت میں قدرتِ پکڑی ہے اتنا ہی پھر ابھرے گا جتنا کہ دباویں گے فرمانِ حق ہے: **يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُنِيرٌ وَنُورٌ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ** (ترجمہ) ”وہ چاہتے ہیں کہ پنچھیں مار کر خدا کے نور کو بجھا دیں۔ لیکن اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔ خواہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی ناپسند ہو“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آیا نہ آئے گا۔ مینتِ اللہ یہ ہے کہ جب اسلام پر بُرا وقت آیا ہے، اس نے حفاظتِ دین کے لئے کسی برگزیدہ مہتمم کو پیدا کر کر دیا ہے جس نے دشمنوں کی مساعی کا سد باب کیا۔ اور شیع اسلام کی روشنی کو اور زیادہ درخشندہ و تابندہ کر دیا۔

چنانچہ گمراہی و ضلالت، اور کفر کی چیرہ دستیوں کے اس دور میں بھی یہی سنتِ الہی قائم رہی۔ اور ایک بندہ خدا اور مردِ با خدا کے ظہور سے نکل اسلام کی آبیاری کا ہر قطرہ بہارِ آفرین اور ہر چھینٹا فردوسِ بد اماں تھا۔ چنانچہ کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور ہر طرف لا الہ الا اللہ کے شادیاں بچنے لگے۔

ولادت یعنی ۱۸۳۰ء اور ۱۸۴۰ء کے درمیانی دہے میں مبارک و مسعود سالِ ہجری میں اور دن میں حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نورِ نظرِ امیرِ ملت قبلہ عالم حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پردہ عدم سے عالم وجود میں ظہور فرمایا۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ الحزین کی ولادت مسعود کا صحیح دن اور وقت کسی طرح تحقیق

مولود مسعود

عمر باد رکبہ و نبوت خانہ می نالذیت تاز بزم عشق یکے انائے راز آید برون (اقبال)
چمن ہند جہاں صدیوں سے اسلامی شاہین حکمران رہے تھے، وہاں بوم کا تسلط نظر آرہا تھا۔ جہاں کبک اکھیلیاں کرتے تھے وہ گرسوں کی جولاں گاہ تھی۔ جہاں گل ہائے نو بہار فردوسِ نظر ہوتے تھے وہاں خشن و خاشاک خازن گاہ تھے غرض گلستانِ ہستی خزاں رسیدہ تھا، اور خزاں کی چیرہ دستیوں سے گلوں کی بخت افشائیاں اور عنادل کی نغمہ ریزیاں گلدستہ طاق نسیاں بن چکی تھیں۔

سکھتا شاہی کا دور تھا۔ ان کی مسلم دشمنی اور وحشیانہ بربریت تاریخِ عالم کا تاریک ترین زمانہ ہے۔ اذان کی آواز تک سے سکھوں کا خون کھولنے لگتا تھا، اور وہ مرغِ سحر کو بھی گردن زدنی خیال کرتے تھے۔ مسلمانوں کا دین و ایمان، جان و مال، عزت و آبرو ہمہ وقت شدید ترین خطرے میں تھی۔ عدل و انصاف کا نام بھی باقی نہ تھا اور جور و ظلم، قتل و غارت سکہ رائج الوقت تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کہتے کہ ”تو سب کو ایک آنکھ سے دیکھتا تھا“، لیکن دل کا اندھا اور عقل سے بے بہرہ تھا جس آنکھ میں بصارت تھی، مسلمانوں کے خلاف، اس پر بھی تعصب و انتقام کی عینک لگی ہوئی تھی۔

رنجیت سنگھ کے بعد آنے والے سکھ حکمران اور بھی بدتر تھے۔ مسلمانوں کے عناد کے علاوہ اسلام دشمنی ان کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئی تھی۔ اسلام کے استیصال اور مسلمانوں کو فنا کے گھاٹ اتارنے کے لئے ہر قسم کی سازشیں اور سفاکیاں ان کا روزمرہ تھیں۔ غرض باسباب ظاہر مسلمان بدترین حالات سے گزر رہے تھے۔ اور سکھتا شاہی بڑے صغیر سے ان کا نام و نشان مٹانے کے لئے تمام حربے استعمال کرنے میں سرگرم تھی۔

سکھتا شاہی کے وارث انگریز قرار پائے تو انھوں نے مسلم دشمنی کو اپنے تدبیر اور فرست سے خوش رنگ پر دوں میں پروان چڑھایا۔ سکھوں نے مسلمانوں میں مفسد گروہ قائم کر کے ان کی

تو جوتا اتار کر ننگے پاؤں ہو جاتے۔ اور فرماتے کہ اس سرزمین میں عنقریب اللہ کا ایک بندہ پیدا ہونے والا ہے جو تمام ہندوستان میں دین کی دولت بانٹے گا، اور دین کی خدمت انجام دے گا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد

آپ کے والد ماجد حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی و نیکوار، سادہ مزاج، حلیم طبع اور دیرپا دل تھے۔ آپ اپنے زمانے کے صاحب عزم و خدمت ولی اللہ تھے مخلوق خدا خدمت میں حاضر ہوتی، اپنی مشکلات پیش کرتی، اور فیض یاب ہو کر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرتی۔ آپ کی زبان مبارک سے جو فرمان صادر ہوتا پورا ہوتا، کیوں ایسا نہ ہوتا، آپ پر رب تعالیٰ کا خاص فضل تھا۔ آپ کی درحیال اور نخیال بلند پایہ کامل ولی اللہ حضرات پر مشتمل تھی۔

آپ کے نانا حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف (ضلع گورداسپور) والے اپنے زمانے کے کاملین میں سے گزرے ہیں۔ آپ آٹھ سال کے تھے کہ حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ساتھ لے کر پیدل سموال شریف (ضلع میرپور) ایک بزرگ سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ زمانہ ان کی ضعیف العمری کا تھا۔ بچہ کو اس لئے ساتھ لیا تھا کہ راستے میں خدمت کرتا رہے۔ آپ کی خدمت سے حضرت شاہ صاحب اس قدر خوش ہوئے کہ وہی میں آپ کو بشارت دی کہ ”تیری اولاد میں قیامت تک ولی اللہ پیدا ہوتے رہیں گے۔“

حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی پابندی شریعت کا یہ حال تھا کہ تمام عمر قلعہ سوہیا سنگھ جا کر نماز جمعہ ادا فرماتے رہے۔ حضرت امیر ملت

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں بارہ تیرہ سال کا تھا، ایک بار اپنے والد صاحب کے ہمراہ تحصیل شکر گڑھ میں گھوڑی پر سوار جا رہا تھا۔ راہ میں بیلنا چل رہا تھا۔ میں نے عرض کیا، بس پیٹنے کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ چار پیسے کا ان سے بس خرید لاؤ۔ اس نے جا کر زمینداروں سے کہا پیسے لے لو۔ اور بچے کو بس دیدو۔ ان زمینداروں نے جواب دیا ہم بس فروخت نہیں کرتے۔ یہ کوئی دکان ہے۔

نہ ہو سکا۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کی وفات سے چند روز قبل ایک ڈاکٹر نے آپ کی عمر دریافت کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ ”ایک سو دس سال سے ایک سو بیس سال تک“ اس سے صرف اتنا اندازہ کرنا ممکن ہے کہ آپ کی ولادت ۱۸۳۰ء اور ۱۸۴۰ء کے درمیان ہوئی ہوگی۔

آپ کے والد ماجد حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک کامل ولی اللہ تھے۔ آپ کو از روئے کشف نومو لو کے عظیم المرتبت ہونے کا حال روشن تھا۔ اس لئے آپ نے حضرت امیر ملت کی ولادت پر غیر معمولی جوش و مسرت کا اظہار کیا۔ تہنیت و تبریک کے لئے آنے والے کو مناسب اور دہش سے نوازا۔ اور بارگاہ رب العزت میں ہر ثیہ عجز و نیاز پیش کیا۔ حقیقہ کا دن آیا تو قصاب کو حکم ہوا کہ صبح عمر و صحت کے بکرے لائے جائیں تاکہ سنت کی ادائیگی کا حق انجام پائے۔ حقیقہ کے بال بجائے چاندی کے سونے میں تولے گئے۔ تاکہ بندگان خدا کو زیادہ سے زیادہ فیض پہنچ سکے۔

نام رکھنے کا مرحلہ پیش آیا تو جتنے نمونہ اتنی باتیں۔ ہر شخص نے اپنی رائے اور خیال کے مطابق نام تجویز کیا۔ لیکن آپ کے والد ماجد نے ”جماعت علی“ نام پسند کیا۔

ع ”خدا کی باتیں خدا ہی جانے“ ایک فرد کا نام جماعت انوکھی سی بات ہے۔ لیکن منشاء ایزدی میں یہ امر مضمر تھا کہ یہ فرد ایک نہیں، اس کے ساتھ ایک جماعت ہوگی۔ لاکھوں انسانوں کی جماعت۔ نام کا یہ انتخاب منجانب اللہ اشارہ تھا، اس عظیم کام کی جانب جو اس فرد واحد کے ہاتھوں اعلیٰ کلمۃ الحق اور اخیالئے سنت نبوی کے لئے انجام پانے والا تھا۔

مسکھوں کی مسلمان کش اور اسلام دشمن حکومت حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی ولادت مسعود کے بعد ہی ختم ہو گئی تھی۔ مگر انگریز جو اس حکومت کے وارث بنے، اس سے زیادہ خطرناک دشمن ثابت ہوئے۔ جنہوں نے مسلمانوں میں افتراق و تشیت کے لئے نئے نئے حربے ایجاد کیجئے۔ مگر حضور والا کی سیرت طیبہ شاہد ہے کہ آپ نے مدت العمر کیسی ہمت اور پامردی سے ان سب کا مقابلہ کیا۔ اور اسلام کی حفاظت و اشاعت کے لئے انگریزوں، ہندوؤں اور دوسرے فرق باطلہ کے مقابلے میں کس کس طرح کامیابیاں حاصل کیں۔

اہل دل اور اہل نظر کی بات کوئی کیا پاسکتا ہے۔ اونچی رسول پور سیدان ملے مولوی غلام رسول مرحوم نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے قلعہ سوہیا سنگھ جایا کرتے تھے۔ جب آپ علی پور سیدان پہنچتے

میرے تو کوئی اولاد نہیں۔ فرمایا "رب تعالیٰ تجھے بھی لڑکا دے گا۔" حضور کی بشارت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا فرمایا۔

ایک دن گوہر کا وہ بچہ گھٹنوں کے بل چل رہا تھا۔ سامنے حضور تشریف فرما تھے۔ گوہر بی بی عرض کیا۔ حضور! یہ اکیلا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ "یہ اکیلا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے آٹھ بیٹے عطا فرمائیں گے۔" وہ بولی "حضور! میرے مرنے کے بعد ہونے تو مجھے کیا! " فرمایا "نہیں! تیری زندگی ہی میں ہوں گے۔" اس نے عرض کیا "حضور! تو میں ان لڑکوں میں سے ایک حضور کی خدمت میں پیش کروں گی۔" ساتھ ہی اس نے مزید جرات کرتے ہوئے کہا "حضور! اس کے تو آٹھ بیٹے ہو جائیں گے مگر یہ خود تو پھر بھی اکیلا ہی رہا۔" فرمایا "نہیں! اللہ تعالیٰ اسے بھی بھائی دے گا۔" چنانچہ سامنے کی بات ہے، سب کو معلوم ہے کہ حضور کے ارشاد کے مطابق ہی ہوا۔ چودھری حاکم دین گوہر بی بی کے دوسرے لڑکے ہیں۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اس کے آٹھ پوتے ہوئے۔ ان میں سے چھ اب بھی یقید حیات میں۔ دو کچھ عرصہ ہوا فوت ہو چکے ہیں۔ ان پوتوں میں سے ایک لڑکا محمد خان اس نے حسب وعدہ خدمت کے لئے نذر کر دیا تھا۔

والد ماجد کا احترام
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت سید کریم شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا بغایت احترام فرماتے تھے۔ مدت العمر ان کی خواہش کے مطابق تراویح میں قرآن مجید سناتے رہے اور جیسا کہ ذکر آچکا ہے حکم کے مطابق شیعہ بھی سنایا کرتے تھے۔ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کس قدر احترام اور پاس خاطر ملحوظ رہتا تھا، اس کا کچھ اندازہ اس ایک فقرے سے ہو سکتا ہے۔

جب مولوی سید حسرت علی شاہ صاحب باہر سے تعلیم حاصل کر کے نئے نئے گاؤں آئے تو برادری میں جھگڑا ہو گیا۔ اہل سنت المجامعت اور شیعہ مسلک کھنے والوں میں اتنا اختلاف برپا کہ مناظرہ کی ٹھن گئی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں میسور تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ برادری والوں نے آپ کو تار پہ تار دے کر وہاں سے بلایا۔ اور مناظرہ کے لئے تاریخ مقرر ہو گئی۔ مقررہ تاریخ پر حضور دودھ سے خلقت جمع ہو گئی۔ فساد کا اندیشہ تھا اس لئے پولیس بھی آگئی۔ اسی اثنا میں برادری کے شیعہ سنی بزرگ جمع ہوئے۔ اور بڑی رد و دک کے بعد یہ فیصلہ ہو گیا کہ مناظرہ نہیں ہونا چاہیے۔ ایک ماضی نامہ لکھا گیا جس پر سب نے دستخط کئے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دستخط کرنے کی درخواست کی گئی۔ مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔

جس جگہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کھڑے تھے اسی کے قریب انھی میں کی ایک عورت گائے کا دودھ دو رہی تھی۔ والد صاحب نے فرمایا "یہ ہم کو قیمتا رس نہیں دیتے، تو ان کو دودھ کیوں دیتی ہے؟" یہ سنتے ہی گائے نے ایسی لات ماری کہ وہ عورت ایک طرف اور دودھ کا برتن دوسری طرف جا پڑا۔ وہ عورت بھاگ کر اپنے آدمیوں کے پاس گئی اور ان کو سارا قصہ سنا کہ ملامت کی کہ تم نے ان بزرگ کا کہنا کیوں نہ مانا۔ اور رس کیوں نہ دیا۔ وہ لوگ دوڑے اور منت سماجت سے معافی چاہی حضور نے معاف فرما دیا۔ مگر رس قبول نہیں کیا۔

شیخ سعدیؒ نے کس قدر سچی بات کہی ہے:

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ
آپ نے تقریباً ایک سو پچیس سال کی طویل عمر پائی۔ اس تمام مدت میں نماز قضا ہونے کا تو کیا سوال، آپ نے کبھی بیٹھ کر بھی نماز ادا نہیں کی۔ آخر عمر میں کسی شخص نے عرض کیا کہ "آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ بیٹھ کر نماز ادا فرمایا کیجئے۔" جواب دیا "نہیں! کوئی کمزوری نہیں۔ نماز کھڑے ہو کر پڑھ لیتا ہوں۔ اور کون سی کشتی لڑتی ہے۔ جو کام ہے وہ میں کر ہی لیتا ہوں۔"

حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "والد صاحب کی آخری عمر تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ شبینہ سناؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ پہلی رکعت میں پچیس پارے پڑھے اور دوسری رکعت میں چار پارے سنا کر سلام پھیرا۔" تو والد صاحب نے فرمایا "حافظ جی! خیال رکھنا چاہیے ضعیف لوگ بھی پیچھے ہوتے ہیں۔ نماز ختم کرنے کے بعد میں نے ساتھ والے نمازی سے پوچھا کہ کسی نے کھڑے ہو کر بھی پورا قرآن پاک سنا کہ نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں! صرت آپ کے والد صاحب نے۔" اللہ اکبر! یہ ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کا کمال۔ یہ ہے روحانیت کا کرشمہ! کہ ایسی ضعیفی کے عالم میں بھی بیٹھ کر نماز ادا کرنا پسند نہ کیا۔ اور کھڑے ہو کر سارا کلام مجید سنا۔

کشف
حضرت سید کریم شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور آپ کی بے شمار کرامات عام طور پر معروف ہیں۔ ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک خادمہ گوہر بی بی (سکنہ سادھو کے) حضرت کے دودمان عالی کے ایک بچے کو گود میں لےے ہوئے ہے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا "گوہر! تیرا بھی کوئی بچہ ہے؟" اس نے عرض کیا "حضور!

دوسرے تاجر آپ کی بزرگی اور تقویٰ کی عزت کرتے اور آپ سے عقیدت و احترام سے پیش آتے تھے۔ آپ ہم اور تعویذ کچھ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ضرورت مندوں سے کہہ دیتے کہ ”جاؤ۔ یہ کام یوں ہو جائے گا۔“ اور خدا کا کنایہ کر جیسا آپ کی زبان مبارک سے نکلتا ویسا ہی ظہور میں آتا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از خلق م عبد اللہ بود (روئی)

آپ کی اولاد میں تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ بڑے فرزند حضرت جی سید علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ منجھلے فرزند حضرت حاجی سید احمد حسین شاہ صاحب چھوٹے فرزند حضرت حافظ سید محمود حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی چار لڑکیاں۔ اور ایک لڑکا حاجی حافظ پیر سید نذیر حسین شاہ ہے۔

حضرت سید احمد حسین شاہ صاحب کے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ اور سید محمود حسین شاہ کی ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔

(۲) دوسرے فرزند حضرت امیر ملت قبلہ عالم حاجی حضرت قبلہ عالم سید جماعت علی شاہ صاحب حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے احوال مبارک اس کتاب میں قارئین کی نظر سے گزر رہے گے۔

(۳) تیسرے اور چھوٹے فرزند حضرت حاجی پیر سید حضرت قبلہ سید صادق علی شاہ صاحب صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

آپ بڑے متقی، پرہیزگار، پابند شریعت، متبع سنت اور سخی تھے۔ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ نبوی سے مشرف ہوتے تھے۔ چونکہ بڑے صاحبزادے تاجر تھے۔ اور تجارتی مصروفیات کے باعث گھر پر مستقل قیام نہ کر سکتے تھے۔ اور منجھلے صاحبزادے حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز تبلیغ و اشاعت دین کی ہمہ وقتی سرگرمیوں کے باعث اکثر بیشتر سفر میں رہتے تھے، اس لئے چھوٹے صاحبزادے حضرت سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد کے سجادہ نشین قرار دیے گئے تھے۔

آپ بڑے بزرگ اور کامل ولی اللہ تھے۔ دیار شریف کے جملہ انتظامات، اور زمینداری کا شتکاری کے تمام امور آپ کی نگرانی میں بخیر و خوبی انجام پاتے تھے۔ مسلمان زائرین کے علاوہ ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ بکثرت حاضر خدمت ہوتے۔ آپ مہمان نوازی فرماتے۔ اور ضرورت مندوں کی خدمت

اور فرمایا کہ ”میں منانظرہ ضرور کروں گا۔ تاکہ حقانیت واضح ہو جائے۔ اور سب پر کھل جائے کو حق کیا ہے اور باطل کیا۔“

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خوشامدور اند سے کسی طرح راضی ہوئے تو ساری برادری حضرت کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور آپ سے امداد کی درخواست کی۔ آپ ازراہ کرم برادری کے ساتھ حضرت قبلہ کے پاس آئے۔ حضرت قبلہ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو تادیکہ کر فوراً احترام کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حضور نے صرف اتنا فرمایا ”حافظ جی! ساریاں کھینڈیاں، اکٹھی کھینڈی ہارن، سارے کم نوان“ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے فوراً راضی نامہ کا غزلے لیا اور اس پر دستخط فرما دیے۔

چونکہ لاتعداد خلقت دور دور سے آتی ہوئی تھی، اس لئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستور کے مطابق ان کے استفادے اور انتفاع کے لئے مواظبت حسنہ سے نوازا۔ اور دیر تک حقانیت اسلام اور حقانیت مسلک اہل سنت پر تقریر فرمائی۔ جس سے حاضرین کے قلوب نور ایمان سے روشن ہو گئے۔

آپ کے والد ماجد کی اولاد

حضرت قبلہ نجابت علی شاہ صاحب | حضرت قبلہ و کعبہ سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔

۱۔ حضرت قبلہ سید نجابت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے فرزند تھے۔ آپ بڑے پائے کے بزرگ اور سیف زبان تھے۔ جو زبان سے نکل جاتا پورا ہوتا۔ آپ نہایت خوبصورت خوش مزاج، اور باعرب شخص تھے۔ لباس فاخرہ زیب تن کرتے اور صفائی کو بے حد پسند کرتے تھے۔ چہرہ مبارک شاندار، رنگ سرخ پید، داڑھی میں مہندی لگی ہوئی، حج بیت اللہ شریف اور روضہ نبوی کی حاضری کا شرف حاصل کیا تھا۔ آپ فرائض، واجبات، سنن اور نوافل کی ادائیگی میں پورا اہتمام رکھتے اور ذوق و شوق سے ادا کرتے تھے۔ شریعت پر کاربند تھے اور تمام اعمال کو مطابق سنت پورا کرتے تھے۔

آپ گھوڑوں کے بڑے تاجر تھے۔ اس لئے راجاؤں اور مہاراجوں سے کام پڑتا تھا۔

کرتے۔ کوئی آپ کے آستانے سے مایوس و ناکام واپس نہ جاتا تھا۔

آپ عادات و اعمال میں سنت نبوی کی کامل پیروی کرتے تھے۔ آپ کی سخاوت سے غرباء و مسکین بیوہ عورتیں اور یتیم بچے یکساں فیض یاب ہوتے تھے۔ ہزار ہا روپے کی آمدنی تھی لیکن ورثہ میں ایک میسرہ بھی نہیں چھوڑا۔ آپ روپیہ ہرگز جمع نہ فرماتے۔ جو آتا بندگانِ خدا اور مستحقین میں تقسیم کر دیتے۔

تینوں بھائی ایک ہی جگہ اقامت گزین تھے۔ حضرت قبلہ سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں بڑے بھائیوں کی حد درجہ عزت و توقیر کرتے۔ اور بڑے دونوں بھائی ان پر کمال شفقت و مہربانی کرتے تھے۔ اتباع سنت نبوی اور سلفِ صالحین کی پیروی میں نسب بزرگِ خلق خدا کی مقصد برآری اور مہاتوں کی خدمت کو اپنا شعار بنائے ہوئے تھے۔

حضرت قبلہ سید صادق علی شاہ صاحب کے دو صاحبزادے ہیں۔ حاجی سید پیر اولاد حسین شاہ صاحب۔ اور حافظ سید پیر آل حسین شاہ صاحب۔ حاجی تیدا اولاد حسین شاہ صاحب کے ایک صاحبزادے ہیں۔ حاجی حافظ پیر سید حسین شاہ صاحب ام اللہ بقاۃ حضرت حیدر شاہ صاحب حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ کے نواسے بھی ہیں۔ حافظ سید آل حسین شاہ صاحب کی اولاد بچپن ہی میں فوت ہو گئی اور خود انھوں نے بھی جوانی میں وفات پائی۔

حضرت قبلہ عالم کی اولاد امجاد
مناسب ہے کہ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد کا مختصر ذکر مبارک بھی کیجانی کی خاطر یہیں کر دیا جائے۔ آپ کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔ فرزند اکبر فاضل اجل عالم بے بدل حضرت قبلہ حاجی حافظ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کا لقب سراج الملت تھا۔ اور آپ حضرت امیر ملت کے پہلے سجادہ نشین تھے۔ منجھلے فرزند حضرت قبلہ حاجی مولانا حافظ پیر سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اور سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت قبلہ حاجی حافظ مولانا پیر سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی و اوم اللہ بقاۃ۔ آپ کا لقب شمس الملت ہے۔ اور آپ حضرت سراج الملت کے وصال کے بعد سجادہ نشین ثانی ہیں۔ حضرت امیر ملت کی صاحبزادی سیدہ حاجیہ بنت رسول صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا تھیں۔

عہد طفولیت

فرمانِ ایزدی ہے :

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَنْزَلِنَا وَزَرْيَانَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْ لَنَا لِمَتَّقِينَ إِمَامًا ۖ (سورہ فرقان - پارہ ۱۹) ترجمہ اور وہ لوگ جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر۔ اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس آیت پاک کے صحیح مصداق تھے۔

امتیازی صفات
آپ طفولیت ہی سے وہ شاہبازِ ولایت تھے کہ اپنے ہم عمروں سے امتیازی صفات کے مالک تھے۔ آپ کا بچپن عام بچوں سے جداگانہ نوعیت رکھتا تھا۔ آپ کی والدہ صاحبہ پاکی و تقویٰ کا نمونہ تھیں۔ تو آپ ابتدا ہی سے حاجاتِ ضروریہ تک میں ایسے پابندِ وقت تھے کہ گویا چاہتے تھے کہ والدہ مہترمہ کے حفظِ اوقات اور طہارت و پاکیزگی میں ذرہ برابر فرق نہ آنے پائے۔

آپ ابتدا سے ذکرِ الہی میں مشغول رہتے اور فاذا کوؤنی اذ کوؤکم (ترجمہ) تم مجھے یاد رکھو تو میں تمہیں یاد رکھوں گا کے حکمِ ربانی پر عمل پیرا رہتے۔ مروایم کے ساتھ ساتھ دل خوش کن باتیں اور حیران کن الہامی گفتگو آپ سے سرزد ہونے لگی۔ یہاں تک کہ عمر مبارک چار سال چار ماہ چار دن کی ہو گئی۔ تو آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم کے لئے مسجد میں بھیج دیا۔

آپ کے والد ماجد حضرت حافظ شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خاص طور پر اس کام کے لئے قلعہ سوہا سنگھ سے علی پور شریف لائے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ صاحب کا تلمذ اختیار کیا۔ اور سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ حافظ صاحب مرحوم کو خانوادہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام نوہالوں کی استادی کا شرف حاصل رہا۔

پسندیدہ اطوار
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بدو طفلی ہی سے پاکیزہ اخلاق اور پسندیدہ اطوار کے حامل تھے۔ صفائی اور پاکی کا ابتدا سے خصوصی لحاظ تھا۔ خود دار، بردبار، متواضع صاحبِ مروت اور مہمان نواز تھے۔ لہو و لعب سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ بلکہ ہر بے فائدہ قول و فعل سے گریز فرماتے۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی لہو و لعب میں وقت ضائع کرنے سے روکتے۔ ہر وقت

حفظ قرآن میں مشغول اور پڑھائی میں مصروف رہتے۔

آپ کے بچپن کے ساتھی نمبردار قایم علی شاہ صاحب کہتے تھے کہ "حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ کبھی تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ یا تو اپنے چھوٹے چھوٹے دوستوں کو حویلی کے اندر ساتھ لے جا کر ان کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے۔ یا باہر کھانا لے آتے اور ان سب کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ آپ کے سب ساتھی آپ کا احترام کرتے۔ اور آپ کا حکم ماننے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ آپ کا لباس نہایت صاف ستھرا ہوتا۔ کبھی جسم کے کسی حصے کو برہنہ نہ ہونے دیتے۔ یہاں تک کہ بحالت غسل بھی کبھی برہنہ نہ ہوتے۔ اپنے ساتھیوں کو بھی شرم دلاتے اور برہنگی سے باز رکھتے۔ آپ کے استاد آپ کے ساتھ خصوصی شفقت سے پیش آتے تھے۔ اور آپ کے ذوق و شوق اور محنت و شغف کے باعث دوسرے شاگردوں کے مقابلے میں آپ پر زیادہ توجہ مبذول کرتے تھے۔

آپ کی دادی صاحبہ آپ کی دادی صاحبہ حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں۔ ایک بار آپ دادی صاحبہ کے ہمراہ سات سال کی عمر

میں ان کے گاؤں مکان شریف (ضلع گورداسپور) جا رہے تھے۔ تو آپ نے راستے میں دادی صاحبہ سے کہا: "مجھے کچھ کھلاؤ تو آپ کو ایک بات سناؤں" دادی صاحبہ نے زادراہ میں سے کچھ کھانے کو دیا۔ آپ تناول فرما چکے تو کہا کہ "میری پیدائش کے بعد مال کا منے کے لئے آپ تمیز و لحار آلہ تلاش کر رہی تھیں، جو نہیں ملتا تھا۔ میں بتانے لگا کہ کوٹھی کے نیچے پڑا ہے۔ مگر کسی نے میرا منہ بند کر دیا۔ اور میں نہ بتا سکا!"

اسی سفر کے موقع پر واپسی کے وقت آپ نے دادی صاحبہ سے کہا کہ "آج نہیں کل چلیں گے" مگر سچ کی بات تھی انہوں نے توجہ نہ کی۔ دریا پر پہنچے تو کشتی موجود نہ تھی مجبوراً واپس آنا پڑا۔ آپ نے فرمایا "میں نے تو پہلے ہی منع کر دیا تھا کہ آج نہیں کل چلیں گے"

حفظ قرآن مجید غرض اس طرح کے بہت سے عجیب و غریب واقعات ہیں جو بچپن میں رونما ہوئے مگر طوالت کے خیال سے ذکر سے گریز کیا گیا۔ آپ کے والدین آپ پر بے حد شفیق تھے۔ جب بہت چھوٹی عمر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا تو گاؤں کی درمیانی مسجد میں

سُنا لیا۔ کم عمری کے باوجود حفظ میں پختگی اور صحت سے سب نمازی بے حد متاثر ہوئے۔ اور انہوں نے باپ اور استاد کو پورے اخلاص سے مبارک باد پیش کی۔

آپ کے والد ماجد نے اس خوشی میں پلاؤ زرے کی دلیں کپوا کر تقسیم کیں۔ اور آپ کے استاد حافظ صاحب کی خوب خدمت کی اور ان کو خوش کر کے خود بھی مسرور ہوئے۔ علی پوریداں میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہ پہلے خوش قسمت بچے تھے جس نے قرآن پاک حفظ کیا۔ اتنی چھوٹی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنا حضرت قبلہ کے علو مراتب کی روشن دلیل ہے۔

اتباع شریعت آپ کو بچپن ہی سے اتباع شریعت کا اہتمام تھا۔ جس وقت بچے پر نماز فرض نہیں ہوتی، اسی عمر سے آپ پابند صلوٰۃ تھے۔ اور کبھی کوئی نماز قضا نہیں ہونے پائی۔ اسی طرح دیگر اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ آپ میں بچپن سے پائے جاتے تھے۔ اصول المعروف اور نہی عن المنکر کا بھی بچپن سے التزام تھا۔ چنانچہ آپ کی رفاقت میں رہنے والے دوسرے نو عمر بھی احکام شریعت کے پابند ہو گئے تھے۔ آپ کا فیض عام آپ کے بچپن ہی سے ہر ایک کی رہنمائی کا ضامن تھا۔

تحصیل علم

علم وراثہ نبوت ہے۔ اور فرمان نبوی **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ** (ترجمہ) "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے" کے مطابق ہر شخص پر لازم۔ علم بغیر عرفان الہی بھی ناممکن ہے۔

ع کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

اور علم ہی کے ذریعے اتباع شریعت و سنت میسر ہو سکتا ہے۔ علم ایمان کا زیور ہے اور اعمال حسنہ کی صحت کے لئے شرط۔ عباد الرحمن سدا علوم ظاہری و باطنی کے زیور سے مزین رہے ہیں۔ اور صالحین نے حصول علم کے لئے سخت مشقتیں برداشت کی ہیں۔

بالائے سرش زہوش مندی می تافت ستارہ بلندی

اس لئے وہ آپ کو تمام علوم ظاہر و باطن سے مشرف و ممتاز بنانے میں خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ تاکہ آپ علوم فقہی معقولات و منقولات کے جامع اور فاضل اجل بن گئے۔ اور علم و فضل میں یگانہ روزگار اور علامہ ذی وقار ہونے کا مشہور دور دور تک عام ہو گیا۔

یہاں یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ اہل بصیرت اور فکر و نظر والوں کو اسی وقت سے نظر آتا تھا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز مستقبل میں اس دور کے مجتہد و مجدد بنیں گے۔ اور دین متین کی وہ خدمات انجام دیں گے جو آپ ہی کی شان کے شایاں ہیں۔ جب آپ فارغ التحصیل ہو گئے تو حضرت پیر امام علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پیر صاحب نے فرمایا "صاحبزادے! میری طرف دیکھو، چند بار آپ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالی اور پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "ان صاحبزادے کی پیشانی میں ایسا نور ہے جو سارے ہندوستان میں روشنی پھیلا دے گا۔"

● آپ کے جن اساتذہ کے اسمائے گرامی کا علم ہو سکا درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت حافظ قاری شہاب الدین صاحب کاشمیری کو آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ قلعہ سوہجا سنگھ سے علی پور سیدال لائے تھے۔ تاکہ آپ کو حفظ کرائیں۔ آپ نے بہت کم مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ آپ کے حفظ قرآن کا یہ حال تھا کہ مدت العمر ہر سال رمضان شریف کے آخری عشرے میں ہرات شبینہ سنایا کرتے تھے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ اور منجملے صاحبزادے حضرت خادم الملت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قاری شہاب الدین صاحب سے کلام مجید حفظ کیا تھا۔ جب کہ چھوٹے صاحبزادے حضرت شمس الملت مدظلہ العالی نے قاری صاحب کے لڑکے حافظ عبدالرحمان صاحب سے حفظ کیا تھا۔ قاری حافظ شہاب الدین صاحب کاشمیری دیندار، صالح اور متقی شخص تھے۔ قرآن مجید بہت اچھا حفظ تھا اور بڑی خوش الحانی کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔

۲۔ حفظ قرآن سے فارغ ہوئے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بہت کم سن تھے۔ اس لئے تحصیل علم کے لئے کہیں باہر بھیجنا مناسب تھا۔ چنانچہ آپ کو حضرت مولانا مولوی عبدالرشید صاحب علی پوری کی شاگردی میں دے دیا گیا۔ مولوی عبدالرشید صاحب کا تمام خاندان دولت علم و عمل

تحصیل علم میں شویاں

انیسویں صدی کے وسط میں ذرائع حمل و نقل بے حد دشوار بلکہ ناپید تھے۔ لیکن حکم نبوی کی پیروی اور سنت سلف کے اتباع میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیل علم کے لئے ہر قسم کی مشکلات کو آسان سمجھا اور دور دور کے سفر کئے۔ انیسویں صدی کے وسط میں عام طور پر نہ سرکیں تھیں نہ سواریاں نہ ریلیں۔ گھوڑوں پر، سیلوں کے تانگوں پر اور پیدل سفر کئے جاتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لاہور تک کے پیدل سفر کے واقعات معلوم ہیں۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ حضور کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ صرف زمیندار تھے۔ اس لئے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو تحصیل علم کے لئے سفر کرنے میں کسی کچھ دشواریوں کا مقابلہ نہ کرنا پڑتا ہوگا۔ علی پور سیداں سے لاہور تک کا سفر ہی سو، سو اسو سال پہلے آسان نہ تھا۔ اور حضور صبح پیدل چلتے تھے اور شام تک لاہور پہنچ جاتے تھے۔ آپ کے اساتذہ کرام کے صرف نام جان لینے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے سہارنپور، کانپور، لکھنؤ اور گنچ مراد آباد جیسے دور دراز مقامات پر جا کر تحصیل علم فرمائی تھی اور مشکلات سفر و حضر کو سہل جانا تھا۔ اور یہ تمام سفر پیدل یا گھوڑے پر کئے۔

اُسے مدی کے اوائل تک ہمارے دینی مدارس عموماً مساجد میں ہوتے تھے۔ ان کے لئے علیحدہ عمارتیں نہ تھیں۔ اِلا ماشاء اللہ۔ پھر طالب علموں کے قیام و طعام کے لئے کوئی مستقل انتظام نہ ہوتا تھا۔ اور ان کو ہر طرح کی صعوبتوں کا سامنا کرنا ہوتا تھا۔ جیسا کہ بیان ہوا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا گھر متوسط الحال زمیندار کا گھر تھا۔ ایسے خانوادے کے نوجوان کو تحصیل علم کے لئے دور دراز کے سفر اور مدتوں گھر سے دور رہ کر کسی کیسی تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑتا ہوگا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ مگر علوم ظاہر و باطن کی تکمیل کے لئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب مشقتیں برداشت فرمائیں۔ اور سلف صالحین کا اتباع کر کے اس آخری زمانے میں ایک اعلیٰ مثال قائم کی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ گرامی شان کے پورے نام بھی کسی کو معلوم نہیں۔ مگر یہ تحقیق ہے کہ آپ کے اساتذہ آپ کے ساتھ کامل شفقت اور خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے۔ ان کو نظر آتا تھا کہ

خدمت میں حاضری دیتے رہا کریں۔ چنانچہ شاگردی کے اس زمانے میں آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔

(۵) حضرت مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر عالم تھے حمد اللہ منطوق کی معرکہ کی کتاب ہے اور درس نظامیہ میں اہم حیثیت رکھتی ہے۔ مفتی صاحب نے اس کی جو شرح لکھی ہے وہ آپ کے تجربہ علمی کا ثبوت ہے۔ مفتی صاحب عالم باعمل، متقی اور خوش اخلاق بزرگ تھے۔ مخالفین بھی آپ کے پاس آکر آپ کے گرویدہ ہو کر واپس جاتے تھے۔ آپ کے حلقہ درس کا دور دورہ شہرہ تھا۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی صاحب کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہونے کا قصد ظاہر کیا تو مفتی صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور خاص شغف اور توجہ مبذول کی۔ چنانچہ آپ نے تھوڑی مدت میں لائق استاد سے بہت کچھ فیض پایا۔ اور علوم دینیہ کے ساتھ تصوف کے اسرار و رموز بھی حاصل کئے۔

(۶) اس کے بعد آپ سہارن پور گئے۔ اور حضرت مولانا مولوی محمد مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کی خدمت میں علوم دین کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ مولانا موصوف اپنے وقت کے فاضل ترین استاد اور عالم شمار کئے جاتے تھے۔ آپ اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمہ سے آراستہ تھے۔ اتباع سنت کا خاص اہتمام تھا اور ہر کام میں رضائے الہی کے حصول کی کوشش فرماتے تھے۔ مولانا صاحب نے بھی حضرت قبلہ کو اپنے علم و عرفان کے سمندر سے فراخ دلی کے ساتھ فیضیاب کیا۔

(۷) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جس قدر تفصیل علم میں آگے بڑھتے جاتے تھے، آپ کی تشنگی بڑھتی جاتی تھی۔ اور علوم دینیہ کے حصول کا شوق اور زیادہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آپ استاد اہل حضرت مولانا مولوی فیض الحسن سہارن پور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا فاضل اہل اور صوفی کامل تھے۔ علم و عرفان میں دور دور آپ کی شہرت تھی۔ ملک بھر سے تشنگان علم سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے تفسیر و حدیث کے مطالب و معارف حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ بڑی فراخ دلی سے ان کی سیری فرماتے تھے۔

سے مالا مال تھا۔ مولوی صاحب خود بڑے عالم، بڑے بزرگ اور صوفی مشرب تھے۔ اپنی جدی مسجد علی پور سیدان واقع کوٹ میں مخلوق خدا کو فیض یاب کرتے تھے یہیں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اور کریم، گلستان، بوستان اور مولانا جامی کی احسن القصص پڑھیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بہت جلد یہ ابتدائی مدارج طے کر لئے۔ اور اسی کے دوران خوش فہمی میں کمال حاصل کیا۔ آپ کو بچپن سے تصوف سے خصوصی تعلق تھا۔ مولوی صاحب خود عالم اور صوفی تھے، پھر شاگرد وہ جو عبدا ورحمان کے زمرے میں تھا۔ ان ابتدائی کتب کے مطالعے کے دوران ہی رموز و نکات اور مطالب روحانی و باطنی منکشف ہوتے جاتے تھے۔ جن کی تشریح بیان کی مستحکم نہیں ہو سکتی۔

(۸) عنفوان شباب میں آپ حضرت مولانا مولوی صوفی قاری عبدالوہاب صاحب امرتسری کے تلامذہ میں شامل ہوئے۔ صرف، نحو، منطق وغیرہ کی ابتدائی کتابیں آپ سے پڑھیں۔ اس زمانے میں بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت و فطانت اور ذوق و شوق نے آپ کو اپنے ہم سبق ساتھیوں میں امتیاز اور سبقت دی۔

(۹) اس کے بعد آپ حضرت مولانا مولوی غلام قادر صاحب بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا غلام قادر صاحب جلیل القدر عالم اور فاضل بے بدل تھے۔ آپ علم تصوف و طریقت کے بحر ذخار اور صوفی کامل تھے۔ آپ کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اور ایک عالم آپ سے فیض پاتا تھا۔ مولوی صاحب نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی خوشی کے ساتھ اپنے شاگردوں کے حلقہ میں داخل کیا۔ وہ آپ کی تعلیم پر خاص توجہ فرماتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ خصوصیت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے آپ کو اپنے کمالات علمی و عملی اور فیوضات معنوی و روحانی سے مستفیض فرمانے میں کامل توجہ مبذول کی۔

مولوی صاحب کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا تعلق خاطر پیدا ہو گیا تھا کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت معتقدین اور متوسلین کو تاکید کی تھی کہ وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی

(۱۱) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور زمانہ بزرگ اور عالم حضرت مولانا مولوی عبدالقادر صاحب لاہوری سے استفادہ فرمایا۔ اور انھوں نے بھی کابل و پشی اور پوری توجہ سے شاگرد کو فیض یاب کیا۔

(۱۲) اس کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا مولوی ارشد حسین صاحب امپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے بھی کمال لطف و مہربانی فرمائی اور دیگر شاگردوں کے مقابلے میں خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔

(۱۳) انھی ایام میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنج مراد آباد شریف حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا صاحب اپنے وقت کے جلیل القدر ولی اللہ اور زاویہ گزین درویش تھے۔ آپ نہایت اخلاق و محبت سے پیش آئے۔ جو دنیا تھا دیا۔ اور کلاہ مبارک اپنے سر سے اتار کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھ دی۔ ضروری اوراد تعلیم کئے۔ اور فرمایا جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا نام خلق خدا کو بتایا کرو۔ نیز سند حدیث کی اجازت دی۔

(۱۴) حضرت مولانا مولوی عبدالحق صاحب الدہ آبادی مہاجر کی بہت بڑے ولی اللہ تھے عالم باعمل متقی، شب زندہ دار اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ اہل مکہ آپ کو ”قطب مکہ مکرمہ“ کہا کرتے تھے۔ آپ نے بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث سنیں اور روایت حدیث کی سند عطا فرمائی۔ حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ شریف میں آپ کو پانی دم کر کے پلایا۔ کھجور دم کر کے کھلائی۔ اور حدیث اشوؤین کی اجازت عطا کی۔

(۱۵) حضرت مولانا مولوی عبدالعلی صاحب محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سند حدیث حاصل کی۔

(۱۶) نیز حضرت اہل، علامہ محمد عمر ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث استانبول (ترکی) نے بھی آپ کو سند حدیث عطا کی تھی۔

علم و فضل میں یگانہ روزگار
حق یہ ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ذہن و قادر طبع سلیم اور عقل کامل فطری طور پر عطا ہوئی تھی۔ استادان کامل الفن نے خصوصی توجہ سے ان پر اور جلا کر دی علوم عقلی و نقلی پر عبور کامل حاصل کرنے کے ساتھ ہی

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مقبول تلامذہ میں تھے اور آپ کے علم و عرفان سے کما حقہ بہرہ ور ہوئے تھے۔

(۸) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے شوق و ذوق کا یہ عالم تھا کہ آپ تحصیل علم میں بدستور سابق سرگرم تھے۔ چنانچہ سہارن پور سے آپ نے مکھنؤ کا سفر کیا۔ اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم ندوۃ العلماء کا تلمذ اختیار کیا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب خدا رسیدہ عالم تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم کے محرم اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ آپ نے بیک وقت لایق و فائق شاگرد کے مراتب کو پہچانا۔ بغیر و مستر حلقہ شاگردان میں شامل کیا۔ اور بہت کم مدت میں علوم ظاہر و باطن کی تکمیل فرمائی۔

(۹) لیکن حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق اب بھی تشنگی محسوس کرتا تھا۔ اس لئے آپ کانپور شریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا مولوی احمد حسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث میں شرکت کی۔ حضرت مولانا شارح مثنوی مولانا رومؒ اور محدث عصر ہونے کی حیثیت سے ملک مجربا خصوصی شہرت رکھتے تھے۔ آپ متواضع، خوش اخلاق، متقی، حلیم الطبع، کریم النفس اور خدا ترس بزرگ تھے آپ کے صاحبزادگان میں حضرت مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس اول مدرسہ عالیہ کلکتہ اور حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب مفتی اکبر آباد جید عالم باعمل گزرے ہیں۔

حضرت مولانا احمد حسن صاحب اہل دل اور صاحب نظر تھے۔ آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو پہچانا کہ یہ شہباز معرفت رتبہ بلند پر فائز اور خلق اللہ کی فیض رسانی پر مبنی جانب اللہ مامور ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ مبذول کی۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے فیض سے پوری طرح مستفید ہوئے۔

(۱۰) حضرت مولانا مولوی میر محمد عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صوفی فنش اور درویش صفت عالم و فاضل بزرگ تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے رجوع کیا۔ اور آپ نے بھی شاگرد رشید کی حالت و کیفیت سے باخبر ہو کر خصوصی توجہ فرمائی۔ دیگر علوم کے علاوہ آپ عقاید کی کتابیں بھی پڑھاتے رہے۔ دورانِ درس عقاید کے رموز و نکات حضرت قبلہ بیان فرماتے تو خود استاد کامل کو حیرت آتی۔

آپ باطنی و روحانی ترقیاں حاصل کرتے رہے۔ چنانچہ عالم پر روشن ہے کہ آپ حفظ میں امام ذہبیؒ اور ضبط میں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے ہم پلر ہوئے۔ تو فصاحت میں سبحان عصر اور خطابت میں یحیٰئے ہیر بنے۔

وَلَيْسَ عَلَى اللَّهِ بِمُسْتَسْكِرٍ

أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمُ فِي وَاحِدٍ

(ترجمہ) ”اللہ کے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں کہ وہ ایک عالم (کے صفات و کمالات) کو ایک فرد واحد میں جمع کر دے۔“

حدیث شریف میں آیا ہے: مَا صَبَّ اللَّهُ فِي صَدِّقِي شَيْئًا إِلَّا صَبَّتُهُ فِيَّ صَدِّقِي بَكْرٍ (نزہۃ المجالس صفحہ ۱۴۸) (ترجمہ) ”اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں جو کچھ ڈالا وہ میں نے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دیا۔“

نیز حدیث ہے کہ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَى بَابِهَا رِجَالٌ مِنْ أَهْلِهَا (صفحہ ۱۱۰)

(ترجمہ) ”میں علم کا شہر ہوں تو علیؓ اس شہر کا دروازہ ہیں۔“

سلسلہ نسب کی رو سے آپ حدیث دوم کے وارث تھے تو سلسلہ طریقت کے واسطے سے پہلی حدیث کے۔ اس لئے لازم تھا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جامع کمالات بنیں۔ کہ آپ کو زمانے بھر کو اپنے رشد و ہدایت سے فیض یاب کرنا تھا۔ اور آپ کے ذریعے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو رواج عام حاصل ہونا تھا۔ اسی لئے وہی طور پر آپ نے جو اسرار و رموز جلنے اور جن عوارف و معارف پر عبور حاصل کیا، ان کا کون احاطہ کر سکتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک بار ملازمت سے اعراض مجھے اورینٹل کالج لاہور میں استاد کا عہدہ پیش

کیا گیا۔ میں نے والد صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”میں نے تمہیں اس لئے نہیں لکھایا پڑھایا ہے کہ تم ملازمت کرو اور اس کے صلہ میں تنخواہ پاؤ۔ تمہاری اعلیٰ تعلیم سے میرا مقصد یہ ہے کہ تم خلق خدا کی خدمت کرو۔ دین کی تبلیغ کرو اور لوگوں کے دلوں کو نور ایمان سے منور کرو۔ رزاق حقیقی رب تعالیٰ کی ذات ہے۔ تم خلق خدا کی خدمت کرو گے تو رب العزت تمہاری اعانت فرمائیں گے۔ بس تم رمضان شریف میں مجھے قرآن مجید

سنایا کرو۔ اور باقی تمام سال مخلوق کی ہدایت و رہنمائی میں صرف کرو۔“ سارے عالم پر روشن ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر اپنے والد ماجد کے فرمان پر عمل کیا۔ اور لاکھوں بندگان خدا نے آپ کے وسیلے سے صراط مستقیم پر چلنا سیکھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جھنگ لکھیا نہ کے انور پیر صاحب حاجی عبدالرحمن کے واقعات

لحمان صاحب نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دو سو روپے نذرانہ پیش کرنا چاہا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا تو مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سفارش کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مولوی جی! میرے باپ نے مجھے علم فروخت کرنے کے لئے نہیں پڑھایا ہے۔ اور وہ نذرانہ قبول نہ کیا۔ ایسے واقعات بار بار پیش آئے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ جس جلسے میں بھی تشریف لیجاتے، اپنی جیب خاص سے زر کثیر صرف فرماتے۔ مہتممین جلسہ کی حوصلہ افزائی اور اعانت کے ساتھ اس کا رخیہ پر کار بند رہنے کی ان کو تلقین فرماتے۔ مگر ان کی جانب سے کوئی رستم قبول نہ کرتے۔

ایک بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ برکاتیر دراجپوتاد، تشریف لے گئے۔ وہاں جلسے میں شرکت فرمائی تھی۔ لیکن دوران سفر حضو کی طبیعت خراب ہو گئی تو خود جلسے میں شرکت نہ فرما سکے۔ آپ نے برادر عزیزم الحاج سید انور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی بجائے جلسے میں شرکت کے لئے بھیج دیا۔ اور سختی سے تاکید فرمائی کہ اگر جلسے والے کچھ خدمت کرنا چاہیں تو ہرگز ہرگز قبول مت کرنا۔ چنانچہ انہوں نے حکم والا کی پابندی کی۔ آپ اہل خاندان میں سے ہر ایک کو ایسی ہی تاکید فرماتے تھے۔ اور جلسوں کی شرکت پر کسی قسم کا نذرانہ قبول نہیں کرنے دیئے تھے۔

علمی تبحر آپ کے خادم غلام حسین نے بیان کیا کہ ”ایک دن شام کا وقت تھا۔ میں نے عرض کیا جناب! مغرب کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ نے التفات فرمایا۔

میں نے دوسری اور تیسری مرتبہ توجہ دلائی۔ تو آپ نے فرمایا: ”مجھے وقت کا تم سے زیادہ پتہ ہے میں نے اساتذہ کرام کی خدمت میں تیس سال کا عرصہ گزارا ہے۔ اور علوم شرعی کو بخوبی پڑھا ہے۔“ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ ایک بار میرے پاس امرتسر میں ایک پٹھان

عقد مبارک

نکاح سنت نبوی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ۔ فَتَمَّ نِكَاحُ عَنِّ مَسْنَدِي فَالَيْسَ بِمَنْجِي (مسلم شریف مع النووی صفحہ ۲۴۹۔ فتح القدیر جلد ۲۔ صفحہ ۱۲۲۲) (ترجمہ) میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ تو جو کوئی میری سنت سے ہٹے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

چنانچہ فرمانِ مصطفویٰ کی تعمیل میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماموں حضرت سید توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سیدہ امیر بیگم سے شادی کی۔ یہ نیک بخت خاتون جملہ اعمال و افعال میں شریعت کی کامل پابند تھیں۔ تہجد گزار، مہمان نواز، حلیم الطبع اور نہایت پارسا بی بی تھیں۔ خود کچی پیستیں اور دیگر امور خانہ داری انجام دیتی تھیں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں خاص مسرت محسوس کرتیں۔ اور کار و بار کے دوران بھی ذکر اور اُردو میں مشغول رہتی تھیں۔

آپ کی شادی احکام شریعت کے مطابق نہایت سادگی سے انجام پائی تھی۔ نہ گانا نہ بجانا۔ نہ شور نہ غوغا۔ واہیات رسموں اور بدعتوں سے یکسر مبرا۔ بس حکم شرعی کے مطابق خطبہ مسنونہ پڑھا گیا۔ ایجاب و قبول ہوا۔ اور وقت مقررہ پر خوش واقارب اور غربا و مساکین کو دعوتِ لیمہ میں شریک کیا گیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی چار اولادیں ہوئیں۔ تین صاحبزادگان اور ایک صاحبزادی۔ چاروں زمانہ وصال مبارک تک بہ قیدِ حیات رہے۔ ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

بیعت

بیعت کیا ہے

بیعت ایک عہد اور اقرار کا نام ہے۔ بیعت کرنا اور بیعت لینا حکم خدا اور سنتِ رسول کے عین مطابق ہے۔ اعمالِ صالحہ، اتباعِ شریعت اور بیروی سنت کی پابندی کے لئے اور منہیات و ممنوعات سے بچنے کے لئے عہد اور بیعت ہو تو یقیناً ثواب اور صواب ہے۔ قرآن مجید میں مومنین اور مومنات کے اس طرح کے عہد و اقرار کو بیعت کے نام سے یاد

آیا۔ اور اس نے کہا ”میرے ساتھ چلئے، آج ایک مجتہد کے ساتھ آپ کا مناظرہ ہے۔“ میں وہاں پہنچا تو مجتہد نے سوال کیا: ”آپ نے کتنے علوم حاصل کئے ہیں۔“ میں نے جواب دیا ”تائیں“ وہ حیران ہو کر کہنے لگا: ”علوم کی تعداد تو اتنی نہیں ہے۔ آپ گن کر بتائیے۔“ میں نے گن کر بتادیئے۔ تو وہ بولا کہ ”آپ نے علمِ صلات بتایا ہے۔ میں نہیں جانتا یہ کیا ہے، تشریح کیجئے“ میں نے جواب دیا ”نَظَرُ فِیْهِ، نَظَرُ عَلَیْهِ، نَظَرُ مِنْهُ۔ دیکھو نظر کا صلہ تبدیل ہو جانے سے معنے یکسر بدل جاتے ہیں۔

فِیْهِ کی وجہ سے نظر کے معنی غور کرنا ہوتے۔

عَلِیْهِ کی وجہ سے نظر کے معنی سبقت کرنا۔

مِنْهُ کی وجہ سے نظر کے معنی ناراض ہو جانا۔

اس پر وہ مجتہد خاموش ہو گیا۔ پٹھان اٹھ کر خوشی سے ناپ چنے کو دئے لگا، مجھے اوپر اٹھالیا۔ اور کہنے لگا۔ ”ہم جیت گئے۔ یہ اچھا مجتہد ہے، جسے علموں کی قسمیں اور تعداد بھی معلوم نہیں۔“

بھائی ذاکر علی صاحب دستگی خلیفہ مجاز بیان کرتے ہیں کہ ایک بار عرس شریف کے موقع پر دورانِ وعظ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”مجھے مع اسناد کے دس ہزار احادیث زبانی یاد ہیں۔ جس کا دل چاہے میرا امتحان کر لے۔“ سننے والے حیران ہو گئے۔

پسح ہے: روح محفوظ است پیشِ اولیا

یہ قدرت و وسعت اور حافظہ و ذہن صرف عطیہ خداوندی ہے۔ کسی علوم و دینی کمالات کا کہاں مقابلہ کر سکتے ہیں۔

ان مختصر نگارشات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علوم و فنون، اور محققات و منقولات و شریعات میں کیسی کچھ بصیرت حاصل کی تھی۔ اور کتنی طویل مدت تک تحصیلِ علوم میں سعی بلیغ فرمائی تھی۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ۔ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جسے چاہے عطا فرمائے۔

بزرگ بڑے پایہ کے کالمین میں تھے اور انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو فہم پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ لیکن حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔ اور آپ شیخ طریقت کی تلاش میں کوشاں تھے۔

انہی ایام میں شاہباز ولایت
حضرت قبلہ و کعبہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

صاحب چورہا ہی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، علی پور شریف کے قریب ہی، موضع چک قریشیاں ضلع سیال کوٹ، میں مولوی غلام نبی صاحب کے یہاں تشریف لائے۔ اطلاع ملتے ہی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت بابا جی صاحب نے کمال شفقت فرمائی۔ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل فرمایا۔ اور خاص توجہ اور مسرت کا اظہار کیا۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا جی صاحب کی خدمت اقدس میں چورہ شریف حاضر ہوئے۔ یہ آپ کی چورہ شریف میں پہلی حاضری تھی۔ جب آپس ہونے لگے تو حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دستار مبارک اتار کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھ دی۔ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور فرمایا کہ "یادِ الہی کیا کرو۔ اور لوگوں کو اللہ کا نام بتایا کرو۔"

بعض حضرات نے چہ می گوئیاں شروع کیں۔ اور شکایت کی کہ ہم عرصہ دراز سے حاضر خدمت ہیں، دن رات محنت کرتے ہیں، تعمیلِ ارشاد میں سرگرم رہتے ہیں۔ اور یہ ابھی آئے اور ابھی ان کو تہ بند عطا کر دیا گیا۔ حضرت قبلہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم بغیر اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ حافظ جی صاحب چراغ بتی تیل سب کچھ اس کا دیا ہوا ساتھ لائے تھے۔ میں نے حکم خداوندی کے مطابق چراغ کو روشن کر دیا۔" ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَن یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

حضرت قبلہ بابا جی فقیر محمد چورہا ہی رحمۃ اللہ علیہ قطب زمانہ اور
حضرت قبلہ بابا جی صاحب کے ارشاد
 کامل ولی اللہ تھے۔ شایقین کو چاہیے کہ آپ کے سوانح حیات کا مطالعہ کریں۔ حضرت قبلہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر بے حد مہربان تھے۔ اکثر باروں

کیا گیا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ خود رب تعالیٰ جن اشخاص کو مؤمن کے لفظ سے یاد فرماتے ہیں، ان کی بیعت کا بھی ذکر کرتے ہیں جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ تجدید عہد اور توثیق عہد کیلئے بھی بیعت ہوتی اور ہو سکتی ہے۔

مقدمہ میں ہم نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے اس مسئلہ کو مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ وہاں تفصیل کا مطالعہ کیجیے تاکہ ارادہ عادہ موجب ملال ہوگا۔ البتہ یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ احادیث کثیرہ اس بارے میں موجود ہیں کہ حضرت رسول اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیعت لیا کرتے تھے۔ جس کی نوعیت مختلف بھی ہوتی تھی۔ مگر ماحصل سب کا یہی ہوتا ہے کہ وہ اوامر کا اتباع اور نواہی سے احتراز کریں گے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، یہقی، ترمذی، طبرانی اور دیگر مستند کتب حدیث میں ایسی بہت حدیثیں وارد ہیں۔ جو صحیح ہیں۔ جن سے بیعت کا ثبوت ملتا ہے۔ غرض بیعت ایک طرف نص صریح سے ثابت ہے تو دوسری جانب سنت رسول سے۔ اسی لئے اُمت مسلمہ میں رسم بیعت ہمیشہ سے عام اور شایع ہے۔ اور پسندیدہ و متحسن بھی جاتی ہے۔

ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو زندگی کے معمولی کاروبار میں تو عہد، اقرار، رجسٹری، حلف اور ہر قسم کی تاکید و توثیق روا رکھتے ہیں۔ اور امور دینی اور معاملات روحانی میں عہد و بیعت کو بے ضرورت گردانتے ہیں۔ درالحالیکہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے بیعت کا وجود ہی نہیں لزوم استحسان ثابت ہے۔ البتہ یہ بھی لازم ہے کہ بیعت کے لئے صحیح شخص کا انتخاب کیا جائے شیخ میں جن صفات کا پایا جانا ضروری ہے وہ کتب تصوف میں منقول ہیں۔ اسی طرح بیعت کنندہ پر جو فرائض عاید ہوتے ہیں وہ بھی تفصیل کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ ان پر پوری طرح کاربند ہونے والوں کو یقیناً منجانب اللہ اجر عظیم حاصل ہوگا۔ اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب کامران ہوں گے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت قبلہ
والد ماجد اور اساتذہ کرام سے فیض
 سید کریم شاہ صاحب سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے نانا

حضرت سید حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے داخل تھے۔ آپ کامل ولی اللہ تھے اور آپ کا فیض عام تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد سے اپنا حصہ حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ کرام میں کئی

اور افسر شامل ہیں۔ حضور کے فیض و توجہ سے ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی جو باوجود اعلیٰ انگریزی تعلیم کے علوم دینیہ سے بخوبی واقف ہے۔ پنجاب، یوپی، حیدرآباد دکن، میسور اور دیگر مقامات پر ایسے بہت حضرات تھے جنہوں نے اپنے اپنے حوصلہ کے مطابق حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ و ارشاد کو اور آگے بڑھانے میں کارنامے انجام دیے۔ اور فیض و ہدایت کو عام کیا۔

شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

(تصنیف جناب الحاج پروفیسر مولانا حامد حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ محب از حضرت امیر ملت)

رحم اے رحیم اپنی ہی قدرت کے واسطے	دیتا ہوں تیری رحمت و رافت کے واسطے
کہ مجھ پر جسم ختم رسالت کے واسطے	صدیقہ اولیں کی صداقت کے واسطے
سلمان فارسیؓ کی ریاضت کے واسطے	قاسم بن کے اتقاء و اطاعت کے واسطے
جعفر بن کے علم و فضل و امامت کے واسطے	اور شاہ بابزیدؒ کی طاعت کے واسطے
ہاں بوہسنؒ کے غرقہ عزت کے واسطے	ہاں بوعلیؒ کے پایہ رفعت کے واسطے
یوسفؑ کے حسن فوق عبادت کے واسطے	خالقؑ کے خلق نیک و کرامت کے واسطے
عارفؒ کی حق شناس طبعیت کے واسطے	محمودؒ کے محامد خصلت کے واسطے
رہیتیؒ صاحب برکت کے واسطے	سماسیؒ ہمائے سعادت کے واسطے
میر کلالؒ تبارک کثرت کے واسطے	اور نقشبند اولؒ وحدت کے واسطے
عطارؒ عطر بریز مودت کے واسطے	یعقوبؒ اشک ریز محبت کے واسطے
احرارؒ کی فقیری و دولت کے واسطے	زاہدؒ کے زہد و ترک و قناعت کے واسطے
درویشؒ بادشاہ ولایت کے واسطے	اور مقتدرؒ راہ ہدایت کے واسطے
باقیؒ بحق فنا کن بدعت کے واسطے	شیخ احمدؒ مجدد امت کے واسطے
معصومؒ خواجہ صاحب عصمت کے واسطے	اور نقشبند ثانیؒ حجت کے واسطے
خواجہ زمیرؒ ہادی ملت کے واسطے	قطبؒ سپہر جاہ و جلالت کے واسطے

سے کہتے ”مجھ سے ملنے کو دل چاہے تو شاہ صاحب سے مل لیا کرو۔“ کبھی فرماتے ”مجھے دیکھنا ہو تو شاہ صاحب کو دیکھ لیا کرو۔“ بعض یارانِ طریقت سے کہا ”شاہ صاحب تم کو دیے ہیں۔ اب یہ تمہارے پر ہیں۔“ آپ نے یہ بھی دعا فرمائی تھی کہ ”شاہ صاحب کا کوئی ثانی نہ ہوگا۔“ ایسا بھی ہوا کہ اپنی موجودگی میں آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو عورتوں کے بیعت کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا ”شاہ صاحب مردوں اور عورتوں کے پر ہوں گے۔“ نیز ارشاد ہوا کہ ”عنقریب وہ وقت آئے گا کہ حافظ صاحب کا کوئی ثانی نہ ہوگا۔“ بعض دفعہ فرماتے ”حافظ جی کا مقام بہت بلند ہے۔“ کبھی کہتے کہ ”شاہ صاحب کے مقام کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کتنا بلند ہوگا۔“

جناب محمد اوس خاں صاحب غوری ”پنج گنج علی پوری“ میں لکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”لاہور میں حضرت چمن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے موقع پر حضور کو تمام خاندان ہائے قادریہ حشمتیہ۔ اویسیہ۔ رسولیہ کی بھی اجازت عطا کی۔ اور دیر تک دعا کرتے رہے۔“

انہی کا بیان ہے کہ ”حضور کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ حضرت قبلہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ”اب تو آپ کے غلام کے مرید قصور اور فیروز پور تک پھیل گئے ہیں۔“ حضرت بابا جی صاحب نے ارشاد فرمایا ”شاہ صاحب! حافظ صاحب کے مرید تمام ہندوستان میں ہوں گے۔“

آپ نے ارشاد شیخ کے مطابق ساری عمر تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ عالیہ توسیع سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں صرف کی۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ حضرت قبلہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیف زبان اور غوث زبان تھے۔ جو فرمادیتے تھے ویسا ہی ظہور میں آتا تھا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے بارے میں بھی ان کے ارشادات لفظ بلفظ پورے ہوئے۔ چنانچہ پشاور اور کشمیر سے مدراس اور میسور تک اور بیٹی سے کلکتہ اور دارجلینگ تک آپ کے لاکھوں مرید پھیلے ہوئے ہیں۔ بلکہ افغانستان، برما، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تک میں حضور کے غلام موجود ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور فضلاء نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ مغربی تعلیم حاصل کرنے والوں میں سے بھی لاکھوں آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ جن میں پروفیسر، ڈاکٹر، وکیل، بیرسٹر



ان کے وفور جو شش غیرت کے واسطے
ان کی عجیب قوت و بہمت کے واسطے
ان کے فیوض حلقہ بیعت کے واسطے
ان کی عطائے فخر خلافت کے واسطے

ان کی تمام آل کے محنت کے واسطے

اولاد برگزیدہ سرپرست کے واسطے

مخدوم قوم خادم ملت کے واسطے
سب اختران چرخ سیادت کے واسطے
اے خضر گم رہان ضلالت کے واسطے
دے عمر مجھ کو شیخ کی طاعت کے واسطے
دولت دے اپنے بندوں کی خدمت کے واسطے
دوں جان دین حق و صداقت کے واسطے
وال حکم فتح باب ہو جنت کے واسطے
حکم قیام جب ہو قیامت کے واسطے

یہ سب کرم ہو شاہ جماعت کے واسطے

یا رب کرم ہو شاہ جماعت کے واسطے

طفیل نقشبندان گرامی
ابھی کار مایا بد تمامی



شاہ جمال روئے طریقت کے واسطے
فیض خزانہ صمدیت کے واسطے
بابا فقیہ پیرو سنت کے واسطے
شاہ جماعت آیہ حکمت کے واسطے

ان کے کمال شان و فضیلت کے واسطے

ہاں ان کی عفت اور عدالت کے واسطے
علم حدیث و فقہ و شریعت کے واسطے
ان کی بزرگی، ان کی سیادت کے واسطے
ان کے حج اور ان کی زیارت کے واسطے
ہاں ان کی ماہیتاب سی صورت کے واسطے
ان کی جلائے طبع و قریحیت کے واسطے
ان کی فلک کمال جہالت کے واسطے
ان کی ولایت نام نہوت کے واسطے
ان کی صفا شعاری خلوت کے واسطے
ان کی ادا شناسی قدرت کے واسطے
ان کے وسیع سایہ رحمت کے واسطے
ان کے توکل اور قناعت کے واسطے
ان کے مجاہدات و ریاضت کے واسطے
ان کے خلوص و پاکی نیت کے واسطے
ہاں ان کے پند و وعظ و نصیحت کے واسطے
ہاں ان کی بے نظیر خطابت کے واسطے
ہاں ان کی نہی منکر و بدعت کے واسطے
احکام دین سے ان کی محبت کے واسطے

ان کی سخاوت اور شجاعت کے واسطے
قرآن کے حفظ اور تلاوت کے واسطے
ان کی ہدایت ان کی قیادت کے واسطے
عشق نبی میں قطع مسافت کے واسطے
ہاں ان کی آفتاب سی سیرت کے واسطے
ان کی صفائے خاطر و طینت کے واسطے
ان کی ملک خصال طبیعت کے واسطے
ان کی صلائے عام اخوت کے واسطے
ان کی وفا نگاری جلوت کے واسطے
ان کی رضا اساسی فطرت کے واسطے
ان کے رفیع پایہ رافت کے واسطے
ان کی فقری اور امارت کے واسطے
ان کی افادت اور افاضت کے واسطے
ان کے وثوق قصد و عزیمت کے واسطے
ہاں ان کے لطف و مہر و مروت کے واسطے
ہاں ان کی بے عدل فصاحت کے واسطے
ہاں ان کے امر خیر و مثر لعلیت کے واسطے
اعدائے دین سے ان کی عداوت کے واسطے

اصحاب شجرہ طیبہ کے اسمائے گرامی

۱	رسول اکرم و نبی معظم حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام	۱۰	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۹	حضرت خواجہ عبداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ
۲	امیر المؤمنین عیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۱	حضرت خواجہ محمد عارف دیوگری رحمۃ اللہ علیہ	۲۰	حضرت خواجہ محمد زاہد دخشی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت خواجہ قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ
۳	سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۲	حضرت خواجہ محمد انجیر فخزوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	حضرت خواجہ درویش رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت خواجہ حافظ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۴	سیدنا حضرت قاسم ابن محمد ابن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ	۱۳	حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲	حضرت خواجہ محمد مقتدی اکملی رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
۵	سیدنا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۴	حضرت بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت خواجہ محمد باقی بالہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت بابا فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵	حضرت خواجہ میر کللال رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سہمندی رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۶	حضرت خواجہ ابو الدین بخاری نقشبند اول رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت خواجہ محمد معصوم عزیزہ الوثقی رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت ابو علی فارسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	حضرت خواجہ علاء الدین عطارد رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبند ثانی رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت امیر ملت قبلہ عالم مجدد دوران سید جماعت علی شاہ شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۸	حضرت مولانا یعقوب چرخمی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت خواجہ محمد علی نقشبند ثانی رحمۃ اللہ علیہ		

شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ

انہما جناب سٹر محمد کرم آہی صاحب بی ایل ایل بی۔ ایڈووکیٹ سیالکوٹ
خلیفہ مجاز حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز

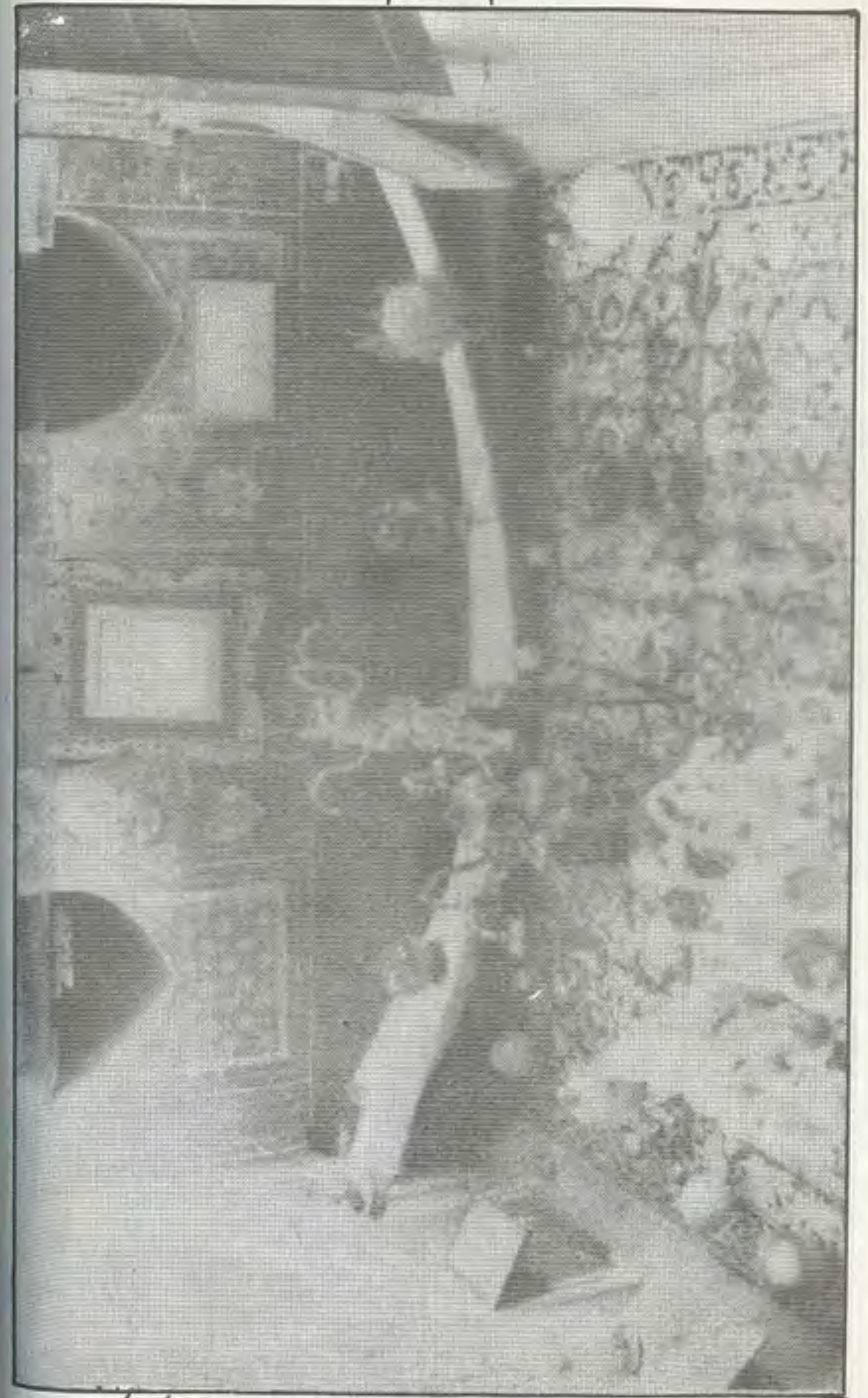
اے خدا دارین میں خیر اور فی کا ساتھ ہو
حضرت صدیق و سلمان قاسم ذی القفا
بایزید و ابو الحسن بوالقاسم و شہ ابو علی
عبد خالق غجدوانی عارف و محمود کا
حضرت بابا ساسی سید میر کللال
خواجہ عطار و یعقوب و عبید اللہ ولی
خواجہ درویش و امکنلی محمد مقتدا
اور مجدد الف ثانی خواجہ معصوم کا
خواجہ قطب الدین اشرف شہ جمال اللہ ولی
خواجہ نور محمد بابا تیراہی فقیہ
میر ملت بغوث اعظم اور قیوم نزل
عارف کامل ولی و متقی پر سید کار
بہر حسین و علی و سیدہ خیر النساء

شافع اعظم حبیب کبریا کا ساتھ ہو
جعفر صادق امام الاصفیا کا ساتھ ہو
یوسف سہدانی یوسف لقا کا ساتھ ہو
اور عزیزان علی حق منسا کا ساتھ ہو
شہ بہاؤ الدین شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو
خواجہ زاہد محمد پارسا کا ساتھ ہو
حضرت باقی باللہ با خدا کا ساتھ ہو
حجۃ اللہ اور زبیر اولیا کا ساتھ ہو
سید علی شہ فیض اللہ شاہ کا ساتھ ہو
شہ جماعت علی مقتدا کا ساتھ ہو
اس مجدد عصر صدر اولیا کا ساتھ ہو
شہ محمد حسین شاہ اتقیا کا ساتھ ہو
روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو

جملہ یاران طریقت کا بروز حشر بھی
نقشبندی سلسلے کے اولیاء کا ساتھ ہو

سیرتِ طیبہ

حلیۃ مبارکے — لباس — غذا — اخلاق حسنہ
 تقویٰ — جو روح — توکل —
 فرستے مومن — معمولاتِ مبارک — اتباعِ شریعت و سنت
 پیرائے عظمیٰ اور ساداتِ کبریٰ کی خدمت — حج و زیارت
 بارگاہِ رسالت میں قرب



مسجد نور کا اندرونی منظر (مچلی کا کانٹا بطور شہتیر استعمال کیا گیا ہے)

لباس

آپ ہمیشہ سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ کرتا چکن کا اور شلوار قمیٹی لٹھے کی ہوتی تھی۔ سفید تنزیب کا کرتا بھی کبھی کبھی زیب تن فرمایا ہے۔ عمامہ دس گز باریک ململ کا ہوتا تھا۔ پوٹو ہار کا زری کا قمیٹی جوتا پاؤں میں ہوتا تھا۔ گرمیوں میں جرابیں نہیں پہنتے تھے۔ معتدل موسم میں عدن سے آئی ہوئی برودیائی اور ڈھتے تھے۔ کبھی مدینہ منورہ سے لایا ہوا کھدر کا لباس بھی جاڑوں میں زیب تن فرماتے تھے۔

سرد موسم میں واسکٹ اور وایکونائی سیاہ شیریانی پہنتے تھے۔ آخر عمر میں بانات کی شیریانی بھی پہنی ہے۔ زیادہ سردی میں شیریانی کے اوپر سمور کی واسکٹ اور پوستین پہن لیتے تھے۔ جاڑوں میں کابل یا کشمیر کا ڈھتہ بھی اوڑھتے تھے۔ ادھیڑ عمر میں سفید پشمینہ کا لباس بھی جاڑوں میں پہنا ہے۔ سرمایاں سبز رنگ کے پشمینہ کی پگڑی باندھتے تھے جس کے دونوں کناروں پر کشمیری کا ہوتا تھا۔ آخر عمر میں یہ چھوٹ گیا تھا اور جاڑوں میں بھی ململ کی پگڑی ہی باندھتے تھے۔ سردی میں سفر و حضر میں چمڑے لے موزے (منغلین) استعمال فرماتے تھے۔ کبھی زیادہ سردی میں کبل بھی اوڑھ لیتے تھے۔ آپ کا بستر گداز اور نرم ہمیشہ زمین پر ہوتا تھا۔ البتہ گرمیوں میں اول شب میں کوٹھے پر پلنگ کے اوپر استراحت فرماتے تھے۔

غذا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نہایت سادہ غذا تناول فرماتے تھے۔ بارہ مہینے حضور کی غذا مرغی کا شوربا۔ پھلکا اور خشک ہوتی تھی۔ شہد بہت مرغوب تھا اور اسی طرح سستی بھی۔ دونوں وقت کھانے کے ہمراہ استعمال فرماتے تھے۔ دن کے کھانے کے ساتھ دہی بھی ضرور تناول فرماتے۔ نہار منہ دودھ نوش جان فرماتے۔ گرمیوں میں بکری کا اور جاڑوں میں عموماً بھینس کا۔ گرم گرم نوش فرماتے تھے۔ جاڑوں میں سرسوں کا ساگ بہت مرغوب تھا۔ کھانے کے وقت مکھن کے ساتھ متن اول

حلیہ مبارک

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ موزوں، متناسب اور مائل بر بلندی۔ جوانی میں اعضا سڈول اور مضبوط تھے مگر ضعیفی میں لاغر و نحیف ہو گئے تھے۔ جوانی میں سرخ و سفید تھے۔ پیری میں بھی چہرے کی صباحت و نظارت قائم تھی۔ سر بڑا، پیشانی کشادہ و بلند اور اس پر نہایت خفیف سجدے کے نشان۔ گردن بلند اور ناک اونچی تھی۔ آنکھیں متوسط اور روشن اور پتلی سیاہی مائل۔ لب پتلے اور دہن متوسط و خوبصورت۔ تبسم میں صرف آگے کے دانت نظر آتے تھے کبھی آواز سے نہیں بنے، خوش طبعی کے موقع پر بھی تبسم فرماتے تھے۔ کندھے اٹھے ہوئے اور سینہ کشادہ تھا۔ دانت سفید تھے۔ نوے سال کی عمر تک اتنے مضبوط رہے کہ خود گنا چھیل کر چوستے تھے۔ ہاتھوں کی انگلیاں پتلی، نرم اور دراز تھیں۔ ٹانگیں مضبوط اور توانا۔ میلوں چلتے اور نہ تھکتے۔ عالم ضعیفی میں البتہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔

سر کے بال استرے سے منڈواتے تھے، اس لئے کبھی بڑھے ہوئے نظر نہ آئے۔ بائیں ہاتھ کی بندھن چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے جس پر ایک نگینہ ہوتا تھا۔ جسم مبارک اور اعضا اس قدر قوی و توانا تھے کہ دبائے والے پسینہ پسینہ ہو جاتے۔ بلکہ ایسے میں بھی باتیں کرنا اور ٹٹلے سنانا جاری رہتا۔ اور آواز میں لرزش تک نہ آتی۔ آواز دھیمی اور مدہم تھی۔ مگر بڑے سے بڑے مجمع میں سنی جاتی تھی۔ گفتگو اور تقریر آیات قرآنی، احادیث نبوی، اشعار، امثال، شواہد سے مزین ہوتی۔ اور ایسی پرتاثر کردلوں میں اُرتی چلی جاتی تھی۔ چلتے تھے تو درمیانہ رفتار سے چلتے تھے۔ مگر تیز رفتار والے بھی آپ سے پیچھے رہ جاتے تھے۔ ریش مبارک سنت نبوی کے مطابق تھی۔ کبر سن میں مہندی استعمال فرماتے تھے۔ اس لئے دائری خوب سرخ نظر آتی تھی۔ سن کہولت سے آخر عمر تک ہلکا اور خوب صورت عصا راہ چلنے میں ہاتھ میں رکھتے تھے۔

نذرانے کے طور پر پیش کی جانے والی چیزوں میں اگر مال حلال نہ ہونے کا شائبہ برابر شبہ بھی ممکن ہوتا تو ہرگز نذرانہ مقبول نہیں فرماتے تھے۔

اخلاقِ حسنہ

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اخلاقِ کریمانہ اور صفاتِ حسنہ سے متصف تھے۔ آپ اپنے جملہ اعمال و اقوال میں صاحبِ خلقِ عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ کا کامل اتباع فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ خود اخلاقِ نبویہ کے پرتو سے مومن کامل کی صفات سے آراستہ ہو گئے تھے۔ اس کتاب میں جا بجا آپ کے محامد کا ذکر ہوا ہے، کچھ عاداتِ اخلاق کا ذکر یہاں اس عنوان کے تحت بھی کیا جاتا ہے۔

شفقت و مدارات | آپ اپنا ہوا یا غیر ہوا ایک کے ساتھ انتہائی شفقت اور مدارات سے پیش آتے تھے۔ مہمان داری اور مہمان نوازی آپ کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی۔ اور یہ خصوصی برتاؤ غیر مسلموں تک عام تھا۔ جو بھی آپ کے پاس حاضری دیتا فیضِ عام سے مستفید ہوتا تھا۔ ہر کس و نا کس کے ساتھ آپ خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے اور سب کی یکساں خاطر مدارات فرماتے تھے۔ یارانِ طریقت کے ساتھ ایسا مہمانہ و شفقتانہ برتاؤ فرماتے کہ آج تک سب ہی محسوس کرتے ہیں کہ مجھ پر سب سے زیادہ شفقت فرماتے تھے۔

جود و سخا و ضبط و تحمل | آپ کے جود و سخا کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی کوئی سائل اور محتاج تو دوسروں سے قرض لے کر ضرورتِ مندی کی ضرورت اور سائل کا سوال پورا فرماتے۔ درودِ مندی اور غمخواری کا یہ عالم تھا کہ خود جاکر دوسروں کی مشکلات حل کرتے اور ان کو تسلی و تسکین دیتے تھے۔ ضبط و تحمل اور صبر و استقلال اس درجہ تھا کہ کسی مخالفت، عناد اور مصیبت کے وقت بھی ہائے استقامت میں لغزش نہ آتی۔ بلکہ دشواریاں جتنی زیادہ اور مقابلہ جتنا سخت ہوتا آپ کا

فرماتے تھے۔ ساگ کو سکھا کر رکھ لیتے جو دوسرے مومنوں میں پکاتے کھاتے تھے۔ رس کی کھیر درسا دل بھی پسند تھی۔ دہی کے ساتھ تناول فرماتے۔ گنا پسند فرماتے تھے۔ اور خود منہ سے چھیل چھیل کر کھاتے۔ جب تک و انت قائم رہے یہ عادت مبارک جاری رہی۔ رس نکھو کر نوش فرماتے۔ اور پسند کرتے تھے۔ اسی طرح گاجر بھی بہت مرغوب تھی۔ کدو کش میں کسوا کر اس کا گجڑا پکواتے اور تناول فرماتے تھے۔ گاجر میں کس کے اور سکھا کے رکھ لی جاتی تھیں۔ تاکہ دوسرے مومنوں میں گجڑیے کے کام آئیں۔ کھانے کے وقت تھوڑی سی مٹی کھانا بھی مرغوب خاطر تھا۔ ضرورتِ تناول فرماتے۔ شلغم پسند تھے۔ عموماً سالن میں شلغم ڈالتے تھے۔ ہر لیسہ مرغوب خاطر تھا۔ لیکن پسند فرماتے تھے۔ کسٹر ڈکی کھیر بھی شوق سے تناول فرماتے تھے۔

گرمیوں میں آپ کو کدو بہت پسند تھا۔ اس لئے سالن میں ڈالا جاتا تھا۔ کدو کش میں کسوا کر کدو کی کھیر بھی تیار کرواتے اور شوق سے تناول فرماتے۔ پھلوں میں آم بہت مرغوب تھا۔ اسی طرح انٹناں، لیمو، خربوزہ اور تربوز (ہندوانہ) پسند فرماتے تھے۔ سالن میں سکھایا ہوا سرسوں کا ساگ پکواتے۔ ورنہ خرفہ کا ساگ بھی شوق سے تناول فرماتے تھے۔

جیسا کہ دوسرے مقامات پر ذکر آئے گا، حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ قہوہ نوش جان فرماتے تھے۔ اور وہ بھی ہمیشہ تلخ (بغیر شکر چینی کے) استعمال فرماتے تھے۔ کالی چائے کبھی پیتے نہیں دیکھا۔ دودھ کی چائے نوش فرماتے تو سبز چائے ہوتی۔ جسے عرف عام میں کشمیری چائے کہتے ہیں۔ حضور کے قہوہ میں عام طور پر اورک بھی ڈال دیا جاتا تھا۔ نیز حضرت کی بیالی میں عنبر کی ایک چھوٹی سی ڈلی بھی ڈالی جاتی۔ اگر کسی اور کو قہوہ عطا فرماتے تو وہ عنبر کی ڈلی نکال لی جاتی۔

شلغم کا اچار بہت مرغوب تھا۔ اورک کا مرتبہ اور زیتون کا اچار بھی پسند خاطر تھا۔ آم کا اچار اور چٹنی بھی رغبت سے تناول فرماتے تھے۔ دوسرے اچار بھی کبھی کبھی استعمال فرماتے ہیں۔ ذبیحہ میں خصوصی احتیاط مد نظر ہوتی تھی۔ جب تک یہ اطمینان نہ ہو کہ ذبح کرنے والا نمازی اور متقی ہے ہرگز گوشت استعمال نہیں فرماتے تھے۔ بے نمازی، ہندو اور دوسرے غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہوئی کوئی چیز ساری عمر بھی تناول نہیں فرمائی۔ دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے بتا کر منع فرماتے تھے۔

آپ ہرگز برداشت نہ فرماتے اور طرح طرح سے روکتے ٹوکتے تھے۔ اگر کوئی بد بخت باز نہ آتا تو حضور عملی طور پر سختی فرماتے۔ اور یہ سب اللہ رسول اور شریعت کی خاطر ہوتا۔ ذاتی طور پر آپ مجسم افت و شفقت تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت اپنی چھت پر کھڑی ہوئی زور زور سے گالیاں بک رہی تھی حضور نے فرمایا کیس کو بُرا بھلا کہہ رہی ہے۔ غور فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ آپ ہی کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی کر رہی تھی۔ ارشاد فرمایا ”دروازہ بند کرو۔ اللہ اس کو ہدایت دے“ اس وقت حضور کی خدمت الایں بہت لوگ حاضر تھے، وہ سب کرم و رافت کے اس عظیم مظاہرے سے بے حد حیران و متاثر ہوئے۔

در حقیقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اشدّاء علی الکفّار رحماء و بینہم کی صیح مثال پیش فرماتے تھے۔ گوجرانوالہ کے خطیب مولوی عبدالعزیز صاحب فالج میں بیمار ہو گئے۔ ان کی بیماری نے طول کھینچا تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی غلطیوں اور گستاخیوں کی معافی طلب کی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”مولوی صاحب! مجھے آپ سے کوئی ذاتی رنجش نہیں ہے۔ نہ ہی مجھے آپ کی کوئی بات یاد ہے۔ البتہ آپ نے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک میں گستاخیاں کی ہیں۔ اس لئے آپ اللہ تعالیٰ سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی طلب کیجئے۔ میں بھی آپ کے لئے دعا کروں گا۔“ اس کے بعد مجھے طلب کیا اور حکم دیا۔ مولوی صاحب بیمار ہیں۔ ان کا علاج کراؤ۔ ان کی تیمارداری اور خدمت گزاری کرو۔ مولوی صاحب کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ مولوی صاحب آپ کے خلق و کرم سے بے حد متاثر ہوئے۔ اپنی غلطیوں اور قصوروں سے تائب ہوئے۔ اور فلاح دارین حاصل کی۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیال کوٹی سے حضور نے جس لطف و کرم کا اظہار کیا وہ دوسرے مقامات پر آیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلق عظیم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مولوی ابراہیم صاحب کے داماد اور بھتیجے عبدالقیوم صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول۔ پسرور علی پور سیداں آئے تو کس طرح ان کی اصلاح فرمائی اور ان کا اجڑا گھر بسایا، یہ بھی اپنی جگہ پر درج ہوا ہے، اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ کی جھلک پیش کرتا ہے۔ افغانستان کے سفر میں آئے گا کہ آپ گورنر قندھار اور نادر شاہ بادشاہ سے

حوصلہ بھی اتنا ہی بلند اور عزم اتنا ہی رسخ ہو جاتا تھا۔ ترنٹارن جا کر سکھوں کے عظیم اجتماع میں حقانیت اسلام پر بڑے دھڑکتے سے وعظ فرمایا اور ذرا پاک نہ کیا۔ خلافت، فتنہ ارتداد اور قیام پاکستان کے ادوار میں آپ کی خدمات اور خطبات اس اعتبار سے یادگار حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا ذکر آگے آئیگا۔

بیباکی و جرات

مذہبی معاملات میں مداخلت یا اسلام کی مخالفت میں کہیں سے بھی آواز آتی تو آپ پورے اہتمام سے تحفظ مذہب اور حفاظت شعائر اسلام کے لئے سینہ سپر ہو جاتے اور کسی قسم کی مخالفت اور طاقت سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ جب ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں سارڈنل پیش ہوا ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ کم عمری کی شادیاں خلاف قانون قرار دی جائیں۔ اور اس عمل کو تعزیرات ہند کی رو سے قابل سزا گردانا جائے، تو آپ نے اس کے خلاف بیانات جاری کئے۔ اور حکومت ہند کو کھلا الٹی میٹم دیا کہ ”اگر اس بل کو قانونی شکل دی گئی، تو فی الفور میں اپنے لاکھوں مریدین کو حکم دوں گا کہ اپنے صغیر سن بچوں کی اسی دشا دیاں کر دیں۔ یہ مداخلت فی الدین ہے جسے ہم کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے“

حج و زیارت کے عنوان کے تحت مدینہ منورہ میں سرکاری امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے سلسلے میں مدینہ شریف کے گورنر سے آپ کے ٹکرنے کا ذکر آگے آئے گا۔ اسی طرح حضور نظام دکن کو بر ملا ٹوکنے میں آپ نے جس جرات کا اظہار فرمایا وہ بھی بیان ہوگا۔ غرض دینی مسائل اور شعائر اسلام کے معاملے میں آپ کبھی کسی مصلحت اور تامل کے قائل نہ تھے۔ اور بے محابا جرات مندانہ اقدام فرماتے تھے۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی کردار عظیم کے لئے کہا ہے۔

بندۂ مومن کا دل ہم ورجا سے پاک ہے۔ قوتِ فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

نیز علامہ کا یہ شعر بھی آپ ہی کے حسب حال ہے۔

ہو مجمع یاراں تو برہنہ کی طرح نرم زرم حق و باطل ہو تو فولا دہے مومن

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز از روئے توارث نیز مہرببت ایزدی سے خلق عظیم کے رتبہ بلند پر فائز تھے۔ کافر بھی آپ کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جاتے تھے اور ہزاروں لاکھوں ڈانواں ڈول مسلمان آپ کی رفق و ملامت اور رافت و شفقت کے گردیدہ ہو کر صالح اور دیندار بن جاتے تھے۔ خلافِ شریعت کوئی بات

مگر تصوف میں عزیمت پر عمل کرنا واجب ہے۔ ورنہ ولایت سلب ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ولایت کی دو شرطیں ہیں۔ ایک ایمان دوسرے تقویٰ۔ فرمان خداوندی ہے: **الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ** (ترجمہ) ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو تقویٰ کرتے ہیں“ اسی لئے تصوف کی رو سے مشکوک اور مشتبہ چیز سے پرہیز لازم ہے۔ یہی تقویٰ ہے۔ تقویٰ نہ تو ولایت کہاں!

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پابندی شریعت اور اتباع سنت کے ساتھ ہی تقویٰ پر عامل اور کاربند تھے۔ اور مدت الحمر خلافت احتیاط اور مشکوک عمل سے پرہیز فرماتے رہے۔ کھانے پینے میں نیز استعمالی چیزوں میں ہمیشہ طہارت، پاکیزگی اور تقویٰ آپ کا معمول رہا۔ اور آپ کے فیض سے آپ کے ادنی غلام بھی پابند شریعت اور پرہیزگار بن گئے۔

حضور والا ہمیشہ پاک اور صاف کپڑوں سے نماز ادا فرماتے تھے۔ یوں بھی ہمیشہ آپ کے کپڑے صاف شفاف ہوتے تھے مگر نماز میں اس کا اور بھی زیادہ اہتمام ملحوظ ہوتا تھا۔ پسینہ زیادہ آجائے تو فوراً غسل فرما لیتے اور ارشاد ہوتا کہ پسینے میں بو ہوتی ہے۔ خوشبو پسند تھی۔ عطر اور خوشبو کا استعمال عموماً فرماتے تھے۔

کھانے میں احتیاط کھانا پکانے کے برتن، پانی کے ظروف، چلے کا سامان، وضو کا لوٹا، لباس، دوسرے کپڑے سب ہر طرح پاک و صاف ہوتے۔

اور آپ کے لئے بالکل الگ رکھے جاتے۔ کسی غیر محتاط شخص کو ہاتھ لگانے سے بھی سختی سے منع فرماتے۔ جن اصحاب کا پاک و صاف ہونا درجہ یقین کو پہنچا ہوتا صرف وہی آپ کے استعمال کی چیزوں کو اٹھاتے، چھوتے اور رکھتے تھے۔ ہندوؤں کا پانی اور ان کی پکائی یا تیار کی ہوئی کوئی چیز آپ نے کبھی استعمال نہیں کی۔ خود بھی کامل احتراز فرماتے اور تمام پیر بھائیوں کو بھی ہندوؤں کی ہر چیز سے کامل پرہیز اور احتراز کی شدید داشتہ تاکید کرتے تھے۔

کھانا دسترخوان پر آنے سے قبل لازم تھا کہ سب ہاتھ دھوئیں۔ آپ کھانے کے لئے ہاتھ صاف تو کپڑے سے نہ پونچھتے اور دوسروں کو بھی یہی ہدایت فرماتے۔ کھانے کے بعد خود بھی صابن سے ہاتھ دھوتے اور دوسروں کے ہاتھ بھی صابن سے دھواتے اور پاک تولیہ سے ہاتھ خشک کرتے۔

کیسی ملاحظت سے پیش آئے اور ان کو اپنے خلق عظیم سے کس طرح گرویدہ بنایا۔ آپ کی حیات طیبہ میں ایسے ہزاروں واقعات پیش آتے رہے ہیں۔ کچھ کا ذکر اس کتاب میں بھی مناسب مقامات پر کیا گیا ہے۔ اعادہ و تکرار سے بچنے کے لئے یہاں محض اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

خدمت و ایثار مسجد، مدرسہ اور دوسرے فلاحی اداروں کے قیام اور تعمیر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حد درجہ اہتمام مقصود ہوتا تھا۔ اور تعمیر کے موقع پر مزدوروں کے ساتھ مل کر خود بھی کام کرتے تھے۔ موضع ہمیس ضلع لائل پور کی مسجد میں آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی۔ اور لوگوں کے ساتھ دوسرے کاموں میں لگے رہے۔ سادھو کے تحصیل ناروال کی مسجد کی تعمیر کے وقت پختہ اینٹیں خود اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ علی پور سیداں ریلوے اسٹیشن کی مسجد اور سرائے کی تعمیر میں آپ نے خود مزدوروں کے ساتھ کام کیا۔ علی پور شریف کی مسجد نور کی تعمیر کے دوران آپ خود دوسرے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لائے، پتھر کی رگڑانی میں مزدوروں کے ساتھ شریک کار بنے اور دوسرے بہت سے کام اپنے ہاتھ سے انجام دیے۔ اگر کوئی شخص آپ کا کام خود سر انجام دینے کے لئے آگے بڑھتا تو آپ اسے نہ کرنے دیتے۔ اور فرماتے ”تم اپنی قبر میں جاؤ گے میں اپنی میں“ غرض مکارم اخلاق، خلق و مدارات، خدمت و تحمل، سخاوت و ایثار، عزیمت و استقامت تواضع و مہمان نوازی آپ کے ایسے ممتاز اوصاف تھے کہ دشمن بھی متاثر ہوتے اور مخالف بھی رام ہو جاتے تھے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہزاروں غیر مسلم صرف آپ کے خلق عظیم اور اخلاق کریمانہ کی بدولت دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔

تقویٰ

شرعیات و طریقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے کامل پابند اور سنت کے پکے متبع تھے۔ آپ سے زیادہ کوئی کیا جان سکتا تھا کہ شریعت کی حقیقت پر عمل کرنے کا نام تصوف ہے۔ ترک شریعت یا خلاف شرع کیا تو وہ تصوف نہیں زندہ ہے۔ شریعت کی حد یہ ہے کہ انسان دلی تسلی سے یقین حاصل کرے۔ اگر سہواً غلطی ہو جائے تو معاف ہے۔

وضو اور استنجا

حضور والا استنجا دہرا کرتے تھے۔ اول مٹی کے ڈھیلے سے پھر پانی سے۔ دونوں کام ایک ساتھ انجام دیتے اور سفر و حضر میں اس کا التزام رکھتے۔

فارغ ہو کر واپس آتے تو صابن سے پھر ہاتھ دھوتے۔ اسی طرح وضو کے بعد آپ گیلے پاؤں جوتے میں نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ چمڑا گھبرا ہو جانے کے بعد مشکوک ہو جاتا ہے۔ لکڑی کی کھڑاں جس پر نواڑ کی پٹی لگی ہوتی تھی وضو کے لئے استعمال فرماتے تھے۔

پانی کی احتیاط

کنوئیں سے پانی نکالنے کے لئے آپ ہر ڈول استعمال نہیں کرتے تھے۔ بھلاؤں کے شیخ فضل دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ صحیح ذبح کئے ہوئے جانور کی

کھال خود اپنے گھرا ہتمام کے ساتھ پکوا کر ڈول تیار کر کے لاتے تھے تو وہی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اسی طرح جس کنوئیں میں سے ہر کس و ناکس اچھے برے ظروف سے پانی نکالتا ہو اس کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے۔ پانی بھرتے وقت ڈول میں ہاتھ ڈالنے سے بھی منع فرماتے۔ اسی طرح آپ اس بات کو بھی خلاف احتیاط فرماتے کہ جہاں پاؤں رکھے جاتے ہوں وہیں ڈول رکھا جائے۔

مستبرک جانماز

آپ جس جانماز پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے وہ پچیس سال حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ کے استعمال میں رہ چکا تھا۔ حضرت آغا صاحب

روضہ مطہرہ کے چابی بڑا تھے، ان کا ذکر حج و زیارت کے باب میں آچکا ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ پچیس تیس سال اسی جانماز پر نماز پڑھتے رہے۔ اب یہ جانماز بطور تبرک برادر م عزیز مجاہد فیض سید پیر حیدر حسین شاہ صاحب کے پاس رکھا ہے۔

ریل کے سفر میں احتیاط

ریل کے سفر میں سیٹ کو صاف کروانے کے اس پر اپنا پاک کپڑا بچھواتے تب تشریف رکھتے۔ یارانِ طریقت کو بھی مشکوک

چیزوں کے استعمال سے منع کرتے، اور نماز کے لئے تو خصوصیت سے تاکید فرماتے کہ ہرگز مشکوک چیز پر نہ ادا کی جائے۔ ایک بار ایسے ہی ایک موقع پر صوفی غلام رسول صاحب زرگر کو تین دفعہ نماز لٹانے کا حکم دیا اور آئینہ کے لئے سختی سے احتیاط کی تاکید فرمائی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ صرف اپنے خادم خاص کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا تناول فرماتے تھے۔

دعوتوں میں آپ میزبان کو ہدایت کرتے کہ میرا خادم آئے گا اور تم سے خشک جنس لے کر خود میرے لئے پکائے گا۔ یارانِ طریقت میں سے بعض حضرات اور خلفاء جن کے یہاں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض و توجہ سے کامل احتیاط برقی جاتی تھی، ان کے پیش کردہ کھانے کو البتہ اولوشن فرما دیتے تھے۔ ریل گاڑی اور بحری جہاز میں بھی یہی خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ اس عمل میں یہ راز مضمر تھا کہ آپ نے مدتِ عمر تما کو نوش اور بے نمازی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا نہیں تناول فرمایا۔

بازار کی چیزیں

اسی طرح حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بازار کا عام گوشت خرید کر نہیں کھاتے تھے۔ نہ مہمانوں کے لئے ایسا ہونے دیتے تھے۔ علی پور شریف میں جو

قصاب آتا وہ عادت مبارک سے واقف ہوتا۔ اس لئے اپنا بکر احافظ رحمت علی صاحب یا مدرسہ نقشبندیہ کے کسی مدرس سے ذبح کراتا تو آپ اس سے مہمانوں کے لئے گوشت خرید لیتے۔ ورنہ مہمانوں کے لئے بھی مرنع ذبح کراتے تھے۔

ایک دفعہ لائل پور میں ایک پیر بھائی شکار مار کے لایا۔ میں نے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا "اگر حاجی مہر عبدالحق نے فرج کیا ہے تو پکالو، کھالیں گے۔ ورنہ اسی کو واپس کر دو۔ وہ اپنے گھر پکا کر بچوں کے ساتھ کھالے۔ پتہ نہیں اس نے درست ذبح کیا ہے کہ نہیں؟"

آپ نے کسی دوکان دار کے ہاتھ کی بنائی پکائی ہوئی کوئی چیز کبھی تناول نہیں فرمائی اگر پیر بھائیوں میں سے کوئی دوکان دار پکی و پاکیزگی کا پورا لحاظ کر کے کوئی چیز تیار کر کے لاتا تو آپ قدرے تناول فرما لیتے۔ البتہ مدینہ منورہ کی دوکانوں کی بنی ہوئی چیزیں تناول فرمانے میں کوئی تاثر نہ کرتے اور فرماتے "یہاں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں۔ یہاں جتنا پیٹ بھر کر کھائیں حضور خوش ہوں گے؟"

تلخ ہتھوہ

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ زیادہ تر ہتھوہ استعمال کرتے تھے جس میں رازیہ

تھا کہ دوسرے مقامات پر غیر مشکوک دودھ دستیاب ہونا یقینی نہ ہوتا تھا۔ آپ نے بے نمازی یا تما کو پینے والے کے ہاتھ کا دودھ کبھی عمر بھر استعمال نہیں فرمایا۔ سفر میں اگر اپنا آدمی خود جاکر پاک و صاف برتن میں دودھ دوہ کر لاتا تو استعمال کر لیتے تھے۔ اسی طرح اگر

کوئی نیک نمازی پر بہن اپنے گھر کا صاف ستھرا کھیلا کر پیش کرتی، اور اطمینان دلاتی کہ اس نے اس کی تیاری میں پوری احتیاط برتی ہے تو آپ استعمال فرماتے۔ ورنہ سفر میں ہمیشہ گھر کا تیار کیا ہوا کھیلا آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور ختم ہو جاتا تو آپ اور منگوا لیتے تھے۔

آب جاری

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ دریا، نہر، نل یا چلتے کنوئیں کا پانی استعمال فرماتے تھے۔ علاقہ میرپور (آزاد کشمیر) جانا ہوتا تو آپ پانی کے گھرے ساتھ لے جاتے تھے، کیونکہ وہاں دریا یا چلتے کنوئیں کا پانی دور دور تک دستیاب نہیں ہوتا تھا۔ بھائی ذاکر علی صاحب رہنکی خلیفہ مجاز نے بیان کیا کہ جب رہنک میں حضرت ہمارے گھر مہمان ہوتے تو والد صاحب (یعنی حضرت حافظ جی انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) چھ سات میل دور سے تانگہ یا گڈے پر نہر کا پانی منگواتے۔ اور یہ اہتمام کرتے کہ وہیں سے پانی کے برتن پر ڈھکنا ڈھک کر اور منہ پر کپڑا باندھ کر لایا جاتا کہ کسی قسم کا شبہ نہ پیدا ہو۔

گھر پر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بڑی حوصلی والے کنوئیں کا پانی استعمال کرتے تھے آپ کے شیخ طریقت حضرت بابا فقیر محمد صاحب چوڑا ہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ”شفا“ فرمایا ہوا ہے۔ اس پانی کے استعمال سے بے شمار مرضیں شفا یاب ہوئے ہیں۔ اس کنوئیں سے پانی نکلنے میں بھی آپ پاکیزگی کی پوری احتیاط ملحوظ رکھتے۔ کبھی کبھی اس کنوئیں کا پانی نکلوا کر اس کو صاف بھی کرواتے رہتے تھے۔

بے نمازی اور تماکو نوش سے پھیر

بے نمازی کے ہاتھ کی پکانی ہونی چیزوں سے یا اس کی جھوٹی چیز سے کامل پرہیز فرماتے بے نمازی کا جھوٹا کیا ہوا برتن جب تک اچھی طرح پاک صاف نہ کر لیا جائے استعمال نہ کرتے۔ حقہ، سگریٹ، سگار سب کے پینے سے سختی سے منع فرماتے۔ اور تماکو نوش کرنے والے کے جھوٹے سے خود بھی پرہیز کرتے اور تمام پیر بھائیوں کو بھی پرہیز کی سخت تاکید فرماتے۔ نئے کپڑے نیا کپڑا ہمیشہ دھو بی سے دھلا کر پہنتے تھے، اور یاران طریقت کو بھی ایسا کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ ہر شہر میں آپ کے کپڑے دھونے کے لئے خاص پیر بھائی مقرر تھے۔ صرف انہی کے دھوئے ہوئے کپڑے آپ استعمال کرتے تھے۔ وہ

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق بیتے ہوئے پانی یا ٹکے سے دھوتے، پاک رستی پر سکھاتے، غرض کامل احتیاط کرتے اور پاکیزگی کا لحاظ رکھتے۔ یہی صورت حجامت کی ہوتی تھی کہ جب تک کوئی نیک مسلمان حجام نہ ملتا آپ حجامت نہ بنواتے۔ سفر میں بعض دفعہ دھو بی اور نائی کے معاملے میں کافی دشواری کا سامنا ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت نجفی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی کہتے تھے کہ جنگور میں مسلمان دھو بی اور حجام ایک نہ ہی تھے۔ اور وہ بڑی مشکل سے ہاتھ آتے تھے۔ مسلمان حجام کو بھی حکم دیتے کہ اپنے سارے اوزار اچھی طرح پاک کرے اور خوب دھو کر ہاتھ پاک کرے۔

شکر اور گڑ

آپ شکر اور گڑ صرف اپنے گھر کا تیار کر لیا ہوا استعمال کرتے تھے۔ گھر پر گڑ خاص اہتمام سے تیار کیا جاتا تھا۔ بیلنے کے اوپر خاص پردہ ہوتا کہ کتے کے منہ لگانے کا احتمال بھی نہ ہو۔ اس پردے کو اتار کر بیلنے کو خوب دھو کر پاک صاف کیا جاتا۔ دوسرے برتن کو نچتہ مکان میں بند ہوتے مگر ان کو بھی خوب دھویا جاتا۔ نمازی اور پرہیز گار درویشوں کے علاوہ کوئی دوسرا گڑ کی تیاری میں ہاتھ بھی نہیں لگاتا تھا۔

ابتدائی زمانے میں آپ نے چینی بنانے کی مشین بٹالہ سے منگوا کر گھر میں لگوائی تھی صفائی اور پاکیزگی کا پورا اہتمام کیا جاتا، اور آپ خود پاس کھڑے ہو کر تیار کرتے کہ کوئی بے احتیاطی نہ ہونے پائے۔ بعد میں آپ مدینہ منورہ سے مصر کی بنی ہوئی چینی اور مصری کی ٹکڑیوں (دیکوب) کے بند بے خرید کر لے آئے تھے اور بوقت ضرورت استعمال فرماتے تھے۔ ورنہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے آپ عموماً تلخ قہوہ پیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ چینی کے کارخانے تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ چینی کی تیاری، سوکھنا، بوریل میں بند ہونا، سارا کام بغیر ہاتھ لگائے مشینوں سے انجام پاتا ہے تو آپ چینی استعمال کرنے لگے تھے۔

ولایتی صابن اور دوائیں

آپ نے ولایت کا بنا ہوا صابن کبھی استعمال نہیں کیا، کہ معلوم نہیں اس میں مردار جانور کی چربی کی آمیزش نہ ہونی ہو۔ ویسی صابن بھی ہر جگہ کا استعمال نہیں فرماتے تھے۔ بعض صابن ساز پیر بھائی آپ کے لئے پوری احتیاط اور پاکیزگی سے صابن تیار کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر انگریزی دوائیں استعمال نہیں کیں کہ ان میں اسپرٹ شامل ہوتی ہے۔ فرماتے تھے ”جب انگریزی دوائیں نہیں تھیں تو کیا بیماروں کو شفا نہیں

وہ ان میں سے دس بیس، سو دسویا ہزار دو ہزار بخش دیتا ہے تو وہ سخی ہے۔ بلکہ سخاوت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو، وہ اپنی عادت مستمرہ کے مطابق خوش دلی کے ساتھ دیتا رہے۔ بلکہ تنگی کے وقت جب اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، اس وقت بھی خندہ پیشانی کے ساتھ سائل کو اس کی ضرورت اور سوال سے زیادہ عطا کرے۔ سخی کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ اس کے پاس کچھ ہے یا نہیں۔ بخشش و عطا اس کی عادت بن جاتی ہے۔ سخاوت کے درجہ سے بھی آگے بڑھتا ہے تو اس میں جواد کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ جود و سخا اب اس کی طبیعت اور سرشت بن جاتا ہے۔ وہ سائل کے سوال کا بھی منتظر نہیں ہوتا۔ اپنی عادت اور سرشت کے مطابق ہر ایک کو اپنے عطیات سے سرفراز کرتا رہتا ہے۔ جو لوگ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں، ان کو بخوبی معلوم ہے کہ حضور جود و سخا کے رتبہ عالی پر فائز تھے۔ اور ہر وقت، ہر حالت میں، ہر شخص کو اپنے فیض عام سے نوازتے رہتے تھے۔ خود ارشاد فرماتے ”ہمارا ہاتھ خدائی نحرانے میں ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔“

سخیاں ز اموال برمی خورند بخیلاں غنیمت سیم وز رمی خورند

غیب کے خزانے | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہی طور پر امیر تھے۔ آپ نے تحصیل دولت کے لئے کوئی کام کبھی نہیں کیا۔ آپ کی عمر مبارک کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے دین متین کی خدمت اور خلق خدا کی ہدایت میں گزرا۔ رب العزت کا آپ پر خاص کرم تھا کہ خزانہ غیب سے آپ کو عطا فرماتا۔ آپ بھی سنت نبوی پر عامل رہے کہ جو آتا فوزاً سائموں اور ضرورت مند کو بخش دیتے تھے۔ آپ کے پاس صد ہا سائل روز آتے اور اپنی مراد پا کر واپس جاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”خدا جانے یہ لوگ مجھے کوئی جاگیر داریا امیر کبیر جانتے ہیں جو برابر دوڑے چلے آتے ہیں۔ یہ تو فقط رب تعالیٰ کا کرم اور انعام ہے کہ اس نے مجھے خدمت کے لئے مامور فرمایا ہے۔ اور وہی اپنے خزانے سے عطا فرماتا ہے۔“

ایک دفعہ مولانا قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز و عظیم فرما رہے تھے۔ دوران وعظ کہا کہ ”حدیث قدسی ہے کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي لِي (ترجمہ) رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ”میں اپنے بندے کے ساتھ اسی طرح ہوتا ہوں جیسا وہ میری بابت گمان کرتا ہے“ دیکھو! دھوبی، لوہار،

ہوتی تھی۔“ طب کی بھی صرف وہ دوا میں استعمال کرتے تھے، جن کی بابت یقین ہوتا تھا کہ کسی متقی پرہیزگار پرچائی نے احتیاط سے تیار کی ہیں۔

دائیم با وضو | حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود تو ہمیشہ با وضو رہتے ہی تھے، یارانِ طریقت کو بھی خالص تاکید تھی کہ ہر وقت با وضو رہیں۔ مگر یہ بھی عادت تھی کہ با وضو ہونے کے ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے۔ آپ کو پیشاب کا عارضہ بہت عرصہ رہا۔ آخر عمر میں اس سبب سے بعض دفعہ ایک نماز کی تکمیل کے لئے آپ کو کئی بار وضو کرنا پڑتا۔ مگر خواہ کتنی ہی بار وضو کیوں نہ کرنا پڑتا آپ تکبیر کے روادار نہ ہوئے۔ سوائے آخر کے چند ایام کے کہ اس وقت آپ کے لئے اٹھنا، بیٹھنا، وضو کرنا سب ناممکن ہو گیا تھا۔

مشکوک ہدیہ سے اجتناب | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مشکوک مال کا ہدیہ اور نذرانہ بھی ہرگز قبول نہیں فرماتے تھے۔ ایک بار چوراں والی کے فضل آبی صاحب تھا نیدار نے کوہ مری میں مُرنع نذر میں پیش کئے۔ آپ نے قبول نہیں فرمائے اور کہا کہ یہ رشوت کے مال کے ہوں گے۔ انھوں نے کہا حضور! یہ میں تنخواہ کی قسم سے خرید کے لایا ہوں۔ فرمایا تم تعانیداً ہو۔ تم کو سستے بلے ہوں گے۔ وہ واپس چلے گئے۔ اور اپنی تنخواہ کے پیسوں میں سے کسی دوسرے شخص سے خریدو اسکے دوبارہ پیش کئے۔ اور یہ ساری تفصیل بیان کی۔ تو حضور والا نے ان کی نذر قبول فرمائی۔ غرض حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ کے درجہ کمال پر فائز تھے۔ مدت العمر حضور نے کامل احتیاط اور تقویٰ میں بسر فرمائی اور سینکڑوں ہزاروں کو اپنے فیضان و کرم سے متقی بنا دیا۔

جود و سخا

جواد کسے کہتے ہیں | حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کا جود و سخا فضل خداوندی کا ایک کرشمہ تھا جس کی مثال تلاش سے بھی نہیں مل سکتی۔ آپ دینی اور دنیوی نعمتوں کی عطا کے ساتھ مال و متاع دنیوی سے بھی نوازتے رہتے تھے۔ سخاوت کے مفہوم تک پہنچنا بہت مشکل بات ہے۔ سخاوت یہ نہیں ہے کہ کسی کے پاس ایک لاکھ روپے ہیں اور

ترکھان، زمیندار وغیرہ سب کسب داریہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کام کرتا ہوں تو کماتا کھاتا ہوں۔ کام نہ کروں تو بھوکا رہوں۔ اس کا اپنے رب کے ساتھ یہی ایمان اور اعتقاد ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: ”یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کا ایمان ہے کہ رب دیتا ہے، ہم کھاتے ہیں اور کھلاتے ہیں۔ اکیلے نہیں اپنے ساتھ سینکڑوں اور ہزاروں کھانوں کو۔ اور وہ بھی فقط دال روٹی نہیں، اچھے سے اچھا اور قیمتی سے قیمتی کھانا سب کو کھلاتے ہیں۔ ان کا ایمان اور اعتقاد اپنے رب پر ایسا ہی قوی ہے۔ وہ بھی ان کے لئے غیب ہے۔“ انے کھولے ہوئے ہے۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”مولوی صاحب! وہ کہا کر کھاتے ہیں۔ ہم رب کی اور اس کے دین کی خدمت کرتے ہیں، اس لئے دنیا کے کسب کی طرف سے بے نیاز ہیں۔ وہ ہم کو دیتا ہے، ہم بھی اسی کی راہ میں خرچ کر ڈالتے ہیں۔ یہ اس ذات پاک کا کرم ہے، ورنہ ہم کس قابل ہیں؟“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ محض زمیندار تھے۔ اور کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا۔ پھر آپ کا معمول رشد و ارشاد اور تبلیغ و ہدایت کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ مگر آپ جس قدر راہ خدا میں خرچ فرماتے، اسی قدر مال و دولت میں جانب اللہ عطا ہوتا تھا۔ عام لوگ سمجھتے تھے کہ ان کے لاکھوں مریدین ان کو بیش قرار نہ دے دیتے رہتے ہیں۔ ورنہ یہ کہاں سے دیتے دلاتے۔ حالانکہ ایسا نہ تھا۔ بعض ارادت مند ”لنگر شریف“ میں شرکت کی سعادت حصول ثواب کے لئے ضرور حاصل کرتے تھے۔ مگر یہ شرکت ایسی ہی ہوتی جیسے آٹے میں نمک۔ اس کی مزید تفصیل ”یاران طریقت“ کے عنوان کے تحت آئے گی۔

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”یا اللہ پاک میں کیا کروں؟“ منشاء مبارک یہ تھا کہ میرے پاس کچھ نہیں، مانگنے والوں کو کیا دوں!۔ میں نے عرض کیا۔ ”اللہ تعالیٰ نے تو غیب کے خزانے آپ کے لئے کھول دیے ہیں۔ مگر آپ تو سر کے اوپر ہی سے بخش دیتے ہیں، نیچے تک آنے ہی نہیں دیتے“ فرمایا ”کیا کہتا ہے۔ میرے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں، دینا ہی کیا ہے!“ بات یہ تھی کہ آپ ہر سال کو زیادہ سے زیادہ عطا فرمانا چاہتے تھے۔ کسی دفعہ

ایسا ہوا ہے کہ پاس کچھ نہیں نکلا تو قرض لے کر سائل کی ضرورت پوری کی۔ اور بعد میں قرض اُتار۔ کبھی ایسا ہوتا کہ مانگنے والوں کو کئی دن اپنے پاس مہمان رکھتے۔ اور اس وقت تک واپس جانے کی اجازت نہ دیتے جب تک ان کی ضرورت حل نہ ہو جاتی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حاجت مند اور سائل آپ کے پاس بغیر اپنی حاجت روائی کے واپس گیا ہو۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر اپنے پاس کوئی پیسہ نہیں رکھا۔ آپ کے کرتے میں صیب ہوتی ہی نہ تھی۔ ادھر آٹا ادھر سائل

کو یا دوسری ضروریات کے لیے عطا فرما دیتے۔ بظاہر آتا ہوا بھی نظر نہ آتا تھا۔ بس تکیہ یا گدی کے نیچے سے نکال نکال کر عطا فرماتے رہتے تھے۔ فرماتے تھے ”قرآن شریف میں رب تعالیٰ نے اَنفِقُوا (خرچ کرو) ارشاد فرمایا ہے۔ اَجْمَعُوا (جمع کرو) کا حکم نہیں دیا۔“ قرآن مجید میں رب العزت نے ارشاد کیا۔ مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سَبِيلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (پارہ ۳ ربیع اول) ترجمہ) جو لوگ اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک دانہ جیسی ہے کہ اس دانے سے پھولیں سات بالیں۔ ہر مال کے اندر نذرانے ہیں۔ اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے کئی گنا زیادہ فرما دیتا ہے اور اللہ بڑی فراخی والا اور جاننے والا ہے۔“

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وسیع دسترخوان کا ذکر حسب موقع جا بجا آیا ہے۔ دن رات مہمان آتے اور جاتے رہتے تھے کبھی کسی کو بغیر کھانا کھائے

واپس جانے نہیں دیا۔ آپ کی اپنی خوراک نہایت سادہ اور مختصر ہوتی تھی۔ تھوڑا سا خشک، مشورہ اور ٹھنڈا۔ مگر مہمانوں کے لئے لذیذ سے لذیذ کھانے تیار کرواتے تھے۔ سفر ہو یا حضر، کھانے کے وقت جملہ حاضرین کو حکم ہوتا کہ خوان یغما میں شریک ہوں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ شرکائے طعام کی تعداد سینکڑوں سے زیادہ ہو جاتی تھی۔ اور عرس شریف کے دنوں میں تو سب کا مشاہدہ ہے کہ ہر وقت مہمانوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوا کرتی ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود ان مہمان داروں اور مہمان نوازیوں کے لئے کوئی خاص اہتمام نہ فرماتے تھے۔ ہم لوگ جو عین فرہم کرتے وہ ہر گز کافی و دافی نہ ہوتی تھی مگر کبھی کسی چیز کا توڑا

دیکھنے میں نہ آیا۔ بس اللہ تعالیٰ کی دین تھی کہ سب اخراجات بے غل و غش انجام پاتے رہتے تھے۔
کبھی کبھی ارشاد فرمایا ہے کہ ”ہمارا سب سے بڑے شہنشاہ کے خزانے میں ہاتھ ہے یہیں کسی چیز کی کمی نہیں۔ رب تعالیٰ ہیں اتنا دیتا ہے کہ بادشاہوں کو بھی اتنا نصیب نہیں ہوتا۔“

یہ سن کر اور پڑھ کر لوگوں کو شاید تعجب ہوگا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر ساری عمر نہ زکوٰۃ فرض ہوئی اور نہ حج۔

نہ زکوٰۃ فرض تھی نہ حج

آپ کبھی صاحب نصاب نہ ہوئے کہ زکوٰۃ فرض ہوتی۔ پچیس سال سے زیادہ لین دین کا سارا کام مجھ سے متعلق رہا۔ میرا تجربہ ہے کہ حضور کے پاس جس قدر آتا اس سے زیادہ غریب و مساکین اور حاجات و ضروریات میں خرچ فرمادیتے تھے۔ کبھی اس کے بھی روادار نہ ہوتے کہ آئی ہوئی رستم چند روز پاس رہ جائے۔ آپ نے جتنی زیادہ تعداد میں حج کئے، اتنے اس صدی میں یقیناً کسی کو حاصل نہ ہوئے ہوں گے۔ مگر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح زکوٰۃ کی فرضیت کے لئے حوالان حول کی کبھی نسبت نہ آئی، اسی طرح اخراجات حج کی پوری کیا ادھوری رستم بھی کبھی پہلے سے جمع نہ ہوئی۔ حج کے باب میں آپ کی دریا دلی اور شاہ خرچی کا کچھ اور ذکر آنے گا۔

بعض بے خبر اور کم فہم لوگوں کا خیال تھا کہ آپ کے اولاد کو ورثہ میں لاکھوں روپے ملے ہوں گے۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر حکومت پاکستان

ترکہ صرف دو روپے

نے حضرت والد صاحب قبلہ یعنی سراج الملت حضرت الحاج حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اکبر اور سجاد نشین اول سے حساب فہمی کا مطالبہ کیا۔ انکم ٹیکس آفیسر سیکورٹ نے والد صاحب قبلہ کو بلا کر حلفی بیان لیا کہ ترکہ میں آپ کو کتنا نقد روپیہ ملا۔ آپ نے ارشاد کیا ”صرف دو روپے۔ جس میں ہم تین بھائی اور ایک ہمشیرہ حصہ دار ہیں۔ حضرت کی شیردانی کی جیب سے صرف دو روپے برآمد ہوئے تھے“ حکومت نے تمام بینکوں سے استفسار کیا۔ مگر معلوم ہوا کہ کبھی کسی بینک میں آپ کا ذاتی حساب نہیں رہا۔ آخر کامل تحقیقات کے بعد حکومت کو صورت حال تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اور مسل بند کر دی گئی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فقیر بھی تھے اور غنی بھی۔ آپ فقر سے بڑھ کر غنا کے بلند مقام پر فائز تھے۔ مال و دولت بے اندازہ ہو تو انسان کو ظاہر ہے

رتبہ فقر و غنا

کہ فقیر نہیں کہا جاسکتا مگر وہ غنی بھی نہیں ہوتا۔ جب تک دل قلیل و کثیر اور جمع خرچ میں مبتلا ہو انسان غنا سے دور رہتا ہے۔ ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ سے دریافت کیا ”آپ کا رب کی رزاقیت پر ایمان کیا اور کیسا ہے؟“ انھوں نے جواب دیا ”تمام رُوسے زمین پر اگر ایک دانہ بھی نہ رہے، تب بھی وہ رزق دے گا“ پہلے بزرگ نے فرمایا ”میرا ایمان تو یہ ہے کہ زمین بھی ہو یا نہ ہو، وہ رزق دے گا۔“ میں تو کہتا ہوں کہ کائنات کا خیال بھی دل میں آنا غنا کے منافی ہے غنی کا دل تو ماسوا سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے ”حد سے گزرے تو ولی بے حد سے گزرے تو پیر۔ اور حد بے حد دونوں سے گزرے تو فقیر“ میں کہتا ہوں کہ غنی کا مقام فقیر سے بھی ماوراء ہے وہاں تو حد بے حد کا خیال آنا بھی غنا کے منافی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے یہی بات ان الفاظ میں کہنی چاہی ہے۔

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد دُنیا جو چھوڑ دی ہے تو عجبی بھی چھوڑ دے

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سالکوں اور حاجت مندوں کو بے اندازہ بے حساب دیتے تھے مگر دل سیر نہ ہوتا تھا۔ اور پھر بھی یہی فرماتے کہ ”میرے پاس ہے ہی کیا۔ میں کیا دے سکتا ہوں؟“ غنی کی یہی شان اور یہی مقام ہوتا ہے۔ رب العزت کے فضل و کرم سے آپ غنا کے مقام بزرگ و برتر پر فائز تھے۔ ذلک فضلُ اللہ یؤتیہ من یشاء

سائل کو رزق نہ کرنا

جیسا کہ ابھی بیان ہوا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر حاجتمندوں کی ضرورت پوری کرتے تھے۔ بسا اوقات اہل مجلس سخت مکدر ہوتے کہ اس وقت حضرت کے پاس نہیں ہے، پھر بھی سائل حضور کو تنگ کرنے سے باز نہیں آتے۔ اور آپ کو قرض کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔ مگر آپ ہرگز تنگ نہ ہوتے۔ بلکہ سالکوں کی کثرت سے خوش ہوتے اور فرماتے کہ ”یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ اس نے ان کو میرے پاس بھیجا ہے“

آپ ہمیشہ سالکوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے پیش آتے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ کے پاس کچھ نہیں ہے تو آپ نے اپنے کپڑے اتار کر عطا فرمادیے۔ ایک دفعہ آپ آگرہ میں حضرت الحاج پروفیسر غاہد حسن صاحب فریدی خلیفہ مجاز کے گھر قیام فرماتے تھے

نے سات ہزار چنڈہ جمع کر دیا۔ اور مسجد کی چھت پر لکھی۔

حاجی امام الدین کا نذرانہ

حاجی امام الدین صاحب کے لڑکے کی شادی میں آپ نے شرکت کی تو انھوں نے تین ہزار روپے

ایک بڑے پرات میں رکھ کر اور رومال سے ڈھک کر پیش کئے۔ دریافت فرمایا "آخر یہ کیا ہے؟" میں نے عرض کیا "نذرانہ ہے" فرمایا "ہمیں کیا کرنے ہیں؟" اسی وقت مولوی عبدالغنی صاحب کو بلا کر کہا "مولوی صاحب یہ لے جاؤ۔ روپیہ مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا اور پرات میں آٹا گوندھنا"۔ حاجی امام الدین صاحب لکھ پتی آدمی تھے مگر یہ شان بے نیاز و عطا دیکھ کر ان کا رنگ فق ہو گیا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی دلی کیفیت بھانپ کے فرمایا "ماسٹر صاحب! میرے اور آپ کے نامہ اعمال میں قیامت تک اس کا ثواب رُج ہوتا رہے گا۔ اگر میں اس کو گھر لے جا کر خرچ کرتا تو نہ مجھے کچھ ملتا اور نہ آپ کو" ماسٹر صاحب نے عرض کیا کہ اس میں صاحبزادگان کے نذرانے بھی شامل تھے۔ ارشاد فرمایا "ان کا ثواب اُن کو ملے گا"۔

سائیں کمال الدین صاحب سے فرمایا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ جیب ٹٹولتے ہوئے کہا "جو تمہاری قسمت میں ہونے لگے گا۔ انھوں نے کہا تنو کا نوٹ ہے۔ فرمایا الحمد للہ میرے پاس تو کچھ نہ تھا۔ تمہاری قسمت ہے۔

اکثر لوگ حاضر ہوتے اور عرض کرتے ہماری لڑکیاں جوان ہیں، شادیاں کرنی ہیں مگر ہمارے پاس کوئی چیز نہیں جو خرچہ اٹھائیں۔ فرماتے اچھا ذرا ٹھہرو۔ پھر جو کچھ آتا اس کی ضرورت مند کو عطا فرمادیتے۔ اور کہتے "لے جاؤ۔ گھر جا کر دیکھنا۔ کام ہو جائے گا" وہ گھر جا کر گنتا تو اس کی ضرورت سے بہت زیادہ روپیہ ہوتا۔

سردیوں میں کمبل، روٹی کی بندھی، ٹوپی اور پوستین وغیرہ زیادہ تعداد میں منگو کے غراب میں تقسیم فرماتے تھے۔ یارانِ طریقت کو بھی عطا فرماتے تھے۔ بعض کے پاس اب تک تبرگامو بود ہیں۔ جن غریب یارانِ طریقت کو آمد و رفت کا کرایہ عطا فرمایا کرتے ان کی تعداد سینکڑوں

تو ایک سائل کو اپنی آونی شیروانی، اور دوسرے کو اپنا قیمتی دھستہ اتار کر عطا فرما دیا۔ اور خود اپنے اوڑھ کر بیٹھ گئے۔ اس پر درویش خاص حاجی بوٹا صاحب نے کہا "اب غریب درویش کے کمبل کی باری آیا چاہتی ہے!"

ایک مرتبہ نواب افتخار حسین صاحب ممدوٹ حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا "نواب صاحب آپ کی اچھن بہت ہلکی ہے، یہ کیا سدری کو روکتی ہوگی؟" اور اپنی پوستین کی قیمتی صدری اتار کر نواب صاحب کو پہنا دی۔ نواب صاحب نے کہا "آپ کو سدری لگے گی" فرمایا میرا رب مجھے اور دے دیگا۔

علمائے کرام کی خدمت

علمائے کرام کی آپ بہت زیادہ خدمت فرماتے تھے۔ نقد، لباس اور دوسرے تحائف سے ان کو نوازتے تھے۔ اگر وہ لینے سے انکار کرتے تو آپ باصرار لینے پر مجبور کرتے اور فرماتے "مولوی جی! دینا مشکل ہے، لینا مشکل نہیں۔ لے لو، میں دے کر واپس نہیں لیا کرتا۔ عجیب بات ہے آپ کو لینا بھی مشکل ہو رہا ہے" اسی طرح جو عرب ہندوستان آتے اور آپ کے مہمان ہوتے، ان کو ہفتوں اور مہینوں مہمان رکھتے، خوب خاطر مدارات کرتے۔ اور رخصت کرتے وقت نقدی اور تحائف سے مالا مال کر دیتے تھے۔ حریم الشرفین میں آپ کی داد و پیش کا کچھ تذکرہ "حج و زیارت" کے باب میں آئے گا۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی دینی، فلاحی یا قومی کام میں دوسروں سے کبھی چنڈہ طلب نہیں کیا۔ مگر ہوتا یہ کہ آپ کے عطیہ سے از خود سب کو تحریک ہوتی اور روپوں کی ریل پیل ہو جاتی۔ مساجد، مدارس، اور دوسرے فلاحی و قومی اداروں میں اس فراخ دلی سے چنڈہ مرحمت فرماتے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ لایل پور کی قدیم جامع مسجد میں ایک جمعہ پر ایک ہزار روپیہ اپنے پاس سے عطا فرمایا۔ تو اسی وقت حاضرین نے سات ہزار پانچ چنڈہ دیا۔ دوسرے جمعہ میں پھر ایک ہزار روپیہ عطا کئے اور فرمایا "مسجد کی چھت ضرور لانی ہے۔ میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے۔ میرا یہ دھستہ ہے، اس کو خرید لو"۔ پانچ پھر لوگوں

سے زیادہ ہے۔ اکثر ضرورت مند پیر بھائیوں کو ان کے خانگی اخراجات کے لئے بھی عطا فرمایا کرتے کسی عالم اور لغت خوان کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے تھے کسی حاجت مند سے یہ نہ کہتے کہ اس وقت نہیں ہے پھر آنا۔ کچھ نہ بھی ہوتا تو اسے روکے رکھتے، تاوقتیکہ غیب سے کوئی سبب پیدا ہو جاتا۔

مہاجرین کی اعانت

۱۹۴۷ء میں جو مہاجر پیر بھائی ہندوستان سے آئے۔ ان کو لباس، خوراک اور نقد روپیہ عطا فرماتے رہے۔ دوسرے مہاجر جو بھی حاضر خدمت ہوئے عطیات سے نوازے گئے۔ اگر میں کسی وقت عرض کرتا کہ ”قرض بہت زیادہ ہو گیا ہے“ تو فرماتے ”اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤ کہ ان لوگوں کو ہمارے دروازے پر بھیجا ہے۔ اگر وہ ہمیں ان کے دروازے پر بھیجتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ قرض کی کوئی بات نہیں۔ اتر جائے گا۔“

• محمد صدیق صاحب (حال ساکن کھڑپکا) نے بیان کیا کہ وہ اور ان کے ماموں رسالدار حسین خان صاحب مہاجرین کر آئے تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو پچاس پچاس روپے اور ایک ایک کھیس عطا فرمایا۔ صدیق صاحب نے چاہا کہ صرف کھیس لے لیں اور روپے نہ لیں۔ ادب سے عرض کیا تو حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا ”لوگوں کو دنیا مشکل ہوتا ہے۔ اور تجھے لینا مشکل ہو رہا ہے“ چنانچہ ہر دو اشخاص کو نقدی اور کھیس قبل کرنے پڑے۔

آپ نے مدت العمر ایسا نہیں کیا کہ کچھ پاس رکھا ہو اور کچھ سائل کو دے دیا ہو۔ بلکہ جو کچھ پاس ہوتا سب کا سب سائل کو دیتے تھے۔ حضور کا دل چاہتا تھا کہ سائل کو اتنا غنی کر دیں کہ پھر اسے سوال کی حاجت نہ رہے۔ اکثر گھر کا گڑ، شکر، گنے۔ مکئی کا آٹا وغیرہ عطا فرماتے۔ اور اس مقدار میں دیتے کہ اٹھا کر لے جانا مشکل ہو جاتا تھا۔ آپ کی سخاوت پنجابی کی اس ضرب المثل کا صحیح مصداق تھی۔

”سنی کال باجوں‘ گھوڑا چال باجوں‘ تاہیں جانیئے جو لکھ شعور ہوئے“

توکل

توکل کیا ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور اس کی صفات پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کامل یقین اور پکا بھروسہ تھا۔ سخت مشکلات کے وقت بھی آپ کے دل میں کوئی دوسوہ نہ آنے پاتا۔ اور آپ اُسے وقتوں میں بھی صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ آپ کو رب العزت کی ذات پر کامل اعتماد ہوتا، اور رضائے مولیٰ پر راضی رہتے۔ توکل کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیکار بیٹھ جاؤ۔ حیلہ اور وسیلہ تلاش کرنا لازم ہے۔ البتہ اس حیلے اور وسیلے کو دانا خیال کرنا کفر ہے۔ دانا صرف اسی کی ذات پاک ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر کوئی روپیہ پیمہ اپنے پاس نہیں رکھا۔ اس ہاتھ آتا اُس ہاتھ دے ڈالتے۔ کبھی بستر اور سند پر ہی چھوڑ دیتے۔ بعد میں کوئی خادم اٹھا لیتا۔ کوئی ضرورت پیش آتی تو خادم کو حکم ہوتا، وہ خرچ ہو جاتا۔ ”جو دوستھا“ اور ”جج و زیارت“ کے تحت ایسے کئی واقعات بیان ہوں گے۔ سفر حج میں آپ کی ہدایت کے مطابق میں خرچ کرتا رہا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ جب علی پور سیداں کے اسٹیشن پر واپس پہنچے تو مجھ سے دریافت کیا ”پاس کیا ہے“ میں نے عرض کیا ”دس آنے“ فرمایا ”الحمد للہ۔ اب حویلی اور کنوئیں والی مسجد بن جائے گی۔ ہسم اللہ تعالیٰ کا کام کر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا کام پورا کر دیں گے“

سفر حج کا ایک واقعہ

ابتدائی دنوں کی بات ہے۔ حج کے ایک سفر میں بحری جہاز میں راشن بہت کم رہ گیا۔ تو حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خادم کو تاکید کی کہ ”صرف حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کھانا پکاؤ۔ ہم جہاز والوں سے بچھنے ہوئے چھنے لے کر گزارا کر لیں گے۔ یاد مخالف کی وجہ سے جہاز کے سفر میں کافی رکاوٹ اور کئی دن کی تاخیر ہو گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حضرت کو تکلیف ہو“ اتفاقاً عصر کے وقت حضور باورچی کی طرف سے گزرے دریافت فرمایا کہ ”اتنا تھوڑا کیوں پکا رہے ہو“ اس نے تفصیل عرض کر دی۔

حکم دیا "جتنا راشن ہے سب لے آؤ۔ اور سب کا سب ابھی پکالو۔" باورچی نے تعمیل کی سب کھانا کھا چکے تو جو بچا وہ پکار پکار کے اور بلا بلا کے دوسروں میں تقسیم کر دیا۔

اگلے دن کوئی چیز پاس نہ تھی، اس لئے صبح کچھ تناول نہیں فرمایا۔ حضرت مولانا صاحب اور دوسرے یارانِ طرقتِ سخت پریشان کہ حضور نے آج مہوہ بھی نوش نہیں فرمایا۔ اس زمانے میں جہاز میں خور و نوش کی کوئی چیز خریدنی بھی ممکن نہ تھی سب اسی پریشانی کے عالم میں تھے کہ اتنے میں جہاز کا انگریز کپتان حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ دورانِ گفتگو مولوی صاحب کی وساطت سے انگریزی میں کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنی چاہتا ہوں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم تکلیف مت کرو۔ اس کے بہت زیادہ اصرار پر آپ نے ارشاد کیا کہ "میں تمہارے باورچی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاؤں گا۔" اس نے جا کر آٹا، چاول، چینی اور خوردِ نوش کی دوسری چیزیں بند بوریوں میں بھیج دیں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا "مولوی صاحب یہ کیا ہے؟" عرض کیا آپ کی دعوت کے لئے کپتان نے کچی جنس بھیجی ہے۔ فرمایا "مولوی صاحب! رب تعالیٰ خوشی کا رازق مانتے ہو تری کا نہیں۔ وہ ہر جگہ ہر چیز کا رازق ہے" حکم دیا۔ "زیادہ سے زیادہ پکاؤ۔ خود بھی کھاؤ اور اوروں کو بھی کھلاؤ۔"

حاجی عبداللہ صاحب اور حاجی اسرائیل صاحب کے ساتھ خوان لیغا اور دعوت عام کے واقعات "کشمیر" کے ذکر میں مطالعہ کیجئے تاکہ حضور کے توکل اور تصرف کی ایک جھلک نظر آئے۔

عرس شریف کا اہتمام | ایک دفعہ عرس شریف قریب تھا اور میرے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ میں نے کئی بار عرض کیا مگر آپ خاموش رہے۔

جب بالکل وقت آہی گیا تو میں سچر حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا "پر سول عرس ہے۔ کئی ہزار مہمان آئیں گے۔ تمام چیزیں خریدنی ہیں اور پیسہ مطلق نہیں" فرمایا "میرے تکیہ کے نیچے سے لے لو۔ مگر تکیہ مت اٹھانا۔ میں نے تکیہ کے نیچے سے قسم اٹھالی۔ اور نارو وال جاکر ہر قسم کا سامان خرید لایا۔ جو عرس شریف کے ختم ہو جانے پر گھر میں بھی استعمال ہوتا رہا۔"

مسجد نور

اپنی مسجد نور کے لئے لکڑی خریدنے سیال کوٹ تشریف لے گئے۔ ماسٹر کرم الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار عرض کیا کہ مسجد کے لئے عمدہ اور اچھی لکڑی خریدیے۔ تو اہمیت سے ان کے کان میں کہا "ماسٹر صاحب! کرایہ گنگارام کھستری سے قرض لے کر آیا ہوں" مسجد نور کیسے تعمیر ہوئی تھی کوئی نہیں جانتا۔ یہ بخوبی سب کو معلوم ہے کہ حضور نے اس کی تعمیر کے لئے کبھی کسی سے چندہ طلب نہیں کیا۔ اور یہ بھی سب کے سامنے ہے کہ سنگ مرمر کی اس خوبصورت مسجد کی تعمیر میں کئی لاکھ روپیہ صرف ہو چکا ہے۔

مسجد اعظم میسور

میسور کی مسجد اعظم بہت خستہ اور بوسیدہ ہو گئی تھی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو از سر نو بنوانے کا اہتمام فرمایا۔ پاس پیسہ نہیں اور ملک پردیس کا خرچ ہزاروں سے زیادہ کا درجہ۔ مگر آپ نے عزم کیا تو بے تامل کام شروع کر دیا۔ سیٹھ جمال صاحب مدرسی نے دس ہزار روپے تعمیر مسجد کے لئے ارسال خدمت کئے۔ مہاراجہ میسور نے بھی دس ہزار روپے ارسال کئے۔ حضور نے مہاراجہ کو پیغام بھیجا کہ اب مسجد تعمیر ہو جائے گی۔ اس لئے کہ آپ کے عطیہ کے ساتھ سیٹھ جمال صاحب کے دس ہزار بھی وصول ہو گئے ہیں۔ مہاراجہ نے اگلے دن دس ہزار روپے اور ارسال کئے کہ میں سیٹھ جمال سے زیادہ دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت فراخ دلی سے مسجد تعمیر کروائی۔ اور کہا کہ اگر ضرورت پڑی تو مزید تمام خرچ میں خود برداشت کروں گا۔ چنانچہ نہایت عمدہ اور فراخ مسجد تعمیر ہو گئی۔ میں نے بھی اس مسجد کی زیارت کی ہے۔ اب اسی مسجد میں مدرسہ نقشبندیہ بھی جاری ہے۔

مسجد جھنگ بازار لائل پور

لائل پور تشریف لے گئے تو جامع مسجد جھنگ بازار کے لئے جلسہ عام میں پانچ سو روپے دینے کا وعدہ فرمایا۔ فرود گاہ پر تشریف لائے تو مجھے بلا کر کہا کہ "میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں، اور میں پانچ سو کا وعدہ کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پورا فرمائیں گے" اگلے جمعہ کو مجھے بلا کر حکم دیا کہ "نصیب خان کے پاس جو کچھ ہو لے لو۔ اور باقی خود پورے کر کے ساتھ لے چلو" حاجی نصیب خان صاحب کے پاس آٹھ سو پچھتر روپے تھے۔ انہوں نے سب کے سب پیش کر دیے۔ میں نے سوچا کہ باقی روپے کسی اور ضرورت میں کام آئیں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ "آپ کے وعدے"



سے اتنے روپے زائد ہیں " ارشاد ہوا " تم اور روپے شامل کر کے پورے ہزار کرو " میں نے حکم کی تعمیل کی۔ وعظ کے دوران مسجد میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا " میں نے جب وعدہ کیا تھا تو میرے پاس ایک پیسہ نہ تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار روپے کا انتظام کر دیا ہے۔ تو میں ایک ہزار دیتا ہوں "

حدیث قدسی ہے کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بَنِي رَجَبٍ " میں بندے کے خیال کے مطابق اس کے پاس ہی ہوتا ہوں " جتنا ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی توکل کامل اور مجروسہ نچتہ ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (ترجمہ) "جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو وہ خود اس کے لئے کافی ہوگا " حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو رب تعالیٰ پر کامل مجروسہ تھا۔ آپ نے کبھی کسی مقصد کے لئے چندہ جمع نہیں کیا۔ فرمایا کرتے " کام شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ پورا کرنے والے ہیں " چنانچہ توکل بجز کام شروع کر دیا جاتا اور فضل خدا سے انجام کو پہنچ جاتا۔ یہی آپ کے توکل کی شان تھی۔ اسی لئے ہمیشہ آپ کے فرمان کے مطابق سارے کام پورے ہوتے تھے۔

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ امرتسر تشریف لے گئے۔

تیس ہزار روپے

ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسر نے اپنی نئی کوٹھی بنائی تھی اس میں فروکش ہوئے تو دریافت فرمایا اس کی تعمیر پر کتنا خرچ ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب صوف نے کہا تیس ہزار روپے۔ ارشاد فرمایا " میں نے تو کبھی تیس ہزار روپے کی صورت بھی نہیں دیکھی " یہ حقیقت ہے۔ جو دو سخا کے باب میں سینکڑوں اور ہزاروں کے نہیں لاکھوں کے عطیات کا ذکر آیا ہے۔ مگر قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس واقعی کوئی رستم نہیں ہوتی تھی۔ وہ تو آپ کا ہاتھ خدائی خزانے میں تھا۔ ورنہ گھر پر سوائے توکل کے اور کچھ نہ تھا۔ ادھر سے آتا ادھر عطا فرما دیا جاتا۔ دینے والا بے حدود بے شمار دیتا مگر آپ کے پاس ایک حبہ نہ ہوتا۔ جو ہوتا سائل اور حاجت مند کو عطا فرما دیا جاتا اور خود بدستور سابق رب تعالیٰ کے توکل پر تکیہ کئے رہتے تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارک میں آیت شریف وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (ترجمہ) جو خدا پر توکل کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے، کا صحیح مصداق اور چنانچہ نمونہ نظر آتا تھا۔



فراست مومن

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت اور ملاقاتیوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی۔ پھر ان میں کتنے ایسے ہوتے تھے جو ساہا سال بعد دوسری دفعہ سامنے آتے تھے مگر آپ ہر ایک کو بیک نظر پہچان لیتے تھے، اور اسی تفصیل سے پرانی باتیں اس کو یاد دلاتے کہ سب کو حیرت ہو جاتی تھی سفر و حضر میں آئے دن ایسے واقعات پیش آتے رہتے تھے کہ جو لوگ اپنی آنکھوں دیکھتے اور اپنے کانوں سنتے تھے، ان کو بھی باور کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔

یارانِ طریقت میں سے اگر کوئی دس پندرہ اور بیس سال بعد

بیس سال بعد پہچان لینا

بھی ملنے آتا تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس کو نہ صرف یہ کہ پہچان لیتے بلکہ سال مہینہ اور دن یاد دلا کر فرماتے کہ آپ اتنی مدت بعد آئے ہیں۔ ایک شخص قصور میں ملا بہت ضعیف تھا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے پہچانا۔ حضرت نے فرمایا بیس سال کا عمر ہوا، تم بھٹی کی بہت درگاہ پر داخل ہوئے تھے۔ وہ حیران رہ گیا اور اس نے اعتراف کیا کہ اس دن کے بعد آج ہی حاضر خدمت ہوا ہوں۔ اس نے کہا "مجھے یقین ہے کہ حضور قیامت میں بھی مجھے یاد رکھیں گے"

لیل پور میں محمد یعقوب اور سیر خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں فلاں شخص کا بیٹا ہوں۔ ارشاد فرمایا "اس کے کوئی بیٹا نہ تھا" یعقوب نے کہا میں اس کے بھائی کا لڑکا ہوں۔ فرمایا "اس کے تین بھائی تھے" سب کے نام بتائے۔ پھر ان کے دو کول کے نام گنا سے اور دریافت کیا "تمہارا کیا نام ہے" تب دوسرے نے اپنا نام بتایا۔ محمد یعقوب مجھ سے کہتا تھا "اس کا نام یادداشت نہیں" یہ تو روحانی کیفیت اور نورانیت ہے۔ ورنہ کسے ایسی غیر متعلق تفصیلات محفوظ رکھ سکتی ہیں

ایک پولیس افسر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے پوچھا "تمہارا گھر کہاں ہے" اس نے کہا ضلع سرگودھا۔ قوم پوچھی اس نے بتائی۔ فرمایا "اس قوم کا تو ضلع سرگودھا میں ایک آدمی بھی نہیں" تب اس نے اپنے گاؤں اور ضلع کا صحیح نام بتایا۔ فرمایا میں تمہارے

گاؤں میں ایک دفعہ گیا ہوں۔ پھر ایک شخص کا نام لے کر پوچھا اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے۔ اس نے کہا میں اس کا پوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "اس کے چار لڑکے تھے۔ پھر ان سب کی اولاد کی تفصیل بیان کی اور پوچھا "تم ان میں سے کس کی اولاد ہو۔" اس نے بتایا بڑے لڑکے کا بیٹا ہوں۔ فرمایا "اسے گھوڑوں کا بڑا شوق تھا۔ پھر ارشاد ہوا۔ "تمہارا دادا اور والد بہت نیک اور بزرگ آدمی تھے۔" وہ پوس افسر یہ سب دیکھ سن کر بے حد حیران ہوا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ کی خدمت سے فارغ ہو کر نیچے آیا تو کہتا تھا "یہ تو محض نورانیت ہے۔ ورنہ سو سال کی عمر والوں کو تو خود اپنی خبر نہیں رہتی۔ میرے دادا کو تو فوت ہوئے بھی اب پچاس سال ہو چکے ہیں۔"

حافظ محمد شفیع انسپٹر پولیس | کشمیر کے سفر سے اسی میں ہم کو رام بن میں ات ہو گئی تو سرکاری ریسٹ ہاؤس میں ٹھہر گئے

برابر کے کمرے میں سے ایک آٹھ نو سال کی بچی لاسٹین لے کر آئی۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا "تیرا گھر کہاں ہے۔" اس نے سیالکوٹ کا نام لیا۔ باپ کا نام دریافت کیا تو اس نے محمد شفیع نام بتایا حضرت نے قبلہ عوی صاحب مظلہ سے فرمایا یہ فلاں شخص کی پوتی ہے۔ بچی سے فرمایا "تیرا باپ تو ہم سے کبھی نہیں ملا۔ تیرا دادا بہت نیک اور بزرگ آدمی تھا۔ لڑکی نے واپس جا کر اپنی ماں کو بتایا تو وہ دوڑی ہوئی آئی۔ اور عرض کیا اس کا باپ دور سے پر گیا ہوا ہے۔ اس نیک خاتون نے بہت خدمت کی۔

بنگلور سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ٹکٹ سیدھے ریل میں ٹکٹ چیکر | علی پور سیداں تک کے تھے۔ سفر کے وقت ٹکٹ میں

بمحول گئے۔ راستہ میں ٹکٹ چیکر آگیا۔ ٹکٹ نہ پا کر اس نے کئی سو روپے کا مطالبہ کیا۔ حضرت نماز پڑھ رہے تھے۔ فارغ ہو کر چائے پینے لگے تو فرمایا اسے بھی چائے پلاؤ۔ اس سے پوچھا "تمہارا گھر کہاں ہے۔" اس نے جواب دیا حیدر آباد دکن۔ آپ نے فرمایا تمہاری اُردو حیدر آباد کی نہیں ہے۔ اس نے کہا دراصل سیالکوٹ کا ہوں۔ ایک شخص کا نام لے کر پوچھا "تم اس کے کیا لگتے ہو۔" اس نے عرض کیا اس کا پوتا ہوں۔ فرمایا "اس کے چار بیٹے تھے۔ ان کے نام آگنائے اور دریافت کیا کس کے لڑکے ہو۔ اس نے باپ کا نام بتایا۔ اور استفسار کیا کہ آپ

کہاں کے رہنے والے ہیں۔" علی پور سیداں کا نام سن کر وہ بہت شرمندہ ہوا۔ معافی طلب کی۔ اور حیدر آباد دکن پہنچ کر خود ہی ٹکٹوں کے بارے میں ضروری کارروائی کی۔ اور فتمہ لیا کہ کل تک بنگلور سے ٹکٹ آجائیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن ایک آدمی ٹکٹ لے کر آگیا۔

غرض حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نورانی قیافہ شناسی اور فراست مومن کے ایسے صدمہ عجیب و غریب اوقات میں، جن کو جان کر حیرت بھی ہوتی ہے اور حضرت کی روحانی بلندی کا یقین بھی ہوتا ہے۔

معمولات مبارک

روزانہ معمولات | خدا کے فضل و کرم سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے بہت طویل عمر پائی تھی تحصیل علم کے زمانے کے بعد سے مدت العمر آپ نے اپنا سارا وقت تبلیغ و ارشاد میں صرف کیا۔ عمر کا وہ حصہ جسے کہولت میں شامل سمجھا جاتا ہے، اس دور میں بھی آپ شبانہ روز خلق خدا کی خدمت اور ہدایت میں مصروف رہتے تھے۔ سفر ہو یا حضر ان معمولات میں فرق نہ آتا تھا۔ ہزاروں لاکھوں آدمی دن رات حاضر خدمت ہوتے رہتے، مگر آپ مطلق تھکنے نہ پاتے، ان کی مقصد برآری فرماتے اور ان کی خدمت سے خوش ہوتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زندگی کا بیشتر حصہ سفر میں گزارا ہے۔ اور اکثر مہینوں بلکہ بعض دفعہ برسوں وطن سے دور رہے ہیں۔ ان مواقع پر زیادہ تر یہ ہوتا تھا کہ دن بھر عقیدت مند اور ملنے والے آتے رہتے اور آپ ان کو مسائل شرعیہ سناتے اور امور دینیہ بتانے میں مصروف رہتے۔ رات کو عموماً جلسوں میں شرکت فرماتے اور کئی کئی گھنٹے وعظ فرماتے۔ جلسے سے واپسی پر مشکل کچھ وقفہ میسر آتا ورنہ نماز تہجد ادا فرماتے۔ سب یا ران طریقت بھی نماز تہجد ادا کرتے۔ پھر حبلہ حاضرین چائے یا قہوہ پیتے۔ نماز فجر سے قبل نئے ارادت مند داخل سلسلہ ہونے کے لئے جمع ہو جاتے۔ آپ ان کو توبہ کراتے، عہد لیتے اور داخل سلسلہ فرماتے۔ اس کے بعد نماز فجر ادا کرتے اور تھوڑا وقت ذکر و مراقبہ میں صرف فرماتے تھے۔

کمال ہے۔ حافظ صاحب کے دل میں خدا کا خوف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق بہت زیادہ ہے۔
 نیز فرمایا کہ "سوسال کی عمر میں پوہ کے مہینے میں اتنے نرم و گرم بستر کو چھو کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے
 ہیں، یہ درجہ کمال کی وسیل ہے۔ ان کے مداح بہت بلند ہیں۔"

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات روزمرہ پر نظر ڈالیے تو حیرت ہوتی ہے۔ اور معلوم ہوتا
 ہے کہ "دل بہ یار و دست بکار" اسے کہتے ہیں۔ "بے ہمہ و باہمہ" کی کیفیت یہ ہوتی ہے۔ اور
 "ہتھ کار و دل یار و دل" کا اجتماع اس طرح ہوتا ہے۔

تازہ وضو اور مسواک | حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں یہ بات خاص طور پر
 قابل ذکر ہے کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرماتے تھے۔ بیماری
 اور کبرسنی کے زمانہ میں ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی نماز کی تکمیل کے لئے بار بار وضو فرمانا پڑا ہے۔
 ہر وضو کے ساتھ مسواک ضرور فرماتے۔ دوسروں کو بھی مسواک کی پابندی کی تاکید فرماتے اور اس کے
 فوائد نیز اس سنت مبارک کی اہمیت بیان فرماتے۔ آخر عمر تک یہ عادت مبارک جاری اور قائم
 رہی۔ یہاں تک کہ جب دانت بالکل نہیں رہے تھے تب بھی اتباع سنت کی خاطر ہر وضو کے
 ساتھ مسواک ضرور استعمال فرماتے تھے۔

کھانے کے معمولات | کھانے میں تمام مہمانوں اور فی الوقت موجود لوگوں کو باصرار و
 تاکید شریک کرتے تھے۔ اول سب کے ہاتھ دھلوانے کا
 حکم دیتے۔ آفتابہ اور سفی یا لوٹا اور تسلا لاکر سب کے ہاتھ دھلوائے جاتے۔ سب کے
 بعد خود ہاتھ دھوتے۔ اس وقت ہاتھ تولیہ سے نہیں پونچھتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی یہی ہدایت
 ہوتی تھی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اٹھا کر مسنون دعا پڑھتے اور پھر ہاتھ
 دھوئے جاتے۔ اول خود ہاتھ دھوتے۔ صابن اور تولیہ پیش کیا جاتا۔ صابن سے ہاتھ دھوئے
 اور تولیہ سے پونچھنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ بھی اسی طرح دھلوائے جاتے تھے۔

نماز تہجد | نماز تہجد ہمیشہ تنہائی میں ادا کرتے تھے۔ نماز فجر کے بعد طلوع تک
 اور نماز عصر کے بعد غروب تک مطلق گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ اگر کوئی
 شدید ضرورت پیش آجاتی تو اشاروں سے ہدایت فرماتے تھے۔ نماز فجر کے بعد اور نماز عصر کے

اس کے بعد عورتوں کی حاضری کا وقت ہوتا تھا۔ عورتیں داخل سلسہ ہوتیں۔ ان سے صوم و صلوٰۃ
 اور دیگر اعمال صالحہ کی پابندی کا عہد لیتے۔ ان میں سے کتنی ہی عورتوں کو تعویذ عطا کرتے۔ نیز ان کے
 لئے دعا فرماتے۔ یہاں سے فارغ ہو کر محفل مردوں کی ہو جاتی۔ چائے اور قہوہ پیا جاتا۔ حضرت قبلہ عالم
 رحمۃ اللہ علیہ اس دوران میں برابر شرعی مسائل بیان فرماتے رہتے۔ لوگ اپنی مشکلات کے لئے دعا اور
 تعویذ کی درخواست کرتے۔ اور حضور جو مناسب خیال فرماتے اس کے مطابق عمل کرتے۔ دعا فرماتے
 تو سب حاضرین کو ہدایت کرتے کہ دعا کرو۔

نماز اور کھانے کے اوقات کے علاوہ سارا دن ملاقاتوں، حاجت روائیوں، اور مسائل
 بتانے میں صرف ہو جاتا۔ اور رات آتی تو پھر وہی سلسلہ شروع ہو جاتا جس کا اوپر ذکر ہوا۔ کبھی کبھی
 بعد عشا بھی داخل سلسلہ کرنے کے لئے حلقہ منعقد کیا جاتا۔ غرض دن رات میں کوئی وقت تخلیے اور
 تنہائی کا نہیں تھا۔

چائے اور کھانے کے اوقات میں جملہ حاضرین محفل کو شرکت کا حکم دیا جاتا۔ اس میں سفر و حضر
 کا کوئی فرق نہوتا۔ ریل کے ڈبے میں جو دوسرے مسلمان ہم سفر ہوتے ان کو بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا
 کھلاتے۔ پہلے آپ کے وسیع دسترخوان اور مہمان نوازی کا مختلف مقامات پر ذکر آچکا ہے۔

آخر عمر میں جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بے حد کمزور ہو گئے تو آپ نے رمضان شریف میں
 شبینہ سنانا چھوڑ دیا تھا، ورنہ مدت العمر یہ معمول رہا کہ ماہ رمضان المبارک میں آپ کئی کئی شبینے سنایا
 کرتے تھے، اور عموماً صرف دو رکعتوں میں سارا کلام مجید ختم فرماتے تھے۔ آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا کہ
 ایک رات ایک مقام پر شبینہ سنایا تو دوسری رات دوسرے مقام پر۔ اسی طرح آپ گاؤں گاؤں شہر
 شہر قرآن مجید شبینے میں سناتے ہوئے دہلی پہنچ جاتے تھے۔

نرم و گرم بستر | سردی میں بستر مبارک بہت نرم ہوتا تھا۔ اور عموماً پروں کا بستر استعمال
 فرماتے تھے جو نرم کے ساتھ گرم بھی ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ عشا کے
 بعد دیر تک مہمانوں اور ارادتمندوں میں وعظ و تذکیر کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ لیکن سحری کے وقت
 تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے تھے۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "آپ کا بستر سینہ بل اور
 پروں کا بہت نرم و گرم ہوتا ہے۔ باوجود اس کے آپ رات کو دو بجے سے اٹھ بیٹھتے ہیں، یہ آپ ہی کا

بعد عموماً خلوت پسند فرماتے تھے۔ ان اوقات میں حضور استراحت فرماتے تو خدا مہم مبارک کو دباتے تھے۔ حسب ہدایت و ضرورت کبھی صرف ٹانگیں، کبھی ہاتھ اور ٹانگیں، اور کبھی سارا جسم زور زور سے دبایا جاتا تھا۔

روزمرہ اوراد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور اشد ید پابندی سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ روزانہ کا معمول یہ اوراد تھے۔

(۱) تہجد کے بعد تین سو مرتبہ درود شریف ہزارہ پڑھنا۔

(۲) نماز فجر سے قبل سو مرتبہ استغفار پڑھنا۔

(۳) بعد نماز عصر ختم معصومیہ پڑھنا۔

(۴) ختم معصومیہ کے بعد نماز مغرب تک تلاوت کلام مجید کرنا۔ جب عالم ضعیفی میں خود تلاوت فرمانا دشوار ہو گیا تو کسی دوسرے سے سماعت فرماتے تھے۔ جیسا کہ مولوی عبدالرشید صاحب اور صاحبزادہ سید فضل حسین شاہ سلمہ اور دیگر حضرات سناتے۔

(۵) بعد نماز عشا سو مرتبہ استغفار پڑھنا۔

(۶) سوتے وقت دائیں کروٹ قبلہ رو لیٹ کر سو بار سورہ اخلاص پڑھنا۔

اتباع شریعت و سنت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ علوم نقلی و شرعی کے جید عالم فقیہ اور محدث تھے۔ چنانچہ آپ کا لہجہ پر احکام شریعیہ کے پابند رہے اور مریدین و معتقدین کو راہ شریعت دکھاتے اور مسائل شرعیہ پر کاربند رہنے کی تبلیغ فرماتے رہے۔ آپ شاہباز اوج طریقت تھے، تمام علم یاران طریقت کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کرتے رہے اور کتبوں کو اعلیٰ روحانی مدارج پر پہنچا دیا۔ آپ کو از حد التزام تھا کہ ہر امر میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی فرماتے اور دوسروں کو بھی سنت نبوی پر قائم رہنے کی تاکید کرتے تھے۔

پابندی شرع پر تاکید حضور والا سجدہ تعظیم کو تو حرام جانتے ہی تھے۔ کسی کو قدم بوی کی بھی اجازت نہ دیتے اور سختی سے منع فرماتے۔ اگر کوئی شخص مصافحہ کی بجائے پاؤں کی طرف جھکنے لگتا تو تنبیہ کرتے کہ "سنت ترک کر کے حرام غسل کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور مجھے بھی گنہگار کرنا چاہتا ہے" ہندو اور سکھ زمین پر ماتھا ٹیک کر اپنے قاعدے کے مطابق بندگی بجالانا چاہتے تو ان کو بھی منع کر دیتے، کہ "ہمارے مذہب میں ایسا کرنا منع ہے"۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر فرائض کی ادائیگی کی سختی سے سخت تاکید فرماتے۔ اور جزئیات و فروعات میں بھی پابندی شریعت کا تاکید حکم دیتے تھے۔ اسی طرح محرمات اور مکروہات سے دور رہنے کا سختی سے حکم دیتے، اور معمولات زندگی میں ہر قسم کی ممنوعات شرعیہ سے باز رہنے پر سخت تاکید فرماتے تھے۔ ساز و طبلہ، مزامیر سننا ناجائز سمجھتے تھے۔ خود بھی کبھی سماعت نہ فرمایا اور دوسروں کو بھی تاکید منع کیا۔ تماکو نوشی سے سختی سے روکتے، حقہ، سگریٹ، بیڑی، ہرگار وغیرہ نہ پینے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ تماکو نوشی کرنے والے اور بے نمازی افراد کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانے یا ان کا جھوٹا کھانے سے بھی منع کرتے تھے۔ غرض جزئیات تک میں آپ حرام تو حرام، مکروہات تک سے بچنے اور پرہیز کرنے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک ضرور فرماتے۔ حدیث ہے کہ کبر سن میں جب دانت نہیں رہے ہیں تب بھی آپ وضو کے ساتھ مسواک ضرور استعمال فرماتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی پابندی سے مسواک کرتے رہنے کا حکم دیتے تھے۔

عورتوں کو احکام شریعت کا پابند بنانا عورتیں جاہل اور اکھر ہوتی ہیں۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض اور توجہ سے سینکڑوں ہزاروں عورتیں بے حد نیک اور پارسا بن گئیں۔ آپ عورتوں کو نماز روزے کے مسائل بتاتے اور پابندی کی سخت تاکید فرماتے۔ عورتوں کے مخصوص مسائل سے ان کو واقف کرتے۔ پاکی پلیدی، غسل و وضو، فرائض خانگی اور حقوق خاوندان کے احکام تفصیل سے ان کو بتاتے اور ان پر کاربند رہنے کی سخت تاکید کرتے۔ پردے کا حکم تاکید کی طور پر دیتے اگر کوئی

عورت حکم شرعی کے مطابق لباس پہنے ہوئے نہ ہوتی تو اسے آپ کے سامنے آنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔

کشمیری عورتیں عام طور پر ایک لمبا کرتا پہنتی ہیں۔ اسی طرح دکن میں عورتیں صرف ساتھی باندھتی ہیں۔ دونوں جگہ نیچے سوار یا پاجامہ پہننے کا رواج نہیں ہے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تاکید فرماتے کہ ”نیچے شوار ضرور پہنا کر۔ عورت کو تو کفن میں بھی شوار کا حکم ہے۔ جو عورتیں صرف تہ بند باندھتی ہیں ان کو بھی شوار پہننے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ ”یہ پردہ دار لباس ہے۔“

بعض عورتیں نصف آستین کی قمیص پہنے ہوئے سامنے آتیں تو تنبیہ فرماتے تھے۔ نواب ظہیر یار جنگ بہادر کی بیوی سے فرمایا ”تم کو ایک بالشت بھر کپڑا اور دستیاب نہ ہوا جو آستین پوری کر لیتیں۔ عورتوں کے لئے بازو ننگا رکھنا حرام ہے۔ نیم آستین سے نماز نہیں ہوتی۔“ چنانچہ انہوں نے توبہ کی کہ آئندہ ایسی قمیص نہیں پہنوں گی۔ سرنگار کھنے سے، ایسا باریک دوپٹہ اوڑھنے سے جس میں بال نمایاں ہوں اور باریک کپڑا پہننے سے بھی عورتوں کو منع فرماتے تھے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے احکام و فرامین پر عامل و کار بند ہو کر بعض عورتیں تو اپنے شوہروں سے زیادہ متقی اور صالح بن جاتی تھیں اور پھر اپنے خاوندوں کی کوتاہیوں کی شکایت حضور سے کرتی تھیں۔ بلوانہ ضلع جھنگ کی ایک مانی نے عرض کیا ”میرے سر کا کپڑا پلید ہے۔“ آپ نے فرمایا ”دھو لے۔“ اس نے عرض کیا ”میرے دھونے سے پاک نہیں ہو سکتا۔“ آپ نے حاضرین سے دریافت کیا ”مانی جانگلیاں کیا کہتی ہے۔“ سب نے عرض کیا ہم نہیں جانتے۔ آپ نے مانی سے فرمایا ”محبت کے صابن سے دھو تو انشاء اللہ پاک ہو جائے گا۔“ وہ منت سماجت کر کے اپنے خاوند کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس پر ایسی توجہ کی کہ وہ نماز روزے کا پابند بن گیا۔ چوری بدکاری سے بھی توبہ کی۔ متقی اور دین دار بن گیا۔ قرآن مجید پڑھ کر مستقل پابند شریعت ہو گیا۔ آپ دوبارہ اس کاؤں میں تشریف لے گئے اور وہ مانی حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے فرمایا الحمد للہ اب مانی کے سر کا کپڑا پاک ہو گیا ہے۔“

چند سال ہوئے میں نے اسی گاؤں بلوانہ میں نور محمد صاحب کی والدہ سے دریافت کیا ”مانی جی نماز پڑھتی ہو؟“ یہ مانی بہت ضعیف اور نابینا تھیں۔ ان کے پوتے پڑ پوتے، نواسے پڑنواسے

پورا خاندان تھا۔ مانی نے جواب دیا ”الحمد للہ! پابندی سے پڑھتی ہوں۔ میری تہجد بھی کبھی قضا نہیں ہوئی۔ میرے پیر کا حکم ہے ”جان جائے پر نماز نہ جائے“ پھر مانی نے کہا ”میرے پیر کی برکت سے مجھے ہر طرح کا آرام ہے۔ پیر کی توجہ سے میرے لڑکے لڑکیاں، پوتے پوتیاں سب میری خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ یہ مانی ہر وقت درود شریف پڑھنے میں مشغول رہتی تھی۔ اس گاؤں میں اور بہت عورتیں نماز، روزہ، تہجد، تلاوت، درود کی پابند تھیں۔“

مثالی کے طور پر میں نے ایک گاؤں کا نام لیا۔ ورنہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فیض تو اس برصغیر میں دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ سیالکوٹ، موضع بھوپرسیداں، موضع مہیس ضلع لائل پور وغیرہ میں لائق ادا و بیبیاں اسی طرح اتباع شریعت و سنت میں سرگرم عمل رہتی تھیں۔ اکثر گھروں میں سحری کے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دن بھر آیا ہے، محلہ محلہ میں گہما گہمی نظر آتی ہے۔ رہتک، دلی، اگرہ، پشاور، کوہاٹ، کوئٹہ، کراچی، حیدرآباد دکن، بنگلور، میسور، نیل گڑھی، کرٹک، مدراس، کشمیر وغیرہ ہر جگہ حضور کا فیض عام تھا۔ مردوں اور عورتوں کو ہزاروں کی تعداد میں آپ نے احکام شریعیہ کا پابند اور سنت نبویہ کا متبع بنا دیا۔ آج تک وہ لوگ اور ان کے گھر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے پکے مسلمان اور اچھے دیندار بنے ہوئے ہیں۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اہل سلسلہ فرماتے تو دیگر احکام اور پابندی شریعت کے اقرار کے ساتھ یہ حکم بھی دیتے کہ بے نمازی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھانے سے پرہیز کرو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ اپنی بیبیوں اور گھر کی عورتوں کو صوم و صلوٰۃ کی تاکید کرتے۔ چنانچہ کتنی ہی عورتیں اس طرح راہ راست پر آگئیں۔ اور نماز روزے کی پابند بن گئیں۔ گھر کی عورتوں کا پابند شریعت ہونا دوسرے افراد خانہ پر اچھا اثر ڈالتا ہے۔ اس لئے ان کے اچھے کردار سے دوسروں کی اصلاح ہوتی اور خاندان کے خاندان اسلامی زندگی کا اچھا نمونہ بن جاتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ یاران طریقت کو پابند شریعت و سنت بنانے میں خصوصی توجہ صرف فرماتے تھے۔ اور یہ فیضان و توجہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی بدستور جاری رہا۔ خطا کاؤں اور گناہگاروں پر حضور اور زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ اور حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے ان کا دین اور دنیا سدھر جاتی تھی۔

مثال کے طور پر بعض واقعات لکھے جاتے ہیں۔

بنگلور میں سیٹھ یونس صاحب نے اور میں نے فجر کی نماز حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جماعت سے ادا کی۔ سیٹھ صاحب نے نماز کے بعد میرے کان میں کچھ کہا۔ آپ نے آواز سنی تو دریافت فرمایا ”اختر اکون ہے“ میں نے عرض کیا سیٹھ یونس۔ فرمایا ”الحمد للہ! رب تعالیٰ نے میری مدت کی آرزو پوری کی۔ اور دعائیں قبول فرمائیں۔ کہ سیٹھ صاحب نماز جماعت سے پڑھا کریں“ سیٹھ صاحب نے دُور کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پکڑ لیے۔ اور رور کو عرض کرنے لگے ”حضور! میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھا کروں گا“ ارشاد فرمایا ”اسی لئے تو کہتا ہوں کہ آج رب تعالیٰ نے میری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ہے“ معلوم ہوا کہ حضور طویل عرصے تک بھی اصلاح احوال کے لئے توجہ اور دعائیں مصروف رہتے تھے۔ تاکہ یارانِ طریقت کی عاقبت سدھ جائے۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی منشی احمد دین صاحب کو ایک پیر صاحب کی خدمت میں کسی کام سے بھیجا۔ منشی صاحب کو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ پیر صاحب اڑھی منٹے کو مرید نہیں کرتے۔ واپس آئے تو انہوں نے حضرت سے یہ بات عرض کی۔ ارشاد فرمایا۔ ”یہ کیا کمال ہے! اگر گھری سے اڑھی رکھ کر آیا تو پیر کو کیا ملا۔ نہ رکھنے والے کو اڑھی رکھائے گا تو پیر کو ثواب ملے گا۔ اتباعِ شریعت نہ کرنے والے کو شریعت کے راستے پر لگائے گا تبھی تاجر کا مستحق بنے گا۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر عمل تھا۔ اور آپ نے ہزاروں لاکھوں کو اتباعِ شریعت و سنت کی صراطِ مستقیم پر گامزن بنا دیا تھا۔

خواب میں تنبیہ فرمانا
محمد یعقوب صاحب جندو والے کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں آکر حکم دیا کہ محمد اسلم کو منع کرو۔ یہ عادت درست نہیں بری ہے۔ انہوں نے محمد اسلم صاحب سکند ڈسکہ کو حکم پہنچایا۔ تو انہوں نے کہا ”میں بہت زیادہ تھکن کی وجہ سے تین دن سے عشا کی نماز چار پانی پر پڑھ رہا ہوں۔ آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ معاف فرمائے“

سید اکبر شاہ کو دارھی رکھوانا

سید اکبر شاہ صاحب سکند مومدی پور مدینہ ضلع گجرات کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار ہدایت فرمائی کہ ”دارھی رکھو“۔ مگر وہ جوان تھے خیال نہ کیا۔ تا آنکہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔ اور وہ حضور کی ہدایت بھی قبول گئے۔ ایک دن ایک درویش جس سے پہلے کوئی تعارف نہ تھا، کراچی سے ان کا پتہ معلوم کرتا ہوا آیا۔ اور ان کا مہمان بنا۔ وہ درویش تین ماہ سے زیادہ اکبر شاہ صاحب کے یہاں ٹھہرا رہا۔ اس دوران اس نے بار بار ان سے دارھی رکھنے کو کہا۔ مگر اکبر شاہ صاحب نے کوئی توجہ نہ کی۔ ایک دن اس درویش نے کہا ”مجھے اجازت دو میں جاتا ہوں“ اکبر شاہ صاحب نے اور زیادہ قیام پر اصرار کیا۔ تو اس نے کہا کہ ”مالک مجھ پر ناراض ہوتے ہیں کہ تو تین چار ماہ سے حرام کھا رہا ہے۔ جس کام کے لئے تجھے بھیجا تھا وہ تو نے اب تک نہیں کیا۔ تیرے یہاں رہنے کا کیا فائدہ ہے۔“ اکبر شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ ”کون مالک اور کیسا کام۔ میں تو کچھ نہ سمجھا“ اس نے کہا ”بات بتانے کی نہیں ہے۔ میں مجرم بنوں گا“ اکبر شاہ صاحب نے بہت اصرار کیا تو اس نے جواب دیا۔ ”آپ کے پیر صاحب نے مجھے کراچی سے آپ کو دارھی رکھوانے کے لئے یہاں بھیجا تھا۔ آپ دارھی نہیں رکھتے۔ وہ مجھ پر ناراض ہوتے ہیں“ اکبر شاہ کہتے تھے کہ یرن کر مجھے غش آنے لگا۔ کہ کم سخت! حضور کو اب بھی تیری دارھی کا اتنا خیال ہے۔ انہوں نے درویش کے سامنے قسم کھائی۔ کہ آج کے بعد کبھی دارھی کو قینچی بھی نہیں لگاؤں گا۔

شاہ صاحب اس درویش کو لے کر علی پور شریف حاضر ہوئے۔ تو اس درویش نے مجھ سے کہا کہ ”حضرت اب بھی تبلیغ کا کام اسی طرح انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے میری ذیولنی اکبر شاہ صاحب پر لگائی تھی۔ ورنہ میں تو نہ ان کو جانتا تھا نہ ان کے گاؤں سے واقف تھا“ اتنے میں کھانا آگیا۔ سائیں صاحب سے کھانے کو کہا گیا تو آپ نے کہا کہ ”مجھے تو حضرت نے حکم دیا ہے کہ ماش کی دال کھاؤ۔ اور وہ دسترخوان پر نہیں ہے۔ اس لئے میں کھانے میں شامل نہیں ہوتا۔“ میں بہت حیران ہوا کیا کروں۔ مگر دیکھا تو روٹیوں کے نیچے ماش کی دال موجود تھی۔ میں نے ان سائیں صاحب کے سامنے پیش کر دی۔ چنانچہ وہ کھانے میں شامل ہوئے۔ مگر صرف وہ دال کھائی۔ کسی اور کو دال کو ہاتھ نہ لگانے دیا اور خود کسی اور کے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔

ع خدمت از رسم و رہ پیغمبری است۔ حضرت قبلہ باباجی صاحب قدس سرہ العزیز تو آپ کے شیخ طریقت تھے ان کی خدمت سبھی سے بڑھ چڑھ کر فرماتے تھے۔ بہتر سے بہتر کھانے پکواتے۔ اور خود کھڑے ہو کر حضرت باباجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو کھلاتے۔ حدیہ کہ حضرت باباجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہی درویشوں کے خود ہاتھ دھلاتے۔ خود دسترخوان لگا کر کھانا پیش کرتے۔ اور کھڑے ہو کر خود کھلاتے تھے۔ اسی طرح ان کی تمام دوسری ضروریات اور آرام کا خیال رکھتے تھے۔

حافظ مہر دین صاحب حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص تھے۔ ان کو حلوا بہت مرغوب تھا۔ حضور کڑا ہی بھر کر ان کے لئے حلوا تیار کراتے۔ اور اس میں بافراط میوے (بادام، پستہ، چار مغز وغیرہ) ڈلو کر اسے زیادہ سے زیادہ لذیذ بنواتے تھے۔ اور وہ ساری کڑا ہی حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کرتے۔ وہ بہت خوش ہوتے اور خوب کھاتے اور دعائیں دیتے تھے۔

ایک بار حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علی پور سیدال تشریف لے چلنے کی درخواست کی۔ حضرت باباجی صاحب نے انکار فرمادیا۔ حضور نے سائیں حافظ مہر دین صاحب سے کہا کہ ”حضرت علی پور سیدال تشریف لے جانے پر راضی نہیں ہیں“ سائیں صاحب نے حضرت باباجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا۔ انھوں نے ارشاد فرمایا ”اس شرط پر سبب بتاتا ہوں کہ تم شاہ صاحب کو نہ بتانا“ ساتھ ہی ان سے یہ الفاظ کہلوئے کہ ”اگر میں شاہ صاحب کو بتاؤں تو جہنم میں جاؤں“ مگر حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سبب معلوم کر کے باہر آ کے انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ دیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء مبارک معلوم کر کے اس کا تذکرہ کیا۔ آخر حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیدال آنے پر راضی ہو گئے۔ مگر سائیں صاحب سے فرمایا کہ ”تم نے تو قول دیا تھا کہ اگر میں شاہ صاحب کو بتاؤں تو جہنم میں جاؤں۔ پھر بھی تم نے بتا دیا“ سائیں صاحب نے جواب دیا ”میرا اکیلے کا کیا ہے۔ حضور کی اور شاہ صاحب کی وجہ سے اتنی مخلوق جہنم سے بچ جائے، اور میں اکیلا جہنم میں چلا جاؤں“

پیران عظام اور سادات کی محبت

پیرخانہ کا احترام

اپنے شیخ طریقت حضرت قبلہ و کعبہ بابا فقیر محمد صاحب چورہی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جیسا احترام فرماتے تھے اس کی مثال کم ملتی ہے۔ جب چورہ شریف حاضری دیتے تو اسٹیشن سے چورہ شریف تک پیدل تشریف لے جاتے اور پیدل ہی اسٹیشن واپس آتے تھے شیخ عبد الشکور صاحب (ولد شیخ عبد الغفور صاحب) لاہوری بیان کرتے تھے کہ چورہ شریف کی حاضری میں ایک بار میں بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم رکاب تھا۔ چورہ شریف کی زمین میں داخل ہونے سے قبل آپ نے جوتا اتار لیا اور جب تک وہاں قیام رہا جوتا نہیں پہنا۔ حالانکہ سخت گرمی کا موسم تھا۔ مستری علم دین صاحب (ساکن مرچیک ۲۲ متصل ساقلہ پل) نے بیان کیا کہ حضور فرماتے تھے کہ میں اپنے پیرخانہ میں کبھی جوتا پہن کر نہیں جاتا۔“

میرے بچپن کا واقعہ ہے میں حضرت عموی سجادہ نشین ثانی مدظلہ العالی کے ہمراہ چورہ شریف حاضر ہوا۔ اس وقت میں نے کلاہ پر طرہ دار گڑی باندھی ہوئی تھی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ زمین چورہ شریف سے باہر استنجے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں سامنا ہوا۔ میں نے سلام کر کے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو آپ نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے۔ اور فرمایا ”پیرخانہ میں اس طرح نہیں آیا کرتے۔ پیرخانہ میں ننگے سر ننگے پاؤں حاضر ہونا چاہیے“ چنانچہ میری پگڑی اترا دی۔ کلاہ اور صافے کو جدا کر دیا۔ پھر مجھے دست بوسی کا شرف حاصل کرنے کی اجازت دی۔

پیرخانے کے درویشوں کی محبت

حضرت قبلہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی آپ کے مہمان ہوئے تو حضور نے ان کے ہمراہی درویشوں کی ایسی خدمت کی کہ باید و شاید۔ سب درویش بے حد خوش اور مطمئن واپس جاتے تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت خلق کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ

غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے حضرت شمس الملت مدظلہ کو چورہ شریف جانا پڑا۔

پیر صاحب مانگی شریف اور پیر صاحب گولڑہ شریف | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ
مشائخ عظام، علمائے کرام اور

سادات کے اعزاز و احترام کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ ایسے بعض واقعات اس کتاب میں بھی
آئیں گے حضرت پیر صاحب مانگی شریف رحمۃ اللہ علیہ کے علی پور سیدان تشریف لائے اور حضرت قبلہ عالم
رحمۃ اللہ علیہ کا ان کی خاطر و مدارات میں اہتمام فرماتے کا حال ”تحرک قیام پاکستان“ میں تفصیل
سے آئے گا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (گولڑہ شریف) سے بھی آپ کے بچہ خصوصی
مراسم تھے۔ ”رومرزائیت“ میں ان کا ذکر خیر آئے گا۔ حضرت صاحبزادہ پیر غلام محی الدین صاحب
سجادہ نشین گولڑہ شریف جج کو گئے تو حضور بھی تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ وہاں ہر
مقام اور ہر موقع پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تواضع اور مدارات فرمائی۔ جب وہ حضرت
قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے ہیں تو ہم سب نے ان کی ضیاء
کی عزت حاصل کی۔

حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین صاحب | جب حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز ۱۹۴۹ء
میں حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے

ہیں تو حضرت صاحبزادہ سید غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف بھی حج کے لئے گئے ہوئے تھے۔
مگر تشریف میں دونوں کے معتم بھی عبدالحسن صاحب تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان
کی دعوت کی تو ان کے تمام ساتھیوں کو بھی بلایا۔ انھوں نے بہت اصرار اور عذر کیا کہ میرے ساتھ
بہت آدمی ہیں۔ آپ اتنی تکلیف نہ فرمائیں۔ مگر حضرت نہ مانے۔ عادت کے مطابق نہایت تکلف
کھانے پکوانے اور خوب اہتمام سے کھلائے۔ مزید اصرار کیا کہ آپ ہر روز میرے ساتھ کھانا کھایا
کریں۔ اس پر حضرت سجادہ نشین صاحب گولڑہ شریف نے معذرت کی اور فرمایا میرے ساتھی سخت
بدول ہوں گے۔ اس لئے یہ التزام نہ فرمائیے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مان گئے۔ مگر روزانہ
کھانا۔ پھیل۔ میٹھانی وغیرہ ان کی فرود گاہ پر بھجوتے رہے۔ مئی میں دونوں حضرات کے خیمے قریب
قریب ہی تھے تو حضرت تہجد کے وقت قہوہ بھی بھیجا کرتے تھے۔ غرض محبت و شفقت کا وہ

تو کیا مضائقہ ہے۔ حضرت بابا جی صاحب ان کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا ”تو بھی جہنم
میں نہیں جائے گا۔“

صاحبزادگان چورہ شریف کی خدمت | حضرت قبلہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال
کے بعد ان کے صاحبزادگان میں سے کوئی بھی

جب علی پور سیدان تشریف لاتے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کا کمال احترام اور بزرگداشت
فرماتے۔ کوشش فرماتے کہ وہ آپ کی مسند پر تشریف رکھیں۔ وہ باوجود اصرار کے بھی مسند پر بیٹھتے
تو آپ بھی مسند سے الگ ہو کر تشریف رکھتے۔ اسی طرح صاحبزادگان کے قیام علی پور کے زمانے
میں ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کو کھانا کھلاتے اور خود بھی شریک ہوتے تھے۔ عرس شریف کے دنوں
میں صاحبزادگان میں سے کوئی صاحب تشریف لاتے تو آپ ان سے اجلاس کی صدارت کرواتے اور
دوسرے یارانِ طریقت کو چھوڑ کر ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ واپسی پر ان
کی خدمت کرتے، تحفے دیتے اور نذرانہ پیش فرماتے تھے۔ اسی طرح چورہ شریف کے درویشوں
بلکہ باشندوں میں سے اگر کوئی علی پور سیدان آجاتا تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس کی خوب
خاطر مدارات فرماتے اور احترام کرتے تھے۔ وہ واپس جانے لگتے تو ان کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے
نقد نذرانہ اور تحفے پیش فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارک میں
جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف حاضر ہوتے، تو دورانِ قیام کپڑے، نقدی، تحفے
پھل وغیرہ جو آپ کے پاس ہوتے تھے سب خدمتِ شیخ میں پیش کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے
پاس واپسی کا کرایہ بھی نہ رہتا تھا۔

ایک دفعہ کسی معاملے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عموی شمس الملت صاحب
مدظلہ (سجادہ نشین ثانی) سے ناخوشی کے ساتھ فرمایا کہ ”یہ جو کچھ ہے میرے پیر کا صدقہ ہے۔
حتیٰ کہ رزق بھی انھی کے صدقے میں ملتا ہے اور لوگ پیر خانہ کا احترام نہیں کرتے“ حضرت
شمس الملت مدظلہ نے حقیقت حال بیان کی اور بتایا کہ یہاں کسی نے ایسی کوئی بات نہیں کی جس
میں پیر خانہ کی سرمواخافت کا تصور کیا جاسکے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مطمئن ہو گئے تو آپ نے
فرمایا ”تم خود چورہ شریف جا کر ساری بات بناؤ اور صفائی کرو“ چنانچہ اس معاملے کی اصلاح اور

ہم صاحبزادگان کو ہاتھ نہیں دھلانے دیں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تجھی تو میرا یہ چاہتا تھا کہ میں خود آپ سب کے ہاتھ دھلاتا۔ اور آپ کی خدمت کرتا۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ میں معذور ہوں۔ آپ سب سے عذر خواہ ہوں۔“

ایک بار نواب صاحب ممدوٹ وزیر اعلیٰ پنجاب کی آمد پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کسی ناراضگی کے باعث علی پور سیداں سے چلا جانا چاہتے تھے۔ کوہڑ کے لئے سیدٹ محفوظ کرا لی گئی تھی۔ میں نے برادری کے سادات سے درخواست کی کہ وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کریں۔ سب حاضر خدمت ہوئے تو تھوڑی دیر حضور ان سے خوش طبعی فرماتے رہے کہ میں نے تو ٹکٹ خرید لیا ہے۔ میں سب کو مطلع کر چکا ہوں۔ مگر کہنے سننے پر آپ نے سفر کا ارادہ ملتوی فرمادیا۔ ان سب نے شکریہ ادا کیا تو آپ نے فرمایا: ”شاہ صاحب! جب سے آپ لوگ یہاں آئے اسی وقت سے میں نے رکنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ کیونکہ میں نے ساری زندگی کسی سید کا کہنا رد نہیں کیا۔“

بابائے پیچھے قرآن مجید ہے حضرت مولانا سید ضیا جعفری قادری حشقی رحمۃ اللہ علیہ (پشاور) نے پروفیسر محمد طاہر فاروقی کو اپنا یہ واقعہ کئی دفعہ سنایا تھا کہ دو میری نوجوانی کا زمانہ تھا۔ دارھی موچھ منڈاتا تھا۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور تشریف لائے تو مجھے ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ حضور کے پاس اس وقت بھی حسب دستور بہت اجتماع تھا۔ میں حاضر ہوا۔ حضور نے میرے اور میرے خاندان کے تمام حالات دریافت کئے اور مجھے اپنے سامنے ہی بٹھالیا۔ کمرے میں ہجوم تو تھا ہی، اتنے میں ایک بڑھا آیا۔ اور حضرت سے دست بوس ہو کر میرے اور حضرت کے درمیان بیٹھ گیا۔ حضرت نے اس سے پنجابی میں فرمایا ”بابا! دیکھ تیرے پیچھے قرآن مجید ہے۔“ اس نے پلٹ کر ہر طرف نظر ڈالی کہیں قرآن مجید نظر نہ آیا تو پھر میری طرف بیٹھ کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت نے دوبارہ تاکیداً ایسے ہی الفاظ فرمائے۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ پھر ویسے ہی بیٹھ گیا۔ تیسری بار حضرت نے ذرا ناگواری کے لہجے میں فرمایا ”دیکھتا نہیں۔ پیچھے سید بیٹھا ہوا ہے۔“ اب اس بڑھے نے بات سمجھی اور میرے آگے سے مٹ کر ایک طرف ہو بیٹھا۔“

بے مثال نمونہ نظر آتا تھا کہ باید و شاید حضرت سجادہ نشین گوڑہ شریف نے واپس آکر یہاں مختلف صحبتوں میں ان مداراتوں کا تشکر کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ رجب علی ساکن بلوآند راوی ہے کہ ایسی ہی ایک صحبت میں انھوں نے فرمایا کہ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر میرے باپ سے بھی زیادہ شفقت فرمائی ہے۔

حضرت حمزہ رفاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے بڑے خصوصی مراسم تھے۔ مدینہ منورہ میں ان دونوں بزرگوں کے ساتھ خاطر مدارات، دعوت و ضیافت اور تحفہ تحائف کے جو واقعات گزرتے رہتے تھے، ان کا مختصر بیان ”جج و زیارت“ کے باب میں آئے گا۔

بغداد شریف کے ایک بزرگ کی تواضع و مدارات حضرت نقیب الاشرف (بغداد شریف) کے بھائی

ہندوستان کی سیاحت کے لئے تشریف لائے تھے۔ بمبئی کے قیام کے دوران حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملاقات کر چکے تھے۔ جب وہ میسور آئے تو ایک ہول میں قیام فرمایا۔ انھیں دونوں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی میسور تشریف لے گئے۔ آپ کو علم ہوا تو ان سے ملنے ہول تشریف لے گئے۔ ساتھ میں یارانِ طریقت بھی تھے۔ پھل، پھول، مٹھائی وغیرہ پیش کی۔ اور باصران کی دعوت فرمائی۔ اس دعوت کے لئے ان کے شایانِ شان بڑے خصوصی اہتمامات کئے گئے تھے۔ جب وہ میسور سے واپس جانے لگے ہیں تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مشالعت فرمائی اور شہر میسور کے دروازے تک ان کو رخصت فرمایا۔

سادات کا احترام اسی طرح آپ سادات کا خاص طور پر احترام فرماتے تھے۔ اس میں شیعہ سنی کی تفریق نہ تھی۔ برادرِ عزیز سید نذر حسین سلمہ کی برات میں ساری برادری کے سادات مدعو تھے۔ اور بھی بہت سے معززین اور مہمان جمع تھے۔ آپ نے ان سب مہمانوں سے فرمایا۔ آج میں اپنی برادری کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤں گا۔ جب سب دسترخوان پر بیٹھ گئے تو ہم سب کو حکم دیا کہ ”تم سب کے ہاتھ دھلاؤ اور خود ساری برادری کو کھانا کھلاؤ۔“ آپ خود ساتھ بیٹھ گئے۔ برادری نے احتجاج کیا اور کہا کہ

تھے۔ البتہ ادھر سے بلاوے کا انتظار ہوتا تھا۔ جب تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہ ہوتا آپ روانگی کا ارادہ نہ فرماتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کنجی برادر رضویہ مقدس حضرت کو تحریر کرتے کہ ”مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ آپ ہمال پھر حاضر ہوں گے“ یا کبھی خود حضور کو ہی بشارت ہوتی، تو آپ فوراً حرمین الشریفین کے لئے روانہ ہو جاتے۔

فضل ان کا ہے کرم ان کا ہے احساں ان کا

دل بیتاب ہوا دید کا خواہاں ان کا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں پہلی مرتبہ ۱۳۱۰ ہجری میں گیا تھا۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پہلی دفعہ حج کو تشریف لے گئے ہیں تو جاتے ہوئے ممبئی تاجدہ بحری جہاز کا کرایہ پانچ روپے اور واپسی میں بحری جہاز کا کرایہ سات روپے تھا۔ آج یہ معمولی رقمیں پڑھ سن کر موجب حیرت ہو گا۔ مگر اس سے یہ اندازہ ممکن ہے کہ پرانے زمانے میں کرایے کتنے کم تھے۔ اگر کوئی شخص پوچھتا کہ آپ نے کتنے حج کئے ہیں تو فرماتے کہ میں نے گنتی کے لئے حج نہیں کئے، اللہ کے لئے کئے ہیں۔ اللہ جل شانہ بلا تے رہے میں حاضر ہوتا رہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کشش مجھے لے جاتی رہی ہے۔ یہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی کا حصہ تھا کہ آپ نے مدت العمر میں اور پھر ضعیف العمری اور بیماریوں کی حالت میں لا تعداد حج کئے۔ مشکل ہے کہ کسی اور کو اتنی تعداد میں حج نصیب ہوئے ہوں!

اچانک عزم حج فرمالینا

بعض دفعہ ایسے اچانک ارادہ فرماتے کہ کسی قسم کی تیاری اور سامان ظاہری ہے نہیں، اور حاجی بوٹا صاحب کو حکم ہو گیا کہ بستر باندھو اور چل پڑو۔ ایک دفعہ قصور میں ایک مجلس میں کسی نے یہ شعر پڑھا۔

ڈبویا مجھ کو بہت نے نہ پہنچا طے طیبہ تک ۱۔ یہ جھوٹا دم محبت کا ”مدینہ آرزو ام“

حضرت بوٹا صاحب مرحوم درویش کو جس نے حضور کی رفاقت میں سب سے زیادہ حج کئے ہیں، حکم ہوا کہ آج ہی چلو۔ اس نے عرض کیا، اس وقت نہ تو پیسہ پاس ہے اور نہ ہی کوئی اور سامان۔ گھرت ہو کر چلیں گے۔ ارشاد فرمایا

پلے خرچ نہیں بندھئے بھی تے درویش۔ جہاں تقویٰ رب ااونہاں زرق ہمیش

میجر سید مبارک علی شاہ صاحب کی تواضع

۱۹۲۳ء میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ میں بھی میسور میں تھا کہ میجر سید مبارک علی شاہ صاحب میسور آئے اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے بڑے احترام کے ساتھ بغل گیر ہوئے۔ ان کی مدارات فرمائی۔ اور یاروں میں سے ایک سیٹھ صاحب کو کارلانے کا حکم دیا۔ پھر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم شاہ صاحب کے ساتھ جاؤ اور انھیں سارے میسور کی سیر کراؤ۔ ہم عصر تک سب جگہ گھومتے دیکھتے پھرے۔ اس کے بعد میجر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ ”مجھے اسی وقت کی گاڑی سے واپس جانا ہے۔ اس لئے مجھے اسٹیشن پہنچا دو۔ میرا آدمی سامان لے کر پہنچ چکا ہو گا“ میں انھیں اسٹیشن پہنچا کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس واپس آیا۔ تو دریافت فرمایا ”شاہ صاحب کہاں ہیں“ میں نے تفصیل عرض کی۔ ارشاد فرمایا ”سارے دن انھوں نے کچھ نہیں کھایا۔ تمہیں چاہیے تھا کہ ان کو ساتھ واپس لاتے“ اسی وقت برتنوں میں — کھانا جمع کیا گیا اور نیا رہو گیا تو مجھے حکم دیا کہ فوراً شاہ صاحب کے پاس لے جاؤ۔ ان کا تو روزہ ہو گیا! کچھ برس ہوئے ایک بار میجر مبارک علی شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ کئی گھنٹے ساتھ رہا۔ اس دوران برابر تشکر و امتنان کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کرتے رہے۔ ایسے ہزاروں واقعات ہیں جو سب کے سب ضبط تحریر میں نہیں آسکتے۔ دیگر ابواب کی طرح یہاں بھی اختصار ملحوظ ہے۔ حضرت قبلہ رحمہ کے اس خصوصی وصف کی ایک جھلک بھی کافی ہے۔ ”دانا را اشارہ پس است“

حج و زیارت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اتنے زیادہ حج کئے ہیں کہ کسی کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں۔ صرف اتنا علم ہے کہ آپ نے سب سے پہلا حج ۱۳۱۰ ہجری میں کیا تھا۔ بعض سال ایسے گزرے ہیں کہ آپ حج و زیارت کے لئے نہ جاسکے اور نہ آپ ہمیشہ ذہنی طور پر تیار رہتے

اور نعت شروع کی۔ مطلع تھا۔

زاروں کی بھیڑ ہو روضہ ترا ہوئی نہوں۔ دلے ناکامی کہ اک خلق خدا ہوئی نہوں
مطلع بے پناہ تھا، سب محفوظ ہوئے۔ حضرت نے فرمایا مکرر پڑھو۔ دین بار سماعت فرمایا۔
اور لحاف چہرہ مبارک سے دور کر دیا۔ حافظ صاحب نے دوسرا شعر پڑھا۔
صدقے اس دھن کے جس پر کسے دل سے جان ہے۔ اک جہاں اک خلق اک عالم فدا ہوئی نہوں
اب تو حضور نے بے ساختہ لحاف جسم پر سے اتار دیا۔ ہم سب ڈر رہے تھے کہ کہیں سردی نہ لگ
جائے۔ حافظ صاحب نے تیسرا شعر پڑھا۔

میں وہ رد خلق ٹھیرا ہوں کہ بزم شاہ میں۔ انس ہو جن ہو فرشتہ ہو۔ ہوا ہو میں نہوں
اب تو حضور اٹھ کر اس طرح بیٹھ چکے تھے کہ گویا بخار تھا ہی نہیں۔ جسم سے پسینہ جاری تھا،
بے اختیار دودے پسے تھے اور کیفیت طاری تھا۔ جب حافظ صاحب نے یہ شعر پڑھا۔

میں ہاں ہوں وہ دہاں ہوں یا ہوں پرینہو۔ شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہوں
تو حضرت بے تاب ہو گئے۔ اور اک دم حجرہ سے مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور حاجی بوٹا کو
حکم دیا ”جلد اسباب باندھو۔ اور مدینہ شریف چلو“ جہاز پر سوار ہوتے وقت بھی یہ
مصرع زبان پر جاری تھا ”شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہوں“

۱۹۴۲ء کا سفر حج | تشریف لائے۔ بہت سے یاران طریقت کے ساتھ میں بھی

اسٹیشن پر حاضر تھا۔ فرمایا ”اختر! چلو تم کو بھی حج کرا لائیں“ میں نے ولی مسرت سے
شکر گزار ہوتے ہوئے عرض کیا ”بہت اچھا“ فرمایا ”میں کل دس بجے لاہور
جاؤں گا۔ تم پرسوں آ جانا۔ میں تمہارا ٹکٹ کراچی کا لاہور سے خرید لوں گا“ اور صورت
یہ تھی کہ نہ تو میرے پاس خرچ کا انتظام تھا نہ حضرت کے پاس۔ حضرت قبلہ عمومی الحاج حافظ
سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے مجھے سفر حج کے لئے سات سو روپے عطا فرمائے۔
کچھ رستم میرے پاس تھی۔ اگلے دن لاہور حاضر خدمت ہوا تو عبدالعزیز درویش نے حضور
سے پوچھ کر مجھے چھ سو روپے دیے۔ حاجی بوٹا درویش سمیت ہم دوسرے روز کراچی روانہ ہو گئے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے ہمان ہیں۔ آج ہی چلو۔ گھر بھی اطلاع مت کرو۔ بس قصور ہی سے براستہ بمبئی
روانہ ہو گئے۔ اور عادت مبارک کے مطابق بے دریغ خرچ فرماتے رہے۔

ایک دفعہ مجھے علم ہوا کہ حضور اچانک حج کے ارادے سے روانہ ہو گئے ہیں میں ڈرتا
ہوا اسٹیشن پہنچا۔ مجھ سے فرمایا ”میرا اور بوٹا کا بمبئی کا ٹکٹ خرید دو“ میں نے عرض کیا
”میں پیسے لے کر نہیں آیا۔ اسٹیشن ماسٹر سے پوچھتا ہوں۔ وہ ٹکٹ ادباً دیدے، تو گھر سے
اسے روپیہ بھجوا دوں گا“ علی پور سیداں کے ہندو اسٹیشن ماسٹر سے میں نے صورت حال
بیان کی تو اس نے ٹکٹ دیدیے۔ حضور کو ریل میں سوار کرانے کے بعد میں گھر آیا تو میں نے
اسٹیشن ماسٹر کو روپیہ بھجوا دیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بمبئی پہنچے تو وہاں سے مجھے گیارہ سو
روپے ارسال کئے۔ اور یہ ہدایت لکھ کر بھیجی کہ میں حج کو جا رہا ہوں۔ اس قسم سے میرے
تمام قرضے ادا کر دو۔

۱۹۱۶ء کی بات ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ
ایک طویل دورہ کے بعد لاہور مسجد
پھولیاں میں فروکش تھے۔ سردی کا موسم تھا

اور آپ کو شدید بخار تھا۔ میر ہدایت اللہ صاحب مرحوم پرنسپل میڈیکل کالج امرتسر، میر
حبیب اللہ صاحب اور حافظ انور علی صاحب مرحوم رہتگی حج آپ کے پاس تھے۔ اتنے میں خادم نے
اطلاع کی کہ حضرت حافظ پبلی بھیتی سلام کو آئے ہیں۔ حافظ صاحب برصغیر کے مشہور نعت گو
شاعر تھے۔ حافظ خلیل الدین آپ کا نام اور حافظ تخلص تھا۔ پبلی بھیتی (دیوپی) میں زبیری
مجسٹریٹ تھے۔ آپ کی نعتیہ غزلوں کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ
نے حکم دیا ”فوراً بلاؤ“ حالانکہ آپ لحاف اوڑھے ہوئے تھے اور کپکپی طاری تھی۔

شیخ عبدالشکور صاحب لاہوری کا بیان ہے کہ ”میں بھی اس وقت حاضر تھا۔
آپ نے حافظ صاحب سے فرمایا ”آپ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں
نعتیں لکھتے ہیں۔ انہیں کہ بیماری کی وجہ سے آپ کا استقبال نہ کر سکا“ پھر دریافت فرمایا
”حافظ صاحب کوئی تازہ نعت لکھی ہے“ حافظ صاحب فوراً دوزانو ہو بیٹھے۔ بیاض کھولی

نہوتے ہوئے بھی سامان سفر مہیا ہو جاتا۔ بہت سے غربا بھی ہمارے ساتھ آتے اور آپ خود ان کا بار برداشت کرتے۔ دوران سفر سب ہمراہیوں کو ہدایت ہوتی کہ ”میرے ساتھ کھانا کھاؤ“ کئی کنستریجی، کئی بوری آٹا اور چاول علی پرستیدان سے ساتھ لے جاتے اور حاجیوں کی ہجانہ داری فرماتے۔ آپ ہر حاجی کی خدمت کرنے کو سعادت جانتے اور فرمایا کرتے کہ ”حاجیوں کی خدمت کا نام حج ہے“ جہاز میں ہر روز وعظ فرماتے، حج کے مسائل و احکام اور زیارت کے ادب آداب تعلیم کرتے، نیز دیگر مسائل شرعیہ اور امور دینیہ کی تعلیم دیتے۔ اسی طرح مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی حاضری کے دوران شبانہ روز تبلیغ و تلقین کا کام جاری رہتا۔

۱۹۴۶ء میں حضور قلب عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اچی پہنچ کر ایسے شدید بیمار ہو گئے کہ عقیدت مندوں کے اصرار پر حج کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ تو تقریباً ستر حاجیوں کے قافلہ کی خدمت کا موقع مجھے ملا۔ میں اور بھائی ذاکر علی صاحب اسے خوش بختی اور فلاح دارین کا ذریعہ سمجھتے ہوئے، پوری دلچسپی سے فرائض خدمت انجام دیتے رہے۔ واپسی پر حضور نے حاجیوں سے ہمارے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کلمات خیر کہے اور ہماری خدمت کا اعتراف کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا ”ان دونوں کا حج مقبول و مبرور ہے۔ حاجیوں کی خدمت کا نام حج ہے“

حرمین الشریفین میں دل کھول کر خرچ کرو | حرمین الشریفین کے لوگ اب تک کہتے ہیں کہ حضرت جس فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی

سے یہاں خرچ کیا کرتے تھے وہ بادشاہوں کو بھی ممکن نہیں۔ آپ کا ہاتھ خدائی نغز آنے میں تھا ورنہ ایسی دریا دلی سے تو بڑے بڑے خزانے بھی خالی ہو جائیں۔ کسی دنیا دار میں یہ بہت کہاں کہ ایسی سخاوت کر سکے۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ”ہمارا واسطہ کسی کنکال سے نہیں ہے“ سفر حجاز سے واپسی پر آپ نقدی، کپڑے، بستر، اشیائے خورد و نوش اور دوسرا سامان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غربا میں تقسیم فرما دیتے۔ اور کوئی چیز واپس ساتھ نہ لاتے۔ سب ساتھیوں کو بھی یہی تاکید ہوتی کہ کوئی چیز بچا کر ساتھ نہ لے جاؤ۔ مکہ شریف میں ایک کے بدلے لاکھ کا اور مدینہ شریف میں ایک کے عوض پچاس ہزار کا ثواب ملے گا۔ یہ خوش قسمتی ہے کہ

دوران سفر حضور جو کچھ عطا فرماتے میں بے گنے جیب میں ڈال لیتا۔ اور جب خرچ کا حکم دیتے خرچ کرتا رہتا۔ کئی بار آپ نے دریافت فرمایا ”کیا باقی ہے“ میں عرض کرتا ”زنگن کر لیتا ہوں، زنگن کر دیتا ہوں، بس تمہیں ارشاد کرتا ہوں“ واپسی پر جہاز میں سوار ہونے کے بعد فرمایا ”زنگن کر تاؤ اب کیا باقی ہے“ شمار کرنے پر پتہ چلا کہ ایک سو پچپن روپے دس آنے بچے ہیں۔ فرمایا ”الحمد للہ اگر اچی سے علی پور تک کے ٹکٹے آجائیں گے“ میرا اندازہ ہے کہ اس سفر میں ہزاروں سے زیادہ خرچ ہوئے ہوں گے۔ علی پرستیدان کے اسٹیشن پر پھر دریافت کیا ”کیا بچا ہے“ میں نے عرض کیا ”صرف دس آنے“ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ”الحمد للہ! اس کے لاکھ پتے جس کا کام چلے“

اللہ تعالیٰ دیتے تھے آپ خرچ کرتے تھے۔ خرچ کرنے والوں کو ہی ملتا ہے۔ جو لے کر دیتے نہیں انہیں پھر کون دیتا ہے!!

خوشنودی مزاج کا اظہار | حضرت قبلہ عموی الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ ہمیشہ حج سے واپسی پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی پیشوائی

کے لئے کراچی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۲ء میں بھی حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے جہاز میں بھی آپ ہی پہنچے۔ دست بوسی کے بعد مزاج پرسی کی تو حضور نے فرمایا ”مردہ گیا تھا زندہ آیا ہوں“ پھر کہا ”میری زندگی میں یہ پہلا سفر ہے کہ آخر نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ پیسے ختم ہو گئے ہیں میں جس جگہ خرچ کرنے کو کہتا یہ فراخ دلی سے خرچ کرتا۔ اس وجہ سے میرا دل خوش رہا اور خون بڑھتا رہا۔“ حضرت قبلہ عموی صاحب مدظلہ نے فوراً کہا ”میں آپ کی خدمت کے صلہ میں آخر کو دوسرے حج کے لئے دو ہزار روپیہ بطور انعام دیتا ہوں“ چنانچہ آنجناب نے حسب وعدہ بندہ کو ۱۹۴۶ء میں دو ہزار روپیہ عطا کیا تو میں ایک دفعہ پھر حرمین الشریفین کی زیارت اور حج سے مشرف ہوا۔

رفتائے سفر کی مدارات و تعلیم | حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے اکیلے کبھی تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ ہمیشہ پورا قافلہ ہمراہ ہوتا تھا۔ جس کے لئے سفر حج کا اشارہ اور حکم ہو جاتا، وہ نیت کر لیتا۔ اور ظاہری اسباب کے

گیب تھا، اور اب دوبارہ آگیا ہے، تو آپ فرماتے "ہمارے پاس کون سی کمی آگئی ہے۔ اس کو اور زیادہ دو۔ شاید اس کو زیادہ ضرورت ہو۔ اسی لئے دوبارہ آیا ہے۔"

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت تھے۔ سائلوں کا بڑا ہجوم ہوا تو اٹھ کر جانے لگے۔ آپ نے فرمایا "مہرجی بیٹھو۔" مہر صاحب نے عرض کیا "یہ اجازت میں نہیں دیکھ سکتا۔" فرمایا "مہرجی! ان کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔ میں بلانے نہیں جاتا۔ یہ اس کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ان کو میرے پاس بھیجا ہے۔ اگر وہ مجھے ان کے پاس بھیجنا چاہتا تو اس کے لئے یہ بھی بعید تھا۔" ماسٹر نواب دین صاحب لکھنؤی آدمی تھے ایک دن مدینہ شریف میں انھوں نے خیال کیا کہ آج میں بھی حضرت کی طرح تقسیم کروں گا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مساکین آئے تو ایک بار تو انھوں نے بھی حضور کے برابر ہی ان کو دیا۔ کمزور دوسری دفعہ بھر گیا تو اب ماسٹر صاحب نے حضرت سے ایک ایک روپیہ کم دیا۔ یہ جماعت رخصت ہوئی تو کمزور بھر گیا حضور تو معمول کے مطابق اب بھی سب کو مساوی تقسیم فرماتے رہے۔ ماسٹر صاحب نے اب کے دو دو روپے کم دیے۔ اور اس کے بعد اٹھ کر چلنے لگے۔ حضور نے فرمایا "ماسٹر جی! آپ تو لکھنؤی ہیں۔ سید کا ایک گڑا تو برداشت کرتے؟" ماسٹر صاحب نے عرض کیا "ہم تو دنیا دار لوگ ہیں۔ آپ کا ہاتھ خدائی خزانے میں ہے۔"

حاجی بشیر احمد صاحب لد حاجی مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سب روپیہ لاکر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اسی وقت وہ سب کا سب روپیہ ایک ہی آدمی کو عطا فرما دیا۔ اور مجھے سے کہا کہ "حاجی بشیر احمد کو جتنی ضرورت پڑے دیتے رہو۔ انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔" آپ فرماتے تھے کہ "آج تک میرے ساتھ جتنے آدمی حج کو آئے ہیں، ان میں سے دو افراد، ایک حبشی مصطفیٰ علی خاں صاحب اور دوسرے مہر حاکم دین صاحب نے بادشاہوں سے زیادہ خرچ کیا ہے۔"

ایئر کنڈیشنڈ واپا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے آخری حج میں (۱۹۴۹ء) حضرت کے اور ہمراہیوں کے تمام اخراجات سفر قبلہ عمومی الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مظلہ العالی نے برداشت فرمائے تھے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ کمزور تھے۔

آپ لوگوں کو یہاں کی حاضری نصیب ہوئی ہے۔"

اول مدینہ منورہ کی حاضری

جب حضور الانج کے لئے تشریف لے جاتے تو پہلے مدینہ منورہ حاضر ہوتے اور سب ہمراہیوں کو بھی پہلے مدینہ شریف ساتھ لے جاتے۔ اگر کوئی شخص اپنے طور پر علیحدہ حج کے لئے جاتا تو اسے بھی یہی تاکید فرماتے کہ پہلے دربار رسالت میں حاضر ہونا۔ کیونکہ رب العزت جل شانہ کا ارشاد ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاللَّهُ لَوْ جَدُّوَاللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا (پارہ ۵- رکوۃ ۶) ترجمہ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور میں حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں۔ اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں۔ تو البتہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔"

جب مدینہ شریف قریب آجاتا تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک ہشاش بشاش نظر آنے لگتا۔ سب ساتھیوں سے ارشاد ہوتا "اب وقت آگیا ہے۔ خوب تقسیم کرو۔ بہت اجر ملے گا۔" یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایے ہیں۔ یہ بہت مستحق ہیں۔ ہم ان کی خدمت کے لئے ہی آتے ہیں۔ ہر روز یہ موقع کہاں نصیب ہوتا ہے؟ خود بھی اتنا دیتے کہ لوگ لیتے لیتے تھک جاتے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں ہمراہی بھی کھلے دل سے خرچ کرتے تو آپ بہت خوش ہوتے۔ جو کوئی جتنا زیادہ خرچ کرتا اسے اتنا ہی زیادہ شاباشی دیتے۔ اور فرماتے "ڈرومت۔ کھلے دل سے خرچ کرو۔ مجھے یہاں سے قرض مل جاتا ہے۔ میں یہاں سے لے کر دے دوں گا۔"

مدینہ منورہ میں تو خصوصاً حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ ہر کہ و مہر کے لئے پھیس کھٹے کھلا رہتا۔ جو شخص خدمت والا میں حاضر ہوتا اسے خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ اس کی توقع سے زیادہ عطا فرماتے۔ تاکہ اہل مدینہ کی خوشنودی حاصل ہو۔ عوام میں مشہور تھا کہ حضرت کے علاوہ کوئی بادشاہ بھی یہاں اگر اس طرح اپنا دروازہ ہر وقت کھلا نہیں رکھ سکتا۔ شاہی خزانہ بھی ختم ہو جائے اور وہ کنگال ہو جائے۔ مدینہ شریف ایک قیام گاہ تھی جہاں ہفتے اور کئی مہینے تک طویل ہوتا تھا۔ سائیلیں کا ہجوم شب و روز کیساں بہتا اور آپ کا ہاتھ بھی کبھی نہ رکتا۔ اگر کوئی کہہ دیتا کہ یہ سائل تو ابھی لے کر

الگ دعوت کرتے۔ پُر تکلف کھانے تیار کر کے ضیافت کرتے اور سب مہمانوں کی نقد اور جنس سے بھی خدمت فرماتے۔ ہر جماعت کے سرکردہ افراد کو دگنا جہتہ عطا کرتے۔ اور خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہونے دیتے۔ ہر ایک کو خود جاکر دعوت دیتے۔ اور عرب کے مہمان داری کے جملہ لوازم پورے اہتمام کے ساتھ ادا کرتے۔

روزانہ کثیر رستم حرم شریف کے کبوتروں کے ڈالنے پر صرف کرتے تھے۔ اسی طرح اوروں کی دعوتوں کے بعد سرگاہ مدینہ کی دعوت کرتے۔ یوں تو دعوتوں کے باعث کئی روزہ جمع رہتے تھے اور ان کو خاص طور پر روٹی ڈالی جاتی تھی۔ لیکن ایک دن کنتوں کی خصوصی دعوت کا ہوتا تھا۔ عمدہ سے عمدہ چیزیں پکوانی جاتیں اور اپنے آدمیوں کے ذریعے محلوں اور بازاروں میں دور دور بھج کر کنتوں کی ضیافت کی جاتی۔ یہ جو معاذین نے بعض خلاف شرع باتیں اڑا رکھی ہیں کہ آپ نے کنتے کو گود میں بٹھایا یا ہاتھوں میں اٹھایا، محض افترا، دروغ اور لغو ہے۔ اسی خلاف شرع باتوں کی کوئی اصل نہیں۔ بس صرف اتنا درست ہے کہ آپ کو دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چیز عزیز تھی، ہر شے سے محبت تھی۔ مگر حدود شرعیہ سے آپ نے کبھی ہرگز تجاوز نہیں فرمایا۔ شریعت اور سنت کی پابندی تو آپ کو ہر جزئی اور فروعی امر میں ملحوظ رہتی تھی۔ ان سے تجاوز کا احتمال تو دور سے بھی ممکن نہ تھا۔ یہ سچ یہ ہے کہ

”کفے جام شریعت در کفے سندان عشق ہر ہوس نا کے نذا ند جام و سندان با ختن

اجاب مدینہ حضور کی دعوت کرتے جس طرح حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے احباب کی دعوتیں کرتے، وہ حضرات بھی آپ کو مدعو فرماتے

اور آپ کے تمام رفقا کو بھی بلاتے جس طرح حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر تکلف ہندوستانی کھانوں کا اہتمام کرتے تھے، اسی طرح وہ بھی کئی کئی سالم دینے اور لذیذ کھانے پکواتے۔ غرض جب تک آپ مدینہ منورہ میں فروکش رہتے خوب رونقیں رہتیں اور دعوتوں کے دور چلتے رہتے۔ حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حمزہ رفاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عتیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ وہ حضور کی اور تمام رفقا کی دعوت باغوں میں لے جا کر کرتے۔ خود آکر دعوت دیتے، اور لے جا کر خود سامنے کھڑے ہو کر کھلاتے۔

پھر موسم گرم اور راستہ میں گرد اور ریت۔ اس خیال سے کہ کہیں ۱۹۴۶ء کی طرح طبیعت خراب نہ ہو جائے، عمومی صاحب قبلہ نے ایک پورا ایر کنڈیشنڈ ڈبا محفوظ کرا لیا تھا۔ راستے میں حضور نے مجھ سے دریافت کیا ”اختر! ٹھنڈی ہوا کہاں سے آتی ہے۔ دروازے تو بند ہیں“ میں نے بتایا کہ یہ ڈبا ایر کنڈیشنڈ ہے تفصیل جان کر ارشاد کیا ”یہ رستم کیوں فضول خرچ کی ہے۔ ہم یہ رستم مدینہ منورہ میں غربا کو دیتے“ میں نے عرض کیا ”یہ مدینہ منورہ ہی کا سفر ہے“ فرمایا ”اس کا اتنا ثواب نہیں ملتا۔ جتنا دہاں جا کر خرچ کرنے کا ملتا ہے“ فرمایا ”یہ سفر ہے۔ مدینہ منورہ نہیں“

جب آپ مدینہ منورہ حاضر ہو جاتے تو پہلے دن ہی آپ کے سب دوست احباب ملاقات کے لیے مکان پر آتے۔ حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حمزہ رفاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ حضرت آغا صاحب کو ان کے دو ملازم بازو پکڑ کر سہارا دیتے ہوئے سیڑھیاں چڑھاتے اور حضرت کے کمرے میں لاتے۔ اسی طرح حضرت حمزہ رفاہی صاحب خدام کی مدد سے حضور تک آتے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ”آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ جب میں اتنے ہزار میل سے سفر کر کے یہاں حاضر ہو گیا ہوں، تو اور چند قدم چل کر آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کرتا“ وہ حضرات جواب دیتے ”آپ نے اتنے ہزار میل سفر کا ثواب حاصل کیا ہے، تو ہم ان چند قدموں کا ثواب بھی زلیں“ یہ دونوں بزرگ فرماتے تھے کہ ”مدینہ منورہ میں بڑے بڑے بادشاہ آتے ہیں۔ مگر ہم کسی کے پاس نہیں جاتے۔ اور جب آپ تشریف لاتے ہیں تو ہم کسی طرح گوارا نہیں ہوتا کہ گھر بیٹھے رہیں، اور آپ سے آکر نہ ملیں“ ان حضرات کے کمرے میں داخل ہوتے ہی حضور فرماتے ”مجھے پکڑ کر اٹھاؤ، آپ تعظیماً کھڑے ہو جاتے۔ اور نہایت محبت اور خلوص کے ساتھ ان حضرات سے معاف و مصافحہ فرماتے“

مدینہ منورہ میں دعوتیں فرمانا مدینہ شریف پہنچتے ہی دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حرم شریف کے خدام، انعام، جاروب کش، پانی پلانے والے، دربان، مؤذن، اور دیگر امراء و عزرا کے جملہ طبقات کی الگ

ریال دس یا بارہ ہوتے تو میں خیال کرتا کہ شاہ صاحب کی توجہ سے نہیں آئے۔ یہ گیارہ ہیں۔ حضرت کی توجہ سے ہی آئے ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ ”ہمارے قافلے میں ستر آدمی ہیں۔ آپ صرف ہماری بیٹی حضرت کے خاندان کی دعوت کر دیجئے۔ سارے قافلے کی دعوت کی تکلیف نہ فرمائیے۔“ کہنے لگے ”میں شاہ صاحب کی دعوت ہمیشہ مع سارے قافلے کے کیا کرتا ہوں۔ ان کے ساتھ تو کئی سو ہمراہی ہوتے ہیں۔ اب صرف ان کی اولاد کی دعوت کروں۔ تو شاہ صاحب کیا خیال فرمائیں گے۔ آپ کے ساتھ تو صرف ستر آدمی ہیں۔ کئی سو ہوتے جب بھی معمول کے مطابق دعوت کرتا۔“

کھانے کے بعد ہم نے حضرت آغا صاحب کی خدمت میں گیارہ سو ریال حضرت کی طرف سے پیش کئے۔ پھر سب اہل خاندان نے اپنے اپنے نذرانے دیئے۔ میرے اشارے پر سب قافلہ والوں نے بھی حسب حیثیت نذریں پیش کیں۔ اس طرح کل چھ ہزار ریال سے زیادہ ہو گئے۔ آغا صاحب نے فرمایا ”تمہیں معلوم ہے میں اس رسم کا کیا کروں گا؟ میں نے حضرت کے نام سے ایک مسجد شروع کی ہے۔ جو باب قبا کے باہر ہے، اس کی تعمیر پر خرچ کروں گا۔“ میں نے عرض کیا ”یہ مسجد اپنی نیت سے کیوں نہیں بناتے؟“ تو آغا صاحب نے کہا ”واہ! روپیہ تو شاہ صاحب دیں اور نیت میں اپنی کروں۔“ پھر فرمایا ”مجھے بھی رب تعالیٰ ان کی بدولت اجر عطا فرمائیں گے۔ جتنا ثواب انہیں ملے گا، اتنا ہی مجھے بھی ملے گا۔“

عرب کے لوگ بہت مہمان نواز ہوتے ہیں۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مہمانداری اور مہمان نوازی دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ مدینہ شریف کے معلم شیخ عتیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لائے تو کئی ماہ تک حضرت کے مہمان رہے۔ رخصت کے وقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ہزاروں روپے نقد اور بہت سے قیمتی تحائف عطا کئے۔ مکہ شریف کے معلم عبدالحسن صاحب جب کبھی ہندوستان تشریف لاتے تو وہ بھی کئی کئی مہینے حضرت کے مہمان رہتے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کو سرد مقامات، کشمیر مری وغیرہ ساتھ لے جاتے۔ ان کے تمام اخراجات کی خود کفالت کرتے اور بیش قرار رقم اور تحفے عطا فرماتے۔ مدینہ شریف

مجھے یاد ہے ۱۹۴۲ء میں آغا خلیل صاحب نے کئی سالم دہے پکائے تھے اور انواع و اقسام کی نعمتیں دسترخوان پر تھیں۔ آغا صاحب خود کمر میں پٹکا باندھ کر کھلا رہے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور ہم سب نے بہت کہا کہ ”اپنی تکلیف نہ فرمائیں، آپ کے ملازمین موجود ہیں مگر آغا صاحب نے مانے۔ فرمایا کہ ”خدمت کرنا میرا فرض ہے، ملازمین کا نہیں۔“

۱۹۴۷ء میں ہم اکثر افراد خاندان حج کو گئے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت آغا خلیل صاحب کی ضیافتیں

شدید علیل ہو جانے کی وجہ سے کراچی سے اُپس تشریف لے آئے تھے۔ ہم سب مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ روضہ اقدس کی حاضری کے بعد حضرت آغا خلیل صاحب کے پاس گئے۔ انہوں نے دریافت کیا ”خادم حسین کہاں ہیں؟“ میں نے عرض کیا ”ابھی آتے ہیں۔“ فرمانے لگے ”مجھے اٹھاؤ“ میں نے کہا آپ تشریف لے لیں۔ اصرار اور تاکید سے کہا ”نہیں! مجھے اٹھاؤ“ حضرت قبلہ عموی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بغل گیر ہو کر ملے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا ”میرے پاس بادشاہ بھی آتے ہیں۔ میں کسی سے کھڑے ہو کر نہیں ملتا۔ یہ شاہ صاحب کی اولاد ہیں میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ یہ آئیں اور میں بیٹھا رہوں۔“

میں آغا صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ ان کے غلام نے آکر کہا کہ ”دعوت کے لئے تین دُنبے خریدے ہیں۔ اور رسم تو ادا کر دی ہے، مگر تینیس ریال باقی ہیں۔“ آغا صاحب نے سب جیبیں ٹٹولیں تو بھی صرف بائیس ریال نکلے۔ غریبی میں کہا ”دُنبے والے سے کہنا کہ شاہ صاحب کی برکت سے گیارہ ریال اور ابھی آئے جاتے ہیں، ذرا دیر میں ویدیں گے۔“ میں نے کہا میں دیے دیتا ہوں۔ فرمایا ”ہرگز نہیں۔ تمہاری ہی تو دعوت ہے۔“ صنلع سرگودھا کا ایک آدمی اسی مجلس میں موجود تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ ”میرے لڑکے پر قتل کا مقدمہ چل رہا کہ دعا کرادو۔“ میں نے عربی زبان میں آغا صاحب سے دعا کے لئے دعا کی۔ آغا صاحب نے دعا کے بعد فرمایا ”وہ بُری ہو گیا ہے۔“ میں نے اس شخص کو خوشخبری سنائی۔ اس نے تاریخ دریافت کی۔ میں نے تاریخ بتائی تو بولا ”آج ہی فیصلے کی تاریخ تھی۔ ضرور بُری ہو گیا ہو گا۔“ اس نے گیارہ ریال نذر پیش کی۔ آغا صاحب نے فرمایا ”اختر! اگر یہ

کے موجودہ معلم حیدر الحیدری صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی بھی اسی خدمت اور خاطر داری کی کہ دوسرے کے لئے ممکن نہیں۔

ایک دفعہ حجاز میں حکومت کی تبدیلی کے باعث حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں سے سفر مناسب سمجھا۔ تو ایران، ترکی، مصر، عراق، ہندوستان کے تمام سلاطین و امراء کو چھوڑ کر سید سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ سیال کوٹ پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضور حبیب آباد دکن تشریف لے گئے ہیں تو کابل جانے کا ارادہ کر لیا۔

حضرت آغا صاحب عازم کابل ہوئے تو وزیر آباد کے اسٹیشن پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک غلام حافظ غلام مصطفیٰ صاحب نے ان سے عرض کیا کہ ”آپ میرے گاؤں تشریف لے چلے۔ میں فوراً حضرت کو تار کے ذریعے آپ کی تشریف آوری سے مطلع کر دوں گا۔ تو حضرت اُس چلے آئیں گے“ مگر آغا صاحب نے فرمایا کہ ”اب تو میں نے پشاور کا ٹکٹ خرید لیا ہے“ آخر حافظ صاحب نے جو کچھ ان کے پاس تھا، نقد، چھتری، لوٹا سب آغا صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اس کے بعد حافظ غلام مصطفیٰ صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج کو گئے، تو آغا صاحب بھی واپس مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے۔ حضرت نے پوچھا ”آغا صاحب آپ نے انہیں پہچانا؟“ آغا صاحب نے پہچانا تو کھڑے ہو کر معاف کیا اور فرمایا ”میں انہیں قسمت تک نہیں بھول سکتا“ پھر آپ نے حافظ صاحب کی خصوصی دعوت کی۔ آغا صاحب کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ محبت تھی۔ حضرت کو بھی آپ سے بلی انس اور عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں آغا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے عرض کیا کہ ”میں نے آپ کے لئے مدینہ شریف میں ایک عالی شان کئی منزلہ مکان تعمیر کیا ہے۔ آپ اس میں تشریف لے چلیں“ آپ نے ارشاد کیا ”شرط یہ ہے کہ اپنا مکان ہو جانے کے بعد میں ہرگز ہندوستان نہیں جاؤں گا“ آغا صاحب نے فرمایا ”یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ ہندوستان واپس نہ جائیں۔ اس طرح تو ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان ضائع ہو جائیں گے۔ اور ہزاروں لاکھوں کافر دولت اسلام سے محروم رہ جائیں گے“ آپ نے

کہا ”جو ارشاد ہو میں تعمیل کروں گا“ آغا صاحب نے فرمایا ”آپ کا ہندوستان جانا نہایت ضروری ہے“ پھر آغا صاحب نے اس مکان میں تالا لگوا دیا، اور خود اپنے پرانے مکان ہی میں اقامت پذیر رہے۔ ۱۹۴۶ء میں جب میں حج کو گیا تو آغا صاحب نے زیارت کے لئے مجھے اس مکان کی کنجی عنایت کی۔

حضرت حمزہ رفاعی صاحب

آغا صاحب موصوف کے علاوہ مدینہ منورہ کے دوسرے بزرگ اور خدا رسیدہ اصحاب بھی حضرت قبلہ عالم

رحمۃ اللہ علیہ کا خاص احترام کرتے تھے۔ مدینہ شریف میں سلاطین ترک کے مرشد حضرت حمزہ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اقامت گزین تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ہم کئی افراد ان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ”تم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے تمہیں حضرت کی اولاد میں پیدا کیا ہے۔ پھر حضرت حمزہ رفاعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”حضرت بہت بڑے بزرگ ہیں۔ آج زمانے میں ان کا کوئی ثانی اور ہمسر نہیں ہے۔ وہ ہندوستان میں ہیں، مگر میری ضروریات اور حالات کا بھی ان کو کامل علم ہے“ پھر اپنا یہ قصہ سنایا کہ ”ایک دفعہ میرا بڑا لڑکا میرے پاس آیا کہ کل عید ہے اور ایک بیسہ پاس نہیں ہے۔ میں نے ہدایت کی کہ دادا سیٹھ کے پاس جاؤ اور میرے نام سے گیارہ سو ریال قرض لے آؤ۔ اس نے دادا سیٹھ سے جا کر کہا تو دادا سیٹھ نے گیارہ سو ریال دیے اور کہا کہ ”یہ حضرت نے علی پور شریف سے آپ کے لئے بھیجے ہیں“ میں نے خیال کیا کہ حضرت شاہ صاحب کو وہاں بھی میرے حالات کا علم ہے کہ نہ زیادہ نہ کم، ضرورت کے مطابق رستم ارسال کی ہے۔ وہ بہت خدا رسیدہ ہیں اور ان کے مدارج بہت بلند ہیں“ میں نے علی پور شریف واپس آکر حضرت سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا ”میرے متعلق ان کا حسن ظن محبت پر مبنی ہے۔ وہ خود بڑے بزرگ اور بزرگوں کی اولاد ہیں“ حضرت حمزہ رفاعی صاحب کی عمر اس وقت تیس سال سے زیادہ تھی۔ اب وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے۔

مدینہ شریف کے ان بزرگوں کو جیسے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تحائف عطا کرتے تھے،

ویسے ہی یہ حضرات بھی حضرت کو عمدہ سے عمدہ تحفے دیتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ہاتھ حضرت کی خدمت میں ایک نہایت قیمتی چغہ ارسال کیا۔ یہ چغہ انہیں کسی بادشاہ نے تحفہ بھیجا تھا۔ میں نے عرض کیا ”آپ نے خود تو کھدر کا پہن رکھا ہے، اور حضرت کے لئے بانات کا بیج رہے ہیں۔“ فرمایا ”وہ بادشاہ ہیں میں درویش۔ وہ تو بانات کا بھی سادہ چغہ پہننا پسند نہیں کرتے۔ پہلے میں نے ان کو بانات کا ایک سادہ چغہ دیا تھا، تو آپ نے اس پر پشاور میں سو روپے کا کام بنوا کے پہنا تھا۔“ پھر کہنے لگے ”یہ کھدر میرے لئے حضرت نے گھر کا سوت کٹوا کر اور بنوا دھلوا کے بھیجا ہے۔ میں اسے ہر بانات پر ترجیح دیتا ہوں۔“

حضرت آغا صاحب کی نشست گاہ میں نیچے قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ اور اس کے اوپر گاہا۔ میں نے عرض کیا ”یہ معمولی قیمت کا گاہا آپ نے اوپر بچھایا ہے اور اتنا قیمتی قالین نیچے۔“ ارشاد ہوا ”یہ گاہا حضرت نے میرے لئے کشمیر سے تیار کرا کے بھیجا ہے۔ اور یہ قالین ایک بادشاہ کا تحفہ ہے۔ میری نظر میں اس گاہا کے مقابلے میں اس قالین کی کوئی قیمت نہیں ہے۔“ اس گاہا کا واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ کشمیر میں ایک نمائش تھی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نمائش میں تشریف لے گئے تو آپ کے پاس تین سو روپے تھے۔ ہر دوکاندار سے آپ نے کچھ نہ کچھ خریدا تو وہ روپے ذرا سی دیر میں ختم ہو گئے۔ پھر کچھ چیزیں ادھار لیں اور بعد میں قیام گاہ سے وہ رتسم بھیجی۔ اس وقت وہ گاہا خاص طور پر فرمائش کر کے بنوایا تھا۔ اور حضرت آغا صاحب کے پاس مدینہ منورہ بھیجا تھا۔

بحری جہاز کے بعض دلچسپ واقعات | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حج کے سفر کے ابتدائی دور میں جہاز میں

میٹھا پانی صرف پینے کے لئے ملتا تھا اور وہ بھی بہت کم ہوتا تھا۔ وضو اور طہارت کے لئے سمندر کا کھاری پانی استعمال ہوتا تھا جس سے جسم پر آبلے پڑ جاتے تھے۔ ایک بار حضرت کو بھی یہ تکلیف ہو گئی تھی۔ آپ مدینہ شریف پہنچے تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ زخموں سے پانی رستہ ہے۔ چوں کہ نہیں رہنے پاتا، اس طرح میں حاضری سے قاصر ہوں۔“ ہدایت کی گئی کہ حرم پاک کے کنوئیں کا پانی

زخموں پر لگاؤ۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”پہلے تو خیال آیا کہ زخموں پر اس پانی کو لگانا سو، ادب ہے۔ پھر سوچا کہ یہ تو خود انہی کا حکم ہے، تعمیل ضروری ہے۔“ رات کو زخموں پر چپڑ کر سو گئے۔ صبح اٹھے تو زخموں کا نام نشان نہ تھا۔

سب کو ابتدائی ایام میں جہاز میں کھانا خود پکانا پڑتا تھا۔ بعد میں جہاز والے خود کھانا پکانا کے دینے لگے اور مسافروں کو خود پکانے کی ممانعت ہو گئی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمیشہ خادم ہوتا تھا جو آپ کے لئے کھانا تیار کرتا تھا۔ مرغ کر اچی سے خرید کر ساتھ لے لئے جاتے، دوسری تمام چیزیں گھر ہی سے ساتھ آتی تھیں۔ جہاز کے کپتان سے اجازت لے کر باورچی خانے میں ایک چوکھا حضرت کے لئے محفوظ ہو جاتا۔ ۱۹۴۲ء کے سفر میں خود میں نے جا کر کپتان سے اجازت لی تھی۔ جہاز والے کھانے کی قیمت بھی کرایہ کے ساتھ وصول کر لیتے تھے۔ آپ بھی اس رتسم کی ادائیگی فرماتے۔ جہاز والے آپ کے حصے کا کھانا ضرور بھیجتے، جو دوسرے رفقا کے کام آجاتا تھا۔

ایک دفعہ جہاز کا انگریز کپتان آیا اور درخواست کی کہ ”حضور دعا فرمائیں کہ میری اولاد پانی کی نوکری نہ کرے۔“ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمان کی وساطت سے وجہ دریافت فرمائی تو اس نے کہا ”میری ساری زندگی اسی فکر میں گزری کہ اب ڈوبا۔ اب ڈوبا۔“ حضرت نے بڑے ہوش کے ساتھ فرمایا ”کیا خشکی پر موت نہیں آتی؟ یا سمندر میں قبل از وقت آجاتی ہے؟ موت کا تو ایک وقت مقرر ہے، پھر فکر کس بات کی؟“ کپتان نے یہ جواب سنا اور سمجھا تو جوش مسرت سے اچھل پڑا اور بولا ”حضرت! آپ نے ایک اشارے میں میرا زندگی بھر کا غم دور کر دیا۔“ فرمایا ”بوڑھے ہو گئے، اب عقل آئی ہے۔“ پھر تو وہ کپتان حضور سے اس قدر مانوس ہو گیا تھا کہ روزانہ سلام کے لئے حاضر ہوتا۔ اور حضرت کو مستقل ہیز ہونے کا (مقدس ذات) کہہ کر خطاب کرتا۔ آپ بھی ہر دفعہ اسے کوئی نہ کوئی تحفہ عنایت فرماتے۔

یوسف زینیل صاحب | اسی جہاز میں مغل کمپنی کا ایک حصہ دار یوسف زینیل بھی ہم سفر تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے باورچی کے پکانے ہوئے کھانے میں سے یوسف صاحب کو دونوں وقت میرے ہاتھ کھانا بھیجتے تھے۔ وہ بہت شکریہ ادا

میں نہ ہوتیں۔ آپ مدینہ منورہ میں رات کو روضہ شریف کی جالی مبارک کے اندر شب بانش ہوتے تھے۔ پُرانا اور نیا دستور یہاں کا یہ ہے کہ نماز عشاء کے کچھ بعد سب کو حرم شریف سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ مگر حضرت کے ساتھ یہ خصوصی رعایت تھی کہ آپ جالی مبارک کے اندر رات بسر کرتے تھے۔ اور مزید یہ کہ اپنے ہمراہ ہر رات چار اشخاص کو جالی مبارک کے اندر رکھ سکتے تھے۔ ساتھیوں میں سے باری باری چار چار خوش نصیب لوگ اس سعادت سے سرفراز ہوتے اس بات کا ذکر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ ملفوظات شریف میں بھی آیا ہے۔

اپنی جماعت الگ کرنا

سلطان ابن سعود کے زمانے میں آپ حج کو تشریف لیجاتے تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں سرکاری امام کے پیچھے نماز میں شامل نہوتے اور اپنی جماعت ہمیشہ الگ کرتے۔ امیر مدینہ سے یہ شکایت کی گئی تو اس نے بلا کر دریافت کیا کہ ”ہماری جماعت کے ساتھ آپ نماز کیوں ادا نہیں کرتے؟“ آپ نے فرمایا ”جس پانی کو آپ پاک سمجھتے ہیں، وہ خفیوں کے نزدیک پاک نہیں ہوتا اب کیا معلوم کہ امام نے کیسے پانی سے وضو کیا ہے؟“ اس نے اعتراض کیا کہ ”آپ روضہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے ہیں، اس لئے شرک کے مرتکب ہوتے ہیں؟“ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ”ہم تو شرک نہیں کرتے۔ ہم تو آیاتِ تَوَلَّوْا فِثْمَ وَجْہِ اللہ (ترجمہ) ”تم جس طرف کو بھی منہ کرو گے وہاں اللہ کے روبرو ہو گے“ پر عمل کرتے ہیں۔ تمہی نے اللہ تعالیٰ کو کعبہ شریف میں بند کر رکھا ہے؟“ اس نے کہا ”مدینہ شریف سے چلے جاؤ۔“ آپ نے فرمایا ”ہم نے مدینہ منورہ میں زیادہ دن قیام کرنے کے لئے سارے قافلے کا کئی ہزار زائد ٹکیس ادا کیا ہے وہ ہم کو واپس کر دو“ اس پر وہ لاجواب ہو گیا۔ اس نے اپنے خادم سے کہا ”شاہ صاحب کے لئے چلے لاؤ“ آپ نے فرمایا ”میں اس وقت چلے نہیں پیوں گا“ اور واپس تشریف لے آئے۔

مولوی اسماعیل غزنوی مرحوم بھی حج کو گئے ہوئے تھے، ان کو علم ہوا تو انھوں نے سلطان ابن سعود کو سارا واقعہ سنایا۔ سلطان نے کہا تم میری طرف سے شاہ صاحب کی کھانے کی دعوت کر دو، تاکہ وہ خود آکر سارا معاملہ بتائیں۔ حضرت سے عرض کیا گیا تو آپ نے نہایت

کرتا اور بار بار کہتا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ مگر حضور فرماتے ”وہ بیمار ہے۔ جہاز کا کھانا اس کے لئے مفید نہ ہوگا۔ تم اسے کہنے دو۔ اور شور یا خشک ٹھیکہ لکھنے کا کیا کرو؟“ وہ احسان مند ہوتا اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں سلام کو بھی حاضر ہوتا۔

یوسف زینل جدہ کا بڑا رئیس تھا۔ بندرگاہ پر اس کی لایچ آئی ہوئی تھی۔ اس نے حاضر ہو کر عرض کیا ”پہلے آپ میری لایچ میں ساحل پر تشریف لے چلیں۔ یہ لوگ دوبارہ آکر مجھے لے جائیں گے؟“ آپ نے فرمایا ”آپ تشریف لے جاؤ۔ میں تو مسافر اور درویش ہوں۔ عام کشتی میں آجاؤں گا۔“ اس وقت تو زینل صاحب لایچ پر بیٹھ کر بندرگاہ پر چلے گئے۔ مگر دوبارہ حضرت کے لئے لایچ بھیج دی۔ ہم جدہ میں وکیل کے مکان پر پہنچے ہی تھے کہ زینل صاحب نے پھلوں کی کئی پیٹیاں ارسال کیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”ہم تو چند آدمی ہیں۔ اتنے کا کیا ہوگا؟“ یوسف زینل صاحب نے کہا لا بھیجا۔ واپس آئیے نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے پاس بہت جہان بھیجتا ہے۔“ دوسرے دن زینل صاحب نے حضرت کے اعزاز میں ایک بہت بڑی دعوت کی، جس میں کئی سو جہان شامل تھے۔

مدینہ منورہ کے معلم شیخ عتیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتوں کا ذکر بھی ٹیپنگ کا موجب ہوگا۔ وہ کئی بار دعوتیں کرتے۔ اور باغات میں جا کر نہایت عمدہ قسم کے کھانے تیار کراتے اور اصرار کر کے کھلاتے۔ انواع اقسام کی چیزیں ہوتیں، سالم دُنبے بھی ہوتے۔ ہزار ہا روپے دعوتوں پر خرچ کرتے۔ پھر بھی کہتے حضرت تو بادشاہ ہیں، ہم آپ کے شایان شان کچھ نہیں کر سکتے۔

افغانستان کے سفر کے ذکر میں بیان ہوا ہے کہ آپ نے نادر شاہ بادشاہ کی دعوت میں شریف مکہ کی دعوت کا ذکر فرمایا تھا۔ کہ کس طرح حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سنت رسول کے مطابق ہاتھ سے کھانا کھا کر سب کو اسلامی طریقہ پر عامل ہونے کی راہ دکھائی تھی۔

جالی مبارک کے اندر شب بانشی

ترکوں کے زمانے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی بہت سی مراعات حاصل تھیں جو اوروں کے نصیب

مدینہ میرا وطن ہے

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دیا رحیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں غرق تھے۔ آپ فرمایا کرتے ”مدینہ پاک میرا وطن ہے، اور یہی معنی ہیں حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ کے“ (ترجمہ) ”وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے“ مدینہ منورہ کی چیزوں سے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو عشق تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ شریف کی ہر چیز پیاری تھی، سنت نبوی کے اتباع میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدینہ شریف کی ہر شے سے محبت تھی۔ آپ کھجوریں، خاک شفا، رومال، ٹوپیاں، تسبیح، جانماز اور دیگر تبرکات کے علاوہ مدینہ شریف سے ہر قسم کے بیج خرید کر لاتے۔ اور ان کو اپنی زمینوں میں کاشت کراتے تھے۔ جب ان میں سے کوئی چیز دسترخوان پر آتی تو بڑے شوق سے تناول فرماتے، اور دوسروں سے بھی کہتے۔ ”خوب کھاؤ، یہ مدینہ منورہ کی ہے“ اکثر بال بچوں کے لئے بھی عطا کرتے کہ ”گھر لے جاؤ۔ یہ مدینہ شریف کی چیزیں ہیں۔ برکت ہوگی“ آپ مدینہ شریف کی صراحیاں بھی لاتے۔ خود ہمیشہ وہیں کی صراحی سے سفر حضر میں پانی پیتے۔ بعض یارانِ طریقت کو بھی صراحی عطا فرماتے۔

آپ مدینہ شریف سے کپڑا بھی لاتے تھے۔ خود وہاں کا کپڑا زیب تن فرماتے، خوش ہوتے، اور فرخ سے فرماتے ”یہ مدینہ شریف کا ہے“ ایک دفعہ سردی کے موسم میں نواب افتخار حسین خان ممدوٹ علی پور شریف آنے والے تھے۔ آپ نے عبدالعزیز درویش سے فرمایا ”میرے کھدر کے کپڑے لاؤ“ اس نے عرض کیا ”نواب صاحب کیا کہیں گے کہ آپ کھدر کے کپڑے پہنے ہیں“ ارشاد ہوا ”یہ کھدر مدینہ شریف کا ہے۔ یہ نواب کے بڑوں کو بھی نصیب نہیں“

مدینہ شریف کے بازاروں میں مختلف دوکانوں سے مٹھائی وغیرہ خرید کر ساتھیوں کو کھلاتے اور فرماتے ”کھاؤ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں۔ ہم جہاں بھی کھائیں حضور خوش ہوتے ہیں“ ایک دن بازار میں ایک سبزی فروش آواز دے رہا تھا۔ اِشْتَرُوا الْبُودِيْنَةَ زُفَرُوْا الْمَدِيْنَةَ (ترجمہ) پودینہ خریدو اور مدینہ کی زیارت کرو۔ آپ نے مجھے حکم دیا ”سارا پودینہ خرید لو۔ خدا اسے سچا کرے“ یہ بات اُپر آچکی ہے کہ حضور والا ہمیشہ پہلے مدینہ منورہ حاضر ہوتے، اور تمام

سخت الفاظ میں دعوت رد فرمادی۔ اور فرمایا وہ سخت بے ادب ہے۔ اس نے جنت البقیع کے تمام مزارات کو منہدم کر دیا ہے۔ اور دوسری خرابیاں بھی کی ہیں۔ عرض کیا گیا آپ دعوت قبول نہیں کرتے، تو بھی وہاں جا کر امیر مدینہ کا سارا معاملہ تو سنا دیں۔ آپ نے فرمایا ”میں تو مدینہ والوں کا غلام ہوں۔ چہ جائیکہ امیر مدینہ کی شکایت کروں، اور قیامت کے دن شکایت کرنے والوں میں اٹھایا جاؤں“ دریافت کیا گیا دعوت کی بابت کیا جواب دیا جائے۔ ارشاد ہوا ”وہ بادشاہ ہے۔ میں فقیر ہوں۔ اس لئے مجبور ہوں“ یہی تفصیل سلطان ابن سعود کو پہنچا دی گئی۔ سلطان نے امیر مدینہ کو تبدیل کر دیا۔ اور آپ کے علمی و جماعت کرنے سے معترض نہ ہوئے۔

آپ کے دل میں صرف اللہ رب العزت کا خوف تھا۔ اور آپ احکام الہی کے معاملے میں کسی بڑے سے بڑے حاکم اور جابر کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔

بندہ مومن کا دل بیم ورجا سے پاک ہے۔ قوت فرماں والے سامنے بیباک ہے (اقبال)

ابتدائی زمانے میں تو معلوم نہیں کہ آپ مدینہ منورہ میں کہاں قیام فرماتے تھے۔ البتہ ۱۹۳۰ء کے بعد سے آپ

ہمیشہ مولوی ضیاء الدین صاحب کے گھر قیام کرتے رہے۔ عادت مبارک یہ تھی کہ جہاں ایک بار قیام فرمایا، پھر بغیر کسی سبب کے دوسری جگہ تشریف نہ رکھتے۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۹ء کے آخری حج تک آپ مولوی ضیاء الدین صاحب ہی کے گھر ٹھہرتے رہے۔ مولوی ضیاء الدین صاحب کلاس والا کے باشندے ہیں۔ کلاس والا علی پور سیداں سے پانچ میل مغرب میں ہے۔ آپ ہجرت کے ارادے سے مدینہ منورہ گئے تو پھر واپس نہیں آئے۔ مولوی صاحب نے اب تک حضرت کی چار پائی اور بستر محفوظ رکھا ہوا ہے۔

حرمین کے معلم | مکہ شریف اور مدینہ شریف کے معلم بھی ہمیشہ ایک ہی رہے محمد حسین سندھی صاحب مکہ معظمہ کے اور شیخ عتیق صاحب مدینہ منورہ کے۔ ان دونوں کی وفات کے بعد ان حضرات کے جانشین عبدالحسن صاحب اور غلام حیدر صاحب معلم بنتے رہے۔

حکومت نے پابندی لگا رکھی ہے کہ کوئی شخص مدینہ منورہ میں دس دن سے زیادہ نہ رہے۔ زیادہ ٹھہرنا چاہے تو فی کس ایک ریل روزانہ زائد ٹکیس ادا کرے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ زیادہ ٹکیس دے کر حرم نبوی میں زیادہ عرصہ گزارتے۔ دوسرے ہمراہی بھی ٹکیس دے کر قیام کی مدت بڑھاتے۔ اور حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کے قریب مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوتے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ میں ہر سال **مدینہ منورہ میں صدقات جاریہ** جبے شمار روپے تقسیم فرمائے وہ تو حساب میں آ

ہی نہیں سکتے۔ اس کے علاوہ صدقات جاریہ میں آپ سچی بلیغ فرماتے۔ سرزمین طیبہ میں آپ نے ایک یتیم خانہ تعمیر کرایا۔ اور جو سابق یتیم خانے تھے ان کی بیش قرار مدد کی۔ آپ نے جو یتیم خانہ بنوایا تھا، اس کا ناظم مہدی والے سیٹھ دادا کے بڑے بھائی کو مقرر کیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد دادا سیٹھ کی دستار بندی کو انی اور ان کو ناظم بنایا۔ اس ادارے کو ہر سال اپنی جیب خاص سے ہزاروں روپے عطا کرتے۔ آپ کی تقلید میں اور ترغیب سے دوسرے لوگ بھی بہت زیادہ امداد کرتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں وہاں ایک جلسے میں بھی شامل تھا۔ مجھ سے تقریر کی فرمائش ہوئی۔ میں نے تقریر کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے چار ہزار روپیہ پیش کیا۔ تو اٹھارہ ہزار روپیہ اسی وقت اور جمع ہو گیا۔ الحمد للہ کہ وہ یتیم خانہ اب بھی بخوبی خلق خدا کی خدمت کر رہا ہے۔ اور اس کی عمارت دو منزلہ بن گئی ہے بخشی مصطفیٰ علی خاں صاحب مہاجر مدنی اس کی بہبود میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔

حجاز مقدس کی خدمت میں حضور کو خاص اہتمام تھا۔ ہر موقع حجاز مقدس کی خدمت میں حضور کو خاص اہتمام تھا۔ ہر موقع

اور ضرورت پر خود بھی بے دریغ خدمت فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کا رخصت میں حصہ لینے کی ترغیب دیتے۔ ایک دفعہ عرب شریف میں سخت قحط پڑا تو آپ نے ”مدینہ فنڈ“ قائم کیا۔ اس کی رسیدیں چھپوئیں اور بڑے اہتمام سے امدادی کام شروع فرمایا۔ خود زر خطیر عطا کیا اور دوسروں سے بے شمار روپیہ جمع کر کے بھجوا یا۔ عرب میں اس خدمت جلیلہ کو بہت سراہا گیا اور آپ کو ”ابو العرب“ کے لقب سے یاد کیا گیا۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے مکہ معظمہ حاضر ہوتے تو خانہ کعبہ کی زیارت کے وقت مستجاب الدعوات ہونے کی دعا مانگتے۔

رفقا کو بھی پہلے مدینہ شریف لے جاتے تھے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یہی ہدایت فرمائی ہے کہ میرے حبیب کے دربار میں حاضر ہو جاؤ گے تو مجھے پالو گے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو جس طرح سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق کامل تھا، اسی طرح ادب بھی بے نہایت تھا۔ سچ ہے

”عشق بن یہ ادب نہیں آتا“ آپ مدینہ منورہ پہنچ کر اول غسل فرماتے، پھر

نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے۔

حضور کے وقت آپ کا جسم کا پتلا رہتا اور سردیوں میں بھی کپڑے پینے سے تر ہو جاتے۔

چہرہ مبارک کی رنگت کبھی سُرخ ہو جاتی کبھی زرد۔ مواجہہ شریف میں سلام عرض کرنے کے بعد دوسری طرف جا کر بیٹھتے تو سردی ہوتے ہوئے بھی کافی دیر تک ہنکھا جھلنا پڑتا محسوس ہوتا تھا کہ آپ پر کال رعب طاری ہے۔ یہ شہنشاہوں کے شہنشاہ اعظم کا دربار ہے۔ یہاں کی

حاضری کوئی آسان بات نہیں۔ بے خبریوں کو کیا معلوم کہ وہ کس عظیم الشان بارگاہ میں حاضر ہیں۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

ایک دفعہ میں نے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا ”آپ جالی مبارک کو بوسہ دے لیں۔“

لیکن آپ اسی طرح ادب سے کھڑے رہے۔ واپس آکر فرمایا ”تم کو سجدی سپاہی کچھ نہیں کہتے۔“

میں نے عرض کیا ”وہ میرے دوست بن گئے ہیں“ فرمایا ”یہ تو اپنی ماں کے بھی دوست نہیں ہوتے تمہارے دوست کس طرح بن گئے؟“ میں نے جواب دیا۔ ”مولوی ضیاء الدین صاحب سے میں نے دریافت کیا تھا کہ حکومت کے آدمیوں کو کچھ دیا جائے یا نہیں؟“ تو مولوی صاحب نے کہا

”یار کے دروازے پر کتا ہو تو روٹی ڈال کر رسائی حاصل کرنے میں کوئی ہرج نہیں“ حضرت نے فرمایا ”میں تو ایسے کتے کو جو یار کا بے ادب ہو روٹی نہیں ڈالتا تمہاری مرضی؟“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حکومت کے افسروں اور ملازموں کی کوئی خدمت نہیں کرتے تھے۔ بعض کوچوں میں سے گنبد مبارک نظر آتا تھا۔ آپ انھی کوچوں سے ہو کر حاضری کے لئے جاتے اور راستے میں دیر تک کھڑے ہو کر، خوب جی بھر کے زیارت سے مشرف ہوتے۔

جس طرح حضورِ الا کا تمام وقت اشاعتِ دین اور تلقینِ مذہب میں صرف ہوتا تھا، اسی طرح آپ سب دوست

اجاب کوچ کی ترغیب بھی دیتے رہتے تھے کسی سے کہتے "تم پر حج فرض ہے، اس سال ضرور چلنا ہے" کسی کو ہدایت ہوتی "زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ حج کے فرضیہ سے فوراً سبکدوشی حاصل کرو" اگر کوئی عرض کرتا "حضور میرے پاس تو زادِ راہ کا کوئی انتظام نہیں" ارشاد ہوتا "بس تم نیت کر لو۔ انتظام ہو جائے گا" اور واقعی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خود بخود خلافِ اندازہ و توقع انتظام ہو جاتا۔ کسی سے فرماتے "حج مبارک ہو" وہ حیران ہوتا کہ نہ میرا ارادہ ہے نہ میرے پاس کوئی پیسہ ہے، یہ کسی مبارک باد۔ لیکن غیب سے مدد ہو جاتی اور کوئی نہ کوئی وسیلہ پیدا ہو جاتا۔

حاجی خوشی محمد صاحب زرگر خلیفہ مجاز سے علی پور شریف میں فرمایا کہ تم بھی حج کو چلو۔ انھوں نے کہا میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں۔ فرمایا "تم تیاری کرو۔ اللہ مسببِ الاسباب ہے" جب وہ فیروز پور اپنے گھر پہنچے تو غیب سے زادِ راہ کا انتظام ہو گیا۔ ایک مائی نے خود اپنے گھر بلا کر کہا "تمہارے حج کے اخراجات میں برداشت کروں گی، تم جا کر حج کر آؤ" چودھری غلام جیلانی صاحب مہاجر ہوشیار پوری (حال لائل پوری) نے خود بیان کیا۔ کہ "مجھ سے حضور نے فرمایا تم حج کو چلو گے۔ میں نے عرض کیا میرے پاس تو خرچ بالکل نہیں ہے۔ فرمایا تیاری کرو، سب انتظام ہو جائے گا۔ انھوں نے گھر پہنچ کر ایک شتہ دار کو تار دیا۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ "آمد و رفت کا کرایہ ارسال کرتا ہوں۔ میری بیوی کو ساتھ لے جا کر حج کر آئیے" چنانچہ ان کو حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ اسی طرح بھائی نصیب خان صاحب مرحوم خلیفہ مجاز کو بھی بھائی ذاکر علی صاحب کی وساطت سے حج کروا دیا۔

حاجی عبدالواحد صاحب لائل پوری سے فرمایا "تم نے مسافروں کی امداد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے گا" ہفتہ گزرا تو وہ میرے پاس آئے بہت خوش تھے۔ کہا کہ "میری حج کی درخواست منظور ہو گئی ہے۔ جس روز حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جزا کا مشورہ فرمایا تھا میرے پاس کچھ نہ تھا۔ مگر اب خدا کے فضل سے زادِ راہ کا بھی انتظام ہو گیا ہے"

خانہ کعبہ کی عمارت کے اندر نہ خود داخل ہوتے نہ دوسروں کو اجازت دیتے۔ بلکہ منع فرماتے اور خلافِ ادب جانتے۔ دھوپ اور چاندنی میں جب کہ خانہ کعبہ کا سایہ فرش پر پڑتا ہو طواف فرماتے تاکہ خانہ کعبہ کے سایہ پر پاؤں نہ پڑنے پائیں۔ آخر عمر میں جب کہ آپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے، کمزوری کے باعث بعض اجابت کی ادائیگی کے لئے وکیل مقرر کرتے۔ طواف اور صفا و مروہ کی سعی اسٹریچر (کھٹولے) پر کرتے تھے۔ طواف کے بعد معلم کو انعام سے نوازتے اور سب ساتھیوں کو بھی ہدایت فرماتے کہ "ان کی خوب خدمت کرو۔ انھوں نے ہم کو خانہ کعبہ کا طواف کرایا ہے"

ایک حج میں ایسا ہوا کہ میدانِ عرفا میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے خیمہ کو بھول کر دوسری سمت میں چلے گئے۔ حضرت قاری صاحب اس وقت آپ کے ہمراہ تھے مگر دونوں کے پاس ایک پیسہ نہ تھا۔ موسمِ خوب گرم تھا۔ پیاس لگی تو پانی میسر نہ آیا۔ خیمہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے۔ گرمی، پیاس اور تھکن کی وجہ سے بخار ہو گیا۔ نیز پیشاب بند ہو گیا۔ اس کے بعد ساری زندگی پیشاب کی تکلیف رہی ہے۔ ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری اور ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنبھائی نے علاج شروع کیا۔ اس وقت چودھری ابراہیم صاحب کٹر والوی چوبیس گھنٹے خدمت عالی میں حاضر رہتے تھے۔ جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلد واپس آگئے ہیں تو آپ نے چودھری ابراہیم صاحب سے فرمایا کہ تم مدینہ منورہ حاضری دو۔

انھوں نے عرض کیا کہ "میں آپ کو بیماری کے اس عالم میں چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہوں" ارشاد فرمایا "مجھے گنہگار نہ کرو۔ اور ضرور جاؤ" غرض بڑی تاکید سے ان کو مدینہ منورہ کی حاضری پر مجبور کیا۔ ان کے چلے جانے کے بعد حاجی منشی احمد دین صاحب (ساکن کالہ کلاں) نے تیمارداری کے فرائض سنبھال لئے۔ وہ بھی حضرت پیر ولایت شاہ صاحب کے ساتھ اس سفر میں حاضر خدمت تھے۔ بحری جہاز میں بھی منشی صاحب دن رات خدمت کرتے رہے۔ بعد میں ایک دفعہ منشی صاحب نے اپنے لئے دعا کی درخواست کی، تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "میں تمہاری حج کے زمانے کی خدمت نہیں بھولا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم کو بہت دیں گے"

۱۹۳۲ء کے حج کے لئے پروفیسر عابد حسن صاحب فریدی اور پروفیسر حامد حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما دہر دو خلیفہ مجاز آگرہ کو ہدایت فرمائی کہ ”اس سال ہمارے ساتھ حج کو چلو“ وہ سخت حیران کہ نہ جھپٹی کا کوئی انتظام نہ زاوراہ میسر، کیوں کر تعمیل ارشاد ہوگی۔ لیکن حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر کامل اعتماد بھی تھا۔ آخر یہی ہوا کہ سب انتظامات باسانی مکمل ہو گئے۔ یہ دونوں حضرات خود ہی نہیں گئے بلکہ ان کی والدہ صاحبہ اور فریدی صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے بھی سعادت حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حاجی محمد اسحاق صاحب امرتسری سلام کو حاضر ہوئے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج کو تشریف لیجانے والے تھے۔ ان سے کہا ”حج مبارک“ شام تک ان کا سفر خروج مہیا ہو گیا۔ جہلم والے صوفی اللہ دتا صاحب سے بھی اسی طرح فرمایا اور وہ حج و زیارت کی سعادت سے فیض یاب ہوئے۔ بیرولایت شاہ صاحب منشی احمد دین صاحب، کو بھی یہ سعادت اسی طرح نصیب ہوئی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ بعض لوگوں کے لئے دعا فرماتے وہ حج و زیارت کی سعادت پالیتے بعض لوگوں کو اپنے خروج پر ساتھ لے جاتے۔ کچھ لوگ خدمت کے لئے ہمراہ جاتے۔ آپ کے خادم خاص حاجی بوٹا صاحب نے اتنے حج کئے تھے کہ کسی دولت مند شخص کو بھی نصیب نہ ہوئے ہوں گے۔ حاجی عبداللہ صاحب امرتسری کو خدمت کی بدولت کسی دفعہ یہ سعادت حاصل ہوئی۔ حاجی محمد الدین صاحب فوجی، سائیں فضل دین صاحب رویش، امام الدین صاحب کھارو رویش، سائیں حبیب اللہ صاحب، حاجی عبدالعزیز صاحب زرگر، دوسرے حاجی عبدالعزیز صاحب رویش، حاجی سید احمد صاحب خادم خاص، نیز حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے کئی خدام نے خدمت کے طفیل حج اور زیارت کا شرف حاصل کیا۔

بعض کو ہجرت مدینہ کا حکم دینا بعض یاروں کو حضور الارحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ تم ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جاؤ۔ انھوں نے ارشاد مبارک کی تعمیل کی اور بقیہ زندگی جو ار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر کی۔ اور حنبت البقیع میں پیوند خاک ہوئے۔ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز اس طرح اپنی ظاہری غیر موجودگی میں بھی ہاں اپنی نیابت کے لئے کسی کی حاضری پسند کرتے تھے۔ حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب خلیفہ

مجاز (میسور) اب بھی وہاں حکیم عالی کے مطابق مقیم ہیں۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانے کا حکم دیا تو بہت سے مسائل و دشواریاں ہوئے۔ بھارت سے ہجرت، بھارت کی پنشن کا پاکستان منتقل ہونا، پھر اس پنشن کا پاکستان سے سعودی عرب بھیجنے کا اجازت نامہ وغیرہ۔ وہاں کے اخراجات کی زیادتی کے پیش نظر حضرت بخشی صاحب کی پنشن بہت معمولی تھی۔ مگر یہ تمام مشکلات بخوبی حل ہو گئیں۔ ”جماعت منزل“ کی تعمیر و تکمیل میں لاکھوں روپے کا صرف بھی انھی کے ہاتھوں ہوتا رہا۔ مدینہ منورہ کے قیام میں دوبارہ ان کی پنشن پہنچنی بند ہو گئی۔ تو ان کو اور زیادہ شدائد سے سابقہ پڑا۔ لیکن کچھ دن بند رہنے کے بعد پنشن دوبارہ جاری ہو گئی۔ اور پاکستان سے یہ قسم مدینہ منورہ پہنچنے لگی۔ بخشی صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم ہجرت کی مصلحتوں کے عجیب واقعات سناتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے ان کو ہجرت کا حکم دیا تو جہاں اس میں یہ مصلحت پوشیدہ تھی کہ وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نمائندے کی حیثیت سے دربار نبوی میں حاضر رہیں گے، وہاں دوسری بہت سی دینی اور سماجی کشائشیں بھی ملحوظ خاطر تھیں۔

بارگاہ رسالت میں تقرب

قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰهُ (ترجمہ) ”اے پیغمبر! کہہ دو کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو (اس کا واحد راستہ یہ ہے کہ) میرا اتباع کرو۔ تو اللہ تم سے محبت کرے گا،“ یہ کلام خدا کی بلاغت کا کمال ہے کہ کوزے میں دریا کو بند کر دیا ہے۔ پیروی اسی وقت کامل کہی جاسکتی ہے جب اسوہ حسنہ کا قدم قدم پر اتباع کیا جائے۔ جب پیروی کامل ہوگی تو محبت پیدا ہوگی۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ ہو گئی، تو پھر رب العزت اپنے پاک محبوب سے نسبت محبت قائم و استوار کر لینے والے پر اپنے انعامات کی بارش فرماتے ہیں۔ جس کا سبب سے ارفع درجہ یہ ہے کہ خود اللہ پاک اس بندے کو اپنی محبت سے

کے لئے آئے تھے۔ انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ”میں نے سنا ہے اہل لاہور میرے پے آ رہیں۔ ایسا کیوں ہے؟“ آپ نے فرمایا ”مولوی صاحب! لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں“ مولوی صاحب نے کہا ”میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو کافر اور مرتد سمجھتا ہوں۔ یہی میرا عقیدہ ہے۔ میں کیسے گستاخی کا ارتکاب کر سکتا ہوں؟“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور آپ نے علامہ صاحب کو گلے لگا لیا۔ اور فرمایا آپ میرے بھائی ہیں۔ جلسے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر فرمایا ”علامہ شبیر احمد صاحب میرے بھائی ہیں۔ خبردار ان سے کوئی گستاخی نہ ہو۔ میرے سامنے انھوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کر دی ہے“ مولوی صاحب حضرت کے اخلاق کریمانہ سے بہت خوش ہوئے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بلند روحانی مدارج
دربار خدادادی اور سرکار نبویؐ میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کیا بلند رتبہ حاصل تھا، اس کا ہم کو کیا علم ہو سکتا ہے۔ یہ البتہ ہم جانتے ہیں کہ دین کی خدمت اور سنت نبویؐ کا کامل اتباع کرنے والوں کے لئے مدارج بلند کے وعدے کئے گئے ہیں۔ اور محبت الہی اور عشق رسولؐ میں سرشار رہنے والوں کا رتبہ اعلیٰ و ارفع بتایا گیا ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ساری عمر تبلیغ و ارشاد اور خدمت دین و ملت میں صرف ہوئی، اس کا اجر جمیل اور صلہ عظیم یقیناً بارگاہ رب العزت سے عطا ہوا اور آپ ان مراتب بلند اور مدارج عالی پر فائز ہوئے اور آپ کو انھیں خواص کا سب سے اعلیٰ مقام مرحمت ہوا۔

ولایت کا آخری درجہ پانا
حضرت قبلہ عالم کے وصال کے بعد مولوی عبدالرشید کو جو عرصہ دراز تک علی پور سیداں کے مدرسے میں مدرس

اول سے خواب میں آپ کی زیارت ہوئی انھوں نے دیکھا کہ آپ نہایت شاندار لباس زیب تن فرمائے ہوئے ہیں۔ آپ نے مولوی سے فرمایا ”مولوی! میں مدینہ منورہ سے آ رہا ہوں۔ ولایت کے تھیں درجے ہوتے ہیں۔ چھتیسویں درجے کا خلعت مجھے آج عطا ہوا ہے“ اس

سرفراز فرمائیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان اور اعتقاد جس طرح رب تعالیٰ کی ذات و صفات پر کامل و بے کھ کا تھا، اسی طرح آپ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا ہر کام اور ہر وقت میں کامل اتباع مقصود ہوتا تھا، اور اسی لئے آپ ہمہ وقت عشق رسولؐ میں سرشار رہتے تھے۔ حرمین الشریفین کا سفر و پیش ہوتا تو آپ قبل از وقت روانہ ہوتے تاکہ ایام حج سے قبل زیادہ سے زیادہ مدت مدینہ منورہ میں اور دربار رسولؐ کی حاضری میں صرف کر سکیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کی محبت اور حضور کا ادب
حج و زیارت کے بیان میں آچکا ہے کہ نعت کے الہانہ اشعار آپ

کو کیسا بے تاب کر دیتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک سے آپ کو روحانی کیف اور تسبی سرور حاصل ہوتا تھا۔ اور آپ کا جی چاہتا تھا کہ یہی مبارک ذکر جاری رہے۔ آپ کی محفلوں میں نعت خوانی عام طور پر ہوا کرتی تھی۔ آپ اچھے اشعار بار بار سننے اور نعت خوانوں کی ہمت افزائی فرماتے۔ ان کو نقد انعامات سے نوازتے۔

یہ ذکر بھی پہلے آچکا ہے کہ اگر کوئی بد بخت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کسی طرح کی گستاخی کا ارتکاب کرتا تو آپ بے قرار ہو جاتے۔ اور اس کی قرار دہی سرزنش فرماتے۔ آپ کو یہ گوارا نہ ہوتا کہ کسی قسم کی بد تمیزی اور ہرزہ سرائی آپ کے علم میں آئے اور آپ اس گستاخ شخص کو ضروری سزا فوراً ہی نہ دیں۔ اسی طرح مدینہ منورہ کی ہر شے سے آپ کو کمال محبت و عقیدت تھی۔ جس کا تفصیلی ذکر پہلے آچکا ہے۔ اگر کوئی شخص مدینہ شریف کی کسی چیز کا ذکر نامناسب یا معترضانہ انداز میں کرتا تو آپ اس کو سخت تنبیہ فرماتے جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک عزت و احترام سے اچھے اور مناسب الفاظ میں کرتا، اس سے آپ بہت خوش ہوتے، اور اپنی خوشنودی کا اظہار بھی فرماتے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لاہور میں مسلم لیگ کا جلسہ تھا۔ علامہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی بھی جلسہ کی شرکت

تک تین بار زیارت کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اس فہمائش کے بعد ان کی ساری پریشانی از خود دور ہو گئی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں میں بے شمار خوش قسمت لوگ ایسے ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ چونکہ تفصیل سے اجتناب مقصود ہے اس لئے سب کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ خواب تو خواب، کئی یارانِ طریقت ایسے ہیں جن کو آپ نے بیداری میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرا دیا۔ اور جتا دیا "کیوں بھائی تمھاری آرزو پوری ہو گئی؟"

برادرِ عزیز سید نذر حسین شاہ نے بیان کیا کہ

بیداری میں زیارتِ رسول

ان سے ماسٹر حکیم غلام محمد صاحب سکسٹھ ناٹھ نے کہا کہ "میں ایک دوست کے ساتھ چوہہ شریف حاضر ہوا۔ میرا دوست پہلے سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے داخلِ سلسلہ تھا۔ اس نے راستے میں مجھ سے کہا کہ میں کوئی دوسرا پیر پکڑنا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ میں تو اسے مرشد بناؤں گا جو مجھے عالم بیداری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت عام مجلس میں کرا دے۔ غرض ہم دونوں چوہہ شریف پہنچے۔ مجلس وعظ میں جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا "مرید پیر کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جس انڈے کو ایک مرغی گندہ کر دے، اس سے کوئی مرغی بچہ نہیں نکال سکتی" اسی مجلس میں مجھے عالم بیداری میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ وعظ ہی فرمایا کہ "تمھاری سب کی نیت پوری ہو گئی ہے" چنانچہ میرے ساتھی نے اپنا غلط ارادہ بدل دیا۔ اور مجھے بھی ہدایت حاصل ہوئی کہ میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گیا۔"

ڈاکٹر حاجی محمد سلیم صاحب ساکن راولپنڈی نے سنایا کہ مجھے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جب میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سب سے پہلے آپ نے مبارکباد دی۔ میں نے عرض کیا کہ وہ خواب میں زیارت ہوئی تھی۔

خلعت کی نورانی چمک دمک سے مولوی کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں، اور وہ ہٹکا بٹکا رہ گیا۔ چاہے ارڈر سنگھ والا پراک حکیم صاحب نے بیان کیا کہ ایک نجومی نے مجھے بتایا کہ میں نے تمھارے پیر کے ستارے کا حساب لگایا ہے۔ کئی مرتبہ میرے حساب میں آیا ہے کہ اگر وہ پیر نہ ہوتے تو بادشاہ ہوتے۔"

حافظ غلام حسن صاحب علی پور شریف حاضر ہوئے

یاروں کو نبی کریم کی زیارت کرانا

تو مجھ سے دریافت کیا کہ "مجھ جیسے گنہگار کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو سکتی ہے؟" اور بیان کیا کہ میں زیارت سے شرف ہوا ہوں۔ میں نے کہا کہ "اگر تمھیں زیارت ہوئی تو اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت ہے" ان کو اطمینان ہوا۔ میرے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمارے کچھ عرض کرنے سے قبل حضور نے فرمایا "غلام حسن تمھاری طرف بارش ہوئی ہے یا نہیں؟" عرض کیا "نہیں" آپ نے ارشاد فرمایا "فرنگیوں کا ایک ملک ہے، وہاں ہر روز بارش ہوتی ہے۔ مذینہ شریف اور مکہ شریف میں کئی کئی سال نہیں ہوتی۔ سیٹیل میدانوں میں برسنا رہے اور باغ میں ایک قطرہ بھی نہ پڑے۔ وہ مالک ہے جو چاہے کرے" اس مثال سے آپ نے حافظ غلام حسن صاحب کے شک کا از خود ازالہ فرما دیا۔ حافظ صاحب پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی شفقت اور خاص توجہ تھی۔ ان کو کئی مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ وہ ہر بار مجھے بتا دیا کرتے تھے۔

مستری فضل دین صاحب ساکن سچکرا میں کو زیارت کا شرف حاصل ہوا تو انھوں نے حضرت کی خدمت میں اپنا خواب بیان کیا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایت فرمائی کہ درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔ دسمبر ۱۹۶۹ء میں مستری فضل دین صاحب نے خواب میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کی زیارت کی۔ ان دنوں وہ سخت پریشانی کے عالم میں تھے۔ حضور نے خواب میں فرمایا "جسے تین مرتبہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہو گئی، وہ فکر کیوں کرے" مستری صاحب کو واقعی اس وقت

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیداری میں بھی ہوگی۔ جب میں مدینہ منورہ میں مسجد شریف میں حاضر تھا تو میں نے دیکھا کہ ریاض الجنۃ میں روضہ اقدس کے دروازے کے باہر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ بیداری میں زیارت کے شرف سے مشرف ہوا حافظ غلام حسن صاحب کا بیان ہے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے آ رہے ہیں۔ اس طرح کہ آپ کا ہاتھ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے۔ حافظ غلام حسن نے خواب میں حضرت سے مصافحہ کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ”پہلے ان سے یہی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کا تو ہر روز کلمہ پڑھتا ہے“ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تمہارے پیر کی شان دنیا کیا جان سکتی ہے۔ اللہ اور اللہ کا رسول جانتے ہیں کہ اس کے مراتب کتنے بلند ہیں۔ جتنی خدمت اس نے دین کی کی ہے اس زمانے میں کسی نے نہیں کی“

ایک دفعہ حافظ غلام حسن صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ”غلام حسن تیرے پیر کی شان بہت بلند ہے۔ لوگ اس کے مرتبہ کو نہیں جان سکتے“ ایک اور شخص نے خواب میں دیکھا کہ دربار لگا ہوا ہے۔ کرسیاں بچھی ہیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اولیائے کرام بھی خدمت میں حاضر ہیں۔ ایک کرسی خالی ہے۔ وہ شخص دیکھتا رہا۔ اتنے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت ہوئے اور اس خالی کرسی پر بیٹھ گئے۔

مولوی محمد یوسف صاحب کلانوری مولوی محمد یوسف صاحب نے بیان کیا کہ ”اکثر میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ

میرے پیر کی شان بلند ہے یا حافظ صاحب کی“ دہشت لوگ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حافظ صاحب یا شاہ صاحب یا امیر ملت ہی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اولیائے کرام اپنے

اپنے رتبہ کے مطابق صفوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور میرے پیر صاحب سب سے آخری صف میں ہیں۔ دل میں خیال آیا کہ دیکھیں حضرت امیر ملت کہاں ہیں، دربار رسالت میں ان کا کیا مرتبہ ہے۔ غور سے دیکھا تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے نکمہا جھل پے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”دنیا دار مولوی اس کی شان کیا جان سکتے ہیں۔ اس نے میرے دین کی بہت خدمت کی ہے۔ تو اس کے درجے کو کیا دیکھتا ہے، ہم جانتے ہیں“ ان مولوی صاحب نے خدمت میں حاضر ہو کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مبارک باد پیش کی۔ تو حضرت نے فرمایا ”ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ یہ ان کا لطف و کرم ہے کہ مجھ ایسے ہیچ میرز کو نوازتے ہیں“

اللہ ودھایا صاحب (لال پور) بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے تہجد کے وقت خواب میں دیکھا کہ نماز عصر کا وقت ہے اور حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے ہیں۔ میں نے یہ خواب حضرت مولوی امام الدین صاحب سے بیان کیا۔ اور ان کی اجازت کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا ”حاجی صاحب! مبارک! مبارک! مبارک! حاجی صاحب! عصر کا وقت نہیں طہر کا وقت تھا“ سبحان اللہ! کیا مقام ہے! حضور نے مجھے چار بار مبارک دی تھی۔ نتیجہ یہ کہ مجھے چار دفعہ حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ورنہ اسکول کے ایک غریب مدرس کو یہ توفیق کہاں ہو سکتی ہے“

مرتبہ قطبیت و غوثیت حاجی میاں احمد صاحب کوہاٹی نے بیان کیا کہ وہ حج و زیارت کے لئے گئے تو مدینہ منورہ میں پشاور بہادرگی کے ایک

بزرگ حاجی حافظ محمد عمران صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے چھیالیس حج کئے تھے اور اکثر دربار نبوی میں حاضر رہتے تھے۔ بڑے روشن ضمیر اور بزرگ آدمی تھے۔ حاجی عمران صاحب نے بیان کیا کہ ”جب تک کسی کی مسل پر حضرت آغا خلیل صاحب دستخط نہ کریں، اس کا دل کسی درجہ پر بھی تقرر نہیں ہوتا“ حاجی میاں احمد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حاجی عمران صاحب سے کہا کہ ”دہلی کی جامع مسجد میں باتیں ہو رہی تھیں تو میں نے سنا تھا کہ آج کل غوث

علی پر شریف حاضر ہوا۔ میں ابھی سوئی میں داخل نہیں ہوا تھا کہ حضرت صاحب نے سب حاضرین کو حکم دیا کہ باہر دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھو۔ اور اپنا کمرہ خالی کرالیا۔ میں جب دروازے پر پہنچا تو اندر سے آواز آئی ”حافظ صاحب! السلام علیکم“ یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت صاحب نے سلام میں مجھ پر سبقت فرمائی۔ ورنہ ہمیشہ میں دوسروں کو سلام کرنے میں سبقت کیا کرتا ہوں۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور دوڑ کر قدم ٹچم لئے۔

میاں احمد صاحب کہتے ہیں کہ ”میں نے حاجی عمران صاحب سے دریافت کیا کہ پھر آپ نے حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں خلعت پیش کیا؟۔ حاجی صاحب نے جواب دیا ”میاں صاحب! تم تو ہر بات کی تحقیق کرتے ہو۔ یہ باتیں پوچھنے کی نہیں ہوتیں“ پھر فرمایا ”اب میرا یہ حال ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار کے بغیر چین نہیں آتا۔ یہاں آتا ہوں تو واپس جانے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر کیا کروں، مجبور ہوں، تین چار جگہ درس قرآن کی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے۔ ورنہ میں تو ہمیشہ حضور کی خدمت ہی میں حاضر رہتا“

حضرت بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب کا مکتوب تعزیت آخر میں پیغامات تعزیت کے عنوان کے تحت مطالعہ کیجئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال شریف کے بعد روضہ مطہرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دے کر بارگاہ صمدیت میں علانا دربار نبوت میں حضور کے تقرب کی روشن دلیل ہے۔ حضرت مولوی ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی کے اس بیان کا اقتباس ”وصال مبارک“ کے عنوان میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

زمانہ فلاں بزرگ ہیں۔ حاجی عمران صاحب تنک کر بولے ”بھائی جو غوثیت اور قطبیت یہاں سے ملتی ہے وہ تو نہیں، البتہ جامع مسجد دہلی سے ملی ہو تو میں کہہ نہیں سکتا“ میاں احمد نے سوال کیا ”اچھا بتائیے، اس وقت ہمارے حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری کس درجہ ولایت پر فائز ہیں؟“ حاجی عمران صاحب کہنے لگے کہ ”اس وقت تمام اردو زمین پر آپ کا تصرف ہے۔ درجہ ولایت میں کوئی مرتبہ باقی نہیں ہو آپ کو نہ بلا ہو“

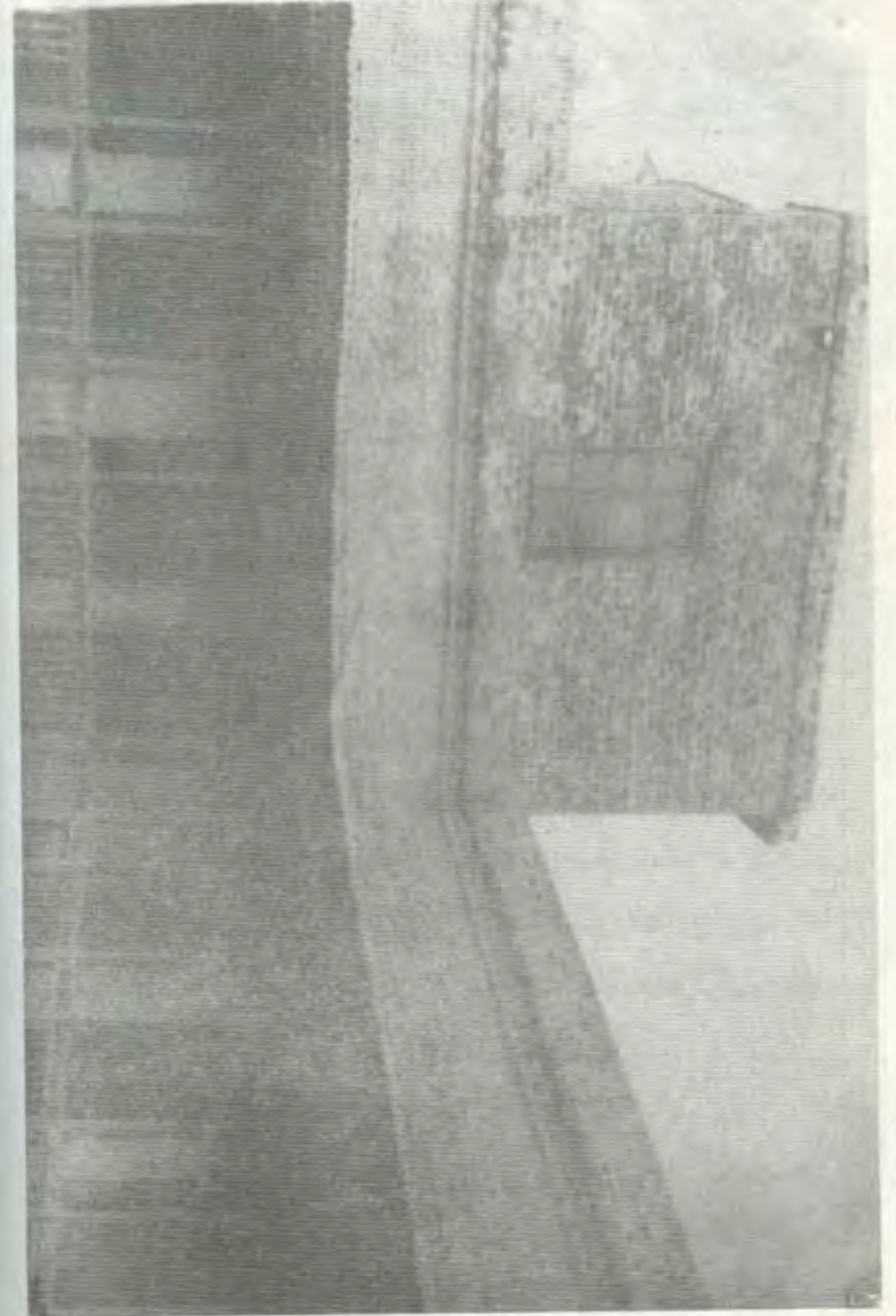
اس کے بعد حاجی عمران صاحب نے فرمایا۔
دربار رسالت خلعت فاخرہ | ”میں کبھی کسی بزرگ اور ولی اللہ سے ملنے کا شوق نہیں ہوتا۔ کیونکہ میرا تعلق شہنشاہوں کے شہنشاہ سے ہے۔ اس در کے بعد کسی اور کی جانب رخ کرنے کے کیا معنی۔ مگر ایک اقعہ ایسا گزرا کہ اب مجھے حضرت قبلہ محدث علی پوری کی خدمت میں حاضری کا شوق تڑپاتا رہتا ہے“ پھر حاجی صاحب نے یہ تفصیل بیان کی اور فرمایا کہ:

”ہر سال حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک عظیم الشان دربار منعقد ہوتا ہے جس میں سب کو حسب مراتب خلعت عطا کئے جاتے ہیں۔ ایک بار جب دربار عالی کا انعقاد ہوا۔ تو حسب دستور سب کو خلعت مرحمت کئے گئے۔ مگر ایک بہت شاندار اور قیمتی خلعت سب سے علیحدہ رکھا تھا۔ اس پر ہر ایک کی نظر تھی اور یہ معلوم کرنے کے مشتاق تھے کہ یہ کس خوش نصیب کو عطا ہوتا ہے۔ آخر حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری کا نام پکارا گیا۔ آپ اس سال حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے تھے۔ عرض کیا گیا کہ وہ اس سال حاضر نہیں ہوئے۔ اس پر میرا نام لے کر حاجی عمران کہہ کر پکارا گیا۔ میں نے عرض کیا ”لبیک! بندہ حاضر ہے“ ارشاد ہوا ”یہ خلعت تمہارے حوالے ہے۔ ہماری یہ امانت لے کر علی پور سیداں جاؤ۔ اور شاہ صاحب کو پہنچاؤ“ حاجی عمران صاحب نے کہا یہ دیکھ اور سن کر میں شمشد رہ گیا۔ اور اس دن مجھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان کا اندازہ ہوا“

حاجی عمران صاحب نے آگے فرمایا کہ ”ایام حج گزرنے کے بعد میں واپس ہوا تو سیدھا

تبلیغ و ارشاد

تجدید و احیاء دین — تبلیغ و ارشاد —
 دکن میں — کشمیر میں — جدید تعلیم والوں میں
 فوجیوں میں — افغانستان میں — رومنز ایتھ
 رومسلس حدیث — چورڈا کو کو پار بنانا —
 جیاتے کو مرید بنانا —



شیش محل کا اندرونی منظر " کونے میں باب رکھت ہے "

تجدید و احیاء دین

حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں کفر و ظلمت کا دور دورہ تھا۔ اور اسلام کو کسی ایسی اولوالعزم ہستی کا انتظار تھا جو تاریکیوں کو مٹا کر نورِ ایمان سے دلوں کو روشن کرے۔ کفر و الحاد کا عقاب ہر طرف شکار کی تلاش میں گرم پرواز تھا۔ اور ڈرے بھے کھڑے گوشہ نشینی میں عافیت سمجھ رہے تھے۔ اگر ایمان کی بجلی کبھی گمراہی کے تاریک پردوں کو چاک کرتی، تو اپنی شپہرہ چشمی کی بدولت خلقت اس روشنی سے ضعیف پانے سے محروم رہتی، عوام الناس عادات و اخلاق اور اعمال و افعال کے لحاظ سے کفر میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان و امتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم و شعائر کو دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے اور صِبْغَةُ اللَّهِ کے خداوندی رنگ کا ان کو احساس ہی نہ رہا تھا۔ کافرانہ رواج اس قدر عام تھے کہ بے چاروں کو خدا رسول کی تعلیمات سے یکسر بیگانگی تھی۔ کفر و شرک کے پجاری رشتہ و ہدایت سے نبرد آزما تھے اور ہندوستان سے اسلام کا نام اٹھانے پر کمر بستہ۔ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا۔

اس مہتید کے بعد حضرت صاحبزادہ مولانا فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلومہار شریف نے علی پور شریف کے جلسے میں فرمایا تھا کہ "ایسے وقت میں جب کہ روشیں ویران اور آبجوئیں خشک ہو چکی تھیں، کہ اچانک ابر رحمت نمودار ہوا گلزارِ عالم میں آثارِ حیات ہو پیدا ہوئے۔ اس کا تقاطر بہارِ آفریں اور مردہ زمین کو حیاتِ جاوداں بخشے والا تھا۔ انسانیت کے پشمرہ چہرے پر رنگِ شباب نکھرنے لگا۔ بادِ خزاں کے ہزیمت خوردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سر نو خلعتِ برگ و بار عطا ہوا۔ کہ وہ آفتابِ عالم تاب طلوع ہوا۔

اس نیرِ اعظم نے شبِ روز سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے، ان سرنگوں مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کو بینا و روشن کر دیا۔ اور ان کے ظلمت کدوں میں پہنچ کر ان کے تاریک ترین گوشوں کو مستور و ضوفشاں کر دیا۔ ان سیاہ ذروں کو تابندہ ستارے بنا دیا۔ اپنی تمازت عالم تاب سے پشمرہ دلوں کو گرمایا۔ اور تازہ خون پسید کیا۔ خوابیدہ احباب کو جگایا اور ہوشیار کیا۔ اور میدانِ عمل میں لاکھڑا کیا۔ اور ان سے کام لیا۔ حالانکہ اس وقت نہ کوئی واعظ تھا نہ وعظ سننے والا۔ نہ جلسہ تھا نہ جلسہ۔ نہ انجمن تھی نہ کارکن۔ صرف حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سب کچھ تھے۔ اور آپ نے یکے و تنہا اصلاحِ دین کا بیڑا اٹھایا تھا۔

انیسویں صدی میں مسلمانوں کی زبوں حالی
انیسویں صدی میں مسلمانانِ ہند کی مذہبی حالت بے حد زبوں تھی۔

شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک یکساں گمراہی پھیلی ہوئی تھی۔ دیہات کے مسلمان تو صرف برائے نام مسلمان تھے۔ سکھا شاہی کے اثراتِ بد کی وجہ سے شمالی ہند اور خصوصاً پنجاب میں مسلمانوں کا حال اور بھی ابتر تھا۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے ساتھ اچھوتوں سے بدتر سلوک کرتے تھے۔ سکھوں کی وحشی حکومت اور ان کی بربریت و اقتدارِ حتم ہوا تو انگریز آئے۔ وہ ان سے زیادہ اسلام دشمن اور مسلم کش تھے انھوں نے معاندین اسلام کے کام کو اور آگے بڑھایا۔ اپنے منافقانہ اور مفسدانہ عزائم کو نئی شکل دی۔ اور اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کے لئے نئے نئے حربے ایجاد کئے۔ جگہ جگہ اپنے پادری بھیجے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے نئے طریقے استعمال میں لائے۔ تاکہ مسلمان صراطِ مستقیم سے ہٹ کر جاویں۔ ان میں حلال و حرام کا امتیاز جاتا رہے۔ اور اسلام کی بیخ کنی کی راہ ہموار ہو جائے۔ ہندوستان میں مسلمانوں پر جو بڑا وقت آیا تھا اس کا آغاز دو سو سال قبل ہو چکا تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں کی اجتماعی کوششوں اور سکھا شاہی نے اسے تقویت پہنچائی۔ اور انیسویں صدی عیسوی میں اس پورے برصغیر میں دینِ متین کا چراغ مٹتا ہوا نظر آنے لگا۔

لگا۔ عام مسلمانوں اور خصوصاً دیہات کے مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف نام کے مسلمان رہ گئے تھے۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج اور دوسرے احکام شریعت مطلقاً بھول چکے تھے۔ اسلامی اعمال و شعائر سے قطعاً نا بلند ہو چکے تھے۔ رمضان شریف میں دن کو بچاتے اور کھاتے تھے۔ نماز کی کوئی پروا نہیں رہی تھی۔ اسی طرح دوسرے اسلامی احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے اور ان کو احساس بھی نہ ہوتا تھا کہ کیا کر رہے ہیں۔ اور راہ راست سے کتنی دور بھٹکے جا رہے ہیں۔

اکثر مقامات اور دیہات میں مسلمانوں کے نام بھی ہندوؤں جیسے ہونے لگے تھے۔ وہ ہندوؤں اور سکھوں کا پس خوردہ کھاتے اور اس میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ ہندوؤں کے کنوؤں پر ان کو دھوکھا کر کے اوک سے پانی پلایا جاتا اور انہیں شرم نہ آتی تھی۔ مسلمان اگر ہندو کے چوکے اور رمونی کے پاس سے گزر جائے تو اُسے پلید سمجھنے لگتے تھے اور اس مسلمان کی توہین و تذلیل کرتے تھے۔ سکھوں کے گھروں میں بیٹھ کر مسلمان ان کا جھٹکے کا گوشت کھاتے تھے اور حرام حلال کی تمیز باقی نہیں رہی تھی۔ گاؤں میں مسجدیں منہدم کر دی گئی تھیں۔ جو باقی تھیں وہ بھی ویران اور غیر آباد تھیں۔ سکھ مسجدوں میں اذان کے روادار نہ تھے۔ اگر کوئی جرأت کر کے اذان ویدیتا تو اس کو مارتے پینتے اور سختی سے پیش آتے تھے۔ مسلمانوں کو ذبیحہ کی اجازت نہ تھی۔ گائے تو کیا کوئی بکری بھی ذبح کرے تو اس کو زود کو بکرتے تھے اور جھٹکے کا گوشت کھانے پر مجبور کرتے تھے۔ غرض مسلمانوں کی زبوں حالی اور اسلام کو مٹا دینے کی کوششیں شباب پر تھیں اور مسلمان روز بروز قعر مذلت میں گرتے جا رہے تھے۔

ہندو ماشکی (چیور) مسلمانوں کے گھروں میں پانی بھرتے تھے۔ اور یہ پانی صرف ہندوؤں کے کنوؤں سے لایا جاتا تھا۔ ہندوؤں کے کنوؤں کا حال سب کو معلوم ہے کہ وہ ہر حال میں پاک سمجھے جاتے ہیں۔ خواہ ان میں گوبر، بول، سباز، پھول، پانی کچھ بھی گر کر اُسے گندہ کر دے۔ مساجد کو ہندوؤں اور سکھوں نے ویران

اور غیر آباد تو کر ہی دیا تھا، مگر کتنی مسجدوں کو ان بد بختوں نے اپنے تصرف میں لے رکھا تھا اور وہاں مولشی باندھتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہر طرف نجاست اور غلاظت پھیلی رہتی تھی۔ لوگوں کو انیسویں صدی کے ان حالات کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے لیکن دیہات میں جو بہتر حال تھا اس سے صرف نظر کر کے اس تاریخی حقیقت پر غور کیجئے تو آپ اپنا سر پیٹ لیں گے کہ اس زمانے میں پشاور جیسے مسلمان اکثریت کے شہر میں کتنی ہی مسجدیں ہندوؤں اور سکھوں کے قبضے میں مدتوں رہیں۔ اسی طرح تاریخ شاہد ہے کہ دہلی کی جامع مسجد مدتوں غیر مسلموں کے تصرف میں رہی۔ پشاور اور دہلی کی یہ مسجدیں موجودہ صدی میں واگذار ہو سکی ہیں اور تاریخ کی شہادت حقیقت کی صداقت پر گواہ عادل ہے۔

بیسویں صدی کے ڈوڈل و زواقعات

موجودہ صدی کے دو واقعات مستان ہوں۔ ان پر قیاس کیجئے تو گزشتہ صدی کی زبوں

حالی کی تصویر سامنے آجائے گی۔ میں نے ہجرت خود چھوکی ملیاں ریلوے اسٹیشن پر دیکھا کہ سکھ دوکاندار مسلمانوں کو لستی پلانے کے لئے علیحدہ برتن استعمال کرتا تھا۔ جب مسلمان کو لستی پلاتا تو خالی برتن کتے کے سامنے ڈال دیتا تھا۔ کتا اس برتن کو چاٹ لیتا تو اسی پر کپڑا پھیر کر دوبارہ استعمال کے لئے تیار رکھتا۔ اور دوسرے مسلمان کو اس میں لستی پلاتا تھا۔

پنجاب کے علاوہ دوسری مثال سی پی کی سینیے۔ پروفیسر محمد طاہر فاروقی صاحب

نے بتایا کہ ان کے ایک دوست جناب غلام جیلانی صاحب مرحوم جو پیر زادگان فتحپور میکری (ضلع آگرہ) میں سے تھے، سی پی میں سب انسپکٹر پولیس تھے۔ وہ اپنے اوپر گزے ہوئے ایسے کئی واقعات سناتے تھے، جن کو سن کر مسلمانوں کی جہالت، نادانیت اور زبوں حالی پر حیرت ہوتی ہے۔ اور رونا آتا ہے۔ سی پی کے دیہات میں مسلمان بکے نام ہوتے ہیں۔ گاؤں بھر میں دھڑ، بڑھئی، بہشتی (ماشکی) قسم کے دواک گھر مسلمان نظر آتے ہیں۔ ان پیر زادہ صاحب کو تفتیش کے سلسلے میں گاؤں گاؤں جانا پڑتا تھا۔ وہ کٹر مسلمان اور پابند شریعت تھے۔ ایسے گاؤں میں پہنچتے جہاں مسلمان گھر نہ ہوتا تو بھوکے رہتے مسلمان گھر مل جاتا تو وہاں کچھ کھا پانی پیتے۔ وہ کہتے تھے کہ

سڑکیں عموماً کچی اور دشوار گزار تھیں۔ پھر دیہات میں تو کچی سڑکیں بھی نہ تھیں۔ لوگ اونہی پگنڈیوں پر ہوتے ہوئے راستے طے کرتے تھے۔ راستوں میں گاؤں پرٹتے تو کونویں بھی مل جاتے۔ ورنہ دور دور پانی کا نشان تک نہ ہوتا تھا۔

یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ زیندار تھے۔ ابتدائی ایام میں تو گھر میں گھوڑا اور سواری کا ٹانگہ یا اس کے لئے بیل بھی نہ تھے۔ وسائل سفر کے کامل فقدان کے ساتھ نہ زادراہ میسر تھا نہ توشہ سفر موجود۔ مگر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اس دینی خدمت کے لئے من جانب اللہ مامور ہوئے تھے، اس لئے آپ نے مشکلات راہ کی مطلق پروا نہ کی۔ ضرورت تھی کہ کوئی بندہ خدا اور مرد با خدا میدان عمل میں اترے۔ اچھے دین اور ترویج شریعت کا بیڑا اٹھائے اور مسلمانوں کو از سر نو صراطِ مستقیم پر گامزن کرے۔ تو آپ بمنشائے ایزدی دین متین کی تجدید و احیا اور شریعت حقہ کی ترویج و تبلیغ کے لئے صرف توکل اور نصرت الہی کے بھروسے پر سرگرم عمل ہو گئے اور مدتِ عمر اس منصبِ عالی پر فائز رہ کر جفاکشی، تنہی، اور ریاضت شاقہ کی وہ مثال قائم فرمائی، جس کی نظیر انیسویں اور بیسویں صدی میں ملنی ناممکن ہے۔ آپ کو خداوند رب العزت کی تائید اور نصرت حاصل تھی کہ باوجود ہر قسم کی مشکلوں اور رکاوٹوں کے کامیابی و کامرانی آپ کے قدم چومتی رہی۔ اور ترویج شریعت، تجدید دین اور احیائے اسلام میں آپ کو سیرت انگیز اور عظیم کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوئیں۔

الاقرب فالاقرب | سب سے پہلے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے علی پور سیداں کی اصلاح فرمائی۔ **الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ**

کا اصول اور سنتِ نبویؐ کا مکمل اتباع منظور تھا۔ یہاں سادات کرام کا اثر تھا۔ اس لئے آپ کو اپنے مقصد میں بہت جلد کامیابی ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے آس پاس کے دیہات کی جانب توجہ کی اور ان کی اصلاح کے بعد دور دور کے دیہات اور قصبہات تک اپنے دائرہ عمل کو بڑھایا۔ اسی طرح پنجاب کے شہروں میں تبلیغ و ارشاد فرمائی۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تمام سفر پیدل انجام پاتے

میں ایک گاؤں میں پہنچا۔ پہلے بھی یہاں آچکا تھا۔ اس لئے مجھے مسلمان بہشتی دماشکی کا گھر معلوم تھا۔ اس کے گھر پہنچا تو اس نے آؤ بھگت کی۔ اور کھانا لایا۔ کھانا سامنے آیا تو اس میں گوشت تھا۔ مجھے عجبس ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہاں گوشت تمہیں کیسے دستیاب ہو گیا۔ تو اس نے بتایا کہ گاؤں کا نمبردار شکار کو گیا تھا۔ سو مار کر لایا تو اس نے گاؤں میں تقسیم کیا۔ میرے بھی حصے میں آیا ہے۔ پیر زادہ صاحب نے کھانا کھانے کا ارادہ تو ملتوی کیا۔ اور اس مسلمان بہشتی کو سور کے گوشت کے حرام ہونے کی تلقین کرنے لگے۔ اس غریب جاہل دیہاتی کو اسلام کا نام لیوا ہوتے ہوئے بھی یہ بات معلوم نہ تھی۔ غریب نے توبہ کی اور ساری ہنڈیا پھینک دی۔ یہ دونوں قصبے بیسویں صدی کے ہیں۔ ان واقعات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انیسویں صدی میں ملک بھر میں عام مسلمان کیسے جاہل اور نادان واقف تھے اور اسلام کن کھٹن حالات سے گزر رہا تھا۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کو آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ و ترویج دین کا حکم دیا تھا۔ جس پر آپ ابتداء سے عامل تھے۔ جب آپ کے شیخ طریقت حضرت قبلہ معبہ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تبلیغ و ارشاد کی ہدایت فرمائی تو آپ اور زیادہ سرگرمی سے اس کام میں مصروف ہو گئے۔ اور اچیلے دین متین اور ترویج شعار اسلام میں ہمہ تن دن رات مشغول رہنے لگے۔ اور جب تک آپ نے اصلاح و تجدید کے کام کی تکمیل نہ فرمائی چلن سے نہ بیٹھے۔

اب ذرا اسی کے ساتھ انیسویں صدی کے **انیسویں صدی میں وسائل سفر** | وسائل نقل و حرکت پر نظر ڈالئے تو معلوم

ہوگا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جس عظیم الشان خدمت کا بیڑا اٹھایا وہ کیسا دشوار اور مشکل تھا۔ پچھلی صدی میں ریل کا تو سوال ہی کیا ہے۔ کلکتہ سے دہلی اور دہلی سے لاہور تک ریل گزشتہ صدی میں جاری ہو گئی تھی۔ مگر ضلعوں کو آپس میں ریل سے ملانے کا کام بہت بعد میں تکمیل کو پہنچا ہے۔ دو ضلعوں کو آپس میں ملانے کے لئے کئی سڑکیں بھی نہ تھیں۔ موٹر اور بس تو اس صدی میں بھی بلے آپ کے سامنے جاری ہوئی ہے۔

تھے جیسا کہ بیان ہوا اس زمانے میں ریلوں کا تو ذکر ہی کیا ہے، سڑکیں اور سواریاں نام کو بھی نہ تھیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے گھر کی بھی کوئی سواری نہ تھی کہ اس پر سفر کرتے۔ سیالکوٹ اور لاہور تک کے پیدل سفر کے واقعات بہت سے لوگوں کو ذاتی طور پر معلوم ہیں۔ اور بعض عینی شاہد کل تک بقید حیات تھے جو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پیدل سفروں کا حال بیان کرتے تھے۔

غرض اس طرح بتدریج حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے دائرہ عمل کو وسعت دیتے رہے۔ پنجاب کے بعد دہلی اور یوپی۔ اور اس کے بعد سی پی اور دکن۔ اور مشرق و مغرب کے دوسرے شہروں اور مصافحات میں احیائے دین اور تجدید اسلام کے لئے ہر طرح کی صعوبتوں اور ریاضتوں کو آسان جان کر سفر فرماتے اور اس مقصد عظیم کی تکمیل فرماتے تھے۔ بیسویں صدی میں آپ کو رب العزت کے فضل و کرم سے گھوڑے اور تانگہ کی سواری بھی فراہم ہو گئی۔ چنانچہ آپ دور کے سفروں میں گھوڑے یا تانگہ سے کام لینے لگے۔ ریلیں پھیلتی گئیں تو لمبے سفر ریل سے طے فرمانے لگے۔ مگر آپ کو اپنے فرض کی انجام دہی اور مقصد کی سر بلندی کے لئے سہولتوں کی تلاش نہ ہوتی تھی۔ آپ نے سینکڑوں سفر ایک ضلع سے دوسرے ضلع، اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں پیدل ہی سر انجام دیے ہیں۔

تبلیغی سفروں کا طریق کار | حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جس جگہ پہنچتے وہاں مساجد میں قیام فرماتے تھے۔ جیسے لاہور

میں مسجد پٹولیاں (چوک لوباری منڈی) اور سیالکوٹ میں مسجد امام صاحب ج میں قیام ہوتا تھا۔ کسی گاؤں میں تشریف لے جاتے اور وہاں مسجد ویران اور غنیر آباد ہوتی تو اس کی منکر نہ فرماتے۔ وہیں اپنے رفقاء کے ساتھ کھڑے جاتے۔ نماز کا وقت آتا تو اذان دی جاتی۔ جس کو سن کر کبھی کوئی آجاتا اور کبھی کوئی بھی نہ آتا۔ ایسی صورت میں آپ خود گھر گھر جا کر لوگوں کو نماز کے لئے بلاتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ خود حضور نے بیان فرمایا تھا کہ آپ ایک گاؤں کی غنیر آباد مسجد میں جا کر قیام پذیر

ہو گئے۔ نماز کے وقت ایک شخص آیا، اذان دی اور چلا گیا۔ آپ نے تعجب فرمایا کہ یہ شخص اذان دے کر نماز پڑھے بغیر کیسے چلا گیا۔ دوسری نماز کے وقت وہ آیا اور اذان دے کر جانے لگا۔ تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور دریافت فرمایا کہ تم اذان دیتے ہو تو نماز کیوں ادا نہیں کرتے۔ اس نے جواب دیا۔ نماز تو گاؤں میں کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ اذان میں اس لئے دیتا ہوں کہ اس خدمت کی مجھے اجرت ملتی ہے۔ اگر لوگ اذان کی آواز نہیں سنیں گے تو مجھے فصل پہ گندم نہیں دیں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روک کر نماز پڑھائی۔ اور پھر دوسروں کو نماز کی اہمیت جتا کر مسجد میں لائے اور مسجد کو آباد فرمایا۔ نیز ان کو احکام شرعی کی تعلیم دی اور اسلام کے ارکان پر کار بند رہنے کی تلقین فرمائی۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ترویج دین متین کے لئے طویل سفر اختیار فرمائے تو اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپ علی پور سیداں سے روانہ ہوئے تو لاہور کے دیہات میں تشریف لے گئے۔ اور ضلع لاہور سے سفر شروع فرمایا تو مقصود ہوتے ہوئے فیروز پور کے دیہات تک پہنچ گئے۔ یا لائل پور سے سفر شروع کیا تو جھنگ اور سرگودھا کے ضلعوں کا دورہ ایک ہی سفر میں انجام کو پہنچایا۔ یہ سفر اب تدا میں پیدل انجام پاتے تھے۔ بعد کو گھوڑے کی سواری بھی میسر آنے لگی تھی دیہات کے دوروں میں ریل کے سفر کا تو عرصہ دراز تک کوئی سوال ہی نہ تھا۔

اپنے تمام اخراجات خود اٹھانا | حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا قیام کسی گاؤں میں کم ہوتا تھا اور کسی میں زیادہ۔

عموماً مساجد میں قیام فرماتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان قیام کے لئے جگہ فراہم کرتا تو عام طور پر اس کو قبول کرنے میں تامل فرماتے تھے۔ جس گاؤں میں قیام ہوتا وہاں کام کی تکمیل کے بعد ہی اگلے گاؤں کا قصد فرماتے تھے۔ بسا اوقات آپ نے کئی کئی مہینے اس طرح کے تبلیغی دوروں میں صرف فرمائے۔ اور کبھی کبھی یہ مدت سال بھر اور اس سے بھی زیادہ طویل ہو گئی ہے۔ اس تمام مدت میں آپ اپنا بار کسی دوسرے پر

ایسے شخص کو بھیجے گا جو اُمت کے لئے دین کی تجدید کرے گا۔ (بلاشبہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اس حدیث نبوی کا مصداق تھے۔ اور آپ ہی چودھویں صدی ہجری کے مصلح، اور مجدد تھے۔ آپ نے مسلسل و طویل ریاضات شاقہ کو آسان بنا کر، طول طویل اور دور دراز مقلات پر پہنچ کر، ہر قسم کی مشکلوں اور تکلیفوں کو برداشت کر کے، اپنی شبانہ روز محنت و ریاضت سے دین حق کی تجدید کی، ارکان و شعائر اسلام کا احیا فرمایا، اور طول و عرض ہندوستان کے نام نہاد مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر کے راہ نجات پر چلنا سکھایا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مشیت ایزدی نے حزب اللہ کا سرور بنایا تھا۔ اور بمصداق اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمْ الْمُفْلِحُونَ نصرتِ الہی اور اعانتِ ربانی آپ کے ساتھ تھی۔ چنانچہ اس پورے برصغیر میں جہاں مسلمانوں میں دین متین کی صحیح روح مفقود ہونے لگی تھی، آپ نے تجدید دین فرمائی۔ اھیائے مذہب کیا۔ اور مسلمانوں کو قرآن و حدیث کی راہ پر چلنا سکھایا۔ اور اس طرح جہاد اکبر یعنی تبلیغ دین و احیاء اسلام کے فرائض بزیک وقت انجام دے کر اس صدی ہجری کے مجدد کے منصب جلیلہ پر مدت العمر فائز رہے۔ ذَلٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو رب العزت نے عظیم شانِ قوت برداشت، ہمت اور طاقت عطا فرمائی تھی۔ آپ مہینوں تک مسلسل شبانہ روز جفا کشی اور ریاضت کی زندگی میں مصروف رہتے، مگر حوصلہ و استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آنے پاتا تھا۔ اور کبھی ایسی کٹھن صعوبتوں اور مشقتوں سے تھکن تک محسوس نہ فرماتے تھے۔ پھر یہ کہ یہ عمل صرف جوانی کے زمانے میں نہ تھا، بلکہ سو سال سے اوپر عمر بیماریوں اور ضعف میں بھی یہی معمولات جاری رہے۔ جہاں آپ کو رب تعالیٰ نے ایسی غیر معمولی طاقت و ہمت عطا کی تھی، اسی کے ساتھ آپ کی زبان فیضِ ترجمان میں وہ تاثیر بھری تھی کہ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے پند و نصائح سے اثر پذیر ہوتے اور ہدایت حاصل کرتے تھے۔ ”جو خدا کا ہو جاتا ہے، خدا بھی اس کا

نہیں ڈالتے تھے۔ کھانے پکانے کا سامان آپ کے ہمراہ نہ ہوتا تھا۔ جہاں قیام فرماتے اپنا پکاتے اپنا کھاتے۔ کم ہوں یا زیادہ، جو برحق آپ کے ساتھ ہوتے، ان کے اخراجات کی کفالت بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے تھے۔ اپنی وجہ سے کسی دوسرے کو کسی طرح کی تکلیف اور زیر باری نہیں ہونے دیتے تھے۔ اگر آپ کا توشہ اور زادِ راہ ختم ہو جاتا اور گاؤں میں کوئی مسلمان بھٹیلا رہتا تو آپ اس سے چنے یا مکئی بھنوا کر تناول فرماتے۔ مگر عام طور پر ایسا ہوتا کہ زادِ راہ ختم ہونے لگتا تو آدمی کو گھر بھیج کر سامان خور و نوش منگوا لیا جاتا تھا۔ دیہات کے مسلمان پاک و ناپاک پانی کا فرق بھی نہیں جانتے تھے۔ اس لئے آپ اپنے لئے صرف آبِ جاری روا رکھتے اور چلتے کنوئیں کا پانی استعمال کرتے تھے اور اس طرح اپنے عمل سے دوسروں کے لئے صحیح اور اچھی مثال قائم فرماتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز جس گاؤں اور مقام پر پہنچتے، وہاں لوگوں کو از سر نو مسلمان بناتے تھے۔ ان کو کلمہ یاد کراتے۔ نماز روزے کی سخت تاکید فرماتے۔ ارکان اسلام سکھاتے شرعی مسائل بتاتے۔ پابندی شریعت اور اتباع سنت کا راستہ دکھاتے سمجھاتے۔ جزئی اور فروعی احکام اور مسائل سکھاتے بغیر اسلامی رسموں اور رواجوں سے منع کرتے اور ان کو بند کراتے بغرض جاہل، نادان اور بے خبر نام نہاد مسلمانوں کو سچا مسلمان بناتے اور ان کو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق دیتے تھے۔

قطب ارشاد اور سید بھی اس صدی کے وہی مجدد بھی
مجددِ دوران
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ منجانب اللہ مجددِ دوران کے مرتبے پر فائز اور تجدید و احیاء دین کے لئے مامور تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابوداؤد کی جلد ۲ صفحہ ۲۴۱ پر صحیح حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ فِيْ هَذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَاسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْ يُجَدِّدُ لَهَا اَمْرَهَا ترجمہ: بے شک اللہ اس اُمت میں ہر صدی کے آغاز پر

ہو جاتا اور اس کی اعانت فرماتا ہے۔ درحقیقت یہ سب کچھ اسی کا فیضان تھا۔ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اقتدا کے ثمرات تھے جو آپ کے ساری عمر حاصل ہوتے رہے۔

اس سعادت بزورِ بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید مذہب، احیائے دین اور ترویج احکام و شعائر اسلام کے لئے بے شمار طریقوں پر عمل فرمایا ہے۔ اور حالات و مقامات کے مطابق مناسب راہ اختیار فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر حبستہ حبستہ امور کی حقوڑی سی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کی ایک جھلک نظر آ سکے۔

نرمی و ملاطفت و رزق سختی و تشدد

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ عموماً پیار محبت اور نرمی و ملاطفت سے دینِ متین کے احکام بتاتے اور ارکان و شعائر سکھاتے تھے۔ سب سے زیادہ تاکید نماز اور روزے کی ہوتی تھی۔ اگر کوئی ضدی اور بدخبت نہ مانتا اور مخالفت و سرکشی پر آمادہ ہوتا تو آپ بھی اس کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے۔ اور دوسروں کو حکم دیتے کہ اس کے ساتھ کھانا پینا۔ رشتہ نانا۔ علیک سلیک۔ بول چال سب بند کر دو۔ عام طور پر اسی گاؤں میں دوسرے لوگ آپ کی اس نیک کام میں حمایت کرتے تھے۔ ایسا نہ ہوتا تو آپ اس پاس کے گاؤں والوں کی ہمدردی اور حمایت حاصل کرتے، اور ان کو حکم دیتے کہ اس گاؤں کے باشندوں سے ہر قسم کا قطع تعلق کر لو۔ بعض شقی القلب زیادہ سرکشی اور مخالفت پر آمادہ ہوتے تو آپ ان کے مقاطعہ کے ساتھ ہی حکم صادر فرماتے کہ ان کے جنازے مت پڑھو۔ یہ مرجائیں تو اپنے قبرستان میں دفن مت ہونے دو۔ غرض اس طرح کی سختی اور سزاؤں سے بڑے بڑے سرکش رام ہو گئے۔ اور نصرتِ اکہی کے فیض سے انھوں نے ہدایت پائی اور پکے دیندار بن گئے۔

تواضع اور مہمان نوازی

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، حضور اپنا کھانا الگ کھاتے کھاتے تھے۔ مہمان نوازی آپ کا ابتداء سے دستور

رہا ہے۔ دیہات میں جہاں آپ تبلیغ و ارشاد کے لئے تشریف لے گئے ہوتے، وہاں کے لوگوں کو اپنے دسترخوان پر پاک غذا سے شکم سیر ہونے کی دعوت دیتے اور ضیافت فرماتے تھے۔ سفرِ حضر میں یہ معمول ہمیشہ جاری رہا ہے۔ علی پور سیداں آنے والوں کی ضیافت

۱۶۳

ہو جاتا اور اس کی اعانت فرماتا ہے۔ درحقیقت یہ سب کچھ اسی کا فیضان تھا۔ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اقتدا کے ثمرات تھے جو آپ کے ساری عمر حاصل ہوتے رہے۔

اس سعادت بزورِ بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید مذہب، احیائے دین اور ترویج احکام و شعائر اسلام کے لئے بے شمار طریقوں پر عمل فرمایا ہے۔ اور حالات و مقامات کے مطابق مناسب راہ اختیار فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر حبستہ حبستہ امور کی حقوڑی سی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کی ایک جھلک نظر آ سکے۔

نرمی و ملاطفت و رزق سختی و تشدد

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ عموماً پیار محبت اور نرمی و ملاطفت سے دینِ متین کے احکام بتاتے اور ارکان و شعائر سکھاتے تھے۔ سب سے زیادہ تاکید نماز اور روزے کی ہوتی تھی۔ اگر کوئی ضدی اور بدخبت نہ مانتا اور مخالفت و سرکشی پر آمادہ ہوتا تو آپ بھی اس کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے۔ اور دوسروں کو حکم دیتے کہ اس کے ساتھ کھانا پینا۔ رشتہ نانا۔ علیک سلیک۔ بول چال سب بند کر دو۔ عام طور پر اسی گاؤں میں دوسرے لوگ آپ کی اس نیک کام میں حمایت کرتے تھے۔ ایسا نہ ہوتا تو آپ اس پاس کے گاؤں والوں کی ہمدردی اور حمایت حاصل کرتے، اور ان کو حکم دیتے کہ اس گاؤں کے باشندوں سے ہر قسم کا قطع تعلق کر لو۔ بعض شقی القلب زیادہ سرکشی اور مخالفت پر آمادہ ہوتے تو آپ ان کے مقاطعہ کے ساتھ ہی حکم صادر فرماتے کہ ان کے جنازے مت پڑھو۔ یہ مرجائیں تو اپنے قبرستان میں دفن مت ہونے دو۔ غرض اس طرح کی سختی اور سزاؤں سے بڑے بڑے سرکش رام ہو گئے۔ اور نصرتِ اکہی کے فیض سے انھوں نے ہدایت پائی اور پکے دیندار بن گئے۔

رمضان شریف کا احترام

رمضان شریف میں حضور اپنے گاؤں کی بڑی مسجد میں تراویح پڑھتے اور قرآن مجید سناتے تھے۔ لوگوں

یعنی پیٹ بھر کر کھائے تبھی تو خوب اللہ کی یاد کر سکتا ہے۔

تراویح اور شبینہ

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ رمضان شریف کا مہینہ اکثر علی پور سیداں میں گزارتے تھے۔ گاؤں کی بڑی مسجد میں تراویح میں

قرآن مجید سناتے۔ نمازیوں سے مسجد بھر جاتی تھی۔ آپ خود گھر گھر جا کر لوگوں کو تراویح کے لئے بلا کر لاتے تھے۔ دور دور سے لوگ قرآن مجید سننے آتے تھے۔ آپ ان کو مہمان رکھتے۔ اور ان کی کامل خاطر و مدارات فرماتے۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد آخری عشرہ میں شبینہ بھی سناتے تھے اور سامعین کو ہدایت فرماتے کہ ہمیشہ تراویح پڑھا کر و اور قرآن مجید تراویح میں سنا کر و۔

ضعیفی و کمزوری سے قبل آپ رمضان شریف میں اکثر سفر بھی فرماتے تھے سیالکوٹ پسرور۔ قصور۔ وزیر آباد۔ گوجرانوالہ۔ لاہور۔ فیروز پور۔ امرتسر۔ لدھیانہ۔ جالندھر۔ دہلی تک تشریف لے گئے اور وہاں شبینہ سنائے۔ حاجی محمد حسین صاحب سیالکوٹی کہتے تھے کہ ”میں ایک دفعہ رمضان شریف میں دہلی گیا۔ تو میں نے اشتہار لگا دیکھا کہ آج رات کو حضرت قبلہ عالم فتحپوری مسجد میں شبینہ سنائیں گے۔ اس طرح مجھے حضور کے دہلی تشریف لانے کا علم ہوا۔ تو میں نے قیام گاہ کا پتہ معلوم کیا اور خدمت والا میں حاضر ہوا۔ رات کو حضور کے ہمراہ فتحپوری مسجد گیا اور شبینہ سنا۔ بڑی مخلوق اور لوگ بڑے شوق و ذوق سے شبینہ سننے حاضر ہوئے تھے۔ اور کمال حیرت اس بات پر تھی کہ لاؤڈ اسپیکر کے بغیر تمام نمازیوں میں صف آخر تک آپ کی آواز سنائی دیتی تھی“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام بیٹوں۔ پوتوں۔ نواسوں کو قرآن مجید حفظ کرایا۔ یارانِ طریقت کو بھی ہدایت فرماتے تھے کہ ”بچوں کو کلام مجید حفظ کراؤ“ پروفیسر حاجی عابد حسن صاحب فریدی رحمۃ اللہ علیہ حضور کے خلیفہ مجاز تھے۔ اگرہ میں حضور کی تشریف آوری پر انھوں نے درخواست کی کہ ”مجھے چھوٹے لڑکے ظفر حسن فریدی کی رسم مکتب ادا کرنی ہے۔ میں نے طے کیا تھا کہ اس کی بسم اللہ کی رسم حضور کے دست مبارک سے انجام پائے گی“ آپ نے فرمایا کہ ”میں اس شرط پر رسم اللہ

و مہمانداری ہی نہیں، سفر میں بھی ایک عالم اس خوان یغما سے فیض یاب ہوتا رہا ہے۔ یہ بھی دراصل احکام شریعت اور فرامین سنت سکھانے کا ایک طریقہ تھا جس پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ عمل فرماتے رہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مہمانوں کے آنے سے انتہائی خوشی ہوتی تھی۔ اور آپ ان کی بے حد و اغایت خاطر تواضع فرماتے تھے۔ ان کے لئے طرح طرح کے عمدہ کھانے پکواتے اور اصرار کے ساتھ ان کو کھلاتے تھے۔ سنت ابراہیمی پر آپ اس شد و مد سے غافل تھے کہ اگر کسی وقت بیرونی مہمان اتفاق سے موجود نہ ہوتے، تو آپ گاؤں کے لوگوں اور خادموں کو بھی دسترخوان پر ساتھ بٹھالیتے تھے۔ غیر مسلم مہمانوں کے لئے ہندو رسوئیا ملازم تھا۔ اسے خشک جنس دی جاتی۔ اور وہ ہندو سکھ مہمانوں کے لئے علیحدہ کھانے کا انتظام کرتا۔ اس پر بھی آپ ان مہمانوں سے برابر دریافت فرماتے رہتے کہ انھیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مہمان نوازی اور آپ کے دسترخوان کی وسعت شہرہ آفاق ہے۔ اور ضرب المثل بن چکی ہے۔ دسترخوان پر بھی وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہتا۔ اور آپ مسائل بیان فرماتے رہتے تھے۔

مہمانوں کے لئے آپ طرح طرح کے لذیذ کھانوں کا اہتمام فرماتے اور پھر باصرار ان کو شکم سیر ہو کر کھلاتے تھے۔ مہمان اچھی طرح پیٹ بھر کر کھاتے تو آپ اپنی خوشنودی کا اظہار فرماتے۔ الحاج حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ”میں نے ایک دفعہ حضور کے ساتھ بیٹھ کر ایک پوری روٹی کھائی۔ تو حضور نے کئی مرتبہ الحمد للہ الحمد للہ کہا۔ میں نے الحمد للہ کہنے کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میرے پیٹ بھر کر کھانے پر خدا کا شکر ادا کر رہے ہیں“ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھاتے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خدا کا شکر ادا کرتے اور اکثر یہ کہاوت زبان مبارک سے ادا کرتے۔

کھانندیاں کھانندیاں ٹٹ جائے تڑاگی
نام جب دیاں جب دیاں ہو جائے بیراگی

قائم رہنے کی سخت تاکید فرماتے۔ غرض لاکھوں ضرورتمند جو حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے، حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سب سے نماز پر قیام و دوام اور احکام شرع کی پابندی کا عہد لیتے۔ اور ان کی حاجت کے مطابق تعویذ عطا کرتے، پانی دم کر کے دیتے، اپنا پس خوردہ بخش دیتے، یا اور جو مناسب طریقہ ہوتا اختیار فرماتے تھے۔ چنانچہ ہزاروں لاکھوں مرد و عورت دربار والا سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کر کے کامیاب و بامراد لوٹتے اور پھر ان خود تک نماز اور احکام شرع کے پابند رہتے تھے۔ ایسی بھی مثالیں ہیں کہ کئی کئی پشت تک ان کے گھروں میں حضور کا فیض جاری نظر آیا ہے۔ اور ان کی اولاد و اولاد پابند شریعت اور متبع سنت بن گئی ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مدت العمر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل و کار بند رہے۔ جزئی اور فروعی امور میں بھی آپ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا اہتمام فرماتے تھے۔ اسی لئے آپ کی حیات پاک ایک مثالی نمونہ تھی۔ اور آپ کی ات اقدس خلق عظیم اور اسوہ حسنہ کا جلوہ دکھاتی تھی۔ آپ کے اقدامات محض اعلیٰ کلمۃ الحق اور احیائے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہوتے تھے۔ اس لئے نصرت الہی اور فتوحات غیبی آپ پر سایہ فگن ہوتی۔ اور آپ کی بات میں معجزنا اثر نظر آتا تھا۔ آپ اپنے تبلیغی مشن کی خاطر دور دراز علاقوں میں گئے۔ اکثر ایسے مقامات پر بھی پہنچے جہاں لوگ آپ کی زبان نہ سمجھتے تھے، اور آپ ان کی بولی سے ناواقف ہوتے تھے۔ لیکن ہر جگہ آپ کو بے مثال کامیابی حاصل ہوتی تھی۔ اور لاکھوں بندگان خدا آپ کے ارشادات پر عمل پیرا ہونے کا عہد کرتے تھے۔

تبلیغ کے اس مقصد کے ذیل ہی میں آپ ترویج سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سرگرم عمل رہے۔ جو لوگ حضرت قبلہ عالم کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے، آپ ان کو تعلیم و تلقین فرماتے۔ اور او وظائف سکھاتے۔ تہجد کا پابند بناتے۔ اور دیگر تعلیمات پر پابندی کی ہدایت کرتے۔ اس سلسلے میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مہینوں اپنے گاؤں سے باہر رہے۔ کبھی سال سال بھر وطن سے

پڑھتا ہوں کہ تم اول اس کو حفظ کرو گے۔ بعد میں دنیوی تعلیم شروع کرو گے۔ حضرت فریدی صاحب نے بدل و جان اقرار کیا۔ چنانچہ آپ نے بسم اللہ پڑھائی اور دعا فرمائی۔ فریدی صاحب نے اپنے عہد کا پاس کیا۔ اور حفظ شروع کر دیا۔ فریدی صاحب کے انتقال اور تقسیم ملک کے حوادث بھی اس ارادے میں رکاوٹ نہ بنے۔ اور ظفر حسن سلمہ نے چکوال اگر اول حفظ قرآن مکمل کیا۔ اس کے بعد اسکول میں داخلہ لیا۔

میں نے کشمیر میں حضور کو رمضان مبارک میں قرآن مجید سنایا۔ اٹھائیس تاریخ کی صبح کو آپ نے فرمایا ”تم قرآن مجید شروع سے سناؤ۔ میں سنتا ہوں“ نو پارے پڑھ کر میں نے عرض کیا ”میں تم تک گیا ہوں“ فرمایا ”تیرے باپ نے ایک دفعہ انیس پارے دو رکعتوں میں پڑھے تھے“ پھر فرمایا ”مجھے تریاد نہیں کہ میں نے سارا قرآن پاک کتنی دفعہ دو رکعتوں میں ختم کیا ہے“

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ موضع مہار نر و نار وال تشریف لے گئے۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ”حافظ جی! لوگ آپ کا قرآن سننا چاہتے ہیں“ آپ نے فرمایا ”سپاہی کا کام ہی کیا ہے“ فوراً تراویح کا انتظام ہو گیا۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے عشا کی نماز کے بعد تراویح شروع کیں۔ اور تراویح کی دو رکعتوں ہی میں پورا قرآن مجید ختم کر دیا۔ غرض جب تک جسمانی قوت برقرار رہی اور کبر سن اور بیماریوں نے آپ کو معذور نہ بنادیا، تراویح میں قرآن مجید پڑھنا، شبینہ سنانا، اور دو رکعتوں میں پورا کلام پاک ختم کرنا آپ کا معمول رہا۔

عورتیں اپنی مشکلات اور حاجات حل کرنے کے لئے دعا پابند شریعت بنانا اور تعویذ کے لئے اکثر خدمت والا میں حاضر ہوتیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کی شریاد سنستے۔ اول ان کو نماز دوتے پر عامل بننے کا حکم دیتے، پابندی کی تاکید فرماتے، اور احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنے کا نچتہ وعدہ لیتے تھے۔ اسی طرح بیماروں کو دعا اور دوا سے قبل نماز کی پابندی اور شریعت پر

بہت دور گزارا ہے۔ مگر اس مشقت شاقہ سے آپ کا شوق و ذوق بڑھتا ہی جاتا تھا۔

تبلیغی دوروں کے رفقا | ان تبلیغی دوروں میں حضور کے ہمراہ کم یا زیادہ تعداد میں یارانِ طریقت اور علمائے دین بھی شریک کار ہوتے

تھے۔ آپ ان سب رفقا کے جملہ اخراجات سفر و طعام و قیام کے کفیل ہوتے اور ان کے آرام کا ہر طرح خیال رکھتے تھے۔ استاذ العلماء، صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی جیسے جلیل القدر عالم کئی سفروں میں ساتھ رہے۔ آپ کے خلفائے مجاز میں سے حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری، حضرت مولوی امام الدین صاحب، حضرت مولوی محمد شریف صاحب، حضرت مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری، حضرت مولوی محمد عظیم صاحب گکھڑوی، حضرت مولوی غلام احمد صاحب انگر امرتسری، حضرت حافظ مولوی طفر علی صاحب پسروری اور حضرت محمد خوب صاحب احمد آبادی اور دیگر علماء و صلحاء آپ کے ہمراہ رہے۔ اس کے علاوہ اپنے اپنے مقام پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مانند شبانہ روز تبلیغ دین میں سرگرم اور عامۃ الناس کے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن میں مشغول رہے۔

سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ شِفَاءٌ | حدیث شریف میں آیا ہے **فِي سُورَةِ الْمُؤْمِنِينَ شِفَاءٌ** (ترجمہ) ”مومن کے مابقی میں شفا ہے“ اور یہ حدیث کتب

صحاح میں مختلف اسناد صحیحہ سے نقل ہوئی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مومن کامل اور بندہ صالح تھے۔ کتنے مریض حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اولوش مبارک سے شفا یاب ہو کر دیرینہ بیماریوں سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو کر رہے ہیں۔ ایک بار میں خود دو سال تک مسلسل بیمار رہا۔ ہر قسم کے علاج کا اہتمام کیا گیا۔ لیکن کسی طرح تکالیف میں کمی نہ ہوتی تھی۔ اور مرض لا علاج قرار دے دیا گیا تھا۔ ایک بار حکیم حاذق حاجی خادم علی صاحب سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ ”اختر حسین کو کیا بیماری ہے؟“ حکیم صاحب نے عرض کیا ”اگر ہمیں بیماری کا علم ہوتا تو ہم علاج بھی کر سکتے۔ اور خدا کے فضل سے ان کو شفا ہو جاتی۔ آپ ہی کو صحیح علم ہے۔ اس لئے آپ علاج فرمائیں“ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا ”کیا میں حکیم ہوں؟“ حکیم صاحب نے عرض کیا ”حضور آپ ظاہر و باطن

دونوں کے حکیم ہیں۔ آپ کی توجہ کی ضرورت ہے“ حضرت قبلہ عالم نے قہوہ کے ایک دو گھونٹ خود پی کر پیالی مجھے دی اور حکم دیا پی لو۔ میں نے پی لی۔ اسی طرح تین پیالیاں پلا میں خدا کا فضل اور حضور کی توجہ کہ مجھے چند روز میں کامل صحت حاصل ہو گئی۔ اور وہ شکایات اور بیماری آج تک پھر کبھی نہیں ہوئی۔ غرض اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں۔

مولوی عبدالقیوم کے ساتھ حسن سلوک اور انکی اصلاح | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام اخلاق اور فیض عام کے ہزار ہا واقعات

ہیں۔ ایک دلچسپ واقعہ جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی (جو علمائے اہل حدیث میں سے تھے) کے بھتیجے مولوی عبدالقیوم صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول پسرور (ضلع سیالکوٹ) کا ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب ایک بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نہایت محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ کھانے کے وقت دریافت کیا ”مولوی صاحب کہاں ہیں؟“ میں نے عرض کیا ”دستر خوان کی دوسری جانب بیٹھے ہیں“ فرمایا ان کو میرے پاس بلاؤ۔ مولوی صاحب آکر حضور کے پاس بیٹھ گئے۔ ارشاد ہوا ”مولوی صاحب میرے برتن میں سے کھاؤ“ مولوی صاحب پر رقت طاری ہوئی۔ حضور ان کو گوشت کی بوٹیاں نکال نکال کر دیتے۔ وہ لے لیتے مگر کھاتے کم اور روتے زیادہ رہے۔

کھانے سے نارنج ہو کر ہاتھ دھو چکے تو مولوی عبدالقیوم صاحب نے اجازت طلب کی۔ حضور نے مجھے حکم دیا گھوڑی پر سوار کر کے اسٹیشن پہنچاؤ۔ اور اپنا آدمی ساتھ بھیجو۔ اور مولوی صاحب کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا۔ ”ایک بات کہتا ہوں بشرطیکہ آپ مان لیں“ انھوں نے عرض کیا ”ارشاد گرامی کی بدل و جان تعمیل کروں گا“ آپ نے فرمایا۔ ”مولوی ابراہیم صاحب آپ کے چچا اور خسر ہیں۔ بجائے باپ کے ہوتے۔ آپ نے ان کی لڑکی کو بیس سال سے ان کے گھر چھوڑ رکھا ہے۔ بیوی کے حقوق آپ کے ذمے ہیں۔ قیامت میں آپ رب تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اس دن مولوی ابراہیم صاحب آپ سے ناراض ہوں گے تو آپ کو جواب نہ بن پڑے گا۔ یہ حقوق العباد ہیں۔ رب تعالیٰ معاف نہیں فرمائیں گے۔ میرا مشورہ مانیں تو آج ہی اپنے ہوی کو گھر لے جائیں۔ مولوی ابراہیم

غرض یہ تھا حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقِ کریمانہ اور فیوضاتِ جاریہ کا پاکیزہ نمونہ۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ہزاراں ہزار مخلوق خدا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتی۔ توجہ مبارک کے دیدار ہی سے ان کے دل نورِ ایمان سے روشن ہو جاتے۔ آپ کی زبان مبارک سے پند و نصیحت سننے ہی بدل و جان قبول کرتے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے ذکرِ خدا اور یادِ حق میں مہمک ہو جاتے۔ سلسلہِ عالمیہ میں داخل ہو کر شریعت کی پابندی اور سنتِ نبویؐ کی پیروی کا عہد کرتے۔ اور پھر تادمِ آخر صراطِ مستقیم پر گامزن رہ کر نجاتِ اخروی کے مستحق بنتے تھے۔

فیضِ سانی کا اثر کئی پشتوں تک | حاضر و بار ہونے والوں تک ہی یہ فیض سانی محدود نہ تھی۔ بلکہ اس کا اثر ان کے خاندان

میں کئی پشت تک باقی و جاری دیکھا گیا ہے۔ ایک دفعہ میں چاہ وڈ سنگھ والا دروازہ قصور گیا۔ وہاں چوہدری اللہ دتہ کے پاس تھا کہ اس کے لڑکے غلام رسول نے جس کی عمر اس وقت بمشکل دس سال تھی، باپ کے کان میں کچھ کہا۔ میں نے پوچھا ”کیا کہتا ہے؟“ چوہدری نے جواب دیا کہ ”عشاد کی نماز پڑھنے کے لئے کہہ رہا ہے۔ کہ جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو تو پڑھ لو۔ ورنہ میں اپنی نماز پڑھ کر سو جاؤں گا۔“ میں نے سوچا کہ دیکھو یہ ہے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کا اثر۔ چوہدری اللہ دتہ کے دادا چوہدری شادا اول حضور سے بیعت ہوئے تھے۔ پھر ان کے باپ چوہدری چوہدری نے بیعت کی۔ اس کے بعد چوہدری اللہ دتہ نے بیعت کی۔ گویا چوہدری شادا کی چوتھی پشت میں اس نپٹے غلام رسول کی پابندی نماز کا اس کم عمری میں یہ حال تھا۔ حالانکہ اس کو تو حضرت قبلہ کی زیارت کا شرف بھی اس وقت تک حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہی حال میں نے حاجی عطاء صاحب سیالکوٹی کے گھرانے کا پایا۔ کہ پانچ چھ پشت تک اس گھرانے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ و تلقین کا اثر پایا جاتا ہے۔ ان میں حافظ بھی ہیں، حاجی بھی ہیں اور نماز روزے کی تو اس گھر میں بر حد کامل پابندی پائی جاتی ہے۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری حیات پاک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

صاحب کو میرا پیغام دو۔ کہ اس نے مجھے بھیجا ہے۔ اپنی لڑکی میرے ساتھ بھیج دو۔ اور میرا قصور معاف کرو۔“

مولوی صاحب پریٹن کر اور زیادہ رقت طاری ہو گئی۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ آج ہی ارشاد والا کی تعمیل کروں گا۔ اجازت لے کر میرے ساتھ نیچے آئے تو کہا ”میں ہرگز گھوڑی پر سوار نہیں ہوں گا۔ اور آئندہ جب بھی حاضری دیا کروں گا پیدل آؤں گا۔“

میں نے پوچھا ”مولوی صاحب آپ پر اس بڑی طرح رقت کیوں طاری ہے؟“ انہوں نے جواب دیا۔ ”مجھے خیال تھا کہ ”حضور مجھے الگ بٹھا کر کھانا کھلائیں گے۔ اور بعد میں حکم دیں گے کہ ان برتنوں کو پاک کیا جائے“ جب حضور نے اپنے ساتھ اپنے برتن میں کھانا کھانے کا حکم دیا تو میں حیران رہ گیا۔ مجھے مجھے خیال آیا کہ آپ صاحب خلقِ عظیم کا عکس پایا جاتا ہے کیونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔“ مولوی صاحب نے مزید کہا کہ ”میں سچ کہتا ہوں۔ چالیس سال سے مجھے اللہ کے بندوں کے متعلق ہرگز خوش عقیدگی نہ تھی بلکہ میں ان کے خلاف تھا۔ آج حضور کی ادنیٰ توجہ اور اخلاقِ کریمانہ سے میرا ایمان درست ہو گیا۔ اور حضور نے مجھے راسخ العقیدہ مسلمان بن کر اپنے ساتھ مجھے کھانا کھلایا۔ اور اپنے برتن میں میرا ہاتھ ڈلوا دیا۔ یہی نہیں، آپ نے چچا صاحب قبلہ اور میری بیوی کے متعلق مجھے ہدایت فرما کر میری عاقبت سدھار دی ہے۔ اور مجھے جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے۔ مجھے دراصل آج پتہ چلا ہے کہ ایسے اولیائے کرام اور عباد الرحمن آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ اگر ہم جیسے بد نصیب ان سے دور رہ کر ان کے فیض سے بے بہرہ رہیں تو یہ ہماری انتہائی بد بختی ہے۔ خدا میری توبہ قبول کرے اور میرے گزشتہ گناہوں کی معافی عطا فرمائے۔“

مولوی عبدالقیوم صاحب حضرت قبلہ کی ہدایت اور اپنے وعدے کے مطابق سید سے اپنے چچا صاحب کے پاس گئے۔ اور حضرت کا پیغام سنایا۔ مولوی ابراہیم صاحب نے حضور کا پیغام سن کر نہ صرف یہ کہ ان کے قصور معاف کئے۔ بلکہ بیٹی کو حکم دیا کہ آج شاد صاحب کا پیغام آگیا ہے۔ تم فوراً اپنے شوہر کے ساتھ ان کے گھر چلی جاؤ۔“

کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھال لی تھی۔ آپ کا کوئی فعل خلاف سنت نہیں ہوتا تھا۔ اور ہر امر میں آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر کاربند رہنا لازم قرار دے رکھا تھا۔ یہی تلقین آپ دوسروں کو فرماتے اور کہتے کہ مولا کے کل فخر رسل نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع کرو۔ کہ صرف اسی میں فلاح و دارین کا راز پوشیدہ ہے۔ لوگ آپ کو سرتاپا اسوۂ حسنہ میں ڈھلا ہوا دیکھتے، اور آپ کے اتباع سنت کے اہتمام سے باخبر ہوتے، تو آپ کی نصیحت قبول کرتے۔ اور کوشش کرتے کہ فرمان مبارک پر سرگرمی سے عمل کریں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع سے حاصل ہوا۔ اسی اتباع کامل کی بدولت حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بلند ترین مدارج روحانی پر فائز ہوئے۔

ہندوانہ رسموں کا انسداد جیسا کہ پہلے ذکر ہوا دیہات کے مسلمانوں میں کتنی ہی ہندوانہ رسمیں عام طور پر رائج تھیں۔ ان کو پتہ ہی نہ تھا کہ بہت سی رسمیں خلاف شریعت ہیں۔ وہ اپنے اجداد کی رسموں کو صحیح سمجھتے تھے اور کوئی بنانے والا نہ تھا کہ وہ اس طرح واضح طور پر کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ راجپوت اور جاٹ قبائل کے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے، وہ بے چارے ایسے بہت سے خلاف شرع اعمال پر قائم تھے۔

اس زمانے میں مسلمانوں میں مشرکانہ رسوم رائج تھیں۔ جن کی بجا آوری وہ ضروری سمجھتے تھے۔ آپ پہلی مرتبہ موضع نکودر ضلع جہلم تشریف لے گئے۔ وہاں ایک درخت کی جڑ میں بہت بڑا پتھر گڑا ہوا تھا۔ ان مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جس کی گائے بھینس نئے دودھ دینے والی ہو وہ پہلی مرتبہ سارا دودھ اس پتھر پر لا کر ڈالے۔ اگر کوئی نہ ڈالے تو اس کی گائے بھینس کے تھنوں میں سے خون آنے لگے گا۔ اس عقیدے کے مطابق سب لوگ پہلی مرتبہ دودھ اس پتھر پر لا کر ڈال دیتے تھے۔ جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی اس مشرکانہ رسم کا علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ اس پتھر کو یہاں سے اکھاڑو اور فرمایا کہ

ہم آج نکودر والوں کے خدا کو دریائے جہلم میں ڈالنے لے جاتے ہیں۔ سب کو حکم دیا کہ کوئی آج سے دودھ یہاں نہ ڈالے، اگر کسی کی گائے بھینس کے تھن میں سے خون آئے گا تو اس کا میں ذقہ دار ہوں۔ اس طرح اہل نکودر کی اس مشرکانہ رسم کو محو کیا۔

رہنک حصار وغیرہ اضلاع کے دیہات میں جہاں اور بہت سی ہندوانہ رسمیں رائج تھیں، انہی میں بیوہ کا معاملہ بھی تھا۔ ہندو مذہب کا اصول ہے کہ عورت کسی عمر کی ہو اور اس کا شوہر چاہے اگلے دوسرے دن ہی وفات پا گیا ہو، وہ بے چاری مجبور ہے کہ ساری عمر سسرال میں گزارے۔ اور دوسروں کے رحم و کرم پر بسر کرے۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ بدکاری عام تھی۔ اور بیوہ عورتوں کی حالت زنان بازاری سے بدتر بنی ہوئی تھی۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دیہات میں تشریف لے گئے اور آپ کو مشرکانہ رسموں اور کافرانہ رواجوں کا علم ہوا تو آپ نے برملا تبلیغ شروع فرمائی اور وعظ میں برسر عام اس طرح کی بے دینی کی مذمت کی۔ نکاح بیوگان کے مسئلے کو شرح و بسط سے بیان کیا۔ بیوہ کا نکاح نہ کرنے کو گناہ عظیم بتایا۔ شریعت کے مسائل واضح کئے۔ اور زور دیا کہ بیوہ عورتوں کا نکاح کرو۔ اور اس طرح خدا رسول کے احکام کی تعمیل کر کے اپنی دنیا اور عاقبت سدھارو۔ نکاح بیوگان کی ایسی صاف صاف تبلیغ ان لوگوں کے لئے ایٹم بم تھی۔ سب برگشتہ ہو کر مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور اعلان کر دیا کہ یہ ہماری خاندانی روایات کے منافی ہے۔ ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بیوہ کا نکاح نہ کرنے کی خرابیاں سمجھائیں۔ بتایا کہ اس بُری رسم کی وجہ سے تمہارے گھروں میں بدکاری کا عام طور پر رواج ہے۔ اور اس طرح تم خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی کئی طریقے سے سرتابی کر کے اپنی دنیا اور عاقبت خراب کر رہے ہو۔ آپ نے اعلان فرمادیا کہ میں بیوہ عورتوں کا نکاح کرانے بغیر یہاں سے قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ اس پر بات بہت بڑھ گئی۔ دونوں طرف سے مقابلہ کے چیلنج دیے جانے لگے اور فتنہ فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بڑوں کو جمع کیا۔ ان کو ساتھ لے کر گھروں کے

اندر گئے۔ زمین کھود کر حرام کے نومولود بچوں کے ڈھانچے دکھائے۔ پھر انہیں جنگل لے گئے۔ اور وہاں لے جا کر جا بجا زمین کھدائی۔ اور حرام کی اولاد کی دفن شدہ لاشیں نکال کر دکھائیں۔ اب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ اپنی مخالفت پر شرمندہ ہوئے۔ آپ نے احکام شریعت کی مصلحت اور قدیم غلط رسم کی خرابیاں سمجھائیں۔ تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب سے کفر کی تاریکیاں دور کیں۔ اور وہ حضور کے قدموں میں گر گئے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ اور آئندہ کے لئے احکام شریعت پر کاربند ہونے کا عہد کیا۔

ان اضلاع کے دیہات میں اس کے بعد سے نکاح بیوگان نے رواج پایا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے ان گھروں نے دولت ایمان حاصل کی۔ رہتک اور حصار کے ان راجپوتوں کو راہ راست پر لانے اور دین پر چلانے کے کام میں حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولانا مولوی عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ خدا سے تعالیٰ ان کو اس کا رخیہ کا زیادہ سے زیادہ اجر عطا کرے۔

ع : از گدا جزو دعائید ہیچ

حضور والا کے کارنامے
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم الشان کارناموں کا احاطہ کرنا ہماری توفیق سے باہر ہے۔ آپ کو جن اہم کاموں کی تکمیل کا فریضہ سونپا گیا تھا، اس کی انجام دہی آپ ہی سے ممکن بھی تھی۔ ع ہر مردے و ہر کارے، ہر کارے و ہر مردے۔

جس قدر مقصد بلند اور کام عظیم ہوتا ہے، اتنا ہی عظیم المرتبت شخص اس کی انجام دہی کے لئے معین کیا جاتا ہے۔ اور اسی کے مطابق اس کے مراتب و مدارج میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ صحیح حدیث ہے۔ الدال علی الخیر کفایہ ترجمہ: نیکی کی رہنمائی کرنے والا بھی اس نیکی پر عمل کرنے والے کی مانند ہوتا ہے، یعنی دوسروں کو نیک بناؤ تو ان کی مانند تمہیں بھی اجر ملے گا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں لاکھوں کی ہدایت اور رہنمائی فرمائی تو آپ کے اجر جزیل اور مراتب بلند کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے!!

حضرت مولانا محمد حسین صاحب قسوری رحمۃ اللہ علیہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول اور کامل ولی اللہ تھے۔ آپ کے سوانح حیات شایع ہو چکے ہیں جن کا مطالعہ یارانِ طریقت کے لئے خصوصاً ایمان افروز ہے۔ ایک بار انہوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں یارانِ طریقت سے پوچھا کہ ”دیکھو، نمازیں ہم بھی پڑھتے ہیں اور حضور بھی۔ اتباع سنت کا ہم بھی پورا اہتمام کرتے ہیں۔ پھر بتاؤ کیا وجہ ہے کہ حضور کے مدارج روز بروز ترقی کرتے جاتے ہیں اور ہمارا یہ حال نہیں ہے۔ تو آخر کیوں؟“

سب خاموش رہے۔ کوئی جواب نہ بن پڑا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”مولوی صاحب! آپ بتاؤ۔“ حضرت مولانا صاحب نے کہا: ”حضور! آپ نے ہم جیسے لاکھوں انسانوں کو دیندار بنایا، نمازوں کا پابند کیا، اتباع سنت کا راستہ دکھایا تمام کاموں میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بڑا رہنا سکھایا۔ تو جتنا اجر ہم کو ملتا ہے، اتنا ہی حضور کے حسناتِ اعمال میں شامل ہوتا ہے۔ صحیح حدیث شریف ہے کہ الدال علی الخیر کفایہ ترجمہ: بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھی ایسا ہی ہے جیسا اس بھلائی پر عمل کرنے والا۔“ تو جب حضور کے حصے میں دوسے لاکھوں انسانوں کے اعمال صالحہ جتنا اجر بھی شامل ہوتا جاتا ہے، تو دوسرا کوئی کیسے حضور کے برابر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضور کے مدارج میں وہ اضافہ ہوتا رہتا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔“

تبلیغ و ارشاد

حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز تبلیغ و ارشاد کے لئے برصغیر کے دور دراز علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ ہندوستان کے تمام صوبوں کے آپ نے دوسے فرمائے۔ ضرورت کے مطابق کم یا زیادہ قیام فرمایا۔ اور تمام مخلوق کو خدا کا پیغام سنایا۔ ہزاروں

نے ارادت مندوں کے لئے حلقہ ذکر سفر میں تو تقریباً روز ہی قائم ہوتا تھا۔ اور ہزار لوگ داخل سلسلہ ہوتے تھے۔ ہر حاجت مند کے لئے خود بھی دعا کرتے اور حاضرین کو بھی دعائیں شامل ہونے کی ہدایت فرماتے تھے۔ شبانہ روز اس طرح خلق خدا کی خدمت اور رہنمائی میں مصروف رہنا حضور کا شعار تھا۔ خدمت خلق کے ساتھ ہمہ وقت ذکر الہی میں مشغول رہنا آپ کا معمول تھا۔ خود ہی نہیں، اپنے ساتھ حاضرین کو بھی ذکر میں مصروف رکھتے تھے۔ ظاہری طور پر ایک گھنٹہ تو کیا کچھ لمحات بھی آپ کو تنہائی کے میسر نہ آتے تھے۔ آپ کا وظیفہ یہ تھا:

ازدروں شو آشنا و از برون بیگانہ
آپ فرمایا کرتے تھے: ”ہمتہ کار و دل یار و“

تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اسلام کی نشر و اشاعت اور دین کے احیاء و تجدید کے مقصد

جلیل کے لئے جو دورے فرماتے تھے وہ تمام ملک ہندوستان پر محیط تھے۔ اسی کے ساتھ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج بھی فرماتے۔ جو لوگ داخل سلسلہ ہونے کا اشتیاق ظاہر کرتے آپ انہیں حلقہ ارادت میں شامل کرتے۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہی اتباع سنت نبوی اور پیروی سلف صالحین اس طریقہ کا سرچشمہ ہے۔ اس طرح داخل سلسلہ ہونے والوں کو گناہوں سے توبہ کرانا اور اعمال صالحہ پر کاربند بنانا مقصود ہوتا۔ محرمات و منہیات سے باز رکھنا۔ قرآن و حدیث کے مطابق صراط مستقیم اور نیک کاموں پر چلنا۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ راست پر اپنے اعمال کو ڈھالنا۔ اور شریعت و سنت کا کامل اتباع کرنا سلسلہ عالیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد والا بھی یہی تھا کہ اس طرح لوگ اچھے مسلمان اور پابند شریعت و سنت بن جائیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ سم فزات کی ضرب لگاتے تو سب پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ بعض لوگ تو نہ ہوش ہو جاتے

کی تعداد میں لوگ آپ کے جلسوں میں حاضر ہوتے اور ہدایت پاتے۔ قیام گاہ پر ہر وقت زائرین و معتقدین کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہر شخص سے براہ اخلاق پیش آتے۔ اس کا حال معلوم کرتے اور مناسب پند و نصائح سے نوازتے۔ مہمان نوازی میں آپ کو قلبی حفظ حاصل ہوتا تھا۔ باہر سے جو لوگ آتے ان کو کئی کئی دن مہمان رکھتے۔ ناشتے اور کھانے کے اوقات پر تواضع میں اہتمام فرماتے اور باصرار کھلاتے تھے۔ اور رخصت کے وقت عموماً عطایا و ہدایا سے نوازتے تھے۔

پنجاب، سرحد، بہاول پور، سندھ، کراچی، یوپی، سی پی، مدراس، بمبئی، میسور، دکن، حیدرآباد، دہلی، بنگال، آسام اور دور دراز علاقوں میں آپ نے بار بار تبلیغی دورے فرمائے ہیں۔ یاغستان، افغانستان، سعودی عرب وغیرہ اور برصغیر کی مسلم اور ہندو ریاستوں میں بھی تشریف لے گئے ہیں اور ہر جگہ لوگوں کو اسلام سے روشناس کیا۔ ان کے ایمان کو بچایا، دین و شریعت کا پابند بنایا، غیر مسلموں کو زیور ایمان سے مالا مال کیا، اور صراط مستقیم پر چلنا سکھایا ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان طویل سفروں اور قیام کے لمبے عرصوں میں جس اہمک اور تن دہی سے رشد و ارشاد میں مصروف رہتے تھے وہ انسانی برداشت سے بالاتر ہے۔ عام جلسے زیادہ سے زیادہ تعداد میں منعقد فرماتے اور گھنٹوں وعظ کہتے تھے۔ بغیر وقفہ کے ہزار ہا انسانوں کے مجمع میں سب آپ کی آواز سنتے اور منہیں پاتے تھے۔ آخر شب میں تہجد کے آپ اوائل عمر سے پابند تھے۔ سفر ہو یا حضر یہ عادت جاری رہتی۔ تہجد کے وقت سے قبل کتنی دیر آپ کے لئے آرام کرنا ممکن ہوتا یہ کہنا مشکل ہے۔ حاضرین نے تو اکثر یہ محسوس کیا کہ شاید ایک گھنٹہ بھی استراحت نہ فرمائی ہوگی۔ تہجد کے وقت سب یاروں کو بیدار کر دیتے۔ اور نماز فجر کے تھوڑی دیر بعد سب کو ناشتے میں شریک فرماتے تھے۔ پھر نمازوں کے اوقات کے علاوہ سارا دن سلسلے بتانے اور پند و نصیحت فرمانے میں گزر جاتا۔

انہی اوقات میں معتقدین حاضر ہو کر اپنی مشکلات عرض کرتے اور منہیں پاتے تھے۔

بن کر واپس جاتے۔ روزہ خور آتے اور روزہ دار بن جاتے۔ چور ڈاکو بد معاش آتے اور توبہ کر کے نیکو کار پر ہمیز گار بن جاتے۔ غرض حضور والا کا فیض عام تقریباً سو سال تک پورے ملک میں شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک جاری رہا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کی اصلاح ہوئی ہے۔ اور اطراف و اکناف میں دین متین کی تجدید و احیاء کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت کامیابی کے ساتھ جاری ہی ہے۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سفر میں ہوتے تو گھوڑا، تانگہ، پیدل جس طرح بھی ممکن ہوتا سفر کرتے۔ اور کبھی تھکن کا اظہار نہ فرماتے۔ اپنے اور ہمراہیوں کے سفر، قیام، طعام سب کا بار خود برداشت کرتے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ زائرین کو آپ نے مالی لحاظ سے بھی ضرورت مند پایا تو ان کو زادِ راہ اپنے پاس سے مرحمت فرمایا۔ جسمانی امراض کے مریض بھی حاضر خدمت ہوتے اور آپ کی دعا اور تعویذ سے صحت حاصل کرتے۔ جو بیمار لائے جانے کے قابل نہ ہوتے، خود ان کے گھر جاتے تھے۔ غرض آپ جس طرح خضر طریقت تھے اسی طرح امراض جسمانی و روحانی کے مسیحا بھی تھے۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا آپ کے لطفِ کرم سے شفا کے کامل حاصل کرتے تھے۔

سہاری کا ویران مقام | ایک بار میں میاں عبداللہ کے ہمراہ ایک گاؤں سہاری میں گیا۔ وہاں ایک جگہ کچھ کھنڈر سے

نظر آئے۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا: ”یہاں نہ مکان ہے نہ انسان۔ نہ کھیت ہے نہ فصل۔ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟“ اس نے کہا: ”یہاں حضرت صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کئی بار تشریف لائے ہیں۔ وہ جو مسجد سامنے نظر آرہی ہے حضور کی تعمیر کی ہوئی ہے۔ اس مسجد میں کنواں بھی آپ ہی نے بنوایا ہے۔ تاکہ مسلمان ہندوؤں کے کنوؤں سے پانی لینے پر مجبور نہ ہوں۔“

غرض میں نے رات اس مقام پر گزاری۔ اور مسائل بیان کئے۔ صبح کو بہت سے پیر بھائی ملنے آئے۔ ان میں اکثر بہت ضعیف العمر تھے۔ انہوں نے بیان کیا: ”ہم اپنے مذہب سے بالکل بیگانہ اور بے خبر تھے حضرت نے ہم کو مسائل شرعی سے واقف کیا۔“

تھے اور گھنٹوں ان کو ہوش نہیں آتا تھا۔ آپ داخل سلسلہ ہونے والوں کو کلمہ طیبہ پڑھواتے۔ اس کے معنی اور اس کی روح بتاتے۔ اسم ذات کی تلقین فرماتے۔ اور اپنے روحانی تصرف سے ان کے دلوں میں ایمان کی روح اور اسلام کی محبت راسخ فرمادیتے تھے۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والے حضور کے ایسے گرویدہ ہو جاتے کہ حضور والا کے ارشادات عالیہ کی پیروی و پابندی پر دل و جان سے مستعد ہوتے۔ اور ساری عمر کو تاہی نہ کرتے۔ پانچوں نمازیں ہی نہیں تہجد بھی پابندی سے ادا کرتے۔ درود شریف کا ورد اور حضور کے بتائے ہوئے دیگر اور دو وظائف کی پابندی، نیز فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کی ادائیگی انکی طبیعتِ ثنائیہ بن جاتی۔ بلکہ یہ خوبیاں ان کے گھروں میں نسل در نسل باقی رہتیں۔ اور ان کے گھرانے اسلامی کردار کا صحیح نمونہ بن جاتے تھے۔

عورتوں کی اصلاح اور تلقین | عورتیں عموماً مسائل شرعیہ کے بارے میں تساہل اور حیلے کیا کرتی ہیں۔ آپ کی خدمت میں

جو عورتیں آتیں، خواہ وہ داخل سلسلہ ہونے آئیں، یا تعویذ لینے، یا دعا کرانے یا کسی اور دنیاوی احتیاج کی حل برآری کے لئے، آپ ان کی درخواست پوری کرنے سے قبل، ان کو نماز روزے کے مسائل اور شریعت کے احکام سکھاتے۔ اور ان سے ارکان و فرائض پر پابندی سے عامل بننے کا وعدہ لیتے، تب ان کے لئے دعا فرماتے یا ان کو تعویذ عطا کرتے۔ چنانچہ تجربہ و مشاہدہ ہے کہ بے شمار عورتیں حضور کی تعلیم و تلقین کی بدولت پابند شریعت بن گئیں۔ نماز، روزہ، تہجد ان کا شعار بن گیا۔ اور ان کی نیکی و استبازی کی بدولت ان گھروں کی اصلاح ہو گئی۔ جو پشت در پشت سے جاری ہے۔

شبانہ روز محنت اور اصلاح احوال | حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ کی ذات والا صفات میں ایسی کشش تھی کہ لوگ جو قوی و جوق

حاضری دیتے تھے اور حاضر خدمت ہوتے تو ظاہری و باطنی محاسن سے آراستہ ہو کر واپس جاتے تھے۔ بے ایمان آتے تو ایمان دار بن کر لوٹتے۔ بے نمازی آتے تو نمازی

گئی تھی کہ ان کے عمائد سے جو فیصلے نہ ہو سکتے تھے، ان پیچیدہ معاملات کو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ کی تشریف آوری پر اٹھا رکھتے تھے حضور تشریف لے جاتے تو آپ کے سامنے ایسے مقامات پیش ہوتے۔ اور آپ ان کا شرع کے مطابق فیصلہ کرتے۔ وہ لوگ آپ کے فیصلوں کو برضا و رغبت قبول کرتے تھے۔ حاجی عظیم خان صاحب اور حاجی احمد خان صاحب بہت نیک اور مخلص بھائی ہیں۔ یاغستان لے جانے کے اصل محرک وہی تھے۔ سب سے پہلے انھی کی درخواست پر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ یاغستان گئے تھے۔ پھر تو یہ سلسلہ جاری ہو گیا۔ اور ان حضرات کے اخلاص و عقیدت نے اور بہت سے بچانوں کو حضور کے فیض عام سے سرفراز کیا۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جن علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے وہاں آپ کی برکت اور اثر سے نمازیوں کی کثرت ہو جاتی تھی۔ چنانچہ دیہات اور دور افتادہ مقامات میں نمازیوں کی سہولت کے لئے آپ نے مساجد کی توسیع کی ہے، ضرورت کے مطابق ان کی مرمت اور ترمیم فرمائی ہے۔ جہاں مسجدیں نہ تھیں وہاں نئی مسجدیں تعمیر کرتے۔ مسجدوں کے ساتھ کنوئیں، غسل خانے اور وضو خانے بناتے۔ بعض جگہ گرمیوں اور رمضان شریف میں آرام کی خاطر زیر زمین تہ خانے بنوائے۔ اور ان کے اوپر مسجد تعمیر کی۔ ان تعمیرات کے وقت حضور خود مزدوروں کے ساتھ کام میں شرکت فرماتے۔ آپ کے شریک کار ہونے کے باعث مزدور بھی زیادہ دلچسپی اور محنت سے کام کرتے۔ اور گاؤں کے دوسرے لوگ بھی وقت نکال کر خانہ خدا کی تعمیر میں حصہ لیتے اور سعادت اربعین کے مستحق بنتے تھے۔ ایسی مساجد جو حضور نے تعمیر کرائیں شمار سے زیادہ ہیں۔

حضرت قبلہ قدس سرہ العزیزہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل اور خلق عظیم کے حامل تھے۔ اپنے یارانِ طریقت سے ہی نہیں، غیروں کے ساتھ بھی انتہائی مخلص و مدارات سے پیش آتے تھے۔ اس لئے جو آپ کی خدمت میں آ جاتا آپ کا گردیدہ بن جاتا تھا۔ آپ کی مہمان داری اور مہمان نوازی ضرب المثل کے درجے تک پہنچ گئی تھی۔ جتنے زیادہ مہمان آ جاتے آپ اتنے ہی زیادہ مسرور ہوتے تھے۔ اور ان کی مہمانداری و ضیافت کے لئے

نمازی بنایا۔ اور سلام پر چلنا سکھایا۔ جوانی سے اب تک حضور کے پند و نصائح ہمارے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہیں۔ اس گاؤں میں سب لوگ حضور کے سچے خادم اور یارِ طریقت ہیں۔ حضور نے ہماری عاقبت سدھاری ہے۔ ہم حضور کا یہ احسان کس طرح بھلا سکتے ہیں۔ ہم تو ہر وقت حضور کے اور حضور کے خاندان کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں کہ ان کا سایہ قیامت تک ہمارے سروں پر قائم رہے۔

اسی طرح ایک بار ضلع جھنگ میں میں نے ایک یار سے دریافت کیا کہ تم لوگ حضور کی خدمت میں حاضری کے لئے اتنا لمبا سفر کیسے طے کرتے تھے؟ اس نے کہا : ”جب خود حضور اتنا لمبا سفر طے کر کے ہمارے پاس تشریف لاسکتے تھے، تو پھر ہمارے لئے تو یہ سفر اتنا مشکل بھی نہ تھا۔ اور ہوتا بھی تو ہماری غیرت اور شوق ہماری مہجری کے لئے کافی تھا۔“

یاغستان میں تبلیغ و اصلاح حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ یاغستان میں کئی بار تشریف لے گئے۔ اور ہزار ہا بچانوں کو راہِ راست پر لائے۔ ایک بار میں بھی ہمراہ تھا۔ ایک علاقے کے سربراہ اور وہ حضرات نے عرض کیا کہ ”اس کو ہمارے پاس چھوڑ دیجئے۔ ہم اسے اپنا بادشاہ بنائیں گے۔ اور مال گزاری اور دیگر واجبات ادا کیا کریں گے۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”یہ اپنی بادشاہی نہیں سنبھال سکتا۔ تمہاری بادشاہی کیا کرے گا؟“ ان لوگوں نے بہت زور دیا۔ مگر آپ ہرگز نہ مانے۔

یاغستان میں کھیل کے موضع میں آپ نے ایک مکان اور ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی تھی۔ جو نہایت کشادہ اور پر فضا مقام پر ہے۔ آپ نے گرمیوں میں یہاں طویل قیام بھی فرمایا ہے۔ اور کئی دفعہ رمضان شریف بھی وہاں گزارا ہے۔ تراویح قائم کی اور قرآن مجید سناسنایا۔ لوگوں کی دعوتیں کیں۔ مسائل دین بتائے۔ اور بہت سے بچانوں کو سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ ایک مرتبہ براہِ عزیز حاجی حافظ سید انور حسین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ تھے۔ اور انھوں نے وہاں قرآن مجید سنایا تھا۔ ان علاقوں میں یہ بھی رسم عام ہو

غلام مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں کے لوگ نمازی اور تہجد گزار بن جائیں۔
حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے تصرف اور روحانیت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ
زبان مبارک سے فرمادیتے ویسا ہی ظہور میں آتا تھا۔ یہ رب تعالیٰ کا آپ پر خاص کرم
تھا۔ ”جو خدا کا ہو جائے اللہ بھی اس کا ہو جاتا ہے“ حج گفتہ او گفتہ اللہ بود۔
ہو مردیا عورت اپنی کوئی غرض لے کر خدمت والا میں آتے، مقدمات کی مشکلات بیان کر کے
حل چاہتے، روزگار کے خواہشمند ہوتے۔ اولاد کی خواہش لے کر آتے، یا کسی دوسری جائز
آرزو کی تکمیل کے عرض گزار ہوتے، آپ ان سے ارشاد فرماتے کہ تم شریعت پر کاربند
ہو جاؤ۔ احکام شرع کے پابند بن جاؤ تو رب تعالیٰ تمہاری مشکل حل فرما دیں گے۔ تم مقدمہ
حیث جاؤ گے۔ تم کو روزگار مل جائے گا۔ تم صاحب اولاد ہو جاؤ گے۔ وغیرہ وغیرہ۔
غرض ایسے مواقع پر بھی حضور والا مسلمانوں کی اصلاح اور ان کو راہ شریعت پر گامزن
بنانے کے مقصد اعلیٰ کی تکمیل کا احسن طریقہ اختیار فرماتے تھے۔

بعض لاعلاج بیمار حضور قبلہ عالم
مشکل برآری اور اخلاق حسنہ کی بدلت اصلاح

رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو
کر دعا اور تعویذ کی درخواست کرتے، تو آپ ان سے وعدہ لیتے کہ رب تعالیٰ تم کو صحت
عطا فرمائے گا تو وعدہ کرو اور قول دو کہ تم نماز، روزہ اور احکام شریعت کی پابندی
کرو گے اور مدت العمر راہ راست پر عامل رہو گے۔ وہ بچتہ وعدہ کرتے تو حضور ان
کے لئے دعا فرماتے۔ کلام مجید کی آیات پر پھل پانی پر دم کر کے عطا کرتے۔ اپنا پس خوردہ
بخش دیتے یا تعویذ عطا فرماتے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو صحت کاملہ عطا
کرتا۔ اور وہ دل و جان سے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے گردیدہ ہو کر اسلامی فرائض
و احکام کی بجا آوری میں ساری عمر صرف کرتے، اور متقی و دیندار بن جاتے تھے۔

جیسا کہ ذکر ہے، حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز صاحب خلق عظیم، رسول کریم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ پر عامل اور سنت نبویؐ کے اتباع میں کامل تھے۔ اس لئے
آپ کے اسوۂ پاک اور اخلاقی حسنہ کو دیکھ کر ہزاروں لاکھوں انسان آپ کی طرف مائل

پلاؤ، زردہ، مرغ، گشت، ترکاریاں وغیرہ تیار کرنے کا حکم دیتے۔ اس میں یہ مصلحت بھی
پوشیدہ ہوتی کہ مہمانوں کے قیام کے دوران نمازوں کا وقت آتا تو وہ آپ کے ہمراہ
نماز باجماعت ادا کرتے۔ نشست و برخاست، کلام و طعام اور دیگر معمولات میں
ان کو مسائل شریعت اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین فرماتے اور اس کے مطابق
عمل کراتے۔

حاجی عبدالعزیز صاحب زرگر بیان کرتے تھے کہ ایک نیا مہمان خدمت عالی میں
حاضر تھا۔ نماز کا وقت آیا تو حاجی صاحب نے اس سے کہا کہ اٹھو۔ وضو کر کے نماز
کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس نے کہا میں تو نماز نہیں پڑھا کرتا۔ حضرت قبلہ سن رہے تھے۔
ارشاد فرمایا۔ نماز نہ پڑھنے والے کو ہم رات کو اپنے پاس نہیں بٹھرنے دیتے۔ اور نہ
اُسے کھانا اور بستر دیتے ہیں۔ وہ شخص شرمندہ ہوا۔ فوراً اٹھا، وضو کیا اور جماعت
سے نماز ادا کی۔ حضور والا نے بھی اس کے بعد اس پر کامل شفقت فرمائی اور
اس کی خصوصی مدارات کی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضر ہی میں نہیں، سفر میں بھی سب مسلمانوں کے ساتھ
بڑی شفقت، مدارات اور مہمان نوازی سے پیش آتے تھے۔ ان کی دعوتیں فرماتے۔
اور اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلاتے اور برابر تواضع فرماتے رہتے تھے۔ جو لوگ اقامت
گاہ پر رات گزارتے ان کو تہجد کیلئے بیدار کیا جاتا اور وہ نماز تہجد ادا کرتے۔ اس
بارے میں آپ کوئی سختی نہیں کرتے تھے بلکہ نرمی اور ملاطفت سے کام لیتے تھے۔
لوگ دیکھتے کہ یہاں تو سبھی سحری کے وقت بیدار ہیں اور نماز تہجد ادا کر رہے ہیں۔ تو
انہیں خود غیرت آتی اور خود بھی تہجد ادا کرنے لگتے۔ آپ کو سب علم ہوتا اور آپ ایسے
حضرات کے ساتھ خصوصی شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔ چک نمبرہ جنوبی (متصل ہلوال)
میں مولوی محمد عالم صاحب کو حکم دیا کہ سحری کے وقت جو لوگ تہجد پڑھنے مسجد میں آئیں ان
کو چائے پلایا کرو۔ اور دس اور بکٹ کھلایا کرو۔ اس کے جو اخراجات ہوں گے وہ میں ادا
کروں گا۔ خود مجھ سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ”اس سے میری غرض یہ تھی کہ حافظ

ہوتے تھے۔ اور آپ کے اوصاف و کمالات کے گردیدہ بن کر آپ کے فرامین پر عمل کرتے تھے۔ شریعت و سنت کے اجراء و نفاذ کے معاملے میں آپ بحسب کمال بے باک اور بے خوف تھے۔ آپ نے تمام عمر کسی مخالفت اور منازعت کے ڈر سے حق کوئی اور حق پر ڈوبی میں کمی نہ آنے دی۔ حد یہ کہ حکومت وقت بھی اسلام کے خلاف کوئی اقدام کرتی تو آپ بے باکی و بے خوفی کے ساتھ عدلے حق بلند کرتے اور حکومت سے مطلق رعب نہ کھاتے۔ اس کی بہت سی مثالیں آئندہ قارئین کے مطالعہ میں آئیں گی۔

پنجاب کے علاقوں میں سکھوں کی آبادی بہت زیادہ تھی۔ اور وہ بڑے کشرش اور جنگجو واقع ہوئے تھے۔ مسلمان سکھوں کے زمانہ حکومت سے ان کے مظالم کا نشانہ بن رہے تھے۔ ایک بار حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ امرتسر میں میاں غلام حبیلانی صاحب کے گھر تشریف فرما تھے کہ ترن تارن کا دورہ سے ایک وفد آیا اور ان کے بیچد اصرار پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ترن تارن کا دورہ فرمانے کا وعدہ کر لیا۔

یارانِ طریقت نے آپ کو ترن تارن کے ارادے سے باز رکھنے کے لئے بہت منت سماجت کی۔ عرض کیا کہ ”وہ سکھوں کا مرکز ہے۔ وہاں ان کی آبادی بھی بہت زیادہ ہے۔ وہ اسلام کے دشمن ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ حضور کی ایذا رسانی کے درپے ہو جائیں۔ یا مقابلے پر آمادہ ہوں اور کوئی فساد برپا کر دیں“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”تم مجھے کافروں سے ڈرتے ہو۔ میں سید ہوں۔ جو سید ہے وہ ڈرتا نہیں۔ اور جو ڈرتا ہے وہ سید نہیں۔ میں اسلام کی حقانیت بیان کرنے اور تبلیغ کرنے کے لئے ضرور جاؤں گا، نیز ارشاد کیا کہ ”سوائے حجت علی کے میرے ساتھ اور کوئی نہیں جائے گا“

میری حفاظت فرمائے گا۔ میں اکیلا نہیں ہوں۔ میرے رب کی قوت اور طاقت میرے ساتھ ہے“ حافظ رحمت علی صاحب کا بیان ہے کہ ”میں اکیلا ہی حضرت قبلہ عالم کے ہمراہ گیا۔ ہر اسٹیشن پر لوگ زیارت کے لئے آتے۔ جن میں زیادہ تعداد سکھوں کی ہوتی تھی۔ میں حضور سے عرض کرتا تو آپ گاڑی کے دروازے پر آ جاتے۔ وہ لوگ آپ کے قدموں کو ہاتھ لگاتے اور سلام پیش کرتے۔ اور کہتے ”یہ سچ کا گرو ہے“ غرض اسی طرح گاڑی ترن تارن اسٹیشن پر پہنچی۔ وہاں لاتعداد مسلمان اور سکھ استقبال کے لئے موجود تھے۔ سکھ مسلمانوں سے کہتے تھے۔ ”ہمارے گرو ہمیشہ یہاں آتے رہتے ہیں۔ آپ کا گرو پہلی دفعہ یہاں آیا ہے۔ پہلے ہمیں درشن کر اؤ“ مسلمانوں نے حضور سے عرض کیا تو آپ گاڑی کے دروازے میں کھڑے ہو گئے۔ تمام سکھ ادب سے قدموں کو ہاتھ لگا کر سلام بجا لاتے تھے۔ اسٹیشن پر ہر طرف یہی آواز گونج رہی تھی کہ ”یہ سچ کا گرو ہے“

غرض ترن تارن اسٹیشن سے قیام گاہ تک حضور کو ایک بڑے جلوس کے ساتھ پہنچایا گیا۔ رات کو قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلوس گاہ میں تشریف لے گئے جہاں بڑا اجتماع تھا۔ جلوس کی طرح جلسے میں بھی مسلمانوں سے زیادہ تعداد میں سکھ جمع تھے۔ ایسا ہونا ہی تھا۔ اس لئے کہ ترن تارن سکھوں کا مقدس مقام ہے اور یہاں آبادی بھی سکھوں ہی کی بہت زیادہ تھی“

”حضور نے تلاوت سے اپنے خطبہ کا آغاز فرمایا۔ اور کہا کہ میں اپنے میزبانوں سے بہت خوش ہوں۔ آپ نے اسٹیشن پر جمع ہو کر مجھے خوش آمدید کہا۔ اور اب میری تقریر سننے آئے ہیں۔ آپ نے میزبانی کا حق ادا کر دیا ہے“ پھر فرمایا ”مذہب اپنا اپنا ہے اور عقیدہ اپنا اپنا۔ مگر ہمارا مذہب اللہ کے فضل سے سچا ہے۔ اور آپ کا غلط۔ آپ کے پاس انسانی کتاب ہے جو بندے کا کلام ہے اور ہمارے پاس آسمانی کتاب جو خدا کا کلام ہے۔ ہمارا دین اللہ کا دین ہے۔ ہمارا رسول سچا ہے۔ جس کے واسطے سے اللہ نے ہم پر کتاب اتاری اور ہمیں اپنے دین کا راستہ دکھایا“ حضور خود فرماتے تھے کہ ”میں نے لاؤڈ سپیکر کے بغیر تین گھنٹے تک تقریر کی۔ اسلام کی صداقت بیان کی۔

اب تو یارانِ طریقت اور زیادہ پریشان ہوئے۔ بہت منت سماجت کی۔ اور عرض کیا کہ ”ہم ضرور حضور کے قدموں کے ساتھ رہیں گے۔ اور حضور کو تنہا نہیں جانے دیں گے“ آپ نے فرمایا ”تم میرے محافظ ہو؟ ہرگز نہیں۔ میرا محافظ میرے ساتھ ہے۔ وہ خود

ان کے مذہب کو جھوٹا اور اپنے مذہب کو سچا ثابت کرتا رہا۔ مگر کچھ پھر بھی مجھے تقریر ختم نہیں کرنے دیتے تھے۔ اور اصرار تھا کہ تقریر جاری رکھئے۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تھک گئے تو مشکل ان سکھوں نے تقریر ختم کرنے دی۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جلسے میں فرمایا کہ ”میں تمہارے سامنے بلند آواز سے قرآن مجید کی آیت پڑھ کر تلوار پر دم کرتا ہوں۔ پھر تم وہ تلوار کسی کو بھی مارو، ہرگز نہیں کاٹے گی۔ اسی طرح تم کسی قسم کا کیسا ہی مریض میرے پاس لے آؤ، میں اس پر قرآن شریف پڑھ کر دم کرتا ہوں، تو وہ خدا کے فضل سے اسی جلسے سے صحت یاب اور ندرست ہو کر واپس جائے گا“ آپ نے چیلنج کیا کہ ”تم سب لوگ گرنے کا صاحب پڑھ کر دم کر کے دیکھ لو کہ ایسا ہوتا ہے یا نہیں۔ اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون“ اس جلسے میں کسی کو مجال نہ ہوئی کہ حضور کے چیلنج کو قبول کرتا۔ یا مخالفت کی جرأت کر سکتا۔

کلاسز الایم ایک سکھ ذیل دار نے ایک نیز دھار والی تلوار حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ کیسے نہیں کاٹتی۔ آپ نے اس تلوار پر دم فرمایا۔ اور ایک سنگترہ سامنے میز پر رکھ کر اس پر بہت زور سے تلوار کا ہاتھ مارا۔ سنگترہ کٹتا تو کیا اس کے چھلکے پر بھی ذرا سا اثر نہ ہوا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور معاذین شہر رہ گئے۔

گڑی والی اعلیٰ کلمۃ الحق | اسلام کی حقانیت کا بیان اور تبلیغ و ارشاد کا مقصد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ہمہ وقت مقصود و ملحوظ تھا۔ اہل سنت والجماعت کے جلسوں میں حضور والا ضرور شرکت فرماتے اور اعلیٰ کلمۃ الحق کی خاطر ہر وقت مستعد اور تیار رہتے۔ ایک بار چورہ شریف کے سجادہ نشین صاحب نے موضع گڑی والا ضلع لائل پور میں علمائے اہل حدیث سے مناظرہ طے کیا۔ اور حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی۔ آپ فوراً وہاں پہنچ گئے۔ آپ کے ہمراہ کئی اور علماء بھی تھے۔ حضور کی تشریف آوری کا حال سن کر ان لوگوں نے مناظرہ سے انکار کر دیا۔ مگر جلسے کا اہتمام ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ نے

مفاد عام کی خاطر جلسہ منعقد کیا۔ اور صداقت مذہب پر تقریر فرما کر لوگوں کو فیض یاب فرمایا۔ ایک بار حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور میں بیباکی کے ساتھ مسائل شریعت کا بیان کیا۔ بہاولپور شریف لے گئے۔

وہاں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا تھا۔ جس میں وزراء و عمائد کے علاوہ خود نواب بہاولپور اور ان کے رشتہ دار شریک ہوئے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دوران تقریر رکھوں کو مغربی تعلیم دلوانے کی مذمت کی۔ اور سخت الفاظ میں اس کی خرابیاں بیان کیں۔ بعض لوگوں نے قریب جا کر عرض کیا کہ ”ان اکابر و عمائد کی رکھیاں کاجوں میں اگریزی پڑھتی ہیں، اس لئے اس موضوع سے گریز فرمائیے تو بہتر ہے“ آپ نے برجستہ و بر ملا کہا کہ ”مجھے سچ کہنے اور دین کی تبلیغ کرنے سے کون روک سکتا ہے۔ اگر یہ لوگ سچی بات سننا پسند نہیں کرتے تو مجھے کیوں بلایا تھا“ چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا وعظ جاری رکھا اور سب کان دبا کر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل سنتے رہے۔

مخالفت کے ساتھ ملاطفت | بے شک حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت بھی ہوتی تھی۔ اور اہل غرض اپنے مفاد، مصلحت اور

رغبت کے خلاف باتیں سنتے تو ناشائستگی پر بھی اتر آتے تھے۔ مگر آپ کا مقصد حق گوئی تھا جس سے کسی حال میں باز نہ رہتے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مقدسہ کے مطابق دعا فرماتے کہ ”خداوند! ان کو راہ راست دکھا اور شریعت کا پابند بنا“ آپ نے اپنی ذات کی مخالفت کو کبھی کوئی اہمیت نہ دی۔ نہ کبھی اور کسی کو اجازت دی کہ وہ ذاتیات پر حملوں کا جواب دے۔ آپ کا عمل اس پر تھا کہ

دشنام دہد اگر خبیثے چارہ بنود بجز شنیدن

گر پائے کے گزیدہ لازم بنود و راگزیدن

اگر کسی نے دشمنوں کے برا بھلا کہنے اور جھوٹے اشتہاروں کا جواب دینے کی اجازت طلب کی ہے تو آپ نے سختی سے منع فرمایا۔ کہ ”جواب کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔ ہم جواب دے کر اپنے اجر میں کیوں کمی کریں“

فرمایا۔ ”اس نے میرا تو کچھ بگاڑا نہیں“ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ ”اس سے کہو کہ اگر وہ کلمہ پڑھ کر دل سے مسلمان ہو جائے تو اس کی جان آسانی سے نکل جائے گی۔ وہ اپنے وارثوں کو ہدایت کرے کہ وہ اسے جلائیں نہیں دفن کریں“ مستری صاحب نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام اس کو پہنچا دیا۔ دوسرے دن اس نے مستری صاحب کو پھر بلایا اور سناٹیش کی کہ ”مجھے کلمہ پڑھاؤ، میں مسلمان ہوتا ہوں“ مستری صاحب نے اسے کلمہ پڑھایا اور وہ مسلمان ہو کر آخرت کو سدھارا۔

اسی طرح ایک دفعہ جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ لپٹا اور کوہاٹ کے سفر سے واپس آرہے تھے، گاڑی میں ایک گجراتی مولوی صاحب نے آپ کو یہ واقعہ سنایا کہ گجرات میں ایک شخص نے قرآن مجید کرسی پر رکھا اور اس کے اوپر بیٹھ گیا، آپ نے اس مولوی کو سخت ڈانٹا۔ اور فرمایا کہ ”تم مسلمان نہیں ہو جو تم نے اس کافر کو زندہ چھوڑ دیا“ اس کے بعد آپ گجرات تشریف لے گئے۔ وہاں جلسہ منعقد کیا اور عوام کو اس شخص کی گستاخی سے آگاہ کر کے اسے چیلنج کیا۔ اس کو خبر لگی تو وہ چپکے سے شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ایڈیٹر جماعت امرتسری بیان کردہ روداد سفر | رسالہ جماعت امرتسری کے ایڈیٹر جناب عزیز مخدومی امرتسری ایک

سفر میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے ہم رکاب تھے۔ یہ نومبر ۱۹۲۴ء کی بات ہے جب کہ حضور کی عمر مبارک اسی سے یقیناً تجاوز فرما چکی تھی۔ اس سفر کی روداد انہی کے الفاظ میں ”ملی اور سلاجی ادارے“ عنوان کے ذیل میں درج کی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہو جائے گا کہ اس ضعیف العمری اور پیرانہ سالی میں بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ اشاعت اسلام میں کیسی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ اور دینی اداروں کی سرپرستی میں کیونکر پیش پیش رہتے تھے۔ ”فتنہ ارتداد“ اسی زمانے کی بات ہے۔ اسی عنوان کے تحت اس کی تفصیلات کا ذکر آئے گا۔ اس سے قبل ”تحریک خلافت“ میں آپ پورے جوش و خروش سے غیرت دینی اور حمیت اسلامی کا مظاہرہ فرما چکے تھے۔ اور اس کے بعد ”ساردا ایکٹ“ اور مسجد شہید گنج کی تحریکوں میں باوجود کبر سن اور ضعف جسمانی کے آپ جوانوں سے زیادہ جوش

ایک دفعہ مولوی عبدالعزیز دیوبندی سخت بیمار اور مایوس العلاج ہو کر گوجرانوالہ سے آپ کے پاس آئے۔ اور عرض کیا کہ ”آپ مجھے معافی عطا کریں“ آپ نے فرمایا ”مولوی صاحب آپ نے میرا کوئی قصور نہیں کیا۔ جن کی شان میں آپ بے ادبی کرتے رہے ہو، انہی سے معافی طلب کرو“ انہوں نے کہا ”میں آپ کی شان میں بھی بہت کچھ ناسزا الفاظ کہتا رہا ہوں“ ارشاد فرمایا ”نہ مجھے کوئی بات یاد ہے نہ میں نے اپنی ذات کی مخالفت کا کبھی کوئی خیال کیا ہے۔ آپ اللہ رسول سے معافی طلب کریں“ مولوی صاحب کو آپ نے تین دن جہان رکھا۔ جہان داری اور تیمارداری فرمائی۔ مولوی صاحب نے سچے دل سے توبہ کی۔ اور آپ نے ان کی توبہ قبول ہونے کی دعا فرمائی۔

قرآن مجید کی بھرتی پر حضرت قبلہ عالم کا عتاب | مستری فضل دین صاحب پنج

ایک مسلمان زر کرنے آکر خدمت والا میں عرض کیا کہ ایک شخص گنگا رام نے کہا کہ ”میں قرآن شریف پر گھٹنا رکھتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ کون میری ٹانگ توڑتا ہے“ حضور نے فرمایا ”تو کیسا مسلمان ہے۔ کہ یہ بات سن کر یہاں مجھ سے کہنے آیا ہے۔ تو نے اس بے ایمان کی ٹانگ اسی دم کیوں نہ توڑ دی“ یہ فرما کر اسے نکال دیا۔ اور موضع پچھلا میں کے معزز سکھوں اور مسلمانوں کو بلا کر فرمایا کہ ”یا تو گنگا رام آکر اپنے الفاظ واپس لے اور معافی مانگے اور آئندہ کے لئے توبہ کرے کہ میں ایسے الفاظ نہیں کہوں گا۔ ورنہ میں وہاں آج ہی گائے ذبح کر اؤں گا۔ اور پھر لائسنس لے کر ہمیشہ کے لئے وہاں بوچڑ خانہ قائم کر دوں گا۔ تاکہ بوند گائے ذبح ہوا کرے“ سب نے گنگا رام کو بہت لعنت ملاست کی۔ اور اس کو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق معافی ملانی کرنی پڑی۔ لیکن حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنے سامنے نہیں آنے دیا۔ کچھ دن کے بعد گنگا رام سخت بیمار ہو گیا۔ جب وہ زندگی سے عاجز آگیا تو اس نے مستری فضل دین کو بلا کر کہا کہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا سلام عرض کرو۔ اور التجا کرو کہ میری توبہ قبول ہو۔ مستری صاحب نے آکر عرض کیا۔ تو آپ نے

دکن میں تبلیغ و ارشاد

حضرت پیر خیر شاہ صاحب امر تسری خلیفہ مجاز حضرت امیر مکت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق تبلیغ کے لئے ہندوستان کے دورے پر نکلے تو دکن میں کوہ نیل گڑھی میں پہنچ گئے۔ وہاں حضرت قبلہ عالم کے حکم کے مطابق آپ نے قیام کیا۔ کئی دفعہ واپسی کا ارادہ کیا مگر حضرت نے خط یا تار کے ذریعے روک دیا۔ اور حکم فرمایا کہ ابھی وہیں کام جاری رکھو۔ اس دوران مولانا خیر شاہ صاحب کی مخالفت ہونے لگی۔ جس کے بانی مبانی قاضی عبدالغفار اور ان کے رفیق پیر حیدر شاہ المعروف کالا پیر تھے۔

حضرت مستبکہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا نیل گڑھی جانا
 نیل گڑھی کے بعض معتقدین نے سعی تبلیغ کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں بلایا۔ آپ تشریف لے گئے تو تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ نقشبندیہ کو قوت حاصل ہوئی۔ اور حضور کے اثر سے لوگ کثرت سے داخل سلسلہ ہونے لگے۔ قاضی عبدالغفار اور کالا پیر کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی۔ وہ سمجھتے تھے کہ لوگ پابند شریعت بن گئے۔ اور ان کو شرعی مسائل معلوم ہو گئے تو ان کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اور لوگ ان کے ڈھونگ سے باخبر ہو کر ان سے برگشتہ ہو جائیں گے جس سے ان کی آمدنی میں خلل آئے گا۔ ان دونوں نے کچھ سر پھرے یہودہ لوگوں کو ساتھ ملا کر مخالفت تیز کر دی۔ مگر حضور مستبکہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مطلق پروا نہ کی۔ اور لوگ بھی زیادہ سے زیادہ داخل سلسلہ ہوتے رہے۔

حضور کی مخالفت
 نیل گڑھی سے حضرت مستبکہ عالم رحمۃ اللہ علیہ میسور اور بھنگور تشریف لے گئے۔ ان لوگوں نے اپنی مخالفت جاری رکھی۔ بھنگور میں ان کا کافی اثر تھا۔ وہاں انھوں نے اشتہارات چھپوا کر تقسیم کئے۔ اور الزام لگایا کہ یہ پیر صاحب نہ کسی کے مرید ہیں نہ خلیفہ۔ نہ حافظ قرآن ہیں نہ عالم دین نہ سید بس صرف

کے ساتھ سرگرم عمل رہے۔ مسلم لیگ کا مطابقت پاکستان اور اس ذیل کی تحریکات کا زمانہ وہ ہے جب آپ کا سن مبارک سو سال سے بہت زیادہ تجاوز کر چکا تھا۔ اور جبکہ ضعیف اور امراض نے آپ کو چلنے پھرنے سے معذور کر رکھا تھا۔ لیکن اس قومی و ملی تحریک میں آپ نے جس جوش عمل کا مظاہرہ فرمایا، اور آپ کی حمایت اور سرپرستی میں تحریک قیام پاکستان جس طرح پروان چڑھی، اس کا ذکر اسی عنوان کے تحت پڑھیے۔

اس کتاب میں ہر بات تفصیل سے لکھنی ممکن نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ مختصر طور پر ہی سہی، حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی حیات مبارک کے تمام پہلو قارئین کے سامنے آجائیں۔ اور موجودہ و آئندہ نسلوں کے لئے رہنمائی کا کام دیں۔ ورنہ حق یہ ہے کہ تجدید و ترویج دین، اور نشر و اشاعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے لئے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ایک سو سال تک جو خدمات جلیلہ کیں اور مساعی جمیلہ فرمائیں ان کا حصہ و احاطہ ممکن نہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضت و جفاکشی اور محنت و جدوجہد پوری کی مثال اس زمانے میں ناپید ہے۔ آپ رب العزت کی جانب سے تجدید و احیائے دین کے منصب جلیل پر فائز کئے گئے تھے۔ اس لئے نصرت الہی اور تائید ایزدی آپ کے شال حال تھی۔ ورنہ ہندوستان بھر میں ظلمت و جہالت، اور بے دینی و گمراہی کی جو تاریکی چھائی ہوئی تھی، اسلام کے خلاف جس طرح دشمن قوتیں محاذ آرا تھیں اور مسلمان جیسے خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے فرایض دینی اور احکام شرعی سے ناواقف اور بے بہرہ ہو چکے تھے، اس کا انجام سخت خطرناک نظر آتا تھا۔ لیکن رب العزت کو ہماری نجات و فلاح مقصود تھی، کہ اس نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کو اس مقصد عظیم کے لئے مستعین فرمایا۔ اور آپ نے ظاہری بے سروسامانی اور دنیاوی صعوبات و مشکلات کے باوجود اپنے عزم و استقامت، جرأت و بے خوفی اور حوصلہ و استقلال سے اس برصغیر کے طول و عرض میں اسلام کے علم کو سر بلند کرنے اور شریعت حق کے اوامر و نواہی کو مروج کرنے میں خدا کے فضل و کرم اور نسیج و نصرت کے زیر سایہ نمایاں کامیابی حاصل فرمائی۔ اوائل عمر میں پیدل چل کر اور آخری عمر میں چارپائی پر لیٹ کر تبلیغ فرماتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہر موافق نہ آنے دیا۔

کر بیٹھ گیا۔ میری بیوی نے دریافت کیا کہ ”معاذہ کیا ہے۔ آج آپ کو نیند کیوں نہیں آتی؟“
میں نے انہیں خواب کا سارا واقعہ سنایا۔ وہ بھی سن کر حیران ہوئیں۔ مگر سوچ کر کہا کہ
اپنے کو چوان کو بلا کر دریافت کر دو۔ ممکن ہے اسے کچھ خبر ہو۔ میں نے کو چوان کو بلایا اور پوچھا
تو اس نے بیان کیا کہ ”پنجاب سے ایک بزرگ آئے ہوئے ہیں۔ یہاں لوگوں نے ان کی
مخالفت کی اور انہیں ستایا ہے۔ ممکن ہے یہ اشارہ اسی طرف ہو؟“ میں نے اسی وقت
گاڑی جوتنے کا حکم دیا۔ اور کو چوان کی رہنمائی میں سحری کے وقت حضور کی خدمت اقدس
میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایسے ناوقت حاضری کا سبب دریافت کیا تو میں نے عرض کیا۔
”آپ کو گھر لے چلنے کے لئے حاضر ہوا ہوں؟“ فرمایا خاں صاحب! میں آپ کو خواہ مخواہ
تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ میں تو مسافر ہوں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا سیر کروں گا۔ میری
وجہ سے آپ کیوں تکلیف برداشت کریں؟“

”جب میرے بہت اصرار کرنے پر بھی حضور راضی نہ ہوئے، تو مجبوراً میں نے
خواب کا تمام واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ میں تو حکماً بھیجا گیا ہوں۔ اگر آپ میرے ساتھ
جانا پسند نہ فرمائیں گے تو میں یہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ غرض بڑی منت
سماعت کے بعد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ چلنے پر راضی ہوئے تو وہ بعد
عزت و احترام حضور کو گھر لائے اور اس خوش نصیبی پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر بجالائے۔“

مہاراجہ میسور کا حضور کے پیغامِ حق سے متاثر ہونا | عباس خاں صاحب کہتے تھے کہ
”پھر وہ مہاراجہ کی خدمت میں
گئے۔ اور ان سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی پنجاب سے وعظ و ارشاد کے لئے تشریف
آوری، غنڈوں کا آپ کو ستانا، آپ کا شہر سے باہر جانا، خواب میں ان کا تنبیہ کیا جانا،
ان کا حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہمراہ گھر لانا، ساری تفصیلات بیان کیں۔
مہاراجہ نے ڈی سی کو حکم دیا۔ اور مجھے ہدایت فرمائی کہ میں ساری تفصیلات اس کے
گوش گزار کروں۔ ڈی سی نے پولیس کپتان کو طلب کر کے سارا واقعہ سنایا۔ غرض اس
طرح ریاست کے افسران کی امداد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی۔ شہر پسندوں کو

سمریزم جانتے ہیں۔ حلقہ میں اس کے اثر سے بیہوش کر دیتے ہیں۔ کوئی ان کے پاس نہ جلائے۔ نہ ان
کا وعظ سنو اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھو۔“

مخالفین کے یہ دونوں سرغنہ علوم شرعی سے بالکل ناواقف تھے۔ اور ان کے اعمال
بھی خلافِ شریعت تھے لیکن انہوں نے ایک ڈھونگ رچا رکھا تھا۔ جس سے ان کا
جھٹکا بن گیا تھا۔ لوگ انہیں اپنا پیرو مشد سمجھتے اور ان کے حکم سجالاتے۔ حضرت
قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ کی، وعظ کیے اور مسائل شرعیہ بیان کئے۔ تو انہوں نے سمجھا
کہ اب ہماری خیر نہیں۔ اگر عوام دین و شریعت سے واقف ہو گئے تو ہماری بات کون
مانے گا۔ غرض ان دونوں مفسدوں نے اپنے جاہل مریدوں کو درغلا کر حضور کی خوب مخالفت
کی۔ حضور کی ایذا رسانی کی راہیں پیدا کیں۔ آپ کے جلسوں میں اینٹ پتھر برسائے۔ یہاں
تک کہ وہ لوگ آپ کے مارنے کے درپے ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس
دور افتادہ مقام پر بالکل بے یار و مددگار تھے۔ سوائے ذاتِ الہی کے کسی پر معر و ساز نہ تھا
آپ تمام تکلیفیں سنجوشی برداشت کرتے۔ اور بارگاہِ رب العزت میں دعا فرماتے کہ ”خدا
ان کی ہدایت فرمائے“ آخر حالات سے مجبور ہو کر حضور کو شہر چھوڑ کر باہر قیام کرنا
پڑا۔ مگر سچ یہ ہے کہ:

چراغِ مقبلاں ہرگز نہ میرد و گر گیتی سراسر بادِ گیرد

عباس خاں صاحب بلدیہ میسور کے سربراہ تھے۔ انہوں نے
غیبی امداد | مجھ سے بیان کیا کہ ”ایک رات میں سو رہا تھا۔ کہ خواب میں
مجھ سے کہا گیا کہ تو آرام سے گھر میں سو رہا ہے۔ اور ایک سید آل رسول ہمسافر،
بے یار و مددگار کو کچھ بد بخت جاہلوں نے سخت تنگ کر رکھا ہے۔ میں اس بات
کو خواب و خیال سمجھ کر پھر سو گیا۔ دوبارہ خواب میں کسی نے پھر مجھ سے یہی کہا۔ میں
نے اب کے بھی پروانہ کی اور سو گیا۔ تیسری دفعہ کسی نے میرے چپت رسید کیا اور
کہا کہ تو سوتا ہی رہے گا؟“

عباس خاں صاحب کہتے تھے کہ ”اب تو میں سخت حیران پریشان ہوا اور اٹھ

اب کیا ہمت ہوتی کہ کھلم کھلا مخالفت کر سکتے؟

مہاراجہ نے خود خواہش ظاہر کی کہ وہ بھی حضور کا وعظ سننا چاہتا ہے۔ تو ایک عظیم الشان جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو عمامہ و اکابر بھی شریک ہوئے اور خود مہاراجہ نے بھی شرکت کی۔ عباس خان صاحب کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں سے آپ کی حق گوئی اور بے باکی کا اندازہ ہو چکا تھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ ”حضرت! مہاراجہ ہندو ہے اور یہ ریاست بھی ہندوؤں کی ہے۔ اگر آپ ان کے مذہب کے خلاف کوئی بات نہ کہیں تو اچھا ہے“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ فرمایا تو اسلام کی حقانیت ثابت کی۔ اور دلائل سے جملہ مذاہب باطلہ کی تردید فرمائی۔ آپ کے بیان کا معجزانہ اثر یہ تھا کہ بعد میں مہاراجہ نے عباس خان صاحب سے کہا کہ ”آپ کے پیر صاحب یقیناً خدا کے نیک بندے ہیں۔ تبھی تو ان میں یہ جرأت ہے کہ ہمارے سامنے بیباکی کے ساتھ ہمارے مذہب کے خلاف تقریر کرتے ہیں“ چنانچہ مہاراجہ نے حکم دیا کہ آپ کا وعظ روز کرایا جائے۔ اور افسران کو ہدایت کی کہ ”معقول انتظام کیا جائے۔ تاکہ شریک کسی قسم کا فساد کھڑا نہ کر سکیں۔ ایسے نیک انسان اب دنیا میں کہاں ملتے ہیں، جو مخالف موافق کی پروا کئے بغیر حق گوئی کریں۔ اور بندگان خدا کی رہنمائی کے لئے اتنا دور دراز سفر اور راہ کی صعوبتیں برداشت کریں“

مہاراجہ کی موافقت کی وجہ سے اب کس کی مجال تھی کہ مخالفت کرتا۔ چنانچہ آپ کے وعظ بکثرت ہونے لگے۔ زائرین ہمہ وقت حاضر رہنے لگے۔ آپ کا علم و فضل اور زہد و تقویٰ دور دور مشہور ہونے لگا۔ روزانہ علماء، عہدہ دار، تاجر، فوجی، ملازمت پریشہ ہر طرح کے لوگ حاضر ہونے لگے۔ سلسلہ عالیہ میں لوگ جوق درجوق داخل ہوتے تھے۔ اور پند و نصائح سن کر اتباع شریعت میں سرگرم ہوتے تھے۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی کثرت سے حلقہ ارادت میں شامل ہوئیں۔ ہر روز مغرب و عشاء کے درمیان محلہ نعل بند واری میں صوبیدار سید محمد صاحب کی حویلی میں ذکر کا حلقہ منعقد ہوتا تھا۔

بنگلور، میسور، نیل گروہی وغیرہ میں آپ کا قیام گیارہ مہینے تک رہا۔ آپ کا شہرہ سن کر دور دور سے لوگ آتے تھے اور داخل سلسلہ ہو کر فیض پاتے تھے۔ چند تین، منڈا، مدھور، کنور، ہیرٹور، ننجن گدہ، گلگہ سری، نوی پیٹ، پھلیشوان، صالح گرام، گنجام، سرنگاپٹم وغیرہ دور دور سے لوگ کھینچے چلے آتے تھے۔ غرض بیس پچیس ہزار خلق خدا اس زمانے میں آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہوئی۔

ابھی دنوں مشہور انجمن ندوۃ العلماء کے اشتہارات بنگلور میں حضور کے پاس پہنچے۔ جن میں آپ کے نام نامی کے ساتھ ”مولانا مولوی محدث زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حاجی حافظ“ القاب چھپے ہوئے تھے۔ یہ اشتہار اہل بنگلور نے دیکھے اور جانا کہ حضور ندوۃ العلماء کے صدر ہیں تو مخالفین و مفسدین کو اور زیادہ منہ کی کھانی پڑی۔ اور اہل میسور پر ان کا دروغ و فساد اور زیادہ روشن ہو گیا۔ سچ ہے:

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
ہر آں کس تف زندر شیش بسوزد

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پیام آنا طویل ہو گیا تھا کہ پنجاب اور دوسرے علاقوں کے

یاران پنجاب کا اضطراب

یاران طریقت سخت ملول تھے۔ ہر جگہ سے حضور کی خدمت میں واپسی کی درخواست کے لئے عریضے ارسال کئے گئے۔ حاجی ماسٹر کرم الہی صاحب بی اے ایل ایل بی خلیفہ مجاز اور سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ نے عریضہ تحریر کیا کہ ”آپ اتنے لمبے عرصے سے وہاں تشریف فرما ہیں۔ اور یہاں یاران طریقت آپ کے دیدار کے لئے تڑپ رہے ہیں“ تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

”رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ دوست

میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتا۔ بلکہ ”نتیجہ خصم دے ہمتھ“ پنجابی کا مقولہ ہے۔ میرا دل بھی یاران طریقت کی محبت سے مہرا ہوا ہے۔ میں ان کو کبھی نہیں مجبورلا۔ مگر مرضی مولیٰ از ہر ادنیٰ پر عمل کرتا ہوں“ جب کسی طرح کامیابی نہ ہوئی تو آخر کار سیالکوٹ کے چند

اصحاب وفد کی صورت میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بڑی منت سماجت کے بعد واپسی پر رضا مند کیا۔ تو اب وہاں کے یارانِ طریقت سخت مضطرب ہوئے۔ روتے اور گڑ گڑاتے کہ حضور ابھی اور تیسام فرمائیں۔ لیکن رب تعالیٰ کی اجازت ہو چکی تھی۔ اس لئے واپسی کا دن اور تاریخ مقرر ہو گئی۔

الوداعی جلسہ

جب طے ہو گیا کہ حضور شریف لیجانوالے ہیں تو وہاں کے مسلمانوں اور یارانِ طریقت نے ایک عظیم الشان الوداعی جلسہ منعقد کرنے کی اجازت چاہی۔ اجازت مل گئی تو بڑے پیمانے پر الوداعی جلسے کا اہتمام کیا جانے لگا۔ بنگلور کے خاص اہل بہت خصوصاً جناب عباس خان صاحب ممبر مہر چٹ، سیکٹری انجمن حکیم عبدالستار صاحب اور قاضی عبدالباسط صاحب وغیرہ نے بڑے اعلیٰ پیمانے پر انتظامات کئے۔ اشتہار عام کے ذریعے عامۃ المسلمین کو اس جلسے کے انعقاد کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ بیرونی مقامات پر نوابان و رؤسائے عظام اور تاجران و سیٹھ صاحبان کو خطوط اور تاروں کے ذریعے مطلع کیا گیا تھا۔

چنانچہ ۱۳ اپریل ۱۹۰۸ء کو اتوار کے دن پر وگرام کے مطابق الوداعی جلسہ بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوا۔ مغرب کے وقت سے قبل عظیم الشان اجتماع ہو گیا تھا۔ مغرب کی نماز وہیں میدان میں حضرت مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری کی امامت میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد ڈوڈنا ہل میں جلسہ کا انعقاد ہوا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اور آپ کے یارانِ طریقت جو پنجاب اور دوسرے مقامات سے آئے ہوئے تھے سب کو کرسیوں پر امتیازی مقام پر بٹھایا گیا۔ خان بہادر محمد عبدالرحمن خان صاحب محبٹرٹ کا نام صدارت کے لئے پہلے ہی باتفاق رائے تجویز ہو چکا تھا۔ اس وقت ان کا نام جلسہ کی صدارت کے لئے باقاعدہ پیش کیا گیا۔ جس کی ہر طرف سے تائید اور تائید مزید کی گئی۔ عبدالرحمان خان صاحب کرسی صدارت پر آئے تو آپ نے مختصر تقریر میں صدارت کے لئے اپنے منتخب کئے جانے پر عامۃ المسلمین کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد صاحب صدر کی اجازت سے جلسے کی کاروائی شروع ہوئی۔

الوداعی جلسے کی کاروائی

اول تلاوت قرآن مجید کی گئی۔ کئی قاری صاحبان نے تلاوت کی۔ جن میں مولانا میر محمد حسین صاحب امام مسجد میمنان میسور کی قرائت امتیازی درجہ رکھتی تھی۔ اس کے بعد کئی نعت خوانوں نے نعت اور قصائد خوش آوازی سے سنائے۔ پھر توثیق بنگلوری، غلام محمود بنگلوری، اور مولوی عبدالجسین خلیل صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ اسلامیہ لشکر بنگلور نے منتخب طبع زاد غزلیں سنائیں۔ مولوی عبداللہ شریف صاحب تصدیق مدرس دوم اسکول مذکور نے ایک مسدس نہایت دردناک اور پرسوز آواز میں سنایا۔ مولوی عبداللہ خلیل صاحب مذکور الصدر، مولوی واحد علی خاں صاحب اور مولوی حافظ ظفر علی صاحب سپروری نے نظمیں پڑھیں۔ پھر سیٹھ عیسیٰ صاحب میسوری نے ایک قصیدہ فراقیہ سنایا۔ اس کے بعد جناب صدر نے سب کی نیابت کرتے ہوئے اپنی تقریر سنائی۔

صدر جلسہ کی تقریر

صدر جلسہ جناب خان بہادر محمد عبدالرحمان صاحب کی تقریر ایسی پر تاثیر تھی کہ وہ خود بھی متاثر نظر آتے تھے اور سب اہل جلسہ کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں تھے۔ آپ کی تقریر کا ملخص یہ تھا کہ میں بھی آپ سب صاحبان کے ساتھ آج حضرت شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو الوداع کہنے یہاں حاضر ہوں۔ آپ کی ذات بلاشبہ انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام کا صحیح نمونہ اور حدیث نبوی کا صحیح مصداق ہے۔ جب سے میرے پیرو مرشد حضرت صاحب قبلہ مدظلہ اس علاقے میں تشریف فرما ہوئے ہیں، آپ نے اپنے فیض و کرم سے ہر طرف جنات الفردوس کے باغ کھلا دیے ہیں۔ اور ہمیں اور آپ سب کو جنت کے ان باغوں کی گل چینی اور میوہ خوری کے راستے بھی دکھا دیے ہیں۔ آپ سب نے اپنی شاعرانہ مہارت سے گل ہائے سخن کی ریزہ چینی کی اور آپ ار موتی بکھیرے مگر میرے خیال میں یہ مشے نمونہ از خردارے بھی نہیں۔ کیونکہ جن لوگوں کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کی ہے ہم اور آپ ان کی کیا تعریف کر سکتے ہیں۔ اور بلاشبہ حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ انھی میں سے ہیں۔ آپ سید السادات ہیں، حافظ ہیں، حاجی ہیں، اور

اعطاء خلافت

اسی جلسے میں دوسری کارروائی کے بعد حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے برسرِ عام تین بزرگوں کو ”دستارِ خلافت“ عطا فرمائی۔ اور

بیعت کی اجازت بخشی۔ (۱) مولوی عبداللطیف صاحب کابل۔ حال اردیسور (۲) مولانا مولوی غلام محمد صاحب صفی سرریگا پٹی (۳) مولانا مولوی عبداللہ حسین صاحب خلیل پٹیہا ستر مدرسہ اسلامیہ بشکر منگور۔ اجازت و خلافت عطا فرمانے کے بعد حضور نے زبانِ فیضِ رحمان سے کچھ نصیحتیں فرمائیں جن کے لئے عام شرکاء جلسہ سے زیادہ خصوصیت سے ان تینوں خلفاء کو مخاطب مقصود تھا۔ ارشاد فرمایا۔

”اے صاحبان! رازقِ حقیقی اسی کو جانو جو تمہارا مالک و خالق ہے۔ بے ریا عباد کیا کرو تا کہ اس کا اجر تم کو مجبور سے ملے۔ ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا کرو۔ اپنے مولا کو کسی حال میں ست بھولو۔ سوائے اس جبار اور قہار کے کسی سے مت ڈرو۔ اللہ کی مخلوق کے نفع نقصان کو اپنے ذاتی نفع نقصان پر مقدم سمجھو۔ جہاں تک ہو سکے ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔ اپنے یارانِ طریقت کے ساتھ محبت اور اُلفت رکھو اور میرے بتائے ہوئے اسباق پر عمل کرتے رہو“

چونکہ حضور کی رُاگی کا دن اور وقت مشتہر کر دیا گیا تھا۔ اس لئے الوداع کا دلِ دوزخاں چہار شنبہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۸ء کو ہزاروں آدمی رخصت کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ نواب صاحب میسر نظام الدین علی خان صاحب نواب

کو لار جناب غلام محمد خاں صاحب، خان بہادر محمد عبدالرحمان خان صاحب مجسٹریٹ اور علماء، سادات، تجار، فوجی احباب رسالدار، صوبیدار، جمہدار وغیرہ کثرت سے شام کو ۵ بجے حضور کی فرودگاہ پر پہنچ گئے۔ ان میں مبین۔ بستی۔ دکھنی اور اطراف و اکناف سے لوگ اُمنڈ آئے تھے۔ جس وقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سوار ہو کر روانہ ہوئے پھر تو یہ تمام معززین اور معتقدین دائیں بائیں رواں تھے۔ سوار بھی اور پیدل بھی۔ ایک شاندار جلوس کا منظر نظر آتا تھا۔ جسے دیکھنے کے لئے راستے کے دونوں طرف خلقت جمع تھی جس میں ہر مذہب اور ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ اس شان و

عابد و زاہد ولی اللہ ہیں۔ آپ جیسے اصحاب کی مدح میں بارہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ ایسے لوگوں کی خدمت کرنا، ان کی محبت رکھنا، ان کا ادب کرنا اور ان کا اتباع کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جن کے لئے عذاب سے مخلصی اور فلاخ دارین کا وعدہ کیا گیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ کوئی شخص ان کی مخالفت اور عداوت میں پھنس کر اپنے ایمان اور اسلام کو برباد کرے۔ اور دوسروں کو بھی صراطِ مستقیم سے دور رکھنے کی کوشش کرے۔ یقین نہیں کہ کوئی بقائمی ہوش و حواس ایسی کم عقلی کی اور بے جا حرکت کر سکتا ہے۔ جناب صدر کی طبیعت ناساز تھی مگر پھر بھی آپ نے دیر تک اپنے مدلل خطبہ سے حاضرین کو نوازا۔ اور آخر میں معذرت کے ساتھ ان اشعار پر اپنی تقریر کو ختم کیا

ابھی بحق بنی فاطمہؑ کہ بر قبولِ ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتِ مروتی و قبولِ امن و دستِ دامنِ آلِ رسول

یہ رباعی پڑھتے ہوئے جناب صدر بے اختیار رو پڑے، دونوں ہاتھوں سے حضرت قبلہ کا دامن پکڑ لیا اور رو کر تین بار یہ اشعار پڑھے۔ ساری محفل بھی ان کے ساتھ اشکبار تھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے صدر صاحب کے گلے میں بھولوں کا بار پہنایا اور دعا کے واسطے کھڑے ہو گئے۔

حضور نے اسی ضمن میں فرمایا کہ ”میرے بے سبب ستیا گیا۔ میرے اوپر جھوٹے الزام لگائے گئے۔ مجھے گالیاں دی گئیں۔ میرے خلاف جھوٹے اشتہارات چھاپے گئے۔ مجھے جسمانی تکلیفیں پہنچانے کی تدابیر کی گئیں۔ مگر تم سب گواہ رہو کہ میں نے اپنے سب دشمنوں کو معاف کیا۔ میرے آباؤ اجداد کا بھی یہی طریقہ تھا اور میں بھی اسی پر عامل ہوں۔ بلکہ میں سب یاروں اور دوستوں کو بھی تاکید کرتا ہوں کہ وہ میرے مخالفوں کو معاف کر دیں۔ اور ان سے مطلق بخش نہ رکھیں۔ میں اپنا اجر بارگاہِ رب العزت سے طلب کرتا ہوں۔ میرا واسطہ اسی پاک ذات سے ہے۔ نہ دشمن میرا کچھ لگاڑ سکتے ہیں۔ اور نہ دوست میرا کچھ سنوار سکتے ہیں۔ کوئی بگاڑ لگا تو اپنا۔ اور سنوارے گا تو اپنا۔“

شوکت سے سواری مبارک ریلوے اسٹیشن پہنچی تو انگریز اور دوسرے لوگ حیران تھے کہ ایسا شاندار ملبوس کس کا ہے۔

حضور کے جان نثاروں کے لئے یہ ساعت قیامت سے کم نہ تھی۔ اسٹیشن عجیب سماں پیش کر رہا تھا۔ کوئی گریہ وزاری کر رہا ہے تو کسی کا دل بے قرار ہے۔ اضطراب سے کوئی غمش ہوا جا رہا ہے تو کسی کے آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہیں۔ کوئی ہسرت زدہ ہے تو کوئی پشیمردہ۔ کوئی افسردہ ہے تو کوئی نوحہ کناں۔ کوئی حضور سے دوبارہ تشریف آوری کا وعدہ لے رہا ہے تو کوئی پتہ لکھ رہا ہے۔ کوئی وظیفہ کی اجازت چاہتا ہے تو کوئی دُعا کروا رہا ہے کیسی کے حیرت و افسوس نے ہونٹ سی دیے ہیں تو کوئی تڑپا رہا ہے۔ غرض عجیب سحر قیامت برپا تھا۔ جب یارانِ میسور کا یہ حال تھا تو خود حضور کے قلب مبارک پر ان جان نثاروں سے جدا ہونے کا کیسا کچھ قلق ہوگا کوئی گھبراہٹ جان سکتا ہے۔

الغرض وہاں سے سوار ہو کر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بروز جمعہ بمبئی پہنچے۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو ایک روز احمد آباد قیام فرمایا۔ دُوروز دہلی دُوروز ریتھک۔ غرض اسی طرح قصور، لاہور، سیالکوٹ وغیرہ ہوتے ہوئے آپ علی پور شریف میں رونق افروز ہوئے۔ راستے میں ان مقامات کے علاوہ جہاں حضور نے ایک دو روز قیام فرمایا، دوسرے تمام اسٹیشنوں پر بھی جہاں گاڑی ٹھہرتی تھی، بہ کثرت یارانِ طریقت دیدار سے سرفراز ہوئے۔ ہر جگہ کثیر التعداد معتقدین کی چشم براہ نظر آتی تھی جو حضور کی زیارت کے لئے بے چین تھے اور عقیدت و ارادت کے پھول نچھاور کرنے کے لئے مضطرب تھے۔

اس کے بعد سے ۱۹۴۷ء تک حضور سال دو سال کے وقفے سے دکن کے علاقوں میں تشریف لے جاتے رہے۔ عموماً دو تین ماہ ان علاقوں میں گزارتے۔ یارانِ طریقت کے اصرار پر کئی کئی مقامات پر جلتے۔ نئے حضرات ان دُوروں میں سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے اور نئے پرانے سب یارانِ طریقت حضور کے پند و نصائح سے فیضیاب ہو کر اپنے ایمان کو تازہ اور دلوں کو متور کرتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب گرامی، جو آپ نے بابو غلام حسین صاحب کو دہائی کو ہائی کے نام

کو دہائی کو تحریر فرمایا تھا جس میں کوہاٹ کے مجاہد یارانِ طریقت کو خطاب فرمایا ہے، یہاں نقل کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوگا کہ آپ کے سفر کی کیفیت و نوعیت کیا ہوتی تھی۔

پیر وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے :

جیہڑ اذات تے وطن دل دھیان رکھیا دُنیا دار اے پھیر درویش کھیا

نقل مکتوب گرامی

مجمع مکارم اخلاق مخلصم بابو غلام حسین صاحب و جمیع یارانِ طریقت کو ہاٹ، زاد اللہ محبتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، طالب خیریت بخیریت۔ فقیر عرس شریف کے بعد کلکتہ کے یارانِ طریقت کے اصرار کے باعث قرعہ ڈالنے کے بعد دارجلنگ کا قرعہ نکلنے پر دارجلنگ پہنچا۔ وہاں رمضان شریف خیر و خوبی گزار کر حیدر آبادی یاروں کی درخواست پر کلکتہ سے سیدھا وُرات دن میں براہ ریل حیدر آباد پہنچا۔ وہاں پچیس دن گزار کر میسور و بنگلور کے دو ڈسپنشن آجانے کے باعث بنگلور پہنچا۔ پندرہ دن وہاں گزار کر میسور پہنچا۔ ایک مہینہ وہاں گزار کر نیل گروہی کے ڈسپنشن آجانے کے باعث لسواری موٹر نیل گروہی پہنچا۔ جو وہاں سے ایک سو میل کے فاصلے پر ہے۔ پندرہ دن وہاں گزار کر ملک لیا بنیوں کی درخواست پر جہاں فقیر پہلے کبھی نہیں گیا تھا، اس ملک میں پہنچا۔ پندرہ دن وہاں گزار کر براہ ریل بنگلور میں دو دن گزار کر لسواری موٹر میسور پہنچا۔ پانچ دن وہاں گزار کر ملک کٹرک والوں کی درخواست پر لسواری موٹر یہاں پہنچا۔ جہاں پانچ دن سے وارد ہوئے۔ اور پھر یہاں سے بلگنڈ و مکارہ و میسور میں چند دن گزار کر سیدھا علی پور انشا اللہ پہنچنے کا ارادہ ہے۔

افسوس کہ اس سال فقیر و رابر شریف میں عرس شریف پر بھی حاضر نہیں ہو سکا۔ سب یاروں کو بعد سلام علیکم بعد اشتیاق اطلاع کر دیں۔ وجہ یہ تھی کہ اس سال مخالفین و معاندین

بندہ کیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جسم کر بیٹھے ہیں، اور خذہ پیشانی سے خلق خدا کی خدمت و ہدایت فرما رہے ہیں۔ بارگاہ رب العزت میں عجز و انکسار فرماتے اور کہتے کہ رب تعالیٰ نے اس خدمت کے لئے مجھے نوازا ہے۔ ورنہ میں بھی اس کی ایک مخلوق ہوں۔“

”جو شخص جس قسم کی مشکل لے کر آتا، حضور کی توجہ سے حل ہو جاتی۔ عموماً آپ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یہی تعویذ بھی دیتے تھے۔ مگر بسا اوقات صرف آپ کا یہ فرما دینا کہ ”تیرا کام ہو جائے گا“ ”تجھے صحت حاصل ہو جائے گی“ کافی ہوتا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ”لوگ کہتے ہیں کہ یہ دکان داری ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ گاہک کو اگر مرضی کے مطابق سود اندے تو وہ دوبارہ کب اس دکان پر جاتا ہے۔ دکان میں اگر مال ہو تو دکان چلتی ہے۔ مال نہ ہو تو دیوالہ نکل جاتا ہے“

حیدر آباد دکن کے پہلے سفر کا سبب | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلی دفعہ حیدر آباد (دکن) میں ورود مسعود کا واقعہ بے حد پر لطف اور دلچسپ ہے۔ غلام جیلانی کلیم حیدر آبادی جس عتی (حال سیالکوٹی) نے بتایا کہ ان کے والد ماجد حضرت حاجی غلام احمد ارشاد و خلف و جانشین حضرت الحاج غلام محمد صاحب رکن صدیقی نقشبندی خلیفہ مجاز حضرت مسکین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا تھا کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ العزیز مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سلام پیش کرنے کے بعد آپ نے اجازت چاہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہندوستان پہنچ کر حیدر آباد (دکن) میں مولوی خیر المبین صاحب دخیفہ مجاز حضرت مسکین شاہ صاحب کو ہمارا سلام پہنچاؤ۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے قیام و زیارت اور مکہ معظمہ میں مناسک حج ادا کرنے اور اقامت فرمانے کے بعد براہ بمبئی مراجعت فرما ہوئے۔ تو بمبئی سے سیدھے حیدر آباد تشریف لے گئے۔ یہاں کسی سے آپ کی واقفیت نہ تھی۔ اسٹیشن سے تانگہ میں سوار ہو کر محلہ پتھر گئی میں مولوی خیر المبین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فرود گاہ موسوم بہ

سے نوازا۔ گو بنگلور اور اس کے اطراف اکناف میں اعلیٰ حضرت موصوف کے ایستگان پہلے سے ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے۔ لیکن ان آیام کے دوران قیام میں ہر روز مزید ارادت مند شریف بعیت حاصل کرتے رہے۔ کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا، جس میں نئے ارادت کیش داخل سلسلہ نقشبندیہ نہوتے ہوں۔“

حضرت بخشی صاحب ملازمت سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ اور حضور کی توجہ سے دینداری میں کامل اور مدارج سلوک طے کر چکے تھے، اس لئے انہی سفروں میں کسی ایک میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب کو دستار خلافت عطا فرمائی۔ اور اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز کیا۔ تاکہ خلق خدا کی خدمت، اشاعت دین، اور ترویج سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ذریعے مزید ترقی درجات اور فلاح دارین حاصل کریں۔

بمبئی تشریف لے جانا | مولانا مولوی محمد خوب صاحب احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز نے بیان کیا کہ جب آپ پہلی مرتبہ بمبئی تشریف لے گئے تو میں بھی ہم رکاب تھا۔ وہاں آپ نے غلام محی الدین صاحب امرتسری کے یہاں قیام فرمایا، جو پیر بھائی تھے اور وہاں تجارت کرتے تھے۔ عدم تعارف کی وجہ سے کوئی ملنے نہ آیا۔ میرزا بن نے خیال کیا کہ یہ بات اچھی نہیں کہ حضور اکیلے بیٹھے رہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا ”مجھے آرام سے بیٹھنا کیا بُرا لگتا ہے۔ میں تو گھر سے یہاں آ گیا ہوں۔ آگے جو رب تعالیٰ کو منظور ہے ٹھیک ہے۔“ اگلے دن غلام محی الدین صاحب کے ایک دوست نے چائے کی دعوت کی۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں چند آدمی اور بھی تھے۔ بس اتنا تعارف ہوا کہ ”یہ پنجاب کے پیر صاحب ہیں۔ بمبئی آئے ہوئے ہیں۔ اور غلام محی الدین صاحب کے گھر مہمان ہیں۔“

”اس کے بعد سے تو لوگوں کا وہ ہجوم ہوا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ کوئی دعا کرانے آ رہا ہے تو کوئی تعویذ لینے۔ کوئی بیماری کی شکایت لا رہا ہے تو کوئی دوسری مشکلات کا حل چاہتا ہے۔ کوئی عقاید و مسائل معلوم کرتا ہے تو کوئی داخل سلسلہ ہونے کی درخواست کر رہا ہے۔ مرد بھی ہیں عورتیں بھی۔ پیدل بھی آ رہے ہیں موٹروں میں بھی۔ غرض ایک تانٹا

بندہ کیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جسم کر بیٹھے ہیں، اور خذہ پیشانی سے خلق خدا کی خدمت و ہدایت فرما رہے ہیں۔ بارگاہ رب العزت میں عجز و انکسار فرماتے اور کہتے کہ رب تعالیٰ نے اس خدمت کے لئے مجھے نوازا ہے۔ ورنہ میں بھی اس کی ایک مخلوق ہوں۔“

”جو شخص جس قسم کی مشکل لے کر آتا، حضور کی توجہ سے حل ہو جاتی۔ عموماً آپ دعا فرمایا کرتے تھے کبھی تھوید بھی دیتے تھے۔ مگر بسا اوقات صرف آپ کا یہ فرما دینا کہ ”تیرا کام ہو جائے گا“ ”تجھے صحت حاصل ہو جائے گی“ کافی ہوتا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ”لوگ کہتے ہیں کہ یہ دکان داری ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ گاہک کو اگر مرضی کے مطابق سودا نہ ملے تو وہ دوبارہ کب اس دکان پر جاتا ہے۔ دکان میں اگر مال ہو تو دکان چلتی ہے۔ مال نہ ہو تو دیوالہ نکل جاتا ہے۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلی دفعہ حیدر آباد دکن کے پہلے سفر کا سبب

حیدر آباد (دکن) میں دروہ مسعود کا واقعہ بے حد پر لطف اور دلچسپ ہے۔ غلام جیلانی کلیم حیدر آبادی جماعتی (حال سیالکوٹی) نے بتایا کہ ان کے والد ماجد حضرت حاجی غلام احمد ارشاد و خلف و جانشین حضرت الحاج غلام محمد صاحب رکن صدیقی نقشبندی خلیفہ مجاز حضرت مسکین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا تھا کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ العزیز مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سلام پیش کرنے کے بعد آپ نے اجازت چاہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہندوستان پہنچ کر حیدر آباد (دکن) میں مولوی خیر المبین صاحب (خلیفہ مجاز حضرت مسکین شاہ صاحب) کو ہمارا سلام پہنچاؤ۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے قیام و زیارت اور مکہ معظمہ میں مناسک حج ادا کرنے اور اقامت فرمانے کے بعد براہِ بمبئی مراجعت فرما ہوئے۔ تو بمبئی سے سیدھے حیدر آباد تشریف لے گئے۔ یہاں کسی سے آپ کی واقفیت نہ تھی۔ اسٹیشن سے ٹانگہ میں سوار ہو کر محلہ پتھر گئی میں مولوی خیر المبین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فرود گاہ موصوم بہ

سے نوازا۔ گو بنگلور اور اس کے اطراف اکناف میں اعلیٰ حضرت موصوف کے بستگان پہلے سے ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے۔ لیکن ان آیام کے دوران قیام میں ہر روز مزید ارادت مند شریف بعیت حاصل کرتے رہے۔ کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا، جس میں نئے ارادت کیش داخل سلسلہ نقشبندیہ نہ ہوتے ہوں۔“

حضرت بخشی صاحب ملازمت سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ اور حضور کی توجہ سے دینداری میں کامل اور مدارج سلوک طے کر چکے تھے، اس لئے انہی سفروں میں کسی ایک میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب کو دستارِ خلافت عطا فرمائی۔ اور اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز کیا۔ تاکہ خلق خدا کی خدمت، اشاعتِ دین، اور تبلیغ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ذریعے مزید ترقی درجات اور فلاح دارین حاصل کریں۔

مولانا مولوی محمد خوب صاحب احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز بمبئی تشریف لے جانا نے بیان کیا کہ جب آپ پہلی مرتبہ بمبئی تشریف لے گئے تو میں بھی ہم رکاب تھا۔ وہاں آپ نے غلام محی الدین صاحب امرتسری کے یہاں قیام فرمایا، جو پیر بھائی تھے اور وہاں تجارت کرتے تھے۔ عدم تعارف کی وجہ سے کوئی ملنے نہ آیا۔ میزبان نے خیال کیا کہ یہ بات اچھی نہیں کہ حضور اکیسے بیٹھے رہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا ”مجھے آرام سے بیٹھنا کیا بُرا لگتا ہے۔ میں تو گھر سے یہاں آ گیا ہوں۔ آگے جو رب تعالیٰ کو منظور ہے ٹھیک ہے۔“ اگلے دن غلام محی الدین صاحب کے ایک دوست نے چائے کی دعوت کی۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں چند آدمی اور بھی تھے۔ بس اتنا تعارف ہوا کہ یہ پنجاب کے پیر صاحب ہیں۔ بمبئی آئے ہوئے ہیں۔ اور غلام محی الدین صاحب کے گھر مہمان ہیں۔“

”اس کے بعد سے تو لوگوں کا وہ ہجوم ہوا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ کوئی دعا کرانے آ رہا ہے تو کوئی تھوید لینے۔ کوئی بیماری کی شکایت لا رہا ہے تو کوئی دوسری مشکلات کا حل چاہتا ہے۔ کوئی عقاید و مسائل معلوم کر رہا ہے تو کوئی داخل سلسلہ ہونے کی درخواست کر رہا ہے۔ مرد بھی ہیں عورتیں بھی۔ پیدل بھی آ رہے ہیں موٹروں میں بھی۔ غرض ایک تاننا

حیدر آباد کے معمولات

حیدر آباد کا قیام کئی بار مہینوں طول کھینچ جاتا تھا۔

دوسرے مقامات کی طرح یہاں بھی شبانہ روز

خلق خدا کی رہنمائی اور ہدایت میں مصروف وقت گزرتا۔ اکثر نبی خانہ یا دوسرے مقامات پر عام جلسوں میں رات کو ایک بجے تک وعظ فرماتے تھے۔ تھوڑی دیر آرام فرما کر تہجد کے لئے بیدار ہوتے، اور سب یا ران طریقت کو بھی نماز کے لئے اٹھاتے۔ پھر تمام دن وعظ و نصیحت کا سلسلہ لگا رہتا۔ پنجاب سے آپ کے ہمراہ کئی اور علماء بھی آیا کرتے تھے۔ ان کے جملہ اخراجات کے آپ کفیل ہوتے۔ ان علماء کے مواعظ حسنہ سے بھی خلق خدا فیض یاب ہوتی تھی۔ مگر بذات خود بھی ہر روز ضرور وعظ فرمایا کرتے تھے۔ نبی خانہ میں دیگر عمائد و اکابر کے علاوہ خود حضور نظام دکن بھی حاضر خدمت ہوتے ہیں۔

ایک بار مسجد بانگ عام میں نماز جمعہ کے بعد حضرت قبلہ اور حضور نظام کے مراسم حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے۔

نظام دکن بھی تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے دوران وعظ عورتوں کے پرچے کا مسئلہ قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت کیا۔ اور بڑا کہا کہ ”جب مسلمانوں کے بادشاہوں کا حال ہو کہ وہ اپنی لڑکیوں کو بے پردہ باہر نکھنے دیں، اور اپنے ساتھ باہر پھرائیں، تو رعایا کا اللہ مانتا ہے“ سب جانتے تھے کہ نظام دکن کی دو لڑکیاں جو جوان العمر تھیں ان کے ساتھ باہر آتی جاتی ہیں۔ مخالفین کو ایک شوشہ ہاتھ آیا۔ انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت کی اور باقاعدہ تحریری درخواست پیش کی۔ کہ ”اس طرح سرکار کی توہین ہوئی ہے جو ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے“ نظام دکن نے اسی درخواست پر لکھ دیا کہ ”مولانا مرد مومن ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں صرف آپ ہی کو دیکھا کہ بر ملا حق بات کہنے میں ناک نہیں کرتے۔ انھوں نے قرآن مجید اور حدیث شریف سے مسئلہ بیان کیا ہے، جو یقیناً درست ہے“

ایک بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے کہ دوران وعظ حضور نظام دکن کا آدمی آیا۔ اور اس نے کہا کہ ”سرکار نے آپ کو طلب کیا ہے“ میں اس وقت

نبی خانہ پہنچ گئے۔ جس وقت حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے ہیں محفل سجدی ہوئی تھی۔ آپ کا لباس اور انداز قطعاً اجنبیانہ تھا۔ لوگ حیرت میں تھے کہ آج یہ کون سے صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ نے اہل محفل کو سلام علیک کی اور سیدھے مولوی خیر المبین صاحب کی طرف بڑھے۔ مولوی صاحب نے سلام کا جواب دے کر بیٹھے ہی بیٹھے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آنا ہوا۔ حضور نے فرمایا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آنحضرت کا سلام آپ کو پہنچانے آیا ہوں۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ سن کر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ چند منٹ کے لئے مدہوش سے ہو گئے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو کھڑے ہو کر معافہ اور مصافحہ کیا۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے قریب مسند پر بٹھایا۔

پہلی بار اس طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد تشریف

لے گئے تھے۔ پھر آپ نے کئی دن وہاں قیام فرمایا۔ جمعہ آیا تو نماز جمعہ کے بعد حاضرین کو مواعظ حسنہ سے مستفید فرمایا۔ مولوی خیر المبین صاحب نے آپ کو کئی دن مہمان رکھا اور ضیافت مدارات میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ آپ اس کے بعد بھی جب حیدر آباد تشریف لے جاتے نبی خانہ ہی میں قیام فرماتے تھے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ حضور نظام کی دعوت پر حیدر آباد گئے ہیں۔ اسٹیشن پر شاہی سواریاں اور شاہی مہماندہ اور حکام استقبال کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ مگر آپ سیدھے نبی خانہ گئے اور وہاں تھوڑی دیر قیام کیا۔ اس دوران شاہی مہمان دار سخت پریشان ہوتے اور بار بار خوشامداندہ عرض کرتے کہ ہم سے جواب طلبی ہوگی۔ ہم کو عتاب شاہی سے بچائیے۔ وہاں انتظار ہوگا۔ جلد تشریف لے چلے۔ ان کی منت سماجت پر آپ نبی خانہ سے حضور نظام کے مہمان خانے میں چلے جاتے۔ حضرت مولوی خیر المبین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ جناب قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فسر دگاہ پر قیام فرماتے رہے۔ اور آخری سفر تک یہی معمول رہا۔

کے وقت ”سبحان تیری قدرت“ کی رٹ لگاتے ہیں تو میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور میں نماز تہجد ادا کر لیتا ہوں۔ ورنہ مجھے تہجد کی عادت نہ تھی۔

ایک بار نظام دکن حاضر خدمت ہوئے تو کہا کہ ”میں ایک بار اور اس طرف سے گزرا تھا۔ اور حاضری کا خیال بھی کیا لیکن اس وقت نصف آستین والی قمیص پہنے ہوئے تھا، اس لئے مناسب نہ سمجھا۔“ ایک مرتبہ شاہی محل کی ایک خاتون خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ نصف آستین کی قمیص پہنے ہوئے تھی۔ آپ اس پر سخت ناراض ہوئے۔ اور کہا ”تمہیں ایک بالشت پکڑا اور نزل سکا جو آستین پوری کر لیتیں۔ اور نماز ادا ہو جاتی۔ یاد رکھو، عورتوں کے لئے اپنے بازوؤں کو نمکا رکھنا حرام ہے۔“ اس خاتون نے اسی وقت توبہ کی، اور عہد کیا کہ آئندہ پوری آستین کی قمیص پہنا کر وں گی۔

ایک دفعہ میسور کے قیام میں میں بھی حضور کے مسائل و غلط پر انعام کا عطیہ ہمارا تھا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ حضور

نے ارشاد فرمایا ”میں روز ایک نیا مسئلہ بیان کیا کروں گا۔ جو شخص رمضان کی تائیں تاریخ کو مجھے ستائیس مسئلے یاد کر کے سنا دے، اُسے میں بچاس روپے انعام دوں گا۔“ حضور کمزور تو تھے ہی، اس پر دن کو روزہ رکھنا، تمام دن مسائل بیان کرنا، رات کو تراویح پڑھنا، قرآن پاک سننا، اور پھر وعظ فرمنا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز بعد آپ کی طبیعت خراب ہو گئی۔ چنانچہ مجھے حکم دیا کہ ”ہر روز نیا مسئلہ سنایا کرو۔ میں ارشاد والا کی تعمیل کرتا رہا۔ ہماری مسجد میں غوب رونق ہوتی بہت لوگ نماز تراویح اور وعظ میں شریک ہوتے۔ بعض لوگ وعظ کے بعد سحری تک مجھ سے مختلف مسائل پر سوال جواب کرتے رہتے۔ مگر خدا کے فضل اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے بہت لوگوں کی اصلاح ہوئی اور وہ حضور کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ستائیسویں تاریخ کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ ”میں نے مسائل سناؤ اور انعام لو“ مگر کوئی نہ اٹھا۔ آپ نے فرمایا اچھا جتنے یاد ہوں اتنے ہی سنا دو۔ اس پر بھی انعام ملے گا۔“ مگر پھر بھی کسی نے سنے ہوئے وعظ دہرانے کی ہمت نہ کی۔ آخر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بچاس روپے انعام

ان سے بڑی سرکاری خدمت میں حاضر ہوں۔ نہیں آسکتا۔“ نظام دکن یہ جواب سن کر خوش ہوئے۔ اور پھر کبھی مصروفیت کے وقت میں آپ کو طلب نہیں کیا۔

ایک دفعہ حیدر آباد دکن سے کچھ منافقین نے وائسرائے ہند کے پاس نظام دکن کی شکایتیں پہنچائیں۔ اور معاملہ پیچیدہ ہو گیا۔ تو حضور نظام نے اپنا ایک خاص ایلچی علی پور سیدان بھیج کر دکن طلب کیا۔ آپ نے دعوت قبول نہ کی۔ ایلچی دربار شریف بہت دن حاضر رہا اور حضور کی منت سماجت کرتا رہا۔ اور آخر آپ کو راضی کر کے حیدر آباد لے گیا۔ نظام دکن نے قضیہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا ”آپ وائسرائے سے کہیں کہ معاملہ کے تصفیہ کے لئے فریقین کی موجودگی ضروری ہے۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں سامنے ہوں تو بات آسانی سے صاف ہو سکتی ہے۔“ چنانچہ نظام دکن نے آپ کے مشورے کے مطابق عمل کیا۔ سامنے آکر کے مجال تھی کہ شکایت پیش کرتا چنانچہ معاملہ بڑی سہولت سے نظام کے حق میں فیصل ہو گیا۔

ایک بار حضور نظام کی صاحبزادی بیمار تھیں۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ”حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ اور آپ نے مجھ پر دم کیا ہے۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے مجھے پانچ روپے عطا فرمائے۔“ ان دنوں آپ حیدر آباد دکن میں قیام فرماتے تھے۔ اگلے دن آپ شاہی محل گئے تو لڑکی کی عیادت کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے صاحبزادی پر دم فرمایا اور پانچ روپے مرحمت کئے۔ لڑکی نے سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ”یہ تو مطلب کا سلام ہے۔“ حضور نظام نے کہا ”یہ کچی اپنا خواب سچا کر رہی ہے۔“ آپ نے پانی پر دم کیا۔ اور ہدایت فرمائی کہ اسے یہی پانی پلایا جائے۔ خدا کے فضل سے وہ لڑکی بالکل صحت یاب ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نظام دکن کو دو میٹر بطور تحفہ بھیجے۔ سب حیران تھے کہ ایسا معمولی تحفہ بادشاہ کی خدمت میں کیوں بھیجا گیا۔ ایک دن قاری شہاب الدین صاحب مرحوم نظام دکن سے ملنے گئے تو انھوں نے کہا ”میں حیران تھا کہ مولانا نے یہ میٹر میرے لئے کیوں ارسال کئے ہیں۔ چند روز گزرنے پر پتہ چلا کہ یہ میٹر سحری

دیے اور شاہی دے کر قلاب دارین کی دعا فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

سادہ انداز میں وعظ و نصائح اور لوگ وعظ کہتے ہیں تو کچھ نذرانہ لیتے ہیں۔ حضور ﷺ انشا خود مہمان نوازی کرتے، دعوتیں کھلاتے اور انعام عطا کرتے تھے۔ آپ حاضر ہونے والوں سے دریافت فرماتے کہ کیا تم وعظ میں شریک تھے اگر جواب نفی میں ملتا تو آپ فرماتے، ”میں تو اتنی دُور سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ اور تم گھر سے یہاں تک نہیں آ سکتے۔ تم اللہ اور اس کے رسول کے احکام نہیں سنتے کہ مجھے بارگاہِ رب العزت سے اس کا اجر ملے، اس پر لوگ متاثر و محفوظ ہوتے۔ اور اس طرح روز بروز مجالس وعظ میں آنے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو جایا کرتی تھی۔ حضور کا وعظ نہایت سادہ زبان میں اور بڑے دلکش اور واضح انداز کا ہوتا تھا۔ لوگ سمجھتے اور لطف لیتے تھے۔ اور آپ کے مواظپ پر کار بند ہو کر اپنی دنیا اور عاقبت سدھارتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد جا کر کئی کئی مہینے قیام فرماتے تھے۔ پیر بجائی پُر تکلف دعوتیں کرتے تھے حضور اپنے خادم کے ہاتھ کا پکایا ہوا خشک، پھلکا اور مرغی کا شوربا ہی تناول فرماتے۔ شرکاء و معتقدین دکن کے خاص اور لذیذ کھانوں سے سیر ہوتے۔ حضور نظام دکن کی طرف سے مہر شاہی کے ساتھ دعوت کا کھانا آتا تو حضور قبول فرماتے مگر یہ کھانا بھی یارانِ طریقت ہی کے لذت کام و دہن کے لئے ہوتا۔ حضور اپنے خادم خاص کے سادہ کھانے پر ہی قناعت فرماتے تھے۔

سفر کے لئے قرعہ اندازی مدرس، بنگلور، میسور، نیل گودھی وغیرہ کے یارانِ طریقت حیدر آباد آکر مقیم ہو جاتے۔ اور

مرقت سماجت کرتے کہ اب حضور ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔ حیدر آباد والے کب چاہتے تھے کہ وہ حضور کی برکت کے فیض سے محروم ہو جائیں۔ ادھر یہ سب آئیو لے اپنے اپنے شہروں کو لے جانے پر بضد ہوتے تھے۔ آپ میں کوئی فیصلہ کہاں ممکن تھا۔ کوئی بھی اس برکت و نعمت سے کیوں دست بردار ہوتا! آخر فیصلہ حضور پر چھوڑا جاتا۔ آپ کو سب کی دل جوئی یکساں منظور تھی۔ لہذا فرماتے ”اچھا قرعہ ڈالو۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور

ہوگا وہی قرعہ میں نکلے گا۔“ چنانچہ قرعہ کے مطابق عمل کیا جاتا۔

ایک دفعہ میں حضور کے ہمراہ تھا۔ مدراس بیسز واڑہ اسٹیشن پر پُر تکلف ضیافت کا قرعہ نکلنے پر ہم لوگ مدراس جا رہے تھے۔

بیسز واڑہ سے ایک اسٹیشن قبل ایک سیٹھ صاحب مع چند رفقا کے سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ”بیسز واڑہ کے اسٹیشن پر میری ضیافت قبول کر کے میری عزت افزائی کیجئے۔“ بیسز واڑہ اسٹیشن پر انھوں نے پہلے سے بہت پُر تکلف کھانے کا ویٹنگ روم میں اہتمام کر رکھا تھا۔ حضور نے ان کی درخواست قبول کی اور تشریف لے گئے۔ فرمایا ”میرے لئے میرے آدمی نے کھانا تیار کر لیا ہے۔ آپ مہمانوں کو کھلائیں۔“ مگر کھانا بہت ہی زیادہ مقداً میں تھا۔ حضور نے ارشاد کیا ”اتنا تکلف آخر کس لئے؟“ سیٹھ صاحب نے عرض کیا ”حضور! آپ کا دسترخوان تو شاہانہ ہوتا ہے۔ میں تو مہمانوں کی پوری خدمت بھی نہیں کر سکتا۔ حضور کا یہ کرم کیا کم ہے کہ آپ نے میری درخواست قبول فرمائی۔ میں تو اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوں کہ آج میرے گھر میں برکت و رحمت کا نزول ہوا ہے۔“

میں نے بہت دیر بعد پہچانا کہ یہ وہ سیٹھ صاحب ہیں، جو ایک دفعہ اپنے کسی کام سے لاہور گئے تھے، تو علی پور شریف بھی آگئے تھے۔ حضرت قبلہ عالم نے ان کو تین دن مہمان کیا وہ جلد جانا چاہتے تھے مگر حضور نے کہا کہ ”میرے پاس رہنے سے آپ کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اگر ہوا تو میں دُگستا ادا کر دوں گا۔“ وہ مجبور ہو گئے۔ اور تین دن کی پُر تکلف مہمان داری کے بعد انھیں دہلی کی اجازت ملی تھی۔ آج ان کو موقع ملا تو اسٹیشن پر یہی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ اس دن اسٹیشن پر وہ سیٹھ صاحب اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی داخل سلسلہ ہوئے۔

حضور کی کرامت کہ خالی ڈبائل گیا حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”میں میل سے مدراس جاؤں گا۔“ اسٹیشن ماسٹر سے دریافت کیا۔ اس نے کہا گاڑی میں ایک سیٹ بھی خالی نہیں ہے حضور سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا ”ہم تو اسی گاڑی سے جائیں گے۔ ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ وہ

عزت و برکت سے نوازا، حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے غیبی تائید سے میرا وعدہ پورا کر دیا“

حیدر آباد دکن کی طرح مدراس میں بھی دعوتوں، جلسوں، وعظوں کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر قلعہ بنگلہ پر وہاں سے بنگلہ تشریف لے گئے۔ مدراس سے رخصت اور بنگلہ میں استقبال کے موقعوں پر وہی شوق و ذوق اور ہجوم و انبوه نظر آتا تھا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ بنگلہ میں بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی و خلیفہ مجاز کے مہمان ہوئے۔ اور پھر تبلیغ و ارشاد اور دعوتوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ عبدالغنی شاہ صاحب، ٹھیکیدار شمس الدین صاحب، سیالکوٹ کے ٹیلر ماسٹر عبدالسلام صاحب تینوں نے ایسی شاندار وسیع اور پر تکلف دعوتیں کیں کہ بایں و شاید۔ گو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنا ہی پھیلکا، شوربا اور خشک تناول فرماتے رہے۔ مگر آپ نے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔

تیسری دعوت کے اختتام پر حضرت قبلہ عالم حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شاہانہ دعوت

خلف اصغر مظاہر بخشی صاحب مہاجر مدنی اور میں ایک ہی سواری میں واپس آ رہے تھے۔ تو حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ ”اختر! ہم بھی ان تینوں کی دعوت کریں گے“ میں نے عرض کیا ”بہت اچھا“ فرمایا ”اگر کرتے ہو تو ان سے اچھی کرو۔ ورنہ نہیں“ میں نے عرض کیا ”بہت اچھی دعوت کریں گے“ ہم یہ گفتگو پنجابی میں کر رہے تھے، اسلئے بخشی صاحب کچھ سمجھے زیادہ نہ سمجھے۔ مجھے تفصیل معلوم کی تو کہنے لگے ”حضور میرے مہمان ہیں۔ دعوت کا انتظام بھی میں ہی کروں گا“ حضور نے ارشاد کیا کہ ”نہیں اختر کرے گا“ بخشی صاحب نے بہت منت سماجت کی تو آخر یہ طے ہوا کہ اچھا آدھا آدھا انتظام تم دونوں کرو۔ چنانچہ ہم نے کھانے بانٹ لئے۔ اور تیار کرنے لگے۔

بخشی صاحب مہاجر مدنی نے دوسرے پیر بھائیوں کو صلائے عام دے دی کہ جو چاہے اپنی مرضی سے کھانا پکوا کر لے آئے۔ غرض دعوت ہوئی تو ایسی دھوم دھام سے کہ بادشاہوں کو رشک آئے۔ اتنے کھانے تھے کہ شمار ممکن نہ تھا۔ ایسے لذیذ کہ آدمی ہونٹ

انتظام فرمائیں گے۔ جہاں خدا و میر سامان است ارباب توکل را“ سیٹھ علی محمد صاحب بنگلہ کی نے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ ”ایک بوگی اور لگا دو۔ ہمیں پانچ سیٹوں کی ضرورت ہے“ اسٹیشن ماسٹر نے اس سے بھی انکار کیا۔ حضور نے پھر یہی ارشاد فرمایا کہ ”ہم اسی گاڑی سے جائیں گے۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی“ آخر گاڑی آئی۔ ہم لے آئیں ایم کے ساتھ خالی سیٹ تلاش کرنے لگے۔ ایک سیکنڈ کلاس اندر سے بند تھا۔ اسے کھلوا تو اس میں صرف ایک انگریز تھا۔ وہ سو رہا تھا حالانکہ اسے اسی اسٹیشن پر اترنا تھا۔ جگہ بے جگہ پر اس نے اٹھا ہمارا شکوہ ادا کیا۔ اور ہمیں سیکنڈ کلاس کا پورا ڈبہ خالی مل گیا۔ جب سب کے بستر لگ گئے، تو حضور نے مجھ سے فرمایا ”تو کہتا تھا کہ تکلیف ہوگی۔ مجھے ساری عمر کوئی تکلیف نہیں ہوئی“ ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ ہمیں تکلیف کیسی؟

صبح مدراس پہنچے تو اتنی خلقت تھی کہ الامان والحفیظ۔ اور حضور کا کمال یہ تھا کہ ہر شخص سے معاف اور مصافحہ کر کے حال اور خیریت دریافت فرماتے رہے۔ لوگ ہار گلے میں ڈالتے۔ جب بار منہ تک آجاتے تو حضور اپنے گلے سے اتار اتار کر ان کے گلوں میں پہناتے تھے۔ اسٹیشن ماسٹر انگریز تھا۔ حیران کھڑا دیکھتا رہا کہ یہ کون شخص ہے۔ آخر اس نے کسی سے دریافت کیا تو اسے بتایا گیا کہ یہ ہمارے بزرگ اور پیر ہیں۔ وہ حیرت زدہ ہو کر کہتا تھا کہ ”یہ واقعی بڑے بزرگ ہیں۔ ورنہ اتنی مخلوق تو کسی بادشاہ کے لئے بھی جمع نہیں ہوتی، نہ کسی کے سامنے ایسی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتی ہے“

آخر عقیدت مندوں اور یاروں کے ہجوم میں آپ سیٹھ بیٹری صاحب کی کوٹھی پر پہنچے اور وہاں قیام فرمایا۔ سیٹھ صاحب حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ”سیٹھ صاحب آپ کہاں تھے۔ میں نے بارہ سال قبل آپ سے وعدہ کیا تھا کہ مدراس آؤں گا تو پہلے آپ کی کوٹھی پر آؤں گا۔ آپ اسٹیشن پر ملنے کے بعد نظر ہی نہیں آئے“ سیٹھ صاحب نے حضور کا شکریہ ادا کیا۔ اور عرض کیا کہ ”یہ کوٹھی حضور ہی کی ہے۔ حضور نے بڑا کرم فرمایا کہ وعدہ پورا کیا۔ اور مجھے اس

لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔

قرآن مجید ختم کرنے کے بعد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پھر منگلوار تشریف لائے۔ اس دفعہ عباس خان صاحب اور دیگر اصحاب کی فرمائش پر آپ نے عید کی نماز منگلوار کی عید گاہ میں پڑھائی۔ اور اگلے دن وہاں سے حیدر آباد (دکن) کو روانہ ہو گئے۔ اس ذراچ میں دور دور تک یارانِ طریقت پھیلے ہوئے تھے۔ اوٹاکنڈ، کورگ، حاسن، لبابین وغیرہ ہر جگہ آپ تشریف لے جاتے رہے۔ ہر مقام پر استقبال اور رخصت کے وقت مہی مناظر پیش آتے تھے جن کا ذکر آچکا ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ زیادہ وقت سفر میں گزارتے تھے۔ تاکہ دور دور تک دین مبین کی تبلیغ ہو سکے، اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو زیادہ سے زیادہ فروغ حاصل ہو۔ ہر شہر اور مقام پر کسی یار کو امیر حلقہ مقرر فرماتے تاکہ ہر ہفتے پیر بھائی ایک جگہ جمع ہو کر ختم شریف خواجگان و مجددیہ و معصومیہ پڑھیں، حلقہ ذکر منعقد ہو۔ اور از یاد محبت کے مواقع ہم پہنچیں۔ ان حلقوں کی رودادیں رسالہ انوار الصوفیہ وغیرہ میں شائع ہوتی تھیں۔ انشاء اللہ یارانِ طریقت کے ذکر میں میر حلقہ کی تفصیل شامل کی جائے گی۔

کشمیر میں تبلیغ و ارشاد

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت مبارک تھی کہ آپ گرمی کے موسم میں عام طور پر کسی مذہبی سر مقام پر تشریف لے جاتے تھے۔ تاکہ امرا و خواص کا جو طبقہ وہاں مقیم ہوتا ہے ان کی اصلاح کی جاسکے۔ چنانچہ آپ ان کی دعوتیں کرتے اور ان کو احکام دین و مسائل شریعت بتانے جس مقام پر جاتے، عوام کے فائدے کی خاطر، مساجد میں نماز جمعہ پڑھاتے۔ اور نماز کے بعد وعظ فرماتے۔ اور اس طرح عام و خاص کو فیض یاب کرتے تھے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں آپ بارہا کشمیر بھی تشریف لے گئے ہیں۔ اس زمانے میں کشمیر

چائتا رہا ہے۔ اور جہاں اتنی زیادہ تعداد میں کسیرت ہوتی تھی شمس الدین صاحب ٹھیکیدار لکھتے ہی کہتے تھے۔ بار بار پوچھتے تھے ”یہ کیا کھانا ہے“ ”یہ چیز کہاں سے آئی“ ”یہ چیز کیسے تیار ہوئی“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ ”مجھے کچھ پتہ نہیں۔ یہ تو ماندا ہے۔ رب تعالیٰ نے جو بھیج دیا سامنے ہے“

دعوت کے بعد تینوں مقدم الذکر اصحاب کو حضور نے بطور تحفہ و عطیہ نہایت قیمتی شالیں عطا فرمائیں۔ سب جہاں درویش کی اس شاہانہ فیاضی کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ اگلے دن ٹھیکیدار شمس الدین صاحب نے ایک ہزار روپے کی نذر پیش کرنی چاہی۔ مگر حضور نے انکار فرمادیا۔ اُصول نے بڑی منت سماجت اور لاکھ کوشش کی۔ لیکن آپ انکار ہی فرماتے رہے۔ اور فرمایا کہ ”اس سے میرے ثواب میں فرق آتا ہے“ اسی ہی شاہانہ فیاضیوں اور شاہ فرچیوں پر ایک بار حضور نظام دکن نے تحریری طور پر پیام بھیجا تھا کہ ”اگر سارا مال اللہ کی راہ میں دیدیا جائے گا تو پھر دنیا کا کام کیسے چلے گا“ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ”بہودات پاک ایسا دل بخشی ہے۔ وہی نظام چلانے کی ضامن ہے“

نوعمر قاریوں کی سرپرستی کے لئے سفر | سیٹھ غلام حسین صاحب میسوری نے اپنے دو صاحبزادوں کو حفظ کرنے اور قرأت سیکھنے کے لئے مدینہ منورہ بھیجا تھا۔ وہ دونوں لڑکے حفظ و تجوید کی تکمیل کر کے واپس آئے تھے۔ حضرت قبلہ عالم نے طے کیا تھا کہ رمضان شریف میں ان کا قرآن مجید سماعت فرمائیں گے۔ اس لئے آپ نے میسور جانے کا حکم صادر فرمایا۔ یہاں بھی استقبال کے لئے بے حد ہجوم اور بہت اعلیٰ انتظام تھا۔ حضور کو ایک پر تکلف شامیلنے کے نیچے کرسی پر لاکر بٹھایا گیا۔ اور سب ائیریں یکے بعد دیگرے دست بوسی سے مشرف ہوتے رہے اسٹیشن پر سب زیارت سے فیض یاب ہو چکے۔ تو آپ کو ایک اجلاس میں غلام حسین صاحب کے مکان پر جو آپ کی پرانی قیام گاہ بھی لایا گیا۔ قیام میسور کے زمانے میں آپ تراویح کے بعد وعظ فرماتے۔ جمعہ کے بعد بھی وعظ کا اہتمام ہوتا۔ اور رات دن یہ فیض رسانی جاری رہی۔ اور بہت

ساکن کلگام کشمیر حضور کے ساتھ ہم رکاب رہے۔ اور ترجمانی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ عام اجتماعات ہوں یا فروگاہ پر زائرین کی حاضری، ہر وقت کشمیر کے معمولات حضور کا ایک ہی کام ہوتا۔ وعظ فرماتے، مسائل سناتے اور شریعت کی پابندی کی تاکید کرتے۔ احکام شریعیہ کی تحقیقت اور صداقت، فرمان خدا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اہمیت اور عظمت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر اعمال صالحہ کی پابندی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظمت ہر وقت حاضرین و زائرین کے دلوں پر نقش فرماتے رہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات میں کیشش اور زبان حق ترجمان میں یہ اثر تھا کہ لوگ جوق در جوق دور دراز مقامات سے کھینچے چلے آتے تھے۔ اور احکام شریعت کی پابندی اور سنت نبوی کی پیروی کا عہد کر کے فلاح دارین حاصل کرتے تھے۔ حتیٰ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی خاص کام لینا چاہتے ہیں، تو اس کی شخصیت اور فرمودات میں ایسی ہی خاص کشش اور تاثیر بھر دیتے ہیں۔ تاکہ خلق خدا اس کی طرف مائل ہو، اس سے فیض حاصل کرے، اور اپنے لئے سعادت و فلاح کی راہیں کھول سکے۔

ان دوروں میں ہزاروں عجیب اور دلچسپ واقعات پیش آتے رہتے تھے۔ جن سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سفر حضر کی نوعیت، مشکلات و صعوبات، آپ کے توکل و قناعت، تصرفات اور فیوضات وغیرہ کے حقائق سامنے آتے ہیں۔ کچھ احوال سنیں۔

میری موجودگی کی بات ہے۔ حاجی اسرائیل صاحب رئیس کے یہاں حضور کا چھوٹا تھا۔ حاجی صاحب اپنے علاقہ کے بڑے امیر آدمی تھے۔

ہزاروں کی تعداد میں ان کے موشیوں کے گلتے تھے۔ کاچھوان کے مقام پر سرسبز پہاڑوں کے درمیان میدانی علاقے میں ان کا عالی شان محل تھا۔ جہاں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ قیام فرماتے تھے۔ حاجی صاحب بڑے ہوش اور عقیدت سے میزبانی کرتے اور اپنی خوش نخبی پر نازاں تھے۔ تقریباً ایک ماہ ہم سب حاجی صاحب کے مہمان رہے۔ اس اثناء میں ہزاروں آئے، داخل سلسلہ ہوئے۔ حاجی صاحب نے مہمان نوازی اور خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت

میں سڑکیں تک پوری نہ تھیں اور اکثر مقامات پر لاری بھی میسر نہ ہوتی تھی۔ آپ گھوڑے اور تاکہ پر زیادہ تر سفر کرتے تھے۔ پیدل بھی بسا اوقات چلنا ہوتا تھا۔ راستے کی ان دشواریوں کا آپ کوئی لحاظ نہ فرماتے۔ بلکہ اس طرح راستے میں تبلیغ و ارشاد اور وعظ و نصیحت کا کام جاری رہتا۔ راستے کے دیہات اور الگ تھلگ مقامات اس طور پر حضور کے فیض عام سے استفادہ کا موقع پاتے۔ اور ہزاروں لوگ راہ راست حاصل کر لیتے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سری نگر سے آس پاس کے مقامات پر ہی نہیں، دور دراز علاقوں میں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ دیری ناگ، دیرین، بٹ گنڈ، کاچھوان، اصہبال، پہلگام، اسلام آباد، نشاط باغ، حضرت بل، گل مرگ، گلگت، کشتواڑ، باندی پورہ، بارہ مولہ، مہورا، اوڑی، گڑھی حبیب اللہ، مظفر آباد، میرپور وغیرہ میں آپ کا بار بار جانا ہوا۔ بلکہ ان قصبوں اور شہروں کے مصافحات میں بھی دور دور تک اندر پہنچتے تھے۔ دین کی تبلیغ و اشاعت اور سلسلہ عالیہ کی ترویج کے لئے آپ کے یہ سفر وقفوں کے ساتھ عرضہ دراز تک جاری رہے۔ جہاں تشریف لے جاتے پرانے یاران طریقت کی تجدید و ترقی اور نئے لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے کا کام دن رات جاری رہتا۔ اور اس طرح ہزار ہا بندگان خدا کی اصلاح ہوتی۔ ان کا ایمان تازہ ہوتا، اور وہ احکام شریعت کی پابندی کرنے لگتے تھے۔

اسد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ کشمیر کے دوروں میں اکثر ساتھ ہوتے تھے۔ بڑے نیک انسان تھے۔

انہیں ہمہ وقت دین اسلام کی اشاعت اور یاران طریقت کی بہبود مد نظر رہتی تھی۔ میر حیات محمد صاحب سیالکوٹی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ وہ اصلاً کشمیری تھے اور کشمیری زبان جانتے تھے۔ وہ بھی ان سفروں میں اکثر ساتھ ہوتے اور ترجمانی کے فرائض انجام دیتے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ ان دوروں میں کئی کئی مہینے تک حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز پیر افضل شاہ صاحب، ان کے چھوٹے بھائی پیر گل شاہ صاحب خلیفہ مجاز، ساکنان درین، اور پیر عبدالرحمان شاہ صاحب خلیفہ مجاز

انہوں نے ارشاد فرمایا۔ ”علی پور“ میں تین سال سے تلاش میں تھا مگر مجھے پتہ نہ چلا کہ علی پور کہاں ہے۔ آج میں اسی خواب والی جگہ پر بیٹھا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار آرہے ہیں۔ میں نے پہچان لیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں، جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میں آپ سب صاحبوں کے پیچھے پیچھے یہاں تک آیا۔ جب خیمہ لگایا جانے لگا تو میں واپس چلا گیا۔ اور اب یہ دودھ اور لکڑیاں لے کر حاضر ہوا ہوں۔“

چنانچہ ہم نے دودھ گرم کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد تو بڑی مخلوق آنی شروع ہو گئی۔ اور جو آتا چاول، گھی، سبزی، مرغ لے لے ہوئے آتا۔ اتنی کثرت سے لوگ آنے اور سلسلہ عالم میں داخل ہونے لگے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حلقہ کرانے سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ لوگوں سے دریافت کیا جاتا کہ ”تھیں حضرت کے متعلق کس نے بتایا۔ تم یہاں کیسے پہنچے۔“ تو جواب دیتے۔ ”ہمیں یہ تو نہیں معلوم کہ کہنے والا کون تھا۔ مگر ہم نے یہ سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ ”اچھال“ کے قریب پنجاب کے ایک بزرگ آکے ٹھہرے ہیں۔ جاؤ اور ان سے فیض حاصل کرو۔ ہم یہ غیبی آواز سن کر آئے ہیں۔“

غرض اس غیر آباد جگہ میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دن قیام فرمایا۔ تا آنکہ آپ کی طبیعت بہتر ہو گئی۔ اس قیام کے دوران خوان لیما اور فیض عام جاری رہا۔ ہم لوگوں کو ہدایت تھی کہ چاول، مرغ، ترکاری تیار کرو اور سب کو کھلاؤ۔ چنانچہ مستقل دستہ جاری رہتا۔ اسی طرح حلقہ کرانے اور سنے سننے کا سلسلہ بھی مسلسل چلتا رہا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرماتے اور مسائل بتاتے بتاتے تھک جاتے تھے۔ مگر اس فیض رسانی میں کمی نہیں آنے دیتے تھے۔

حاجی عبداللہ صاحب سناتے تھے کہ کشمیر میں ایک بار شہر سے توکل کی شان | باہر حضور ہاؤس بوٹ میں قیام فرماتے۔ ایک دن حضرت نے کچھ پیر بھائیوں کی دعوت کی۔ میں نے عرض کیا۔ ”حضور! آٹا، چاول، گھی، مرغیاں سب تھوڑی تھوڑی رہ گئی ہیں۔ نقد پیسے بھی ختم ہیں۔ اگر اس دعوت میں ہی سب کھا پکا لیا گیا تو آئندہ کا کیا انتظام ہوگا۔“ فرمایا۔ ”لاؤ مجھے دکھاؤ۔ کیا کیا موجود ہے۔“ میں نے سب سامان لا کر پیش کر دیا۔

نہیں کیا۔ اور خوش تھے کہ ”اب کے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ طویل عرصے تک میرے غریبانہ پرستہ ام فرما رہیں گے۔ اور مجھے یہ سعادت و شرف حاصل ہوا کہ میری فرودگاہ دین کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بن گئی ہے۔ شاید یہی بات میرے لئے نجات و فلاح کا وسیلہ بن جائے“ مگر ہوا یہ کہ اس جگہ کا پانی حضور کو موافق نہ آیا۔ اور طبیعت خراب ہونے لگی۔ ایک دن حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم دیا کہ ”یہاں مجھے کمزوری زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اور میری طبیعت خراب رہتی ہے۔ اس لئے یہاں سے سات میل نیچے اچھال چلو۔“

حاجی اسرائیل صاحب کی دلی آرزو تھی کہ حضرت قبلہ عالم وہیں تشریف فرما رہیں۔ وہ بہت پریشان ہوئے اور مدت سماعت کرنے لگے کہ ”حضور! یہاں گھر ہے۔ ہر طرح کی آسائش اور سہولت میسر ہے۔ وہاں کوئی واقفیت نہیں۔ حضور کو وہاں تکلیف ہوگی۔“ مگر آپ نے ارادہ نہ بدلا۔ بلکہ بوش میں آکے فرمایا ”سامان باندھو اور ابھی چلو۔ میں اللہ کا ہمان ہوں۔ مجھے کہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔“ بڑی خوشامد کے بعد ایک ات اور وہیں قیام فرمانے پر راضی کیا گیا۔ صبح وہاں سے چل کر ہم اچھال آگئے۔

اچھال کے چشمے پر | اچھال کے چشمے کے پاس پہاڑ کے دامن میں تین چار چنار کے درخت تھے۔ وہ جگہ قیام کے لئے پسند کی گئی۔ حاجی اسرائیل صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک خیمہ ساتھ لے آئے تھے، آپ کے لئے وہ خیمہ لگا دیا گیا اور اس میں آپ کی چار پائی، بچھا دی گئی۔ میری چار پائی چنار کی کھوہ میں بچھائی گئی۔ فجر کی نماز کے بعد حضور نے مجھ سے فرمایا کہ ”آبادی میں جا کر دودھ لاؤ اور گرم کر کے مجھے پلاؤ۔“ یہ ارشاد فرما کے آپ استراحت کے لئے لیٹ گئے۔ اتنے میں ایک آدمی ایک ہاتھ میں گائے کے دودھ کا برتن اور سر پر لکڑیوں کا گٹھالٹے ہوئے حاضر ہوا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم یہاں کیسے پہنچے تو اس نے بیان کیا کہ

آج سے تین سال قبل میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار تشریف لائے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا اور دریافت کیا کہ آپ کا گھر کہاں ہے تو

حضور نے اس کو روکے رکھا۔ اور مجھے حکم دیا کہ کھانا تیار کرو۔ غرض پر تکلف کھانا تیار ہوا۔ اس کو کھلایا گیا۔ تب اُسے اپنی کی اجازت ملی۔ اسی طرح وہ روزانہ پھیلے کر حاضر ہوتا اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ روز اسے پر تکلف دعوت کھلا کر رخصت کرتے۔ حضور روزانہ اسے مسئلے سنا اور احکام شرعی تلقین فرماتے رہے۔ وہ حضور کا حد سے زیادہ متقصد بن گیا۔ داخل سلسلہ ہوا۔ مجھ سے بعد میں کہتا تھا کہ ”میں پیروں کا بالکل قائل نہ تھا۔ میں سب انسانوں کو ایک جیسا سمجھتا تھا۔ مگر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ بندگان خدا کون ہوتے ہیں۔ اگر یہ مردان حق نہ ہوں تو شاید دنیا ہی باقی نہ رہے۔“ غرض وہ خدا کے فضل اور حضور کی توجہ سے بڑا متقی اور دیندار بن گیا اور حضور سے اسے کامل ارادت اور بیحد محبت ہو گئی۔

اس کے بعد جب دوبارہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خواجہ عبدالاحد کی شفا یابی کسٹیر گئے ہیں تو خواجہ صاحب فوت ہو چکے تھے۔

خواجہ صاحب کے لڑکے خواجہ عبدالاحد نے بڑے اصرار سے حضور کو اپنے عالی شان مکان میں ٹھیرایا۔ اور بڑی خاطر مدارات کی۔ اتفاق کہ عبدالاحد سخت بیمار ہو گیا۔ اس کے منہ سے خون آتا تھا اور کسی علاج سے افاقہ نہ ہوتا تھا۔ دو ڈاکٹر جن میں ایک انگریز اور دوسرا سکھ تھا اس کے معالج تھے۔ مگر ان کی کوئی دوا کارگر نہ ہوتی تھی۔

ایک دن میں نے عرض کیا کہ عبدالاحد کی طبیعت بہت خراب ہے۔ حضور عیادت کے لئے تشریف لے چلیں۔ آپ نے قبول کیا۔ ظہر کی نماز کے بعد میں اور خادم عبدالعزیز حضور کو سہارا دے کر اس کے پاس لے گئے۔ اس کی والدہ، بیوی، بہنیں اور دوسری عورتیں زور زور سے رونے لگیں۔ اور التماس کی کہ ”ہمارے گھر میں اب صرف یہی ایک مرد ہے اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ یہی ہمارا سہارا ہے حضور اس کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ اس کو صحت عطا کرے۔“ حضور نے عبدالاحد کی والدہ کو مخاطب کر کے کہا کہ ”ماں کی دعا بارگاہ رب العزت میں بہت مقبول ہوتی ہے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ دعا کریں۔“ یہ کہہ کر حضور نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میں قریب ہو گیا اور کان لگا کر سننے لگا کہ حضور کن الفاظ میں دعا فرماتے ہیں۔ حضور نے بارگاہ خداوندی میں صرف یہ عرض کیا ”میرا یہاں آنا قبول فرمائے۔“

حکم ہوا ”یہ سب آج پکا ڈالو۔ کوئی چیز باقی نہ رہنے دو۔ مہانوں کی خوب مدارات کرو۔ آئندہ کا اللہ مالک ہے۔“ اور یہ شعر پڑھا۔

پتے غریب نہیں بندھ دے چنپی تے روش جنہاں تقویٰ رب اذناں زرق ہمیش

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ جو کچھ میسر تھا پکا لیا۔ اور مہانوں کو سب کچھ کھلا دیا جب مہان رخصت ہو گئے تو ڈاکیہ ڈاک لے کر آیا۔ حضور نے ڈاک دکھی اور مجھے طلب فرما کر کہا ”لو تین سو روپے لے لو۔ رب تعالیٰ نے بنگلہ سے بھیج دیے ہیں۔ جو چاہتے ہو خریدو۔ اور کام چلاؤ۔“

ایک دفعہ میں حضور کے ہمراہ نشاط باغ میں تھا۔ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت آرام کے لئے لیٹ گئے۔ اور

مجھے حکم دیا ”جاؤ پھیل لے آؤ۔“ میں باغ والوں کے پاس گیا۔ اور پھل خریدے۔ باغ کے ٹھیکیدار خواجہ مام کلو صاحب نے دریافت کیا۔ ”یہ پھل کس کے لئے لے جاتے ہو۔“ میں نے حضور کی بابت کچھ بتایا۔ اُس نے پوچھا۔ ”یہ قاضی شمس دین صاحب کے پیر ہیں۔“ میں نے کہا ”ہاں۔“ میرے آنے کے کچھ دیر بعد وہ بھی حاضر خدمت ہوا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ عصر ادا کرنے کے بعد کسی سے کوئی گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ وہ پاس بیٹھا رہا۔ جب اجازت لے کر جانے لگا تو حضور نے مجھے اشارے سے حکم دیا کہ یہ سارے پھل اس کو دے دو۔ میں نے کہا ”خواجہ صاحب یہ پھل حضور آپ کو عطا فرماتے ہیں۔“ اس نے عرض کیا۔ ”یہ باغ میرا ہے۔ یہ پھل مجھ سے قیمتاً خریدے گئے ہیں۔ اب میں ان کو کس طرح واپس قبول کر سکتا ہوں۔“ حضور نے اشارے سے فرمایا کہ ”اب تو یہ پھل ہمارے ہیں۔ ہم تم کو دیتے ہیں۔ لے جاؤ۔“ وہ برابر انکار کرتا رہا مگر حضور نے خادم کو اشارہ فرمایا کہ اس کے ساتھ لے جاؤ۔ اس نے بڑی کوشش کی حضور پیسے واپس لے لیں۔ مگر آپ نے رقم واپس نہ لی۔ وہ مجبور ہو کر چلا گیا۔

ہم سب دل میں کشتی کے اندر رہا کرتے تھے۔ دوسرے روز وہ ملازموں کے ساتھ پھلوں کے ٹوکڑے لئے ہوئے حاضر ہوا۔ سلام عرض کر کے بیٹھ گیا۔ اور پھل تحفہ گزارے حضور نے معذرت کی کہ عصر کے بعد میں بولا نہیں کرتا۔ آپ پہلی دفعہ آئے تھے مگر میں بات بھی نہ کر سکا۔“

درپہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے
سر جہاں رکھتے ہیں سب ہم ان قدم رکھتے ہیں

مہاراجہ نے رنجیدہ خاطر ہو کر آپ کا داخلہ ریاست میں بند کر دیا۔ آپ تو درویش
تھے۔ آپ کو اس کی کیا پروا۔ آپ ہر بات کو من جانب اللہ خیر جانتے تھے۔ چنانچہ آپ ریاست
سے چلے آئے۔

مسلمانان جموں اور یارانِ طریقت کو سخت صدمہ ہوا۔ سب نے مل کر کوشش کی مسلمانوں
کے کئی وفد مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے مہاراجہ کو سارے حالات بتائے جنھوں
کی عظمت و جلالت سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ حضرت تو فقیر آدمی ہیں۔ ان کا مقصد تبلیغ و ارشاد
ہے۔ وہ یہاں نہیں دوسرے مقامات پر اپنا مقصد انجام دے سکتے ہیں۔ مگر محرومی تو ہماری ہے۔
وہ ہمیں سیدھا راستہ بتاتے ہیں۔ ہمارا دین ایمان سنوارتے ہیں۔ وہ یہاں نہ آئیں گے
تو ہمیں نقصان عظیم ہوگا۔ آپ کا یہ حکم مداخلت فی الدین ہے۔ اس سے مسلمانوں میں سخت
ہیجان ہے۔ جو خود ریاست کے حق میں مفید نہیں ہے۔ آخر الامر مہاراجہ جموں مجبور ہوا کہ
امتناعی حکم منسوخ کرے۔ چنانچہ آپ پھر ریاست جموں میں خلقِ خدا کی رہنمائی کے لئے
تشریف لانے لگے۔

کشمیر میں قریب ابتدائی زمانے میں جب حضور کشمیر تشریف لے جاتے تو سرنگر
میں اکثر خواجہ نور الدین صاحب کے مکان پر قیام فرماتے تھے۔

خواجہ صاحب بہت بزرگ اور نیک آدمی تھے۔ ان کے اکلوتے بیٹے خواجہ مصطفیٰ کی کوئی اولاد نہ
تھی۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے خواجہ غلام مصطفیٰ کو رب تعالیٰ نے فرزند عطا کیا جس
کا نام غلام حسین رکھا گیا۔ خواجہ نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ یہ بچہ اور یہ کوٹھی جو دریائے جہلم
کے کنارے پر ہے۔ دونوں میں حضور کی نذر کرتا ہوں۔ آپ قبول فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا
”مجھے اس کی کیا ضرورت ہے“ خواجہ صاحب نے عرض کیا ”میرے بعد جب کبھی آپ تشریف
لایا کریں گے، تو اس کو بھی میں غلام حسین کے مہمان ہوا کریں گے“ حضور نے فرمایا کہ ”میں آپ سے
 وعدہ کرتا ہوں کہ جب بھی آؤں گا، غلام حسین کے پاس ٹھہرا کر دوں گا۔ اور اس کا مہمان رہوں گا۔ میں نے

تین چار دفعہ یہی الفاظ کہہ کر منہ پر ہاتھ پھیر لئے اور دعا ختم فرمادی۔ اور مائی صاحبہ کو مخاطب
کر کے کہا ”اس بیماری سے یہ ہرگز نہیں مرے گا۔ صحت یاب ہو جائے گا۔ تم کوئی فکر مت کرو“
اور حضور وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔

پہلے ہم مسلم شریف کی صحیح حدیث پوری لکھ چکے ہیں۔ فرمان نبوی ہے لَوْ اَقْسَمَ
عَلَى اللّٰهِ لَا يَبْرَأُكَ (ترجمہ) ”اگر وہ قسم کھا کر کوئی بات کہہ دیتا ہے تو خدا اُسی کے مطابق
اس کام کو پورا کر دیتا ہے“ اس وقت بھی یہی صداقت حقہ سب کو نظر آئی۔ نماز عصر سے
قبل دونوں ڈاکٹر حاضر خدمت ہوئے۔ حضور نے مریض کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے
کہا ”بالکل تندرست ہے“ آپ نے دریافت کیا ”اس کو کیا بیماری تھی“ انھوں نے عرض
کیا ”بیماری کا ہسم کو صحیح علم ہو جاتا تو وہ آپ کے تشریف لے جانے سے پہلے ہی ہمارے
علاج سے صحت یاب ہو جاتا۔ آپ ہی کو صحیح علم ہوگا کہ کیا بیماری تھی“ فرمایا ”میں کوئی ڈاکٹر
ہوں؟“ ڈاکٹروں نے عرض کیا کہ ”جب سے آپ دعا فرما کر واپس آئے ہیں، اب تک اس نے
خون کا ایک قطرہ بھی نہیں تھوکا۔ وہ بالکل ہوش میں ہے۔ اور اب کوئی خطرہ باقی نہیں ہے“ سیکھ
ڈاکٹر نے کہا کہ یہ انگریز حیران ہے کہ یہ مریض کس طرح صحت یاب ہو گیا۔ یہ رب کا آپ پر بڑا
فضل ہے۔ کہ اس نے آپ کی دعا کو قبول کیا۔ ورنہ ہمیں مریض کے بچنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی
تھی“ اس واقعے کے بعد بہت دن تک خواجہ عبدالاحد زندہ رہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ
نے ان کی بیماری سے پہلے انھی کے مکان پر قائد اعظم محمد علی جناح کی دعوت کی تھی جس کا ذکر آگے
آئے گا۔

مہاراجہ جموں سے بخش مہاراجہ جموں کی کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ اسی وقت کی بات
ہے۔ اس نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آدمی

بھیجا اور خط لکھ کر اپنے محل میں طلب کیا۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا ”اگر اس کو مجھ سے کام ہے
تو وہ میرے پاس آئے۔ مجھے تو اس سے کوئی کام نہیں جو وہاں جاؤں“ خط لانے والے نے
عرض کیا ”میں تو ملازم ہوں۔ آپ جو جواب تحریر فرمادیں گے پہنچا دوں گا“ حضور نے اسی
خط کی پشت پر یہ شعر لکھ دیا۔

جاتی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جو شخص زیارت کے لئے حاضر ہوتا اس کو خالی واپس نہ جانے دیتے۔ کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تب اجازت دیتے۔ اور فرماتے: ”میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”لوگ لے کر خوش ہوتے ہیں اور ہم دے کر۔ وہ کھا کر خوش ہوتے ہیں اور ہم کھلا کر۔“

کشمیر کے علاوہ کبھی کبھی دوسرے سرد مقامات جیسے مری۔ ایبٹ آباد۔ کوئٹہ۔ دارجلینگ۔ نیل گدھی وغیرہ بھی تشریف لے جاتے تھے۔ سب جگہ آپ کا یہی معمول ہوتا کہ شہروں اور قصبوں کے علاوہ گرد و نواح کے دیہات میں تشریف لے جاتے تھے۔ گاؤں کے یہ غریب لوگ مذہب سے بالکل بے خبر اور مسائل سے کیسے ناواقف ہوتے۔ آپ نے ہزاروں کو احکام دین بتائے۔ مذہب کے مسائل سے خبردار کیا۔ اور اس طرح ان کی عاقبت سنواری۔ کشمیر کے جنگلوں میں رہنے والے بکڑال مذہب سے سب سے ناواقف تھے۔ آپ نے ان کو مسلمان بنایا۔ ہزاروں کی تعداد میں داخل سلسلہ ہوئے اور اپنی عاقبت سنواری۔

بے موسم بادل آگئے میرپور کے ایک مولوی صاحب بیان کرتے تھے کہ ”ایک بار حضور جلسے کی شرکت کے لئے جہلم تشریف لائے ہوئے تھے۔ شامیانے لگے ہوئے تھے۔ مگر گرمی اس شدت کی تھی کہ بیٹھنا مشکل تھا۔ کچھ لوگ مقررین اور واعظین کے پاس کھڑے یا تھک کا پنکھا جھل رہے تھے کہ کچھ تو ان کے لئے گرمی کا احساس کم ہو جائے۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرمانے کھڑے ہوئے تو ارشاد فرمایا۔ ”پنکھا چھوڑ دو۔ مجھے زیادہ گرمی نہیں لگتی۔ کیا یہ سب اللہ کی مخلوق نہیں ہیں؟“ لوگوں نے پنکھا ہٹا لیا۔ آپ نے وعظ شروع کیا۔ اسی دم سوچ پر بادل آگیا۔ گرمی کم ہو گئی۔ اور ہلکی ہلکی خوشگوار ہوا چلنے لگی۔ خلق خدا نے بڑے اطمینان سے حضور کا بیان سنا۔ ورنہ اس قسم کی تقریریں گرمی کی بدحواسی میں سنی نہ سنی برابر تھیں۔“

”جلسہ کے بعد ہم سب میرپور والوں نے خدمت الامین التماس کیا کہ حضور سہارے علاقہ میں تشریف لے چلیں۔ تاکہ وہاں کے لوگ بھی فیضیاب ہو سکیں۔ حضور نے ہماری درخواست قبول فرمائی۔ کچھ سفر تاگہ پر اور زیادہ گھوڑے پر طے ہوا۔ منزل بہ منزل اور گاؤں گاؤں تبلیغ اور

غلام حسین آپ کو دیا۔ اور کوٹھی غلام حسین کو دی۔“ چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول رہا کہ جب بھی سری نگر تشریف لے جاتے غلام حسین کی کوٹھی میں قیام فرماتے اور اپنا وعدہ پورا کرتے۔ یہ بھی دستور تھا کہ اول آپ بہت بڑے پیمانے پر غلام حسین کی دعوت کرتے جس میں کثیر تعداد میں یارانِ طریقت اور دوسرے مہمان بللے جاتے۔ آپ فرماتے ”یہ چاول، آٹا، گھی سب رب تعالیٰ کا دیا ہوا اور ہمارے گھر کا ہے۔ خوب کھاؤ۔“ آپ کی دعوت کے بعد غلام حسین سب یارانِ طریقت کے ہمراہ حضرت کی دعوتیں کرتے۔ اسی طرح دوسرے یارانِ طریقت کے گھروں پر دعوت ہوتی تو اس میں دوسرے سب یار شامل ہوتے تھے۔ ہفتوں تک یہ فیض عام جاری رہتا۔ اور ان محفلوں میں تبلیغ و ارشاد اور مسائل شرعیہ کی تعلیم و تلقین سے خلق خدا استفادہ کرتی رہتی تھی۔

ایک دفعہ حضور نے فرمایا ”کشمیر میں آنا یا امیر کا ہے یا فقیر کا؟“ میں نے عرض کیا۔ ”اور جہاں دونوں باتیں جمع ہوں“ دریافت فرمایا ”وہ کیسے؟“ میں نے عرض کیا ”آپ میں“ فرمایا ”میں تو ایک درویش ہوں۔“

پیری کی قیمت ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ چند کشمیری پیر بھائیوں کے ساتھ میں بھی کشتی میں تھا۔ ایک شخص سیب بیچتا ہوا آیا۔ ارشاد ہوا ”اس سے سیب خرید لو“ میں نے اس سے سیب کا بھاد پوچھا۔ اس نے کہا ”چار آنے سیر“ ایک پیر بھائی غلام علی نے کہا ”یہ پنجاب کے رہنے والے اور ہمارے پیر ہیں۔ ان سے سارے تین آنے سیر لو“ حضور تھوڑی تھوڑی کشمیری زبان سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا ”او غلام علی پیری کی قیمت دو پیسے“ وہ شرمندہ ہو کر چپ ہو گیا۔ آپ نے حکم دیا ”سارے سیب خرید لو۔ اور اسے پانچ آنے سیر کے حساب سے قیمت چکا دو۔“

کشمیری تحائف کشمیر سے حضور جانماز، مومیائی، زیرہ، بادام، اخروٹ، زعفران اور ایسی دوسری چیزیں کافی مقدار میں خرید کر ساتھ لاتے۔ اور پیر بھائیوں میں تبرک اور تحفے کے طور پر تقسیم کرتے۔ جانماز مساجد میں بھی بھیجتے اور یاروں میں بھی بانٹتے۔ علی پور سبداں کی جامع مسجد کوٹ میں اب تک عیدین کی نماز انہی جانمازوں پر پڑھی

و عظم فرماتے ہوئے، حضور میرپور میں تشریف فرما ہوئے۔ جامع مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ اور بعد نماز دو عظمیٰ
 اسی کرامت کا اعادہ یہاں سے آپ میرپور کے قریب ہی جھنگ اراٹیاں تشریف
 لائے۔ یہاں بھی شدید گرمی تھی۔ اور شامیانوں تک کا
 انتظام نہ تھا۔ مجمع بہت کثیر تھا، سب دھوپ میں بیٹھے، گرمی سے پریشان ہو رہے تھے۔
 حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلسہ گاہ میں پہنچے تو آپ کے لئے چھتری کھول دی گئی۔ بابا بدرین
 چھتری تھامے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا ”اے ہٹالو۔ میں بھی اللہ کی مخلوق اور یہ
 سب بھی اسی کی مخلوق ہیں۔ مجھے ان سے زیادہ گرمی نہیں لگتی“ چھتری ہٹالی گئی۔ اسی دم آپ
 کا ایک ٹکڑا سورج کے سامنے آگیا۔ اور دیکھتے دیکھتے دور تک پھیل گیا۔ معمولی بوندیں پڑیں
 اور ہوائیں خستکی آگئی۔ آپ وعظ فرماتے رہے اور لوگ دل جمعی کے ساتھ آرام سے سنتے
 رہے۔ اس واضح کرامت نے لوگوں کو بہت متاثر کیا۔ اور لوگ بڑی تعداد میں سلسلہ عالیہ میں
 داخل ہوئے۔ اور حضور کے دست اقدس پر توبہ کر کے گناہوں سے احتراز اور شریعت پر
 کاربند رہنے کا عہد کیا۔

سب صحابہ پر سخت عتاب میرپور ہی کا واقعہ ہے۔ آپ وہاں تشریف لائے
 ہوئے تھے۔ کہ ایک ملنگ نے مسجد میں آکر صحابہ
 کرام کے خلاف نعرے لگانے شروع کر دیے۔ آپ نے اس کو منع کیا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔
 آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کو پیٹنا شروع کیا۔ تو اور لوگ بھی اس پر پل پڑے۔
 اور اتنا مارا کہ وہ یہوش ہو گیا۔ اس کے بھی خواہ اسے اٹھا کر لے گئے۔ اور تھانہ میں جا کر
 رپٹ لکھوائی۔ تھانیدار نے دریافت کیا کہ ”یہ مسجد میں کیا تھا۔ یا شاہ صاحب نے
 یہاں آکر اس کو مارا ہے“ سب نے شہادت دی کہ یہ خود مسجد میں گیا تھا۔ تھانیدار
 نے کہا تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس نے مسجد میں جا کر شرارت کی تو مار کھائی۔ چنانچہ
 معاملہ وہیں ختم ہو گیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات کی مخالفت کو نظر انداز فرما دیتے تھے۔
 لیکن کوئی شخص اگر دین کے خلاف زبان سے کوئی لفظ نکالے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

شان اقدس میں کوئی نازیبا کلمہ منہ سے نکالے یا قرآن مجید کی توہین کا ذرا سا بھی ارادہ کرے،
 تو آپ ہرگز برداشت نہ کر سکتے تھے۔ فوراً اس کو سزا دیتے تھے۔ یا آپ کے سامنے ایسا نہ
 ہوا ہو اور کسی نے اگر بیان کیا ہو، تو فوراً اس شہر اور اس جگہ تشریف لے جاتے۔ جلسہ منعقد کر کے سب مسلمانوں
 کو اس شخص کی گستاخی سے آگاہ فرماتے۔ اس کو روکرو آکر گستاخی کرنے کی سزا کے لئے
 چیلنج کرتے۔ اور سب لوگوں کو حکم دیتے کہ ایسے گستاخ اور بے دین شخص سے مکمل قطع تعلق
 کیا جائے۔ اگر کسی کو اپنی گستاخی پر پندامت ہوتی اور وہ حاضر ہو کر طلبہ عام میں توبہ کر کے
 عہد کرتا کہ آئندہ ایسی کوئی بد تمیزی کی بات نہ کرے گا تو آپ اس کی معافی قبول فرماتے تھے
 حکیم نور دین کی گستاخی پر عتاب لائل پور کی جامع مسجد کی تعمیر کے وقت بڑے رٹنے
 پر ایک طرف یا اللہ اور دوسری طرف یا محمد لکھا
 گیا۔ تو حکیم نور دین لائلپوری نے کہا کہ گورو گوبند کا نام کیوں نہیں لکھتے۔ آپ کو علم ہوا تو آپ
 فوراً لائل پور تشریف لے گئے۔ انجمن خدام الصوفیہ لائل پور کے اہتمام میں جامع مسجد میں ایک
 بڑا جلسہ منعقد فرمایا۔ باہر سے دوسرے علماء کو بھی بلایا۔ ان سے تقریریں کروائیں۔ اور
 خود بھی تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا ”اس سور دین کو میرے سامنے لاؤ۔ میں دیکھوں وہ کیسے
 ہماری مسجد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کی بجائے گورو گوبند کا نام لکھواتا ہے۔
 اور پھر مسجد سے زندہ چلا جاتا ہے“ فرمایا ”مسلمانو! کہو وہ نور دین نہیں، سور دین ہے۔“
 آپ کے ساتھ متفق ہو کر سب نے بیک زبان نعرہ لگایا۔ حکیم نور دین شہر کا بڑا بڑا اثر
 آدمی تھا، مگر آپ حق گوئی اور حمایت دین میں کسی کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی دے باکی اللہ کے شیر دل کو اتنی نہیں روباہی (اقبال)
 کشمیر کی دعوتیں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر کے سفر میں مجھے کئی دفعہ
 خدمت الامین حاضر رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ سرنگم میں
 بہت زیادہ یارانِ طریقت تھے۔ آپ غلام حسین یوسف شاہ اشاعی کے مکان پر مقیم فرماتے
 اور سب یارانِ طریقت کی دعوتیں کرتے۔ عبداللہ گھنائی صاحب، احمد جو صاحب، غلام علی
 صاحب اور حبیب اللہ صاحب کی الگ الگ دعوت فرماتے۔ اور سب یارانِ طریقت کو ان

اجناس بھی اپنے پاس سے دیدیں۔ چنانچہ عید کا دن بخیر و خوبی ضیافت مدارات میں منہی خوشی گزارا۔ دوسرے روز وہاں سے روانہ ہوئے۔ تو حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا "آخر کوئی پیسہ ہے؟" میں نے عرض کیا سات سو روپے ہیں۔ فرمایا "قاضی کا قرضہ ادا کر دو؟" میں نے کہا ان کو دے دیے ہیں۔ فرمایا تو یہ روپے کہاں سے آگئے۔ میں نے عرض کیا۔ کل آپ مجھے بلا کر دیتے رہے تھے۔ فرمایا مجھے تو مطلق یاد نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ یہ اس نے عطا فرمائے ہیں۔ جس نے دیے ہیں اس کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتے رہو؟ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی ذات مبارک میں فقر۔ غنا۔ توکل۔ اور جود کے جو اوصاف حمید جمع تھے، ان کا بیان کرنا اور سمجھنا بھی مشکل ہے۔ سیرت میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ مشتے از خروارے ہے۔

جدید تعلیم والوں میں تبلیغ و ارشاد

ہمارے نوجوان مغربی تعلیم اور اس کے مضر اثرات سے پوری طرح نقصان اٹھا رہے ہیں۔ جن کو گھر پر ابتدائی ایام میں صحیح تربیت نصیب نہیں ہوتی، اور وہ ابتداء سے مشن کے یا ایسے ہی دوسرے اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان کو مذہبی معلومات میں ذرا سی بھی شد بڑ نہیں ہوتی۔ پھر وہ اپنی ناقص تعلیم کی بدولت اور غلط فہم کے خلاف مذہب پر دوپاگندے کی دجر سے دین سے برگشتہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بعد میں یہ لہجہ خیالات ان کے دلوں میں ایسے راسخ ہو جاتے ہیں کہ وہ مذہب کے نام سے بھی دور بھاگنے لگتے ہیں۔ اور اعمال صالحہ اور سکارم اخلاق کی اہمیت کو بھی محسوس نہیں کر پاتے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ایسے نوجوانوں کی اصلاح کی جانب خاص توجہ تھی۔ اس مقصد سے آپ اسکولوں اور کالجوں میں تشریف لے جاتے۔ اور نوجوانوں کو نصیحت فرماتے اور مسائل دین بتاتے تھے۔ اکثر نوجوان آپ کے پاس کامیابی کی دعا کرانے یا ملازمت کی خواہش

دعوتوں میں شرکت کا حکم دیتے۔ آپ فرماتے یہ چادر، لٹا، لکھی وغیرہ سب میرے گھر کا ہے۔ جو کچھ میں ہمراہ لایا ہوں سب مل کر کھاؤ۔ پھر اللہ مالک ہے۔

اس کے بعد پیر بھائیوں کی دعوتوں کی باری آتی۔ کشمیری پیر بھائی بڑے مہمان نواز تھے۔ اور خوب پر تکلف دعوتیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اور بھائی سرائی شاہ صاحب نے گنا تھا تو دعوت میں پینتالیس قسم کے سالن تھے۔ ایک بار بخشی مصطفیٰ علی خاں صاحب، حافظ غلام مصطفیٰ صاحب اور کئی اور یارانِ طریقت بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ نشاطِ باغ میں سب لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ غلام علی صاحب اور حبیب اللہ صاحب نے عرض کیا کہ ہم یہیں دعوت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "تمہیں تکلیف ہوگی۔ لپکا کر یہاں کس طرح لاؤ گے؟" انھوں نے عرض کیا۔ "یہ سب پیر بھائی کیا کہیں گے کہ ہم اتنی دور سے چل کر گئے تھے کسی پیر بھائی نے ہمیں کھانا بھی نہیں کھلایا۔ حضور ضرور اجازت دے دیں؟" آپ بہت خوش ہوئے اور کہا "اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے گا؟" چنانچہ وہ لوگ دیکھیں تیار کر کے کشتیوں پر بار کر کے باغ میں لائے۔ حاضرین کی تعداد کئی سو ہو گئی تھی۔ مگر وہ بھی اس کثیر مقدار میں کھانا تیار کر کے لائے تھے کہ پھر بھی زیادہ تھا۔

حضور کی دعوت کرنا بھی آسان کام نہ تھا۔ آپ کے دسترخوان پر ہمیشہ بے شمار آدمی ساتھ ہوتے تھے۔ غریب حیثیت کے پیر بھائی دعوت کرتے تو آپ اپنی طرف سے ان کی اعانت کرتے تھے۔ ظاہری طور پر بھی اور معنوی طریقے سے بھی۔ کبھی کھانے پر دم فرما دیتے۔ کبھی اپنی چادر یا رومال کھانے پر ڈال دیتے۔ تو اس کی برکت سے بہت زیادہ تعداد میں مہمان شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیتے۔ اور کھانا پھر بھی بچ رہتا۔

کشمیری عید الفطر | ایک بار کشمیر میں عید الفطر آگئی۔ گھر کا گھی۔ آٹا۔ چادر وغیرہ سب رمضان شریف میں افطار کی دعوتوں میں ختم ہو گیا تھا۔ میرے

پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا کہ عید کا کچھ انتظام کروں۔ ارشاد فرمایا "قاضی تاج دین صاحب سے تین سو روپے قرض لے لو۔ لاری کا ٹکٹ خرید کے شہر جاؤ۔ اور ضروری چیزیں خرید لاؤ۔ کل عید ہے۔ سب یار آئیں گے۔ ان کی ضیافت کرنی ہے؟" قاضی صاحب نے تین سو روپے قرض دیے۔ اور خود

دیندار بنے۔ اور انہوں نے مدارج سلوک طے کئے۔

حاجی عبدالرحمان صاحب کا بیان

حاجی شیخ عبدالرحمان صاحب شامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ ”دوسرے پیر بھائیوں کے ساتھ

ہم بھی حضور کی خدمت میں حاضر رہتے ہم اجازت طلب کرتے کہ صبح امتحان ہے تو آپ فرماتے ”اچھا! عشا کی نماز میرے ساتھ پڑھو“ عشا کے بعد اجازت چاہتے تو حکم ہوتا ”تہجد کی نماز کے بعد کہنا“ غرض فجر کی نماز بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے ادا کرتے۔ اور سیدھے امتحان دینے چلے جاتے۔ پرچہ سامنے آتا تو معلوم ہوتا کہ سب کچھ ہمیں یاد ہے۔ ہم بڑے اطمینان سے پرچہ حل کرتے۔“ ان کا بیان ہے کہ ”کھڑے سب ہم پر ناراض ہوتے۔ طعن کرتے کہ تم ہر وقت پیر صاحب کے ساتھ دعوتیں اڑاتے رہتے ہو۔ لکھتے پڑھتے خاک نہیں۔ امتحان میں کیا پاس ہو گے۔ ہم حضور کی خدمت میں آکر عرض کرتے۔ فرماتے ”ان کو پاس ہونے سے غرض ہے یا کچھ اور۔ تم نمازیں پڑھا کرو۔ اور رب کی یاد کیا کرو۔“ باوجود ہر امتحان میں بیٹھا کرو۔ تو اللہ تعالیٰ پاس کر دے گا۔“ اور حقیقت یہ ہے کہ جب حضور فرمادیتے تھے دلیسا ہی ہوتا تھا، ہم بھی خوش تھے کہ حضور کے حکم کی تعمیل بھی ہوئی اور والدین بھی خوش ہو گئے۔“

شیخ صاحب فرماتے تھے کہ ”حضور میں ایسی کشش تھی کہ جو شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا اس آپ کا ہونے کا جانا تھا۔ حضور جو حکم دیتے بخوشی اسے قبول کرتا اور تعمیل ارشاد میں ہرگز عذر نہ لاتا۔ یہی حال ہم سب نوجوانوں کا تھا۔ ورنہ ہم اور ہمارے ساتھی اپنے والدین کا حکم مان لیا جاتے تھے ہم لوگ مذہب ہی کے کچھ خاص قائل نہ تھے، پیری مریدی کو کیا مانتے۔ مگر حضور نے ہر بات ہمارے دل میں اتار دی۔ اور ہمیں ایسا اپنا متوالا بنایا کہ آج ہم بوڑھے ہو گئے ہیں مگر حضور کے لئے ہمارے دل میں آج بھی وہی محبت اور عقیدت کی تڑپ موجود ہے۔“

مولوی خیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ مجاز، میسور میں اسکولوں کا لچول کا معائنہ

میسور میں اسکولوں کا لچول کا معائنہ ”برکات علی پور“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”میسور کے قیام کے دوران حضور اسکولوں اور کالجوں میں بھی گئے۔ طلبہ میں تبلیغ کی۔ اور ان کو پند و نصیحت فرمائی۔“ حاجی بخش مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی اور خلیفہ مجاز اپنے رسالے ”آفتاب علم تاب“

نے کر آتے۔ آپ ان سے فرماتے کہ ”میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گے بشرطیکہ تم مجھ سے حلفیہ وعدہ کرو کہ تم احکام شریعت کی پابندی کرو گے۔ نماز کبھی ناغہ نہ کرو گے۔ اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی عاقبت سنوارو گے۔“ ساتھ ہی ان کو مسائل بتاتے۔ دین کی حقانیت اور اعمالِ حسنہ کی اہمیت سمجھاتے چنانچہ بہت سے نوجوان راہِ نیک پاتے۔ اور توبہ کر کے شریعت پر کاربند ہونے کا وعدہ کرتے۔ یہ نوجوان اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے تو آئندہ ان کے دوسرے ساتھی بھی حاضری دیتے۔ اور فیضیاب ہوتے۔

نوجوانوں کی حوصلہ افزائی

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نیک اور پابندِ شریعت نوجوانوں کو وظائف اور انعامات سے بھی نوازتے تھے۔ یہ وظائف بعض اوقات کئی کئی سال تک جاری رہتے۔ اور طلبہ کو تعلیم حاصل کرنے میں معاون بنتے۔ ایک بار آپ لاہور کے کسی کالج میں گئے۔ طلبہ آپ کے گرد جمع تھے۔ آپ نے فرمایا ”اگر تم میں کوئی نوجوان ایسا ہو جو ثابت کرے کہ اس نے کبھی داڑھی نہیں منڈوائی تو میں اسے دس روپے ماہوار وظیفہ دیا کروں گا۔“ مکان شریف کے صاحبزادہ داؤد صاحب کھڑے ہو گئے۔ اور بتایا کہ انہوں نے ابتدا سے داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ کبھی نہیں منڈوائی تو آپ نے ان کے لئے فوراً وظیفہ کا اعلان کیا۔ جوان کی مدت تعلیم میں برابر جاری رہا۔

مولوی محمد عظیم صاحب کا بیان

مولوی محمد عظیم صاحب لاہوری بی اے رحمۃ اللہ علیہ جو حضور کے خلیفہ مجاز بھی ہوئے، کہتے تھے کہ ”حضور ہم طلبہ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ہم سے ملاقات کے لئے خود کالجوں میں آتے تھے۔ پیار محبت سے پیش آنے کے علاوہ ہمیں قسم قسم کے تحفے عطا کرتے تھے۔ مقصد صرف ہماری تالیفِ قلب اور رشد و ہدایت ہوتا۔ چنانچہ ہمیں تو سچ یہ ہے کہ صرف حضور کے صدقے میں ایمان نصیب ہوا۔ ورنہ ہم دین و مذہب سے بالکل نا بلند تھے۔ حضور نے ہمیں دین کی باریکیاں سکھائیں۔ شریعت کی راہ دکھائی۔ اور ہماری دنیا اور عاقبت سدھاری۔“ مولوی صاحب نے بتایا کہ وہ خود بھی انہی طلبہ میں تھے جو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ان تبلیغی دوروں سے بچے

میں لکھتے ہیں کہ "میں جب اہل سلسلہ اُتو ایف اے میں پڑھتا تھا۔ بنگلور میں طالب علمی کے زمانے میں بلانا روزانہ میں مغرب سے عشاء تک حاضر خدمت رہتا۔ اور فیض حاصل کرتا تھا۔"

میر سلیم محمود کی کامیابیاں | حاجی ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری خلیفہ مجاز کے صاحبزادے حاجی میر سلیم محمود صاحب ولایت سے امتحانات پاس کر کے آئے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے تین سال کے عرصے میں اتنی بہت سی ڈگریاں کیسے حاصل کر لیں؟ تو انھوں نے جواب دیا۔ "میرے والد صاحب قبلہ حضور کی خدمت میں علی پور شریف حاضر ہوئے، تو آپ نے فرمایا۔ سلیم کو ولایت میں تحریر کرو کہ "تمام نمازیں ادا کرتا رہے۔ حلال کھایا کرے۔" ہر نماز کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لیا کرے۔ تو انشاء اللہ ہر امتحان میں کامیاب ہوتا رہے گا۔" یہ حکم والد صاحب قبلہ نے مجھے لکھ بھیجا۔ میں برابر آپ کے فرمان کے مطابق عمل کرتا رہا۔ جو ڈگری دوسرے طالب علم ایک سال میں حاصل کرتے ہیں تین ماہ بعد امتحان میں کامیاب ہو کر حاصل کر لیتا۔ مجھے خود حیرت تھی کہ کیسے پاس ہو جاتا ہوں۔ بس یہ سب قرآن شریف کی آیت کی برکت اور حضور کے تصرف روحانی سے ممکن ہوتا رہا؟ ڈاکٹر سلیم محمود صاحب خدا کے فضل سے حاجی بھی بنے اور اب تک پکے نمازی اور دیندار ہیں۔

ماسٹر کرم الہی کی دینداری | حاجی ماسٹر کرم الہی صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ اور حضرت کے خلیفہ مجاز تھے۔ وہ ابتدا میں میٹرک پاس کر کے کوہاٹ میں مدرس کی اسامی پر تعینات ہو گئے تھے۔ بعد کو انھوں نے ایف اے، بی اے، ایل ایل بی کے امتحانات پاس کر کے اور سیالکوٹی میں وکالت کرتے رہے۔ مدت العمر ان کی عادت رہی کہ تہجد کے لئے بیدار ہوتے اور پھر نہ سوتے۔ شریعت کے پوری طرح پابند، اعمال صالحہ میں بچتے اور متقی شخص تھے۔ آخر عمر میں کئی حج بھی کئے تھے۔ بہت نیک اور ولی اللہ تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ جو بات ان کے مُنہ سے نکلتی ویسے ہی ہو کر رہتا۔ یہ سب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور فیضان کا اثر تھا۔

حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری بی اے رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول تھے۔ آپ نے ساری عمر انگریزی خوانوں کے طبقے میں گزاری۔ بہت بڑے پایے کے بزرگ، ولی اللہ اور واقف اسرار و رموز تھے جس پر نظر ڈال دیتے دولت ایمان سے لالال کر دیتے جس پر توجہ فرماتے اس کے دل کا سارا رنگ دُور کر دیتے۔ انھوں نے بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا۔

انگریزی ڈگریاں ناموں کے ساتھ لکھا کرو | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ انگریزی خوان متوسلین کو حکم دیتے تھے کہ اپنے ناموں کے ساتھ انگریزی ڈگریاں اور عہدے ضرور لکھا کرو۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ صوفیائے کرام کی جماعت میں جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی شامل ہیں۔ ورنہ انگریزی ان لوگ عام طور پر ہمیں دنیوی علوم سے ناواقف خیال کرتے ہیں۔ ان کی یہ ناواقفیت اور غلط فہمی دُور کرنی بہت ضروری ہے۔

حضرت فریدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ پر اظہارِ تشنودی | انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ اجلاس منعقدہ مئی ۱۹۳۳ء کی پہلی نشست میں حضرت مولانا عابد حسن صاحب فریدی ایم اے۔ ایل بی۔ ایم آر اے ایس پروفیسر و صدر شعبہ فارسی و اردو۔ سینٹ جانس کالج۔ آگرہ۔ کی تقریر کے بعد حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔

"آج میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور جس قدر مجھے خوشی ہوئی اس کو میں ہی جانتا ہوں۔ ان پاک الفاظ کے فرمانے کے وقت اعلیٰ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جو کیفیت تھی اسے صرف صاحبانِ حال ہی جان سکتے تھے۔" ارتداد کے زمانے میں جب میں آگرہ گیا تو وہاں ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہاں ایک پروفیسر ہیں۔ خود بھی ایم اے ہیں اور ایم اے کلاس کو پڑھاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ کسی طرح سلسلے میں داخل ہو جائیں۔ دوسرے روز وہ فریدی صاحب کو ساتھ لے آئے۔ اسی دن وہ خدا کے فضل و کرم سے حلقہ میں داخل ہو گئے۔ میرے دل میں یہ خیال تھا کہ فریدی صاحب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے پورے متبع بن جائیں۔ اور خداوند تعالیٰ ان کو انسانِ کامل بنا دے۔ الحمد للہ کہ آج وہ دعا پوری ہو گئی۔

دستِ حق پرست پر مشرف بہ ایمان ہوئے۔ کئی تو ایسے تھے جنہوں نے باقی ساری عمر علی پور شریف میں گزار دی جنہوں نے ان کی شادی کی۔ ان کو حج کرایا اور وہ تمام عمر شریعت و سنت کے پابند رہے۔

سری نگر کشمیر میں ایک بنگالی ہندو نو جوان جو ایک ہٹی بنگالی ہندو کا اسلام قبول کرنا

اسکول کا ہیڈ ماسٹر تھا، حضور کے مواعظِ حسنہ سے مستفید ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ اور سلسلہ عالمیہ میں داخل ہوا۔ ان کا اسلامی نام حضور نے نور محمد رکھا تھا۔ وہ ہر سال عرس شریف کی شرکت کے لئے علی پور سیدال حاضر ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے حج بھی کیا۔ اور مدینہ منورہ میں بخشی صاحب کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضرت بخشی صاحب کو بتایا تھا کہ بعد میں وہ جامعہ اسلامیہ بہاول پور میں شعبہ انگریزی کے صدر مدرس ہو گئے تھے۔

انگریزی تعلیم پانے والے حضرات پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ سائیں فضل دین صاحب کا مسلمان ہونا
خاص توجہ فرماتے تھے۔ حاجی سائیں فضل دین صاحب پہلے عیسائی تھے جنہوں نے فیض و کرم سے مسلمان ہوئے جنہوں کے ساتھ فریضہ حج بھی ادا کیا۔ اور ساری عمر حضرت کے قدموں میں بسر کی۔

حاجی گلزار محمد صاحب ضلع گورداسپور کے رہنے والے اور سکھ تھے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم سے متاثر ہو کر پکے مسلمان بنے۔

صوم و صلوٰۃ کے پابند اور تہجد گزار تھے۔ کئی حج کئے۔ آخری حج میں وہیں وفات پائی۔ بہت بزرگ اور نیک آدمی تھے۔ ان کا زیادہ قیام موضع اراکیان والا ضلع لائل پور میں رہا ہے۔ وہاں کے لوگ حاجی صاحب کے حالات سے واقف ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ایک چن حاجی صاحب کا تابع تھا۔ آپ کے سارے احکام بجا لاتا تھا۔ اور آپ کی کامل خاطر مدارات کرتا تھا۔

غرض سینکڑوں ہزاروں غیر مسلم حضوں کے دستِ حق پرست پر تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ صرف چند نام مثال کے طور پر لکھے گئے۔

اور میرے دل کی دعا پوری ہوئی۔ آج اس حال کو میں ہی جانتا ہوں کسی نے کیا خوب کہا ہے :

حدیث حسن یوسف اچھے می دانند اخوانش

زلیخا را بہ پرس ازوے کہ صد شرح و بیال دارد

”حافظ انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خداوند کریم جنت فردوس عطا فرماوے۔ ہمیشہ آپ کی خواہش تھی اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ پرانی شراب نئے شیشوں میں بھر کر پانی جاوے۔ قصوف پرانا علم ہے۔ مگر جب تک انگریزی خوانوں کے شیشوں میں نہ بھر دیا جاوے، ہمارا مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ الحمد للہ کہ حافظ صاحب کی مرادیں پوری ہو گئیں۔ اگر سو آدمی بھی اولڈ نیشن داخل سلسلہ ہوں تو ان کو اتنی خوشی نہوتی جس قدر ایک انگریزی خواں سے ہوتی ہے“

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے فیضان و کرم سے دوسرے مذاہب کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں دولت ایمان سے مالا مال ہوئے شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک تمام برصغیر پاک و ہند میں کتنے ہی غیر مسلم آپ کے دستِ مبارک پر تائب ہو کر اسلام کے حلقہ گمبوش بنے ہیں۔

لارڈ اور بیگم اسکپوٹ کا مشرف باسلام ہونا
ایک انگریز کرنل تھے لارڈ اسکپوٹ۔ ان کی بیگم شاہ سویدن کی چچا زاد بہن تھیں۔

لارڈ اسکپوٹ بنگور میں تعینات تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بنگور چھاؤنی میں اسلام ہی سچا مذہب ہے“ کے موضوع پر مجھے کے بعد وعظ فرمایا تھا۔ کرنل صاحب موصوف اس وعظ سے ہی متاثر ہو کر مشرف ایمان سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ جب وہ مسلمان ہو گئے تو فطری طور پر ان کی خواہش ہوئی کہ لیڈی اسکپوٹ بھی اس سعادت سے محروم نہ رہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جناب عبدالوہاب صاحب ایم اے۔ بیرسٹر کو ترجمان بنا کر بیگم صاحبہ کو تبلیغ کی اور حقانیتِ اسلام سے آگاہ کیا۔ تین گھنٹے سے زیادہ دیر نشست رہی۔ بیگم کے دل میں نور ایمان کی کرن پھوٹی تو اس نے پھر بھی استفادہ کیا۔ اور آخر کار حضور کے روحانی تصرف نے اسے بھی مشرف باسلام کیا۔

یہ دونوں میاں بیوی پکے مسلمان اور پابند شریعت بن گئے۔ حضور نے کرنل صاحب کا اسلامی نام علی، اور ان کی بیگم کا زینب رکھا تھا۔ دونوں یورپ واپس گئے تو وہاں جا کر بھی خدا کے فضل سے اسلام پر قائم رہے۔ اور اسلام پر ہی وفات پائی۔ اسی طرح دوسرے انگریز اور عیسائی بھی حضور کے

فوجیوں میں تبلیغ و ارشاد

اسی طرح حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز چھاؤنیوں اور پلٹوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں مختلف حیثیتوں اور طرح طرح کے خیالات کے جو افسر اور جوان ہوتے تھے، آپ ان کو خدا کے احکام سناتے۔ اور مسائل شریعت بتاتے تھے۔ آپ ان کو سمجھاتے کہ تم سب فوج کے نظام کے قایل اور اس پر عامل ہو۔ تم افسروں کا حکم ماننا لازم جانتے ہو۔ تو کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ وہ احکام الحاکمین جس نے تمہیں پیدا کیا، جو تمہارا رزاق حقیقی ہے، جسے ہر قدرت اور طاقت حاصل ہے۔ کیا اس کا حکم ماننا ہم تم سب پر فرض نہیں ہے۔ دیکھو! وہ سب حاکموں کا حاکم اور سب افسروں کا مالک ہے۔ اس کے حکم سے سرتابی کیسی کچھ خطرناک ہو سکتی ہے۔ لازم ہے کہ اس کے احکام پر سر جھکاؤ، اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلو۔ اس طرح تمہاری دنیا بھی سدھرے گی اور تم اپنی عاقبت بھی سنوار سکو گے۔ چنانچہ فوجیوں میں بہت لوگ آپ کا حکم مانتے، سلسلہ عابدی میں داخل ہوتے، اور پابند شریعت بن کر فلاح دارین حاصل کرتے تھے۔ فوجیوں کے فرائض بہت سخت ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے فرائض کے سلسلے میں حطوں سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ آپ عام طور پر ارادت مند فوجیوں کو قرآن مجید کی ایک آیت کی اجازت عطا کرتے۔ اور ہدایت فرماتے کہ نماز عشا کے بعد ہدایت کے مطابق، اس آیت کا حصار کر لیا کرو۔ اس طرح تم ہر قسم کی بلا آفت اور گولی تک سے محفوظ رہو گے۔ وہ حضور کی ہدایت پر عمل کرتے اور حضور کی توجہ اور فیضان کا عملی تجربہ ان کے سامنے آتا تو ان کے ذوق و شوق میں اضافہ ہوتا تھا۔

کئی فوجیوں کے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ وہ اپنے فرائض کے سلسلے میں کسی جنگل میں یا کسی ویران مقام میں جا پھنسے ہیں۔ بھوک پیاس سے تنگ ہیں۔ اور دور دور کچھ کھانے پینے کو دستیاب نہیں۔ انہوں نے حضور کو یاد کیا۔ تو ان کی مشکل آسان ہوئی غیبی طور پر ان کو کھانے پینے کو مل گیا۔ یا وہ اور کسی قسم کی مشکل اور مصیبت میں پھنس گئے اور انہوں نے حضور کو یاد کیا۔ تو

بروقت غیب سے ان کو امداد میسر آئی۔ اور ان کی مشکل دور ہو گئی۔

حاجی نصیب خان صاحب کا بیان

حاجی نصیب خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہوئے، کہتے تھے کہ ہم

چند دوست سیالکوٹ چھاؤنی سے شہر میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی حضور کے چہرہ مبارک پر نظر پڑی، ہم سب نے داخل سلسلہ ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ حضور نے ہم سب پر شفقت فرمائی۔ اپنے پاس بٹھایا۔ کھانا کھلایا۔ عشا کی نماز کے بعد توبہ کرائی اور داخل سلسلہ فرمایا حضور کی توجہ میں بلاشت نہ کر سکا اور بیہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی مجھے سہارا دیے ہوئے ہیں۔ اور ہم سب چھاؤنی کی طرف جا رہے ہیں۔ راستے میں مجھے سگرٹ پینے کی خواہش ہوئی۔ میں نے جیب میں سے ڈبیہ نکالی۔ مگر فوراً ہی یاد آیا کہ حضور نے حکم دیا ہے کہ سگرٹ حقہ متا کو ہرگز کبھی مت پینا۔ میں نے ڈبیہ پھینک دی۔ اور الحمد للہ اس کے بعد کبھی نہیں پیایا۔

آپ ہی نے سنایا۔ کہتے تھے کہ ”جب تک ہماری پلٹن سیالکوٹ میں رہی، ہمارا یہ معمول رہا کہ جب حضور سیالکوٹ تشریف لاتے، تو ہم سب یا ران طریقت اپنے افسروں کے پاس جاتے۔ ان سے گھوڑا گاڑی مانگ لاتے۔ اسٹیشن سے حضور کو فوجی اور شہری یا ران طریقت گھوڑا گاڑی میں سوار کر کے، سارے شہر میں جلسوں کی شکل میں گشت کرتے۔ اور پھر قیام گاہ پر لے جاتے۔ روزانہ سب پریر بھائی بل کر مساجد میں یا بازاروں میں جلسوں کا اہتمام کرتے۔ اس طرح خلق خدا حضور کے مواظپ حسنہ سے فیض یاب ہوتی۔ اور رات کو قیام گاہ پر حاضر ہو کر بہت لوگ سلسلہ عابدی میں داخل ہو جاتے۔ شہر لے پریر بھائی اپنی دعوتوں میں ہم فوجیوں کو مشمولیت کے لئے بلاتے۔ اسی طرح فوجی پریر بھائی بھی شہر والوں کو مدعو کرتے۔“

حاجی اسلم خاں صاحب کی دستگیری

صوبیدار مسیحہ حاجی اسلم خاں صاحب جس زمانے میں سپاہی تھے اور کوہاٹ میں تعینات تھے۔ تو ایک

بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ہاٹ تشریف لے گئے۔ ایک دن حضور ایک دعوت میں چھاؤنی تشریف لے گئے، تو راستے میں حاجی اسلم صاحب دھوپ میں کھڑے ہوئے اپنی ڈیوٹی انجام لے رہے تھے۔

کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ ساتھ ہی فرمایا۔ بی بی جان بہت نیک اور صالح عورت تھی۔ اب فوت ہو گئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

علی گوہر صاحب کہتے تھے کہ ”میرے اور حضور کے علاوہ اس گفتگو کا مطلب اور کوئی کیا سمجھتا۔ میں یہ سن کر اللہ چوٹکا۔ میں نے حضور کے فرمان کا دن۔ تاریخ۔ وقت سب لکھ لیا۔ اور اجازت لے کر گھر چلا آیا۔ چند روز بعد ممبئی سے آئے ہوئے ایک اور سپاہی سے ملاقات ہوئی، تو اس نے بی بی جان کی وفات کی اطلاع دی۔ بعینہ وہی دن، تاریخ اور وقت تھا۔ اب تو میں بے چین ہو گیا۔ فوراً علی پور شریف میں آیا۔ اور بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گیا۔ اس طرح حضور کے کرم سے میرا ایمان بچ گیا اور میری عاقبت سدھ گئی۔

غرض حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ عامۃ المسلمین کی طرح فوجی مسلمانوں میں بھی تبلیغ و ارشاد کا کام ضروری جانتے تھے۔ آپ فوجیوں کو سمجھاتے کہ جب دنیوی اور فوجی احکام میں دنیوی اور فوجی افسران بالا کے احکام کی بجاآوری ضروری ہے۔ تو سادہ سی بات ہے کہ جس صلح حقیقی اور خالق مطلق نے ہم کو پیدا کیا اور ہمارے لئے ہر قسم کی نعمتیں فراہم کیں، اس کے احکام پر منحصر کرنا اور اس کے فرامین کو بجالانا کتنا کچھ اہم ہے۔ جو اس کا حکم نہیں مانتا اس کا دین اور دنیا سب غراب ہے۔ دنیوی حکام کی حکم عدولی پر سزا ملتی ہے تو وہ احکم الحاکمین ہے، اس کے فرامین سے سرتابی کرنے کی صورت میں انسان کیسے بچ سکتا ہے۔ دین اور دنیا سب میں کامیابی کی شکل صرف یہ ہے کہ ہم اس خالق حقیقی، مالک کل، اور رب العالمین کے احکام و فرامین کو پوری طرح بجا لائیں۔ فوجی لوگ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض و توجہ اور تصرف روحانی کی بدولت عملی طور پر اچھے مسلمان بن جاتے۔ ان میں سے سینکڑوں ہزاروں حضور کے کرم سے سلسلہ عالیہ میں داخل ہو کر متقی اور پارسا بن گئے اور مدارج عالیہ پر فائز ہوئے۔ ان کے دنیوی کام بھی سدھ گئے اور ان کو دینی و روحانی کمالات بھی حاصل ہوئے۔

تین بچے جب حضور واپس ہوئے تب بھی وہ اس شدید گرمی میں اپنی ڈیوٹی پر کھڑے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے دل میں خیال آیا۔ ”یا اللہ پاک! میں بھی تیری مخلوق اور یہ بھی تیری ہی مخلوق۔ مجھے بجلی کے پنکھے کے نیچے بھی آرام نہیں، اور یہ مسلسل اس گرم دھوپ میں کھڑا ہے۔ حضور نے ان کے پاس کار کو اتاری۔ اسلم خان صاحب نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ حضور نے فرمایا ”اسلم خان کے لئے دعا کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ اس ڈیوٹی سے اس کی جان چھڑائے اور اس کو آرام عطا کرے“ چنانچہ خدا کے فضل اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے اسلم خان صاحب ترقی کرتے کرتے صوبیدار میجر بنے۔ اور انہیں آرام سے بیٹھنا نصیب ہوا۔ میجر اسلم خان صاحب گراس فارم کے انچارج تھے۔ لوگوں کی بھیڑ بکریاں فارم میں آجاتیں۔ اور گھاس چرتیں اور غراب کرتیں حضرت نے آیت شریف پڑھ کر دم کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ ازاں بعد بھیڑ بکریاں ان کے فارم کے قریب آتیں تو دور بھاگ جاتیں فارم میں داخل ہونے یا اس کو خراب کرنے کی جرأت نہ کرتیں۔

صوبیدار میجر علی گوہر صاحب ساکن تھوہا بہادر
د تحصیل چکوال ضلع جہلم اکا بیان ہے کہ ”وہ

بجائیت سپاہی کے ممبئی میں تعینات تھے۔ وہاں ایک عورت تھی بی بی جان۔ بڑی نیک اور خدا رسیدہ عورت تھی۔ اور وہاں کے ساتھ علی گوہر صاحب بھی اس کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان کو اس سے ایسی عقیدت ہوئی کہ اس سے بیعت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جب بی بی جان سے انھوں نے اپنا خیال ظاہر کیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ عورت کا مرید بننا جائز نہیں۔ اسی نے ان کی رہنمائی کی۔ اور حضرت صاحب قبلہ عالم کا نام نامی اور پتہ بتا کر ہدایت کی کہ تم جا کر ان کے مرید ہو جاؤ۔ تمہارا جتنہ وہاں مقرر ہے“

علی گوہر صاحب کہتے تھے کہ ”اس طرح وہ علی پور شریف حاضر ہوئے۔ اور کئی دن قیام کیا۔ انھوں نے اپنے ساتھی سپاہی سے وعدہ کر رکھا تھا کہ میں تمہارے ساتھ قادیان چلوں گا۔ حضور کی خدمت میں اپنا یہ ارادہ ظاہر کر کے اجازت چاہی، تو آپ نے فرمایا ”وہاں جا کر کیا کرو گے۔ مزار قادیانی تو اپنا بوجھ بھی نہیں سنبھال سکتا۔ وہ خود ہی محروم ہے۔ تمہارا بوجھ کیا اٹھائے گا اور تمہیں کیا فائدہ پہنچائے گا“ جب یہ ارشاد ہوا اس وقت آپ بڑی حویلی سے کھڑے



شاہی دعوت میں باحسن و بوجہ تبلیغ پہلی شاہی دعوت میں جب حضور شامل ہوئے تو دسترخوان پر چھریاں کانٹے وغیرہ موجود تھے۔ آپ نے نادرشاہ

کو متوجہ کر کے ایک پرانا واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ ”میں احرام باندھے ہوئے شریف مکہ کی دعوت میں شریک ہوا۔ سب لوگ انگریزی طرز سے چھری کانٹوں سے لکھنے لگے۔ مگر میں سنت کے مطابق ہاتھ سے کھاتا رہا۔ شریف مکہ کے ولی عہد نے میرے معلم سے دریافت کیا کہ ”یہ کون شہنشاہ ہے۔ اور کس طرح کھاتا ہے؟“ معلم نے جواب دیا ”شریف نے خاص طور پر اس شخص کی دعوت کی ہے اصل جہان تو یہی ہے۔ ہم سب تو طفیلی ہیں۔“

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”میں عربی سمجھتا جانتا ہوں۔ یہ گفتگو سمجھ کر میں نے عربی میں کہا ”میں مسلمان ہوں مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ اور مسلمانوں کے قبرستان ہی میں دفن ہوں گا۔ مسلمانوں کی طرح سنت کے مطابق کھانا کھاتا ہوں۔“ شریف مکہ ساتھ بیٹھا ہوا کھاتا رہا تھا۔ اس نے فوراً چھری کانٹے ہاتھ سے رکھ دیے اور حکم دیا کہ ”یہ اٹھا لو۔ اور آج کے بعد کبھی دسترخوان پر منت رکھو سب ہاتھ سے کھایا کرو۔“ نادرشاہ نے یہ قصہ سننے ہی فوراً چھری کانٹے اٹھوا دیے۔ اور حکم دیا کہ آئندہ بھی دسترخوان پر نہ لائے جائیں۔“

ترمذی شریف کی حدیث ہے (ص ۲۰۸) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجَهَادِ كَلِمَةً عَذَلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ) ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا سب سے بڑے جہادوں میں ایک جہاد ہے۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اسی پر تھا۔ شریف مکہ ہوا یا شاہ افغانستان نظام حیدر آباد ہوا یا جہاد اجدیسور، آپ دین کے معاملے میں کسی کے بھی رد و برو حق گوئی میں تامل نہ فرماتے تھے۔ اور بڑا ٹوکتے اور نصیحت فرماتے تھے۔

آئین جواں مردان حق گوئی و بے باکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

(اقبال)



افغانستان میں تبلیغ و ارشاد

تبلیغ اور ارشاد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرائض منصبی تھے جب تک آپ حیات رہے شبانہ روز اسی میں مصروف رہے فرمایا کرتے تھے کہ جس دن میں اپنے فرض منصبی کو ادا کر لوں اور اسلام کی خدمت نہ کروں، میرے لئے کھانا بھی حرام ہے چنانچہ اس مقصد خیر کے لئے آپ نے غیر ممالک کے سفر بھی اختیار کئے ہیں۔

نادرشاہ بادشاہ کی دعوت حضرت نادرشاہ بادشاہ افغانستان کی دعوت پر آپ کو بڑے قندھار کے راستے سے کابل تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں جہاں جہاں مقیم ہوتا، آپ حسب عادت زائرین اور حاضرین کو وعظ و تذکیر، اور پند و نصائح سے سرفراز کرتے۔ اور جو لوگ داخل سلسلہ ہونا چاہتے ان کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل کرتے تھے۔

گورنر قندھار کو فحشائش جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ قندھار پہنچے، تو آپ کو قندھار کے گورنر کا خط ملا کہ ”میزبانی کے تمام انتظامات مکمل کر کے میں ایک ضروری کام سے شہر سے باہر جا رہا ہوں۔ کل حاضر خدمت ہوں گا۔“ آپ نے اسی خط کی پشت پر یہ شعر لکھ کر واپس کر دیا۔

غرض از سیر قلندر طلب دیدار است

ورنہ این نان و نمک در ہمد جا بسیار است

گورنر یہ پیام پا کر شرمندہ ہوا۔ دورہ موقوف کر کے فوراً خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ ”بادشاہ کے سامنے میری اسی کوتاہی کا ذکر نہ فرمائیں۔“ ویر تک خدمت میں موجود رہا۔ غرض اسی طرح منزل منزل قیام فرماتے اور تبلیغ و ارشاد سے خلق خدا کو فیض یاب کرتے ہوئے آپ کابل پہنچے۔ یہاں کئی دن قیام فرمایا۔ افغانوں کو شریعت کی پابندی اور احکام دین پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ بہت لوگ سلسلہ عالیہ میں آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔

کرنے کی مساعی میں مصروف ہو گئے۔ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کے سرخیل بنے رہے۔ اور ابتداء سے کمال سرگرمی کے ساتھ مرزا کی مخالفت اور تکذیب فرماتے رہے۔ جہاں ضرورت ہوتی آپ فوراً پہنچ کر انسدادی اور تبلیغی کام شروع کر دیتے اور مسلمانوں کے دین ایمان کے تحفظ میں مشغول ہو جاتے۔ مرزا اور مرزائیوں سے ان مخالفتوں اور مخالفتوں کی داستان بہت طویل ہے۔ مگر کچھ تفصیل لکھی جاتی ہے جس سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کار، جوش و غرم، اور کامرانی و فتح مندی کا اندازہ ہو سکے گا۔

سیالکوٹ میں نومبر ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ کے مسلمان وفد بنا کر حضور کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ مرزا غلام احمد اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے سیال کوٹ آنے والا ہے۔ آپ فوراً سیالکوٹ پہنچ گئے۔ اور مختلف بازاروں، محلوں اور مسجدوں میں بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کئے۔ دوسرے علما کو بھی باہر سے دعوت دے کر بلایا۔ دوسروں کی تقریروں کے بعد آپ خود وعظ کرتے۔ اور ختم نبوت کے مسئلے کو تفصیل سے سمجھاتے۔ اور دین متین اور عقاید حق پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حضور فرماتے کہ ”دوسری نئی چیزوں کے اختیار میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن دین اپنا وہی پرانا رکھو“ چنانچہ آپ نے کم و بیش ایک ماہ سیال کوٹ میں قیام فرمایا۔ اس دوران تمام اہتمامات کا بار خود برداشت کیا۔ اپنے اور رفقاء کے لئے گھر سے برابر سامان خورد و نوش منگواتے رہے۔ مسلمانان سیال کوٹ نے ان اجتماعات اور مواظبت حسنہ سے کامل فیض پایا۔ اور خدا کے فضل سے ہرگز کو تمام عمر یہ بہت نہ ہوئی کہ سیالکوٹ کا رخ کرتا۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب کا تبلیغ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ ”ایک مرتبہ مرزا غلام احمد قادیانی

لاہور آیا۔ اس کے مقابلے کے لئے حضرت مولانا مولوی پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لڑنے سے لاہور تشرف فرمایا۔ آپ بہت جلیل القاد عالم اور کمال ولی اللہ تھے۔ آپ نے مرزا کو چیلنج کیا۔ اور فرمایا کہ تم اپنی نبوت کا دعویٰ کرتے ہو۔ میں تو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معمولی غلام ہوں۔ مقابلے کی جرات ہو تو میرے سامنے آؤ۔ میں اپنی میز پر قسم دوات رکھ کر بلا تھو لگاؤ اپنے قلم کو حکم دوں گا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھے۔ تم اپنی میز پر قسم دوات رکھو اور نبی ثابت کرنے کے

جو تے اتار کر نماز پڑھوانا اور ہی نذرانہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کابل کے قیام کے دوران جمعہ پڑھایا، وعظ فرمایا اور حسب عادت لوگوں کو مسئلے سناتے اور ہدایت فرماتے رہے۔ رخصت کے وقت نادر شاہ بادشاہ نے نقد و جنس ہر طرح کے تحائف، شاہی شان کے مطابق، پیش خدمت کئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”میں نے سب تحفے قبول کئے اور آپ کو واپس بطور عطیہ بخش دیے“ پھر کہا کہ ”میری ایک خواہش ہے، اگر آپ مان میں تو کہوں، بادشاہ نے وعدہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ”آپ کے فوجی جو توں سمیت نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ خلافتِ سنت ہے ان کو حکم دیجئے کہ جو تے اتار کر نماز پڑھا کریں“ نادر شاہ نے کہا ”آپ میرا یہ حقیر یہ قبول فرما لیجئے، میں ان کو جو تے اتار کر نماز پڑھوانے کا پختہ وعدہ کرتا ہوں“ حضرت نے فرمایا کہ ”اگر میں روپیہ قبول کروں تو جو تے اتارنے کے ثواب سے محروم ہو جاؤں گا“ بادشاہ نے پھر اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا ”اچھا مجھے آپ کا تحفہ قبول ہے۔ اب آپ میری طرف سے یہ سب فوج میں تقسیم کر دیا دیجئے“ چنانچہ گراں قدر ثبات نذرانہ کی ساری رستم فوجیوں میں تقسیم کر دی گئی۔

چنانچہ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ درویش اور فقیر تھے۔ آپ کے مزاج میں استغناء بدرجہ کمال پایا جاتا تھا۔ جو دو سو سخا کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے امراء و رؤسا دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔ سلاطین و امراء کی ملاقاتوں میں آپ کی یہ صفات عالیہ اور نمایاں ہو کر سامنے آ جاتی تھیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”ہمارا ہاتھ اس شہنشاہ کے خزانے میں ہے، جو ساری دنیا کا دانا اور پروردگار ہے۔ پھر ہمیں کسی کی کیا پروا؟“

نخت سکندری پڑوہ تھوکتے نہیں ہیں۔ بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

رومرزائیت

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مسلمان بے حد مضطرب ہوئے۔ سب علماء اور صلحاء نے اس کے دعوے کی تکذیب کی اور دین متین میں اس سے رخنہ کا سد باب

لئے اپنے قلم کو لکھنے کا حکم دو۔ تمہارا قلم کچھ بھی نہ لکھ سکے گا۔ اور میرا قلم بغیر میرے ہاتھ کی مدد کے قرآن پاک کی تفسیر لکھ سکے گا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دن لاہور میں قیام فرما رہے اور جیلنج کرتے رہے مگر مرزا کو مقابلے کی ہمت نہ ہوئی۔

لاہور میں

اسی طرح ایک بار مسلمانان لاہور کا ایک وفد علی پور سیدیاں آیا۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے مرزا کے مقابلے کے لئے لاہور چلنے کی درخواست کی۔ حضور اسی دن جمعہ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ بادشاہی مسجد میں جمعہ پر لہایا اور جمعہ کے بعد وعظ فرمایا۔ حاجی مہتاب بن صاحب اس جلسے میں موجود تھے۔ کہتے تھے کہ "نار کے بعد شمس العلماء مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹوکی، مولانا مولوی سید اصغر علی صاحب دوجی، مولانا حافظ مولوی احمد علی صاحب اور دیگر علمائے لاہور نے جلسے میں تقریریں فرمائیں۔ اور مرزا کے عقائد باطلہ کی تردید کی۔ آخر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر فرمائی۔ دوران تقریر آپ نے فرمایا۔

حضور کی پیشین گوئی

"میری عادت پیشین گوئی کرنے کی نہیں ہے۔ البتہ اس سے قبل نومبر ۱۹۰۸ء میں ایک دفعہ مرزا کے مقابلے میری زبان سے چند کلمات بطور پیشین گوئی کے نکل گئے تھے جس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ نے پورا فرمادیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد مرزا کا حواری عبدالکیم ذلت کی موت مر گیا۔ اب پھر میرے دل میں بار بار خیال آ رہا ہے جس کو میں باوجود کوشش کے ضبط نہیں کر سکتا۔ اور وہ خیال ہے کہ مرزا غلام احمد حنرفیہ ذلت اور رسوائی کی موت مر گیا۔ اور تم اس کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔ میری اس پیشین گوئی کو مرزا کی پیشین گوئی مت سمجھنا، اسی جلسے میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "اگر مرزا میرے دربرو آکر اپنے دعوئے رسالت کو صحیح ثابت کرے یا کوئی روحانی طاقت دکھائے تو میں اس کو پانچ ہزار روپے نقد بطور انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔" حضور نے یہ بھی اعلان کیا کہ "جب تک مرزا یہاں سے چلا نہ جائے میں لاہور سے نہیں جاؤں گا۔" پھر آپ نے حاضرین جلسہ سے دریافت کیا کہ "وہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا کہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ وہ تو ہمارے سامنے آنے کی کیا ہمت کرے گا۔ چلو ہم اس کے پاس چلتے ہیں۔"

مسلمانوں نے عرض کیا کہ وہ خواجہ کمال الدین کے مکان پر قیام پذیر ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

گوڑہ شریف سے تشریف لائے تھے۔ ایک جمعہ کی نماز اور جلسہ کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے فرمایا کہ شاہ صاحب میں تو واپس جاتا ہوں، آپ اپنا کام جاری رکھیں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا "آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر کیسے تشریف لے جائیں گے؟" حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "میں گھر سے شکار کرنے آیا تھا۔ مگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ شکار میرے مقدور نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے لئے مقدور ہے۔ اس لئے آپ ٹھہریں اور اپنا کام کرتے رہیں، چنانچہ اگلے دن حضرت پیر صاحب گوڑہ واپس تشریف لے گئے۔

حاجی مہتاب بن صاحب لاہوری ان دنوں جوان تھے۔ وہ ان جلسوں کے اہتمام میں پیش پیش

رہتے تھے۔ انہوں نے خود مجھے تفصیلات سنائی تھیں۔ حاجی صاحب جلسوں میں نعت خوانی بھی کیا کرتے تھے۔ وہ بتاتے تھے کہ بلاذرحہ روڈ پر کسکوں والی سڑک کے قریب جس جگہ اب انجمن جاہلیت اسلام کا اسلامیہ کالج واقع ہے، وہاں خواجہ کمال الدین کے مکان کے سامنے ایک بڑا باغ تھا۔ اس باغ میں ایک یار طریقت غلام محمد صاحب بٹمر حنیٹ نے شہتیروں کا ایک بڑا اسٹیج قائم کیا۔ حاجی مہتاب دین صاحب ہر روز وہاں جا کر صفائی کرتے، اور دریاں بچھاتے تھے شام کی نماز حضور والا بلاذرحہ جلسہ گاہ میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ جلسہ گاہ کے قریب ہی بٹے پیمانے پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کھانے پکانے کا اہتمام ہوتا تھا تمام مسلمان بلا امتیاز اس خوان لیما پر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ عشا کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی۔ اور پھر نصف شب کے بعد تک جلسہ جاری رہتا۔

رومرائیت میں جلسے

یہ جلسے ادا اہتمام اور دعوت ہر روز ہوا کرتے حضور کی دعوت پر باہر سے بھی بہت سے علماء تشریف لائے ہوئے تھے جو وقتاً فوقتاً اپنے مواعظ حسنہ سے فیض یاب کرتے۔ اور آخر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سائل بیان

فرماتے، ختم نبوت پر طعن طرح روشنی ڈالتے۔ اور مرزا کو مقابلے میں آنے کی دعوت دیتے تھے مگر مرزا کو کبھی آپ کے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

ان جلسوں میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری خلیفہ مجاز، مولوی انام الدین صاحب رائے پوری خلیفہ مجاز، مولوی محمد شریف صاحب، مولانا مولوی حافظ ظفر علی صاحب پسر خلیفہ مجاز، مولانا مولوی محمد عظیم صاحب لکھنوی خلیفہ مجاز، مولانا مولوی نور حسن صاحب سیالکوٹی، مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی، مولانا مولوی اصغر علی صاحب روجی، مولانا مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری خلیفہ مجاز، مولانا مولوی غلام احمد صاحب انگرا امرتسری خلیفہ مجاز، مولوی محمد ابرہیم صاحب سیالکوٹی (اہل حدیث) اور دیگر علمائے کرام نے شرکت کی۔ ان بزرگوں کی آمد و رفت کے اور قیام طعام و آرام کے تمام اخراجات کی کفالت خود حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ یہ جلسے کم و بیش ایک ماہ تک جاری رہے۔ اور خلق خدا بڑی تعداد میں شریک ہوتی رہی۔ اور اپنا کایاں اور عقائد تازہ کرتی رہی۔

حضورِ الہی نے مرزا کو آخری چیلنج دیا

آخر کار ۲۵، ۲۶ مئی کی درمیانی رات کو حضور نے اعلان فرمایا کہ ”میں مرزا کو چوبیس گھنٹے کی ہمت دیتا ہوں کہ وہ اگر میرے ساتھ مباہلہ کرے۔“ پھر سب لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”میں آپ سب کے روبرو اعلان کرتا ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے وہ میرے مقابلے کو نہیں لے گا۔ کیونکہ میرا نبیؐ استیجاب ہے۔ اور میں صدقِ دل سے اس سچے نبیؐ کا غلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنے حبیبِ پاکؐ کے صدقے میں اس جھوٹے نبیؐ سے ہمیں نجات عطا فرمائے گا۔“ ان الفاظ اور اس چیلنج پر وہ جلسہ ختم ہوا۔

حضرت مولانا رومؒ نے صحیح فرمایا ہے :

گفتہ اد گفتہ اللہ بود گرچہ از خلقم عبد اللہ بود

مرزا غلام احمد نے ایک بار کہا تھا کہ ”جو کوئی بیٹھنے کی موت

مرے گا وہ گتے کی موت مرے گا۔“ آسمان کا تھوکا ٹمنہ پر آیا۔

جس رات حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جلسے میں پیشین گوئی فرمائی تھی، اسی رات تھوڑی دیر

بعد مرزا کو ہیفہ ہوا۔ نصف شب گزرنے تک مرض نے شدت اختیار کر لی۔ کہتے ہیں کہ منہ سے بھاتے میں شجاست برآمد ہوتی تھی۔ آخر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح تک مرزا غلام احمد اپنے مقام کی طرف رحلت کر گیا۔

حاجی مہتاب دین نے صبح حسب معمول اپنی دکان کھولی۔ ۹ بجے کے قریب کسی نے آکر ان کو مرزا کی موت کی خبر سنائی۔ وہ فوراً دکان سے اٹھے اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ حضورؐ سننے ہی سچا شکر بجالا پئے۔ رب العزت کا شکر ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھا۔ اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر فرمائی۔ اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھا۔

عوام کا مرزائی مسلک سے تائب ہونا

تھوڑی سی دیر میں یخبر لاہور میں ہر طرف عام ہو گئی۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ مسجدوں، بازاروں اور محلوں میں شکرانہ کے جلسے منعقد کئے۔ ان میں سے بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود شریک ہوئے۔ اور اپنے مواعظِ حسنہ سے لوگوں کو مستفید کرتے رہے۔ اس سلسلے میں تین روز تک اسلام آباد کالج کے میدان میں جلسے منعقد ہوتے رہے جن میں بے شمار لوگ شریک تھے۔ پھر شہر لاہور میں جگہ جگہ دوسرے جلسے منعقد ہوئے۔ ان میں بھی بڑا مجمع ہوتا تھا۔ علمائے کرام کی تقریروں کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ہوتا تھا۔ ان تمام جلسوں میں بے شمار لوگ قادیانی مسلک سے تائب ہو کر دوبارہ مسلمان ہوئے۔ اور کثیر تعداد میں لوگوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ حضورؐ شیخ پر کھڑے ہو کر سب کو داخل سلسلہ فرماتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ رد مرزائیت میں بے حد جوش سے سرگرم رہے اور

اکثر جلسوں میں ختم نبوت کے مسئلے کو مضبوط دلائل سے ثابت فرمایا کرتے تھے۔ مرزائیوں نے

آپؐ کی مخالفت میں ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ مگر نہ تو آپؐ کبھی پریشان ہوئے نہ

آپؐ نے اعلائے کلمۃ الحق میں کمی کی۔ اور خدا کے فضل و کرم سے ہمیشہ آپؐ ہی کو فتح و کامرانی حاصل

ہوتی ہے۔ سچ ہے "سچ کو آج نہیں"

محمد علی جوہر کے کی فتنہ انگیزی

ایک دفعہ سیال کوٹ تحصیل رعیت کے ایک گاؤں میں حضور قبلہ
رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے محمد علی بافندہ مرزائی سکھ منکفر نے
حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کے کچھ الفاظ کہے۔ حضور اسی گستاخی کی کس تاب
لا سکتے تھے۔ آپ نے خود دست مبارک سے اس کو زد و کوب کیا۔ پھر تو دوسرے مسلمان بھی شامل ہو گئے۔
اور اس گستاخ کو قرار واقعی مزا چکھا دیا گیا۔ اور سخت سزا دی گئی۔

مرزائی آپ کے اعلان حق اور مخالفت سے بہت برشتہ ہوئے اور بدلہ لینے کے لئے ذلیل حرکتوں
پر اتر آئے۔ چنانچہ انھوں نے تحصیل رعیت میں ہندو تحصیلدار کی عدالت میں ایک جھوٹا مقدمہ دائر کیا
کہ "یہ شخص مسلمانوں کو گالوں پر برا بھلا کہتا ہے۔ حکومت برطانیہ کے خلاف بہت کچھ کہتا رہتا ہے۔
محمد علی بافندہ نے اسے ان حرکتوں سے روکا تو اس نے محمد علی کو سخت زد و کوب کیا" وغیرہ وغیرہ۔

ماجی ماسٹر کرم الہی صاحب ایڈووکیٹ خلیفہ مجاز اور سیکرٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ
اور سیالکوٹ کے دوسرے یاران طریقت نے سیالکوٹ کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں تبلیغی
مقدمہ کی درخواست پیش کی۔ اس نے درخواست قبول کرتے ہوئے ایک انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ
منتقل کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری عدالت کا محاطہ زیر بحث آیا۔
خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی کو حضور سے خصوصی خصوصیت تھی جس کا ذکر ابھی اوپر آچکا ہے۔ اس نے
زور دیا کہ "یہ شخص معمولی حیثیت کا مالک ہے۔ اس کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ حضور
کی طرف سے کوئی وکیل پیروی کر رہے تھے، جن میں ہندو اور سکھ وکیل بھی تھے۔ انھوں نے اور
خواجہ ماسٹر کرم الہی صاحب نے عذر کیا کہ "آپ مسلمانوں کے بہت بڑے مقتدا اور رہنما ہیں۔
آپ کے کوئی لاکھ معتقدین سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ کیا جائے۔"
انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے وکلاء کے تفصیلی دلائل سننے کے بعد فیصلہ کیا کہ "مشاہدات
نہایت قابل تعظیم اور بزرگ ہستی ہیں۔ ان کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ ایسے چھوٹے مقدمہ میں
عدالت میں بلائے جائیں۔ لہذا حکم کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوں۔ اور ان
کی طرف سے وکیل پیروی کرے۔"

محمد علی بانسٹ نے مرزائی جماعت کی مدد سے سیشن جج کی عدالت میں نگرانی کی درخواست دی۔
وہاں سے بھی مقدمہ خارج ہوا۔ تو مرزائیوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا۔ اور زور دیا کہ "آپ کا
دوران مقدمہ حاضر عدالت ہونا لازم قرار دیا جائے" فریقین کی طرف سے قابل وکیل اور لایو برٹ
پیروی کر رہے تھے حضور کی طرف سے کوئی برٹر بلا معاوضہ پیش ہوتے تھے۔ جن میں میاں سر محمد شفیع
صاحب برٹر بھی شامل تھے۔ بحث بھی انھوں نے ہی کی تھی۔ ہائی کورٹ میں بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ
کو کامیابی ہوئی اور آپ کو حاضری عدالت سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ جب اس اقدام میں مرزائیوں نے ہائی کورٹ
تک جتن کی کھائی۔ تو اصل مقدمہ میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگادیا۔ مگر سیالکوٹ کے مجسٹریٹ نے
اصل مقدمہ بھی خارج کر دیا۔ اس کے بعد مرزائیوں کو دوبارہ اپیل کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور جھک مار کر
خاموش بیٹھ رہے۔

منجھلے صاحبزادہ صاحب کے خلاف مرزائیوں کی فتنہ طرازی
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے
منجھلے صاحبزادے مولانا حاجی حافظ

سید خدام حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اور ٹیل کالج لاہور میں مولوی
فاضل کا امتحان دے رہے تھے۔ مرزائیوں نے بدلہ لینے کی خاطر ان کے خلاف ایک فوجداری
مقدمہ اتر کر دیا۔ اس مقدمہ کی پیروی کے لئے حضور نے تقریباً ایک سال تک مسجد چٹوایاں میں قیام
فرمایا۔ دشمن چاہتے تھے کہ حضور کو اس طرح پریشان کریں کہ تبلیغ وارشاد کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے۔ لیکن
حضور عفو و شد و سبب خیر گر خدا خواہد۔ معاندین کا یہ اقدام ان کے منشا کے بالکل برعکس نکلا۔ مسجد
چٹوایاں میں قیام کے زمانے میں حضور کا فیض عام جاری رہا۔ بڑے پیمانے پر حضرت قبلہ عالم
رحمۃ اللہ علیہ کا سنگر قائم تھا۔ سامان خورد و نوش برابر گھر سے منگواتے رہے اور جہانوں کی خاطر
مدارات جاری رہی۔ مسجد میں ہر رات آپ وعظ فرماتے، جس میں دور و نزدیک کے لوگ شرکت کے
لئے آتے اور فیض یاب ہوتے۔ ان آیات میں بے شمار لوگ تائب ہو کر داخل سلسلہ عالیہ ہوئے۔

مقدمہ کی پیروی کے لئے محرم علی چشتی صاحب حضور کی طرف سے وکیل تھے۔ دوسرے وکلاء
بھی شریک تھے۔ لیکن بحث میاں سر محمد شفیع صاحب برٹر نے کی تھی۔ اور پہلے کی طرح اب بھی وہی
منشانہ کے روادار نہوتے۔ خواجہ ماسٹر کرم الہی صاحب مرحوم وکیل سیالکوٹ سے مقدمہ کی پیروی کے لئے

میں بھی اس سفر میں ہر کام تھا۔ سیالکوٹ سٹیشن پر جیسے ہی ریل پہنچی، بہت سے اشتہار اس سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ڈال دیے گئے جس میں حضور سفر کر رہے تھے، اشتہار دیکھا تو مطالبہ کا علم ہوا۔ حاجی نواب دین صاحب اور امام دین صاحب نے دوسرے دن ہی بینک میں روپیہ جمع کرادیا۔

خواجہ ماسٹر کرم ابھی صاحب سیکریٹری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ نے اخبار سیاست لاہور مؤرخہ ۴۸ دسمبر ۱۹۲۸ء میں ایک طویل بیان شائع کیا جس میں تحریر کیا تھا کہ ”مرزا صاحب کی جماعت ابتدا سے حضرت قبلہ عالم روحی فداہ اور آپ کے غلاموں کی مخالفت پر کمر بستہ رہی ہے۔ ۱۹۲۷ء کے سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ کے موقع پر مرزا قادیانی کے چند معتقد علی پر شریف آئے۔ ان کی نیت فساد اور شرارت کی تھی۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے مرزا کے اعتقادات اور اہامات کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ ایک مولوی صاحب نے جلسے میں مرزا کے اعتقادات کی تردید کی۔ ایمان کی حقیقت بیان کی۔ اور مسئلہ ختم نبوت پر مکمل روشنی ڈالی۔ اس موقع پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ ”مرزا کے ایمان کو صحیح ثابت کرنے والے کو دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ اس کے بعد سے سیالکوٹ کی مرزائی جماعت اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے غلامان سیالکوٹ کے مابین اشتہار بازی ہوتی رہی ہے۔ اب ان کے مطالبہ پر ہم نے دس ہزار روپے امپریل بینک سیالکوٹ میں جمع کر کے اعلان کر دیا ہے۔ اور دعوت دی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود مرزا کے ایمان کو سچا ثابت کریں۔ مگر مخالفین اس اعلان کے بعد سے خاموش ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سب کو سکتہ ہو گیا ہے۔ کوئی سامنے نہ آیا جو اپنا مدعا ثابت کر سکتا۔ اور اتنا بڑا انعام حاصل کرتا۔“

اس تفصیل سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان جھوٹے مدعیوں کو کبھی سامنے آکر اپنا موقف اور عقیدہ ثابت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اور حق کا بول ہی بالا رہا۔

مرزائی سب حج کا اعتراف حق ایک بار ریل میں ایک سینئر سب حج میرے ہم سفر تھے۔ وہ مرزائی تھے۔ انھوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ ”ہندوستان میں تین طاقتوں نے بیک وقت اپنے اپنے عقاید کی تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ انگریزوں نے عیسائیت کی، مرزا نے اپنے مذہب کی، اور شاہ صاحب نے دین حق کی تبلیغ شروع

برابر کیا کرتے تھے۔ ماسٹر کرم ابھی صاحب نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ از حد لائق تکریم و تحسین ہیں۔ جس رات کی صبح فیصلہ سنایا جانا تھا، وہ رات حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی آپ نے خادم حاجی عبداللہ صاحب امرتسری کو حکم دیا کہ ”آج فیصلے کی تاریخ ہے۔ پلاؤ زردو کی دگیں چڑھا دو۔“ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ ”بری ہونے کا فیصلہ ہو جائے تو دگیں چڑھائیں گے۔“ فرمایا ”تم ابھی سے کام شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ بری کرے۔“ اب بیچ کی سننے۔ حکم کی رات کو اس انگریز حج نے تین بزرگوں کو خواجہ جج کو انتباہ میں دیکھا۔ جنہوں نے سختی سے اس سے کہا کہ ”تو نے جو فیصلہ لکھا ہے غلط ہے۔ یہ مقدمہ جھوٹا ہے۔“ وہ جاگا مگر چہر سو گیا۔ تین دفعہ ہی معاملہ پیش آیا۔ آخر اس نے اپنے ملازم کو بلا کر دریافت کیا کہ ”یہ معاملہ کیا ہے۔ یہ تین بزرگ کون ہیں جو میرے خواب میں آکر مجھے اس طرح کہہ رہے ہیں؟“ اس نے ملازم کو ان بزرگوں کے ٹیلے بتائے تو ملازم نے ایک بزرگ کا حلیہ سن کر کہا کہ ”یہ حکمیہ تو میرے پیر صاحب کا ہے۔ جن کے صاحبزادے کا مقدمہ تمہارے پاس ہے۔ اور تم کل حکم سنانے والے ہو۔“ اب توجج کو تنبیہ ہوئی۔ اس نے مسل پر دوبارہ نظر ڈالی۔ پہلا فیصلہ منسوخ کر کے نیا فیصلہ لکھا۔ اور ملازم کو بلا کر کہا کہ ”تمہارے پیر صاحب کے لڑکے کو میں بری کرتا ہوں۔“ صبح اس نے بری ہونے کا فیصلہ سنایا۔ توحی کا بول بالا اور دشمنوں کا منہ کالا ہوا۔ جب فیصلے کی اطلاع حضور کو پہنچائی گئی۔ تو سب مسجد شکر بجا لاٹے خوشیاں منائی گئیں۔ خیرات کی گئی۔ دگیں تیار کرانے کا حکم حضور پہلے ہی دے چکے تھے۔ چنانچہ سائے دن اور رات تک عام سنگر جاری رہا۔

مرزائیوں سے ایک اور حقیقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہی مسجد لاہور کے جلسہ عام میں اعلان فرمایا تھا کہ ”اگر مرزائی اپنے دین کو سچا ثابت کر دیں تو پانچ ہزار روپے انعام دیں گے۔“ یہ اعلان اخبارات میں بھی شائع ہوا اور اشتہارات کی شکل میں بھی عام کیا گیا۔ مگر کبھی کسی نے انعام حاصل کرنے کی جرأت نہ کی۔ البتہ ایک فخر مرزائیوں کی طرف سے اشتہار تقسیم کئے گئے کہ ”ہم اپنا مسلمان ہونا ثابت کرتے ہیں۔ پہلے تم روپیہ بینک میں جمع کرواؤ۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ تشریف لے جا رہے تھے۔

نہ آتا الا آنکھ موافق ضروری ہو جائے دین مبین کی حقانیت کا بیان آپ ایسے مؤثر انداز میں اور ایسی واضح دلیلوں اور شواہد سے فرماتے تھے کہ سامعین و حاضرین بے حد متاثر ہوتے تھے ہزار ہا غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام بن جلتے اور کتنے فاسد العقیدہ مسلمان صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر ہدایت حاصل کرتے تھے اس مقصد اعلیٰ میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات کی مخالفت کی کبھی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اس کی صمد ہا مثالیں موجود ہیں۔ میسور میں معاندین نے آپ کی مخالفت میں اور ذات اقدس پر حملہ کرنے میں کوئی کسر باقی چھوڑی تھی، مگر آپ نے فرمایا اَللّٰہُ لَا تَنْزِیْبَ عَلَیْکُمْ الْیَوْمَ (ترجمہ: تم پر آج کوئی گرفت نہیں) اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل فرماتے ہوئے ایک ہی جملہ میں ان سب کو معاف فرمادیا۔ اور صرف اتنا کہا کہ ”خدا ان کو ہدایت دے“ آپ اپنے حامیوں اور محققوں کو بھی ہمیشہ منع فرماتے تھے کہ مخالفوں کی ہرزہ سرائیوں کا کوئی جواب نہ دیں۔

لیکن اگر کبھی مقابلے کی نوبت آجاتی تو آپ دیگر مذاہب اور باطل فرقوں کا رد بھی فرماتے تھے۔ اس صورت میں بھی اپنی ذات پر حملوں کا کوئی جواب نہ دیتے۔ اور اس کا معاملہ خدائے برحق پر چھوڑ دیتے تھے۔ اس پر بھی دوسرے مذاہب اور فرقوں کے لوگ اپنی مخالفانہ کارروائیوں اور معاندانہ ہرزہ سرائیوں سے باز نہ آتے۔ مگر حیرت ناک ہے آپ کا ضبط و تحمل اور صبر و استقامت کہ بڑی سے بڑی مخالفت کی بھی کبھی پرواہ نہ کی۔ اور دینی خدمت اور ابلاغ حق میں مصروف رہے۔

جماعت اہل حدیث کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ واسطے کا بیڑ تھا اور وہ آپ کی راہ میں

رکاوٹیں پیدا کرنے سے باز نہ آتے تھے۔ ردِ قادیانیت اور فتنہ ارتداد تک میں اس جہت نے حضور کی مساعی مبارک کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ مگر ان کو ہمیشہ منہ کی کھانی پڑی۔ اور حضور کو تبلیغ و ارشاد میں جو روشن کامیابیاں حاصل ہوئیں، ان سے ایک عالم واقف ہے۔

جماعت اہل حدیث کا رسالہ ”اہل حدیث“ امرتسری سے شائع ہوتا تھا۔ اور حضور کی مخالفت میں یادہ گوئی اور ہرزہ سرائی میں پیش پیش رہتا تھا۔ اس کے معترضانہ حملوں کا جواب امرتسری سے ”الفقیہ“ نامی رسالہ میں شائع ہوتا رہتا تھا۔ حکیم معراج الدین صاحب امرتسری، مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری اور مولوی غلام احمد صاحب ”اہل حدیث“ کو اپنے

کی۔ انگریز کے پاس بہت زیادہ دولت، طاقت اور حکومت تھی۔ مرزا صاحب نے بھی چندہ کر کے بڑی دولت جمع کر لی تھی اور تنخواہ دار مبلغین کی ایک مستقل جماعت قائم کی تھی۔ اس کے عکسِ شاہ صاحب اکیسے ہی سرگرم عمل تھے۔ آپ کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا، آپ نے چندہ بھی نہیں کیا اور مبلغین کی جماعت کو بھی ملازم نہیں رکھا مگر میں اپنے سہاکوٹ کے علاقے ہی پر غور کرتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ بدولتی کا صرف ایک نے میندار سدا صاحب عیسائی ہوا ہے۔ اور جو پوری عنایت اللہ ربک کا ذیل ار، اور میرے والد صاحب اور صرف چند گھر گھٹیا لیاں کے مرزائی ہوئے ہیں۔ علاقے کے باقی تمام لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں، شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اپنے دین پر قائم رہے۔ میں نے اس کی تقریر سن کر کہا یہ اللہ کی دین ہے۔ جو کوئی اللہ کے بھروسے پر کام کرتا ہے۔ اور اسبابِ ظاہر کا پابند نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَا اِنَّ حَرْبَ اللّٰہِ هُمْ الْخٰیْبُوْنَ۔ (ترجمہ: آگاہ رہو کہ بے شک خدا کی جماعت ہی کو غلبہ حاصل ہوا کرتا ہے۔)

فسادِ فتنہ ارتداد میں مرزائیوں کا رکاوٹ بننا

دیے تھے ان کا ذکر اسی عنوان کے تحت آگے آئے گا۔ فرقہ مرزائی نے اس فتنے میں حد درجہ غیرتی کا ثبوت دیا تھا اور اپنی معاندانہ کاروائیوں سے فساد کے اندر ایک اور فساد برپا کر دیا تھا جو اسلامی جماعتیں متحد ہی کر دینے میں سرگرم عمل تھیں، ان سب سے بد بخت مرزائیوں کی مخالفت تھی۔ لیکن خاص طور پر وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دشمن تھے۔ اور آپ کے ارسال کردہ مبلغین کے لئے زہمتوں اور مزاحمتوں کا سبب بنتے تھے۔ مگر خدا کے فضل سے وہاں بھی ہر موقع پر ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور حضور کے مبلغین باوجود ان کی مخالفت و مخالفت کے کامیابی سے ہم کنار ہوئے۔

رواہل حدیث

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے اپنی ذات پر لازم کر لیا تھا کہ مدت العمر تبلیغ اسلام اور بیان حقانیت اسلام میں صرف فرمائیں گے۔ عموماً آپ کے موعوظات میں دیگر مذاہب کا کوئی ذکر

اپنے معاندانہ رویہ سے باز نہ آئے تو یہیں بھی سختی سے پیش آنا پڑے مگر ان کو حضورؐ سے ایسا عناد تھا کہ رسالہ "اہل حدیث" اور پنجاب کے جلسوں میں مخالفت سے بڑھ کر انھوں نے میسور جنگور کے مخالفین اور معاندین کا بھی ساتھ دیا۔ اور ان کے حق میں اشتہارات چھپوا کر شائع کئے۔ مگر یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ حضورؐ نے ان ذاتی مخالفتوں اور رکیک کاروائیوں کی کبھی پروا نہ کی۔ تاہم یہی آپ کے ساتھ تھی۔ اور بصدق قول شاعر

چلے آئے کہ ایزد بر سر و زور
ہر آنکس توف زندارشیش بسوزد
آپ ہمیشہ کامیاب رہے۔ اور دشمنوں کو زندہ کی کھانی پڑی۔

حضرت قبلہ کی نرمی اور درگزر
جو کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان معاندانہ ہرزہ سراؤں کی جواب دینے سے ہمیشہ سب کو منع فرماتے رہے، اس لئے اتنے ذکر پر ہی بس کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جو میرے سامنے کی بات ہے۔ مولوی الفاضل صاحب ساکن جنڈوسا ہی (تحصیل ڈوسک) نے ایک دفعہ مجھ سے کچھ مسائل پر گفتگو کی۔ میں ان کی تشریف کرتا رہا۔ انھوں نے امتیاط النظر پر جو سوالات کئے، ان کی نوعیت سے میں چونکا۔ اور میں نے دریافت کیا "کیا آپ کبھی اہل حدیث تھے؟" انھوں نے کہا "جی ہاں! میرے تمام استاد علمائے اہل حدیث میں سے تھے، اور میں خود بھی اس عقیدے پر تھا" میں نے دریافت کیا "تو پھر آپ اہل سنت والجماعت کیسے بن گئے؟" انھوں نے جواب دیا کہ "یہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان ہے۔ انھوں نے میرے علم کے نیچے کھول دیے، جس سے میں قائل ہو گیا کہ اہل سنت کا مسلک ہی درست ہے۔ ایسا کامل پیر نہ ملتا تو میں یونہی تاریکیوں میں جھکتا رہتا"۔

نواب شاہ کے لوگوں کا قائل ہو جانا
ایک بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نواب شاہ تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ لوگ جتھابنا کے آئے اور آپ سے ملے۔ آپ نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کے علم میں بڑے الفاظ سے کیوں یاد کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میں تو کسی کی ذات سے متعلق کوئی بات نہیں کہی۔ البتہ دشمنان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کہا تھا کہ ہرگز ہرگز کسی دشمن رسول اور حضور اکرم کی شان میں بے ادبی کرنے والے کی شکل بھی

مُسکبت جو اہل سے قائل فرماتے تھے۔ مگر یہاں تو صرف بغض و حسد کا جذبہ تھا، اس لئے "اہل حدیث" باز نہ آتا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان تینوں علمائے حق کو بھی جواب دینے سے روکتے تھے۔

مولوی ثناء اللہ ام قسری
مولوی ثناء اللہ صاحب ام قسری اہل حدیث جماعت کے سربراہ تھے اور ان تمام مخالفتوں میں پیش پیش رہتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کو ان کی بھی ذات سے کوئی خصوصیت نہ تھی مگر ان کے عناد کی وجہ سے کبھی انھیں اپنے قریب نہیں آنے دیا۔ فرماتے تھے کہ "یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ بے ادب ہے" مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کا تعلق بھی اسی جماعت سے تھا۔ مگر وہ ان جلسوں میں جو مرزائے قادیان کے خلاف منعقد ہوتے تھے، حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے قدم بعت میں شریک ہوتے تھے۔ انھوں نے ایک سال بھی شائع کیا تھا، جس میں حضور کے عقائد سے اتفاق و اشتراک کا اعتراف کیا تھا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب ام قسری سے اختلاف کرتے ہوئے صاف لکھا تھا کہ "وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلمے ادب ہے۔ میرے اور اس کے عقائد میں فرق ہے"۔ مولوی ثناء اللہ ام قسری ہمیشہ اہل سنت والجماعت اور حنفی مذہب کی مخالفت اور تردید میں سرگرم رہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس جماعت حق کے سرخیل اور ممتاز ترین پیشوا تھے، اس لئے وہ آپ کی ذات پر از حد رکیک حملے کیا کرتے تھے۔ مگر آپ نے حسب عادت ان ذاتی حملوں کا کوئی جواب دینا پسند نہیں کیا۔ اکثر مقامات پر اور ام قسری باخصوص اہل حدیث کے معاندانہ رویے اور اقدامات کی وجہ سے بہت سی تلخیاں اور ہمزگیاں پیدا ہو جاتی تھیں، مگر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز ہمیشہ اڑے آتے اور مخالفت کو عناد و عنصمت سے محفوظ رکھنے کی کوشش فرماتے۔

ام قسری کے یاران طرقت کا انتباہ
ام قسری کے یاران طرقت اکثر مولوی ثناء اللہ اور دوسرے علمائے اہل حدیث کو سمجھاتے کہ "حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ صرف اسلام کی حقانیت بیان فرماتے ہیں، تم بے وجہ کیوں مخالفت کو اپنا شعار بنائے ہو؟" مگر ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک بار تو حضرت میر مدایت اللہ صاحب اور ان کے پیچھے میر مقبول محمود صاحب نے مولوی ثناء اللہ کو سختی سے منع کیا اور دھمکی دی کہ اگر تم

انہوں نے فوراً ہتھکڑی اتار دی۔ واصل نے شور مچانا شروع کر دیا کہ "میں ہرگز چوری و دیکھتی سے باز نہیں آؤں گا۔ آپ ہرگز میری ضمانت نہ دیں" آپ نے فرمایا۔ "میں نے تمہیں چھڑایا ہے۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ آگے تمہاری مرضی" وہ ساتھ ہو گیا مگر برابر شور مچاتا رہا کہ آپ نے ناحق میری ضمانت دی ہے میں ہرگز اپنے کاموں سے باز نہیں آؤں گا۔

گاؤں قریب آگیا تو واصل نے عرض کیا "آپ میرے گھر تشریف لے چلیں" ارشاد فرمایا "تو مجھے نہیں لایا میں اس جلابے کے ساتھ آیا ہوں۔ اسی کے گھر جاؤں گا" واصل نے کہا "اگر آپ اس کے گھر جا کر رہے تو میری ناک کٹ جائے گی۔ آپ نے مجھے چھڑایا ہے۔ آپ کو میرے گھر چلنا ہو گا۔ ورنہ برادری میں میری کوئی عزت نہ رہے گی" مگر آپ نے اس کی درخواست قبول نہیں کی "اسی غریب جلابے کے گھر جا کر قیام کیا۔ واصل رات بھر آپ کی جوتیوں میں بیٹھا رہا۔ صبح کو آپ نے دریافت کیا "چوہدری! گھر نہیں گیا" عرض کیا "میں قدموں ہی میں پڑا رہوں گا۔ جب تک آپ میرے ساتھ تشریف نہ لے چلیں، میں کیسے جاؤں" آپ نے فرمایا "میں چوروں کے گھر کبھی نہیں گیا"

واصل نے جواب دیا "میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آئندہ کبھی چوری نہیں کروں گا۔ ڈاکو نہیں ڈالوں گا۔ کسی بُرے فعل کے پاس نہیں جاؤں گا۔ سابق گناہوں کی خدا سے معافی چاہتا ہوں" فرمایا "اچھا اب چلوں گا" اس نے توبہ کی۔ سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک مرد صالح کی زندگی اختیار کی۔ نماز روزہ کا پابند رہا، فرائض و سنن آخر دم تک ادا کرتا رہا۔ اس کے پاس لوگ بہ کثرت آتے اور دم کرتے تھے۔ اور خدا کے فضل سے کامیاب رہیں جاتے تھے۔ اس کے صحن میں ایک شیشم کا درخت تھا جس کے سلیے میں حضور رونی افروز تھے تھے۔ اس درخت کے تین پتے توڑ کر جس بیماری میں دیتا، مریض صحت یاب ہو جاتا۔ وہ کہتا "میرا پیر کامل ہے۔ اس کی ایک توجہ نے مجھے راہِ راست پر لگا دیا۔ اور مراتب بلند کئے"

رجب علی

منعِ جہنگ کے موضعِ بلوآند میں رجب علی ایک نامی گرامی بد معاش ڈاکو اور خطرناک شخص تھا۔ بڑا قوی بھل جوان تھا۔ سارے منیع کا اس نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ افسران نے تنگ آکر اس گاؤں میں پولیس کی چوکی قائم کر دی تھی۔ جہاں پولیس گھنٹے

مات دیکھو۔ کیا تم لوگ دشمنِ رسول ہو؟" انہوں نے جواب دیا۔ "ہرگز نہیں ہم مسلمان ہیں۔ رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کا خیال بھی ہمارے دل میں نہیں آ سکتا" آپ نے فرمایا "دو تہیں تو دشمنِ رسول کی بابت ایسا کہتا ہوں۔ اور یہی میرا ایمان ہے۔ تم اگر دشمنِ رسول نہیں ہو اور حضور کی شانِ اقدس میں کوئی بے ادبی اور گستاخی نہیں کرتے تو تم جانو۔ پھر اس کا تم سے کیا واسطہ!"

چوروں ڈاکوؤں کو اہل اللہ بنانا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صدقہ غلام ایسے ہیں جن کو ابستہ میں بُرے کاموں کی عادت تھی۔ چوری، ڈاکہ زنی، شراب خوری، بدکاری، بد معاشی میں پھنسے ہوئے تھے۔ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تو تمام بُری عادتیں چھوٹ گئیں۔ نیک اعمال اختیار کئے۔ نماز روزہ کے پابند بنے۔ حج کئے اور خلقِ خدا کی ایذا رسانی کے بجائے مخلوق کی خدمت کرنے لگے۔ آپ کی ادنیٰ توجہ سے اُن کی دنیا بھی بنی اور عاقبت بھی سدھر گئی۔ ایسے بہت سے واقعات میں صرف چند مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں۔

حاجی شاہ بیگ | حاجی شاہ بیگ صاحب جہنگ کے رہنے والے ہیں۔ جب سے واصل سلسلہ ہوئے۔ تمام بُرے اعمال سے توبہ کی اور مرد صالح بن گئے۔ حج بھی کر آئے ہیں۔ چوری بد معاشی چھوڑ کر نماز روزہ کے پابند ہیں۔ حضرت شمس الملت حاجی حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی، سجادہ نشین ثانی، کی خدمت میں رہتے ہیں۔ اور اکثر ان کے سفروں میں خادم خاص کی حیثیت سے ساتھ ہوتے ہیں۔

بابا محمد واصل

تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں واصل، ملا پولیس اسے گرفتار کر کے لے جا رہی تھی۔ جگہ پر لے گیا "یہ ہمارے گاؤں کا چوہدری اور نامی گرامی ڈاکو ہے" قریب آکر پولیس والوں نے حضور کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا "میں اس ڈاکو کی ضمانت دیتا ہوں، تم اس کو آزاد کر دو"

اس کے بعد سے رجب علی اپنا زیادہ وقت مسجد میں گزارتا تھا۔ پھر اس نے کوئی کام خلاف شرع نہ کیا۔ نماز کا ایسا پابند تھا کہ تہجد اور اشراق بھی ناغہ نہ کرتا۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کا پابند بھی بن گیا۔ گھر میں کام بھی انجام دیتا۔ دوسروں کو برے کاموں سے باز رہنے کی ترغیب و تلقین کرتا۔ کئی لوگوں کو ساتھ لاکر حضرت کے ہاتھ پر توبہ کرائی اور داخل سلسلہ کرایا۔ وہ سب بھی نیک اور پابند صوم و صلوة بن گئے۔ رجب علی ہمیشہ سر پر دوپٹہ ڈالے رکھتا اور نظر اٹھا کر بھی اُپر نہ دیکھتا تھا۔ سحری کے وقت ذکر کرتے ہوئے ایک آنسو دفعہ اس کی آواز بلند ہو جاتی تو اس کی گونج دور تک جاتی اور بڑی پیاری معلوم ہوتی۔ اس علاقے کے لوگ رجب علی کے پاس آتے وہ ان کو پانی دم کر کے دیتا تھا۔ مایوس مریض بھی خدا کے فضل و کرم سے صحت یاب ہو جاتے تھے۔ ان لوگوں میں سے بعض اب بھی بقید حیات ہیں، اگرچہ اب بہت ضعیف ہو چکے ہیں۔ مگر اب بھی نماز روزہ، تہجد وغیرہ کے پابند ہیں۔

غلام محمد | بلوآند کا ایک شخص غلام محمد مجھے ملا۔ اس نے بتایا "میں بھی رجب علی کے گروہ میں تھا۔ وہ ہم سب میں سٹھ زور اور ہمارا سردار تھا۔ مگر چوری، بد معاشری اور ڈکیتی میں ہم سب ایک تھے۔ جب سے ہم حضرت کی غلامی میں داخل ہوئے، آج تک خدا کے فضل اور حضرت کی توجہ سے کوئی کام ہم سے شرع کے خلاف سرزد نہیں ہوا۔ نماز روزہ کبھی قضا نہیں ہوا۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنت نفل کے بھی پابند بنے رہے ہیں۔" غلام محمد بہت نیک صالح آدمی ہے۔ اس نے کہا "میری بیوی نماز نہیں پڑھتی تھی۔ میں نے حضور کی ہدایت کے مطابق اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا چھوڑ دیا۔ خدا نے اس کے دل میں نیکی ڈالی اور وہ بھی اب کئی نمازی بن گئی ہے۔ اور تمام احکام شریعت پر عمل کرتی ہے۔"

مائی ست بھرائی | مائی ست بھرائی بہت نیک اور پار ساعورت ہے۔ اس نے بیان کیا کہ "میرا خاوند بڑا بد معاشر تھا۔ چوری کرتا اور دوسرے اعمال بد کا مرتکب ہوتا۔ میں ہر وقت پریشان رہتی تھی۔ اور چاہتی تھی کہ وہ حضور سے داخل ہو جائے۔ تاکہ اس کی دنیا اور عاقبت مدھر جائے۔ ورنہ وہ خود بھی چوری کا مال کھاتا تھا اور مجھے بھی حرام کھانے کی ترغیب دیتا تھا۔ آخر میں نے حضور سے عرض کیا۔ فرمایا "اسے میرے پاس لاؤ۔" بڑی خوش

ایک سب انسپکٹر اور پولیس کے جوان تعینات ہوتے تھے۔ رات کو رجب علی کو اپنے پاس پابند رکھتے تاکہ رات میں کوئی بد معاشری نہ کرے۔

حضرت پسلیا زوالہ تشریف لے گئے تو کرم علی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے گاؤں واپس جا کر تعانیدار سے کہا "اگر سید صاحب کو یہاں لے آؤ تو رجب علی میدان ہوجائے گا۔ اور تمہاری جان بھی چھوٹ جائے گی۔" اس نے حاضر ہو کر درخواست کی۔ آپ نے بلوآند تشریف لانے کا وعدہ کر لیا۔ آپ وہاں پہنچے تو تعانیدار نے عرض کیا "دعا فرمائیے کہ یا رجب علی مر جائے یا میں۔ جو اس مصیبت سے جان چھوٹے۔" آپ نے فرمایا "میں نے ساری عمر کسی کے لئے بد دعا نہیں کی۔ تم رجب علی کو یہاں لے آؤ۔"

رجب علی کو لائے تو لوگ آپ حضرت کے پیروں پر رہے تھے۔ تعانیدار نے کہا "تو بھی حضرت کے پیروں پر۔ شاید اللہ تعالیٰ تجھے نیک ہدایت دے۔" اس نے ایک ہاتھ سے زور سے پیر دبا تو آپ نے پوچھا "یہ کون ہے؟" عرض کیا گیا "رجب علی ہے۔" آپ نے فرمایا "باقی سب چھوڑ دو۔" اور لے ہدایت کی دونوں ہاتھوں سے خوب زور سے دباؤ۔ اس نے زباناً مندر فرمایا۔ برابر یہی کہتے رہے اور زور سے۔ اور زور سے "وہ عاجز آگیا اور آپ برابر اور زیادہ زور لگانے کا حکم دیتے رہے۔ اس نے پاؤں سے ہاتھ اٹھا کے عرض کیا "حضور! میں اگر بھینس کی ٹانگ اتنے زور سے دباؤں تو پوچھ پوچھ کر دوں۔ میں تو بھینس کو دونوں جبڑوں سے پکڑ کر دوکر دیتا ہوں۔ یہ انسانی طاقت نہیں یہ تو نورانیت ہے کہ میں جتنا بھی زور لگاتا ہوں، حضور اور زیادہ کا حکم دیتے ہیں۔"

حضور نے فرمایا "تو تو بہت مشہور اور زور آور ڈاکو شمار کیا جاتا ہے، یہ کیسا زور ہے کہ پاؤں بھی نہیں دبا سکتا۔" وہ گڑگڑانے لگا اور عرض کیا۔ "میں توبہ کرتا ہوں۔ اپنے اعمال بد سے باز رہنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ حضور بھی رب تعالیٰ کے حضور میں میری حضرت کی دعا کریں اور مجھے سلسلہ میں داخل کریں۔" آپ نے اسے دوسرے گاؤں لے جا کر توبہ کرائی اور سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ پاس بٹھا کر اللہ کے نام کی اسی توجہ دی اور ضرب لگائی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ کئی گھنٹے بیہوش پڑا رہا۔ ہوش میں آیا تو فرمایا "اب بھی چوری کرے گا؟" اس نے صدق دل سے توبہ کی۔ اور مدت العمر نیک صالح بن کر زندگی بسر کی۔

انکی صبح وہ لوگ پھر آئے اور معافی طلب کی۔ ماموں صاحب قبلہ نے معافی دی اور خوب تنبیہ مدارات کی۔ چوروں کے سردار کا نام صالح محمد تھا۔ اس نے کہا "میں علی پور سیدان حاضر ہو کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے معافی طلب کرنا چاہتا ہوں" ماموں صاحب قبلہ نے فرمایا "آخر حسین کے ہمراہ چلے جاؤ" ایک ہفتہ بعد وہ میرے ساتھ علی پور شریف حاضر ہوئے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھتے ہی فرمایا "آخر تمام مویشی مل گئے" میں نے عرض کیا "جی ہاں! سب مل گئے۔ اور چور بھی حاضر ہے" فرمایا "صالح محمد میں تیرا بڑا مشکور ہوں۔ تو نے بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو جزا دیں گے" صالح محمد نے پاؤں پکڑ لئے۔ عرض کیا "میں بڑا گنہگار ہوں۔ مجھے معاف کر دیا جائے" فرمایا "تیرے احسان نے گناہ کو چھپا لیا ہے۔ ہم تیرے احسان مند ہیں"

آپ نے کئی دن اس کو ہمان رکھا۔ اور اتنی خاطر مدارات کی کہ وہ حیران ہو گیا۔ وہ شخصیت کی اجازت چاہتا تو فرماتے "ابھی اور ٹھیر۔ میں تیرے ہر نقصان کا ضامن ہوں" آخر جب اس کے بار بار عرض کرنے پر جانے کی اجازت دی۔ تو رخصت کے وقت ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا "صالح محمد چوری کیوں کرتے ہو؟" اس نے عرض کیا "چوری نہ کروں تو کھاؤں کہاں سے؟" آپ نے فرمایا کلمہ شریف پڑھ کر چوری کرنا چھوڑ دو۔ تو میں تمہارے رزق کا ذمہ لیتا ہوں تنگی یا بھوک آجائے تو میرے گلے میں رستی ڈال دینا"

آپ کی توجہ سے اس پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت کلمہ پڑھا۔ اور عہد کیا کہ کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں کروں گا۔ پھر اس نے عرض کیا "اگر کوئی شریک اگر تنگی کے توجہ بدل لینے کی اجازت دیجئے" آپ نے ارشاد کیا "تم مسجد میں جا بیٹھو۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرو۔ شریک تمہارے جوتوں میں آکر بیٹھیں گے اور تمہاری فرماں برداری کریں گے۔ ایک بات میری یاد رکھو۔ اگر وہ تمہیں کسی معاملے میں دخل دینے کو کہیں، تو بھی ہرگز کبھی دخل نہ دینا" صالح محمد سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گیا اور بعد میں حاضر ہوتا رہا۔ حضور کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ "الحمد للہ مجھے رزق کی کوئی کمی نہیں۔ آپ کی دعائیں میرے شامل حال ہیں پانے ساتھی میری جوتیوں میں آکر بیٹھتے ہیں۔ میں آپ کے حکم کے مطابق ان کے فیصلوں میں دخل نہیں دیتا۔"

میں سے خدمت میں لانے میں کامیاب ہوئی۔ حضور نے اسے دھوکرا یا۔ تو بکرائی۔ اور اللہ کے نام کی ایسی ضرب لگائی کہ کئی گھنٹے بیہوش رہا۔ ہوش آیا تو حضرت کے قدموں میں گر گیا۔ اور وعدہ کیا کہ اب کسی قسم کے برے کام میں نہیں پڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ میرے پچھلے گناہ معاف فرمائے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ تمام عمر احکام شرعیہ کا پابند رہا۔ اس نے ناظرہ قرآن شریف بھی پڑھ لیا تھا۔ اور اپنا زیادہ وقت عبادت میں صرف کرتا تھا"

صالح محمد | ماموں صاحب قبلہ حضرت سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے تھے۔ آپ کا قیام چک نمبر ۶ جنوبی متصل بجلوال میں تھا۔ زمینداری کے کاموں کے لئے اپنے مال مویشی رکھے ہوتے تھے۔ ایک رات چور آپ کے کئی ہزار کے مال مویشی چرا کرے گئے۔ کھوج لگاتے پھر رہے تھے کہ ایک راہ گیر نے پوچھا "کس کے مویشی چوری ہوئے ہیں؟" جب اسے معلوم ہوا کہ سیدوں کے مویشی چرائے گئے ہیں تو حیران ہو گیا کہ سادات کا مال بھی چرایا جانے لگا، مخلوق غرق ہو جائیگا۔ اس شخص نے رات چوروں کے گھر لہری کی۔ اور وہاں کہا کہ "چک نمبر ۶ کسے کسی نے سیدوں کے مویشی چوری کئے ہیں۔ سادات کا مال چرایا جانے لگا ہے، اب دنیا کی تباہی کا وقت آتا نظر آتا ہے"

اسی رات چور گھوڑی پر سوار ہو کر چک نمبر ۶ میں آئے اور آواز دے کر پوچھا "کس کا مال چوری ہوا ہے؟" باغبان نے جواب دیا "سیدوں کا۔ یہ سادات علی پور سیدان ضلع سیالکوٹ کے ہیں۔ یہاں ان کی زمینیں ہیں، اس لئے یہاں اقامت گزریں ہیں" وہ چور گھوڑی چھوڑ گیا اور کہہ گیا کہ "شاہ صاحب سے کہو، اپنی گھوڑی لے لیں۔ باقی مال پرچوں آجائے گا" باغبان کی اطلاع پر گھوڑی حویلی میں باندھ لی گئی۔ میری موجودگی میں وعدے کے مطابق باقی مویشی بھی چوروں نے لا کر حویلی میں پہنچا دیے۔ اور آواز دے کر کہا "شاہ صاحب! اپنا مال لے لو" ماموں صاحب قبلہ نے آواز دی کہ آؤ۔ دو منٹ میری بات سن جاؤ" آپ خود اٹھ کر ان کے پاس گئے۔ ان کا شکریہ ادا کیا۔ ان کو ساتھ لائے۔ مٹھائی کھلائی، دودھ پلایا اور پھر رخصت کیا۔

دم تک کبھی قضا نہ ہوئے۔ صورت بھی شرع شریف کے مطابق بنالی۔ دائرہ رکھ لی سچ کیا۔ غرض تنقی اور بارسا بن گئے۔

حافظ صاحب کی آخری بیماری میں میں عیادت کے لئے گیا تو دو گھنٹے تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ کہتے تھے ”خدا کا شکر ہے اور میرے پیار کا کرم ہے کہ مجھ جیسے خطا کار کی دنیا عاقبت بدل دی“ ان کو کئی بار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی ہوئی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ حضور کی ایک توجہ نے ایسی کایا پلٹ کر دی کہ کچھ سے کچھ بن گئے۔

جنات کو مرید کرنا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فیض و ارشاد افسانوں کے علاوہ جنات کے لئے بھی عام تھا۔ چنانچہ آپ نے برے اور سرکش جنوں کو راہ راست دکھائی۔ مشرف باسلام کیا۔ اور نماز پڑھنے اور احکام شرعیہ کا پابند بنایا

حیات محمد صاحب کی لڑکی
حیات محمد صاحب سکندر عزمی چک اپنی بڑی لڑکی کو لے کر علی پور شریف آئے۔ اس وقت میں اکیلا گھر پر تھا۔ لڑکی سنے آئی تو اس نے کہا ”اسلام علیکم، آپ نے مجھے پہچانا؟“ میں نے کہا ”جب تک تمہاری شکل نہ دیکھوں کیسے شناخت کر سکتا ہوں“ اس نے جواب دیا ”مدرسہ نقشبندیہ میں تمہارے ساتھ میں مولوی ابراہیم صاحب سے پڑھتا رہا ہوں“ میں نے کہا ”نام ہی بتاؤ جو میں پہچان سکوں“ اس نے جواب دیا ”میں حضرت سے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوں۔ ہر سال حاضر ہوتا ہوں۔ میں نے اتنا بتا دیا تو پھر میری شناخت ہو جائے گی اور حاضر ہونا مشکل ہو جائے گا“ میں نے کہا ”اچھا! یہ تمہارے پر بھائی ہیں۔ تم ان کو کیوں تنگ کرتے ہو؟“ اس نے جواب دیا ”یہ اچھے پر بھائی ہیں جو کبھی علی پور شریف حاضر نہیں ہوتے“ حیات محمد نے اسی وقت وعدہ کیا کہ آئندہ ضرور حاضر ہو کر دوں گا۔ وہ جن اسی وقت لڑکی کو چھوڑ کر چلا گیا۔ لڑکی اس دوران بیہوش ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں اسے ہوش آ گیا۔ اب وہ بال بچوں والی ہے۔ حیات محمد برابر حاضر و بار

نماز پڑھتا ہوں۔ روزہ رکھتا ہوں۔ اللہ اللہ کرتا ہوں۔ درود شریف کا ورد رکھتا ہوں۔ رب تعالیٰ نے رزق اور عزت عطا کی ہے کسی چیز کی کوئی کمی نہیں“

حافظ غلام حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ چک منبرہ متصل جہلال میرے بچپن کے ساتھی اور دوست تھے۔ ان کے ساتھ میری خاصی بے تکلفی تھی۔ جوانی کے زمانے میں ان کو بہت مجرمی عادتیں پڑ گئی تھیں۔ چوری، بدکاری، شراب خوری، بھنگ، چرس وغیرہ کا ایسا چسکا پڑا تھا کہ نماز پڑھتے تھے نہ روزہ رکھتے تھے۔ مگر حضرت کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے تھے۔ آپ ان کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے۔ خاطر مدارات کرتے۔ اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔

ایک بار ان کی بھوپھی صاحبہ نے حضرت سے شکایت کی کہ ”غلام حسن شراب پیتا ہے۔ بدکاری کرتا ہے۔ آپ اس کو پاس بٹھاتے اور ساتھ کھلاتے ہیں اس سے وہ اور لیر ہو گیا ہے“ فرمایا ”اختر! مائی تیرے دوست کی شکایت کرتی ہے“ پھر آپ نے غلام حسن کی بھوپھی سے کہا ”مائی جی! آپ دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ اس کو نیک بنا دیں گے“ کچھ عرصہ اسی طرح اور گزر گیا۔ ایک دفعہ حافظ صاحب کے دل میں وسوسہ آیا کہ ”حضرت بزرگ او ولی اللہ نہیں ہیں۔ نہ آپ کو میرے کرتوتوں کا پتہ ہے۔ اور نہ آپ میری اصلاح کر سکتے ہیں۔ اگر آپ ولی اللہ ہوتے تو مجھے ساتھ بٹھا کر کھانا کیوں کھلاتے۔ اور میری مدارات کیوں کرتے“ یہ خیال اتنا پختہ ہوا کہ یقین کے درجے پر پہنچ گیا۔ تو انھوں نے دل میں سوچا کہ تو پہلے ہی بہت سیلا کا رہتا، اب پیر سے بھی بدظن ہو گیا۔ اب تیری خیر نہیں۔

اگلے دن صبح ہوتے ہی علی پور شریف حاضر ہوئے۔ حضرت نے دیکھا تو فرمایا ”غلام حسن! مسجد سے تیری صلح نہ کرادیں؟ جا کپڑے دھو کر آئے“ کپڑے دھو سکھانے طہر کے وقت حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا ”کہاں گیا تھا؟ ہم کھانے کے وقت تیرا انتظار کرتے رہے“ غرض کیا ”کپڑے دھو کر اب آیا ہوں“ فرمایا ”پاک کر لئے ہیں“ غرض کیا ”جی ہاں!“ آپ نے ارشاد فرمایا ”تو نے کپڑے پاک کر لئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے تجھے پاک کر دیا“ اسی توجہ فرمائی کہ سب نشے ہرن ہو گئے، کبھی گناہ کا خیال بھی دل میں نہ آیا۔ نماز، روزہ، تہجد، فرائض، فرائض مکتے

جن کا سایہ ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو حویلی لے چلو۔ اور خود ایک طرف تشریف لے گئے۔ وہاں سب نے گتے توڑے اور چمے۔ وہاں میں گنا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ شخص مع اپنی بیوی کے سامنے آگیا تو آپ نے فرمایا اس کو حویلی نہیں لے گیا۔ جو گنا ہاتھ میں تھا اس سے اس کو مارنے لگے۔ اس عورت نے چیخا چلانا شروع کر دیا کہ میں تندرست ہو گئی۔ اسے مت مارو۔ آپ نے فرمایا "ابھی تیری باری تو آئی نہیں۔ تو پہلے ہی تندرست ہو گئی"۔

جن کو فہمائش

ایک شخص پر جن آیا ہوا تھا۔ بڑا قوی ہیکل جوان تھا۔ آپ نے اس کا انگوٹھا پکڑ لیا۔ اور مجھے حکم دیا کہ قرآن شریف کی یہ آیات پڑھ کر دم کرو۔ میں دم کرنے لگا۔ جن حاضر ہو گیا اور اس نے فرمایا کہنا شروع کر دی "میں سڑ گیا۔ جل گیا۔ اللہ مجھے معاف کیجئے۔ میں آئندہ کسی کو تنگ نہیں کروں گا۔" آپ نے فرمایا "تم بھی اللہ کی مخلوق۔ ہم بھی اللہ کی مخلوق۔ کمزور جان کر ہمیں تنگ کرتے ہو؟ جن نے توبہ کی اور عہد کیا کہ آئندہ کسی کو تنگ نہیں کروں گا۔ تو حضرت نے اس شخص کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور دیر بعد اسے ہوش آیا۔ مگر پھر کبھی اسے جن نے تنگ نہ کیا۔

رشتہ پیران الہیہ پر صاحب کا واقعہ

رشتہ پیران الہیہ پر صاحب حاضر ہوئے اور کہا کہ "وہیں جنات بہت تنگ کرتے ہیں۔ صندئق

میں رکھے کپڑوں کو آگ لگا دیتے ہیں۔ ہمارے روپے چُرا کر لے جاتے ہیں۔ کھونٹی پر سے قرآن پاک نیچے گرا دیتے ہیں۔ غرض طرح طرح سے ستاتے اور تکلیف پہنچاتے ہیں۔ جس سے ہماری زندگی اجیرن بن کے رہ گئی ہے۔ دفعیہ کے لئے مختلف تدابیر اور عمل کئے گئے مگر سب بیکار ثابت ہوئے حضرت نے فرمایا "میرا نام لے کر اپنے مکان میں بلند آواز سے کہہ دو کہ اگر آج کے بعد تم نے تنگ کیا تو پھر ہم بھی تمہیں تنگ کریں گے" اس کے چند برس بعد ریل میں مجھے وہ پیر صاحب ملے۔ میں نے حال پوچھا تو بتایا کہ میں تو سمجھا تھا حضرت نے مال دیا ہے مگر پھر بھی میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ چنانچہ وہ دن اور آج کا دن کسی قسم کا کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا۔ اور ہمسہ کامل سکون و عافیت رہ رہے ہیں۔

ہوتا رہتا ہے۔

پروفیسر شاد علی صاحب کا بیان

پروفیسر شاد علی صاحب ایم لے۔ جو انسٹریکچر ہی انجمن خیرات کے ایک رشتہ دار ملتان میں ان کے گھر مہمان تھے۔ ان کی لڑکی پر سایہ تھا۔ میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا عمل پڑھ کر دم کیا تو جن حاضر ہو گیا۔ لڑکی چار پائی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئی۔ میں نے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا "میں حضرت کا غلام ہوں۔ چار پائی پر آپ کے سامنے بیٹھنے کی کیسے گستاخی کر سکتا ہوں؟" بہت دیر رہا ہوتی رہی۔ آخر اس نے وعدہ لیا کہ ایک چھوٹا کمرہ اس کے لئے خالی کر دیا جائے، تاکہ وہ وہاں نماز درود، وظائف پڑھے کر سکے۔ اس کے بعد وہ اس لڑکی کو چھوڑ کر چلا گیا۔

مسجد کے جن کو توبہ کرانا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص حاجی محمد بڑا صاحب نے بیان کیا کہ حضور ایک دفعہ ایک گاؤں میں تشریف لے گئے وہاں کی مسجد غیر آباد تھی۔ آپ نے سبب معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا اس مسجد میں جن رہتا ہے اس لئے لوگ آتے بچے بچول کھاتے ہیں۔ آپ نے مسجد کو صاف کر دیا۔ افان دلوئی۔ نماز ادا کی اور رات کو وہیں فروکش ہوئے جن نے آکر پاؤں دہانے شروع کئے۔ آپ نے اور زور سے بانے کا حکم دیا۔ وہ جتنا زور لگاتا تھا، آپ اور زیادہ زور سے بانے کا حکم دیتے تھے۔ آخر وہ تنگ آگیا۔ اور درخواست کی کہ "میں توبہ کرتا ہوں، مجھے سلسلہ میں داخل فرمائیں" آپ نے اسے توبہ کرائی، اور سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ اس کے بعد سے مسجد بغضہ تعالیٰ آباد ہے۔

بابا فضل نور

بابا فضل نور ضلع میانوالی کا رہنے والا تھا۔ اس پر بڑی مدت سے جن کا اثر تھا۔ آپ نے فضل نور کو سلسلہ میں داخل کیا تو وہ جن بھی توبہ کر کے داخل ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "اب تم اس کے پیر بھائی ہو اس کو چھوڑ دو۔ مسلمان کا یہ شیوہ نہیں کہ کسی کو دکھ پہنچائے، اب تم کسی کو تکلیف مت دینا،" حضرت اکثر اسی طرح کرتے تھے کہ قرآن شریف کی آیات پڑھ کر جن کو حاضر کرتے۔ دونوں کو توبہ کر کے مسلمان بناتے اور سلسلہ عالیہ میں داخل کرتے۔ اور اعمال صالحہ کی تاکید فرماتے۔

جن اتارنا

ایک شخص اپنی بیوی کو ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوا اور بتایا کہ اس پر

کسرش جن کو زیر کرنا علی پور شریف کی ایک نوجوان لڑکی پر جن کا اثر تھا۔
 باہر سے ایک عامل صاحب آئے ہوئے تھے۔ انھیں لڑکی کے
 پاس لے گئے۔ انھوں نے عمل شروع کیا تو جن نے عامل صاحب کو خوب مارا پیٹا۔ مشکل لوگوں
 نے ان کو بچایا۔ پھر اس لڑکی کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لائے۔ آپ مسجد نور
 سے عصر کی نماز ادا کر کے واپس تشریف لارہے تھے کہ وہ لڑکی سامنے آئی۔ اس نے کہا میں
 نے ایسے بہت سید دیکھے ہیں۔ تم نے کل والے سید کا حال نہیں دیکھا؟ اسی طرح کی باتیں کرتی
 ہوئی وہ لڑکی حضور کے قریب آئی۔ آپ نے اس کے ایک ایسا زوردار طمانچا مارا کہ سامنے
 کی دیوار سے جا ٹکرانی اور زمین پر گر گئی۔ ارشاد ہوا "اسے خوب مارو" سب نے ماننا
 شروع کر دیا خود کچھ پڑھتے بھی رہے اور مارتے بھی رہے۔ وہ جن معافی مانگنے لگا۔ آپ نے
 فرمایا "تیرا کسی سید سے پالا ہی نہیں پڑا۔ تو نے آج تک کوئی سید دیکھا ہی نہیں"۔
 وہ اللہ کا واسطہ دینے لگا۔ اور اللہ کی قسم کھا کر وعدہ کیا کہ اب کسی کو کبھی تنگ نہیں
 کروں گا۔ تب حضرت نے حکم دیا چھوڑ دو۔ وہ جن بھاگ گیا۔ اور لڑکی بیہوش ہو کر گر پڑی۔
 غرض ایسے بہت واقعات ہیں کہ آپ نے جنات کی اصلاح کی خلق خدا کو ان کے
 آسیب سے محفوظ کیا۔ اور خود ان کو توبہ کے نیک راہ پر چلنا سکھایا۔ شیخ سعدیؒ نے
 صحیح کہا ہے۔

تو ہم گردن از حکم داور پیچ
 کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو پیچ



حضور کا تصوف۔ یا راز طریقت پر شفقت
 خدام خاص۔ مکاشفات۔ کرامات۔

حضور کا تصوف

حقیقت شریعت پر اطمینان قلب کے ساتھ عمل پیرا ہونا اصل تصوف ہے۔ یحییٰ شریف میں آیا ہے اَلْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ اِلَىٰ بِالشَّوْكَانِ (ترجمہ) ”بندہ نوافل کی ادائیگی کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے“ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر عمل تھا۔ اور آپ حقوق اللہ اور حقوق الناس کی ادائیگی کی اڑس تاکید فرماتے تھے۔

آپ کا تصوف ترک دنیا نہ تھا۔ آپ اچھا کھاتے، پاکیزہ لباس پہنتے اور دنیوی کاموں میں شریعت حقہ کے مطابق عمل پیرا ہوتے تھے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا التزام آپ کی عادت اور سرشت بن گیا تھا جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ آپ خود بھی شریعت اور سنت پر مدت احرار عالم رہے اور یاران طریقت کو بھی یہی تاکید فرماتے رہے۔ جو لوگ اطمینان قلب کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، ان کے قلوب پر صفات الہی کا پرتو پڑتا ہے اور وہ مقامات بلند پر فائز ہوتے ہیں۔ یہی ہے تصوف کی حقیقت اور یہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ۔

قدیم شرعی تصوف کا احیاء حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے قدیم شرعی تصوف کو زندہ کیا اور ان روایات سے کوئی واسطہ نہ رکھا جو احکام شرعیہ کے مطابق نہیں ہیں۔ آپ کا سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ تھا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تقلید شریعت اور اتباع سنت کی اڑس تاکید فرماتے رہے۔ یہی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا شیوہ اور طریقہ تھا۔ جملہ عبادات اور اطاعات کو سنت کے مطابق انجام دینے کو آپ تصوف کی روح سمجھتے تھے۔ اللہ کا ذکر کرنا، تہجد کی پابندی کرنا، درود شریف پڑھنا، نماز روزہ اور دیگر فرائض و واجبات و سنن کو لازم بنانا، حقوق العباد ادا کرنا، اخلاق و اعمال و عادات میں صاحب خلق عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا، جملہ مہنیات اور مکروہات سے کامل پرہیز کرنا، یہ آپ کی اصل تعلیم تھی۔ آپ جو وظائف تلقین فرماتے وہ عموماً بہت آسان قسم کے ہوتے تھے۔

چند کشتی اور مشکل اور اسے منہ فرماتے۔ اور اکثر کہتے ”میں خود کوئی وظیفہ نہیں پڑھتا، تم کو کیوں بتاؤں؟“

نفس اتارہ کو زیر کرنا نفس اتارہ کو قابو کرنا بہت مشکل کام ہے۔ یہ آپ ہی کا کمال تھا کہ اور مخلوق میں مثل ہی نہیں تھے تو اور اللہ سے واصل تھے۔

”دل بے یار و دست بکار“ پر آپ کا عمل تھا۔ ”بے ہمد و باہمہ“ آپ کا روزمرہ تھا۔ خلق خدا کو صراط مستقیم پر گامزن کرنا اور انہیں پابند شریعت و سنت بنانا حضرت ہی کا کمال تھا۔ آپ نے ہزاروں لاکھوں بندگان خدا کی اصلاح کر کے ان کو ذکر و شغل بنایا اور نفس مطمئنہ کے رتبہ پر پہنچایا، یہی آپ کے تصوف کا کارنامہ عظیم تھا۔

کفار کے ساتھ جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔ لیکن اپنے نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کرنا سب پر فرض عین ہے۔ امور دنیوی میں احکام شریعت پر کاربند ہونا اور اپنی خواہش سے ان میں کمی نہ کرنا لازم ہے۔ اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو دوسروں تک پہنچانا اور ان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر آمادہ کرنا شریعت اور طریقت کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں غرق رہ کر اس سے کامل رابطہ رکھنا اور اسی کے ساتھ نفس و شیطان کو قابو میں رکھ کر دین اور دنیا کو سدھارنا ریاضت اور مجاہدہ کی اصل ہے۔ اسی پر حضور کا عمل تھا اور آپ یاران طریقت کو بھی اسی صراط مستقیم پر گامزن رہنے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز مکتوبات شریف میں واضح طور پر فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ میں اصل ریاضت یہ ہے کہ نفس اتارہ کی خواہشات کو قابو میں لایا جائے اور اس کے لئے اتباع احکام شریعت اور پیروی سنت پر کاربند ہونا لازم جلے۔ اس لئے کہ نفس اتارہ پر سب سے زیادہ مشکل یہی بات ہوتی ہے کہ اسے شریعت کے لوازم و فرائض کی پابندی پر مجبور کیا جائے۔ اس واسطے اسی کا کامل اہتمام ضروری ہے۔ اگر ایسے مجاہدات یا ریاضتیں اختیار کی جائیں جو تقلید سنت کے دائرہ میں نہیں آتیں، تو ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ جوگی، برہمن اور یونانی فلسفی بھی ایسا کیا کرتے ہیں۔ ان ریاضتوں سے ان لوگوں کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد و صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

(مکتوبات امام ربانی ج. دفتر اول - مکتوب ۲۶۶)

نقشبندی تصوف

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اسی "نقشبندی تصوف" پر سختی سے عامل تھے۔ اور بزرگان سلسلہ عالیہ کے تصوف کی تجدید و توسیع میں مدت العمر کوشاں رہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس طرح شریعت کے پانچ رکن ہیں، اسی طرح طہارت کے بھی پانچ رکن ہیں۔ جن کی اساس پابندی شریعت اور اتباع سنت سے مستحکم ہوتی ہے۔ یہ پانچ ذکر، فکر، مراقبہ، محاسبہ اور رابطہ ہیں۔ بلکہ بعض اکابر تو فرماتے ہیں کہ اگر شیخ سے رابطہ نہ ہو جائے تو باقی ارکان خود بخود فیضانِ الہی سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا ہے۔

یک زمانہ نصبتے با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا او نشیند در حضور اولیا

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ "جب ہم شاہرات کے پاس گئے تو اس نے دریافت کیا کہ آپ کو شیخ کا منصب باپ ادا سے وراثتاً ملا ہے؟" میں نے جواب دیا "نہیں" اس نے پوچھا "آپ ذکر جہر کرتے اور سماع سنتے ہیں؟" میں نے کہا "نہیں" اس پر اس نے کہا "انہی باتوں کا نام تو درویشی ہے اور یہی آپ میں نہیں ہیں؟" میں نے جواب دیا "جذبہ الہی مجھ پر پہنچا۔ اور میں نے بلا مسابقت و ریاضت قبول کیا۔ اور رب تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ عالیہ کے خلفاء سے تبعیت ہوا۔ ان کے یہاں ان چیزوں میں سے کچھ نہیں پایا جاتا" بادشاہ نے پوچھا "پھر ان کے ہاں کیا چیز ہے؟" میں نے کہا "ظاہر باطن باحق" بادشاہ بولا "کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟" میں نے کہا "ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا جَاءَكَ مِنْ بَشَرٍ لَّا تَلِيهِمْ تَجَارَةً وَلَا يَبِيعُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ تَرْجُمَهُ اللَّهُ لو کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر خدا سے غافل نہیں کر سکتی (دوسری جگہ فرمایا ہے۔ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ترجمہ: وہ ہمیشہ عبادت و ذکر میں مصروف رہتے ہیں۔)"

حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا بادشاہ کے دل پر زبردست اثر ہوا۔ آپ

"دری طریق ریاضات و مجاہدات بانفس آثارہ باتیان احکام شرعیہ است۔ و التزام بہ سنت سننہ۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التخیہ۔ زیرا کہ مقصود از ارسال رسل و انزال کتب دفع ہوا الی نفس آثارہ است۔ کہ بہ معادلات مولائے خود عمل سلطانہ منتہی گشتہ است۔ پس دفع ہوا الی نفس باتیان احکام شرعیہ است۔ ہر قدر کہ در شریعت راسخ تر باشد از ہوا الی نفس بعید تر بود۔ پس پہنچ چیز بنفس آثارہ شاق تر از امتثال او و نو اہی شریعت نبود۔ و غرابی او جو در تقلید شاق شریعت متصور نباشد۔ ریاضات و مجاہدات کہ بہ مادائے تقلید سنت اختیار کنند معتبر نیست۔ کہ جو گیان و براہمہ ہند و فلاسفہ یونان درین امر شرکت دارند۔ و آل ریاضات در حق ایشان جز ضلالت نمی افزاید و غیر خسارت راہ نمی نماید" (مکتوبات امام ربانی ج. دفتر اول - مکتوب ۲۶۱)

اسی بنیاد پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ اختیار کرنا سب سے افضل ہے۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی افضلیت

کئی دیگر طرق تصوف میں بھی اجازت حاصل تھی۔ مگر آپ طریق نقشبندیہ کو سب سے افضل جانتے تھے۔ اس لئے کہ یہاں سنت کے اتباع اور بدعت کے اجتناب کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کو اگر اتباع سنت کی دولت حاصل ہو، اور احوال حاصل نہ ہوں تو بھی وہ بہت خوش رہتے ہیں۔ اور اگر احوال حاصل ہو جائیں مگر اتباع سنت میں فتور رہ جائے تو ایسے احوال کو وہ مطلقاً پسند نہیں کرتے۔ اسی لئے ان کے یہاں سماع اور رقص کا کوئی ذکر نہیں آتا۔ اور ان کے ذریعے جو احوال حاصل ہوں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ بلکہ انھوں نے تو دو ذکر جہر کو بھی بدعت جانا اور اس سے باصرار منع فرمایا ہے۔

حضرت مجدد صاحب قدس سرہ العزیز کے اپنے فرمودات یہ ہیں:

"در میان طرق صوفیہ اختیار کردن طریقہ عالیہ نقشبندیہ اولیٰ و انسب است۔ چہ این بزرگان انتظام متابعت سنت نموده اند۔ و اجتناب از بدعت فرمودہ۔ لہذا اگر دولت متابعت دارند و از احوال پیچندارند خورسند اند۔ و اگر باوجود احوال و متابعت فتور و اندک احوال را نمی پسندند۔ ازیں جا ست کہ سماع و رقص را تجویز نہ کردہ اند۔ و احوالے کہ بران مرتب شود اعتبار نہ نموده۔ بلکہ ذکر جہر را بدعت دانستہ منع آن فرمودہ اند۔ و فرماتے کہ بران مرتب شود اتفات باسن نہ نموده۔"

تو رب تعالیٰ اور زیادہ دیں گے۔ ان کا حکم ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ عطا کروں گا۔"

جو یارانِ طریقت حاضر خدمت ہوتے آپ ان سے گھر اور کاروبار کی تفصیلات معلوم کرتے تھے۔ اگر کوئی کہتا کہ وہ کچھ نہیں کرتا تو آپ ناراضی کا اظہار فرماتے تھے۔ نور عالم گجراتی حاضر خدمت ہوا تو اس سے پوچھا "کیا کام کرتے ہو؟" اس نے بڑے فخریہ انداز میں جواب دیا "کچھ نہیں کرتا۔ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ کھا لیتا ہوں۔" آپ نے فرمایا "ہمارے ہاں تو جو آدمی کوئی کام نہ کرے، اسے کوڑھی کہتے ہیں۔" اس نے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ بیکار نہیں رہوں گا۔ کوئی نہ کوئی کام ضرور کیا کر دوں گا۔

پہلے جا بجا بیان ہو چکا ہے کہ حضور مہافوں کو بڑے اصرار سے خوب سیر ہو کر کھانا کھانے کا حکم دیتے تھے۔ آپ نے اکثر فرمایا "خوب پیٹ بھر کر کھایا کرو۔ بھوکے سے تو منہ بھی ادا نہیں ہو سکتی۔ کمال یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں سے پوری طرح سیر ہو اور پھر اللہ اللہ کرے۔ اور فرائض و اجبات کے علاوہ سنن و نوافل کو اچھی طرح ادا کرے۔ یاد رکھو! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صائم الدہر رہنے سے منع فرمایا ہے۔"

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بمبئی تشریف لے گئے تو وہاں بغداد کے بزرگ کو تلقین بغداد تشریف کے ایک بزرگ اور پیر مقیم تھے۔

آپ نے ان سے ملاقات کے لئے جانے کا قصد کیا تو بمبئی کے یارانِ طریقت نے منع کیا اور عرض کیا کہ وہ کسی سے مصافحہ نہیں کرتے، آپ وہاں تشریف نہ لے جائیں۔ فرمایا "پھر کیا ہوا؟ میں نے ایک نیک کام کی نیت کر لی ہے۔ ضرور جاؤں گا۔" قاری شہاب الدین حمید آبادی ہمراہ گئے۔ ان بغدادی پیر صاحب نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے معافہ کیا۔ مگر قاری صاحب سے مصافحہ کے وقت ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت نے فرمایا "مصافحہ کرنا سنت ہے۔ اور سنت سے اعراض کرنا گناہ ہے۔" پھر ارشاد فرمایا "لوگ دریا میں اس لئے داخل ہوتے ہیں کہ پاک ہو جائیں جو دریا قریب ہی نہ آنے دے تو لوگ کس طرح پاک ہوں۔ آپ کو کیا علم ہے کہ بارگاہ رب العزت میں کون پاک اور کون پلید ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ آپ کے

کے ساتھ کمال احترام ہے پیش آیا حضرت کی توجہ اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جو بھی آپ کے سامنے آتا تھا غلام بن جاتا تھا۔ آخر آپ کی توجہ باطن اور تاثیر روحانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ شاوہرات اور اس کے فرزند و امراء آپ کے مرید ہوئے۔ اور دولتِ ارین سے فیض یاب ہوئے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ العزیز نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔
"طریقہ ما از نو اور است۔ و عروۃ الوثقی است۔ مارا از فضل اور وہ اند۔ دریں طریق باندگ عمل مفتوح بسیار است۔ اما رعایت سنت کارے بزرگ تر است۔"

انیسویں اور بیسویں صدی میں تقصیر و روحانیت کا یہ نمونہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا۔ آپ نے پیروی شریعت اور اتباع سنت کے اصل نقشبندی طریق پر عمل کیا۔ اور دوسروں کو بھی اس پر چلنے کا پابند بنایا۔ یہاں ترک دنیا اور ترک تنعم کی کوئی ضرورت نہیں جسمانی ریاضت شاقہ کا یہاں وجود نہیں مگر حبیبیہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "اتباع سنت مشکل ترین کام ہے۔" طریقہ نقشبندیہ کی ریاضت پیروی شرع اور اتباع سنت ہے۔ اسی پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فعال تھے۔ اچھا کھانا اور اچھا کھانا۔ صاف اور اچھا لباس پہننا اور اور دوسروں کو اسی کی ہدایت کرنا۔ سنت نبوی کی پیروی۔ امور دنیوی کو احکام شریعت کے مطابق انجام دینا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اچھی طرح ادا کرنا۔ پاکیزہ اخلاق اختیار کرنا۔ دن رات خدا کے ذکر میں مشغول رہنا مگر اسی کے ساتھ خلق خدا سے واسطہ رکھنا۔ یہ تھا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کا معمول۔ اور اسی راہ پر آپ یارانِ طریقت کو کامزن رکھتے تھے جسٹ محسن کا کوڑی کا یہ شکر حضور والا کے تصوف کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ ۵

اُدھر اللہ سے اصل ادھر مخلوق میں شامل۔ خواص اس بزرگ کبریٰ میں تھا حرفِ شہد کا مقبول خاں صاحب رشتگی کو تلقین مقبول خاں صاحب لاہی دالے رشتگی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے کپڑے میلے اور رنگین تھے۔ آپ نے مجھے طلب فرمایا اور حکم دیا "آخر! لٹھے کا ایک نیا تہ بند لاؤ۔" میں نے حاضر کیا تو حکم دیا "حاجی بوٹا سے میرا چکن کا کرتا اور گڈی لاؤ۔" یہ کپڑے مقبول خاں صاحب کو پہنائے اور فرمایا "آئندہ کبھی ویسے کپڑے مت پہننا۔ ہمیشہ صاف کپڑے پہنا کر وجہ رب تعالیٰ نے یہاں تو اچھا کھاؤ۔ اچھا پیو۔ دل فرخ رکھو۔"

یارانِ طریقت پر شفقت

مریدین کی تعداد حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے مریدین کی صحیح تعداد کسی کو نہیں معلوم۔ آپ نے مدتِ العمر تبلیغ و ارشاد میں گزاری اور سارے برصغیر کے سفر فرمائے۔ ہر جگہ سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہوتے تھے۔ مگر مریدین کی کوئی یادداشت کبھی مرتب نہیں کی گئی۔ بخشی مصطفیٰ علی خاں صاحب مہاجر مدنی نے ”آفتابِ عالم تاب“ میں مریدین کی تعداد تقریباً پچاس لاکھ بیان کی ہے۔ ”وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ“ (ترجمہ اللہ تعالیٰ صحیح بات کا بہتر جانتے والا ہے)

داخل سلسلہ کرنا جو لوگ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں داخل سلسلہ ہونے کی خواہش لے کر آتے، آپ انکار نہ فرماتے اور ان کو داخل کر لیتے۔

خطاکاروں اور گنہگاروں کے ساتھ زیادہ محبت اور شفقت سے پیش آتے اور اسی وجہ سے فرماتے کہ ایک ہی دفعہ میں ان کے دل کا رنگ اور بدی کی سیاہی دور ہو کر اس کی بجائے نورِ ایمان سے سینہ روشن ہو جاتا۔ اور وہ برائیوں سے نجات حاصل کر کے نیک اعمال کے پابند بن جاتے تھے۔ جب داخل سلسلہ ہونے والوں کی کثرت ہوتی تو دن میں کئی کئی بار حلقے منعقد کئے جاتے۔ ورنہ آپ اکثر سحری کے وقت داخل سلسلہ فرماتے تھے۔ آپ کی دستار مبارک دس گز کی ہوتی تھی۔ مریدین کی تعداد زیادہ ہوتی تو دوسری پگڑیاں باندھ کر اسے لمبا کر لیا جاتا، تاکہ سب داخل ہونے والوں کے ہاتھوں میں دستار آجائے کبھی کبھی آپ نے تعداد بہت کثیر ہو جانے کے باعث کھڑے ہو کر سب کو داخل سلسلہ کیا ہے اور اسباق بتائے ہیں۔

یارانِ طریقت کہہ کر یاد فرمانا حضور والا اپنے مریدین کو ”یار“ اور ”یارانِ طریقت“ کے الفاظ سے یاد فرماتے تھے کبھی کسی کو مرید کہہ کر یاد نہیں کیا۔ یارانِ طریقت سے آپ بے حد محبت اور شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ کوئی حاضر خدمت ہوتا تو عموماً کھڑے ہو کر معاف فرماتے۔ ضعیفی کے زمانے میں البتہ صرف مصافحہ پر قناعت

ہاتھ قاری صاحب سے لگ کر پاک ہو جائیں گے، یا آپ کے ہاتھوں سے مس ہو کر قاری صاحب کے ہاتھ پاک ہو جائیں گے۔ ان پر صاحب نے عہد کیا کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ آپ دو گھنٹے ان کے پاس رہے اور انہیں مسائلِ شریعت بتاتے سنا رہے اور فرمایا ”میرا کام مسئلہ بتانا ہے میں شریعت کے مطابق عمل پر اِبنانے کا کام کرتا رہوں گا۔“

گوشہ نشین بزرگ کو تلقین حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بارہ سال سے عورت گزین تھے اور کبھی باہر نہیں نکلتے تھے۔ حضرت کو احکامِ شریعت کی پابندی بجد کمال ملحوظ ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ”شاہ صاحب! آئیے، آپ کو مجھ پر چلا لائیں“ انھوں نے کہا ”بارہ سال اندر گوشہ نشین رہ کر بڑی مشکل سے نفس کو قابو میں کیا ہے۔ آپ اس کو پھر آزاد کرنا چاہتے ہیں۔“ آپ نے ارشاد کیا ”اندر رکھ کر نفس کو قابو میں کرنا کوئی کمال نہیں۔“ انھوں نے جواب دیا ”باہر رکھ کر اس پر تسلط قائم کرنا آپ ہی کا حصہ ہے۔ یہ کمال میرے بس کا نہیں۔“

بہارِ نشاہ مجذوب ایک دفعہ آپ میرزا وال کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں بہارِ شاہ صاحب مجذوب اپنی گلیاں بیٹھے تھے۔

آپ نے کہا ”شاہ صاحب! سلام علیکم“ بہارِ شاہ صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے اسی طرح تین دفعہ سلام علیکم کی مگر وہ مجذوب بدستور خاموش رہے۔ آپ نے زور سے کہا ”لو! تو نہیں سلام کا جواب دیتا نہیں؟“ انھوں نے سر اٹھا کر کہا ”بولنے کا مزا تو دیکھ رہے ہو کہ لوگ آپ کو پیشاب کرنے کا موقع بھی نہیں دیتے۔ اب مجھے بلوا کے کیا لیجئے گا۔ یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اپنے بس کی بات نہیں؟“

غرض حضور کا تصوف تمام و کمال شریعت و سنت پر مبنی تھا۔ آپ نے طریقت و تصوف کی ترویجِ اولیٰ کی سیدھی سچی راہ پر چلایا۔ دوسرے ملکوں میں پہنچ کر تصوف میں جو غیر اسلامی عناصر شامل ہو گئے ہیں، ان سے یکسر اجتناب کیا اور اسی پرانے تصوف پر عامل و کاربند رہے جو عہدِ رسالت اور دورِ سلف صالحین کا خاصہ تھا۔ اور جسے مشائخِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ نے اختیار کیا ہے۔

اپنے دست مبارک سے گوشت کی بوٹیاں اور دوسری چیزیں مہانوں کو عطا کرتے رہتے تھے۔ بار بار ارشاد فرماتے "خوب کھاؤ۔ خوب کھاؤ۔" جو پیٹ بھر کر کھاتا اس سے بہت خوش ہوتے۔ حالانکہ آپ کی اپنی غذا بہت قلیل تھی، مگر خوش طبعی سے فرمایا کرتے "میں بوڑھا آدمی اتنا کھا گیا ہوں تم جوان ہو اور ہاتھ روک رہے ہو۔ اور کھاؤ، کبھی فرماتے

کھانڈیاں کھانڈیاں ٹٹ جائے تراگی نام چپٹیاں چپٹیاں ہو جائے بیراگی
حضرت حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹی سے فرمایا "حکیم صاحب جس گھوٹے کو چارہ نہ دیا جائے اس

پر سواری کس طرح کی جاسکتی ہے؟" حکیم صاحب نے کہا میں سمجھا نہیں۔ فرمایا "یہ جسم انسان کا گھوڑا ہے۔ یہ کمزور ہو گیا تو فرائض و واجبات کیسے ادا ہوں گے؟" اس کے بعد جب حکیم صاحب حضور کی خدمت میں آئے تو آپ نے کوشش کر کے ایک سالم روٹی کھائی۔ اس پر حضور نے کہی بار فرمایا الحمد للہ حکیم صاحب نے پوچھا یہ شکر کس چیز کا ہے۔ فرمایا "آپ نے جو ایک سالم روٹی کھائی ہے؟" حکیم صاحب نے عرض کیا یہ تو میری ماں سے بھی زیادہ آپ شہقت فرما رہے ہیں۔ حضور فرماتے تھے "بھوکا رہ کر اللہ کرنا کوئی کمال نہیں۔ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا، پیٹ بھر کر کھانا، اس پر نہ سونا اور عبادت کرنا یہ کمال ہے؟"

اکثر ایسا ہوتا کہ کھانے کے بعد مختلف پیالیاں لائی جاتیں۔ کسی میں شہد، کسی میں مدینہ منورہ کا ادوک کا مرتبہ، کسی میں گاجر کا مرتبہ، کسی میں زیتون کا اچار، کسی میں آم کی چٹنی، کسی میں شلغم کا اچار اور اس طرح کے دوسرے اچار مرتبے۔ پہلے ہر چیز میں سے ذرا سا حضور چکھتے، پھر دوسروں کو باری باری ان کا حصہ ملتا۔

کنوئیں پر یاروں کی ضیافت
دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر موسم سرما میں یاروں کے ہمراہ اکثر اپنے کنوئیں پر تشریف لے جاتے۔ وہاں مسجد میں نازا دافرانے کے بعد سب کے ساتھ کھیت پر جاتے۔ ایکھ سے خود بھی گئے توڑتے اور دوسروں سے بھی توڑواتے۔ خود بھی چوستے اور دوسروں کو بھی گنا چوستے کا حکم دیتے۔ آپ کو گھنے کا رس بے حد پسند تھا۔ کبھی درویشوں کو حکم دیتے کہ گھنے کا رس نکال

کرنے لگے تھے۔ ہر ایک سے اس کی اور اس کے افراد خانہ کی خیریت تفصیل سے دریافت کرتے۔ اس کی ملازمت اور کاروبار کا حال معلوم کرتے، اور اس کی فلاح و بہبود کے لئے دعا فرماتے تھے یارانِ طریقت خدمتِ الامین حاضر ہوتے تو آپ بے حد خوش ہوتے، اور ان کے آرام، قیام اور مہمان داری کا توجہ سے اہتمام کرتے۔ ہر بار سے مصافحہ تو فرماتے ہی تھے لیکن اکثر ایسا ہوتا تھا کہ سب سے فرداً فرداً معاف بھی فرماتے تھے۔ طرح طرح کے لذیذ کھانے تیار کرنے کا حکم دیتے۔ موسم کے لحاظ سے نئی نئی چیزیں تیار کرواتے۔ ناشتے میں عموماً پرائے، بکھن، انڈے، کیک، رس، بکٹ، دہی، دو دھاد چائے ہوا کرتی۔ کبھی اسی کے ساتھ چاول اور سالن بھی دسترخوان پر لایا جاتا۔ کھانے کے اوقات میں پلاؤ، زردہ، سالن روٹی تو عام طور پر ہوتی ہی تھی۔ خاص طور پر ہر لہجہ، رس کی کھیر، سرسوں کا لگا اور دوسرے کھانے تیار کرانے کا حکم ہوتا تھا۔

روز نئے مہمان آتے رہتے تھے۔ پہلوں کو حکم ہوتا "آج تمہارے پیر بھائی آئے ہیں ان سے ملو۔ پیار محبت کی باتیں کرو، جو لوگ رخصت کی اجازت طلب کرتے ان سے فرماتے آج تو یہ نئے یار آئے ہیں ان سے ملاقات کرو۔ دنیا کے کام تو روز ہی ہوتے رہتے ہیں، پیر بھائیوں سے ہر روز کہاں ملاقات ہوتی ہے۔ آج مت جاؤ" اکثر یہ شعر پڑھتے۔

اے ذوق کسی مہدم دیرینہ کا ملنا بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے
یارانِ طریقت کو پیر بھائیوں کی ملاقات اور ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی ترغیب دیتے تھے، اور کوئی اپنے پیر بھائی کی مدد اور خدمت کرتا تو اس سے بہت خوش ہوتے تھے۔

وسیع دسترخوان
حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دسترخوان نہایت وسیع ہوتا تھا۔ کئی کئی کمروں میں بیک وقت سب یارانِ طریقت جمع ہو کر کھانا کھاتے تھے۔ آپ خادموں کو تاکید فرماتے رہتے تھے کہ ہر ایک کا خاص طوط پر خیال رکھیں۔ دورانِ طعام بار بار پوچھتے رہتے کہ کسی کو کسی چیز کی کمی تو نہیں ہوئی۔ آپ کے سامنے جو دسترخوان ہوتا اس پر بھی بہت سے مہمان شریک ہوتے۔ کمرے میں جس قدر آدمی سما سکتے تھے عموماً اس سے زیادہ تعداد میں قریب قریب بیٹھ جاتے تھے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

کرسب کو پلاؤں کھیر کے لئے دس جوبلی میں بھجواتے۔ اور رسا دل (دس کی کھیر) صبح کو وہی کے ساتھ کھلاتے۔ گرمیوں کے موسم میں دوپہر سرد خانہ میں بسر کرتے اور عصر کی نماز کنوئیں پر جا کر مسجد میں ادا فرماتے۔ مغرب عشا بھی وہیں پڑھتے اور عشا کے بعد واپس گھر تشریف لاتے۔ مغرب و عشا کے درمیان اکثر پروفیسر حاجی عابد حسن صاحب فریدی ایم۔ اے رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز کو حکم ہوتا کہ وعظ کہو۔ وہ نہایت عمدہ نصیح اور مدلل بیان فرماتے تو حضرت اپنی خوشنودی کا اظہار کرتے۔ انجمن کے سالانہ جلسہ میں حضرت فریدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے بعد حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے جو تحسین فرمائی تھی، اس کا ذکر ”جدید تعلیم والوں میں تبلیغ“ کے ذکر میں آچکا ہے۔

دسترخوان قیامت تک وسیع رہے گا

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ایک دفعہ حاجی عبدالعزیز صاحب زرگر کو خواب میں حضور کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ دسترخوان مبارک کے بچاؤ۔ وہ ایک فرلانگ تک دسترخوان کو مبارک کر کے گئے اور حضور فرماتے گئے اور مبارک ہو۔ حاجی صاحب نے دیکھا کہ کثیر مخلوق دسترخوان پر بیٹھ گئی۔ وہ کھانے سے فارغ ہو گئے تو دوسری جماعت نے ان کی جگہ لے لی۔ جب سب سیر ہو کر کھا چکے تو حاجی صاحب دسترخوان تہہ کرنے لگے۔ حضور نے فرمایا ”رہنے دو۔ یہ قیامت تک اسی طرح بچھا رہے گا۔“

رخصت کے وقت عطیات

یارانِ طریقت رخصت کی اجازت چاہتے تو بمشکل اور بادلِ خواستہ ان کو اجازت دیتے۔ اور اتنے تحائف عطا فرماتے کہ اٹھانے مشکل ہو جاتے۔ تسبیح، جامناز، ٹوپنی، کپڑے، رومال، گڑ، شکریہ، کھیلے، لالچی لانے، مٹھائی وغیرہ۔ غریب یارانِ طریقت کو زیادہ دیتے اور آمد و رفت کا کرایہ بھی عطا فرماتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ یاروں کے ہمراہ کئی میل تک خود بھی تشریف لے جاتے تھے۔ نیاز مند عرض کرتے کہ حضور تکلیف فرمائیں، تو ارشاد ہوتا کہ میرا جد کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

حاجی مہتاب دین صاحب

حاجی مہتاب دین صاحب نے بیان کیا کہ میں قصور سے پیدل علی پر تشریف حاضر ہوا۔ ان دنوں یہاں تک میل نہیں آتی تھی۔ جب میں آپس ہونے لگا تو حضور کئی میل تک پیدل میرے ساتھ آئے۔ میں تھوڑی تھوڑی دور پر

عرض کرتا تھا کہ حضور زحمت فرمائیں۔ مگر درخواست نہ مانی۔ اور فرمایا ”تم اتنی دور سے پیدل چل کر آئے ہو۔ مجھے بھی تو کچھ ثواب حاصل کر لینے دو“ یہ کہتے کہتے حاجی صاحب رو پڑے اور کہا کہ ”ہمیں اپنے پیر کی جو محبت اور شفقت نصیب ہوئی ہے، وہ دوسروں کو کہاں مل سکتی ہے۔“

ایک بار حضور حج سے واپس آرہے تھے کہ ریل میں چودھری اللہ پور صاحب سکنہ سادھو کے حاضر ہوئے۔ وہ بہت بوڑھے ضعیف

چودھری اللہ پور صاحب

اور غریب آدمی تھے۔ ان کے کپڑے بہت میلے اور بوسیدہ تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے اٹھ کر ملے اور ان کے بے حد انکار کے باوجود انہیں وہیں سکنڈ کلاس میں اپنے پاس بٹھا لیا۔ ریل کے دوسرے مسافر لوگوں نے حیرت سے دیکھا تو فرمایا ”یہ میرا یار ہے“ ایک فوجی چودھری صاحب کو مقدمہ کے سلسلے میں روپیہ کی ضرورت پڑی تو حضور نے نقد امداد دی۔

مہر اللہ بخش صاحب کی مدارات

ہمارے گاؤں کے مہر اللہ بخش صاحب کا بھائی پشت اور میں فوت ہو گیا تو وہ پشت اور گیا۔ وہاں بے یار و مددگار گھوم رہا تھا کہ حضرت نے دیکھ لیا۔ فوراً بلوایا۔ اس کے کپڑے میلے اور پھٹے ہوئے تھے۔ نئے کپڑے سلوا کر پہنائے۔ اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اس کے بھائی کی قبر پر پہنچایا۔ موٹر میں شہر کی سیر کرائی۔ اس کے بھائی کی تنخواہ کے جو روپے باقی تھے، وہ وصول کر کے دیے۔ مہر موصوف ہمیشہ احسان مندی کے ساتھ یہ ساری تفصیل بتایا کرتا تھا۔

مالی اعانت فرمانا

بعض پیر بھائیوں کی لڑکیاں جوان ہو جاتیں مگر وہ افلاس کی وجہ سے ان کی شادی نہ کر سکتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کو حبیبِ خاص سے اتنی امداد دیتے کہ وہ باسانی شادی کے قرض سے فارغ ہو جاتے۔ بعض پیر بھائیوں کے لڑکے افلاس و ناداری کے باعث تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے تو آپ ان کے وظائف مقرر کر دیتے، یا یکمشت امداد کرتے کہ ان کے لئے تعلیم حاصل کرنا ممکن ہو جاتا۔ مقامات میں پیر بھائیوں کی نقدی سے مدد کرتے۔ غریب پیر بھائیوں پر خاص شفقت فرماتے۔ اور ان کی ہر طرح سے مدد کرتے رہتے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ کے پاس اس وقت کچھ موجود نہیں تو قرض لے کر ان کی دستگیری کی اور بعد کو قرض ادا فرمایا۔

انہوں نے وہیں جا کر عرض کیا اور کہا "اگر آپ میرے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمائیں گے تو مدینہ منورہ کے مساکین کے لئے کیا روپے پیش خدمت کروں گا؟" تو آپ نے وعدہ کر لیا اور کہا "تم اتنی دیر چل کر آئے ہو۔ پھر مدینہ منورہ کی خدمت کا وعدہ کرتے ہو۔ مدینہ شریف کے کام کے لئے مجھے جہاں چاہو لے چلو" چنانچہ واپسی پر آپ پڑوپیاں تشریف لے گئے۔ ایک ات قیام کیا۔ حاجی صاحب نے ہر چند اصرار کیا مگر زیادہ قیام نہ فرمایا۔

حاجی عبدالعزیز صاحب زرگر مکہ چاہل زیادہ وقت حضور کی خدمت میں صرف کرتے تھے۔ ان کا ہمیشہ اصرار ہوتا تھا مگر ان کے گھر صرف ایک مرتبہ تشریف لے گئے محمد یعقوب صاحب لائل پور کی بہت منت سماجت کے بعد صرف کچھ منٹ کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ کھانے کے مولوی سید محمد کی بہت خوشامد اور اصرار کے باوجود آپ ایک دفعہ بھی ان کے گھر نہیں گئے۔ اور کہا کہ "تو اکیلا ہے۔ تجھے تکلیف ہوگی" غرض اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں کہ آپ کسی یار کے ہاں ایک دو دفعہ سے زیادہ نہ گئے، یا اس کی تکلیف کا خیال کر کے مطلق وہاں تشریف نہیں لے گئے۔ ایک یار میری موجودگی میں عبداللطیف صاحب بنگلوری نے عرض کیا کہ "حضور! جناب غبشی صاحب کے پاس کئی بار تشریف لے گئے اور دیر دیر تک قیام فرمایا۔ مگر ہمارے یہاں ایک وقت کا کھانا بھی تنادل نہیں فرمایا کہ برکت ہو جائے" آپ مسکرائے اور دریافت کیا "عبداللطیف صاحب آپ کتنی دفعہ علی پور گئے ہو؟" انہوں نے عرض کیا "ایک دفعہ" پوچھا "میرے کہنے کے باوجود وہاں کتنا قیام کیا؟" جواب دیا "ایک ات" فرمایا "دیکھو غبشی صاحب کتنی دفعہ علی پور گئے اور کتنا عرصہ وہاں ٹھہرتے رہے۔ پھر تم مجھ سے جھگڑتے ہو تم ایک دفعہ صرف ایک ات میرے پاس ٹھہرے۔ اور غبشی صاحب اتنی دفعہ وہاں جاتے ہیں۔ اور کافی دن میرے پاس ٹھہرتے ہیں؟"

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی عادت مبارک یہ تھی کہ آپ بھی ان یاروں کے پاس زیادہ جاتے اور زیادہ قیام فرماتے تھے، جو آپ کے پاس آکر زیادہ ٹھہرتے تھے۔ حیدر آباد دکن سے قاری شہاب الدین صاحب مرحوم اور بنگلور سے غبشی مصطفیٰ علی خاں صاحب تھاجو مدنی علی پور تشریف آتے تو طویل قیام کرتے۔ اور آخر حضور کے ہمراہ دکن واپس جاتے حضور بھی دور افتادہ، ضعیف اور نادان

عیادت و تعزیت

اگر کئی پیر بھائی بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت ادھر گہری کے لئے تشریف لے جاتے۔ فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر جاتے۔ وہاں بیٹھ کر تلاوت کرتے اور دعا مانگتے۔ حاجی اللہ داتا صاحب کے پاس پڑوپیاں تشریف لے گئے تو سنگلاک کے سٹیشن پر اترتے ہی فرمایا "مجھے پہلے شیخ عبداللہ کی قبر پر لے چلو۔ میں اسی لئے یہاں آیا ہوں" کافی دیر گرمی میں وہاں بیٹھ کر دعا مانگی۔ حاجی امام الدین صاحب کراچی میں فوت ہو گئے۔ آپ کراچی گئے تو مجھ سے فرمایا "ان کے روکوں کو بلاؤ تاکہ وہ مجھے ان کی قبر پر لے چلیں" حضرت مولانا عابد حسن صاحب فریدی ایم اے خلیفہ مبارز مسیٰ ۱۹۴۵ء میں آگرہ میں فوت ہوئے تو حضور اس وقت سفر دکن میں تھے۔ واپسی پر آگرہ میں قیام کیا۔ مرحوم کے مزار پر تشریف لے گئے، دیر تک ٹھہرے رہے اور تفصیلی طور پر فاتحہ پڑھی۔

پیر بھائی دعوت دیتے اور اپنے گھر بلا کر مہمان رکھنے کے خواہشمند ہوتے تو حضور والا بڑی منت سماجت کے بعد ان کے گھر جاتے۔ بعض کے یہاں تو دواک بار گئے اور بعض کے بہت اصرار پر بھی ان کے یہاں تشریف نہیں لے گئے، اور فرمایا "تم اکیلے ہو، تم کو تکلیف ہوگی" حضور کے مرشد حضرت قبلہ و کعبہ بابا حاجی صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "جہاں جاؤ شکر باقی چھوڑ کر نہ آؤ" آپ کا اسی پر عمل رہا اور جہاں جاتے بہت کم ٹھہرتے تاکہ شکر باقی نہ رہے۔

حضرت کا معمول تھا کہ جس کے گھر جاتے، اپنا کھانہ پکانے کا تمام سامان اور برتن گھر سے ساتھ لے جاتے۔ کھانا پکانے والا خادم بھی ہمراہ ہوتا۔ میزبان کو کوئی تکلیف نہ دیتے، اپنا پکانا اپنا کھانا۔ عام طور پر دواک درویشوں سے زیادہ ہمراہ ہوتے تھے۔ البتہ ملاقات اور زیارت کے لئے آنے والے مہمانوں کی مدارات میزبان کے ذمہ ہوتی۔ کھانے کے وقت حکم تھا کہ سب حاضرین شریک ہوں۔ اگر کسی وقت ظاہری طور پر اس وقت کے مہمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی اور کھانا بظاہر کم تیار ہوتا، تو آپ کھانے پر دم فرما دیتے، یا اپنا کوئی کپڑا اس کھانے پر ڈال دیتے۔ چنانچہ لاتعداد آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھا لیتے اور اس پر بھی بچ جاتا۔ حاجی اللہ داتا صاحب کئی سال منت سماجت کرتے رہے کہ آپ میرے گھر پڑوپیاں تشریف لے چلیں مگر حضور منظور نہ فرماتے۔ ایک بار حضور حیدر آباد دکن تشریف لے گئے ہوئے تھے

یاروں سے ملاقات کرنے کے لئے زحمت سفر بخوبی گوارا فرماتے تھے۔ تاکہ مستوسلین کے ایمان کو تازہ کرنے اور اعمال کی اصلاح کا مقصد اعلیٰ انجام پاتا رہے۔ آپ کسی کے گھڑن بلائے اور دعوت منظور کرانے نہیں گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ”پیر اگر اس نیت سے بیعت لے کہ مرید نذرانہ دے گا، یا میرا ایک نذرانہ زیادہ ہو جائے گا۔ تو پیر مشرک ہو جاتا ہے۔ رب کی رزاقیت پر اس کا ایمان ناقص ہے۔“ پیران عظام کے سردار اور اولوالعزم پیروں کا تو یہ فرمان ہے۔ بعض جاہل، نا سمجھ اور غبنی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پیری مریدی ہوتی ہی اسی لئے ہے۔ تو یاد رکھو ایسے لوگ ایمان سے بے بہرہ ہیں اور ایسوں کو کوئی کچھ دینا بھی نہیں۔ دین ایمان خواہ مخواہ تباہ و برباد ہوتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یاران طریقت میں جس سے چاہو مطابق ضرورت مالی امداد

پوچھ لو، یہی کہے گا کہ آپ مجھے اتنا کچھ دیا۔ یہ کوئی نہیں کہے گا میں نے حضرت کو یہ کچھ دیا۔ حاجی اللہ رکھنا سیال کوئی صاحب جایدا اور خوشحال یاروں میں سے ہیں۔ آپ نے بیان کیا کہ ”میں نے ساری عمر میں حضرت کی خدمت میں ایک پیسہ پیش کیا ہے۔ اور میں نہیں بتا سکتا کہ حضور نے مجھے کتنے سو روپے عطا فرمائے ہیں“ حاجی صاحب کہتے تھے کہ ”میں بیمار ہو کر بہت کمزور ہو گیا تھا۔ تو حضور نے مجھے پچاس روپے عطا فرمائے اور حکم دیا کہ اپنے پیر بھائی غلام رسول صاحب کے پاس لپٹا دو جاؤ۔ فرمایا کہ ”وہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ وہاں تندرست ہو جاؤ گے“ میں اٹھا اور گیا تو بھائی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میری بڑی خاطر و مدارات کی بہت اعلیٰ امیز مافی کی اور مجھے ایک پیسہ بھی خرچ کرنے کا موقع نہ ملا۔ ان پچاس روپوں کا میں نے عرس شریف کے لئے ایک ٹرکی و نمبر خرید لیا وہ خوب موٹا تازہ ہو گیا۔ میں واپس آیا تو دنہ ساتھ لایا اور آخرت شریف پر خدمت والا میں پیش کیا۔ دریافت فرمایا ”میر کہاں سے لایا ہے“ میں نے عرض کیا حضور ہی کا ہے۔ اور تفصیل عرض کی۔ ارشاد فرمایا ”وہ پچاس روپے میں نے تمہیں خرچ کرنے کے لئے دیے تھے یا دنہ خریدنے کے لئے“ میں نے عرض کیا ”پچاس روپے آپ نے مجھے عطا فرما دیے تھے۔ آگے میرا اختیار تھا کہ انہیں کس طرح خرچ کروں“

حاجی عبداللہ صاحب بناوٹی ادھر سہی حضور کے خادم تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے

ساری عمر میں حضرت کی خدمت میں صرف ایک پیسہ پیش کیا۔ اس طرح میں نے گویا ایک پل اور درخت لگایا تھا۔ ساری عمر اسی کا پھل کھاتا رہا۔ بہت سے یاران طریقت کا بیان ہے کہ انہوں نے تیس اور چالیس سال کی مدت ارادت میں کبھی ایک پیسہ بھی نذر پیش نہیں کی۔ مگر حضور کی شفقت و عنایت سے ہمیشہ مشرف ہوتے رہے۔

بھیلہ امپٹار (قصو) کے چوہدری محمد سعید بی نے ایل ایل بی و لد چوہدری جمال دین صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ ”میں نے سب سے پہلے بچپن میں حضور کی زیارت کی تھی۔ حضرت کے اس وقت کے عطا کئے ہوئے چالیس روپے نقد اور کپڑے اب بھی بطور تبرک میرے پاس محفوظ ہیں“

حاجی شیخ کرم اکبری صاحب لاہوری کی والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا داخل سلسلہ ہوں تو انھوں نے شیخ صاحب کو بھی داخل کرادیا۔ وہ غریب آدمی تھے۔ حضور کی توجہ سے بہت خوشحال اور مالدار ہو گئے۔ ایک فخر حکومت نے ان پر اسی ہزار انکم ٹیکس لگا دیا۔ وہ بہت پریشان ہوئے اور حضور سے دعا کی اتنا کہ ”آپ نے دریافت کیا“ شیخ صاحب خدائی ٹیکس بھی ادا کرتے ہوئے نہیں“ مراد زکوٰۃ کی ادائیگی تھی۔ عرض کیا ”دیتا تو ہوں۔ مگر حساب کر کے نہیں ادا کرتا“ ارشاد فرمایا ”تم اللہ تعالیٰ کا ٹیکس حساب کر کے ادا کیا کرو۔ پھر تم پر کوئی بلا حساب ٹیکس نہیں لگائے گا۔“ شیخ صاحب کی اس وقت کی پریشانی بھی دور ہو گئی، اور بعد میں بھی انہیں کسی مصیبت سے دوچار ہونا نہ پڑا۔ وہ حساب کر کے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے امیر کبیر ہیں۔

نظام دکن کی چھوٹی ربار شریف میں حضور نظام دکن کی چھوٹی صاحبہ حضرت قبلہ عالم خواتین خاندان شاہی کے ساتھ وہ ایک بار علی پور سیداں آئی تھیں۔ ان کے ساتھ شاہی کروڑ اور خدم و حشم تھے۔ یہاں ایک منہ قیام کیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شاندار مہمان داری فرمائی۔ اور رخصت کے وقت قیمتی تحائف سے نوازا۔

نواب ظہیر یار جنگ کی فضا ۱۹۴۲ء کے بعد حیدر آباد دکن سے امیر پا لگاہ نواب ظہیر یار جنگ بہادر مع بیگم صاحبہ کے عرس شریف کے ایام

میں علی پور شریف حاضر ہوئے تھے۔ یہاں سے ان کو کشمیر جانا تھا۔ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ کشمیر جانے کا تو میرا ارادہ بھی ہے۔ ارشاد اللہ وہاں ملاقات ہوگی۔ پھر دو کنٹر گھی، ایک بوری چاول اور ایک بوری آٹا ان کے ساتھ کرنے کا حکم دیا۔ نواب صاحب نے بہت غدر کیا۔ مگر حضور نے فرمایا۔ یہ گھی اور چاول آپ کو وہاں نہیں مل سکتے۔ وہاں آپ کے کام آئیں گے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر پہنچے تو نواب ظہیر یار جنگ شکار کے لئے درین گئے ہوئے تھے۔ حضور بھی درین تشریف لے گئے۔ راستے میں کہیں قیام نہیں فرمایا۔ افضل شاہ صاحب اور گل شاہ صاحب کو کسی نے اطلاع کی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سواری یہاں سے آگے گئی ہے۔ ان کو حیرت ہوئی کہ راستے میں ہم خادموں کو کس مصلحت سے مطلع نہیں فرمایا۔ وہ بھی تلاش کرتے ہوئے درین جا پہنچے۔ اور حضور کی خدمت میں باریاب ہو کر شکوہ کیا۔ حضور نے فرمایا ہم نے ظہیر یار جنگ سے وعدہ کیا تھا، اس لئے تمہارے گاؤں میں قیام مناسب نہ جانا۔ ان دونوں نے اصرار کیا کہ ہم سب کی دعوت کریں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا جاؤ نواب صاحب کو راضی کرو۔ نواب کے ساتھ شاہی کوہ فراو پور لشکر تھا۔ لیکن آخر کار ان دونوں نے راضی کر ہی لیا۔ اور درین ہی میں پورے اہتمام کے ساتھ کشمیری روایت کے مطابق شاندار ضیافت کی۔

عرس شریف کے ایام میں جیسا ارادہ ہو رہا ہے سب کو **بگیم ظہیر یار جنگ کی عقیدت** معلوم ہے۔ مگر یارانِ طریقت کی ملاقات اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا شوق ذاتی آسائش پر غالب تھا۔ بگیم ظہیر یار جنگ زمانہ حویلی میں ایک ایک سے الگ الگ تھیں۔ کوئی ان کی تواضع کرتا اور کہتا کہ ادھر قالین پر تشریف رکھئے۔ تو وہ جواب دیتیں، ”میرے ساتھ عزیزیت کا سلوک نہ کیجئے۔ میں اپنے پیر خانہ آئی ہوں میں بیان نہیں کر سکتی کہ مجھے اپنی پیر بہنوں سے مل کر کیسی خوشی ہوئی ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں آپ سب کی ملاقات کا شرف حاصل کر سکی۔“ غرض نواب صاحب اور بگیم صاحبہ دونوں نے اپنے اس سفر کو ایک یادگار سفر قرار دیا اور شرفِ روحانی کو آسائشِ دنیوی سے بہتر اور مافوق جان کر اپنی اس حاضری کو سعادتِ عظمیٰ سمجھا۔

ایک آرزو باقی رہ گئی | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری بیماری کے دوران ایک دن

ارشاد فرمایا کہ میری ساری تمنائیں پوری ہوئیں۔ مگر ایک آرزو رہ گئی۔ حاجی عبداللہ ام قسری نے دریافت کیا حضور! وہ کیا آرزو رہ گئی ہے۔ ارشاد فرمایا۔ میری خواہش تھی کہ اتنے مہمان آئیں کہ ہاتھ دھلوانے میں نئی صابن کی ٹلیہ ایک طرف سے شروع ہو تو دوسرے کنارے تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جائے۔ حاجی صاحب نے عرض کیا حضور! ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ عرس شریف میں ہر سال اتنا ہی اجتماع ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا نہیں۔ میری آرزو یہ تھی کہ ہر روز کھانے کے وقت ایسا ہی ہوا کرتا۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اکثر سفر میں یارانِ طریقت کو ساتھ لے جاتا تھا۔ ان کے پاس زاد راہ نہ ہوتا تو خود ان کے تمام اخراجات کی کفالت فرماتے تھے۔ دراصل اس سے مقصد یہ ہوتا تھا کہ ان کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہو جائے۔ وہ پکے نازی اور پابندِ شریعت بن جائیں اور ان کی روحانی تربیت ہو سکے۔ ایسے سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں۔ مثال کے طور پر چند درج کرتا ہوں۔

شیخ عبدالشکور صاحب لکھنؤ صاحب لاہوری نے بیان کیا کہ وہ ایک دفعہ لاہور سے حضور کی خدمت میں سیالکوٹ حاضر ہوا تھا۔ تو ارشاد فرمایا ”چلو تمہیں سیر کرا لائیں“ میں نے عرض کیا میرے پاس تو کرایہ اور دوسرے اخراجات کے لئے کچھ نہیں ہے۔ فرمایا ”اس کی تم فکر مت کرو۔ تمہارے تمام اخراجات میرے ذمے ہوں گے“ چنانچہ حاجی بوٹا صاحب کو حکم دیا کہ میرا کٹ بھی سینکڑوں کلاس کا خرید لیں۔ پہلے حضورِ اول پنڈی تشریف لے گئے۔ چند روزہ قیام کے دوران وہاں کے یارانِ طریقت کو وعظ و نصیحت اور پند و مواعظ کے سرفراز فرمایا۔ پھر چوہدری شریف حاضر ہوئے۔ پھر کوٹ اور پشاور وغیرہ تشریف لے گئے۔ میں برابر ہمراہ رہا۔ پٹھان پیر بھائیوں نے میرے ساتھ بیسی محبت و شفقت کا اظہار کیا اور بیسی خدمت کی، اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔

حاجی چودہری اللہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب پڑوپال سے حضور کی خدمت میں سیالکوٹ حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا ”چلو تمہیں صوبہ سرحد کی سیر کرا لائیں“ ان کے دل میں خیال گزرا کہ میرے پاس تو اس سفر کے لئے پیسے بھی نہیں ہیں۔ مگر یہ بات زبان پر لانی سو وادب بانی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی معاً ارشاد فرمایا ”کرایہ کی تم بالکل فکر مت کرو۔ سارا خرچ میں خود برداشت کروں گا“ چنانچہ حاجی بوٹا صاحب کو حکم دیا کہ چودہری صاحب کا کٹ بھی سینکڑوں کلاس کا

ہوا ہوں۔ جہاں سے مجھے ایک بلند سیڑی کی چوٹی نظر آ رہی ہے۔ میرے دل نے یہ تعبیر بتائی کہ مجھے انشاء اللہ کبھی بلند رتبہ بزرگی کی زیارت نصیب ہوگی۔ کچھ دن بعد میں نے سنا کہ ایک پیر صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور جمعہ کی نماز حضرت حاجی سید بہادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ادا کریں گے۔ میں بھی دیدار کے اشتیاق میں مسجد جا پہنچا۔ مگر اس قدر زیادہ ہجوم تھا کہ میں زیارت کی عزت حاصل نہ کر سکا۔ اتنے میں حاجی محمد سعید صاحب نے اعلان کیا کہ حضرت صاحب سلامیہ اسکول کے ماسٹر کو تشریف لیجا رہے ہیں۔ چنانچہ میں بھی اسکول کی عمارت کی چھت پر جا چڑھا کہ حضرت تشریف لائیں گے تو اسکول کے بال کا معاینہ ضرور کریں گے۔ میں چھت کے روشندان سے زیارت کر سکوں گا۔ اتنے میں پیچھے سے اسلام علیکم کی آواز آئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت صاحب منض نضیں تشریف لاپے تھے۔ میں نے بڑھ کر دست بوسی کی تو حضور نے میرا ہاتھ زور سے دبا یا۔ میرے دل نے گواہی دی کہ میرے خواب کی تعبیر یہی بزرگی ہے۔ چنانچہ مغرب کے وقت میں بابو غلام حسین صاحب مرحوم کے مکان پر حاضر ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور سحری کے وقت داخل سلسلہ فرمائیں گے۔ چنانچہ دوسرے احباب کے ساتھ میں بھی داخل ہو گیا۔

صحبت خان صاحب مرحوم ہی نے بیان کیا تھا کہ ۳۸-۱۹۳۷ء میں میری قیامتانی چراٹ میں ہوئی۔ وہاں کینٹین میں لیاقت حسین مراد آبادی مرحوم میجر تھے۔ بڑے خوش مزاج، حاضر جواب اور باتونی شخص تھے ہم سب انھیں ”بڑے بھائی“ کہا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت قبلہ عالم پٹا اور تشریف لائے تو لیاقت حسین بھی میرے ساتھ آکر اپنی مرضی سے داخل سلسلہ ہو گئے۔ دوسرے سال جب حضور پشاور آئے تو میں نے لیاقت حسین سے قدم بوسی کے لئے پہلے کو کہا۔ انھوں نے عذر کیا کہ ”فلان افسر آ رہا ہے۔ فلان کام ہے“ مجھ سے فرمائش کی کہ میں سلام عرض کر دوں۔ میں حاضر ہوا اور قدم بوسی سے سرفراز ہوا تو میں نے لیاقت حسین کا سلام بھی عرض کیا حضور نے تفصیل سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے۔ کیا کرتا ہے۔ کہاں کا رہنے والا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر سلام کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں واپس آیا تو میں نے یہ ساری تفصیل لیاقت حسین کو سنادی۔ وہ بھی سن کر چپ ہو گئے۔

”لیاقت حسین مجھے ”مولوی صاحب“ کہا کرتے تھے۔ کوئی چھ سات ماہ بعد ایک دن مجھ سے کہنے لگے ”آپ کو یاد ہے کہ جب میں نے حضور کی خدمت میں آپ کے ذریعے سلام کہہ دیا بھیجا تھا

خرید لیا جائے۔ سرحد کے اس سفر میں چودھری صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہے اور حضور نے ان کے تمام اخراجات کی کفالت فرمائی۔

ایک دفعہ غلام نبی صاحب ٹھیکیدار مجھے گجرات کے اسٹیشن پر سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ وہ ریل سے اترنے لگے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”اتر دست۔ ہمارے ساتھ سرحد چلو“ وہ بہت گھبرائے، اس لئے کہ ان کی جیب میں اس وقت لمبے سفر کے لئے کوئی رقم نہ تھی۔ مگر حضور نے خود ہی فوراً فرمایا ”تمہیں چرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے تمام اخراجات میں برداشت کروں گا۔“ چنانچہ صوبہ سرحد کے پورے سفر میں وہ ساتھ رہے۔ یاران سرحد کی خاطر مدارات کو وہ اب بھی مزے لے لے کر یاد کرتے ہیں۔

حافظ غلام مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (چک نمبر ۵ بھلوال) کو مری پر سلام کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا ”حافظ جی! اب تم میرے ساتھ کشمیر چلو“ انھوں نے عرض کیا میں تو صرف یہیں تک حاضر ہوا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا ”آپ کی صحت خراب ہے۔ ضرور چلئے۔ خوجہ کی آپ کوئی فکر نہ کریں۔ میں ذمہ دار ہوں“ میں بھی اس سفر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا۔ حضور حافظ صاحب کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے اور ان کا خیال رکھتے تھے۔ کشمیر مری نگر جا کے ان کی صحت کو بہت فائدہ ہوا۔ اور خوب تندرست ہو گئے۔

حضرت مولوی امام الدین صاحب اے پوری خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ عرض تشریف کے موقع پر دوران تقریر فرمایا ”حضرت کی اپنے غلاموں پر ایسی شفقت تھی کہ مثال نہیں ملتی۔ آپ نے سب کی دنیوی زندگی کو بھی پرسکون بنایا۔ اور روحانی تربیت دے کر سب کو مدارج سلوک بھی طے کرا دیے“ مولوی صاحب نے اپنا گریبان پکڑ کر فرمایا ”میں بھی حضرت کے ادنیٰ خادموں میں سے ہوں“ زار قطار رو پڑے اور کہا ”میرے پیر کی شان اور عظمت کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے کہ مجھ جیسے گنہگار کو بھی کئی مدارج طے کرا کے منزل مقصود تک پہنچا دیا ہے“

صحبت خان کو ہاٹ کے قریب موضع گودھی مراز خان کے رہنے والے اور تارگھر میں ملازم تھے۔ انھوں نے صوبہ دار محمد اکبر صاحب کو ہاٹ کو بتایا کہ ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اسلامیہ ہائی اسکول کو ہاٹ کی بلند عمارت پر چڑھا

کبھی یارانِ طرقت میں کسی مسئلے پر اختلاف نہ ہوتا تھا تو صحبت خان کہتے تھے کہ میں اس کا صحیح جواب کل بتا دوں گا۔ رات کو وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ کا صحیح جواب معلوم کر کے یا دوں کو بتا دیتے تھے ایک دفعہ صحبت خاں صاحب اپنے لڑکے فقیر محمد عرف نوش خان کے ساتھ عرس شریف پر آ رہے تھے جہلم سے دو اور یار بھی اسی ٹبے میں سوار ہوئے۔ وہ اسے بھر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کرتے رہے اور اپنے قصے سناتے رہے کہ کس کس موقع پر وہ حضور کے ہمرکاب رہے۔ دربار شریف پہنچے تو اس وقت حضور باہر میدان میں باغ کے باہر رونق انسرور تھے۔ زائرین کا بڑا ہجوم تھا۔ خدام نے حلقہ باندھ رکھا تھا۔ اور یا دوں کو صرف دست بوسی کا موقع دیتے تھے تاکہ ہجوم کی وجہ سے کوئی محروم نہ رہ جائے۔ جب صحبت خان اگر دست بوس ہوئے تو حضور نے ان کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور پاس بٹھا کر تمام حالات دریافت فرمانے لگے۔ خادم خاص عبدالعزیز صاحب نے ان سے کہا ”اٹھو اور وہاں کو بھی موقع دو“ اور ان کو اٹھانے لگے۔ مگر حضور نے منع فرما دیا۔ نصف گنٹہ کے بعد عبدالعزیز سے کہا ”اُن کو بہت چھپا اور ٹھنڈا شربت پلاؤ“ پھر صحبت خاں سے دریافت فرمایا ”تمہارے کتنے ساتھی ہیں؟“ انھوں نے عرض کیا ”چار“ یعنی انھوں نے جہلم کے ان دونوں یاروں کو بھی شامل کر کے تعداد بتائی حضور نے عبدالعزیز کو پھر تاکید کی کہ ”ان کو ٹالنا نہیں۔ ٹھنڈا شربت پلانا۔“ چنانچہ عبدالعزیز نے ان چاروں کو خوب ٹھنڈا اور لذیذ شربت سیر کر کے پلایا۔ وہ جہلم والے یار صحبت خان سے کہنے لگے ”یار! تم تو چھپے رستم تھے ہم نے تو مارے اسے باتیں کر کے تمہارا دماغ کھا لیا تھا۔ اور تم بالکل خاموش رہے“

یارانِ طرقت کی تعلیم و تلقین

حاجی شیخ کرم آہی صاحب خلیفہ مجاز حضرت شمس الملک شاہ جہان شاہ تھانوی مدظلہ سے حضور کو بہت محبت تھی۔ شیخ صاحب جب بھی حاضر ہوتے

آپ دُپٹی کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اور فرماتے کہ ”آپ رہے جاؤ۔ آپ کی دکان کا جتنا ہرجا نہ ہو گا میں ادا کروں گا“ اس طرح دوسرے یارانِ طرقت کو آپ زیادہ سے زیادہ روکے رکھتے تھے کبھی یہ بھی کہتے ”بھائی! مجھے اکیلا چھوڑ دو گے، کبھی ایسا ہوتا کہ مجھے جہان آجاتے تو پہلے کے آسے ہوئے یاروں کو اجازت عطا کر دیتے۔ آپ مریدین کو ”یار“ کے لفظ سے خطاب فرماتے۔ اور سب کے ساتھ بے حد مدارات اور خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے۔ دراصل آپ اپنے پاس اس مقصد سے

تو حضور نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ آپ سے تفصیل سن کر مجھے بے حد رنج ہوا تھا۔ اور میں نے سوچا تھا کہ میں نے کیسے پیر کا ہاتھ پکڑا ہے جو مجھے پہچانتا بھی نہیں۔ میں نے آپ سے ذکر مناسب نہ جانا اور چُپ رہا۔ مگر آج میرے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اس نے میری آنکھیں کھول دیں اور میں اپنے خیال فاسد سے تائب ہوا۔ میرے ریافت کرنے پر لیاقت حسین صاحب نے سنایا کہ ”کینٹین کے ٹھیکیدار کا بڑا لڑکا محمد صدیق مجھ سے اُلجھ پڑا تھا۔ اور بغیر کسی خطا اور قصو کے میری سخت بے عزتی کی تھی۔ میں سخت بخیرہ اور مغرم تھا۔ جی چاہتا تھا کہ ملازمت چھوڑ دوں۔ پھر خیال آتا تھا کہ بس اوقات کیسے ہوں گی۔ بیوی بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ اتنی تنخواہ کی دوسری ملازمت کہاں ملے گی۔ اسی پریشانی اور اضطراب میں نظر کا وقت آگیا۔ نماز ادا کر کے میں مراقبہ میں بیٹھا تو محسوس ہوا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ میرے سامنے ہیں۔ اور انکی کے اشارے سے فرما رہے ہیں کہ ”کوئی فکر مت کرو۔ معاً میرے دل سے سارا بوجھ اُتر گیا اور مجھے اطمینان حاصل ہو گیا“

”اس کے بعد بھائی لیاقت حسین نے کہا کہ ہمیں حسب معمول چار بجے کینٹین گیا تو محمد صدیق بھی آگیا۔ مجھ سے بڑے بھائی، کہہ کر خطاب کیا۔ اور گپ شپ کرتا رہا۔ اب میں نے جانا کہ میرا پیر کیسا کامل ہے۔ اب خدا کے فضل سے میرا اعتقاد صحیح ہو گیا اور مجھے اپنے پیر پر کامل مہر و ساہ ہے۔ اس کے بعد لیاقت حسین کا یہ حال تھا کہ اگر ان میں ہم میں کوئی بحث ہو جاتی اور کسی مسئلہ پر اختلاف ہوتا۔ تو وہ اگلے روز بتا دیتے کہ رات خواب میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا ہے کہ یہ مسئلہ اس طرح صحیح ہے“

”میں نے پہلے کہا تھا کہ ”بڑے بھائی“ باتوں بہت تھے۔ ہر ایک سے گپ شپ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ کئی پیر قسم کے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم ہمارے مرید ہو جاؤ۔ تو وہ ازراہ مذاق ہر ایک سے کہہ دیا کرتے تھے کہ ”جو دو روپیہ روزانہ کا وعدہ کرے گا“ میں اس کا مرید ہوں گا“ ہم لوگ اس بات کو ان کی خوش مزاجی کا ایک نمونہ سمجھتے تھے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے ”مولوی صاحب! وہ دو روپے روزانہ معاملہ بھی ٹھیک ہو گیا ہے“ میں سمجھ گیا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دستگیری فرمائی ہے تشریح نہ میں نے چاہی نہ انھوں نے مناسب سمجھی“

صوبیدار محمد اکبر خان صاحب کو ہاں صحبت خان صاحب مرحوم کی بابت کہتے تھے کہ ”جب

حضور کا فیضان دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ آپ اب بھی میداری میں، خواب میں، یا کسی دوسرے کے ذریعے تبلیغ اور ارشاد فرماتے رہتے ہیں۔

بیچ ہے :

ایں مدرسہ نیست جلے آواز از سینہ بسینہ می رسد راز

مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر شفقت
اس دافغانی سے وصال فرمانے کے بعد ایک دفعہ اہل حدیث کے عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے خواب میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر مولوی صاحب تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اور آپ سے چارپائی پر بیٹھنے کی درخواست کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ”مولوی صاحب! تم چارپائی پر بیٹھو۔ میں عالم کے سامنے کبھی تمام شہر چارپائی پر نہیں بیٹھا“۔ مولوی صاحب نے حضور کے قدموں کو ہاتھ لگا کر منہ پر پھیرا تو ایسا لطف آیا کہ مدت العمر یاد رہا۔ مولوی صاحب نے اپنے اس خواب کو شائع کرایا اور خلق خدا کو بتایا۔ اس پر بڑی لے فے ہوئی مگر انھوں نے کہا کہ جس بات کا میں خود شاہد ہوں، اس کے بیان کرنے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب ”روزِ مزائیت“ میں بھی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے ہمراہ جلسوں میں شرکت کیے۔ اور انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ اجلاس کی شرکت کے لئے علی پور سیدان بھی آئے تھے۔

دھستے میں بتاتے

ایک بار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کنوئیں کی طرف سے تشریف لے رہے تھے راستے میں ایک مافی حاضر ہوئی۔ اور اس نے تھوڑے سے بتائے خدمتِ الالامین پیش کیا۔ آپ نے اس کی دلکاری کے لئے اپنے دھستے میں بتائے لے۔ وہ چلی گئی تو مجھ سے فرمایا ”اخترا! یہ بتائے لے لو۔ میں حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ مجھ سے حضور نے پہلے ہی کیوں نہ فرمایا کہ لے لو اتنے قیمتی دھستے میں مٹھاس کا اثر آگیا تو کیسٹرا لگ جائے گا۔ یا لکھتیاں اس پر بیٹھنے لگیں گی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی ارشاد فرمایا ”مسند سنو۔ میں اعوان شریف دے حضرت قاضی سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک مافی آئی۔ اور اس نے دو پیسے نذر پیش کی۔ آپ نے وہ مے آکھنے

زیادہ دن روکتے تھے کہ اس طرح یاروں کی تعلیم و تلقین بہتر ہوگی۔ اور وہ دن رات مسائل سن کر اپنا دین اور اپنی عاقبت سدھار سکیں گے۔ خواجہ ماسٹر کرم الہی صاحب خلیفہ مجاز سیالکوٹ سے حاضری دینے ہفتے کی شام کو آتے اور اتوار کو واپس چلے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ یہ مراعات تھی کہ ان کو اتنی جلد واپسی کی اجازت مل جاتی تھی۔ وہ بھی سالہا سال اس معمول پر قائم رہے۔ کچھری کی چھٹیاں ہر تین تو اہل بیت وہ بھی کئی کئی دن دربار شریف میں حاضر رہتے تھے۔

خواب میں ہدایت فرمانا

بیداری اور حضور کے علاوہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خواب میں میں بھی تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ نماز قضا ہو رہی ہوتی تو آپ بیدار فرمادیتے۔ تہجد کی نماز کے لئے بہت سے یاروں کو خواب میں آکر بیدار کیا ہے۔ کبھی ایسے میں چپت یا چھڑی مار کر تنبیہ بھی کی ہے۔ اور بیداری پر اس شخص نے ضرب کا اثر یا لکھیا کا نشان دیکھا ہے۔ مستری اندر رکھا صاحب ناٹوال نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے بے نماز شخص کے ساتھ کھانا کھا لیا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور بہت سے یارانِ طریقت کو ان کی کوتاہیوں پر تہنید مار کر سزا دے رہے ہیں۔ مجھ سے فرمایا ”تیرے دو ہنر لگیں گے“ صبح میرے ہاتھ میں کافی درد تھا، جو دوپہر تک رہا۔ مولوی سید احمد صاحب مسکنہ کھکیسکے کو خواب میں داخل سلسلہ فرمایا۔ اور نماز اور دیگر احکام کی تلقین کی کچھ دن بعد وہ علی پر شریف حاضر ہو کر بیعت ہوئے تو فرمایا ”پہلا بتایا ہوا سبق بھول گیا ہے“۔

مستری فضل دین صاحب مسکنہ کلاس والا ایک بھٹے پر کام کرتے تھے۔ عرس شریف کے دن آئے تو انھوں نے حاضری کا ارادہ کیا۔ لیکن بھٹے والا رخصت دینے پر راضی نہ تھا۔ وہ بہت پریشان ہوئے۔ اسی میں آنکھ لگ گئی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں آکر فرمایا ”وتم کو جلے میں شامل ہونے سے کون روک سکتا ہے“ اور ہاتھ پکڑ کر علی پور کی طرف کھینچا۔ بھٹے والا اندر سویا ہوا تھا۔ وہ باہر آیا اور اس نے مستری صاحب کو اٹھا کر کہا ”یہ جاؤ علی پور سیدال ہو آؤ۔ چلو میں تمہیں رخصت کر آتا ہوں“ یہ کہہ کر دوپہر تک ساتھ آیا۔ مستری صاحب نے اس سے بار بار پوچھا کہ آپ تو رخصت نہیں دیتے تھے۔ اب ارادہ کیسے بدل گیا۔ مگر اس نے تفصیل بتانے سے گریز کیا۔ اور کہا کہ حضور کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا۔

اور میر کے صاحبزادگان انجام دیتے ہیں۔ سیالکوٹ میں خان غلام انبی خان صاحب تھے، پھر قاضی شمس الدین صاحب اب امیر حلقہ حافظ عبد اللطیف صاحب ہیں۔ لائل پور میں چوہدری عطا محمد صاحب اور حاجی اللہ و دایا صاحب مقبول پور ضلع لائل پور میں حاجی پیر سید طفیل شاہ صاحب۔ ملتان میں ولی محمد شاہ صاحب اور حافظ صدیق انور صاحب۔ کراچی میں بھائی نور محمد صاحب اور بخش مصطفیٰ علی خان صاحب بخش صاحب کے مدنیہ منورہ ہجرت کر جانے کے بعد پروفیسر حاجی مولانا حامد حسن صاحب قادری۔ اور پھر بھائی حاجی ذاکر علی صاحب۔ لاہور میں حکیم مبارک احمد صاحب اور حاجی غلام جیلانی صاحب۔ قیام پاکستان سے قبل امرتسر میں مولوی خیر شاہ صاحب اور مولوی غلام احمد صاحب اختر۔ جالندھر میں غزالی میں منشی بہلول صاحب۔ ریتک میں پہلے حافظ انور علی صاحب تھے۔ ان کے بعد بھائی حفیظ الدین صاحب۔ آگرہ میں مولانا حاجی عابد حسن صاحب فریدی خلیفہ مجاز اور ان کے انتقال کے بعد مولانا حاجی حامد حسن صاحب قادری خلیفہ مجاز۔ مدراس میں محمد اکبر صاحب۔ حیدر آباد دکن میں مولوی خیر المبین صاحب۔ ان کے انتقال کے بعد قادری شہاب الدین صاحب۔ بنگلور میں بخش مصطفیٰ علی خان صاحب۔ بیسور میں غلام حسین صاحب اور محبوب پیران صاحب۔ احمد آباد میں حضرت مولانا محمد محبوب صاحب خلیفہ مجاز۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے محمد عبد اللہ صاحب۔ مرنگ لاہور میں شیخ مشتاق احمد صاحب۔ حاجی ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی خلیفہ مجاز کے یاران طریقت بھی لاہور میں کسی جگہ حلقہ کرتے ہیں۔ سانگلہ میں ڈاکٹر غلام حیدر صاحب کوہاٹ میں حاجی سرور خان صاحب خلیفہ مجاز اور جناب سید سعید شاہ صاحب بنوری۔ شیخ پور میں ڈاکٹر محمد ظریف صاحب۔ مراد آباد بھارت میں محمد طاہر صاحب۔ غرض برصغیر کے طول و عرض میں ہر جگہ حضرت کسی یار کو امیر حلقہ مقرر فرماتے تھے تاکہ پیر بھائیوں کا باہمی میل ملاقات اور ذکر و فکر جاری رہے۔ امیر حلقہ حضرات میں جن کو حضور نے تعلیم و تلقین کے قابل پایا، ان کو خلافت بھی عطا فرمائی۔ تاکہ تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ وسیع تر ہو سکے۔

لگاے۔ اور فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں۔ مائی نے نہیں دیے۔ اس نے تم کو کیوں نہیں دیے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بھیجے ہیں" حضرت قبلہ کی زبان مبارک سے یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ اس حکایت کے بیان سے میری تعلیم مقصود ہے۔ آپ نے بار بار فرمایا کہ "انسان کبھی کو کچھ دے سکتا ہے۔ وہ خود ہی منگتا ہے" جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے آپ کا زیادہ وقت سفر میں گزرتا تھا۔ تبلیغ و ارشاد اور نشر دین حق کے علاوہ ان سفروں میں آپ یاران طریقت کے احوال کی نگرانی اور خبر گیری بھی فرماتے تھے۔ چند سال بعد ان مقامات کے دورے کی ضرورت پڑی آجاتی تھی۔ دینی مدت میں خط و کتابت کے ذریعے رابطہ قائم رکھتے تھے۔ مشروع میں حضور کا ایک مزمع مبارک درج ہو چکا ہے، اس سے آپ کی شفقت، پرستش احوال خبر گیری اور ہدایات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آخر میں جو مکتوبات شریفہ درج ہیں ان سے بھی اس بات کا اندازہ ہوگا۔

امیر حلقہ کا تقرر

علاوہ ازیں آپ ہر شہر میں ایک یار کو امیر حلقہ بنا کر ہدایت فرماتے تھے کہ سب پیر بھائی ہر ہفتے جمع ہو کر کریں۔ بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ اصحاب کو امیر حلقہ مقرر کرتے تاکہ دوری اور مسافت کی وجہ سے پیر بھائیوں کو وقت نہ ہو اور سب کو ہر ہفتہ حلقہ میں شرکت آسان ہو جائے۔ ہدایت ہوتی کہ جمع ہو کر اول ختم شریف پڑھیں۔ ختم خود ابجگان، ختم مجد و ختم مصروف اول پڑھا جاتا۔ پھر حلقہ ذکر ہوتا۔ بعض یا ختم شریف کے لئے مٹھائی لے آتے تو وہ تقسیم کی جاتی۔ صاحب خانہ عام طور پر چائے کا انتظام کرتے تھے۔ کچھ دیر محبت و موانست کی باتیں ہوتیں۔ حلقہ کے مقررہ وقت کے لحاظ سے عصر، مغرب، عشا جن نمازوں کا وقت آ جاتا، باجماعت ادا کی جاتیں۔ اور سب پیر بھائی آئندہ ہفتہ دوبارہ جمع ہونے کی نیت دل میں لے لے کر منتشر ہو جاتے۔ ان حلقہ ہلے ذکر کی رودادیں رسالہ انوار الصوفیہ وغیرہ میں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ حضور ان رودادوں کا حال بڑے شوق سے سنتے تھے اور خوش ہوتے تھے ہر مقام پر کسی یار کو امیر حلقہ بنا دیتے تھے۔ جیسا کہ پیش اور میں پہلے حافظ علی احمد جان رحمۃ اللہ علیہ تھے، اب حافظ سلطان احمد صاحب ہیں۔ راول پنڈی میں مستری محمد شفیع صاحب تھے، پھر شیخ زین العابدین صاحب ہوئے، اب ڈاکٹر حکیم محمد حسین صاحب ہیں۔ گجرات میں حضرت حاجی حافظ ستید ولایت شاہ صاحب تھے۔ اب سارا کام حاجی منشی احمد دین صاحب

بزرگ آدمی میں۔ اسد علی صاحب میمنی کے رہنے والے نہایت اچھے نعت خوان تھے۔ حاجی سائیں فضل دین صاحب بھی اسد علی صاحب کی طرح سفر میں ہمراہ رہے ہیں۔ حاجی عبداللہ صاحب بٹالوی امرتسری بہت نیک اور پرہیزگار آدمی تھے۔ وہ بھی کافی عرصہ حضرت کی خدمت میں رہے ہیں۔

حاجی محمد بوٹا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عمر دراز تک حضرت کی خدمت کی ہے۔ اور حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں بے شمار حج بھی کئے ہیں۔ حضرت کے وصال کے بعد بھی علی پور شریف میں مقیم رہے، یہیں رحلت فرمائی اور یہیں دفن ہوئے۔ حضرت مولانا محمد محبوب صاحب احمد آبادی خلیفہ مجاز نے دس سال تک خدمت کی ہے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے بھی حاجی بوٹا صاحب کی طرح خدمت کا شرف حاصل کیا ہے۔ حاجی عبدالعزیز صاحب بھی آخری عمر میں حاجی بوٹا صاحب کے ہمراہ خادم رہے ہیں۔ حاجی حبیب اللہ صاحب مرحوم سے پہلے کسی نے خدمت کی سعادت حاصل کی ہو تو مجھے علم نہیں۔

مکاشفات

حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِتَّقُوا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ لِأَنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ تَعَالَى دَرَجَاتِ الْمُؤْمِنِ كِ فِرَاسَت سے بچتے رہو، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی وساطت سے دیکھتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کے حکم سے ہر چیز پر آگاہ ہوتا ہے۔ مکان اور زمان کے حدود سے ماورا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی طاقت عطا فرماتے ہیں۔ یہ ان کا فضل و کرم ہوتا ہے۔ مشاہدات اور تجربات اس بات پر شاہد عادل ہیں۔ اسی لئے مولانا رومؒ نے فرمایا ہے ”روح محفوظ است پیش اولیا“۔ یہ کمال انسان کا اپنا نہیں، اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ جسے چاہے عطا کرے۔

تمام اولیائے کرم کا مکاشفہ ان کے مدارج کے مطابق ہوتا ہے۔ مکاشفات کی قسمیں ہیں۔ میرے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سب عطا ہوئی تھیں۔ گزشتہ اور آئندہ کے حالات جان لینا۔ دوسروں کے دل کے خیالات سے مطلع ہو جانا۔ نزدیک ہو یا دور سب احوال سے باخبر ہونا۔

خدمت خاص

سفر و حضر میں ایک و خادم ضرور حضور کے ہمراہ ہوتے تھے۔ گاؤں میں ہر وقت بہت لوگ خدمت میں حاضر رہتے تھے اور کسی قسم کا بھی کام کرنے کا موقع پاتے تو سعادت جانتے تھے مگر خدمت کے لئے خاص درویش متعین ہوتے، جو منشاے مبارک کو سمجھتے اور کاموں کی نوعیت سے واقف ہوتے تھے۔ سفر میں دوسرے ارادت مند بہ وقت حاضر خدمت رہتے اور ان درویشوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

حضور اپنے خادموں اور درویشوں کی ضروریات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے۔ یہ درویش اپنا سارا وقت برسوں حضور کی خدمت گزاری میں صرف کرتے تو آپ ان کے اہل و عیال اور دوسرے متعلقین کی خبر گیری پر نظر رکھتے تھے کسی مشکل اور تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔ ایسے یارانِ طریقت بھی تھے جو تعطیلات کا زمانہ علی پور شریف آکر خدمت والا میں گزارتے اور خدمت کی عورت حاصل کرتے۔

مولوی عبداللطیف صاحب بہادر گڑھ سے ہر سال گرمیوں کی تعطیلات میں حضور کی خدمت میں حاضر رہتے۔ سفر و حضر میں ہمراہ ہوتے۔ پھلکا نہایت عمدہ اور ہلکا پکاتے تھے۔ پھلکے کے دونوں پرت پھول کر الگ ہو جاتے تھے۔ ان کا پکایا ہوا پھلکا حضرت کو بہت پسند تھا۔ کھا کر خوشی کا اظہار فرماتے تھے۔ ان کا نام ہی اس مناسبت سے ”مولوی پھلکا“ پڑ گیا تھا۔ حضرت نے کشمیر میں پھلکا پکانے میں مجھے ان کا شگرد بنایا۔ دو ماہ شگردی کر کے مجھے مہارت حاصل ہو گئی تو حضور نے فرمایا ”شگرد استاد سے بڑھ گیا ہے“

ضلع میانوالی کے رہنے والے ماسٹر روشن دین صاحب دو ماہ کی چھٹیاں حضرت کی خدمت میں گزارتے تھے۔ بہت صالح اور پرہیزگار آدمی تھے۔ اسی طرح مولوی غلام نبی صاحب اور مولوی محمد عالم صاحب سفر میں حاضر رہ کر خدمات سر انجام دینے کو اپنی خوش قسمتی تصور کرتے تھے۔ ابتدائی ایام میں حاجی حبیب اللہ صاحب میر پوری ہمراہ ہوتے۔ بہت نیک اور

کیپٹن علی گوہر صاحب کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ کس طرح ان کو آپ نے بی بی جان کے مہمی میں رخصت پانے کی اطلاع اسی وقت دے دی تھی۔ اسی طرح یہ واقعہ ہوا کہ آپ نے علی گوہر صاحب کو قبل از وقت صوبیدار کہہ کر خطاب فرمایا۔ انھوں نے اپنے نام کے ساتھ صوبیدار لکھنا شروع کر دیا۔ جس پر حکام معترض ہوئے۔ انھوں نے باز پرس کے جواب میں کہا مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میرے پیر صاحب نے مجھے ”صوبیدار“ تحریر کیا ہے تو یہ غلط نہیں ہو سکتا۔ تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا وہ اس وقت سے قبل صوبیدار بنائے جانے کے مستحق ہو چکے تھے۔

حاجی پروفیسر عابد بن صاحب فریدی ایم اے رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز ۱۹۲۴ء میں سلسلہ عالمی میں داخل ہوئے تھے، جبکہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فقہ ارتداد کے انسداد اور تبلیغ دین کی تنظیم کے سلسلہ میں آگرہ میں قیام فرماتے تھے۔ حلقہ کے بعد اور دوسرے اوقات میں حاضرین کے لئے الگ چلنے لانی جاتی تھی اور حضور کا قہوہ علیحدہ پیش ہوتا تھا۔ فریدی صاحب نے سوچا کہ عام لشکر کی چائے ایسی لذیذ ہے تو حضور کو جو پیش کی گئی ہے وہ تو بہت ہی مزیدار ہوگی۔ اسی وقت حضرت نے ارشاد کیا ”فریدی صاحب کو قہوہ دو“ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور تلخ قہوہ نوش جان فرماتے تھے۔ فریدی صاحب کو بہت کوفت ہوئی۔ خود فرماتے تھے کہ بڑی مشکل سے میں نے قہوہ کی وہ پیالی ختم کی۔

مجھے خود پچیس سال کا تجربہ ہے کہ جو خیال دل میں آیا حضور نے فوراً اس پر مطلع کر دیا۔ اور جو بھی آپ نے بیان کیا ویسا ہی ظہور پذیر ہوا۔

تار کے مضمون کی تصحیح

گورداسپور میں سینئر سب جج کی عدالت میں پورو وال آرا لیا کی زمین کا مقدمہ تھا۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیروی کے لئے

گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے وہاں سے تار دیا کہ جج نے آٹھ ہزار روپے کا ہمارے حق میں فیصلہ کیا ہے۔ جب تار آیا ہے تو حضور خانے میں تشریف رکھتے تھے۔ دوبارہ سربارہ تار کا مضمون جمع ہوا۔ ہر بیان کرنے کا حکم دیا۔ عرض کیا گیا آٹھ ہزار کا فیصلہ کیا ہے۔ ارشاد ہوا ”جج سے غلطی ہوئی ہے سولہ ہزار کی قسم ہے“۔ بعد میں تار آیا کہ جج سے فیصلہ سنانے میں غلطی ہو گئی تھی۔ رستم سولہ ہزار

مشکلات میں امداد کرنا۔ نزدیک ہو یا دور آنے والی آفات سے متنبہ کرنا۔ مدت مدید اور عرصہ دراز کی باتیں بالکل صحیح بیان کر دینا۔ کتابی علوم کو بروقت بتانا حالانکہ کتابوں سے آپ کو عرصہ دراز سے کوئی ظاہری تعلق نہ رہا تھا۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے مکاشفات آپ کے لئے ادنیٰ بات تھے۔ یہ واضح رہے کہ علم غیب اور چیز ہے اور مکاشفہ دوسری بات ہے کشف کرامت ولایت کی دلیل ضرور ہیں مگر ان کا اظہار بے ضرورت پسندیدہ نہیں۔ اولیاء اللہ اسی وقت کشف کرامت کا اظہار کرتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ کسی کے دین، ایمان، جان یا عزت کو ضرر پہنچنے والا ہے۔ ہر وقت اظہار نہیں کرتے۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”ولی سے اگر کرامت کا اظہار ہوتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ اس کی ولایت کو طاعون ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ اسے ریا سمجھتے ہیں اور شہرت کا سبب پاتے ہیں۔ اس لئے حتی الامکان اس سے گریز کرتے ہیں“

یاران طریقت واقف ہیں، اور اکثر نے اس کا اظہار بھی کیا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہمارے خیالات اور دل کے حالات سے

دل کی بات جان لینا

بخوبی باخبر رہتے تھے۔ گو اس کا اظہار صرف ضرورت کے وقت ہی فرماتے تھے۔ چنانچہ ہم سب سخت خوف نہ رہتے تھے کہ کوئی ایسا خیال نہ آجائے جو حضرت کی ناراضگی کا باعث ہو۔ خلاف شرع کوئی بات اگر کسی کے دل میں آتی تو آپ فوراً ٹوک دیتے تھے۔ ورنہ ظاہر ہی نہ ہونے دیتے کہ انہیں سب خبر ہے۔ ہم سب غلاموں کو اب بھی یقین ہے کہ حضرت اب بھی ہمارے احوال سے اتنے ہی باخبر ہیں جتنے اس حیات ظاہری میں تھے۔ چنانچہ اسی مثالیں بہت سی ہیں کہ کسی یار نے کوئی امر خلاف شرع کیا تو اسے فوراً تنبیہ کی گئی۔ بعض اوقات سزا بھی ملی ہے۔

حاجی سید احمد صاحب کہتے ہیں کہ ”میں زیادہ تر حضرت کے قریب رہتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ حضور شخص کو اس کے خیالات پر ٹوک دیتے۔ یا انتباہ فرماتے ہیں، تو میں کسی قسم کا خیال ہی دل میں نہیں آنے دیتا تھا۔ مبادا حضور کی ناگواری کا سبب ہو جائے۔ اگر کبھی میرے دل میں کوئی خیال آیا تو حضور نے فوراً آگاہ فرما دیا۔“ یاران طریقت ہی تک محدود نہیں، غیر لوگ بھی آج تک حضور کے فیض سے استفادہ کرتے ہیں۔ جو کوئی جس وقت بھی حضرت کو یاد کرتا ہے۔ آپ اس کی اعانت کرتے ہیں۔ بہت سے غیر لوگوں نے اپنے واقعات مجھے سنانے ہیں۔

فریقین کو فیصلہ دوبارہ سنانے کے لئے پھر طلب کیا گیا ہے اور سمن جاری ہو گئے ہیں۔ آپ نے سار سنا تو خاموش ہو گئے۔

زمین سے فصل نہ ملنا میں نے پونا کماؤ دگتا، لگانے کے لئے زمین تیار کروائی تھی۔ آپ باہر کھیت میں تشریف لے گئے تو دریافت کیا "کیا کاشت کرو گے؟" میں نے عرض کیا "پونا کماؤ" فرمایا "کسی اور زمین میں کاشت کرو یہاں نہیں ہوگا۔" میں نے عرض کیا "اب تو زمین تیار کرو اس کے میں نے بیج بھی لگا دیے ہیں۔ اب دوسری جگہ لگا ہا مشکل ہے" حضور خاموش ہو گئے۔ ہر چند ہم نے کوشش کی مگر ایک پوری بھی نہ ہوئی۔

معالجوں کے متفقہ فیصلہ کی تردید ۱۹۴۱ء میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نہایت شدید بیمار ہو گئے تھے۔ پاؤں، چہرے اور ہاتھوں پر زخم آگیا تھا۔ اٹھنا بیٹھنا مشکل تھا۔ نماز اشاروں سے ادا فرماتے تھے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے مجھے علیحدہ بلا کر کہا کہ "حضرت کو گھر لے جاؤ۔ تم یہاں اکیلے ہو، دیکھ بھال نہیں ہو سکتی۔ بعد میں پریشانی ہوگی" میں نے اگلے دن عرض کیا "گھر چلیں" فرمایا "دہلی گئی بہت ہے۔ میں بہت کمزور ہوں۔ وہاں جا کر کیا کریں گے؟" میں نے کدو بوٹ کے لئے عرض کیا کہ وہ جگہ ٹھنڈی ہے۔ اور گھر سے بھی قریب ہے۔ ارشاد فرمایا "گھبراؤ نہیں۔ میری زندگی ابھی کافی ہے۔ یہ سب یونہی بکتے ہیں۔ میں ان کی دوا ہرگز استعمال نہیں کروں گا۔ وہ کہاں سے میرے رب بن بیٹھے ہیں؟ حکم دیا سب دوائیں پھینک دو اور شیشیاں توڑ ڈالو۔ چند روز بعد آپ خدا کے فضل سے خوبصورت ہو گئے۔ اس کے بعد دس سال اور حیات رہے۔

۱۹۴۹ء میں لاہور میں مجھے طلب کیا اور فرمایا "جو تجھ سے کہتے تھے کہ میں مر جاؤں گا۔ ان میں سے اب صرف ایک شخص زندہ تھا۔ آج وہ بھی چل بسا ہے۔ وہ تجھے اس وقت ڈراتے تھے کہ اسے گھر لے جاؤ۔ یہ مرحلے گا۔ وہ یونہی بکتے تھے میرا رب تو مجھے اب حج اور زیارت کو لے جا رہا ہے۔ زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے۔ بندے کے اختیار میں نہیں ہے۔"

پس پشت درو شریف حاجی عطا محمد صاحب سیالکوٹی کے والد صاحب نے کہا "میں اس وقت تمہارے پیر صاحب سے بیعت ہوں گا جب مجھے ثابت ہو

جائے کہ وہ کامل ولی اللہ ہیں" وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے تو آپ کی پشت پر کھڑے ہو کر آہستہ آہستہ درو شریف پڑھنے لگے۔ حضور نے فوراً فرمایا "بابا جی میرے سامنے آ جاؤ۔ پیچھے کھڑے ہو کر درو شریف نہیں پڑھا کرتے" یہ کشف دیکھ کر وہ اسی وقت داخل ہو گئے۔

سادھوؤں کے دل کی بات کشمیر کے سفر میں ایک مہفہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ صوبہ میں تالین بچا کر آرام فرما رہے تھے اتنے میں تیس چالیس سادھو جو وہاں کہیں قریب ہی رہتے تھے سلام کے لئے آئے۔ اور دریافت کیا "گورو مہاراج کا گھر کہاں ہے؟" آپ نے فرمایا "مجر و گیاں دا ڈیرا کیرا ای"۔ فقیروں کے بھی کہیں گھر ہوتے ہیں۔ جہاں رات آئی بسر کر لی۔ صبح روکش ہر کجا کہ شب آمد مر لے دوست" یہی ان کے دل کی بات تھی۔ سوال سے ان کا مقصد یہی کیفیت جاننا تھا۔ آپ کے جواب سے وہ اتنے متاثر ہوئے کہ اچھلنے کو فٹنے لگے۔ اور آپ کے قدموں کو ہاتھ لگا کر کہا کہ "یہ ہے سچ کا گورو"۔

مسجد شہید گنج کی بابت ارشاد حاجی عبدالرحمان صاحب لایپور ری بیان کرتے تھے کہ مسجد شہید گنج کے ہنگامے ۱۹۴۵ء کے دوران حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "اب تو ایک چارپائی کی جگہ بھی نہیں دیتے۔ انشاء اللہ حکومت دے کر رہیں گے" ارشاد ہوا کہ "انگریز اور سکھ کا گٹھ جوڑ ہے۔ یہ دونوں یہاں نہیں رہیں گے۔" اس وقت کسی کو گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ایسا ممکن ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضور کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ہمارے سامنے پورے کر دیے۔

ہجرت کی مخالفت تحریک خلافت کے زمانے میں جب ہجرت کی تحریک چلی ہے تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ڈنکے کی چوٹ اعلان فرمایا کہ "کوئی مسلمان ہجرت نہ کرے مسلمانوں کے لئے یہ ہجرت سخت نقصان دہ ثابت ہوگی" بہت لوگ آپ کا فرمان سن کر رک گئے۔ جو لوگ ہجرت کے ارادے سے ملک سے باہر گئے، ان کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں حکومت نے ان کے مکانات اور زمینیں ضبط کر لیں۔ اور مصائب سفر سے کتنے ہلاک ہو گئے، کتنے بے وطن رہے اور کتنے ہی خاندان برباد ہوئے۔

مرزا غلام احمد کی موت کی پیش گوئی "رؤ مرزائیت" کے باب میں ذکر ہو چکا ہے کہ کس

پوری کے شوہر ہو۔ اور سارے حالات و واقعات دہرا دیے۔ وہ حیران کہ آپ نے مجھے کیسے پہچانا اور آپ کو کیوں کر ان سب تفصیلات کا علم ہوا۔ حافظ محمد شفیع صاحب الفکر پوپیس لائل پور کی آپ نے بمس اللہ پڑھائی تھی۔ وہ بیستین سال بعد حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ساری تفصیلات بتا دیں۔ اس کا ذکر ”فراست مومن“ کے باب میں آچکا ہے۔

مولوی غلام احمد صاحب بیان کرتے تھے کہ حافظ خلیل الرحمان صاحب حاضر ہوئے، تو حضرت کے پاس سید رکھے ہوئے تھے۔ انھوں نے سوچا دیکھیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے سب عطا کرتے ہیں یا نہیں۔ حضور نے ان کے دل کا خیال جان کر ان کو سب کھلا دے۔ وہ بے حد معتقد ہو گئے، داخل مسجد ہوئے، اور ہر سال عرس شریف کی شرکت کیلئے علی پور سیدال آتے رہے۔

حیدر آباد دکن کے مولوی خیر البین صاحب کا انتقال ہوا ہے تو حضور ربی میں قیام فرما تھے۔

مولوی خیر البین صاحب کے جنازے میں شرکت

آپ اچانک بمبئی سے روانہ ہو کر حیدر آباد تشریف لائے۔ تو مولوی خیر البین صاحب وفات پا چکے تھے ان کی وصیت تھی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نماز جنازہ پڑھائیں۔ ورنہ حیران تھے کہ حضرت تو بمبئی میں ہیں۔ کیا ہوگا جب حضور اچانک وارد ہو گئے تو ان کو المینان ہوا۔ آپ نے نماز پڑھائی اور دفن میں شمولیت کی۔

حافظ غلام حسن صاحب کا ذکر کر چکا ہوں ان کے دل میں یہ شیعہ طاعی خیال جم گیا تھا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں ہے۔ جب وہ علی پور شریف پہنچے

تو حضور نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ بھی شامل ہو گئے۔ حضور نے سلام پھیر کے فرمایا ”جس کے دل میں یہ خیال آئے کہ قرآن شریف اللہ کا کلام نہیں وہ کافر ہو جاتا ہے“ حافظ صاحب نے عرض کیا ”مجھے ایسا خیال آتا ہے“ آپ نے فرمایا ”اب نہیں آئے گا“

مقدمات کے دوران اکثر یاران طریقت کو فیصلہ آگاہ فرمادیا کرتے تھے۔ اور جیسا آپ فرماتے اسی کے مطابق حاکم کا فیصلہ ہوتا تھا۔ کئی پیر بھائیوں نے ایسے واقعات سنا دیے ہیں۔ بھائی ذاکر علی صاحب رہنما خلیفہ مجاز اور غلام مصطفیٰ صاحب رہنما کو پہلے سے ان کے مقدمات کے نتائج بتا دیے تھے۔ چنانچہ اسی کے حرف مطابق فیصلے ان کے حق میں ہوئے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور ان کے داماد کے واقعات بیان ہو چکے ہیں کہ کیسے

طرح آپ نے لاہور کے جلسہ عام میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مباہلہ کی دعوت دی۔ اور ۲ گھنٹے کی مہلت دے کر اس کے لئے اذیت ناک موت کی پیشگوئی فرمائی۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ اگلے دن ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی سخت کر کے عالم میں موت سے ہم کنار ہوا۔ عبدالکریم سیالکوٹی مرزا کا خاص چلیہ تھا۔ اس سے قبل اس کی موت کی بھی آپ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ اور وہ بھی وقت معینہ پر کیفر کردار کو پہنچا تھا۔ جھوٹے نبی اور اس کے افترا پر دوا پڑھنے والوں کی موت کی کیفیت رہتی دنیا تک صفحہ تاریخ پر ثبت رہے گی۔

میر عثمان علی خان نظام دکن کی جب دائرہ کے حضور میں شکایت کی گئی تو آپ نے ان کو راہ بتائی اور فرمادیا کہ ”کوئی تمہارا بال بھی ہیکا نہ کر سکے گا“ چنانچہ دشمن ناکام اور نظام دکن سرخرو ہوئے۔ اس کی تفصیل دکن میں تبلیغ کے سلسلے میں بیان کی جا چکی ہے۔

ضلع سرگودھا چک نمبر ۹ والے چوہدری مہر داد صاحب حضرت قبلہ عالم اولاد کی پیشگوئی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جنوں حاضر ہوئے۔ آپ جلسے میں وعظ فرما رہے تھے۔ دوران وعظ آپ نے چوہدری صاحب سے دریافت کیا ”آپ کے کتنے بچے ہیں“ انھوں نے کہا ”کوئی بھی نہیں“ آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا ”دعا کرو۔ اللہ ان کو بچہ دے“ انھوں نے عرض کیا ”حضور صرف ایک لڑکا“ فرمایا ”نہیں۔ پانچ“ ان کے پانچوں لڑکے اب بھی بصیر حیات ہیں۔

انہی چوہدری صاحب کے خلاف دشمنوں نے ایک قتل کا مقدمہ بنا دیا تھا۔ بہت پریشان تھے۔ انھوں نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ”گھبراؤ مت۔ سب بری ہو جائیں گے“ مقدمہ میں کئی ایسے موڑ آئے کہ وہ بہت زیادہ گھبرا گئے۔ اور دوڑ دوڑ کر دربار شریف حاضر ہوئے۔ آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا۔

”کوئی فکر مت کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو بری کریں گے“ چنانچہ خدا کے فضل سے سالہا سالہ بری ہو گئے ایک عورت تھی بیلی حسین پوری۔ آپ نے اس کے شوہر کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ پہلی دفعہ آیا تو آپ نے بدوٹ تعارف اس سے کہا ”تم سیلی حسین

ان کو اپنی حیات میں اور وفات کے بعد ہدایت فرمائی۔ اور ان کے بگڑے کام بنائے۔ اسی طرح محمد صاحب کی غلطی پر محمد یعقوب کے ذریعے خواب میں ہدایت فرمائی تاکہ وہ چار پائی پر نماز پڑھنے کی غلطی ترک کر دیں۔ اس کی تفصیل بھی پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ پولیس افسر شیر احمد خان اور قصور والے پیر بھائی کا حال بھی پہلے آچکا ہے کہ کیسے آپ نے مدت مدید کے بعد ان کے سارے حالات بتا دیے۔ غرض ایسے بے شمار واقعات ہیں جو یارانِ طریقت وقتاً فوقتاً بیان کرتے رہے ہیں۔

جہاد کشمیر میں دست گیری | ماسٹر غلام محمد صاحب کے لئے کے غلام رسول صوبیدار نے بیان کیا کہ مد میں کشمیر میں جہاد کو گایا، تو حضرت ہر وقت جہاد میں میری اعانت فرماتے رہے۔ میں جہاں جاتا اور جہد نظر کرتا حضرت کو ساتھ پاتا۔ آپ جیسے حکم دیتے، اس کے مطابق قتال کرتا۔ میں نے بیک وقت شیخ کے حکم کی تعمیل اور جہاد دونوں کا ثواب حاصل کیا اور کامل طور پر محفوظ رہا۔

اولاد کی خوشخبری | بہت سے یارانِ طریقت اولاد کی خواہش لے کر حاضر خدمت ہوتے۔ آپ ان کو اولاد کی خوشخبری سناتے۔ اکثر لڑکا یا لڑکی پیدا ہونے کی خبر دیتے اور حکم دیتے کہ یہ نام رکھنا۔ حکیم قمر احمد صاحب اکبر آبادی کو پیرانہ سالی میں لڑکے کی مبارک باد دی اور نور محمد رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ انھوں نے حکم عالی کے مطابق یہی نام رکھا۔ نور محمد ایم اے بی ایڈ کراچی میں برسرِ روزگار اور جوان صالح ہیں۔ میری محمد یوسف کو باٹی کی والدہ کو تین سال قبل لڑکے کی خوشخبری سنائی اور ہدایت کی کہ محمد افضل نام رکھنا۔

دعا کے صحت نہیں دے مہفرت | قاضی محمد افضل صاحب کو باٹی نے بیان کیا کہ ہمیشہ گل صاحب پیر بھائی بیمار تھے۔ حضور پچوہ شریف عرس مبارک میں تشریف لے گئے تھے۔ میں بھی حاضر تھا۔ میں نے ہمیشہ گل صاحب کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا ”نہیں۔ مہفرت کی دعا کرو“ میں کو باٹ واپس آیا تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال اسی دن ہوا تھا جب حضور نے مہفرت کی دعا فرمائی تھی۔ میری صحت کی پیش گوئی ۱۹۴۰ء میں بندہ اس قدر سخت بیمار ہو گیا تھا کہ حکیموں اور کٹر

نے جواب دیدیا تھا۔ میں خود بھی اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ حضرت قبلہ عالم نے میری والدہ صاحبہ محترمہ سے کہلوا یا کہ مد فکرت کرو۔ آخر کی زندگی ابھی بہت لمبی باقی ہے۔ چنانچہ خدا کا فضل ہے کہ حضور کی دعا سے اب تک بقید حیات ہوں۔

بھائی ذاکر علی صاحب کو زوارا | بھائی ذاکر علی صاحب رہنکی خلیفہ مجاز کو کشمیر کے سفر میں ان کے بار بار انکار کے باوجود، پراٹھے، سالن اور گوغوشے عطا فرمائے۔ انھوں نے اس توشے کو مجبوراً تعمیل ارشاد میں ساتھ لے لیا۔ راستے میں خلافت توفیق رات کو رکنا پڑا۔ دور دور کھانے کی کوئی چیز میسر نہ تھی۔ معلوم ہوا حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے بافراط ماکولات ساتھ کر دیے تھے۔

مولوی قطب الدین صاحب کو زوارا | مولوی قطب الدین صاحب مدینہ منورہ سے روانہ ہوئیوالے تھے۔ اجازت کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو ان سے فرمایا ”ابھی میٹھو۔ فکرت کرو۔ ابھی لاری نہیں جائے گی“ وہ کہتے رہے کہ آدمی پر آدمی تقاضے کے لئے آرہا ہے۔ اجازت مرحمت فرمائیے۔ مگر آپ نے ارشاد فرمایا ”انہیں بکنے دو۔ لاری ابھی نہیں جائے گی۔ کھانا اور تربوز لے لو پھر جانا۔“ وہ مجبور ہو گئے۔ کھانا تیار ہونے میں دیر لگی۔ یکے بعد دیگرے آدمی بلانے کے لئے آتے رہے مگر حضور نے اجازت نہ دی۔ کھانا تیار ہو گیا تو کھانا اور تربوز ساتھ کیا اور جانے دیا۔ اس اثناء میں کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ مولوی صاحب افسے پر پہنچے تو بھی لاری چلنے میں دیر تھی۔ شام کو لاری روانہ ہوئی مگر راستے میں خراب ہو گئی۔ ایک شبانہ روز ریگستان میں رکی رہی۔ تمام ساتھی سخت پریشان کہ دور دور آبادی نہیں، بھوک پیاس کا کیا ہوگا۔ مولوی صاحب نے دیکھا تو کھانا بافراط تھا۔ سب ساتھیوں کو کھلایا۔ اور تربوز نے پانی کی جگہ پیاس بجھائی۔ مولوی صاحب ساکن طعام کی بہتات کو بار سمجھتے رہے تھے، اب پتہ چلا کہ حضور کا یہ کرم شامل حال نہ ہوتا تو جان پر ہن جاتی۔

قبل از وقت جمعداری مبارکباد | جمعدار قاسم علی خان ساکن زگازہ ضلع رہنک جگہ غلیم کے دوران فرانس میں تھے حضور نے مکتوب گرامی میں ان کو خوشخبری لکھی کہ ”فلان تاریخ سے جمعداری مبارک ہو“ وہ حیران ہوئے کہ نہ سان نہ گمان، کیسی مبارکباد ہے۔

کچھ مدت بعد ان کو سرکاری حکم ملا کہ ”تم کو جعدار کی آسامی پر ترقی دی گئی“ حکیمانہ دیکھا تو ترقی کی تاریخ وہی تھی جو حضور نے تحریر فرمادی تھی۔ چنانچہ گزشتہ تاریخ سے جعداری کی تنخواہ ملنے لگی۔

بخشی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی نے عبداللہ حسین کی مدینہ منورہ میں وقت والدہ کے لئے عرض کیا کہ وہ حج کو جا رہی ہیں۔ ان کو داخل سلسلہ

فرمایا جائے اور صحت کی دعا فرمائی جائے۔ آپ نے دعا نہیں کی اور یہ شعر پڑھا :

زہے نصیب جو جا کر رہیں مینے میں زہے نصیب جو جا کر مر میں مینے میں
یہی ہوا عبداللہ حسین کی والدہ مدینہ منورہ پہنچ کر وفات پا گئیں۔ عبداللہ حسین نے بخشی صاحب قبہ سے عرض کیا ”حضور کے فرمان میں یہ حقیقت پوشیدہ تھی“

مرزا دلاور خان صاحب (ضلع مردان) سے حضور نے فرمایا دلاور خان کے واقعات

پھر اکرو“ انھوں نے فرمان مبارک پر توجہ نہ کی۔ علی پور شریف سے دہلی وغیرہ کی سیر کو چلے گئے کئی مہینے کی سیاحت کے بعد پشاور واپس آئے، تو پتہ چلا کہ انھیں غیر حاضری کی بنا پر معطل کر دیا گیا ہے۔ اب انھیں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان یا و گیا۔ ندامت ہوئی کہ میں نے تعمیل ارشاد نہ کی اور سیر و سیاحت کرتا پھرا۔ خیر کچھ دن کی دور دھوپ کے بعد وہ بحال کر دیئے گئے۔ اور گزشتہ تنخواہ بھی وصول ہو گئی۔

دلاور خان صاحب اس واقعے کے سات آٹھ سال بعد علی پور سیدان حاضر ہوئے تو حضور نے دیر میں آنے کی شکایت کی۔ انھوں نے غلطی کی معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ جلدی حاضر ہوتا رہوں گا۔ ارشاد فرمایا صبح بہ جنازہ گزرتی ہزار خواہی آئے۔ دلاور خان حیراں ہوئے کہ میں تو جلدی حاضر ہونے کا وعدہ کر رہا ہوں، اور حضور یہ مصرع پڑھ رہے ہیں۔ اجازت لیکر چلے گئے۔ اس کے بعد ایسے اتفاقات پیش آتے رہے کہ وہ پچیس سال تک علی پور شریف حاضر ہوئے۔

اس دوران حضور نے وصال فرمایا۔ ایک رات ان کو خواب میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا ”آؤ تمھاری واقفیت کرادی ہے“ وہ بے قرار ہو گئے۔ علی پور سیدان حاضر ہوئے۔ مزار مبارک پر آکر فاتحہ پڑھی تو پرا نا واقعہ اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا پڑھا ہوا مصرع

یا د آیا بد مند ہوئے اور بے تابی کے ساتھ زار و قطار رونے لگے۔ اور بار بار یہ مصرع دہراتے رہے۔ مزار مبارک سے اٹھ کر حضرت سجادہ نشین اول رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے ارشاد فرمایا ”دلاور صاحب! آپ اتنی دیر بعد کیوں آئے“ معافی چاہی اور تاخیر نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ اب وہ جلد جلد حاضر و رہا ہوتے رہتے ہیں۔

حافظ احمد دین صاحب علی پوری نے بیان کیا کہ تین شخص حاضر خدمت ہوئے۔ محمد حنیف۔ اچ اور اس کے دوست تھے۔ راستے میں تینوں نے الگ الگ باتیں دل میں سوچیں۔ ایک دوسرے سے بھی نہ بیان کیں۔ اور خیال کیا کہ کبھی حضرت صاحب کو ہماری باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ نہیں۔ جب حاضر خدمت ہوئے تو حضور نے تینوں کے دل کی باتیں بتا دیں اور ان کی مرادیں پوری کر دیں۔ وہ تینوں داخل سلسلہ ہو گئے۔ اور عہد کیا کہ آئندہ کوئی خفیہ بات دل میں نہ آنے دیں گے۔

ہماری جو زمینیں گورڈ اسپور میں تھیں، ان کے عوض ہمیں ۱۹۴۷ء کے بعد زمینیں بحال رہیں لال پور میں زمین ملی تھی بعض مہاجرین نے سرکار میں عرضیاں گزاریں کہ یہ

لوگ مقامی ہیں۔ ان سے زمین واپس لی جائے۔ مقدمہ شروع ہو گیا۔ حضرت سجادہ نشین اول سراج الملک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تفصیلات لکھ بھیجیں۔ ارشاد فرمایا ”یہ زمین اللہ تعالیٰ نے ہم کو دی ہے۔ وہ دے کر واپس نہیں لیا کرتے۔ فکر مت کرو۔ یہ ہمارے پاس ہی رہے گی“ کئی برس مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ہمارے حق میں فیصلہ ہوا۔ اور وہ زمین اب بھی خدا کے فضل سے ہمارے پاس ہے یہاں کی فصل عرس شریف کی جہان اری کے لئے خاص طور پر کام میں آتی ہے۔

حاجی محمد شفیع صاحب ولد حاجی مہر حاکم دین صاحب خرمیاری زمین کے لئے روپیہ

رحمۃ اللہ علیہ لال پور کے اسٹیشن پر مجھ سے ملے، اور درخواست کی کہ ”علی پور شریف پہنچ کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میرا سلام کہیے گا۔ اور یہ کہ قرض بائش زمین فروخت کرتا ہے۔ بیس ہزار میں سودا ہو رہا ہے۔ مگر میرے پاس ایک پیسہ نہیں بلکہ فرمایا جائے کہ زمین لے لوں یا نہیں۔ اور دعا کی جائے کہ کام آسان ہو جائے“ میں نے حاضر ہو کر ان کا پیغام اور درخواست پیش کی۔ فرمایا ”کہو جلدی لے لیں“ میں نے عرض کیا اس

کے پاس پیسے نہیں ہیں۔" فرمایا "رب تعالیٰ زمین دیں گے تو رسم کا انتظام بھی فرمائیں گے، میں نے لائل پور واپس آکر حاجی صاحب کو حضرت کے حکم سے آگاہ کیا۔ انھوں نے ایک ہزار روپیہ کہیں سے قرض لیا۔ اور لاہور جا کر بیعانہ لے آئے۔ کچھ دن بعد پوری رسم کا انتظام ہو گیا اور انھوں نے زمین کی سرٹری کرالی۔ خدا کے فضل سے یہ زمین ان کے پاس ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ ان کی اولاد کے پاس رہے گی۔

زمین کو امپروومنٹ ٹرسٹ اور ریویئے لائن سے بچانا

کچھ عرصہ بعد حاجی صاحب نے ایک اور مربع خریدنے کی اجازت چاہی حکم دیا "خیر بدلو"۔ انھوں نے عرض کیا "خطرہ ہے کہ کہیں یہ زمین امپروومنٹ ٹرسٹ میں نہ آجائے" ارشاد فرمایا "سابقہ زمین جو شہر کے اندر ہے وہ بھی نہیں آسکتی، اور یہ تو بہت دُور ہے! حالانکہ ہوا یہ تھا کہ ان کی سابقہ زمین امپروومنٹ ٹرسٹ میں آگئی تھی۔ کچھ دن معاملہ چلتا رہا۔ آخر وہ سابقہ زمین اس چکر سے آزاد ہو گئی۔ اور نئی خرید کردہ زمین بدستور محفوظ رہی۔

حاجی مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لائل پور والی زمین میں سے ریل نکلنے کا حکم ہو چکا تھا۔ اور ریویئے کے انسپریٹیشن کر رہے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا "مہر صاحب! یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟" انھوں نے عرض کیا "اللہ تعالیٰ نے آپ کے صدقے میں رزق کا وسیلہ عطا کیا تھا، یہ اسے باقی نہیں رہنے دیتے۔ اب یہاں سے ریویئے لائن گزرا رہی ہے" ارشاد فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زمین ہے۔ آپ سے کون لے سکتا ہے۔ یہ دیوانے ہیں۔ آپ کی زمین میں لائن نہیں بن سکتی۔ دوسری طرف جا کر بنائیں"۔ پھر ہدایت فرمائی کہ آپ جا کر انسپرن بالاسے مل آئیے۔ کچھ دن بعد مہر صاحب انسپروں سے ملنے گئے تو متعلق افسر نے بتایا کہ "کئی روز ہوئے حکم ہو گیا ہے۔ لائن آپ کی زمین کے بجائے دوسری زمین سے نکلے گی" مہر صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور حضور کو مطلع کیا۔

صند فچی گم ہونے اور مل جانے کی اطلاع

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے تھے۔ ایک روز میرے استاد حضرت

مولوی محمد ابراہیم صاحب صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیدال کو خواب میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے مولوی صاحب سے کہا "مولوی جی! صاحبزادہ کوئی نہ کوئی چیز

گم کر دیتا ہے، یہ شکایت والد محترم حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس میں تھی صبح مولوی صاحب نے ہم لوگوں سے کہا کہ "حضرت صاحبزادہ صاحب کی کوئی اہم چیز گم ہو گئی ہے" ہم نے دریافت کیا آپ کو کیسے علم ہوا۔ مگر مولوی صاحب چپ ہو گئے۔

تنہو می دیر میں حضرت الد صاحب قبلہ نے مولوی صاحب کو طلب فرما کر مطلع کیا کہ "میری صند فچی گم ہو گئی ہے۔ اس میں مدرسہ ہنسنگ، مسجد اور دوسرے اخراجات کا بہت روپیہ تھا"۔ سب کو حیرت ہوئی اور تلاشیں جستجو میں مصروف ہو گئے۔ حضرت الد صاحب قبلہ بذات خود چوکے تجسس میں میر پور کی طرف روانہ ہو گئے۔ مگر صند فچی کا کوئی پتہ نہ چلا۔ دو تین دن بعد دوسرے وقت مولوی صاحب مذکور اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے۔ بیدار ہوئے تو مجھے آواز دی اور بتایا کہ "انٹر! مبارک ہو۔ صند فچی مل گئی ہے" ہم سب بہت حیران ہوئے۔ مولوی صاحب سے تفصیل دریافت کرنے لگے۔ اتنے میں تار آیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حیدر آباد سے صند فچی مل جانے کی مبارک باد کا تار ارسال فرمایا تھا کئی دن بعد مولوی صاحب قبلہ نے بتایا کہ "دونوں مرتبہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں مجھ سے وہی الفاظ فرمائے تھے جو میں نے تم لوگوں کے سامنے نقل کئے تھے"۔

قتل کے جھوٹے مقدمہ سے بانی دلانا

جھنگ والے حاجی عبدالرحمان صاحب پر قتل کا جھوٹا مقدمہ دائر ہوا اور انہیں حالات میں بند کر دیا گیا۔

جب عرصہ بعد فیصلہ کی تاریخ قریب آئی تو خواب میں ان کو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ حضرت نے فرمایا "تم کو لینے آئے ہیں۔ چلو"۔ پھر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جیب سے چابی نکال کر جیل کا دروازہ کھولا۔ اور دریافت فرمایا "سب آگئے؟" ایک شخص باوجود تلاش کے نہ مل سکا۔ حضور نے فرمایا "تم سب چلو۔ اس کی قسمت"۔ حاجی صاحب اس خواب سے بہت خوش ہوئے اور انہیں اطمینان ہو گیا۔ فیصلہ ہوا تو اس ایک شخص کو سزا ہو گئی تھی اور باقی سب بری ہو گئے تھے۔

درویش امام الدین کو تنبیہ

درویش بابا امام الدین مرحوم حضرت کے کنوئیں سے گڑھا ٹوکر اسرپر رکھے گھر لا رہے تھے۔ راستے میں نور محمد درویش ملا۔ اس نے کہا "مہائی امام الدین تمہارا گڑھا لے لوں۔ اس نے جواب دیا لے لو۔ بابا امام الدین آپس

جا کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ اسی طرح سر پر گڑ کا ٹوکرا اٹھا ہے مجھے جا رہا ہوں۔ اسے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ملے اور دریافت کیا۔ ”بھائی امام الدین میں بھی گڑ لے لوں؟“ وہ جاگ گئے اور توبہ کی کہ آئندہ حضرت کی چیز بلا حضور کی اجازت کے کبھی کسی کو نہیں دوں گا۔

ضبط شد سامان کی واگذاری حاجی میاں احمد صاحب کو ہائی کا بیان ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران ۱۹۴۲ء میں ان کے دو پارسل جن میں چاندی

کے کابی روپے تھے پولیس نے دوسرے لوگوں کے مال کے ساتھ امرتسر کے اسٹیشن پر ضبط کر لیے۔ سب نے بہت واویلا کیا مگر پولیس نے ایک بستی۔ حاجی صاحب نے حضرت کی خدمت میں آکر سارا واقعہ عرض کیا۔ دریافت فرمایا ”چوری، ڈاکہ یا امانت وغیرہ کا ناجائز مال تھا؟“ انھوں نے عرض کیا ”جی نہیں۔ ہمارا ذاتی جائز مال تھا“ فرمایا ”پھر کون لے سکتا ہے۔ فکر نہ کرو۔ واپس مل جائے گا“ ریلوے ٹرسٹ اور پھر سیشن جج کی عدالتوں میں مقدمہ حاجی میاں احمد صاحب کے خلاف فیصلہ ہوا۔ جن دوسرے لوگوں کا مال بھی اسی طرح ضبط ہوا تھا۔ وہ سب سخت پریشان تھے کہ اتنی بڑی قسم بلا وجہ ہتھ سے جا رہی ہے۔ مگر حاجی صاحب بالکل مطمئن تھے کہ جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرما دیا ہے تو کچھ نہیں ہوگا۔ آخر ہائی کورٹ میں اپیل ہوئی۔ جس میں سرکاری وکیل سے باز پرس کی کہ جب روپیہ ان کا ذاتی ہے تو حکومت کو ضبطی کا کیا حق پہنچتا ہے۔ سرکاری وکیل سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آئیے بائیں شاہیں کرنے لگا۔ جج نے سختی سے دریافت کیا۔ اور تنگ آکر اگلی تاریخ دے دی۔ مگر اگلی تاریخ پر بھی سرکاری وکیل کوئی قابل لحاظ عدالت پریش نہ کر سکا۔ آخر ہائی کورٹ سے حاجی صاحب اور ان کے ساتھیوں کے حق میں فیصلہ ہوا اور ان کا روپیہ واپس مل گیا۔

مقدمے کے فیصلے سے پہلے برہمن کی بشارت دیدی منجیلے صاحبزادہ حضرت الحاج حافظ سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر

مرزائیوں نے لاہور میں جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ عرصے تک اس کی پیروی نے سب کچھ حد پر نشان رکھا۔ ”رہ مرزائیت“ کے باب میں تفصیل آچکی ہے کہ کس طرح حضور نے قبل از فیصلہ ہٹا دیا تھا۔ اور دیگیں پکوانے کا حکم دے دیا تھا۔

طالب علم کو پاس کرانا بابو محمد اسلم دوسری جب اسکول میں پڑھتے تھے تو سالانہ امتحان میں ایڈماسٹر نے ان کو فیل کر دیا۔ خود مشقت سہاجت کی، دوسروں سے

سفارشیں کروائیں مگر بیڈ ماسٹر کسی طرح نہ مانا تھا۔ مایوسی اور پریشانی میں انھوں نے حضور کو یاد کیا۔ خواب میں آپ نے محمد اسلم کو اپنا عصا مبارک عطا کیا اور حکم دیا کہ دشمن کو مارو۔ انھوں نے خواب ہی میں حکم کی تعمیل کی۔ دوسرے دن نتیجہ سنانے کے وقت بیڈ ماسٹر نے ایک ماتحت مدرس سے کہا ”میں نے سارے سفارشیوں کو رد کر دیا تھا۔ مگر اب مجبوراً محمد اسلم کو پاس کرتا ہوں“ محمد اسلم کے والد صاحب بیڈ ماسٹر کے پاس شکریہ ادا کرنے گئے، تو اس نے کہا ”آپ کے پیرو مشد بہت کامل بزرگ ہیں۔ دوزخ میں تو اسلم کو ہرگز پاس نہ کرتا“

پچھانسی سے بچانا حاجی ماسٹر کرم ابھی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز کے بھتیجے سید ار محمد نے ریل میں ایک بکھ کو قتل کر دیا تھا۔ سنگین واقعہ تھا۔ مقدمہ چلا۔ ماتحت عدالت نے خلاف فیصلہ کیا۔ سب کو سخت تشویش اور پریشانی تھی۔ ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی مگر دوں میں سخت اضطراب تھا۔ حضور نے ماسٹر صاحب سے کہا کوئی فکر مت کرو۔ اس کی زندگی بہت ہے۔ پچھانسی کی سزا نہیں ہوگی۔ چنانچہ ہائی کورٹ سے موت کی سزا بدل دی گئی۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ اب تک بقید حیات ہے۔

چودھری غلام رسول صاحب سکندر کلان ضلع شیخوپورہ مہاجر انو ان کی والدہ نے کشمیر میں عرض کیا کہ اس کے لڑکے پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے۔ اور شہادتیں خلاف گوری ہیں۔ آپ نے فرمایا ”جامانی! اللہ تعالیٰ نے تیرے لڑکے کی جان بخشی کر دی ہے۔ اس کو پچھانسی نہیں ہوگی۔ چنانچہ خدا کے فضل سے وہ اب بھی بخیریت زندہ ہے۔“

حاجی سید احمد صاحب کے خلاف فوجداری کا مقدمہ چل رہا تھا۔ شہادتیں خلاف تھیں۔ اور وکلاء بھی مایوس تھے۔ فیصلہ کے دن حضور نے حاجی صاحب کو پانچ روپے عطا کئے اور فرمایا ”شام کو آتی دفعہ کچا لیتے آنا“ وہ خوش خوش کچہری گئے اور سب سے کہہ دیا کہ ہم آج بری ہو جائیں گے اس لئے کہ حضور نے پانچ روپے دیے ہیں اور حکم دیا ہے کہ شام کو کچا لیتے آنا۔ چنانچہ عدالت نے ان کو بری کر دیا۔ اور وہ شام کو کچا کو خرید کر حاضر خدمت ہوئے۔

صاحبزادہ افضل حسین شاہ صاحب کی ولادت کی پیش گوئی | ۱۹۴۲ء میں محمد خان کو خواب میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا: یہ

بچہ جو میری گود میں ہے اختر حسین کا ہے۔ محمد خان نے حویلی پر آکر حضرت والدہ صاحبہ قبلہ کی خدمت میں مبارک باد کہلوایا۔ چند روز بعد میری اہلیہ کے ولادت ہوئی اور عزیزم سید افضل حسین سلمہ پیدا ہوا۔

عبداللہ صاحب ساکن پھیس تحصیل قصور نے بیان کیا کہ ولیدار گوگو میں تھا کہ حضرت سے داخل ہوں یا نہیں۔ اس نے اپنے چھوٹے بچے

کو دو روپے دے کر حضور کی خدمت میں بھیجا۔ اور نیت کی کہ اگر حضور نے بچے سے نذر لے لی تو مرید نہیں ہوں گا۔ اور اگر نہیں لی تو مرید ہو جاؤں گا۔ بچہ نے حسب ہدایت نذر پیش کی تو حضور نے فرمایا ”نابالغ بچوں سے لینا روا نہیں۔ بچوں کو تو دینا چاہیے“ چنانچہ آپ نے بچے کو سنگترے عطا فرمائے۔ ولیدار صاحب کو اپنے خیال کا جواب مل گیا۔ اور وہ اسی دن داخل مسلہ ہو گئے۔

حافظ علی اصغر صاحب سلمہ بھوجو کی والدہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ”میرے دو لڑکے ہیں اور دونوں گونگے“

ارشاد کیا ”اب کے جو ہوگا گونگا نہیں ہوگا“ علی اکبر سپہا ہوا تو وہ لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ آپ نے بچے کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا ”یہ گونگا نہیں ہوگا“ اس کے بعد جب علی اصغر پیدا ہوا تو وہ لے کر حاضر ہوئی۔ ارشاد فرمایا ”اسے حافظ بنانا۔ یہ بھی گونگا نہیں ہوگا“ چنانچہ خدا کے فضل سے دونوں بالکل ٹھیک ہیں۔ اور ان کی زبان میں ذرا سی لکنت بھی نہیں ہے۔

چار لڑکوں کی پیش گوئی | حاجی عبدالرحمان صاحب جھنگ اے کی دو بیویاں تھیں جن سے لڑکیاں تو تھیں، مگر لڑکا کوئی پیدا

نہیں ہوتا تھا۔ مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حج کے موقع پر عرض کیا کہ ”حضور! حاجی عبدالرحمان بہت مخلص یا رہے۔ اس کے لڑکا کوئی نہیں۔ دعا فرمائی جائے کہ لڑکا پیدا ہو“

پھر مولوی صاحب نے یہ قصہ سنایا کہ سیال شریف والوں نے ایک پیر بھائی کو

لکھا کہ ”بچوں کے لئے ٹوپیاں خرید لو“ اس نے لکھا کہ ”لڑکا تو کوئی نہیں۔ کتنی ٹوپیاں خریدوں“ پیر صاحب سیال شریف نے حکم دیا ”چار“۔ رب تعالیٰ نے اسے چار لڑکے عطا فرمائے۔

حضرت قسب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”دعا مانگو۔ رب تعالیٰ حاجی عبدالرحمان کو اولاد عطا فرمائے“ چنانچہ خدا کے فضل سے ان کے بھی یکے بعد دیگرے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ آپ نے پہلے لڑکے کا نام بھی غلام محمد مدنی اسی وقت رکھ دیا۔ حاجی عبدالرحمان کی پہلی بیوی سے مطلق اولاد نہیں ہوتی تھی، حضرت قبلہ کے کرم اور توجہ سے اس کے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس طرح ان کے کل لڑکے پانچ ہو گئے۔

ایسا ہی واقعہ حاجی سید احمد صاحب کے ساتھ پیش آیا۔ ان کے بھی کوئی لڑکا نہ تھا۔ انھوں نے خدمت والا میں عرض کیا ”رب تعالیٰ تم کو لڑکا دے گا تو اسے حفظ کرانا“ حاجی صاحب نے وعدہ کیا۔ رب تعالیٰ نے فضل کیا اور ان کو لڑکا عطا کیا۔ حاجی صاحب نے وعدہ پورا کیا اور اسے مدرسہ نقشبندیہ میں کلام مجید حفظ کرایا۔ خدا دولت دارین سے مالا مال فرمائے۔

میرید کہلوانے کی آرزو پوری ہوئی | صحبت خان صاحب کو ہائی ذکر ”یارانِ طریقت“ کے باب میں آچکا ہے۔ انھوں نے صوبیدار محمد اکبر صاحب

کو ہائی کو اپنا یہ واقعہ سنایا۔ کہتے تھے کہ ”حضور ہمیشہ اپنے غلاموں کو یارانِ طریقت کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے۔ مگر میری خواہش تھی کہ کبھی مجھے اپنا مرید کہہ کر یاد فرمائیں“ کہتے تھے کہ ”ہر جمعرات کو بعد نماز عصر محلہ بنوریان گڑھی موز خان متصل کوہاٹ میں حضرت حاجی پیر سید سعید شاہ صاحب خلیفہ مجاز کے مکان پر حلقہ ہوا کرتا تھا۔ ایک فحہ میں حلقہ میں شرکت کے لئے روانہ ہوا تو راستے میں کسی نے کہا کہ ”انگڑھ لے پیر صاحب جو بابا دین محمد صاحب چوراہی کے خلفا میں سے ہیں، ان کے گھر ہنگو والے فقیر صاحب آئے ہوئے ہیں۔ وہ بڑے مانے ہوئے بزرگ ہیں۔ چلو آؤ ان کی زیارت کر لیں۔ پر حلقہ میں چلیں گے“

”خیر ہم سب یارانِ فقیر صاحب کی خدمت میں گئے۔ سب کے ساتھ میں نے بھی دست بستہ کی۔ وہاں سے فارغ ہو کر ہم سب حلقہ میں جا کے شامل ہو گئے۔ اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ

ہوتی ہیں۔

کرامت اور معجزہ کے معنی یہ ہیں کہ عقل ان کی نہم سے قاصر ہو۔ عادت کسی کام کا اس طرح وقوع پذیر ہونا روانہ رکھتی ہو۔ خرق عادت کے یہی معنی ہیں۔ خرق عادت ہی کا دوسرا نام کرامت ہے۔ کرامت کا واسطہ ذات رب العزت سے ہوتا ہے، ولی اللہ کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اسی لئے کرامت ہمیشہ حق ہوتی ہے۔

استدراج کا کرامت سے التباس ہو جاتا ہے۔ استدراج کا فراور فاسق سے بھی سرزد ہوتا ہے مگر کرامت کے لئے ایمان کامل اور صفائے باطن لازم شرط ہے۔ بعض نا سمجھ لوگ کہتے ہیں کہ جب تک عقل قبول نہ کرے کیسے مانا جائے۔ میں کہتا ہوں کرامت نام ہی ہے خرق عادت کا عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اگر سمجھ اور فہم میں آجائے اور مقابل کو عاجز نہ کرے تو وہ کرامت ہی نہیں۔

قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بہت سے معجزات بیان ہوئے ہیں جو سب حق ہیں اور ان پر سب مسلمانوں کا ایمان ہے۔ اسی طرح صحیح احادیث اور مستند روایات میں اولیاء اللہ کے خوارق عادت اور کرامات مذکور ہیں۔ جن پر ہر راسخ العقیدہ مسلمان اعتقاد رکھتا ہے بعض بے علم یا نا سمجھ لوگوں نے ایسی جو روایات بزرگان دین سے منسوب کی ہیں جو خلاف شریعت ہیں۔ وہ یقیناً غلط ہیں۔ ان کو کرامات میں شمار کرنا کسی طرح روا نہیں۔ شریعت اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی کسوٹی ہے، اس سے ولی اللہ تو درکنار، کوئی صاحب ایمان بھی انحراف نہیں کر سکتا۔

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل اور صاحب تصرف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ نے بڑی طویل عمر پائی۔ اور آپ کا فیض یار و امصار میں دور دور تک پھیلا۔ آپ کے مریدین و متفقدین کی تعداد بھی بے شمار ہے۔

ساری عمر مجاہد قتل تلخیص و ارشاد | اے یوں تو آپ کی حیات مبارک اور معمولات روزمرہ خود کرامت تھے۔ آپ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی اور سیرت پر غور نظر ڈال چکے ہیں۔ آپ بارہ مہینے تیس دن جو میں گئے برابر تلخیص و ارشاد اور مسائل شرعیہ بتانے میں مصروف رہتے تھے۔ عمر مبارک کے نصف آخر کا بالخصوص خیال کیجئے۔ آپ قبلے پتے سنہی ہمیشہ

”ایک بہت بڑا میدان ہے۔ فرش کچھ ہوئے ہیں۔ بڑی خلقت جمع ہے۔ سامنے مسند پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز ہیں۔ میں دوڑ کر آگے گیا اور حضور کی دست بوسی کی۔ بڑی شفقت سے فرمایا۔ ”میرے مرید ہو کر اس کے ہاتھ چومتے ہو۔“ حضور نے دین باری ہی جملہ دہرایا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نظر آیا کہ ہنگوڑا لے وہ فقیر صاحب دور ایک طرف کھڑے ہوئے ہیں۔ اس خواب سے ایک تو میری یہ آرزو پوری ہو گئی کہ حضور نے زبان مبارک سے مجھے اپنا مرید کہہ کر پکارا۔ دوسرے یہ ہدایت ہو گئی کہ ”یک درگیر و محکم گیر“ چنانچہ اس کے بعد میں نے سوائے صاحبزادگان والا تبار اور حضور کے کبھی اور کسی کے ہاتھ نہیں چومے۔“

غرض اس طرح کے ہزاروں واقعات ہیں۔



کرامات

کرامت کا برحق ہونا | انبیاء کرام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے۔ معجزہ نبی کی نبوت پر اور کرامت ولی کی ولایت پر دال ہوتے ہیں۔ عقاید نسفی میں ہے کرامات الاولیاء حق ”ترجمہ“ اولیاء اللہ کی کرامتیں سچ

۴۴ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جوہر و سخا کا کچھ تذکرہ آچکا ہے۔ عام مشاہدہ یہی ہے کہ آپ کے پاس کوئی پیسہ نہ ہوتا تھا۔ مگر اخراجات و عطیات اور سخاوت کا ایک بے پایاں سمندر ہے کہ جاری ہے۔ پورے سفر مقدس میں مہمان اُردی جن دیرِ دلی اور سیرِ شیمی سے جاری رہتی اس کے لئے شاہی خزانے بھی کافی نہیں ہو سکتے، مگر درویش کی مسند برابر متصل ہوئی رہی۔ اور مردِ مومن کی کرامت کا نمونہ دکھائی رہی۔ مسند کے نیچے سے نکال نکال کر سائلوں کی حاجت روائی فرماتے رہتے۔

مسجد نور اور دوسری تعمیرات کے سلسلے میں آگے تفصیل آئے گی کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کس طرحی سے ان مصارفِ خیر میں خرچ کرتے تھے۔ مسجد نور کی لکڑی کی خریداری کے لئے آپ سیالکوٹ گئے تو بنیے سے دس روپے خرمن لینے پڑے تھے۔ ایک جہہ پاس نہ تھا۔ مگر نہ صرف یہ کہ بہترین لکڑی خرید فرمائی۔ بلکہ سنگ مرمر اور دوسرے قیمتی پتھر بھی خریدے جاتے رہے۔ کاریگروں کی تنخواہیں اور جملہ اخراجات بھی انجام پاتے رہے صنعت کار، نقاش، اور دوسرے کاریگر دور دور سے بلائے گئے اور مسجد نور کیلئے سے زیادہ مزین و منور ہوتی چلی گئی۔ قالین، جامناز، پردے کیسے قیمتی خریدے گئے۔ زاویہ گزریاؤ متوکل علی اللہ مردِ درویش نے آخر وہ تعمیرِ یادگار چھوڑی جس کے پاسنگ بنانا بھی آج کے بادشاہوں کے بس کی بات نہیں۔ یہ سب کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟

۴۵ سفرِ حضر میں مہمانوں کی خاطر و مدارات بہترین کھانوں کتنے ہی مہمان ہوں کھانے کا پرچہ جانا ہے ہمیشہ کی جاتی رہی۔ پہلے ایسے واقعات بیان میں آ چکے ہیں جب خادم نے عرض کیا کہ راشن اور سامانِ خوراک اختتام پر ہے۔ مگر حضور نے خوانِ لُغما میں فرق نہ آنے دیا۔ اور آپ کے تصرف اور خدا کے فضل و کرم سے کبھی کمی نہ ہونے پائی۔ اور سینکڑوں ہزاروں اشخاص ایک وقت میں شکم سیر ہو کر اچھی اور لذیذ غذا لیں کھاتے رہے۔

ہم بلکہ چکے ہیں کہ حضرت کے اپنے کھانے کے لئے آپ کے خادم خاص تھوڑا سا خشک مرغی کا شوربا اور پھل کا علیحدہ پکایا کرتے تھے۔ مگر سب کا مشاہدہ ہے کہ آپ ہمیشہ تمام حاضرین وقت کو کھانے میں شرکت کی دعوت دیتے تھے۔ اپنے گھر کے تو آپ مالک تھے۔ کھانے میں کبھی کمی تو کیا آتی رہتے بچتا ہی رہا۔ مگر لطف اس وقت آتا تھا جب کوئی شخص اس

کے تھے۔ اس حصہ عمر میں بیماریوں اور شقتوں ریاختوں نے اور زیادہ ضعیف کر دیا تھا۔ پھر بھی ایسی حالت میں تقریباً پچاس سال سے زیادہ مدت انہی مشغولیتوں میں صرف فرمائی۔ سب کا مشاہدہ ہے کہ رات کو چند گھنٹے بھی آرام نہ فرماتے تھے۔ اور مسلسل سنانے، تبلیغ فرمانے اور راہِ راست کی تلقین میں مصروف رہتے تھے۔ کیا عمدت و مزاولت عادت مستمرہ سے مافوق نہیں ہے؟ تو پھر اسے کیوں نہ کرامت سمجھا جائے؟

۴۶ حضور نے اکثر و بیشتر ہزاروں کے مجمع سے خطاب فرمایا ہے۔ اکثر حاضرین کی تعداد پچاس پچاس ہزار

تک پہنچ جاتی تھی۔ مالابار، حیدرآباد، میسور، مدراس، لائل پور، لاہور کے جلسوں کے دیکھنے والے اب بھی بقیہ حیات میں۔ بتاتے ہیں کہ حدِ نظر تک آدمی ہی آدمی ہوتے تھے۔ ان عظیم الشان اجتماعات میں آپ نے گھنٹوں تقریریں کی ہیں۔ آپ کی آواز محمول سے بھی زیادہ پست تھی۔ مگر ان اجتماعات میں ہر شخص آپ کی آواز سُنتا اور آپ کے مواظفِ حسنہ سے مستفید ہوتا تھا۔ یہ روشن کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟

۴۷ رمضان المبارک میں تاریخ میں آپ کا مدتِ العمر کلامِ مجید سنانا بھی کرامت سے کم نہیں۔ عالمِ شباب سے زمانہ بعضی

تک یہ معمول جاری رہا۔ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ حیات میں آپ بیس تاریخ تک ان کو قرآن پاک سناتے تھے۔ پھر اکیس تاریخ کو علی پور سیداں کی مسجد میں اپنے والد صاحب کو ثلثین سناتے تھے۔ اس کے بعد کے دنوں میں اکثر ایسا ہوتا کہ دن بھر سفر، روزہ اور مواظفِ حسنہ اور ہر رات ہر نئے شہر میں صرف دو رکعت میں ثلثین سناتا۔ سیالکوٹ میں پہلی رات گزرتی تو لاہور، قصور، فیروز پور، جالندھر جوتے ہوئے پہلی تک اسی معمول کے مطابق قرآن پاک سناتے رہتے۔ اور یہ معمول ضعیفِ عمری تک جاری رہا۔ کیا یہ کرامت نہیں؟

پہلے حاجی محمد حسین صاحب سیالکوٹی کا بیان آچکا ہے کہ انھوں نے دہلی کی فتحپوری مسجد میں حضور سے ثلثین سنا۔ دہلی کی یہ مسجد بہت وسیع و عریض ہے جس میں بیک وقت سات آٹھ ہزار آدمی سما جاتے ہیں۔ حاجی صاحب کا بیان ہے کہ آخری صف تک ہر شخص آپ کی آواز سُن رہا تھا۔ یہی حال اکثر دوسرے مقامات پر بھی لوگوں کے مشاہدے میں آیا ہے۔

جموہ گرد و فواح سے نماز کے لئے خلقت امتدادی جس طرف نظر اٹھاؤ آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا۔ کھانے کے لئے حسبِ تصور صلئے عام قہمی بخورنے ارشاد فرمایا "میری چادر لے جا کر کھانے پر ڈال دو۔ اور کھانا شروع کر دو" جموہ کی نماز سے قبل اور پھر بعد میں شام تک کھانے کا سلسلہ جاری رہا۔ سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور حسبِ دستور پھر بھی بہت سانچ رہا۔ گاؤں کے لوگ اب تک کہتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہر دعوت میں بے اندازہ خلوق جمع ہو جایا کرتی ہے۔ مگر نور محمد صاحب کے گھر تو اور بھی بے حساب خلقت جمع ہو گئی تھی۔ اتنا کم کھانا اور اتنی زیادہ مخلوق کھانے والی۔ اور پھر سب شکم سیر ہو کر گئے یہ بات عقل سے اراور آپس کے نہیں؟ اسی کا نام کرامت ہے۔

مرید کیلئے مسلمان لپکایا ہوا کھانا مہیا فرمانا (۸) صوبیدار خوشی محمد صاحب نے اپنا یہ واقعہ علی پر شریف میں جلسہ عام میں بیان کیا کہتے تھے "۱۹۱۴ء میں میٹرک کا امتحان دے کر میں اپنے چچا زاد بھائی ڈاکٹر محمد فاضل صاحب کے پاس کالگا چلا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا معمول تھا کہ ایک دن ڈیوٹی پر شملہ جاتے تھے اور دوسرے دن لوٹ آتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے بھی ہمراہ لے گئے۔ برٹرک کا اسٹیشن آدھے راستے پر ہے۔ دوپہر کا کھانا اس اسٹیشن پر کھایا۔ مگر پیٹ نہ بھرا۔ رات ہم نے اسٹیشن پر سیکٹر کلاس کے ایک ٹبے میں گزار دی۔ شام کے بعد ایک آدمی کھانا لایا۔ میں نے دیکھا تو وہ ہنڈو تھا۔ میں نے بھائی صاحب سے کہا "میں ہنڈو کا کھانا نہیں کھاتا۔ آپ رورکتے ہیں تو کھا لیجئے" ان کو افسوس ہوا۔ کہنے لگے "مجھے یاد نہیں رہا ورنہ کسی مسلمان دوست سے کہہ دیتا۔ اب کیا کرو گے۔ یہاں تو جگل ہی جگل ہے۔ کچھ کھانے کو نہیں ملتا" میں نے جواب دیا "کوئی ہرج نہیں مسلمان کو روزے کی عادت بہتی ہے۔ یوں بھی رات گزر جائے گی"

یہ کہہ کر میں نماز عشا ادا کرنے لگا۔ میری نماز کے دوران ایک مسلمان آیا اور بھائی صاحب کو کھانا لے گیا۔ میں نے سلام پھیرا اور یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے کہا "یہ کھانا میرے لئے آیا ہے۔ اس میں آپ کا حصہ نہیں" بھائی صاحب کہنے لگے "بھائی تیرا ایمان بڑا پکلا ہے تیرے لئے عینب سے سامان ہو گیا" میں نے نماز سے فارغ ہو کر سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اس وقت تو خیال نہ آیا۔ مگر بعد میں سمجھ میں آیا کہ یہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف تھا کہ اس ویرانہ میں حلال کھانا میرے لئے بھیج دیا۔

لی دعوت کرتا تھا۔ سب کو معلوم تھا کہ حضور کے ہمراہ جو خلقت ہوگی اس کا پہلے سے صحیح اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ قیاس سے جو کھانا تیار کرایا جاتا، بسا اوقات یہ ہوتا کہ جہانوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہو گئی ہے۔ ایسے مواقع پر ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ حضور نے اپنا کوئی کپڑا لے کر فرمایا کہ اسے کھانے پر ڈال دو۔ اور بغیر کپڑا اٹھائے کھانا نکال نکال کے کھاتے جاؤ۔ سب کا مشاہدہ ہے کہ اس طرح یہ کھانا گھنٹوں مہمانوں کو کھلایا جاتا، سینکڑوں درہزاروں شکم سیر ہو کر اٹھ جاتے اور کھانا بچا رہتا۔ یہی تو کرامت کا کرشمہ ہے!!

حاجی مہر حاکم دین کی دعوت (۹) چک نمبر ۲۲ لال پور کے حاجی مہر حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی مرتبہ حضور کی دعوت کی۔ انہیں یہ تو اندازہ تھا کہ حضور کے ہمراہ کچھ زیادہ ہی آدمی آتے ہیں۔ مگر اس دن تو حد ہو گئی۔ اتنی زیادہ خلقت آئی کہ کھانا عشر عشر کے لئے بھی پورا نہ پڑتا۔ چھال خانوانہ سے ان کے گھر تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ سخت پریشان ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر تو ہر چیز روشن تھی۔ آپ نے گھر میں داخل ہوتے ہی فرمایا "مہر صاحب! میری یہ چادر کھانے پر ڈال دو۔ اور سب کو کھانا شروع کر دو۔ میں بعد میں کھاؤں گا" جب سب کھا چکے تو آپ نے حکم دیا آواز دو کہ جس نے نہیں کھایا آئے اور کھانا کھالے۔ اس کے بعد فرمایا "میرے لئے کھانا لاؤ۔ خمیری روٹی لانا" مہر صاحب نے عرض کیا "خمیری روٹی تو نہیں پکائی ہے" آپ نے فرمایا "چادر کے نیچے سے کال لاؤ" دیکھا تو خمیری روٹیاں موجود تھیں پیش کی گئیں۔ تناول فرما چکے تو ارشاد کیا "مہر صاحب! ہر شخص اپنے مقدر کا کھانا ہے۔ اور آپ کے گھر میں رحمت و برکت چھوڑ جاتا ہے"

نور محمد حجام کی دعوت (۱۰) موضع مہیس کے نور محمد صاحب حجام اور غریب پیر بھائی تھے۔ انہوں نے جمعہ کی دعوت قبول فرمانے کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "جمعہ کے علاوہ کوئی دن رکھو۔ جمعہ کو بہت خلقت ہوگی۔ تم غریب آدمی ہو۔ تم کو تکلیف ہوگی" نور محمد کو معلوم تھا کہ کھانے کے وقت بے اندازہ مخلوق جمع ہو جاتی ہے، مگر حضور کے تصرف سے کھانا پھر بھی پورا پڑتا ہے، بلکہ بچ جاتا ہے۔ انہوں نے اصرار کر کے جمعہ ہی منظور کر دیا۔ تاکہ زیادہ ثواب حاصل ہو۔

”یہاں یہ بیان کرنا بھی دلچسپی کا موجب ہو گا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں علاقہ میسور میں تشریف رکھتے تھے۔ اپنے غلاموں پر حضور کو بوشرفقت تھی اور حضور کا تصرف کس قدر وسعت اور تسلط رکھتا تھا، اس کا اندازہ کرنا اس واقعے سے ممکن ہے۔“

فوجی ڈیوٹی پر بھوک میں امداد (۱۰) اسی طرح کا ایک واقعہ صحبت خان صاحب کو بانی فوجی ڈیوٹی پر بھوک میں امداد پر گزرا تھا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ وہ پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں میری پلیٹن ایک جگہ تعینات تھی۔ ہم لوگ مورچوں میں بیٹھے تھے۔ نہ کھانے کو کچھ ملا تھا نہ پیسے۔ رات کا وقت اور دور دور کوئی آبادی نہیں۔ میں بھوک اور پیاس سے بے حال ہو رہا تھا۔ ایسے میں میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا اور اعانت چاہی۔ ضعف سے میری کیفیت غشی کے قریب تھی۔

”تھوڑی دیر میں مورچہ کے باہر سے کسی نے میرا نام لے کر آواز دی۔ اور کہا ”کھانا لے لو“ میں حیران کہ یہاں میرا کون جاننے والا نکل آیا۔ جو میرا نام لے کر پکار رہا ہے اور کھانا لے رہا ہے۔ میں مورچہ سے باہر آیا تو ایک شخص کھانا لے کر کھڑا تھا۔ میں نے سلام علیک کے بعد اس سے پوچھا ”آپ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ آپ کو کس نے میرا نام اور مورچہ کا پتہ بتایا؟“ انھوں نے کہا ”آپ کے پیر صاحب نے ہمارے پیر صاحب کو حکم دیا کہ ”میرا فلاں یا فلاں جگہ بھوک پیاس سے بڑے حال میں ہے۔ اس کو کھانا اور پانی پہنچاؤ“۔ پیر صاحب نے مجھے حکم دیا۔ اور نام اور پتہ دے کر یہاں بھیجا۔“ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنا اور اپنے پیر صاحب کا نام پتہ بتائیں۔ مگر انھوں نے جواب دیا کہ ”مجھے اور کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے۔“ کھانا پانی دے کر اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

”دن نکلا تو میں نے بہت پوچھ گچھ کی اور چاہا کہ کچھ پتہ چلے۔ مگر کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ ہاں جنگل ہی جنگل تھا۔ دور دور کسی آبادی کا نشان نہ تھا۔ نہ کوئی یہ بتا سکا کہ آس پاس کوئی درخت اور بزرگ قیام فرما رہا ہے۔ بس حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذرا نوازی تھی کہ ایسے آسے وقت میں امداد ملتی۔“

ہانی کورٹ کے مقدمہ میں امداد (۱۱) ۱۲ مئی ۱۹۱۱ء کو ہانی کورٹ کے شیخ عنایت اللہ صاحب نے بیان کیا کہ ”میرے مکان کا مقدمہ ہانی کورٹ میں دائر تھا۔ مختلف دستوں

تین وقت بھوک کو غیر آباد جگہ میں کھانا پہنچانا

۱۹۲۱ء کا زمانہ تھا۔ ہماری پلیٹن کو بات میں تعینات تھی۔ مجھے حکم ملا کہ باہر جانے کے لئے اپنی کمپنی تیار کرو۔ چنانچہ دو گھنٹے کے اندر ہم تیار ہو کر لاریوں پر سوار ہو گئے۔ اور کوہاٹ سے بیس میل دور موضع لاجی پہنچ گئے۔ تمام سامان اور سوایاں وہاں چھوڑ کر سڑک سے بیس میل برساتی بے پیدل روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے شام ہو گئی۔ بادل چھائے ہوئے تھے کبھی کبھی بوندیں بھی پر لگتی تھیں۔ پہاڑوں کی آوی میں ٹھہرنے کا حکم ملا۔ ہم ایک ڈاکو پارٹی کو گھیرے میں لینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اس لئے مکمل طور پر خاموش رکھنے کا حکم تھا۔ سگڑ تک جلائے کی اجازت نہ تھی۔

ہم نے چاروں طرف پیریدار مقرر کر دیے تھے۔ پوری خاموشی تھی۔ سنگینوں پر ساتیاں تان کر وقت گزار رہے تھے۔ مگر بھوک کے مارے بڑا حال تھا۔ تیسرا وقت ہو گیا تھا کہ نہ کچھ کھانا نہ پیا۔ نہ کوئی سامان نہ انتظام حکم حاکم مرگ مفاجات والا معاملہ تھا۔ فوجی ڈیوٹیوں میں اکثر ایسا وقت آجاتا ہے۔ اور ہم فوجی سدا اس کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ بھوک پھر جی کچھ نہیں دیکھتی سوچتی۔ پیٹ کو لگی ہو تو جان جنجال میں پھنس جاتی ہے۔

”اتنے میں پیریدار نے آکر مجھے اطلاع دی کہ ایک بوڑھا چٹان آپ کو بلا رہا ہے۔ میں حیران ہو گیا کہ اس سنان مقام پر رات کے وقت اور ایسی رازداری کی حالت میں کہ آواز تک نکلنے کی اجازت نہیں ہے، کون آگیا، کیسے یہاں تک پہنچا، اسے کیا معلوم کہ میں کہاں ہوں خیر میں باہر نکلا۔ اور اس نوار سے سلام علیک کی۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا نام خوشی محمد ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ تو اس نے کہا ”تمہارے پیر صاحب نے ہمارے پیر صاحب کو بولا۔ اور ہمارے پیر صاحب نے مجھ کو حکم دیا کہ ”جاؤ، خوشی محمد جیسے وقت سے بھوکا ہے۔ اس لئے روٹی لے جاؤ“۔ چنانچہ اس نے دو عدد میٹھی روٹیاں جن میں سے ہر روٹی چار چار سیر کی تھی، مجھے دیں۔ اور خود سلام کر کے فوراً غائب ہو گیا۔ میں نے روٹیوں کے ٹکڑے کر کے سارے ساتھیوں میں تقسیم کئے۔ ہم سب اس غیبی امداد کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر بے حد احسان مند ہوئے۔“

اور رشتہ داروں سے میں نے مدد چاہی۔ مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ آخر فیصلہ کا دن آ گیا۔ میں بے چارگی کے عالم میں حیران پریشان ہائی کورٹ میں کھڑا تھا۔ اور اپنی بے بسی پر سخت غمگین تھا۔ ایسے میں میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا۔ اور مدد چاہی۔

”تھوڑی دیر کے بعد ایک جہنی مجھے پاس آئے اور دریافت کیا کہ ”تم کیوں اداس اور پریشان کھڑے ہو؟“ میں نے انہیں سارا ماجرا سنایا۔ بولے ”نظر دو۔ میں ابھی آتا ہوں۔ وہ گئے اور کچھ دیر کے بعد لوٹے تو فیصلہ کی نقل ان کے ہاتھ میں تھی۔ مجھے بتایا کہ بوسا کام تمہارے موافق ملے ہو گیا ہے۔ پھر مجھے ساتھ لے کر ہٹل میں آئے۔ چلے پلائی۔ خود پیسے ادا کئے۔ میں لاکھ دریافت کرتا رہا کہ آپ کون ہیں۔ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ کچھ نہ بتایا۔ میں اتنا کہا کہ ”تم میرے پیر بھائی ہو۔ بس حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کے صدقے میں تمہارا کام ہو گیا۔“

آئسہ کے اولاد ہونا (۱۲) کشمیر ویری ناگ کے قریب بٹ کڈ کے ذیلدار اکرم بٹ کی بیوی آئسہ (باجبہ) تھیں۔ آپ نے ذیلدار صاحب سے پوچھا تمہارے کتنے لڑکے ہیں؟ انہوں نے ابدیدہ ہو کر جواب دیا ”کوئی نہیں۔“ فرمایا ”اللہ تعالیٰ اولاد دے گا۔ اس کی بارگاہ سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔“ انہوں نے عرض کیا ”میری بیوی آئسہ (باجبہ) ہے۔“ فرمایا ”اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“ تین سال کے بعد ہم پھر کشمیر گئے۔ تو ذیلدار صاحب ایک خوبصورت تندرست لڑکے کو لے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا ”یہ میرا بارگاہ ہے۔ اسے تین پڑے دو۔“ پھر ذیلدار صاحب سے ارشاد کیا ”او! تم کہتے تھے۔ سچے نہیں ہو سکتا۔ عورت آئسہ ہو چکی ہے۔ یا در کھو رب تعالیٰ کی ذات پاک ہر چیز پر قادر ہے۔“

جتنے طلبہ آئے لڑکے رانا شبیر احمد صاحب خٹا راجا حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ راوی ہیں کہ موضع دوست پور میں ایک شخص نے اپنا ذاتی واقعہ بیان کیا کہ ”حضرت گھوٹے پر ہمارے گاؤں دوست پور سے گزر رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر گھوٹے کی باگ پکڑ لی۔ اور عرض کیا ”میرے کوئی لڑکا نہیں۔“ جوش سے فرمایا ”تم لوگ بہت تنگ کرتے ہو۔“ گھوٹے سے اتر کر میرے ایک طلبہ نچہ زور سے رسید کیا۔ پھر دوسرا تیسرا

اور چوتھا۔ پانچواں تھانچہ مارا تو میں گر پڑا۔ ارشاد فرمایا ”جب تک تو کھڑے کھڑے میرے تھانچے ہتھارتا رہتا، رب تعالیٰ تجھے لڑکے عطا فرماتے۔ اب پانچ لڑکے ہو گئے۔ مگر پانچواں مر جائے گا۔“ اس شخص نے رانا صاحب سے بیان کیا کہ ”جیسا حضور نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔ پانچواں لڑکا جاتا رہا۔ یہ چار لڑکے تندرست اور خوبصورت موجود ہیں۔ میں نے ان کو تاکید کر دی ہے کہ جب تک جو بھی تمہاری نسل میں زندہ رہے، علی پر شریف حاضر ہوتا رہے۔ رب العزت اپنے رسول کی بات مانتے ہیں۔“ سادھو بولے سہ سہا سادھو دا بولیا ورتھا زجا

جس نے دم کر دیا پانی پیا۔ اس کے اولاد کوئی۔ (۱۳) درویش محمد سکھ کا مونکے نے بیان کیا کہ ”میری والدہ کہتی تھیں کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی میں بار بار شریف میں حاضر تھی۔ ایک عورت نے عرض کیا کہ ”میری شادی کو بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ کوئی اولاد نہیں ہوئی۔“ حضور نے فرمایا ”پانی کا ایک پیالہ بھر لاؤ۔“ وہ عورت پانی کا بڑا پیالہ بھر لائی۔ آپ نے اس پیالہ میں سے تین گھونٹ پیے اور فرمایا ”جو عورت یہ پانی پیے گی۔ اللہ کے فضل سے صاحب اولاد ہو جائے گی۔“ ہم سب عورتوں نے وہ پانی پیا۔ میں نے تین گھونٹ پیے۔ رب کے فضل و کرم سے اور میرے پیر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے تین ہی فرزند عطا فرمائے جو زندہ ہیں اور نیک زندگی بسر کرتے ہیں۔“

یتیم بچوں کے معاملے میں امداد (۱۵) حاجی مہر حاکم دین صاحب جالندھری مہاجر سکھ صادق آباد نے بیان کیا کہ ”یتیم بچوں کا معاملہ پوری نے دیکھا دیا۔ آپ نے حکم دیا ”دعویٰ کر دو۔“ میں نے دعویٰ دائر کر دیا۔ حکم کی تاریخ پر سکھ تحصیلدار نے کہا ”بابا! تیرے خلاف فیصلہ ہو گا۔ کیونکہ اصل معاملہ تین جگہ درج ہونا تھا کہیں بھی درج نہیں ہے۔“ میں نے کہا ”میرا وکیل وی سی کی عدالت میں پیش ہے، اسکو آجانے دیں۔“ تحصیلدار نے کہا ”میں بھی ادھر ہی جا رہا ہوں۔“

”میں حیران پریشان برآمدے کے ستون کا سہارا لے کر بیٹھ گیا۔ دل میں خیال کیا حضور نے فرمایا تھا تو میں نے دعویٰ دائر کر دیا تھا۔ اب یہ کیا ہوا جا رہا ہے۔ اتنے میں میری آنکھ جھپک گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سراج الملت صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب قبلہ تشریف لے گئے۔“

میں نے سلام عرض کیا تو فرمایا "حضرت نے تیرے کام کے لئے بھیجا ہے" اندر عدالت کے کمرے میں تشریف لے گئے۔ مسل کے اوراق الٹ کر تین جگہ کچھ لکھا۔ اور نور سے مسل میز پر پھینک دی "مسل کے میز پر پھینکنے سے آواز ہوئی تو میں چونک پڑا۔ اسی وقت تحصیلدار اور وکیل دونوں عدالت کے کمرے میں داخل ہوئے۔ میں بھی اندر چلا گیا تحصیلدار نے وکیل سے کہا "کیوں جی! اصل معاملہ کہیں مسل پر لکھا ہوا ہے؟" اس نے جواب دیا "نہیں" تحصیلدار نے کہا "تو پھر بابا کے حق میں کیسے فیصلہ ہو سکتا ہے؟" میں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "اب تینوں جگہ لکھا ہوا ہے" تحصیلدار نے مسل دیکھنے کے لئے وکیل کو دی۔ اس نے دیکھ کر کہا تینوں جگہ لکھا ہوا ہے۔ تحصیلدار نے خود مسل لیکر دیکھی تو واقعی تینوں جگہ اندراج تھا۔ اس نے ناراضگی سے ریڈر کی طرف دیکھا۔ ریڈر نے کاغذ سیاہی، تحریر دیکھی۔ کہیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ بعد میں کوئی تحریر بڑھائی گئی ہے۔ تحریر کی روش اور سیاہی سب یکساں تھی۔ اس نے دیکھ بھال کے کہا "مسل میں تو کوئی تبدیلی نہیں کیا ہوا تغیر و تبدل نہیں۔ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ یہاں کوئی شخص داخل نہیں ہوا جس پر شبہ کیا جاسکے"۔

ریڈر نے کہا "اس بابا سے دریافت کرو۔ یہ روتا ہوا باہر گیا تھا۔ اب خوش ہے اور نہیں رہا ہے" تحصیلدار نے مجھ سے کہا "سچ سچ بتاؤ کہ یہ کیا بات ہے۔ ورنہ میں مقدمہ تمہارے خلاف کروں گا" میں نے جواب دیا "سو دفعہ کرو۔ میں اپیل کروں گا" تحصیلدار نے بہت ملالیت اور نرمی سے بار بار دریافت کیا تو میں نے سارا قصہ سنا دیا۔ اس نے پوچھا "تمہارے پیر کون ہیں؟" میں نے حضور کا نام لیا۔ تو اس نے تحصیلدار نے کہا "ان کی بابت تو کہتا ہے تو میں تسلیم کرتا ہوں۔ وہ بہت بڑے گرو ہیں۔ اگر تو کسی اور کا نام لیتا تو میں کبھی نہ مانتا" چنانچہ اس تحصیلدار نے میرے حق میں فیصلہ صادر کیا۔

دشمنوں سے بچنے کو بچانا (۱۱۶) حاجی خوشی محمد صاحب فیروز پوری کی عمر آٹھ نو برس کی تھی کہ ان کے والد حاجی جلال دین صاحب کا کوئی دشمن ان کو پکڑ کر اپنے گھر لے گیا۔ بچے کو چار پائی پررسی سے باندھ کر لٹا دیا اور تیز دھار ٹوکے سے مارنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اس دشمن کو ہاتھ پکڑ کے باہر نکال دیا۔

بچے کے زخموں پر آپ نے اپنا لعاب ہن لگایا۔ اور اندر سے کمرے کی زنجیر لگا دی۔ پولیس کو اطلاع ملی تو بچہ کو ڈھونڈتی ہوئی اس مکان اور اس کمرے تک آگئی۔ مگر اندر سے کنڈی بند تھی۔ اندر جانے کا اور کوئی راستہ نہ ملا تو دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے۔ سب حیران تھے کہ جب بچہ (خوشی محمد) زخمی ہے اور چار پائی پر بندھا پڑا ہے تو اندر سے کوڑا کس نے بند کئے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کو باٹ میں تشریف رکھتے تھے۔ دوسرے دن تار آیا کہ اللہ تعالیٰ نے خوشی محمد کو دوبارہ زندگی عطا کی ہے۔ مبارک ہو! حاجی خوشی محمد صاحب اب تک بقید حیات ہیں۔ اور ان کے جسم پر زخموں کے نشان اب بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ وہ خود سارا واقعہ سناتے ہیں۔

آگ نے نہیں جلایا (۱۱۷) حافظ رحمت علی روپوچکی مدرسہ انجمن تدریس علی پور سیدان میں بہت دن مدرس رہے ہیں۔ ان کے چچا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ ایک فخران کے چچا کی کسی اور پیر صاحب کے مریدین سے بحث ہو گئی کہ کس کا پیر کامل ہے۔ بات بڑھی تو ان کے چچا نے کہا "آؤ امتحان کئے لیتے ہیں۔ گڑ بنانے والا کڑھاؤ نیچے اتارو۔ اور آگ جلاؤ۔ جس کو اپنے پیر کے کامل ہونے کا یقین ہو اس جلتے ہوئے کڑھاؤ میں کود جائے۔ آگ ہرگز نہیں جلا سکے گی"۔

چنانچہ کڑھاؤ اتارا گیا اور آگ جلا دی گئی۔ اس پانچ فٹ گہرے کڑھاؤ میں سے شعلہ بلند ہونے لگے۔ حافظ رحمت علی صاحب کے چچا نے بلاپس وپیش حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصور قائم کر کے اس کڑھاؤ میں چھلانگ لگا دی۔ اور کڑھاؤ میں سے دوسروں کو لٹکا کر کہہ دیکھو میرا پیر کامل ہے۔ آگ میرا بال بیکار نہ کر سکی۔ تم کو حوصلہ ہو اور اپنے پیر پر اعتماد ہو تو آؤ تم بھی آگ میں کود پڑو۔ مگر ان کی باتیں بحث تک تھیں۔ نہ اعتقاد کامل تھا نہ یہ حوصلہ کہ آگ میں گھس جائیں۔

سفر میں سواری فراہم کرنا (۱۱۸) حاجی مہر حاکم دین صاحب صادق آبادی نے سنا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ سے لاہور تشریف لائے ہیں۔ وہ شیخ پورہ سے زیارت کے لئے لاہور حاضر ہوئے۔

یہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ حضور کسی وجہ سے تشریف نہیں لائے۔ انہوں نے ارادہ کر لیا کہ علی پر شریف حاضری دوں گا۔ کراہیہ پاس نہ تھا۔ سوچا کہ پیدل ہی حاضر ہو جاؤں گا۔ شاہدہ پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی تو راست گزارنے کے لئے اسٹیشن کے مسافر خانہ میں چلے گئے۔

رات زیادہ گزر چکی تو ایک فوجی اسپیشل ٹرین شاہدہ اسٹیشن پر آکھڑی ہوئی۔ ایک شخص مسافر خانہ میں آیا اور اس نے آواز لگائی کہ کوئی علی پر سیدال جانے والا ہو تو آجائے۔ مہر صاحب نے سوچا نہیں معلوم یہ کس کو بلاتا ہے۔ میرے لئے تو شخص اجنبی ہے۔ انہوں نے توجہ نہ کی۔ اس شخص نے پاس آکر ان کا کندھا ہلایا اور پوچھا ”بابا! علی پر شریف جانا ہے؟“ مہر صاحب نے اثبات میں ہواب دیا۔ اس نے کہا ”تو جلدی اٹھو۔ گاڑی جاتی ہے“ مہر صاحب نے کہا میرے پاس ٹکٹ کے پیسے نہیں ہیں۔ اس نے کہا ”تم کراہیہ کی فٹ کرمت کرو۔ میں دفتر دار ہوں“۔ لاکے ان کو گاڑی میں بٹھا دیا اور ٹکٹ دیا۔ فوجیوں سے کہا اس بابا کو علی پر سیدال پر اتار دینا۔ مہر صاحب کہتے تھے کہ فوجیوں نے مجھے علی پر شریف کے اسٹیشن پر اتار دیا۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ”چپ رہو۔ ایسی باتیں کہا نہیں کرتے“

سیداب سے نکال کر منزل پر پہنچانا ۱۹۱۱ء حافظ طفر علی صاحب سپردی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز اکثر سپرد سے پیدل چل پڑتے اور صبح کی نماز کے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ ایک بار حسب عادت روانہ ہوئے ناگہان ایک کتا سے پرہیز، تو سیداب زوروں پر تھا۔ گھبراہٹ سے کہیے پہنچنا ہوگا۔ عقل کہتی تھی کہ ایسے میں مت جاؤ۔ دل کہتا تھا کہ جب ارادہ کر لیا تو مشکلات راسے ڈرنا کیسا۔ شجہ کشتی خدا پر چھوڑ دو سنگر کو توڑ دو۔ انہوں نے ہمت کی اور پانی میں قدم بڑھایا۔ قدم رکھتے ہی پانی اپنے زور میں ان کو بہا لے گیا۔ تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا۔ کہا دیکھتے ہیں کہ حضرت نے ہاتھ پکڑ کر دوسرے کنارے پر لا کھڑا کیا۔ حافظ صاحب حاضر ہو کر قدم بوی کے بعد واقعہ سنانے لگے تو حضور نے ارشاد فرمایا ”حافظ جی! خاموش رہو۔ ایسے میں مت آکر کرو“

۲۰۱) ایک دفعہ حضور موضع بلوآذ ضلع جھنگ تشریف لے گئے۔ کرم علی سے لکڑی نہیں چلی

شروع کئے۔ صحن میں ایک لکڑی گڑی ہوئی تھی حضور اس سے سہارا لے کر کتب دیکھتے رہے۔ کئی برس کے بعد اس گڑی ہوئی لکڑی کو نکال کر چوڑھے میں چلانے لگے۔ تو عجیب اقدار پیش آیا۔ اس لکڑی کو آگ میں ڈالتے تھے مگر وہ نہ جلتی تھی۔ بار بار کی کوشش بے سود ہوئی۔ تو کسی کو یاد آیا کہ اس لکڑی سے حضور نے سہارا لیا تھا۔ کرم علی کی بیوی کہتی تھی کہ ”میں نے مدت تک اس لکڑی کو تبرک جان کر احتیاط سے رکھا تھا۔ خدا جانے پھر وہ کہاں چلی گئی“

۲۱) ایک مکھ ایک نہایت سرکش گھوڑی لے کر آیا۔ اور اعلان کیا مکرش گھوڑی کو زیر کرنا کہ ”جو کوئی اس گھوڑی پر سواری کر کے دکھائے گا، میں مغفرت یہ گھوڑی اسے دیدوں گا“ اسے معلوم تھا کہ بڑے بڑے شہسوار اس گھوڑی کی سرکشی سے عاجز آ چکے ہیں۔ حضرت نے اس گھوڑی پر دم کیا اور سوار ہو گئے۔ سب حیران ہوئے کہ ایسی سرکش گھوڑی کو کیا ہو گیا کہ چون نہیں کرتی۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”اس گھوڑی کے نیچے سے گزرو۔ وہ ڈرا تو مگر حوصلہ کر کے نیچے سے نکل گیا۔ گھوڑی نے اسے بھی کچھ نہیں کہا۔ اس نے عرض کیا ”گھوڑی میں آپ کو دی“ آپ نے فرمایا ”مجھے گھوڑی کا کیا کرنا ہے۔ تم اپنے پاس رکھو“ اس نے بہت اصرار کیا۔ تو فرمایا ”آنا ہے تو خود آؤ۔ گھوڑی کی ضرورت نہیں“ یہ فرماتے ہوئے اس سے کہہ پڑا ”وہ زار قطار رونے لگا۔ توبہ کر کے دولت الہیہ سے مالا مال ہوا۔ اور حضور کے دست اقدس پر بیعت کی۔ آپ نے شفقت فرمائی اور کہا ”یہ گھوڑی میں نے تم کو انعام دی“

۲۲) پشاوڑ محلہ یکہ قوت کے قادریہ سلسلہ کے سجادہ نشین حضرت حاجی مولوی سید محمد امیر شاہ صاحب قادری نے بھائی صوفی عبدالحسین صاحب سے بیان کیا کہ ”میرے نانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں بعض لوگوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور حسنہ کے مسئلہ پر بحث چھیڑ دی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”عقل انسانی ہر شے کے ادراک کی طاقت نہیں رکھتی۔ تم ہر بات کو اس ناقص عقل کی کسوٹی پر کیوں پرکھتے ہو“ پھر ارشاد کیا ”میری یہ پگڑی لو۔ وہ آدمی اس کے ڈون

سرے پر لیں۔ پھر اسے میری کمر کے درمیان سے گزارو۔ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو بار در کر لینا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ہی نور ہیں۔ اسی مجلس میں دو آدمیوں نے آپ کی گچھڑی پکڑ کر آپ کی کمر پر رکھ کر کھینچی تو آواز پڑ گئی۔ دیکھنے والوں کا ایمان تازہ ہوا۔ فی الواقع حضور کو بڑے تصرفات حاصل تھے، جن کا اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔

لیموں کے بجائے سنگترے (۲۳۱) بہرام خان صاحب ساکن تربیلانے برادر مرید عزیم الحاج حافظ ستید نذر حسین شاہ صاحب کو اپنے مکان کے صحن میں ایک نخت دکھایا۔ اور بیان کیا کہ ”یہ درخت لیموں کا تھا۔ ہم کئی سال اس کے میوں استعمال کرتے رہے۔ ایک بار حضور نے مجھے میزبانی کی عزت بخشی اور یہاں میام فرمایا۔ وضو فرمانے کے لئے اس درخت کے نیچے بیٹھ کر فرمایا ”بہرام خان یہ سنگترے کا درخت ہے؟“ میں نے عرض کیا: ”حضور لیموں کا درخت ہے۔“ آپ نے پھر فرمایا ”نہیں بھائی یہ سنگترے کا ہے۔“ میں حیران ہوا مگر سوء ادب جان کر کچھ نہ کہا۔ بعد کو یہ طرفہ قاشا نظر آیا کہ وہی درخت جو ہمیں لیموں کھلاتا رہا تھا، حضور کے فرمانے کے بعد سے سنگترے کا درخت بن گیا اور اب ہمیں اس سے ہر سال سنگترے حاصل ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا تصرف ہے!!“

چلتی ریل سے اتر کر دریائے پانی لانا (۲۳۲) جالندھر کے رہنے والے ایک سید جماعت غسلی نامی نے یہ آپ بیٹی سنائی کہ ”مجھے پیروں بزرگوں کا مطلق اعتقاد نہ تھا۔ ایک دفعہ میں نے امرتسر کے اسٹیشن پر دیکھا کہ کوئی بزرگ نہیں، اور ان کے آگے پیچھے بہت خلقت جمع ہے۔ میں دیکھتا ہوا گزر گیا۔ اور سوچا ”کیا دھوکہ بازی ہے۔ اور لوگ بھی کیسے عجیب ہیں کہ ایسے لوگوں کے فریب میں آ جاتے ہیں۔“ گاڑی چلنے لگی تو میں پک کر ایک ٹبے میں سوار ہو گیا۔ اب دیکھا تو یہ وہی ڈبہ تھا جس میں حضرت سفر فرماتے تھے۔ میں ایک طرف کو کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے مجھے مخاطب کر کے کہا ”شاہ صاحب! آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔“ میں حیران ہوا کہ ان کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں سید ہوں۔ بہر حال ان کے پاس آ بیٹھا۔ آپ نے بڑی شفقت اور محبت سے باتیں شروع کیں۔ اس لئے میرا حجاب برف ہو گیا۔ عرض کیا کہ کوئی کرامت دکھائیے۔ آپ خاموش رہے۔

اتنے میں دریائے بیاس کا پل آ گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا ”شاہ صاحب گاڑی رک گئی ہے اس لوٹے میں دریائے پانی بھر لاؤ۔“ میں نے محسوس کیا کہ گاڑی اتنی پل پر کھڑی ہے۔ مگر ڈرتا تھا کہ چلی نہ جائے۔ میرا تردد دیکھ کر حضرت نے محسوس فرمایا ”جلدی جا کر بھر لاؤ۔ گاڑی نہیں جاتی۔“ مجبوراً میں اُترا اور لوٹے میں پانی لا کر حضرت کو دیا۔ میں گاڑی میں آ گیا تو میں نے دیکھا کہ گاڑی اسی تیز رفتار سے فرار لے بھرتی چلی جا رہی ہے جیسے رکی ہی نہ تھی۔

”ریل جالندھر آ کر رکی تو میں نے اسٹیشن پر اتر کر ریل ٹرکوں سے دریافت کیا کہ ”دریائے بیاس کے پل پر ریل کیوں رکی تھی۔“ سب نے مجھے باؤلا بنایا۔ اور کہا ”یہ ڈاک گاڑی ہے۔ اسٹیشنوں پر نہیں رکتی، پل پر کیوں رکتی۔“ جس کسی سے پوچھتا تھا وہ مجھے احمق سمجھتا تھا۔ میں الگ حیران تھا کہ اپنے شاہیے اور عمل کے خلاف دوسروں کی بات کیسے سمجھ لوں۔ آخر ایک محقول بزرگ صورت شخص اسٹیشن پر پہنچے انھوں نے کہا ”تم کو صحیح بات معلوم کرنی ہے تو اپنے ہم سفر بزرگ سے معلوم کرو۔ وہی سچی بات بتا سکیں گے۔“

”ان بزرگ صورت شخص کی یہ بات سن کر اک دم میرا ضمیر جاک اٹھا۔ دل میں غور و خیر خیال آیا کہ یہ سب حضرت کا تصرف تھا۔ اور کچھ نہیں۔ پھر سوچتا تھا کہ دریائے لوٹے میں پانی بھر کر میں خود لایا تھا گاڑی اتنی دیر تک رکی رہی ہوتی تو کیسے ممکن تھا۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ سب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے۔ مقصد میری اصلاح تھا۔ اب میرا سینہ نور ایمان سے بھر چکا تھا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے معذرت پیش کی۔ اور درخواست کی کہ مجھے سلسلہ عالیہ میں داخل فرمالیں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”شاہ صاحب! اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

ملازمت سے دور مگر حاضر (۲۳۳) بابو عبدالعزیز صاحب وزیر آبادی نے بیان کیا کہ ”غلام حسین صاحب وزیر آبادی کی ملازمت ایسے حکم میں تھی کہ وہاں کسی دن کی چھٹی نہ ہوتی تھی۔ اور رخصت ملنی بھی ممکن نہ تھی۔ اس لئے وہ باوجود ارامی کے دربار مشرف حاضری نہ ہو سکتے تھے۔ آخر کئی سال بعد صرف اتوار کی چھٹی میں لایل پور سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں کے لئے عرض کیا تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دن تک اجازت نہ دی۔ وہ سخت پریشان ہوئے کہ غیر حاضری ہو رہی ہے۔ ملازمت جاتی ہے۔“

مگر حضور اجازت نہ دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا "کوئی غیر حاضری نہیں ہوتی۔" شبکل ایک مہفتہ بعد جب ان کو اجازت ملی تو واپس گئے۔ ڈرتے ڈرتے دفتر پہنچے۔ وہاں کسی نے باز پرس نہ کی کہ کیوں غیر حاضر رہے۔ دیکھا تو ان دنوں کی باقاعدہ حاضری لگی ہوئی تھی۔ آخر ابو صاحب سے نہ رہا گیا۔ خود ہی لوگوں سے پوچھا "میں اتنے دنوں سے غیر حاضر تھا۔ میرا کیا ہوگا؟" سب نے کہا "تم غلط کہتے ہو۔ تم تو روزانہ حاضر ہو کر کام کرتے رہے ہو۔ اپنے فائل اور رجسٹر نکال کر خود دیکھ لو۔" بعض ساتھیوں نے مذاق اڑایا کہ "آج کیا بات ہے۔ کیوں بہک رہے ہو؟" غلام حسین صاحب کو یقین نہ آتا تھا۔ مگر کام کو دیکھا تو وہ انہی کے قسم سے مکمل تھا۔ اگلے روز کو آکر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "کوئی فرشتہ تمہارا کام کر گیا ہوگا؟" اب تو وہ شیر ہو گئے۔ جب انہیں علی پور رسیداں آنا ہوتا، بغیر کہے سنے اور پوچھے گچھے چلے آتے۔ نہ رخصت دیتے نہ واپسی پر کوئی ان سے پوچھتا کہ تم کہاں تھے۔

دشمن آنکھ نہیں رہے گی (۲۶۱) حاجی صوفی اللہ قنا صاحب مکنہ جہلم یہ واقعہ سناتے تھے کہ وہاں کوئی شیعہ آگیا تھا۔ اس نے اپنا جال بچھلایا۔ اور رفتہ رفتہ بہت سے گاؤں والوں کو رافضی بنالیا۔ وہاں سے سنی حضرات کا وفد ان حاجی صاحب کو لے کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور وہاں تشریف لے چلنے کے لئے عرض کیا۔ حضور نے منظور کر لیا تو وہ لوگ واپس گئے اور جلسے کا انتظام کرنے لگے۔

مقررہ تاریخ پر آپ جہلم تشریف لائے۔ کوٹ عبدالخالق میں جلسے کا انتظام تھا۔ وہاں تشریف لے گئے۔ دوسرے علماء بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ نعت خوانوں نے نعتیں سنائیں۔ علمائے کرام نے وعظ فرمایا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئی تو آپ کھڑے ہوئے۔ خطبہ و خطبہ کے بعد آپ نے انگلی کا اشارہ کر کے فرمایا "جو آنکھ میری طرف غیریت اور عداوت کی نظر سے دیکھے گی وہ نہیں رہے گی۔" لوگوں کو گمراہ کرنے والا وہ رافضی سامنے ہی بیٹھا تھا۔ مٹا اس کی ایک آنکھ جلا کر میں نکل پڑی۔ سب نے مشاہدہ کیا۔ وہ چیخ چیخ کر فریاد کرنے لگا کہ میری آنکھ جاتی رہی۔ سخت درد اور کرب میں مبتلا تھا۔ اسی حال میں روتا چلا آجھا گیا۔ جو لوگ اس کے کہے میں آکر گمراہ ہو گئے تھے یہ کرامت دیکھ کر فوراً تائب ہوئے۔ اور پھر سے پکے سنی مسلمان بن گئے۔ وہ بد بخت رافضی اب

نبی ایک ہی آنکھ لئے پرتا ہے۔

(۲۶۲) ابو اسلم صاحب مکنہ ڈوسک نے بیان کیا کہ "بچپن لعاب دہن سے پھوٹے اچھے ہو گئے" میں میرے پھوٹے پسینیاں بڑی کثرت سے نکلا کرتی تھیں

میں ہی نہیں سائے گھڑائے عاجز آ گئے تھے۔ کسی قسم کے علاج سے فائدہ نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح برس گذر گئے۔ آخر میرے دادا منشی نبی بخش صاحب مرحوم مجھے لے کر علی پور شریف آئے اور حضور سے عرض کیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن لگا کر فرمایا "آرم آجائے گا۔ پھر نہیں ہوں گے۔" خدا کا کرم اور حضرت کا تصرف کہ اس کے بعد کبھی کوئی پھنسی بھی نہیں نکلی۔ نہ میرے اور نہ میری اولاد کے۔ بلکہ حضور کا فیض اس حد تک ہے کہ دوسروں کے پھوڑا پھنسی نکل آتے تو میں اپنا لعاب لگا دیتا ہوں اور وہ اچھا ہو جاتا ہے۔

آگ کا نہ جلانا (۲۶۱) حضور کے خادم خاص حاجی بوٹا صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ سفر میں تھے۔ خوب سے نور دراز علاقے میں تبلیغ فرما رہے تھے۔ بعض حامدین نے تہمت لگائی کہ "یہ سید نہیں ہیں۔ اگر سید ہیں، تو ہم آگ جلاتے ہیں، اس پر چل کر دکھا دیں۔" ایک عینی شاہد نے بیان کیا کہ حضور نے ان کا چیلنج قبول فرمایا۔ وسیع جگہ میں آگ جلائی گئی۔ جب آگ بھڑک چکی اور کوئلے دہکنے لگے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جوتا اتارا اور آگ میں داخل ہو گئے۔ اور فرمایا "جو کوئی چاہے میرا کپڑا پکڑے اور آگ میں چلا آئے اس پر آگ کوئی اثر نہیں کرے گی۔" پھر ارشاد فرمایا "اسی طرح ایک دوسرے کا کپڑا پکڑ کر آگے گچھے آگ میں چلے آئیں کسی پر آگ کوئی اثر نہیں کرے گی۔" چنانچہ بارہ آدمیوں نے بہت کی۔ اور ایک دوسرے کا کپڑا تمام کر آگ میں آ کر گئے۔ کسی آدمی کو آگ نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

یہ تماشا دیکھنے کے لئے بڑی حلقہ جمع تھی۔ مسلمان بھی اور غیر مسلم بھی۔ حامدین کا منہ کالا ہوا۔ بہت سے دشمن تو فسیق ایزوی سے تائب ہو کر حلقہ گمبش ہوئے۔ اور بہت سے کافر پرست دیکھ آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اقبال نے کس قدر سچی بات کہی ہے۔

آج بھی ہو جو برہم کا ایساں پسیدا

آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پسیدا



پر لپٹ جاتے تھے حضور کے تصرف سے یہاں سب لوگ پوری طرح محفوظ و مامون رہے کسی کو ذرا سا بھی کوئی گزند نہیں پہنچا۔

آیت کے اثر سے تلوار کی دھار کُند ہو گئی

(۳۱) موضع کلاسٹن الا تحصیل سپر وری پور سیدان سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں عظیم الشان جلسہ و وعظ منعقد ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر فرمائی تھی۔ بندہ بھی اس جلسے میں حاضر تھا۔ حضور نے دوران وعظ ارشاد فرمایا کہ ”قرآن مجید کی آیات میں عجیب اثر بھرا ہوا ہے۔ صرف ایک بات بیان کرتا ہوں۔ میں ایک آیت قرآن مجید کی پڑھ کر تیز دھار دار تلوار پر دم کرتا ہوں۔ اس آیت پاک کی تاثیر سے تلوار ایسی کُند ہو جائے گی کہ خواہ کسی کے کیسے ہی زور سے ماری جائے ایک بال بھی نہیں کاٹ سکے گی۔ قرآن شریف کے ہزاروں معجزات میں سے یہ صرف ایک معجزہ ہے جس کا جی چاہے آزما کر دیکھ لے۔ اپار سنگھ ذیلدار کلاسٹن الا کاٹس اور آنریری مجسٹریٹ تھا۔ اس نے حضور کا کلام سنا تو اپنی کرپان پیش کی کہ اس پر عمل کر کے دکھائیے۔ اس کی کرپان اس نواح میں اپنی تیزی اور کاٹ کے لئے مشہور تھی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا ”میں تیرا چیلنج مانتا ہوں۔ تو وعدہ کر کہ اگر یہ کرپان آیت مبارک کی تاثیر سے نہ کاٹے اور کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے تو تو مسلمان ہو جائے گا“ اس نے وعدہ کیا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بازار سے ایک سنگترہ منگوایا۔ ایک شخص کو اس کی میز پر لٹایا۔ اس کے سنگترے پر سینگترہ رکھا۔ اور کرپان آیت دم کر کے اس سنگترے پر ماری۔ اپنے ہاتھ سے اونچا اٹھا کر کرپان سے کئی وار کئے۔ مگر سنگترہ پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ اور اس کے پیٹ کی نرم کھال تک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ لکیر اور نشان اب تک نظر نہ آیا۔

ساراجیکٹ بان ہو کر ”اسلام زندہ باد“ امیر ملت زندہ باد کے نعرے لگانے لگا۔ سب کی نظروں کے سامنے کلام الہی کی حقانیت اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی کرم تھی۔ عجب جوش و خروش نظر آتا تھا۔ وہ بد بخت سب کو اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا۔ حضرت نے ارشاد کیا ”تو خود آگے آ۔ میں تیرے اوپر وار کرتا ہوں۔ تو دیکھ لے گا کہ کلام ربانی میں کیا اثر ہے۔ اور اسلام ہی سچا مذہب ہے“ مگر اسے یہ بہت نہ ہوئی۔ اس کی بد بختی اور سیاہ قلبی نے اسے نور اسلام سے دور رکھا۔ سارے مجمع نے اس کو بہت زیادہ ملامت کی اور شرمسار کیا۔



(۲۹) میان غلام شاہ اور ولد مہر دین سکے موضع پورہ مصلح سیالکوٹ نے خاص عید الاضحیٰ ۱۳۹۲ھ کے دن علی پور

سیدان میں چند دوسرے یاروں کی موجودگی میں اپنے والد کا یہ دلچسپ واقعہ مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے کہ ”ان کے والد مہر دین صاحب امرتسر خستہ شریف کی شرکت کے لئے علی پور سیدان آئے۔ جب ان سے ان کی آمد کی تفصیل معلوم کی گئی تو انھوں نے بیان کیا کہ ”میں امرتسر میں ایک حجام کی دکان پر وارحی منت دار ہوا تھا کہ میرے سامنے ایک بزرگ کی بے حد زورانی شکل نمودار ہوئی۔ اس سے قبل حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کئی بار امرتسر شریف لائے تھے اور میں حضور کے وعظ میں شریک ہوا تھا۔ اب نانی کی دکان پر میں نے شبیہ مبارک دیکھی تو پہچان لیا کہ آپ ہی ہیں حضور کی شبیہ سامنے آتے ہی میرا دل کلمہ طیبہ پڑھنے لگا اور میں ایسا بے قرار ہوا کہ فدا علی پور شریف روانہ ہو گیا۔ حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں داخل سلسلہ ہونے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“ چنانچہ وہ بیعت ہوئے۔ اسی وقت سے وارحی چھوڑ دی اور فرائض و احکام پابندی سے بجالاتے رہے۔

(۳۰) ستمبر ۱۹۰۵ء کی جنگ پاکستان و بھارت مل کی بات ہے۔ چونکہ پر بد ذات بھارتیوں نے ٹینکوں کی جس کثیر تعداد سے حملہ کیا تھا اس نے دوسری جنگ عظیم کی شہرہ آفاق ٹینکوں کی لڑائی کو شرمایا تھا۔ اب تک تاریخ میں چونکہ اس جنگ سے بڑھ کر ٹینکوں کی کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ علی پور سیدان محاذ جنگ سے بہت قریب واقع ہے۔ اور اس طرف ہمارا کوئی پلٹن بھی مزاحمت کے لئے موجود نہ تھی۔

حاجی شیخ عبدالکیم صاحب ملتان نے علی پور شریف میں دن کے نو بجے بحالت بیداری دیکھا کہ ”حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ“ موضع شریف سے باہر تشریف لائے کبھی گھر کی طرف جلتے تھے اور کبھی قبرستان کی جانب“۔ دیر تک حاجی صاحب نے حضور کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔ اور ہر دم عزیمت حافظ سید انور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر بھی کیا۔ یہ نتیجہ سب کے مشاہدے میں آیا کہ بھارتی فوج علی پور سیدان کی طرف رخ کرتی، تو تین چار میل ادھر تک جاتی۔ باوجود کسی فوجی مزاحمت و مقاومت کے نہونے کے وہ آگے نہ بڑھ سکتے۔ بار بار آگے آتے اور غیبی طور

گھر پر اچھلنے والے کے بعد آپ نے حکم دیا اسے اٹھا کر اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دو۔ اور ان سے کہہ دو کہ ہزار علاج کرائیں۔ کیسے ہی ڈاکٹر بلا لیں۔ اسے ہوش میں نہ لاسکیں گے۔ اگر کوئی ڈاکٹر اسے ہوش میں لے آئے تو میں اسے منہ مانگا انعام دوں گا۔ اگلے دن تک وہ لوگ اپنی کوششوں میں لگے رہے۔ ہزار علاج معالجے کئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر دوسرے دن حضور کی خدمت میں لائے۔ آپ نے دم نہ مایا تو فوراً ہوش میں آگیا۔ وہ سب کے سب یہ واضح کر امت دیکھ کر اپنے فاسد عقاید سے تائب ہوئے۔ اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۳۳۱ یہ بات بار بار سب کے مشاہدے میں آئی ہے کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلہ عام میں تقریر فرماتے ہوتے، اور صداقت اسلام ثابت کرنے کے لئے دعویٰ کرتے کہ میں اللہ کے لفظ کی تلقین کرتا ہوں۔ جو شخص اسمِ اعظم کی تاب لاسکے گا اور بیہوش ہو جائے گا۔ اگر کوئی معالج اس شخص کو اپنے کسی بھی علاج سے ہوش میں لے آئے تو میں اسے منہ مانگا انعام دوں گا۔ آج تک حضور کے اس چیلنج کو کوئی قبول نہ کر سکا اور مقابلے میں نہ آیا۔ بلکہ اس طرح کتنے ہی بد معاشوں کو حضور نے راہِ راست پر لگایا اور ان کی دنیا اور دین کو سدھار دیا۔ رجب علی ساکن بلوآندہ صلیح جہنگ کا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ کس طرح حضور نے اس کی عاقبت مدھاری اور اسے مدارجِ بلند تک پہنچایا۔

۳۳۵ اسم اللہ نے عشق بھلا دیا

حافظ طفر علی سپردی کو ایک ہندو عورت سے عشق ہو گیا تھا۔ دن رات بے قرار رہتے تھے۔ جب بہت عاجز ہوئے تو حضور

سے عرض کیا اوس مدد چاہی۔ آپ نے فرمایا "علی پور چلو۔ ایک ہندو کیا، کئی دلوں میں گئے" حافظ صاحب خوش خوش تھا ہو گئے۔ اور علی پور شریف چلے آئے۔ آپ نے سحری کے وقت دوسرے یارانِ طریقت کے ہمراہ حلقہ میں بٹھایا۔ لفظِ اَللّٰہ کی تلقین فرمائی تو حافظ صاحب بے ہوش ہو گئے۔ بڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ حضور نے دریافت کیا "حافظ جی! اب بھی برہمنی کی چاہت باقی ہے" انھوں نے قدم کھینچ کر اپنے اور عرض کیا "اب اللہ کے اور آپ کے سوا دل میں کوئی دوسرا خیال نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ مل گیا"۔

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری گو ملک و مال و خوشی و وطن سے جدا ہوا

اس نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بہتک عزت کا دعویٰ دائر کر دیا۔ حاکم نے اس سے باز پرس کی کہ "قصور تمہارا تھا۔ تم ان کے جلسے میں کیوں گئے۔ اپنی کرپان کیوں پیش کی۔ بحث بحثی تھی اور تم نے کرامت دیکھ کر مسلمان ہو جانے کا وعدہ کیا تھا تو پھر انحراف کیوں کیا غلطی تمہاری اپنی ہے اس لئے مقدمہ خارج کیا جاتا ہے"۔

چراغے را کہ ایزد بر سر زرد ہر آنکس تلف نہ نشیش مبسوز

نومسلم کو آگ نہ جلا سکی

۳۳۶ چو پدی حاکم علی صاحب مہاجر پور و وال صلیح گورکھپور حال ساکن چک نمبر ۳۳ لال پور نے بیان کیا "ایک منہو کستری حضور کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ توبہ کی اور حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا۔ باقی زندگی اس نے اسلام پر گزاری اور نماز روزے وغیرہ کا پابند رہا۔ اس نے مرنے سے قبل اپنی اولاد کو وصیت کی کہ "میری لاش کو دفن کرنا۔ جلا نا نہیں" مگر اس کے مرنے کے بعد رکوں نے برادری کی لاج رکھنے کے لئے لاش کو جلا نا چاہا۔ خوب آگ بھڑکائی، تیل گھی ڈالا، اور لاش جلائے گئے۔ مگر وہ جتنی زیادہ کوشش کرتے تھے بے سود ثابت ہوتی تھی۔ آگ اس نومسلم کستری کی لاش کو ہرگز نہ جلا سکی۔ آخر مجبور ہو کر انھوں نے اس کو دفن ہی کیا۔

حلقہ میں غیر کی شرکت اور بیہوشی

۳۳۷ کئی یارانِ طریقت نے متفقہ طور پر اس وقت کے کی شہادت دی ہے کہ "حضرت جہوں تشریف لے گئے، تو دریائے توی کے کنارے روزانہ حلقہ ذکر منعقد فرماتے تھے۔ سب جانتے ہیں کہ حلقہ میں صرف یارانِ طریقت کو شرکت کی اجازت ہوتی ہے۔ ایک دن ایک فاسق العقیدہ شخص ٹوہ لینے کے لئے یاروں میں شامل ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نے حلقہ شروع کر لیا تو حسبِ عادت فرمایا "مُنہ اور آنکھیں بند کر کے اللہ کا ذکر کرو۔ اور گردن جھکا کر بائیں جانب دل پر سانس مارو"۔ سب یارانِ طریقت نے مقررہ قاعدے کے مطابق ذکر شروع کر دیا۔ اس فاسق العقیدہ جاسوس نے بھی گردن جھکا لی۔ زبان سے آہستہ آہستہ لا حول پڑھنے لگا۔ اور آنکھیں بھی بند کیں۔

آپ نے سب کی تلقین پر توجہ فرمائی تو اچھے پشیم والا حول پڑھتا ہوا پایا۔ آپ نے زور دے کر اس سے کہا "لا حول ہی پڑھو مگر آنکھیں بند کر کے"۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ بیہوش ہو کر

فرمایا۔ "سارا خراج میں دوں گا۔ اگر پانچ سو بھی لگیں گے تو میں ادا کر دوں گا۔"

میں نے اس پر بھی بس نہ کیا۔ عرض کیا کہ "میری زمین گاؤں سے فاصلے پر ہے۔ پیاز زمین سے باہر آبلے گی تو قبائی اکھاڑ کر لے جائیں گے" ارشاد فرمایا "یہ بھی میرا فائدہ۔ اگر تمہاری ایک پتی بھی کوئی چوری کر لے جائے تو مجھے سید نہ کہنا۔" میں نے پھر عرض کیا "حضور میری زمین فاصلے پر ہے۔ اس طرف خریدار بہت کم جاتے ہیں۔" تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "بیچنا بھی ہمارے ذمے۔ بس تم ساری زمین میں صرف پیاز بونا۔"

میں بے حد شرمندہ ہوا کہ ماننے کے لئے میں جو عذر بھی پیش کرتا ہوں حضور رد فرما دیتے ہیں۔ اب میں حضرت سے کیسے رستم لوں۔ اور اس قدر تاکید کے بعد تعمیل ارشاد و مجاہد پر لاگو ہو گئی ہے۔ چنانچہ میں نے جیسے تیسے حکم کی تعمیل کی اور اپنی ساری زمین میں پیاز بولی۔ پیاز خوب پھیل، سارا کھیت بھر گیا۔ خدا کی یہ حکمت اور کسی کو کیا معلوم ہو سکتی تھی کہ اس سال پیاز کو کثیرا لگ گیا اور سب کی پیاز خراب ہو گئی۔ بازار میں پیاز کا نرخ بہت چڑھ گیا۔ چنانچہ میری ساری پیاز بہت اچھی قیمت پر فروخت ہوئی۔ مجھے زمین کی اپنی قیمت سے بھی زیادہ رستم صرف پیاز سے وصول ہو گئی۔ اس سے زیادہ روشن کرامت اور کیا ہو سکتی ہے!

(۳۸) صحبت خان صاحب ہی اپنا یہ واقعہ بیان کرتے تھے

شفقت چور کو سخت سزا کہ "میں نے پوشیوں کے لئے اپنے کھیت میں شفقت بولی تھی۔ دو تین دن میں نے غسو کیا کہ کوئی شخص رات کو بہت سی شفقت کاٹ کر لے جاتا ہے۔ رات کو میں سونے لیٹا تو میرے دل میں خیال آیا کہ "حضور نے تو فرمایا تھا کہ تمہاری ایک پتی بھی چوری نہیں جائے گی، یہ تو بہت سافقصان ہو گیا۔" دوسرے ہی دن کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے گاؤں کا ایک شخص جس کا نام غلام محمد تھا میرے پاس آیا۔ اور بڑی منت سماجت کے ساتھ مجھ سے معافی مانگنے لگا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟" اس نے جواب دیا "مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ مجھے معاف کر دو۔ میں نے تمہاری شفقت کاٹی تھی۔ رات خواب میں تم نے مجھ کو شفقت چرلے پکڑ لیا۔ اور بتلوا مارا کہ میں بوجھال ہو گیا۔ اس لئے میں تم سے معافی حاصل کرنے آیا ہوں۔ میں تمہاری شفقت کی قیمت ادا کر دوں گا۔"

(۳۹) حافظ محمد صدیق اور صاحب نے بیان کیا کہ "میں خدمت والا میں حاضر تھا۔ ملتان کا ایک شخص خدمت میں آیا۔ اس کے ہمراہ

ایک مولوی صاحب تھے۔ بار بار ان مولوی صاحب کے دل میں یہ خیال گزرا کہ "حضرت کے اخراجات کیسے پورے ہوتے ہیں۔ یہاں تو شائبہ کا روبرو ہے۔ لاتعداد مہمان آ جا رہے ہیں۔ اور سب کی توقع پر تکلف کھانوں سے کی جاتی ہے۔ آخر کون سا خزانہ ہے جو اخراجات کی کفالت کرتا ہے؟" حافظ صاحب کہتے تھے کہ ہم سب حضور کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے ان مولوی صاحب کو اپنے قریب بلایا۔ وہ قریب آئے تو آپ نے ان کا سر پکڑ کے اپنے قدموں کی طرف جھکا دیا۔ مولوی صاحب نے دیکھا کہ آپ کے قدموں سے سونے کی ایک نہر جاری ہے۔ ساتھ ہی حضور نے فرمایا "اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔" ویز زقہ من حیث لا یحشِب (ترجمہ) "اور اللہ اپنے بندے کو وہاں سے عطا فرماتے ہیں جہاں اس کا سان گمان بھی نہیں ہوتا۔"

پیاز میں بے حساب منافع (۳۷) صحبت خاں صاحب کو ہائی نے بیان کیا کہ "میرے مرید ہونے کے دوسرے سال حضور کو ہاٹ تشریف لائے۔

تو میں حاضر خدمت ہوا مجھے خیال تھا کہ حضور مجھے کیا پہچانیں گے۔ حضور نے فرمایا "صحبت خان! اندر جا کر میرا لوٹا اور تولیہ لے آؤ۔ لوٹے کو نلکے سے بھر لاؤ۔ لوٹا باہر سے پکڑنا۔ پانی کو ہاتھ نہ لگنے پائے۔" میں حیران ہوا کہ مجھے تو صرف ایک بار حضری کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ اور حضور مجھے اتنی اچھی طرح پہچان گئے کہ نام بھی بخوبی یاد ہے۔

وضو کے بعد میں نے تولیہ پیش کیا تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا "تم کیا کام کرتے ہو؟" میں نے عرض کیا "حضور زمینداری کرتا ہوں۔" پوچھا "آج کل کیا چیز بولی ہے؟" میں نے جواب دیا "مکئی۔" فرمایا "اس کے بعد کیا ہووے گا؟" میں نے عرض کیا "گندم" ارشاد کیا "گندم نہ بونا۔ ساری زمین میں پیاز بونا۔" میں نے عرض کیا "حضور! پیاز کی تو پیسری ہوتی ہے۔ اور مول لے کر بولی جاتی ہے؟" فرمایا "زید گل زمیندار آئے گا۔ اس سے دریافت کر لینا کہ تمہاری زمین کے لئے کتنے کی پیسری درکار ہوگی۔ اس کی قیمت میں ادا کر دوں گا۔" میں نے عرض کیا کہ "پیسری کے علاوہ بونے کے لئے بھی مزدور لگائے جاتے ہیں۔ بہت خرچ ہو جاتا ہے؟"

اس نے تفصیل بیان کی تو مجھے یاد آگیا کہ "میں نے حضرت قہر رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی تھی۔ تو حضور نے میرا علیہ اختیار فرما کر اس کو خواب میں سخت سزا دی۔ اگر حضور اپنی ہی شکل میں ظاہر ہوتے تو وہ کیا سمجھتا کہ اسے کوئی کس جرم کی سزا دے رہا ہے؟ میں ابدیدہ ہو گیا۔ میں نے غلام کو معاف کر دیا۔ اور اپنی قسمت پر فخر کیا کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مجھے جیسے حقیقہ پر کیسی شفقت فرماتے ہیں۔"

۳۹۱ | صحبت خاں صاحب تارکھ میں ہر کارہ کی حیثیت سے ملازم تھے اور اپنی چھوٹی سی زمینداری کی دیکھ بھال کرتے تھے انہوں نے اپنا یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ "پارک ہوٹل میں بڑے بڑے انگریز افسر رہتے تھے۔ میں شام کے وقت پارک ہوٹل میں تار تقسیم کرنے گیا۔ تو شدید آندھی آگئی۔ میں ایک میم کو اس کا تار دے کر سائیکل پر چڑھ کر واپس ہوا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ آندھی طوفان سے ایک بڑا درخت اکھڑ کر میرے اوپر آ پڑا۔ میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میں فوجی ہسپتال میں بستر پر پڑا ہوں۔"

"تفصیل یہ معلوم ہوئی کہ وہ میم تارے کر ابھی برآمدے ہی میں تھی کہ میرے اوپر درخت آ پڑا اور میں بیہوش ہو گیا تھا۔ پارک ہوٹل کے مقیم افسران میں ہسپتال کے کرنل اور میجر بھی تھے۔ میم نے شور مچایا تو سب باہر نکل آئے۔ فوراً ہسپتال سے ایمبولینس منگوائی گئی۔ تاکہ میں پنڈت شوہری لال کلرک تھا۔ میں اس کا بہت خیال کرتا تھا اس لئے کہ وہ میرے حضرت کے ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔ اس پنڈت نے بتایا کہ تم بیہوش تھے مگر تمہارے قلب سے اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی۔"

"میرے شدید مرض میں آئی تھیں ہسپتال کے کئی ڈاکٹر جن میں خود کرنل بھی شامل تھا۔ رات کے دس بجے تک آپریشن میں مصروف رہے۔ پورے چار دن کے بعد مجھے ہوش آیا۔ میرا بڑا لڑکا فقیر محمد (عرف نوش خاں) میرے پاس تھا۔ اس نے مجھے ساری تفصیلات بتائیں۔ صبح کو ایک کپتان ڈاکٹر آئے۔ وہ مسلمان تھے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا "بابا کیا تو سستی ہے؟" میں نے کہا "نہیں جناب! انہوں نے پوچھا "تمہارے باپ دادا میں سے"

کوئی شخص بزرگ تھا؟" میں نے عرض کیا "نہیں جناب! پھر میں نے کپتان صاحب سے دریافت کیا "تو بتائیے کیا بات ہے؟"

"کپتان صاحب نے کہا "جس رات تم زخمی ہوئے ہو میری ڈیوٹی نہیں تھی۔ رات کو میں سو رہا تھا کہ کسی بزرگ نے مجھے بلا کر جگایا اور کہا کہ "ہسپتال میں ایک زخمی داخل ہوا ہے وہ میرا آدمی ہے۔ اس کی بائیں ٹانگ سخت زخمی ہے۔ اس میں ٹانگے لگاؤ۔" میں نے خیال نہ کیا اور پھر سو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان بزرگ نے پھر جگایا اور یہی بات دہرائی۔ میں نے پھر بھی خیال نہ کیا اور سو گیا۔ تیسری دفعہ ان بزرگ نے جگایا۔ تو اب مجھے پاؤں کے انگوٹھے کو پکڑ کر زور سے جھٹکا لگی دیا۔ میں جاگا تو پاؤں کا انگوٹھا دکھ رہا تھا۔ میں اسی خواب کے لباس میں ہسپتال گیا۔ معلوم ہوا کہ آج شام واقعی ایک مضر و ہسپتال میں داخل ہوا ہے۔ میں نے جا کر متعارف معائنہ کیا تو پتہ چلا کہ واقعی ٹانگ سخت زخمی تھی۔ اور آپریشن سے دو گئی تھی۔ میں نے جسم کو صاف کیا۔ ٹانگے لگائے اور پٹی باندھ دی۔" میں نے ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی کہ ان بزرگ کا علیہ بتائیے، جنہوں نے آپ کو جگا کر میری مرہم مٹی کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے جواب دیا "ان بزرگ کی شبیہ اب بھی میرے پیش منظر ہے۔ بڑی سفید دستار سر پر ہے، چہرہ سرخ و سفید، دائرہ منہ اور قد میانہ ہے۔" میں سن کر رونے لگا۔ ڈاکٹر نے پوچھا "کیوں روتے ہو؟" میں نے کہا "جن بزرگ کو تم نے خواب میں دیکھا وہ میرے پیر و مرشد ہیں۔ یہ سوچ کر رونا آگیا کہ سبحان اللہ! حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہم جیسے کم مایہ عقیدت مندوں پر بھی ایسی شفقت ہے!!" ان ڈاکٹر صاحب کے دریافت کرنے پر میں نے حضور کے نام مبارک سے ان کو آگاہ کیا۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا کہ اب کے حضرت کو باٹ آئیں تو میں انہیں آپ کی خدمت میں لے چلوں۔"

"یاران کو باٹ کو میری شدید چوڑوں کا علم ہوا تو انہوں نے ڈاکٹر غلام حیدر خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن اور مستری محمد یوسف صاحب کو میرے پاس بھیجا۔ انہوں نے کہا "اگر یہاں خاطر خواہ علاج نہ ہوتا ہو تو ہم تمہیں اپنی نگرانی میں رکھیں۔ میں نہ جواب دیا "آپ فکر نہ کریں۔ میرے آقا نے علاج کا ایسا بندوبست کر دیا ہے کہ کیا کسی کو نصیب ہو گا؟" ہوتا یہ تھا کہ دمنتر آتے جاتے کرنل صاحب دن میں دو دفعہ میرے پاس آتے تھے۔ میجر صاحب بھی دو تین پکر روز

لگاتے تھے۔ اور کپتان صاحب تو سارے دن آتے رہتے تھے۔ فوجی بیمار مجھ سے پوچھتے تھے کہ "بابا! تمہارے پاس کیا جادو ہے۔ ہمیں تو کوئی پوچھتا تک نہیں۔ اور تمہارے پاس ہر وقت افسران آتے رہتے ہیں۔" میں جواب دیتا "میرے پاس کیا جادو ہو سکتا تھا۔ یہ تو فقط میرے مرشد کی نگاہِ کرم ہے، جو سارے افسر مجھ پر اس قدر مہربان ہیں۔"

"وقت معینہ گزر جانے کے بعد ٹانگے کھولنے کا وقت آیا تو میرے اوپر بڑی چادر ڈال دی گئی۔ دونوں طرف سے دو آدمی اسے دبا کر بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا "یہ آپ کیا کرتے ہیں؟" انہوں نے بتایا "تمہارے جسم پر جا بجا بہت سے ٹانگے لگائے گئے ہیں۔ کوئی آدمی ٹانگے نکالنے کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمہیں اچھی طرح دبا لیا جائے اور پھر ٹانگے نکالے جائیں۔" میں نے کہا "آپ نے مجھے ٹھیک سے بیٹھ جانے دیجئے۔ پھر آپ جیسے اور جتنے ٹانگے چاہیں نکال سکتے ہیں۔" میں نے اپنے بیٹے سے کہا "مجھے بٹھاؤ۔ اور پیچھے کھینچ لگا دو۔" پھر میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصور کیا۔ اور ڈاکٹروں سے کہا "اب آپ ٹانگے نکال ڈالیے۔" انہوں نے کہا "ٹانگے نکالنے میں بہت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ تم کو سخت درد ہوگا۔ اور تم شور مچا کے سارا ہسپتال سر پر اٹھا لو گے۔" میں نے جواب دیا "انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔ آپ آزما کے دیکھ لیجئے۔ اگر میں حد سے زیادہ اضطراب کا اظہار کروں تو پھر آپ جو چاہیں کیجئے گا۔"

"آخر ڈاکٹر صاحبان کو میں نے راضی کر لیا۔ نزلے لگ بجگ ٹانگے لگے ہوئے تھے۔ وہ قینچی سے ٹانگے کا تار کاٹتے اور پھر زبور سے کھینچ کر نکال لیتے۔ چند ٹانگے نکالنے کے بعد ڈاکٹروں نے دریافت کیا "بابا! درد تو نہیں ہوتا۔" میں نے کہا "جناب! میں گوشت پرست کا معمولی آدمی ہوں۔ درد کیوں نہیں ہوتا۔ مگر میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں۔ اس لئے برداشت کر رہا ہوں۔" مگر سچی بات تو یہ تھی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا تصور میری نظروں کے سامنے تھا۔ اور مجھے بہت تھوڑی تکلیف محسوس ہوتی تھی۔

"سارے ٹانگے نکالے جا چکے تو میسر صاحب نے میری طرف دیکھ کر کہا "بابا! میں نے پٹھانوں کی بہت سی تعریف تو بہت سنی تھی۔ مگر پٹھان آج دیکھا ہے۔" میں نے جواب دیا "جناب۔"

میں پٹھان نہیں ہوں۔ میں تو اعوان ہوں۔" اس نے کہا "نہیں تم ضرور پٹھان ہو۔" پھر کہنے لگا "یہ فوجی ہسپتال ہے۔ یہاں شہری مریضوں کو رکھنے کی اجازت نہیں۔ ہم نے تم کو استثنائی صورت میں یہاں رکھا تھا۔ اگر تم فوجی ہوتے تو میں تمہارا نوٹو یہاں لگاتا۔ اور تمہاری شدید ضربات اور دوسرے حالات کچھ کر یادگار رکھ چھوڑتا۔"

(۴۰) حاجی نوشی محمد صاحب (فیروز پوری حال ملتان) بھینس سال بھر دودھ دیتی رہی۔ بیان کرتے تھے کہ "میں نے ایک بھینس خریدی۔ وہ گا بھن ہوتی مگر بچہ نہ دیتی کئی سال گزر گئے۔ ایک بار حضور تشریف لائے تو بھینس کو دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ "مگر یہ بچہ نہیں دیتی۔" آپ نے فرمایا "اب یا رکھو۔" اُسے کا ایک سپردام کر کے دیا کہ اسے کھلا دو۔ اب یہ کھٹے دیا کرے گی۔ ساتھ ہی بھینس سے فرمایا کہ "سال بھر دودھ دیا کر۔ یہ شہری لوگ ہیں۔ تو دودھ نہیں دے گی تو یہ بھی تجھے کھانے کو نہیں دیں گے۔" چنانچہ اس وقت کے بعد سے وہ بھینس سال بھر دودھ دیا کرتی۔ اور ہر سال ایک کسرا جنتی تقسیم ملک تک ہم سب اس کے گواہ ہیں۔

(۴۱) سید شہاب الدین صاحب کشمیری (حال ساکن نارووال) نے بیان کیا کہ "حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر میرا دل کا تقریباً تین سال کا تھا۔ ایک ات ہم سب چھپت پر سوئے ہوئے تھے۔ پھر بھی وہیں سو رہا تھا۔ اُسی ات کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ لڑکا چار بابی پر نہیں ہے۔ اس کی ماں کو جگہ کے پوچھا۔ وہ بہت پریشان ہوئی۔ ادھر ادھر تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ تھا۔ بچہ کی ماں رونے چلانے لگی۔ سارے محلہ والے جاگ اٹھے۔ مکان کا دروازہ اندر سے باقاعدہ بند تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ لڑکا کیا تو کیسے۔ اور کون اسے اُٹھا کر لے گیا۔ اتنے میں بچے کی آواز آئی "اماں میں آگیا۔"

ان دنوں ایک مہمان بھی میرے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے بچہ کی آواز سنی اور گئی میں دیکھا تو ایک بزرگ بچہ کو لے کھڑے تھے۔ ان کے کہنے پر ہم لوگوں نے دروازہ کھولا تو وہاں بچہ موجود تھا مگر اور کوئی نہ تھا۔ بچہ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہوا۔ اگلے دن ایک دکان دار نے



تشریف لائے اور سب سے کہا: "اؤ مل کر زور لگائیں" یہ فرما کے اپنا دست مبارک اس درز پر رکھا اور کندھے سے خود بھی زور لگایا۔ تو وہ درز بند ہو گئی۔ ارشاد فرمایا: "اب یہاں سے کبھی نہیں پھٹے گی" منبر دار عنایت اللہ صاحب مرحوم کہتے تھے کہ: "پرانی ہو جانے کے باعث اب مسجد کی دیواریں جا بجا سے شق ہو گئی ہیں۔ مگر وہ کوناجس کی بابت حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا تھا اب بھی پوری طرح سداست ہے" ابھی تک اس مسجد کی نئی مرمت نہیں ہوئی۔ اور آج بھی یہ کرامت دیکھی جاسکتی ہے۔

(۴۴) صوبیدار علی گوہر صاحب دساکن تھوہا بہادر
حفاظت کے قریب از وقت ریٹائر کر دینا

میں کہ میرے افسروں نے مجھے ملازمت کی میعاد پوری ہونے سے دو سال قبل ریٹائر کر دیا۔ میں نے دربار شریف میں حاضر ہو کر حضور سے عرض کیا۔ فرمایا: "مبارک ہو۔ بہت اچھا ہوا کہ دوسرے کی غلامی کا پٹہ تمہاری گردن سے اتر گیا" میں بہت حیران ہوا مگر کیا کہہ سکتا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا: "دیکھیں پکا کر تقسیم کرو" اس پر میں اور زیادہ حیرت زدہ ہوا کہ میری تو فوری ختم ہو گئی ہے۔ اور حضور دیکھیں پکا کر بانٹنے کا حکم دے رہے ہیں۔ میں مایوس لوٹ آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ میری جگہ جو شخص تعینات ہوا تھا، اس کے ماتحت سپاہیوں کو کابل والوں نے گرفتار کر لیا۔ اس پر اس صوبیدار کو سزا کا مستحق گردان کر بارہ پتھر مار کر دیگیا۔ اب مجھے ہوش آیا۔ اور میں نے سمجھا کہ حضور نے میری حفاظت کے لئے مجھے قبل از وقت ریٹائر کر دیا تھا۔ اور اسی لئے دیکھیں پکا کر تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا۔

(۴۵) صوبیدار علی گوہر صاحب کہتے ہیں کہ
ریٹائرمنٹ کے بعد سجالی اور ترقی

حضور نے فوراً دریافت فرمایا: "دیکھیں بانٹیں کہ نہیں؟" میں نے عرض کیا: "حضور! دیکھیں تو تقسیم کر دی تھیں۔ لیکن اگر میں ملازمت پر بحال رہتا تو اب تک لفٹننٹ ہو گیا ہوتا" حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ: "کیا اللہ تعالیٰ اب تم کو یہ عہدہ نہیں دے سکتا؟" میں نے عرض کیا: "حضور! میں دو سال سے پنشن پر ہوں۔ اب مجھے کس طرح یہ عہدہ مل سکتا ہے؟" حکم ہوا: "جاؤ کمانڈر ان چیف سے ملو" میں نے عرض کیا: "حضور یہ کام تو بہت مشکل ہے۔"



مجھ سے پوچھا کہ گذشتہ رات آپ کا بچہ کہاں تھا؟ میں نے اسے سارا واقعہ سنایا۔ اس پر اس نے بتایا کہ "رات کو ایک بچے کے بعد ایک بزرگ نے آکر مجھے جگایا، دوکان کھلوائی اور بچے کو مٹھائی لے کر دی۔ میں نے اسی طرح پہچانا تھا کہ وہ آپ ہی کا بچہ تھا" میں نے اس سے ان بزرگ کا خلیہ دریافت کیا۔ تو اس نے جو خلیہ بیان کیا وہ عین حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خلیہ تھا۔ وہ دکاندار خود حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ میں اس سے بھی زیادہ حیران کہ ابھی یہ کیا صورت پیش آئی، مگر میرے دل کو تعویذ تھی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہم گناہ گاروں کی ہی شفقت رکھتے ہیں۔"

(۴۶) خلیفہ ساکن پتھرا میں سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ
دارمندی منڈوانے سے خارش ہو جانا

منت منڈوا یا کر۔ اس نے عرض کیا: "خارش ہو جاتی ہے" آپ نے فرمایا: "دارمندی منڈوانے ہوئے بھی خارش ہو گئی تو کیا کرے گا؟" اس نے کہا: "منڈوانے سے خارش نہیں ہوتی" بیٹھے ہی بیٹھے چند منٹ بعد اس کی ٹھوڑی میں کھلی ہونے لگی۔ اور واپس گیا تو گھر پہنچتے پہنچتے منہ سوج کر گیا ہو گیا۔ کھانا پینا مشکل ہو گیا۔ بہت گھبرا یا۔ جب عاجز آ گیا تو مہتری فضل دین صاحب کی منت سماجت کی کہ حضور کے فرمانے سے میرا یہ حال ہو گیا ہے۔ آپ کا خدمت مبارک میں حاضر ہو کر میری طرف سے معافی طلب کریں۔ اور قصور معاف کر آئیں مہتری صاحب نے حاضر ہو کر حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ ارشاد فرمایا: "دارمندی منڈوانے تو ٹھیک ہو جائے گا؟" آخر خلیفہ تاباب ہوا اور اس نے عہد کیا کہ کبھی دارمندی منڈوانے کا چنانچہ بفضلہ تعالیٰ اس کی خارش دور ہو گئی اور تندرست ہو گیا۔

(۴۷) موضع سادھو کے علی پور شریف سے تین
دیوار مسجد کی فز کو کندھا لگا کر جوڑ دیا

میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد تعمیر کرائی تھی۔ اس کا تفصیلی ذکر "تعمیر مساجد" کے تحت آئے گا جب مسجد زیر تعمیر تھی اور چھت پر مٹی باقی تھی، تو مسجد کی دیوار ایک طرف سے پیچھے کو سرک گئی۔ اور کونا چھٹ کر دو تین انچ کا شگاف نظر آنے لگا۔ گاؤں کے لوگ دوڑے ہوئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علی پور شریف آئے اور آپ سے تفصیل عرض کی۔ حضور خود سادھو کے

”تم سلسلہ عابد میں داخل ہو جاؤ تو یہ سچہ بھی قرآن شریف حفظ کر لے گا“ ازاں بعد کافی مدت تک وہ حاضر خدمت ہوتا رہا۔ آپ دریافت فرماتے کہ ”سچہ نے قرآن مجید حفظ کر لیا“ تو ہر دفعہ وہی جواب دیتا کہ حضور تیسرا پارہ حفظ کر رہا ہے۔

ایک دفعہ محمد بخش حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ”میں سیالکوٹ جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو“۔ سیالکوٹ پہنچ کر دوسرے دن اس نے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا ”حاجی بونا سے قلم دوات لاؤ“ اس نے عرض کیا مجھے تعویذ نہیں لینا۔ دریافت فرمایا ”پھر کیا لینا ہے“ اس نے کہا سچہ کو حافظ بنانا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ”تو نے بہت تنگ کیا ہے۔ لا سچہ کہاں ہے“۔ سچہ اس کے ساتھ تھا۔ اس نے سچہ کو خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے اپنی انگلی پر زبان مبارک سے لب لگا کر انگلی اس سچہ کی زبان سے لگائی۔ اور فرمایا ”اے جاوید حافظ ہر جاوید کا مرید ارشاد فرمایا“ اگر یہ حفظ نہ کر سکے تو مجھے سید مست کہنا“۔ سچہ نے تین مہینے میں سارا قرآن مجید حفظ کر دیا۔ محمد بخش اسے لے کر خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضور نے دریافت فرمایا ”اس نے قرآن شریف حفظ کر لیا یا نہیں“ اس نے جواب دیا حضور کے تصرف سے اب یہ لگا حافظ ہے۔ ارشاد فرمایا ”میں نے سمجھا تو اب بھی یہی کہے گا کہ حفظ نہیں کیا“

رمضان شریف کا مہینہ آیا تو اس سچہ نے تراویح میں قرآن سنایا۔ کئی حافظ بھی تھے مگر سارے قرآن شریف میں سچہ کو ایک جگہ بھی لقمہ دینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ یہ حافظ صاحب اب عمر رسیدہ ہیں سارے سال منزلیں دہراتے رہنے کی ضرورت نہیں ہوتی مگر شبیہ سناتے ہیں تو ایک لفظ بھی نہیں بھولتے۔

(۴۶) مستری فضل دین ساکن چککائیں نے بیان کیا موتیا بند مچھرتے ہوئے نظر کا کرتی رہی کہ ”مجھے بنائی میں مستور معلوم ہوا اور کام میں دشواری محسوس ہونے لگی۔ تو میں نے ڈاکٹر کو اکٹھے دکھائی۔ اس نے کہا تمہیں موتیا کاپانی اتر رہا ہے۔ دو تین مہینے موتیا پک جائے گا تو آنا میں اپریشن کر دوں گا۔ میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سب تفصیل بیان کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا ”فکرت کرو جب اذان میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نام آیا کہے تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگا لیا کرو۔

فرمایا ”تم راولپنڈی جاؤ“ علی گوہر صاحب پنڈی نہیں گئے۔ کہتے تھے مہینہ بھر بعد پھر حاضر ہوا تو پھر یہی حکم دیا۔ میں اب کے بھی پنڈی جانے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس لئے کہ مجھے علم تھا کہ کمانڈر چیف سے ملنا ناممکنات سے ہے۔ تیسری بار حاضر ہوا تو دیکھتے ہی دریافت فرمایا ”راولپنڈی جا کر کمانڈر ان چیف سے مل آئے“ میں نے مشکلات کا ذکر کیا تو تاکید فرمائی ”نہیں ابھی جاؤ“

علی گوہر صاحب کا بیان ہے کہ ”میں حضور کے حکم کی تعمیل میں اب راولپنڈی جانے پر مجبور ہوا۔ عجب اتفاق کہ کمانڈر انچیف (جنرل گریسی) بازار میں ایک دوکان پر نظر آئے۔ میں نے فوجی سلام کیا۔ انھوں نے پہچان لیا اور کہا ”علی گوہر! تم یہاں کہاں“ میں نے عرض کیا ”حضور! میں ریٹائر کیا جا چکا ہوں“ چیف نے کہا ”ابھی تو تمہاری مدت ملازمت باقی تھی“ میں نے عرض کیا ”افسران کی مرضی“ چیف نے حکم دیا ”تم میری کوٹھی پر ملو“ میں نے کہا ”وہاں مجھے کون اندر آنے دیگا“ جواب ملا ”تم دو بجے میری کوٹھی کے سامنے پہنچ جاؤ“

”عرض میں دو بجے کوٹھی کے سامنے پہنچا۔ ٹھیک اسی وقت چیف صاحب اپنی موٹر میں آئے اور چپڑا اسی کو بھیج کر مجھے اپنے پاس طلب کیا۔ سب تفصیل معلوم کی۔ متعلق افروں کو ٹیکیفون کئے۔ اور حکم دیا کہ علی گوہر کو سبکدوشی کے وقت سے بحال کر کے لفٹننٹ بنایا جائے۔ اس سب مدت کی تنخواہ لفٹننٹ کے عہدے کی دی جائے۔ اور اب لفٹننٹ سے ریٹائر کیا جائے۔“ چنانچہ حضور کی ادنیٰ توجہ اور کرم سے مجھے کئی ہزار روپے بقایا ملے۔ اور اب مجھے کئی برس سے لفٹننٹ کے عہدے کی پشن مل رہی ہے۔ خدا کے فضل سے اب کئی سال سے علی گوہر صاحب اعزازی کیپشن کے عہدے پر فائز ہیں۔ اور ملٹری اکیڈمی کاکول میں برسر کار بھی ہیں۔

(۴۷) محمد بخش صاحب ساکن چککائیں چک کمنڈ ذہن سچہ کو تین مہینے میں حفظ کرادیا | صلح حبشہ کی آرزو تھی کہ ان کا بڑا اردکا قرآن مجید حفظ کر لے۔ مگر وہ ایسا کمنڈ ذہن نکلا کہ تین سال ہو گئے اور تیسرے پارے سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس نے بہت کوشش کی۔ پیروں کی خدمت میں بھی حاضر ہوا، گندے تعویذ کرائے مگر لڑکا تیسرے پارے میں ہی اٹکا رہا۔ بلکہ پہلے دو پارے بھی اچھے یاد نہ تھے۔ آخر وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔

سماجیت کرنے جو دھری صاحب نے اس کو تنبیہ کر کے چھوڑ دیا۔

(۵۰) پٹواری نجی بخش صاحب مرحوم شروع میں علی پور کا رخ تو بارش اولے بے ضرر اہل حدیث تھے۔ بعد میں تائب ہوئے۔ ایک دفعہ

وہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے گھر سے روانہ ہوئے۔ راستے میں بارش نے آلیا۔ بارش کے ساتھ اولے بھی تھے۔ انھوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔ گھر کی طرف مڑ کر آیا تو ان کے سر اور کانوں پر اتنی زور سے اولے پڑے کہ پلٹ کر علی پور سیداں کا رخ کر لیا۔ اب روانہ ہوئے تو بارش اور اولوں نے دستایا۔ مگر خیال آیا کہ نہ بارش رکتی ہے نہ اولے۔ بہتر ہے کہ گھر لوٹ چلوں۔ گھر کی سمت رخ کیا تو پھر سر اور کانوں سے اولے ٹکرائے گئے۔ پریشان ہو کر پھر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رخ کر کے چلنے لگے۔ اب نہ بارش کی تکلیف تھی نہ اولے سر پر پڑ رہے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہی ہوا۔ آخر ان کو اسی میں فلاح نظر آئی کہ بارش اولوں کا خیال نہ کریں اور علی پور کی طرف بڑھتے رہیں۔ چنانچہ انھوں نے گھر لوٹنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ بارش جاری تھی، اولے پڑ رہے تھے، اور پٹواری صاحب کو مطلق کوئی تکلیف نہ تھی۔ آخر اسی طرح وہ علی پور سیداں آ پہنچے۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ”ایسی بارش اور زلزلہ باری میں نہیں آنا چاہیے“ وہ ششدر رہ گئے۔ بے اختیار حضور کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور سلسلہ عالمیہ میں داخل ہو گئے۔

(۵۱) چودھری محمد علی صاحب سکھ جاتریکے، علی پور سیداں حاضر ہوئے حضور والا باب رحمت میں بیچہ کو بے فصل سسٹہ عطا فرمانا تشریف رکھتے تھے۔ اور یار بھی حاضر خدمت تھے۔ چودھری صاحب کے ساتھ ان کا چھوٹا بیچہ بھی تھا۔ وہ رونے اور ضد کرنے لگا کہ میں تو مکئی کا سسٹہ (بھٹا) لوں گا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا۔ بیچہ کیوں روتا ہے؟ چودھری صاحب نے سبب بتایا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے الماری میں ہاتھ ڈال کر سسٹہ نکال کر بیچہ کو دیا۔ وہ خوش ہوا اور کھانے لگا۔ بہت لذیذ تھا۔ سب حاضرین حیران تھے کہ یہ بے فصل اور بے موسم کے سسٹہ (بھٹا) کیسے آگیا۔

نظر کبھی بند نہیں ہوگی“ چنانچہ اس کے بعد پندرہ سال گزر گئے۔ میں اخبار تک پڑھ لیتا تھا۔ اور مجھے کام میں بھی کوئی رکاوٹ نہ ہوتی تھی۔ پندرہ سال گزرنے کے بعد میں نے غلطی کی کہ اسی ڈاکٹر کے پاس آنکھیں دکھانے پہنچ گیا۔ ڈاکٹر نے ملامت کی کہ میں نے تمہیں تین مہینے بعد آنے کو کہا تھا اور تم اب آئے ہو۔ میں نے بتایا کہ میں تو اخبار تک پڑھ لیتا ہوں۔ مگر وہ نہ مانا۔ اور اس نے میری دونوں آنکھوں کا آپریشن کر دیا۔ حالانکہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ کچھ موتیا کا آپریشن کرنا مناسب نہیں سمجھا جاتا۔

(۴۸) حاجی مہر عبدالحق صاحب کے یہاں ایک فصل پرگم بہت کم ہوئی۔ وہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دریافت فرمایا کہ ”گندم کتنی ہوئی ہے؟“ انھوں نے کہا کہ ”اب کے فصل ماری گئی۔ صرف دو بوری گندم ملے آئی ہے“ آپ نے ارشاد فرمایا ”تمہارے لئے کافی ہے۔“ گھر والوں کا پورا سال گزر جائے گا۔ آنے جانے والے مسافروں کو بھی ضرور کھلانا، مہر عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ حضور کا یہ فرمان سنا تو میں سخت حیرت میں تھا مگر کیا عرض کر سکتا تھا لیکن ہوا یہی کہ وہی ذرا اسی گندم ہمارے سامنے گھر کے لئے پورے ایک سال کو کافی ہوئی۔ اس دوران جو مہمان آتے ہیں ان کی ضیافت بھی اسی سے ہوتی رہی۔

(۴۹) ڈاکٹر حاجی غلام حیدر صاحب خلیفہ مجاز سوتے میں چور کا ہاتھ پکڑوا دیا نے حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ و سجادین اول سے بیان کیا کہ ”میرے والد چودھری جمال دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ سفر میں ایک مسجد میں رات کو سوئے تھے۔ کسی نے تاک لیا اور ان کی جیب میں سے رستم نکال لی چاہی

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے ان کو ہوشیار کیا کہ ”چودھری! ہوش کر۔ چور رستم چرائے جائے گا“ ان کی آنکھ کھل گئی تو چور کھسک گیا۔ دوسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا چور بھی بڑا ذمہ داری تھا۔ تیسری دفعہ ان کو غافل دیکھ کر اس نے پھر اپنا کام کرنا چاہا۔ اب کے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے چور کا ہاتھ چودھری صاحب کے ہاتھ میں پکڑوا دیا۔ ان کی اب کے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ چور کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ لہذا چور نے ہاتھ چھڑکے بھاگنے کی کوشش کی لیکن گرفت ایسی مضبوط تھی کہ وہ چھوڑ نہ سکا۔ تو لگا ان کی خوشامد اور منت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو وقت اور کائنات پر تصرف حاصل تھا۔ کرامات کا
یہ بیان آٹے میں نمک کی مانند، نمشتے نمونہ از خردارے، ہے سینکڑوں یاران طریقت
آپ بیتے واقعات دہراتے بہتے ہیں۔ حجاز مقدس میں لاکھوں روپیہ ضرورت مندوں کو دینا۔
جنات کی تسخیر اور ان کو مشرف باسلام کرنا۔ احیائے دین اور تبلیغ و ارشاد کے لئے
ما فوق العادت صعوبتیں برداشت کرنا اور ان گنت مشکلات کے ہوتے ہوئے کامیاب
ہونا۔ ترن تارن جیسے سیکھوں کے مرکز میں حقانیت اسلام کا ڈنکا بجانا۔ فتنہ ارتداد
کا سد باب فرمانا۔ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو شریعت کا پابند اور متبع سنت بنا دینا اور
اس طرح کے دوسرے بے شمار واقعات ہیں جو سب خرق عادات اور کرامت کا درجہ رکھتے
ہیں۔ مگر اختصار کی خاطر اس پر بس کرتا ہوں۔ ورنہ

نہ حسن نش غایتے دار نہ سعدی راسخن پایاں

بمیر و تشنہ مستقی و دریا پیمختاں باقی

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس علامہ امتثال کے اس شعر کا صحیح
مصدق تھی۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بلاز و کا

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں



دینی اور ملی خدمات

انجمن خدام الصوفیہ — مدارس دینیہ —

خدمتِ حریرۃ الشریفہ — تعمیر مسجد —

دیگر عمارتے — قاصد اور ملازمے اداے —

تحریکِ خلافت — فتنہ ارتداد — ساروا ایکٹے —

مشہدِ گنج — سنی کے نفرتے —

تحریکِ قیامِ پاکستان

بحسن و خوبی انجام دیا کرتے ہیں۔ دس بارہ پندرہ ہزار سے بھی زیادہ مہمان دور دور سے شرکت کے لئے آتے اور فیض پاتے ہیں۔ اس موقع پر علی پور سیداں میں بڑی گھمگھمی ہوتی ہے۔ اس پاس کے شہروں سے دوکان دار اگر دوکانیں لگاتے اور ہر قسم کی چیزیں فروخت کرتے ہیں۔ غرض ہفتہ بھر بڑی شلوں اور رونق کا گزرتا ہے۔

جلسہ گاہ سالانہ جلسوں کا انعقاد اور مہانداری کا حال ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے تو عام دلچسپی کا موجب ہوگا۔ جلسہ گاہ کی جوتی کو خوب سجایا جاتا ہے۔ شامیانے لگا کر اندر دریاں بچھلتے ہیں۔ وسط میں اسٹیج ہوتا ہے جس پر قالین اور گادھیکے لگے ہوتے ہیں۔ اسٹیج پر بزرگان و اکابر، علمائے کرام اور پیرانِ عظام تشریف فرما ہوتے ہیں۔ گلاب پاشوں سے تموڑی تموڑی دیر میں خوشبو دار عرق چاروں طرف چھڑکا جاتا ہے۔ نعت خوانی کے دوران بالخصوص گلاب پاشی ہوتی ہے۔ گیس کے ہنڈے اور گیس کی لائٹیں جا بجا نصب کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے راستے اور جلسہ گاہ روشن ہو جاتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں شیخ حسین بخش صاحب اور ان کے بھائی جلسہ گاہ میں روشنی کے لئے گیس کے ہنڈے فراہم کرتے تھے۔ بعد میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ممبئی سے خود گیس کے ہنڈے اور لائٹیں خرید فرما کر لے آئے۔ اب تک انھی سے سب جگہ روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے۔

ابتدائی زمانے سے اب تک رہنمائی اور حصار کے یارانِ طریقت جلسہ گاہ کو سجانے اور اسٹیج بنانے میں سیکٹری صاحبان کی اعانت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ بھائی حفیظ الدین صاحب، بھائی نصیب خان صاحب اور مولانا عبد المجید صاحب قصبوی رحمۃ اللہ علیہم دوسرے یارانِ طریقت کی مدد سے یہ خدمت انجام دیا کرتے تھے۔ انھی اضلاع کے مہاجر یارانِ طریقت جو پھلوواں اور ملتان وغیرہ میں آباد ہیں، اپنے بزرگوں کی سنت قائم کئے ہوئے ہیں۔

سالانہ جلسے سالانہ جلسوں کا انعقاد دو دن تک ہوتا رہتا ہے۔ پہلا اجلاس صبح آٹھ بجے شروع ہوتا ہے۔ نعت خوانی اور مواظبتِ حسنہ کا سلسلہ ایک بجے تک جاری رہتا ہے۔ کھانا کھانے اور نمازِ ظہر ادا کرنے کے بعد دوسرا اجلاس شروع ہو جاتا۔ جو درمیان میں عصر کی نماز کے وقفے کے بعد نمازِ مغرب تک جاری رہتا۔ مغرب

انجمن خدام الصوفیہ

مقاصد

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ان مساعی کا ذکر آچکا ہے جو آپ دینِ متین کی تبلیغ اور سلسلہِ عالیہ کی ترویج کے لئے کیا کرتے تھے۔ مدتِ عمر آپ کا یہی وظیفہ رہا۔ ۱۹۰۱ء میں آپ نے "انجمن خدام الصوفیہ" قائم کی جس کے مقاصد کی تشریح یوں کی گئی۔

۱۱۔ اتحاد جمع سلاسل تصوف ۱۲۔ اشاعت اسلام و تصوف

۱۳۔ تردید الزامات خلاف اسلام و تصوف ۱۴۔ ترویج مذاہب باطلہ

۱۹۰۱ء میں انجمن کا پہلا سالانہ جلسہ بادشاہی مسجد لاہور میں منعقد ہوا۔ تین سال تک ان سالانہ اجتماعات کا مرکز بادشاہی مسجد لاہور میں رہا۔ ۱۹۰۳ء سے سالانہ جلسوں کا انعقاد علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں ہونے لگا۔ ابتدا میں ایسی کوئی بڑی جگہ حضور کے پاس نہ تھی جہاں ایسے عظیم الشان اجتماع ہو سکیں جن میں ہزاروں آدمی شرکت کریں۔ تو آپ نے ابتدائی برسوں میں یہ جلسے اپنی ہی برادری کے بھائی نمبردار سید قایم علی شاہ صاحب کی بڑی سوبلی میں منعقد کئے۔ اس کے بعد جب دکن والی پختہ سوبلی تیار ہو گئی تو سالانہ اجتماع ہونے لگے اور اب تک ہر سال ۱۰، ۱۱، ۱۲ مئی کو وہیں منعقد ہوتے ہیں۔

انجمن کے سالانہ جلسوں میں علمائے کرام اور نعت خواں حضرات دور دور سے شرکت کے لئے آتے ہیں اور اپنے مواظبتِ حسنہ سے شرکا کو فیض یاب کرتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود ہر روز کئی گھنٹے وعظ فرماتے تھے۔ صاحبزادگان والا تبار بھی وعظ میں پیش از پیش حصہ لیتے ہیں۔ عام طور پر انجمن کا سالانہ جلسہ دو روز تک منعقد ہوتا ہے۔ روزانہ تین اجلاس منعقد ہوتے ہیں۔ ملک بھر سے یارانِ طریقت اور شایعین شرکت کے لئے علی پور آتے ہیں۔

مہمانوں کے قیام و طعام کی پوری کفالت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے حضور کے وصال کے بعد صاحبِ سجادہ مدظلہ العالی اور صاحبزادگان ذی شان مہمان داری کے جملہ فرامین

کی نماز کے بعد اور کبھی عشا کی نماز کے بعد تیسرا اجلاس شروع ہو جاتا جو رات کے ایک دو بجے تک انتظام پذیر ہوتا۔ ان سب اجلاسوں میں نعت خواں خوش الحانی سے نعتیہ کلام سنا کر دلوں کو گراتے۔ اور علمائے کرام نیز مشائخ عظام عقائد و مسائل پر وعظ فرما کر سینوں کو نور ایمان سے منور کرتے اور وہ کم و عقیاید کی اصلاح فرماتے۔ دوسرے دن بھی اسی طرح تین اجلاس منعقد ہوتے اور اسی طرح کی روداد ہوتی۔ البتہ آخری اجلاس زیادہ دیر تک جاری رہتا۔ کبھی کبھی تو نماز تہجد کے وقت اجلاس ختم ہوتا۔ آخر میں بہر حال سلام اور ختم شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا جاتا اور دعا مانگی جاتی۔

انجمن کے سیکرٹری

میرے ہوش سے قبل ابتدائی دنوں میں حافظ ظفر علی صاحب پٹیری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز مرکزی انجمن کے سیکرٹری تھے اور وہی تمام اجلاسوں کے منتظم خصوصی ہوا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے پچاس سالہ حاجی کرم ابھی صاحب سیالکوٹی بنائے ایل بی ایڈووکیٹ خلیفہ مجاز۔ تاحیات مرکزی انجمن کے سیکرٹری اور سالانہ اجلاسوں کے منتظم رہے۔ ماسٹر صاحب کے انتقال کے بعد حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اول نے حافظ نور احمد صاحب قسوری خلیفہ مجاز خلف حضرت مولانا محمد حسین صاحب قسوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اول حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو انجمن کا جنرل سیکرٹری اور پروفیسر منشا علی صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج بہاولنگر کو جوائنٹ سیکرٹری مقرر فرمایا۔ اب تک یہ دونوں حضرات اپنے فرائض پوری تنہا ہی اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں۔ گو جلسہ گاہ کا انتظام اور ایسیج قائم کرنے کا کام دوسرے یارانِ طریقت انجام دیتے ہیں، لیکن ذمہ داری سیکرٹری صاحبان کی ہے۔ اسی طرح جلسوں کا ایجنڈا تیار کرنا اور تقریریں و خطبے اور نعت خواں حضرات کو دعوت دینا اور انھیں جلسہ گاہ میں لانا ان کے فرائض میں شامل ہے، جسے وہ بڑے حسنِ خوبی سے پورا کرتے ہیں۔

علماء و مشائخ کی شرکت

سالانہ اجلاس کی شرکت کے لئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے اطراف و اکناف سے علماء کرام کو شرکت کی دعوت دیتے تھے۔ شریک ہونے والے علماء و اکابر اور نعت خواں اصحاب کے آمد و رفت کے اخراجات اور قیام و طعام کے مصارف کے خود متحمل ہوتے تھے۔ آپ نے تمام عمر کسی سے چندہ طلب نہیں کیا۔ خواص و عوام کی مہمان داری کے جملہ اخراجات خدا کے فضل و کرم سے

خود ہی اٹھاتے تھے۔ یہی نہیں رخصت کے وقت ان حضرات کو تحفوں سے بھی نوازا جاتا تھا۔

جو مشائخ عظام، علمائے کرام اور نعت خواں حضرات انجمن کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرماتے رہے ہیں، ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ اور تمام نام ضبط تحریر میں لانے ممکن نہیں لیکن تبرکاً اور بطور نمونہ کچھ نام درج کئے جاتے ہیں۔ حضرت سجادہ نشین صاحب چوہدرہ شریف۔ حضرت الحاج صاحبزادہ محمد صدیق صاحب چوہدرہ شریف۔ حضرت محدث کچھوچھو سجادہ نشین کچھوچھو شریف۔ حضرت مولانا مفتی دیدار علی صاحب اوری۔ حضرت مولانا مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی۔ حضرت ابو الحسنات مولانا سید محمد احمد صاحب (لاہور)۔

حضرت ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب (لاہور)۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجرات)۔ حضرت ذاکر اللہ و تاج صاحب (گجرات)۔ حضرت مولوی محمد یار صاحب بہاول پوری۔ حضرت حافظ انور علی صاحب ہٹلی۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب قسوری خلیفہ اول۔ حضرت مولوی خیر شاہ صاحب امرتسری۔ حضرت مولوی محمد عظیم صاحب گنگوڑی۔ حضرت مولوی محمد عظیم صاحب فیروز پوری۔ حضرت حافظ ظفر علی صاحب پٹیری۔ حضرت مولوی محمد خوب صاحب احمد آبادی۔ حضرت مولوی محمد شریف صاحب کوٹلی۔ حضرت مولوی غلام احمد صاحب انگر امرتسری۔ حضرت مولانا حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی۔ حضرت مولانا امام الدین صاحب راس پوری۔ حضرت مولوی عبد المجید صاحب قسوری۔ حضرت مولوی محمد عمر صاحب اچھروی۔ حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب رتھی۔ مولوی عبد الغفور صاحب ہزاروی۔ مولوی عبد الحمید صاحب غیرم۔

نعت خواں اصحاب

نعت خواں حضرات میں سے بھی مثال کے طور پر چند اصحاب کے نام لکھے جاتے ہیں۔ سب کا احاطہ تو ممکن ہی نہیں۔ جناب آزاد صاحب بیکانیری۔ جناب حاجی نصیب خاں صاحب رتھی۔ جناب حافظ صاحب یلی بھیتی۔ جناب حاجی جلال دین صاحب فیروز پوری۔ جناب میر سعید اللہ صاحب امرتسری۔ جناب سید علی صاحب (بنگلور)۔ جناب اسد علی صاحب (مبئی)۔ جناب ابراہیم صاحب بیکانیری۔ جناب افتخار احمد صاحب قسوری۔ جناب صابر صاحب قسوری وغیرہم۔

کل اخراجات اجلاس

کسی کو کبھی یہ اندازہ کرنا ممکن نہوا کہ سالانہ اجلاسوں کے کل اخراجات کتنے ہوتے ہیں۔ اور یہ رستم کہاں سے آتی ہے۔ حضور کے جود و سخا اور توکل کی کچھ کیفیت ان ابواب کے تحت بیان ہوئی ہے، اسی کا

پہنچایا جاتا۔ غرض ہر شخص کی سہولت اور خواہش کا پورا لحاظ کیا جاتا۔ لشکر کے عام کھانے کے علاوہ حویلی سے بھی اکثر مہمانوں کے لئے دونوں وقت کھانا آتا تھا۔ یہ کوئی قسید نہ ہوتی کہ کون کہاں مقیم ہے اور کہاں کھانا کھاتا ہے۔ اپنی خواہش کے مطابق جہاں بھی کوئی ہوتا اسے اس عنوان خیمائے فیض یاب پہنچنے کا موقع ملتا تھا۔

کھانے کی تقسیم کا کام ہمیشہ سے پشاور والوں کے ذمے ہوتا رہا ہے۔ زمانہ سابق میں برادر غلام رسول صاحب مرحوم اور امام الدین صاحب مرحوم کرتے تھے۔ اب حافظ سلطان احمد خلیفہ مجاز، محمد نواز صاحب خلیفہ غلام رسول صاحب مرحوم، سید اسد شاہ صاحب اور پشاور کے دوسرے یارانِ طریقت انجام دیتے ہیں۔ برادر غلام رسول صاحب مرحوم کھانا پکانے کے لئے پشاور سے باورچی ساتھ لایا کرتے تھے۔ اسی طرح بعض دوسرے پیر بھائی جو کھانا پکانے میں ماہر ہوتے وہاں قبل علی پور شریف پہنچ جاتے تھے۔ اور پوری محنت و محبت کے ساتھ خدمت کرتے تھے۔ ان حضرات کا کام شدید زحمت کا ہوتا ہے۔ صبح آٹھ بجے سے تین بجے سہ پہر تک مصروف رہتے۔ دو گھنٹے نماز، کھانے اور آرام کے بعد پانچ بجے سے پھر کام میں لگتے تو رات کے دو بجے تک پکانے اور تقسیم کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ ان اصحاب کا خوشی، مستعدی اور سرگرمی سے مصروف خدمت ہونا سعادتِ اربین کا ضامن ہے۔

جلسہ گاہ میں مہمانوں کو کھانا کھلانے کا انتظام ابتدائی کھانا کھلانے کا انتظام زمانے سے اپنی ضعیفی تک حاجی ڈاکٹر اللہ دتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز انجام دیا کرتے تھے۔ آپ کے ہمراہ دوسرے یارانِ طریقت ہوتے تھے۔ عموماً جلسے کے اختتام پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود مختلف شہروں کے یاروں کو نامزد فرماتے کہ وہ کھانا کھلانے کے فرائض انجام دیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے حلقے کے علاوہ ایسے دوسرے اصحاب بھی خدمت میں شریک ہوتے تھے۔

ان کے بعد حضرت پیر ولایت شاہ صاحب اور حاجی منشی احمد الدین صاحب (دہردو خلیفہ مجاز) اپنے یارانِ طریقت اور پیر بھائیوں کی اعانت سے انجام دیتے رہے۔ اب حاجی شاہ بیگ، اور جند پوری اور جھنگ کے یارانِ طریقت کھانا کھلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں۔

ایک غلام و درخشاں نمونہ ان جلسوں کے اخراجات میں بھی نظر آیا کرتا تھا۔

ایک بار مولوی حشمت علی شاہ صاحب خیر اللہ پوری نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز سے دریافت کیا کہ ان جلسوں پر آپ کا کل خرچ کتنا ہو جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا "میں حساب کر کے خرچ نہیں کرتا۔ البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ اپنی زمینوں کے چاول، گندم اور دیگر اجناس کے علاوہ چاول والوں کا دھانی چزار روپیہ قرضہ اور کتنا باقی ہے۔ دوسرے اخراجات کا آپ اندازہ لگائیں۔

مہمانوں کی ضیافت کے لئے دونوں وقت عمدہ سے عمدہ کھانے پکوائے جاتے تھے۔ پلاؤ، زردہ، مرغ، تنجن، گوشت، روٹی وغیرہ کا متقبل اہتمام ہوتا تھا۔ پشاور سے ترکی و بنے خرید کر منگواتے اور پوری نگہداشت کے ساتھ ان کو خوب کھلا پلا کے سالانہ اجلاس کی مہمانداری کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ بعض یارانِ طریقت اپنی طرف سے مہینوں و بنے تیار کرتے اور ان جلسوں کے لئے بطور تحفہ حضور کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ شیخ محمد صاحب، حاجی اللہ رکھا صاحب، حاجی محمد باقر صاحب، سیالکوٹی اور ماہوں صاحب قبلہ سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چار چار من کے تنومند و بنے بڑے اہتمام سے پال پوس کر لاتے اور نذر گزارتے تھے۔ حضور ان تحفوں کو پسند کرتے اور اپنی خوشنودی کے اظہار کے ساتھ دعاؤں سے سرفراز فرماتے تھے۔ ایک وقت میں دیگر اشیائے خوردنی کے علاوہ ساتھ ساتھ اور ستر ستر دگلیں پلاؤ زرے کی کپتی تھیں۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ تمام انتظامات اب بھی اسی اہتمام اور خوش اسلوبی سے جاری ہیں۔ بلکہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف اور توجہ سے ان میں ترقی ہو رہی ہے۔

کھانا پکانے کا انتظام کھانا پکانے کا انتظام موضع سادھو کے والے چوہدری اللہ دتا صاحب مرحوم اور ان کے گاؤں کے دوسرے بہت سے لوگ مل کر انجام دیتے تھے۔ اب ان کی اولاد چوہدری خدا بخش صاحب، نذر احمد صاحب، غلام رسول صاحب اور ان کے دوسرے رفقاء دن رات کی محنت اور جانفشانی سے کرتے ہیں۔

کھانا عام طور پر جلسہ گاہ میں کھلایا جاتا۔ بہت سی جماعتوں کو جو کھانے کی تقسیم مختلف مکانات اور کمروں میں اقامت گزیں ہوتیں، ان کی فرد گاہ پر

کی بیش بہا خدمات کا ذکر آگے "فتنہ ارتداد" کی فصل میں آئے گا۔

انجمن کی شخوں کے بعض اہم کارکنوں کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ گجرات کی شاخ زیر صدارت حاجی حافظ پیر سید ولایت علی شاہ صاحب خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ استداسے کام کرتی رہی ہے۔ اس کے تحت ایک مدرسہ نقشبندیہ بھی جاری ہے۔ حضرت پیر ولایت علی شاہ صاحب خود یہاں بچوں کو قرآن مجید حفظ کراتے تھے۔ اور اس خدمت کا کوئی صلہ قبول نہ کرتے تھے۔ اب ان کے صاحبزادے حاجی احمد شاہ صاحب مدرسہ میں پڑھاتے ہیں اور حفظ کرانے اور دینیات کی کتابیں پڑھانے کے لئے تنخواہ دار اساتذہ بھی ملازم ہیں۔

گجرات کی اس انجمن کی طرف سے سالانہ جلسہ ابتداء ہی سے بڑی شان اور اہتمام سے منعقد ہوتا ہے۔ دور دور سے علمائے کرام مدعو کئے جاتے ہیں۔ تمام اخراجات سفر و قیام و طعام انجمن خود برداشت کرتی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان جلسوں میں بذات خود شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اب صاحب سجادہ اور دوسرے صاحبزادگان شرکت کرتے ہیں۔ حاجی شعی احمد خان صاحب خلیفہ مجاز گجرات کی انجمن کے سیکرٹری ہیں۔ اور نہایت خلوص اور جوش سے ساری خدمت انجام دیتے ہیں۔

ضیاء اللہ صاحب نعمانی ایم اے خلیفہ مجاز حضرت سراج الملت سجادہ نشین اولیٰ و کچھ دسے یارانِ طریقت نے گجرات کے محلہ فیروز آباد میں بھی انجمن کے جلسے کچھ عرصہ سے منعقد کرنے شروع کئے ہیں۔ نعمانی صاحب ان جلسوں کی کامیابی کے لئے خصوصیت سے سرگرم عمل ہیں۔

کنجاہ میں انجمن کی شاخ حاجی ڈاکٹر اللہ رحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز کی صدارت میں قائم ہوئی تھی۔ اور سالانہ اجلاس بڑے اہتمام سے منعقد ہوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد کیپٹن محمد امین صاحب خلیفہ مجاز حضرت سراج الملت سجادہ نشین اولیٰ ان کے جانشین ہوئے۔ آپ بھی ہر سال نہایت تزک و احتشام سے جلسے منعقد کرتے ہیں۔

کوہاٹ کی شاخ حاجی سرور خان صاحب اور سید سعید شاہ صاحب کی سربراہی میں کام کرتی ہے۔ ہر سہفتہ تمام یارانِ طریقت بابو غلام حسین صاحب مرحوم کے مکان پر جمع ہو کر ختم خواجگان پڑھتے اور حلقہ ذکر قائم کرتے ہیں۔ پشاور کی شاخ حافظ سلطان احمد صاحب خلیفہ مجاز کی

یاران کوہاٹ بھی عرصہ تک کھانا کھلانے اور پانی پلانے کی خدمت کرتے رہے۔ اب یہ کام ضلع جہنگ کے مذکورہ بالا حضرات کرتے ہیں۔

گوشت اور بخنی تیار کرنا | بکروں دنبوں کا ذبح کرنا، گوشت بنانا، بخنی کے لئے دینا اور گھر پہنچانا سب کام ابتدائی زمانے میں حاجی کریم بخش صاحب اور حاجی محمد حسین صاحب کیا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے حاجی محمد جان صاحب کرتے رہے۔ بحالت موجودہ یہ سب امور بندہ کی نگرانی میں انجام پاتے ہیں۔ ذبح کرنا اور گوشت بنانا اس وقت حافظ رحمت علی صاحب اور عبد الحکیم صاحب کے ذمے ہے۔

یہ چند نام خصوصیت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ مگر ان ذمہ دار حضرات کی اعانت کے لئے بے شمار دوسرے یارانِ طریقت سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اہل خاندان مہمان آری اور مہمان نوازی کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اور یارانِ طریقت کے ساتھ ہر کام میں شامل اور ہر مہمان کی توفیق میں پیش پیش رہتے ہیں۔ خاص طور پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ یہ نفس نفس مہمان آری اور ہر کام کی نگرانی فرماتے تھے۔

انجمن کی شاخیں | فتنہ ارتداد کے دوران انجمن خدام الصوفیہ نے جو خدمات خلیفہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی، نگرانی اور ہدایات پر انجام دیں ان کا ذکر آگے آئے گا۔ یہاں انجمن کی بابت چند اور باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

انجمن خدام الصوفیہ کی شاخیں مختلف شہروں میں قائم کی گئی تھیں جو اپنے اپنے حلقوں میں انجمن کے مقاصد کے مطابق سرگرم عمل رہیں۔ اور اب تک ان کی دینی خدمات جاری ہیں۔ گجرات، سیالکوٹ، کنجاہ، کوہاٹ، پشاور، راولپنڈی، جہنگ، لائل پور، کراچی، لاہور، ملتان وغیرہ میں یہ شاخیں اب تک سرگرمی کے ساتھ مصروف کار ہیں۔ بھارت میں بنگلور، میسور، احمد آباد، حیدر آباد دکن، جالندھر، مراد آباد، امرتسر، مدراس، کلکتہ، بمبئی، دہلی، فیروز پور، ریتھک اور قصور وغیرہ میں قائم ہوئی تھیں۔ جن میں سے کئی اب بھی سرگرم کار ہیں۔ اگرچہ کی شاخ ایک اور لحاظ سے خصوصیت کی حامل رہی ہے۔ فتنہ ارتداد کے زمانے میں پورے علاقے میں تبلیغ و ارشاد کے کام کا مرکز ہماری انجمن کی آگرہ کی شاخ تھی جس کے کارکنوں

صاحب اور صوفی مشتاق صاحب کی سربراہی میں الگ الگ ہفتہ وار اجتماعات پابندی سے منعقد ہوا کرتے ہیں۔ ملتان میں حافظ صدیق اور صاحب اور ولی محمد شاہ صاحب خلیفہ مجاز انجمن کی سربراہی کرتے ہیں۔ ہر جمعہ کو ختم خواجگان اور حلقہ ذکر منعقد ہوتا ہے۔ اور گلابے بنگاہے جلسے بھی منعقد ہوتے ہیں۔

امر تسمیٰ پیر احمد شاہ صاحب، جاندھڑ میں منشی بہلول صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بنگلور میں منشی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی خلیفہ مجاز، اور میسور میں حاجی محبوب پیراں صاحب انجمن کی شاخوں کی سربراہی کرتے رہے۔ حیدر آباد دکن میں حاجی قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ انجمن کی کاروباری میں جوش اور حوصلے کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ احمد آباد میں مولوی محمد محبوب صاحب خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ انجمن کے کارپرداز رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے محمد عبداللہ صاحب کام کر رہے ہیں۔ انجمن کی دکن کی بعض دوسری شاخیں اب بھی سرگرم عمل ہیں۔ مراد آباد دیوبند میں حاجی محمد طاہر صاحب وہاں کی شاخ کے سربراہ ہیں۔ بھارت کے اکثر عرسوں کے موقع پر حاجی محمد طاہر صاحب دیگر یاران طریقت کے ہمراہ جلتے ہیں۔ اور تبلیغ کے فرائض اب بھی انجام دیتے اور جلسے منعقد کرتے رہتے ہیں۔

غرض حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اطراف و اکناف میں بنفس نفیس تشریف لے جا کر بے شمار شاخیں قائم کی تھیں۔ تاکہ یاران طریقت جمع ہو کر ہفتہ وار ختم خواجگان پڑھیں اور حلقہ ذکر منعقد کریں۔ نیز یہ کہ حسب توفیق تبلیغ و ارشاد کا کام انجام دیتے رہیں۔ تاکہ یہ صدقہ جاریہ ان کے لئے اجر جمیل اور دوسروں کے لئے ہدایت کا ضامن بنا رہے۔

رسالہ انوار الصوفیہ مرکزی انجمن خدام الصوفیہ کا ماہانہ "رسالہ انوار الصوفیہ" ۱۹۰۴ء میں جاری کیا گیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اجراء کے وقت ارشاد فرمایا کہ "پہلے مہینے کے رسالہ کے کل اخراجات کی میں کفالت کروں گا" نیز دیگر یاران طریقت کو ہدایت فرمائی کہ ان میں سے ایک ایک صاحب ایک ایک مہینے کے رسالہ کے اخراجات برداشت کریں۔ تاکہ رسالہ ایک سال تک بالکل مفت تقسیم کیا جاسکے۔ چنانچہ حضور کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور رسالہ اسی تجویز کے مطابق چھپتا اور مفت تقسیم ہوتا رہا۔

سربراہی میں سرگرم عمل ہے اور ہفتہ وار اجتماعات پابندی سے منعقد ہوتے ہیں۔

راولپنڈی میں ابتدائی ایام میں حاجی محمد شفیع صاحب انجمن کی شاخ کے صدر تھے۔ ان کے بعد حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ زین العابدین صاحب کو صدر اور حاجی ڈاکٹر محمد حسین صاحب خلیفہ مجاز حضرت شمس الملت صاحبہ قبلہ العالی کو نائب صدر مقرر فرمایا۔ شیخ صاحب کے انتقال کے بعد حاجی حکیم محمد حسین صاحب صدر ہیں۔ ہفتہ وار اجتماعات شیخ فرحت علی صاحب شوق صدیقی کے مکان پر ہوتے ہیں۔ اس انجمن نے ایک نایاب کتاب "برکات علی پوری" دوبارہ شایع کی ہے۔ جھنگ میں انجمن کی شاخ مولوی قطب الدین صاحب، حاجی عبدالرحمان صاحب اور حاجی نعمان صاحب کی قیادت میں کام کرتی رہی۔ ہر سال بڑے وسیع پیمانے پر جلسے کا اہتمام ہوتا تھا۔ جس میں شرکت کے لئے دور دور سے لوگ آتے تھے۔ حاجی عبدالرحمان صاحب قیام و طعام کا انتظام بہت اعلیٰ پیمانے پر کرتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دیگر افراد خاندان کو ساتھ لے کر ان جلسوں کی شرکت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

الائیل پور کی انجمن چوہدری عطاء محمد صاحب حاجی اللہ دھایا صاحب اور حاجی محبوب علی خاں صاحب کی نگرانی میں باقاعدہ کام کر رہی ہے۔ ختم خواجگان اور حلقہ ذکر یاران طریقت کے گھروں میں باری باری سے منعقد ہوتا رہتا ہے تاکہ سب کو برکات سے حصہ افر حاصل ہو۔ سیالکوٹ میں پہلے شیخ حسین بخش صاحب کی صدارت میں انجمن کام کرتی رہی۔ پھر غلام نبی خاں صاحب صدر ہوئے اور اب حافظ عبداللطیف صاحب صدر انجمن ہیں۔

کراچی میں انجمن کی شاخ پہلے نور محمد صاحب اور پھر حضرت منشی مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی خلیفہ مجاز کی صدارت میں کام کر رہی تھی۔ بعد میں مولانا حاجی حامد حسن صاحب قادری صاحب خلیفہ مجاز صدر انجمن ہوئے۔ اب بھائی ڈاکٹر علی صاحب خلیفہ مجاز کے زیر صدارت سرگرم عمل ہے بھائی ڈاکٹر علی صاحب نے مجھے بتایا کہ ہفتہ کے سات دنوں میں مشکل سے کوئی ایسا دن ہوتا ہے جب کہ ختم خواجگان اور حلقہ ذکر منعقد نہ ہوتا ہو۔

لاہور بہت بڑا شہر ہے اور یاران طریقت کی تعداد بھی یہاں بہت زیادہ ہے۔ اس لئے یہاں انجمن کی کئی شاخیں کام کر رہی ہیں۔ حکیم مبارک احمد صاحب خلیفہ مجاز، حاجی غلام جیلانی

ایک سال کی مدت گزرنے کے بعد خیر بادوں سے بہت معمولی قیمت وصول کی گئی۔ اس سال نے دین متین اور تصوف اسلامیہ کی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ رسالے کے مندرجات اسلامی تعلیمات، تصوف، بزرگان دین کے سوانح، اکابر کی خدمات دین، حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات علماء کرام کے مضامین اور دوسرے مفید اسلامی مطالب اور مسائل دین پر مشتمل ہوتے تھے۔ اور آج بھی رسالہ انہی خطوط پر جاری ہے اور مفید خدمت کر رہا ہے۔

ابتداء میں انوار الصوفیہ کا دفتر لاہوری منڈی لاہور میں تھا۔ پھر سیال کوٹ میں کشمیری محلہ میں ماسٹر کرم الہی صاحب خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر منتقل ہوا۔ اب کوٹ عثمان خان قصور میں ہے۔

رسالہ کے پہلے ایڈیٹر قلم سوجھا سنگھ کے مولوی حسام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ دوسرے ایڈیٹر مولوی محمد عظیم صاحب لاہوری بی بی نے خلیفہ مجاز ہوئے۔ تیسرے ایڈیٹر مولوی امام الدین صاحب نے پوری خلیفہ مجاز اور چوتھے ایڈیٹر حاجی ماسٹر کرم الہی صاحب بی بی نے ایل نیا خلیفہ مجاز، سیکریٹری انجمن خدام الصوفیہ تھے۔ اب مولوی غلام رسول صاحب گوہر ادارت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

بعض دوسرے رسائل حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں بعض دوسرے رسائل بھی جاری ہوئے، جو مختلف وجوہ سے بعد میں بند ہو گئے۔ مولوی غلام رسول گوہر صاحب نے انجمن خدام الصوفیہ قصور کی طرف سے رسالہ تبلیغ "قصور سے جاری کیا تھا۔ مگر صرف چند سال جاری رہا۔ رسالہ لمعات الصوفیہ "بھی انجمن ہی کی طرف سے ملک علی اعجاز صاحب سیالکوٹی کی ادارت میں جاری ہوا تھا جو ان کی وفات کے بعد بند ہو گیا۔ امرتسر سے ایک مہفت روزہ الفقیہ حکیم معراج الدین صاحب کی ادارت میں شایع ہوتا تھا مگر ان کی وفات پر جاری نہ رہ سکا۔ امرتسر ہی سے حضور کے نام پر ایک رسالہ "الجماعت" شایع ہونا شروع ہوا تھا مگر وہ بھی زیادہ دن جاری نہ رہ سکا۔

ان رسائل کے اخراجات میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ سے زیادہ اعانت فرماتے تھے کئی اخبار اور رسالے تو صرف حضور کی کفالت کی بدولت ہی جاری تھے۔ ان سب کا مقصد ایک تھا۔ تبلیغ و

ارشاد مسائل دین کی تعلیم۔ اشاعت اسلام۔ تردید فرق باطلہ۔ حقانیت اسلام۔ اعلائے کلمۃ الحق۔ صحیح تصوف کی ترویج۔ شعائر اسلام کا تحفظ اور مسلمانوں کو ان کے دینی اور ملی فرائض و احکام کی طرف متوجہ کرنا۔

مدارس دینیہ

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ دین اور عامۃ المسلمین کی دینی و اخروی خلاص کے لئے ہر قسم کی مساعی فرمائیں جیسا کہ صفحات ماقبل سے اندازہ ہوا ہوگا۔ انہی میں آپ کی ایک کوشش یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ دینی مدارس قائم کئے جائیں۔ چنانچہ اطراف و اکناف میں آپ نے بہت سے مدرسے جاری فرمائے، دوسروں کو ترغیب دی کہ مدرسے قائم کریں، اور قائم شدہ مدارس کی زیادہ سے زیادہ امداد فرمائی۔ چنانچہ یہ صدقہ جاریہ اب تک مختلف مقامات پر بچوں کی تعلیم و تربیت کا کفیل بنا ہوا ہے۔ اور محمد اللہ دینی تعلیم کا مقصد خوش اسلوبی سے انجام پا رہا ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۱۶ء میں علی پور سیدال مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیدال میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا تھا جو بخیر و خوبی جاری ہے۔

حضرت کے خلف اکبر حضرت الحاج حافظ پیر مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حمید عالم و فاضل بزرگ تھے۔ ابتداء سے اپنی جادگی کے زمانے تک آپ ہی اس مدرسہ کے مہتمم رہے۔ اساتذہ کا تقرر، طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام، آمد و خرچ کے حسابات اور دوسرے تمام کام آپ کی سرپرستی اور نگرانی میں انجام پاتے رہے۔

ابتداء میں مدرسہ ٹیڑھی سولہ میں قائم کیا گیا تھا۔ بعد میں مسجد نور سے ملحق مدرسہ کے لئے علمہ عمارت بن گئی تو اس میں منتقل کر دیا گیا۔ اب وہ عمارت بھی کہنہ ہو چکی ہے، اور ضرورت کے لئے ناکافی ہے، تو والد محترم حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم اول مدرسہ) کی وصیت کے مطابق حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کے گرد نئی عمارت انشاء اللہ تعمیر کی جائے گی۔ جو علمہ، وسیع اور ضروریات کے لئے کافی ہوگی۔

حضرت سراج الملت

حضرت سراج الملت صاحبزادہ الحاج مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ و خلف اکبر و سجادہ نشین اول، ایک عالم متبحر تھے اور

تدریس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ جملہ علوم شرعیہ منقول و محقول پر آپ کا عبور کامل تھا۔ آپ نے مدرسہ نقشبندیہ کا صرف اہتمام ہی اپنے ذمہ نہیں لیا تھا، بلکہ فرائض تدریس بھی انجام دیتے تھے۔ افہام و تفہیم کے لئے آپ کا اسلوب از حد دلکش، مدلل اور مؤثر ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ کے درس میں طلبہ بڑے شوق و ذوق سے شرکت کرتے اور فیضیاب ہوتے تھے۔ مدرسہ کے اساتذہ بھی آپ سے وقتاً فوقتاً استفادہ کر کے اپنی علمی مشکلات حل کرتے رہتے تھے۔

حضرت سراج الملت کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ ذیل کے چند ناموں سے یہ اندازہ کرنا ممکن ہوگا کہ آپ کے تلامذہ میں کیسے کیسے علماء پیدا ہوتے رہے ہیں۔ مولوی غلام گل صاحب گوہر مدیر رسالہ انوار الصوفیہ، مولوی محمد عالم صاحب، مولوی منظر الدین صاحب مولوی سید رسول شاہ صاحب، مولوی قاضی ظہور صاحب وغیرہ آپ کے وہ شاگرد تھے جو اس مدرسہ سے فارغ التحصیل ہو کر درس و تدریس اور خطابت و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔

مدرسہ کے اساتذہ

درس نظامیہ کی تکمیل اور جملہ علوم شرعی منقولات و محقولات کی تدریس اور دورہ حدیث کے علاوہ اس مدرسہ میں خاص طور پر حفظ اور تجوید کا انتظام ابتدا سے ہوتا رہا ہے۔ ابتدا میں مکتبہ سے قاری صاحبان، قرأت سکھانے آیا کرتے تھے، اب قاری محمد اسحاق صاحب یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔ آپ بہت عمدہ قاری ہیں اور اخلاص و شریف کے تعلیم یافتہ ہیں۔ آج کل مدرسہ کے صدر مدرس جناب مولوی حافظ غلام رسول صاحب ہیں جو عالم باعمل اور فاضل بے بدل ہونے کے علاوہ صالح و متقی بزرگ ہیں۔ اور نہایت شوق سے طلبہ کو خالصاً لوجہ اللہ درس دیتے ہیں۔ اس مدرسہ میں بعض مدرسین مثلاً مولوی محمد یوسف صاحب وغیرہ ہندوستان سے بلائے گئے تھے۔ یہ نہایت قابل و فاضل بزرگ تھے۔ یہاں کے اکثر مدرسین ہندوستان کے صوبے یوپی سے بلانے جاتے تھے۔

طلبا و کے لئے اقامتی اور دوسری سہولتیں۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیدیاں میں۔

دور دور سے طلبہ تحصیل علم کے لئے آتے تھے۔ بخارا، کابل، بلوچستان، قندھار، سندھ، سرحد، بنگال اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے طلبہ یہاں آکر محقول و منقول کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ طلبہ کو قیام و طعام کی تمام سہولتیں مفت مہیا کی جاتی تھیں۔ کھانا، ناشتہ، بستر، کپڑے، صابن، تیل، دوا علاج جملہ اخراجات حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مفت میسر ہوتے تھے اور اب بھی ہوتے ہیں کسی قسم کی کوئی فیس نہ جب لی جاتی تھی اور نہ اب لی جاتی ہے۔ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کی ضروریات اور آرام کا بذات خود اہتمام اور خیال کرتے تھے۔

طلبہ کی ورزش اور صحت جسمانی کا بھی خاص طور پر اہتمام ہوتا تھا۔ نماز عصر کے بعد حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سب طلبہ کو باہر میدان میں لے جاتے اور ورزش یا کھیل کی پابندی کراتے۔ فٹ بال اور باکی کھیلنے والے ان کھیلوں میں حصہ لیتے۔ دوسرے دوسری ورزشیں کرتے۔ اچھے کھیلنے والوں کو انعامات دیے جاتے۔ اسی طرح بحث و تحقیق اور علمی تکرار و مباحثہ کی مشق کرائی جاتی۔ تاکہ آئندہ زندگی میں تبلیغ اور مباحثوں میں مفید حصہ لے سکیں۔

چھوٹی عمر کے طلبہ کے ساتھ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کا برتاؤ اور زیادہ محبت و شفقت کا ہوتا تھا کہ ان کو گھر سے دوری کا احساس نہ ہونے پائے۔ نماز میں غیر حاضری جرم تھی۔ نماز سے غیر حاضر ہونے پر مدرسہ سے طالب علم کو کھانا نہیں ملتا تھا۔ اسی صورت میں حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ اس بچے کو اپنے کھانے میں سے عطا فرماتے۔ اور سمجھاتے کہ آئندہ اس فریضہ آگہی میں کاہلی نہ کرنا۔ نماز سے غیر حاضری کرو گے تو کھانا نہیں ملے گا۔ اور دریا بڑا دندہ میں الگ قصور اٹھیرو گے۔

مدرسہ کا کتب خانہ مدرسہ علی پور شریف میں ایک عظیم اور بیش قیمت کتب خانہ بھی ہے جس کی مالیت کئی لاکھ روپیہ ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ و خلف اکبر اور سجادہ نشین اول، تو ابتدا سے ہمیشہ ہمہ وقت کتب خانہ کی ترقی اور اصلاح کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ حرمین الشریفین سے آپ بہت سی نایاب اور بیش قیمت کتابیں خرید کر لائے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ لوگ تو ایسے تبرکات خریدتے ہیں جو ختم ہو جاتے ہیں۔ اہم ایسے تبرکات لائے ہیں جو باقی رہنے والے ہیں۔ اور ذخیرہ آخرت و عاقبت قرار پائیں گے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سراج الملت کی لائی ہوئی کتابوں کا ذخیرہ دیکھ کر ایک بار فرمایا تھا۔
 ”صاحبزادہ تو مکہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لایا ہے۔“
 کتب خانے میں بہت وسیع و عریض و طویل الماریاں ہیں مگر وہ بھی اب اپنی عظمت و
 تعداد کے باوجود تنگی و اماں کی شاک کی ہیں۔ کتابوں میں عربی، فارسی اور اردو کی ہر علم اور فن کی کتابیں
 موجود ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، لغات، منطق، فلسفہ،
 اجتماعیات، تاریخ، اخلاق وغیرہ کی وہ قیمتی اور نایاب کتابیں جو بڑے بڑے کتب خانوں میں
 نہ ملیں یہاں موجود ہیں۔ بعض بیش قیمت کتابوں کے کئی کئی ایڈیشن مکمل ہیں معقول و منقول کے
 مطبوعات اور مستند و الہ جات کا لایا جانے والا ذخیرہ ہے۔ ہماری فہرست نقل کر دینے سے بھی کیا کام
 بنے گا۔ صرف چند کیاب اور نایاب کتابوں کے نام بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سراج الملت کی لائی ہوئی کتابوں کا ذخیرہ دیکھ کر ایک بار فرمایا تھا۔
 ”صاحبزادہ تو مکہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لایا ہے۔“
 کتب خانے میں بہت وسیع و عریض و طویل الماریاں ہیں مگر وہ بھی اب اپنی عظمت و
 تعداد کے باوجود تنگی و اماں کی شاک کی ہیں۔ کتابوں میں عربی، فارسی اور اردو کی ہر علم اور فن کی کتابیں
 موجود ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، لغات، منطق، فلسفہ،
 اجتماعیات، تاریخ، اخلاق وغیرہ کی وہ قیمتی اور نایاب کتابیں جو بڑے بڑے کتب خانوں میں
 نہ ملیں یہاں موجود ہیں۔ بعض بیش قیمت کتابوں کے کئی کئی ایڈیشن مکمل ہیں معقول و منقول کے
 مطبوعات اور مستند و الہ جات کا لایا جانے والا ذخیرہ ہے۔ ہماری فہرست نقل کر دینے سے بھی کیا کام
 بنے گا۔ صرف چند کیاب اور نایاب کتابوں کے نام بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

کُتب تفسیر

کُتب خانہ کی کتابوں کی فہرست

تفسیر جلالین - تفسیر بیضاوی مکمل - شیخ زادہ شرح
 بیضاوی مکمل - تفسیر روح المعانی مکمل - تفسیر کبیر مکمل - دو ہیٹ - تفسیر روح البیان مکمل - تفسیر ابن
 جریر مکمل - تفسیر مدارک مکمل - تفسیر خازن مکمل - تفسیر عویری - تفسیر حسینی - تفسیر نسیمی - تفسیر حقانی - تفسیر
 بیان القرآن مکمل - تفسیر درمختور - تفسیر آقان - تفسیر مظہری - تفسیر محمدی - جامع التفسیر - تفسیر
 شیخ اکبر - تفسیر صاوی - احکام القرآن (جصاص) - اسرار القرآن - حاشیہ جمل مکمل - تفسیر نسفی -
 تفسیر تبصیر الرحمن - تفسیر المرجان فی نظم القرآن - تفسیر لعقوب چرخچی (متفرق سورتیں) - تفسیر ہر سید -
 تفسیر اسرار الفاتحہ - کنز المصابیہات - ترجمہ و حاشیہ قرآن مجید از مولانا عبد الماجد دریا بادی - ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ
 بریلوی - ترجمہ و حاشیہ قرآن مجید از مولانا عبد الماجد دریا بادی - ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ
 صاحب بصیر دی - وغیرہ وغیرہ۔

کُتب حدیث

صحاح ستہ (متعدد نسخے) - عینی شرح بخاری مکمل - قسطلانی شرح
 بخاری مکمل - فیض الباری مکمل - از مولوی نور شاہ صاحب شہیری
 فتح الباری مکمل - تجرید بخاری - نووی شرح مسلم مکمل - فتح الملہم شرح (از علامہ مولانا بشیر احمد عثمانی)
 مسند امام غزالی مکمل - مسند امام احمد بن حنبل مکمل - مؤطا امام مالک - تنویر الہواک - شرح مؤطا امام مالک

الترمذی - جامع الرضوی - وغیرہ وغیرہ۔
 فتح القدیر شرح ہدایہ - مبسوط للسخری - کنز الدقائق مکمل - بحار الرائق شرح
 کنز الدقائق - عینی شرح کنز الدقائق - در مختار - رد المحتار مکمل (دشامی)
 شرح وقایہ مکمل - الاشباہ والنظائر - جوہرہ منیرہ (شرح قدوسی) - بوار المنوار (مولانا اشرف علی
 تھانوی) - قوت الارواح فی شرح میزان الايضاح - نور الايضاح - شرح مراقی الفلاح - توضیح علی
 نامی شرح حسامی - مسلم الثبوت - فتاویٰ عالمگیری مکمل (عربی) نیز مکمل (اردو) - فتاویٰ رضویہ (مولانا احمد
 خان صاحب بریلوی) - فتاویٰ اشرفیہ - فتاویٰ خیریہ - فتاویٰ عویری - فتاویٰ واحدی - فتاویٰ حدیثیہ -
 فتاویٰ ہمایونی - فتاویٰ برہانیہ - مجموعہ قوانین اسلام مصنفہ تہذیب الرحمن - وغیرہ وغیرہ۔

کُتب عقاید

الفقہ الاکبر - التحقیق الحلی - زاد المعاد - شرح فقہ اکبر - شرح عقاید - تحفہ
 اثنا عشریہ - ازالۃ الغیظ - مفتاح الجنۃ - بدیع المیزان - ارشاد العباد -
 دار المعارف - فضائل صحابہ - ہدیہ مجددیہ - ترجمہ عقاید توحیدی - الدرر السنیہ (السید احمد رحمان)
 تحفہ شیعہ (مولانا نور بخش توکلی) - تفہیمات (مودودی) - تقدیس اوکیل عن توبین الرشید و الحقیل
 (مولوی غلام دستگیر قصوی) - نزہۃ المجالس - سراج الملوک - مقاصد الاسلام - خیر الموعظ -
 الروض الفائق فی الموعظ - وغیرہ وغیرہ۔

کُتب تصوف

مکتوبات امام ربانی - کشف المحجوب - کیمیائے سعادت - احیاء العلوم -
نالہ الغدلیب (خواجہ ناصر عندلیب) - فتوحات مکیہ - علم الکتاب

(خواجہ میر درد) - جواہر غیبی (سید مظفر علی) - روض الاظهر فی آثار القلندر - لوائح الانوار القدسیہ -
قوة القلوب (ابوطالب کئی) - تہذیب الایمان - مطلع العلوم - بستان العارفین - جواہر السلوک -
فتوح الغیب - شمس المعارف - انوار احمدیہ (مولانا وکیل احمد مجددی) - حبیب الصوفیہ علیہ السلام -
انوار العارفین - معارف لدنیہ - حبیب الحقائق فی تفسیر الدقائق - انسان کامل (جلی) - رائیں انوار -
تذکرۃ الاولیاء - غنیۃ الطالبین - خزینۃ الاسرار - جواہر فریدی - رسالہ تفسیریہ (امام ابو القاسم
قشیری) - تفسیر اولوالباب - البہجۃ السنیۃ (شیخ محمد ابن عبداللہ نقشبندی) - خیرات الحسان
ابن حجر کئی) - تفریح الخاطر ترجمہ شیخ عبدالقادر - لذات مسکین - التکشف عن مہجۃ التصوف
انیس الطالبین (ارشادات حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند) - رفیق السالکین (ارشادات حضرت
میر کمال) - دیوونوں رسالے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن خدام الصوفیہ کی طرف سے شائع
فرمائے تھے۔) - ملفوظات مخدوم جہانیاں - رقعات مرزا جان جاں (اس جلد میں دوسرے
رسائل بھی شامل ہیں) - فوائد الفوائد - وصایاے امام غزالی - تذکرۃ الشیخ عربی - ترجمہ فصیح الحکم
رسالہ معرفۃ السلوک (پانچوں رسالے ایک جلد میں) - روضۃ الاخیار - گراں مایہ ثمنویات تصوف
(مرتبہ مولوی احمد حسین خان حیدر آبادی) - خوب ترنگ مع شرح امواج خوبی (حضرت خواجہ احمد علی
مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول (شیخ کمال الدین شافعی) فیصلہ شاہ صاحب و شاہ عبدالعزیز دہلوی
نسبت توحید و ہدوی - الذہب الابریز - انوار المشارق - کرامات قادریہ (محمد مجیب) - شرح تصنیف خرمیہ
در ترجمہ اردو) وغیرہ وغیرہ۔

کُتب فارسی

ثنوی مولانا روم مکمل - شرح ثنوی مولانا روم مکمل (از حضرت مولانا
بحر العلوم) - شرح ثنوی مولانا روم مکمل (مولوی ولی محمد کبر آبادی) -

بوستان معرفت شرح ثنوی مولانا روم (از مولانا عبد المجید خان سیلی بھیتی) - لب لباب (خلاصہ
ثنوی مولانا روم از ملا حسین واعظ کاشفی) - حلیۃ سنائی - مخزن اسرار جامی - دیوان امیر
خسرو - دیوان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی - شرح دیوان حافظ - دیوان غنی - رقعات مرزا

بیدل - یوسف زلیخا - شاہنامہ - سکندر نامہ بشرح سکندر نامہ - جارج نامہ تین جلد (مصنف ملا فیروز
ابن ملا کاؤس) وغیرہ وغیرہ۔

کُتب لغت

صراح - قاموس - منجد - غیاث اللغات - لغات فیوزی - منتخب اللغات -
لغات القرآن - کتاب المغرب - دلیل ساطع (تالیف محمد مہدی واصف)
وغیرہ وغیرہ۔

کُتب قواعد معانی

کافیہ - رضی شرح کافیہ - جامع الغموض شرح کافیہ - شرح ملا جامی -
شافیہ - مراح الارواح - مصدرۃ السرور حاشیہ عبدالغفور الفیہ
ابن مالک - شرح الفیہ - ہدایت الخیر - بحر عمیق (مصنف محمد حسین)

تلخیص المفتاح - مختصر المعانی - مطول - تجرید البنانی شرح مختصر المعانی - دسوقی شرح
مختصر المعانی - مفتاح العلوم للکاکلی - حاشیۃ الیتد علی المطول - وغیرہ وغیرہ۔

کُتب تاریخ و سیر

تاریخ طبری - فتوح البلدان - مقدمہ ابن خلدون - تاریخ ابن خلدون -
فتوح الشام (واقفی) - تاریخ الخلفاء (سیوطی) - سیرۃ حلبی - سیرت ابن ہشام -

تاریخ فرشتہ - تاریخ تیموری - وقائع جہانگیری - تمدن ہند - تاریخ یورپ - تاریخ اگرہ شمس لویا
مکمل حیات المیوان - تاریخ خاندان عثمانیہ - تاریخ فیض روم - قرۃ الناظر فی مناقب عبدالقادر
عجائب الآثار فی الاخبار - (شیخ عبدالرحمان جبرقی حنفی) - سفرنامہ حرین الشرفین - اخبار الاخیار -
تاریخ الاولیاء - خزینۃ الاصفیاء - بہجۃ الاسرار حضرت القدس فی خلفاء المجدد و الثانی - سوانح مولانا
روم (رشیدی) - وغیرہ وغیرہ۔

کُتب ادب

حماسہ - شرح دیوان حماسہ (مولانا فیض الحسن سہارن پوری) - مقامات
حریری (مولوی محمد ادریس کاندھلوی) - دیوان متنبی - شرح دیوان متنبی -

سبعہ معلقہ - کامل للمہر - شیخ دیوان حضرت علی - متن متین - روضۃ الادباء - دیوان حسان ابن
ثابت - فرائد رضیہ شرح قصیدہ بردہ - شرح قصیدہ بانٹ سعاد - دیوان الحقائق وغیرہ وغیرہ۔

کُتب علوم عقلی

شرح تہذیب قطبی - میر قطبی - رسالہ قطبیہ - میبذی - ہدیہ سعیدیہ -
سلم - شرح سلم - تقصیر شمس بازغہ - امور عامہ - اقلیدس - میرزا ہد

ملاحسن - حمد اللہ - صدرا - جھیننی - شریح جھیننی - ملا جلال - قاضی مبارک - وغیرہ وغیرہ۔

مخطوطات

تفسیر سورۃ البقرہ - حاشیہ ترمذی - شرح عین العلم (ملا علی قاری) جذب القلوب
انلی دیار المحبوب - مفتاح الجنان - رسالہ قدسیہ (خواجہ محمد پارسا)
کنز الفوائد - مکتوبات عبد القادر جیلانی - مناقب صوفیائے کرام - تصوف نامہ کتاب الفنون
منافع القلوب - رسالہ مشرق و جہاں - خیالات عشاق - کتاب اوراد - شرح ورد المریدین - یامین
العشق - مصباح الحساب - انسان کامل (جیلی) - کفایتہ الاتقیاء (علامہ ابوبکر محمد شمس) - شرح
لوائح شریف - سراج القلوب - نور العیون - رسالہ اسرار النقط - المستطوف (خلیب غلامی)
شرح جامی - انواع العلوم - رسالہ ہلے نہر الفصاحت - قواعد پارسی، موارد الکلم وغیرہ (دیکھتے ہیں)
روضۃ الاصفیاء فی ذکر الانبیاء (مفتی محمد طاہر دیوان صاحب بخسرو شیریں - جنگ نامہ امیر عزمہ)
رسائل مختلفہ عربی و در تصوف و تفسیر۔

اس فہرست میں کم ضخامت کی یا درس نظامیہ کی کتابیں شامل نہیں کی گئی ہیں۔ مقصد یہ
ہے کہ قارئین کو سرسری طور پر اندازہ ہو جائے کہ کتب خانہ کس اہمیت کا حامل ہے۔ خدا کرے کہ
مدرسہ اور کتب خانہ کے لئے جدید عمارت حسب ارادہ جلد تعمیر ہو جائے۔ تاکہ کتب خانہ کا نظام و
انتظام بہتر بنایا جاسکے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ - حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

اس مدرسہ کے اخراجات میں یاران طریقت بھی حصہ لیتے رہتے تھے۔ ان حضرات میں
حاجی شیخ کرم ابھی صاحب لاہوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ خدا ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مدنیہ منورہ میں درس گاہ اور یتیم خانہ

مدنیہ منورہ میں ایک وسیع و عریض زمین خرید فرمائی اور ایک عظیم عمارت تعمیر کرنے کا
اہتمام فرمایا۔ حضور کے وصال کے بعد اب تو یہ عمارت کئی منزل کی بن چکی ہے۔ مگر حضرت
کی حیات مبارک ہی میں درس گاہ اور یتیم خانہ قائم ہو چکا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو
اس کا اہتمام اس قدر ملحوظ خاطر تھا کہ یہاں سے بھی تعمیرات اور دوسرے اخراجات کے لئے
برابر روپیہ ارسال فرماتے رہتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں جب حضور حج و زیارت کے لئے تشریف نہ

لے جاسکے تھے۔ اور شدید علالت کی وجہ سے کراچی سے واپس آنا پڑا تھا۔ تو مجھے قافلہ سالاری کا حکم
ہوا تھا۔ اور ہدایت فرمائی تھی کہ اس اداسے کے لئے آپ کی طرف سے چار ہزار روپیہ ہسٹم کو
دے آؤں۔

الحمد للہ کہ مدنیہ منورہ کا یہ ادارہ اور درس گاہ ترقی پر ہے۔ کافی تعداد میں طلبہ دینی تعلیم
حاصل کرتے ہیں یتیم اور نادار بچوں کی کفالت کی جاتی ہے۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے باقیات
الصالحات میں اسے ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

دوسرے مدارس دینیہ

میسور میں مسجد اعظم کی تعمیر کے ساتھ ہی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز
نے مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا تھا جو اب تک نئی خدمت انجام دے
رہا ہے۔ جامع مسجد حاجی کالے خان صاحب مرحوم کوٹ عثمان خان قصور میں مولوی غلام رسول گوہر
صاحب کی نگرانی میں مدرسہ نقشبندیہ کام کر رہا ہے۔ لال پور کی مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں حضرت قبلہ عالم
رحمۃ اللہ علیہ نے جس جوش کا اظہار فرمایا تھا اور جیب خاص سے گراں قدر رقم عطا فرمائی تھیں، اس مسجد
میں بھی مدرسہ قائم کیا تھا جو خدا کے فضل سے جاری ہے۔

سانگلہ میں ڈاکٹر غلام حیدر خلیفہ مجاز حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ نقشبندیہ
قائم کیا تھا۔ جو دینی خدمات اب بھی انجام دے رہا ہے۔ لپٹلہ کے ایک قاری صاحب جو نہایت
نیک اور بااخلاق شخص ہیں یہاں کام کرتے ہیں۔ گجرات میں مسجد حاجی پیر بخش مرحوم حضرت حاجی حافظ
مولانا پیر سید ولایت علی شاہ صاحب کی نگرانی میں مدرسہ نقشبندیہ قائم ہوا تھا جو ان کے جانشینوں
کی سرپرستی میں بخیر و خوبی جاری ہے۔ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں مولوی حاجی محمد شریف صاحب خلیفہ مجاز
حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ نقشبندیہ کے نگراں ہیں۔ گوجرانولہ میں مدرسہ نقشبندیہ کے منتظم
حافظ قاری محمد بشیر صاحب ہیں۔ موضع پنوں چک نمبر ۴ ضلع شیخوپورہ کا مدرسہ نقشبندیہ
مولوی حافظ ریاض الحسن صاحب کے اہتمام میں چل رہا ہے۔

مکہ معظمہ کا مدرسہ صولتہ ایک قدیم اور مقتدر درس گاہ ہے۔ اس کی تکمیل میرے ہوش
سے متبل ہو چکی تھی، اس لئے مجھے علم نہیں کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعمیر میں کیا حصہ
لیا۔ البتہ یہ بات مجھے بخوبی معلوم ہے کہ اس مدرسہ کے اخراجات کے لئے حضور نے ہزار بار دے

ارسال فرمائے۔

لاہور کا مدرسہ نعمانیہ قدیم دینی درس گاہ ہے۔ اس کے قیام و اجرا میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ ابتداء سے حصہ لیتے رہے تھے۔ اور ہمارے علم میں ہے کہ آپ کو اس کی اعانت اور بیورو سے خاص دلچسپی تھی۔

مدارس علاقہ ارتداد | نقشہ ارتداد کے زمانے میں حضور اللہ علیہ نے جو مدارس جا بجا قائم فرمائے ان کا ذکر نقشہ ارتداد کے ذیل میں آئے گا۔ یہاں اتنا اشارہ بس ہے کہ ان مدارس کی تعداد پینتالیس سے زیادہ تھی۔ جو دہلی، آگرہ، مستہرا، ایبٹ آباد، علی گڑھ، بلند شہر، رستک وغیرہ کے اضلاع میں کشمیر و بڑودہ کی ریاستوں میں جاری کئے گئے تھے۔ ان مدارس کی رودادوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک وقت میں ایک ہزار سے زیادہ طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جس کا فوری نمایاں فائدہ اسی وقت یہ نظر آیا تھا کہ ان کی بدولت ہزاروں آدمی خدا کے فضل سے مرتد ہونے سے محفوظ ہو گئے تھے۔

چند مدارس کا ذکر بطور خصوصیت نمونہ کے لئے کیا گیا۔ ورنہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا حضور نے اپنی طویل حیات مبارک میں دینی مدارس قائم کرنے کا خاص اہتمام کیا تھا۔ اور دور دراز نامعلوم مقامات پر بھی مدرسے قائم کئے تھے۔ جن میں سے اکثر خدا کے فضل سے اب بھی جاری ہیں اور دینی تعلیم اور تبلیغ کا کام انجام دے رہے ہیں۔

خدمت حرمین الشریفین

حجاز مقدس سے ہر مسلمان کو گہرا دلی تعلق ہوتا ہے۔ اور حرمین الشریفین کی ممکنہ خدمت تو ہر مومن کو بہت ہی زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو عرب شریف سے جو روحانی اور قلبی رابطہ خاص کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ حجاز مقدس کی عموماً اور حرمین الشریفین کی خصوصاً فلاح و بہبود اور ترقی و بہتری کے لئے سعی کرنا آپ کے نزدیک سب سے مقدم فریضہ تھا۔ چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی خدمت اور فہام عام کا آپ کو خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ اور آپ ہر ایسے کام کی شرکت میں مسرت و طمانیت محسوس فرماتے تھے، اور ان

امور کی انجام دہی اور کامیابی میں خاص طور پر سرگرم عمل ہوتے تھے، جن سے دیار پاک کے باشندوں کے لئے کسی قسم کی بھی آسانی اور فلاح بہم پہنچ سکے۔

حجاز ریلوے | چنانچہ جب سلطان المعظم غازی عبدالحمید خان مرحوم نے حجاز ریلوے کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ اور اعلان فرمایا کہ مدینہ منورہ تک ریل جاری کی جائے گی۔

تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور آپ نے سلطنت عثمانیہ کی اس سلسلے میں امداد کو بڑی اہمیت دی۔ چنانچہ حضور نے اپنی جیب خاص سے حجاز ریلوے کے لئے عطیات ارسال کئے اور یارانِ طریقت نیز مسلمانان ہند کو بھی اس طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ آپ کی ترغیب پر مسلمانان برصغیر اور یارانِ طریقت نے اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حجاز ریلوے کے لئے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جو رقوم ارسال فرمائیں، ان کی صحیح تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ نے کئی لاکھ روپیہ اس کار خیر کے لئے ارسال فرمایا تھا۔ دولت عثمانیہ نے حضور کی مالی امداد کو بے حد سراہا تھا۔ آپ نے کتنی قسطوں میں عطیات ارسال فرمائے یہ بھی تحقیق نہیں لیکن یہ بات ثابت ہے کہ اس سلسلے میں آپ نے جو مالی امداد کی، اس کے سپاس کے طور پر سلطان المعظم نے اپنے دستخطوں سے پانچ شاہی فرمان یکے بعد دیگرے جاری کئے۔ اور آپ کی خدمات کا شکریہ ادا کیا۔ نیز سلطان کی طرف سے پانچ تھنئے خوشنودی کے اظہار کے لئے بھیجے گئے۔ اور شاہی فرمان میں آپ کو "عُمْدَةُ الْأَمْثَلِ وَالْأَفْضَلِ" کے معزز لقب سے خطاب کیا گیا۔

ملک عرب کا قحط | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان آنے والے عربوں کی عموماً اور محلوں کی خصوصاً جس اہتمام سے مہمان داری اور تواضع کرتے تھے، اس کا کچھ ذکر پہلے آچکا ہے۔ عربوں کی یہ خاطر مدارات آپ کا روزمرہ بن گئی تھی۔ ماضی دربار کے سامنے ایسے لاتعداد واقعات ہیں جب کہ حضور کی مہمان داری اور فیاضی سب کو از بس حیران کر دیتی تھی۔ لیکن حرمین الشریفین کی خدمت کے بیش بہا جذبے کا ایک اور موقع پر جس طرح اظہار ہوا تفصیل سے بیان کئے جانے کے قابل ہے۔

اس صدی کی چوتھی دہائی میں عرب میں سخت کال پڑا۔ اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ اس قحط سے

اپنے کیم کرن سے کبھی کثیر تعداد میں منگوائے۔ اور نفع پران کو فروخت کیا۔ اور ان کی قیمت "مدینہ فنڈ" میں جمع فرمائی۔ بردیمانی دچادرا کی نقل آپ نے تیار کروائی۔ بشبم کے اچار کے ڈبے تیار کروائے۔ لکڑی کی کھڑاویں تیار کروائیں۔ ان سب چیزوں کو فروخت کر کے رقم حاصل اور نفع "مدینہ فنڈ" میں شامل کی جاتی تھی۔

جو لوگ حاضر خدمت ہوتے تھے، وہ "مدینہ فنڈ" کی تفصیل جان کر بخوشی نقد رقم بھی دیتے تھے، اور ان چیزوں کو بھی خریدتے تھے۔ نیز زیادہ تعداد میں کبلی، بردیمانی، اچار اور کھڑاویں خرید کر (یا امانت کے طور پر) ساتھ لے جاتے تھے۔ اور دوسروں کے ہاتھ فروخت کر کے کل رقم ارسال کر دیتے تھے۔ "مدینہ فنڈ" کا باقاعدہ حساب عبدالعزیز صاحب رکھتے تھے۔ تمام تفصیلات اور جزئیات کا حساب مرتب کرنا ان کے ذمہ تھا۔ جب چندہ کے کئی ہزار روپے جمع ہو جاتے تو مدینہ منورہ ارسال کر دیے جاتے تھے۔ تقریباً تین لاکھ روپیہ اس طرح حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حرمین الشریفین کی خدمت و اعانت کے لئے ارسال فرمایا۔ کسی کو بھیج علم نہیں کہ حضور نے حبیب خاص سے کتنی رستم عطا فرمائی تھی۔ مگر یہ شاہد ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً زیادہ سے زیادہ عطیات دیتے رہے تھے۔

اس زمانے میں جو عرب حضور کی خدمت میں آئے، ان کی اعانت میں خصوصیت سے اہتمام فرماتے رہے۔ ایک دفعہ معلم حیدر صاحب آئے تو آپ نے کئی ہزار روپیہ ان کو عطا فرمایا۔ یا ران طرقت نے اس کا رخیر میں دل کھول کر حصہ لیا تھا۔ ماسر امام دین صاحب مرحوم نے بذات خود کئی ہزار روپے دیے۔ اور کئی بار دیے۔ حضور نے میان فضل بن صاحب سے کپڑا بنوا کر اور دھوا کے ارسال کیا۔

جب "مدینہ فنڈ" شروع کیا گیا اور گیارہ ہزار روپیہ جمع ہو گیا تو حضور نے عبداللہ علی صاحب کو ممبئی ارسال فرمادیے۔ اسی طرح جب کچھ ہزار کی رستم جمع ہو جاتی تو ان کو ارسال کرتے اور ان کی معرفت مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ بھیجی جاتی۔ ہر قسط کے ساتھ حضور باقاعدہ ایک فہرست منسلک فرماتے جس میں تفصیل سے درج ہوتا تھا کہ کس کس کو کتنی کتنی رستم دی جائے۔ مدرسہ مولتیہ مکہ معظمہ کے لئے الگ، مدینہ منورہ کے مہتمم خانے کے لئے جدا، حضرت آغا خلیل صاحب

خاص طور پر متاثر ہوئے۔ غرض کہ تو کیا امر ابھی ہر طرح کی مشکلات میں مبتلا ہو گئے۔ خواص کے حساباً کایوں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت حمزہ رفاہی صاحب جو سلاطین ترکی کے پیر تھے جنہیں ترکوں کی طرف سے وظیفہ ملتا تھا جن کی بڑی بڑی حویلیاں اور بہت سے باغات تھے۔ وہ بھی قرض دار ہو گئے۔ حضرت آغا خلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں روضہ شریف کے چابی بردار تھے سارا عالم اسلام ان کی عزت کرتا تھا۔ امرا و سلاطین ان کے قدموں میں جگہ پانے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ ہزاروں لاکھوں روپیہ کے نذرانے ان کی خدمت میں پیش کیے جاتے تھے۔ قحط اور گرانی سے وہ بھی بغایت پریشان تھے۔

مدینہ فنڈ یہ اطلاعات ہندوستان پہنچیں تو سب مسلمان مضطرب ہوئے۔ کتنے عرب پریشان ہو کر برصغیر آ گئے۔ ان میں سے بہت سے علی پور سیدان بھی آئے۔ ان کی زبانی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مزید تفصیلات کا علم ہوا۔ تو آپ حرمین ہو گئے۔ اور حرمین کے رہنے والوں کی امداد و اعانت کی تدبیر فرمانے میں سرگرم ہوئے۔

ایک روز حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی محمد ابراہیم صاحب ساکن چکنہ جنوبی (نزد بھلوال) سے فرمایا "ابراہیم! مدینہ شریف میں بہت گرانی ہو گئی ہے۔ اور قحط کے آثار نمودار ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائے۔ میرا ارادہ ہے کہ ان کی امداد اور اعانت کی جائے۔" حاجی ابراہیم صاحب نے فوراً دو سو روپے نقد پیش کئے اور عرض کیا کہ "میری جانب سے اس کا رخیر میں جتنی رقم نذر ہے۔" حضور بہت خوش ہوئے۔ کئی آدمیوں سے حاجی صاحب کے اس عطیہ کا ذکر فرمایا اور کہا کہ "میں نے ابراہیم سے ایسا کہا تھا۔ اس نے دو سو روپے دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور ابراہیم کو جزائے خیر دے۔"

یوں "مدینہ فنڈ" جاری ہوا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ باقاعدہ رسیدیں چھپوائی گئیں۔ اور یا ران طرقت میں تقسیم کی گئیں تاکہ وہ سب سے چندہ کر کے رسید جاری کریں۔ اور رتیں مرکزی دفتر میں ارسال کریں۔ "مدینہ فنڈ" میں جو روپیہ جمع ہوتا تھا، اس سے آپ نے ایک اور کام بھی لیا تاکہ رستم میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکے۔

حضرت حمزہ رفاہی صاحب اور مولوی ضیاء الدین صاحب کے لئے علیحدہ نامزد کردہ رقوم ہوتی۔ اسی طرح عوام اور غریبوں میں تقسیم کرنے کے لئے ہدایات ہوتیں۔ چنانچہ حضور کی ہدایت کی مطابق وہ تقسیم کی جاتی تھیں۔ ”مدینہ فنڈ“ کی امداد کا یہ سلسلہ ۱۹۴۶ء تک جاری رہا۔ ۱۹۴۶ء میں جب حضور کرچی پہنچ کر زیادہ بیمار ہو گئے اور حج کے لئے تشریف لے جا سکے، تو مجھے حکم ہوا کہ تم ان ستر رفاہیوں کو لے کر جاؤ۔ اس وقت ”مدینہ فنڈ“ کے ساتھ ہزار روپے میرے پاس تھے۔

مدینہ فنڈ کی تقسیم کا طریقہ یہ سارا روپیہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق جس طرح تقسیم کیا گیا، اس کی تفصیل ذیل

علم کے مطابق بیان کرنی عام دھچی کے لئے مفید ہوگی، اس لئے لکھتا ہوں۔ مدینہ منورہ کے یتیم خانے کے لئے چار ہزار واداسیٹھ کو دیا گیا۔ آغا غلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حمزہ رفاہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولوی ضیاء الدین صاحب، معلم حیدر صاحب اور دیگر کئی افراد کو گیارہ گیارہ سو دیے۔ مدینہ شریف کے علماء اور مشائخ کی بھی خدمت کی گئی۔ لوگوں کے گھروں پر جا کر ان میں نقدی تقسیم کی۔ بعض غریب ہاری ستیا م گاہ پر آگئے تو ان کو یہیں ان کا حصہ دے دیا۔ معذور، نابینا اور بیوہ عورتوں کے گھر جا کر ان کی امداد کی۔ نیز اپنا بیج اور مساکین معذوروں کی خدمت ان کے گھر جا کر کی۔

اسی طرح مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ کو چار ہزار دیے معلم محسن، معلم جعفر شاہ اور دوسرے کئی معتمدین کو گیارہ گیارہ سو دیے۔ یہاں بھی مدینہ منورہ کی طرح گھر گھر جا کر مستحقوں، معذوروں، نابیناؤں اور ضرورت مندوں کی خدمت کی۔ مؤذن، دربان، خدام، پانی پلانے والے اور حرمین سے دوسرے تعلق رکھنے والوں کی بھی حسب حیثیت خدمت کی گئی۔ اس مختصر نکارش سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ”مدینہ فنڈ“ کی تقسیم کس طرح اس جواری پاک میں بسنے والوں کے مابین تقسیم کی جاتی تھیں۔ یہ ملحوظ رہے کہ اس صدی کی دوسری اور تیسری دہائی میں بلکہ چوتھی دہائی تک بھی روپیہ کی قدر و قیمت آج سے بہت مختلف تھی۔ اس زمانے کے سو روپے آج کے ہزار روپے کے بھی زیادہ کارآمد و قیمتی ثابت ہوتے تھے۔

ابوالعرب کا لقب یہی سبب تھا کہ جواز مقدس کی جو خدمت حضور الہی نے اس قحط کے زمانے میں کی، اس کی کما حقہ قدر کی گئی جرمین اشریفین کے ساکنوں نے حضور کی خدمات کو بے حد سراہا اور تشکر و امتنان کا اظہار کیا۔ ان کے جذبات سپاس و استحسان کا یوں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضور کی درخشاں خدمت و اعانت کی قدر کرتے ہوئے، انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ”ابوالعرب“ کے ممتاز و مقدر لقب سے نوازا۔

تعمیر مساجد

صحیح حدیث ہے مَنْ بَنَى مَسْجِدًا فِي الدُّنْيَا بَنَى لَهُ اللَّهُ تَعَالَى دَارًا فِي الْجَنَّةِ (ترجمہ) ”جس شخص نے دنیا میں مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ نے (اس کے صلے میں) اس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر فرمایا۔“

مساجد کی تعمیر کا شوق حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جو مساجد تعمیر کرائیں ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ مجھے خود علم نہیں کہ حضرت نے کتنی اور کہاں کہاں مسجدیں تعمیر کرائیں۔ البتہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ دین کے لئے دور افتادہ دیہات میں تشریف لے جاتے تھے۔ ہر جگہ وعظ و تبلیغ کے ساتھ نماز کی خصوصی تاکید فرماتے تھے۔ جہاں مسجد ہوتی تھی اس کی مرمت اور آرائش میں اہتمام فرماتے تھے جہاں مسجد نہ ہوتی تھی وہاں نئی مسجد تعمیر کراتے تھے۔ یا گاؤں کے لوگوں کو پختہ مسجد تیار کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھ کر تعمیر کا کام شروع کر دیتے تھے۔ مساجد کی تعمیر میں اپنے ہاتھ سے بھی کام کرتے۔ گارا بنانا، مٹی کھودنا، مٹی اگارا ڈھونا، اینٹیں اٹھانا سارے کام اپنے ہاتھ سے ضرور انجام دیتے۔ اگر لوگ مانع آتے اور باوجود عرض کرتے کہ ”آپ تشریف رکھیں۔ ہم آپ کے خادم یہ کام کر لیں گے۔“ تو نہ مانتے اور فرماتے ”تم اپنی قبر میں جاؤ گے اور میں اپنی قبر میں۔ مجھے تمہارے کام سے کیا ملے گا۔“

اپنے ہاتھ سے پتھروں کی اور صحن مسجد کی رگڑائی کرنا حضور کا شیوہ و طریقہ کار تھا۔ جس کے بہت سے عینی شاہد بقید حیات ہیں۔

حضور نے جب اس کی تعمیر کا آغاز کیا ہے تو آپ کے پاس ایک حبہ نہ تھا۔ اسی طرح دوران تعمیر اکثر و بیشتر کوئی پولیسہ پاس نہ ہوتا تھا۔ پہلے ایک جگہ بیان ہو چکا ہے کہ جب آپ مسجد کے لئے لکڑی خریدنے سے لکڑی تشریف لے گئے، اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا۔ تو حضرت ماسٹر کرم الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غرض کج کر اعلیٰ قسم کی لکڑی خرید فرمائی بجائے۔ آپ نے چپکے سے ماسٹر صاحب سے کہا کہ ”میرے پاس روپیہ کہاں ہے۔ یہاں تک کا کرایہ بھی بنینے سے قرض لے کر آیا ہوں۔“ مگر حضور کا سارا کام توکل پر تھا۔ اور صغ خداوند میر سامان است ارباب توکل را۔

چنانچہ یہ مسجد شریف بھی اس آن بان سے مکمل کو پہنچی کہ باید و شاید۔

ساری مسجد خالص سنگ مرمر کی ہے۔ سنگ مرمر ریاست جودھپور سے منگوا کر لگایا گیا تھا۔ مسجد کی کھڑکیاں صندل کی ہیں۔ مسجد کے پانچ دروازے ہیں۔ سب کے کواڑا بنوس کے ہیں۔ پنج کے دروازے کے کواڑوں پر ہاتھی دانت کا نہایت باریک اور نفیس کام ہے۔ بازو کے دونوں دروازوں کے کواڑوں پر سیپ کا نہایت خوبصورت کام کیا گیا ہے۔ اور دونوں طرف کے آخری دروازوں پر پتیل کا کام کر کے اوپر خالص سونے کے پترے چڑھائے گئے ہیں۔ صندل اور بنوس کی لکڑی ریاست میسور سے منگوائی گئی تھی۔ اور گلکاری کا کام مستری نبی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن نارووال نے کیا ہے۔

مستری صاحب مرحوم بہت بزرگ اور نیک آدمی تھے۔ انھوں نے ساری عمر حضرت کے قدموں میں گزاری۔ حضرت بھی ان پر خصوصی شفقت اور نوازش کرتے تھے۔ مسجد کی اندرونی دیواروں پر اور محراب میں مینا کاری کا جو کام ہے۔ وہ جموں، میسور اور بنگلور کے کاریگروں نے کیا ہے۔ یہ نقاشی، گئل کاری اور مینا کاری نہایت اعلیٰ درجے کی خوبصورت ہے۔ بعض جگہ نقاشی اور مینا کاری میں خالص سونا بھی استعمال ہوا ہے۔ مسجد میں شیشے کا کام میراں بخش صاحب مرحوم نے کیا ہے۔ یہ مہاراجہ جموں کے خاص کاریگر تھے، اور محلات میں شیشے کا کام کرنے پر مامور تھے۔ انھوں نے بھی مسجد شریف کے کام کے لئے اپنی عمر کا محدہ جتھہ علی پور شریف میں گزارا ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کام میں عزم و ہمت لگاتے تو لوگ زیادہ ذوق و شوق دکھاتے اور تعمیر کا کام جلد مکمل ہو جاتا۔ اور مہینوں کا کام دنوں میں ختم ہو جاتا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مسجد کو مکمل کرنے والوں سے بڑی خوشنودی کا اظہار فرماتے اور دعائیں دیتے۔ اس گاؤں میں دوران وعظ مسجد کو ہمیشہ آباد رکھنے کی ترغیب دلاتے، نماز باجماعت کی بڑائی اور احکام بیان فرماتے۔ نتیجہ یہی ہوتا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جماعت میں آتے اور مسجد آباد ہو جاتیں۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی نماز کی پابند بن جاتیں۔ مشاہدہ ہے کہ خدا کے فضل سے یہ مسجدیں اب تک نمازیوں سے بھری رہتی ہیں۔ حالانکہ وقت تعمیر سے اب تک ان لوگوں کی کئی پشتیں گزر چکی ہیں۔ گویا حضور کی مساعی سے اولاد در اولاد آج تک نمازی بنی ہوئی ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا حضور کی تعمیر کردہ مساجد کا پورا علم مجھے ہے نہ اور کسی کو۔ کیونکہ دوسرے اعمالِ حسنہ کے مانند حضور اپنی ان دینی خدمات کی نہ کوئی یادداشت محفوظ رکھتے تھے، اور ہمیشہ ذکر فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ و سجادہ نشین اولادِ دہلی جہلم کے کنائے ایک غیر آباد جگہ میں سیر کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ وہاں آپ کو ایک مسجد نظر آئی تو خیال کیا کہ ”نماز یہیں ادا کر لیں۔ خدا جانے کس بزرگ نے اس دور افتادہ مقام پر مسجد تعمیر کرائی تھی۔“ مسجد میں گئے تو معلوم ہوا کہ یہ مسجد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ ہے۔ برہنہ حیرت ہوئی اور فرمایا ”حضرت نے دین کی کتنی خدمت کی ہے!! اور کہاں کہاں اپنے باقیات الصالحات چھوڑے ہیں۔ یہ سعادت کسی اور کو کابے کو نصیب ہوگی۔“

اپنی معلومات کے مطابق میں کچھ مساجد کی تعمیر کا حال بیان کرتا ہوں۔

(۱) مسجد نور۔ سنگ مرمر کی یہ عظیم الشان اور خوبصورت مسجد علی پور سیداں میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے

مسجد نور علی پور سیداں

اپنے صرف خاص سے تعمیر کی ہے۔ اس کی تعمیر کے لئے کبھی کسی سے ایک پیسہ چندہ نہیں لیا۔ ایسی مزیں اور منقش مسجد دور دور نہ ملے گی۔ اس مسجد کی شان و شوکت اور قدر و قیمت بیان سے نہیں سمجھ میں آسکتی، دیکھنے ہی سے اندازہ ممکن ہے۔ اس کی تعمیر کے دوران حضور والا خود اپنے دست مبارک سے تعمیر کی خدمات میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ سامان اٹھا اٹھا کر مستریوں کو دینا اور

طیبہ خطاطی کے اعلیٰ نمونوں میں، عربی اور فارسی اشعار کے نفیس کتبے لگے ہوئے ہیں۔ چھت میں شتر مرغ کے بے شمار انڈے لگے ہوئے ہیں۔ بتور کے نہایت بڑے، نفیس اور قیمتی آٹھ بھار اور بتور ہی کے رنگ بزمگ کے فنڈیل چھت میں آویزاں ہیں۔

اس مسجد میں لاکھوں کا تو محض سنگ مرمر ہی صرف ہوا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ اس سستے زمانے میں سنگ مرمر بارہ روپے مربع فٹ خریدا گیا تھا۔ دوسرے اخراجات کا آج کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کاریگروں کی آمد و رفت، قیام و طعام اور دوسری ضروریات کا صرفہ اجرت کے علاوہ تھا۔ یہ تمام مصارف حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی جیب خاص سے ادا فرماتے رہے۔ خود اور کس چیز کا حساب کتاب کرتے تھے جو خانہ خدا کے اخراجات ضبط فرمانے کی طرف توجہ فرماتے۔ دوسروں کو تعمیل ارشاد کے ہوا کسی کام میں دخل نہ تھا۔ جو کوئی اور اندازہ کر سکتا کہ کب، کتنا اور کیا خرچ ہو رہا ہے۔

یہ مسجد اس برصغیر کے عجائبات میں شامل ہے۔ دور دورے لوگ اسے دیکھنے آتے تھے۔ جن میں غیر مسلم بھی بہت ہوتے تھے۔ انگریز حکام اور سیاح بھی زیارت کے لئے آتے رہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مہمان سیاحوں کی مدارات فرماتے اور اکثر خود ساتھ جا کر مسجد کی زیارت کراتے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت جوتے اتارنے کا حکم دیتے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض انگریزوں نے ٹوپی اتاری اور کہا ”تعلیم کے لئے ٹوپی اتارنی کافی ہے، جوتا اتارنا ضروری نہیں“ تو آپ تائید فرماتے کہ ”ہمارے معبدوں میں جوتا اتارنا لازم ہے۔ اس کے بغیر کوئی اندر داخل نہیں ہو سکتا“

حضور اگر خود زائرین کے ہمراہ ہوتے تو ان کو بتاتے جاتے تھے کہ یہ چیز میں نے فلاں جگہ سے خریدی تھی اور وہ چیز فلاں شہر سے لایا تھا۔ اس چیز کی یہ قیمت ہے۔ اس کام کے لئے فلاں مقام سے فلاں کاریگر کو خاص طور پر بلایا تھا۔ وہ اتنے دن رہا اور اس نے فلاں فلاں کام انجام دیا۔ کاش یہ تمام تفصیلات کبھی کہیں محفوظ ہو جائیں کہ ان کی حیثیت تاریخی یادگار کی تھی۔

جو شخص حضور کی خدمت میں حاضری دیتے، حضرت خود ان سے فرماتے کہ مسجد کی زیارت

مسجد کے اندر کے دالان اور باہر کے برآمدے اور صحن مسجد کے وسط میں سنگ مرمر کے مصطلے بنائے گئے ہیں۔ جن میں محراب اور حاشیے سنگ موسیٰ کے ہیں۔ محراب مسجد میں سنگ مرمر کا جو مصطلی بنایا ہے اس میں یا قوت اور زمر کی گلکاری ہے۔ محراب کے مصطلے کی قیمت کا اب تو اندازہ بھی ممکن نہیں۔ جو وہ پورے کاریگروں کو اس کی اجرت اس سستے زمانے میں بھی کئی سو روپے دی گئی تھی۔ محراب کا پردہ محمل کا ہے جس پر کئی ہزار روپے کا سلمہ ستارہ کا کام ازانی کے ان ایام میں کرایا گیا تھا۔ اسی طرح تمام دروازوں اور کھڑکیوں کے لئے نہایت قیمتی پرنسے مہبئی سے بنوا کر منگوائے گئے تھے۔ دروازوں کے لئے پانچ انداز بھی محمل کے نہایت نرم و نازک اور حسین تیار کرائے گئے تھے۔

مسجد کے اندر دنی دالان میں تین صحن ہیں۔ ہر صف میں سنگ مرمر کے انیس جانماز بنے ہوئے ہیں۔ اور چاروں طرف ایک فٹ کا حاشیہ ہے۔ پورے دالان کے واسطے ایک طول و عرض سالم قالین آتر میں تیار کروایا تھا۔ اس قالین میں بھی انیس جانماز ہیں۔ قالین کی زمین منرج ہے۔ گویا مسجد نبوی کے ترکی قالینوں کی یادگار اور تقلید مقصود ہے۔ ہر جانماز کی محراب میں گلاب کے سات سات پھولوں کا خوبصورت گلہ سستہ بنا ہوا ہے۔ محراب اور اس کے چاروں طرف بھی نقش و نگار ہیں۔ یہ قالین بے حد حسین، خوشنما اور یادگار چیز ہے۔ اس زمانے میں بسش قرار رقم لگی تھی۔ اور آج تو اس کی قیمت کا تخمینہ بھی دشوار ہے۔

مسجد کے اندر دنی دالان کی جنوبی سمت چھت سے متصل دونوں دیواروں میں وسیل مہمل کا ایک سولہ فٹ لمبا ایک فٹ چوڑا کا نشان نصب کیا ہوا ہے۔ قابل دید چیز ہے۔ سبیلہ کے جام صاحب نے تحفۃ ارسال کیا تھا۔ جانب مشرق دو الماریاں ہیں جن میں دو نہایت قیمتی قد آدم شیشے لگے ہوئے ہیں۔ ان شیشوں میں مسجد شریف کے مستقف حصے کی تمام چیزوں کا عکس نظر آتا ہے۔ جس سے لطف حاصل ہوتا ہے۔ مسجد کا گھنٹہ دس فٹ لمبا ہے۔ گراں قیمت پر خاص طور سے مہبئی سے لا کر لگایا گیا تھا۔

مسجد کے اندر دنی دالان کی چھت پر بھی نقاشی اور گلکاری کی گئی ہے۔ دیواروں میں خانہ کعبہ کے خلاف شریف کا فریم کیا ہوا نمونہ، بہت سی آیات قرآن مجید کے طعنے، کلمہ

کر کے واپس جانا۔ بہت سے ہندو تو اپنی خود مسجد کی زیارت کو جلتے اور کہتے کہ مسجد کی زیارت سے پاپ بھڑ جاتے ہیں۔ ایک دفعہ کشن چند محیشریٹ نے خود مجھ سے کہا کہ ”میں مسجد کی زیارت کے لئے علی پر گیا تھا“ حضور کا ذکر آیا تو اس نے کہا ”میں حضرت کو خوب جانتا ہوں۔ آپ بڑی برگزیدہ ہستی ہیں۔ اللہ کے گھر پر اتنا روپیہ صرف کرنا کسی دنیا دار شخص کا کام نہیں اللہ کے بندے ہی ایسا کر سکتے ہیں“

غرض مسجد نور کی تعمیر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا زبردست کارنامہ ہے کہ اس کا مختصر بیان بھی آسان کام نہیں۔ اور بیان سے اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔ بس دیکھنے سے ہی پوری حقیقت اور قدر و قیمت آشکار ہو سکتی ہے۔

ایک خواجہ صاحب سرنگر سے تشریف لائے تھے۔ امیر کبیر اور بہت نیک شخص تھے۔ مسجد کی زیارت کی تو کہنے لگے ”کوئی دنیا دار خواہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو، خانہ خدا پر اتنا روپیہ صرف نہیں کر سکتا۔ اسے تو اپنے محلات کی تعمیر کے علاوہ کوئی اور فکر ہی نہیں ہوتی حضرت بہت بڑے ولی اللہ ہیں۔ تبھی تو آپ نے اللہ کا گھر ایسا اعلیٰ حسین اور خوشنما تعمیر فرمایا ہے۔ جو خدا کے محبوب ہوں انھی کے ہاتھوں ایسا کارنامہ انجام پاسکتا ہے“

(۲) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گاؤں علی پور سیدان آبادی قبرستان کی مسجد میں پانچ مسجدیں تعمیر فرمائی ہیں۔ ایک کا ذکر ہو چکا۔

دوسری مسجد آپ نے اپنے آبادی قبرستان کے نزدیک تعمیر کی۔ یہ مسجد پہلے کچی تھی۔ آپ نے اس کو گرا کر از سر نو نہایت سچتہ اور عمدہ تعمیر کیا۔ اس میں صرف فرش سنگ مرمر کا ہے۔ اس کی چھت اور دیواروں میں میسور کے کاریگروں نے نقش و نگار بنائے ہیں۔ میں نے چشم خود دیکھا ہے کہ حضرت اس کے فرش کی رگڑائی اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ اور دوسرے کام بھی بڑے شوق سے انجام دیتے تھے۔ یہ مسجد گاؤں سے باہر واقع ہے۔ چھوٹی مگر خوبصورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی جناں گاہ ہے۔ اس کے ساتھ دو حجرے بھی بنائے ہیں۔ تاکہ مسافر ذرا بہت دیر آرام کر سکیں۔

(۳) اسی طرح گاؤں کے شمال میں سٹیشن جاتے ہوئے قبرستان سے عام راستے کی مسجد متصل ایک وسیع اور پرانی مسجد کو گرا کر، حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

نے دوبارہ پختہ اور عمدہ تعمیر کرایا ہے۔ اس کے پیلوں میں بھی ایک حجرہ بنایا ہے۔ تاکہ مسافروں کے کام آنے۔ عرس شریف پر جو عرب حضرات آتے تھے انہیں یہیں ٹھہرایا جاتا تھا۔ اس مسجد میں بھی حضور نے اپنے ہاتھ سے کام کیا اور تعمیر میں حصہ لیا ہے۔

(۴) چوتھی مسجد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذاتی کنوئیں پر کنوئیں والی مسجد تعمیر کرائی تھی۔ تاکہ وہاں کام کاج کرنے والے درویش مسجد میں نماز ادا کر سکیں۔ حضور جب گاؤں میں تشریف فرما ہوتے تھے تو عموماً ظہر سے عشاء تک کی نماز یہیں ادا فرماتے تھے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

میں نے جب ارادہ کیا کہ کنوئیں پر ایک سچتہ حویلی بنواؤں، جو درویشوں اور مال مویشی کے کام آئے، تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ”پہلے مسجد بناؤ، اس کی برکت سے حویلی بھی بن جائے گی۔ تم اللہ تعالیٰ کا گھر بناؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارا گھر بنائے گا۔“ بندے نے حضور کے حکم کی تعمیل کی۔ کچھ عرصے بعد مسجد شق ہو گئی۔ دیواروں کے علاوہ صحن میں بھی شرکات پڑ گئے۔ تو حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق اس کی مکمل مرمت زیادہ اہتمام سے کی گئی۔ اب تک خدا کے فضل سے ٹھیک حالت میں ہے۔ آنے جانے والے مسافر اور درویش یہاں نماز ادا کرتے ہیں۔

(۵) پانچویں مسجد آپ نے علی پور سیدان کے ریلوے مسجد ریلوے اسٹیشن میں پانچ مسجدیں تعمیر فرمائی ہیں۔ ایک کا ذکر ہو چکا۔ اسٹیشن سے متصل تعمیر کرائی تھی۔ بلو والی کے سکھ نمبردار

سے آپ نے اس کے لئے زمین قیمتاً خریدی تھی۔ اس کی برادری نے زمین بیچنے کی سخت مخالفت کی کہ شاہ صاحب وہاں مسجد بنائیں گے۔ اور افان کی آواز آیا کرے گی۔ مگر سکھ نمبردار نے ان کی مخالفت کی پروا نہ کی اور زمین حضرت کے ہاتھ بیع کر دی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمین میں پہلے ایک کنواں بنوایا۔ اور اس کے ساتھ وسیع مسجد تعمیر فرمائی۔ اس سے ملحق مسافروں کے آرام کے لئے ایک بڑی وٹمنزلہ سرائے بنائی۔ ملحقہ زمین میں باغ لگوایا۔ بعد میں نصف مربع زمین بلو والی کے لوگوں سے اور خرید فرمائی۔ تاکہ مسجد اور سرائے کے محافظ اور مسافروں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور ان کی ہر طرح کی

آسائش میسر آئے۔ خدا کے فضل سے اب تک سارے انتظامات حسبِ اہل خواہ انجام پا رہے ہیں۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے امام الدین صاحب مرحوم کو اس مسجد اور سرائے کا محافظ مقرر کیا تھا۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی اہلیہ نواب بی بی اور ان کا لڑکا نور محمد سب کام انجام دیتے رہے۔ کھانے پینے کا تمام سامان، چار پائیاں اور بستر وغیرہ سب سرائے میں ہی تھا رہتے ہیں۔ یہ دونوں ماں بیٹے یہیں رہائش پذیر ہیں۔ اور مسافروں کے آرام کا خیال رکھتے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سرائے میں ایک کمرہ غیر مسلمانوں کے لئے علیحدہ مقرر کیا تھا۔ اور ان کے لئے باورچی خانہ بھی جدا تیار کیا تھا۔ مگر فوج میں جو سکھ آباد تھے۔ انھوں نے ضد اور شرارت کے طور پر اسٹیشن کے قریب ایک گوردوارہ بنایا۔ مگر ان کی شہرت پھیل چکی۔ اور گوردوارہ نہ چل سکا۔ آخر پاکستان بن جانے کے بعد ان کے گوردوارہ کا نام نشان بھی نہ رہا۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ مسجد اور سرائے بدستور قائم ہے۔

ایک دفعہ مسجد اور سرائے دونوں خستہ و شکستہ ہو گئیں تو حضور کی حیات مبارک ہی میں حضرت عموی صاحب قبلہ مدظلہ و سجادہ نشین ثانی نے معتد بہ رقم مرمت کے لئے عطا فرمائی تھی۔ مگر اس کی مرمت کا دوبارہ کام بندہ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد انجام دیا۔ اور اس سلسلہ میں باقی اوجہ کچھ خرچ ہوا، وہ حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ و سجادہ نشین اول نے عطا فرمایا۔ الحمد للہ مسجد اور سرائے دونوں کی دوبارہ مرمت اور مضبوطی ہو گئی ہے۔

چسدرغ مقبلاں ہرگز نہیر و گر گیتی سرا سرباد گیسر و

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک یہ تھی کہ جہاں بھی مسجد کا کام شروع کراتے، مزدوروں کے ساتھ خود بھی کام ضرور کرتے تھے۔ اسٹیشن والی مسجد جب تعمیر ہوئی شروع ہوئی، تو حضور صبح کی نماز ادا کرنے کے فوراً بعد بڑی سوئی سے باہر تشریف لے آتے۔ اگر گھوڑا پہلے سے دروازے پر تیار ہوتا تو سوار ہو جاتے۔ ورنہ پیدل ہی تشریف لے جاتے۔ اور جہاں تعمیر پر پہنچ جاتے۔ میں نے خود حضرت کو مسجد کی بنیاد میں روٹی کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر کوئی خادم عرض کرتا کہ آپ کے بجائے میں یہ کام کر لوں گا۔ تو حضرت فرماتے "تم نے اپنی قبر میں جانا ہے میں نے اپنی میں۔ تم اپنا کام کرو۔ میں اپنا کر دوں گا۔"

سادھو کے کی مسجد

(۱۶) موضع سادھو کے علی پور شریف سے تین میل کے فاصلے پر اور متحجر کے اسٹیشن سے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس گاؤں میں حضور کے

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے اور معتقد حضرات بھی تھے۔ اس لئے آپ بچپن سے اس گاؤں میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس گاؤں کی کچی مسجد شہید کر کے آپ نے اسکی نچہ تعمیر کروائی۔ اس مسجد کی تعمیر کے لئے اینٹیں گاؤں ہی میں پکانی گئی تھیں۔ ایک دن حضرت متبہ عالم

رحمۃ اللہ علیہ کام کی نگرانی کے لئے تشریف لے گئے تو سب زمیندار اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اور اینٹیں سب زمینہاں باہر پڑی ہوئی تھیں۔ آپ نے پوچھا کہ اینٹیں مسجد میں کیوں نہیں لائے۔ انھوں نے جواب دیا "کام کے دن ہیں۔ اول ہم کام کر لیں۔ فارغ ہو کر اینٹیں مسجد میں پہنچا دیں گے۔" آپ چپ ہو گئے۔ اور خود آگے بڑھ کر اینٹیں ڈھونڈنے لگے۔ فرمایا "ٹھیک ہے۔

تم اپنا کام کرو۔ میں بے کار ہوں۔ مجھے سوا اللہ کے دنیا کا کوئی کام نہیں ہے۔" حضور نے اینٹیں ڈھونی شروع کیں تو سب اپنا اپنا کام چھوڑ کے دوڑ پڑے۔ بوڑھے بچے تک آگئے۔ بعد میں اس پاس کے دوسرے لوگ بھی شامل ہو گئے۔ اور ذرا سی دیر میں تمام اینٹیں مسجد پہنچ گئیں۔ آپ نے فرمایا "لو بھائی میرا کام تو اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔ اب تم فارغ ہو۔ اپنا اپنا کام کرو۔"

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اول ایک وسیع تر خانہ بنوایا۔ تاکہ زمینداروں کو گرمی اور رمضان المبارک میں تکلیف نہ ہو۔ اور دوپہر کو وہاں آرام کیا کریں۔ یہ خانے کے اوپر مسجد کا اچھا فراخ کمرہ اور اس کے آگے ایک برآمدہ تعمیر کیا۔ مسجد زیر تعمیر تھی اور ابھی چھت نہیں پڑی تھی کہ مسجد کی دیوار ایک طرف سے سرک گئی اور ایک کونہ پھٹ گیا جس میں دو تین انچ کا شگاف نظر آنے لگا۔ لوگ دوڑے ہوئے علی پور شریف آئے اور حضور سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ خود تشریف لے گئے۔ سب سے کہا "آؤ مل کر زور لگائیں۔" اپنا دست مبارک اس دھڑ پر رکھا اور کندھا لگا کے خود بھی زور لگایا تو دروازہ بالکل بند ہو گئی۔ فرمایا "اب یہاں سے کبھی نہیں پھٹے گی۔" زبرداریات اللہ مرحوم کہتے تھے کہ مسجد پرانی ہو جانے کے باعث اس کی دیواریں جابجا سے شقی ہو گئی ہیں۔ مگر وہ کونا حضور نے مرمت فرمایا تھا اب تک پوری طرح صحیح سالم ہے۔ اس گاؤں میں حضور نے لنگر کے لئے کچھ زمین خرید فرمائی تھی۔ اس لئے لوگوں سے فرمایا کرتے

میں جمع ہو جائیں، تو پہلے دین کا کام کرو۔ اس کی برکت سے دنیا کے کام بھی سدھ جائیں گے۔

قدیم جامع مسجد لال پور

(۸۷) لال پور کی قدیم جامع مسجد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر فرمودہ ہے۔ پہلے اس کا ذکر آچکا ہے۔ یہاں نور اللہ

صاحب کے والد شفیق فتح دین صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے والے اور معتقدین میں تھے۔ انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسجد کی بنیاد رکھوائی۔ سنگ بنیاد رکھتے وقت حضور نے اپنی جیب خاص سے عطیہ فرمایا۔ اور لال لال پور نے بھی حضرت کا اتباع فرماتے ہوئے فراخ دلی سے حصہ لیا۔ جب چھت ڈالنے کا وقت آیا تو سرمایہ ختم ہو چکا تھا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے منشی صاحب مرحوم کی درخواست پر دو جمعے پے در پے پڑھائے۔ ہر وعظ کے بعد دونوں مواقع پر ایک ایک ہزار روپیہ خود عطا کیا۔ دوسرے جمعے میں اپنا وقفہ بھی مسجد کے لئے پیش کیا۔ ہر جمعہ پر سات سات آٹھ آٹھ ہزار روپیے جمع ہو گئے۔ اور مسجد کی تکمیل کا سامان ہو گیا۔ اس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ خدا کے فضل سے یہ جامع مسجد خوب آباد اور بارونتی ہے۔

جامع مسجد جھنگ بازار لال پور

(۹۱) لال پور میں جھنگ بازار میں جو دھڑری جامع مسجد قیام پاکستان کے بعد بنی ہے اس

کی تعمیر میں بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ سے زیادہ حصہ ہے۔ پہلے تفصیل آچکی ہے کہ حضور نے کس فراخ دلی سے جیب خاص سے چندہ عطا کیا تھا۔ اور دوسرے جمعہ پر پھر گراں قدر عطیہ دیا تھا۔ آپ کے اتباع میں ہر دفعہ شہر کا جلسہ نے فراخ دلی سے چندہ دیا۔ ہر جمعہ پر سات آٹھ ہزار روپیہ چندہ جمع ہوا۔ اور کام بخیر و خوبی شروع ہو گیا۔

اس موقع پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ پٹواری اسماعیل صاحب نے چندے کے طور پر کچاں روپے مجھے دیے۔ میں نے حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے پٹواری صاحب کو پاس بلا کر فرمایا کہ ”ہم آپ سے چندہ نہیں لیتے۔ بلکہ آپ بھی مسجد کے لئے زمین دلوایئے“ انھوں نے وعدہ کیا کہ ”اگر میں شہر کا پٹواری لگ گیا تو یہ خدمت ضرور انجام دوں گا۔ مگر یہ قسم بھی ضرور قبول فرمائیے تو بڑا احسان ہو گا“ حضور کی توجہ سے کچھ دن بعد ہی دس کسٹر لال پور نے از خود حکم صادر کیا کہ محمد اسماعیل پٹواری کو شہر کے حلقہ میں تعینات کیا جائے۔ انھوں نے بھی

تھے۔ اس مسجد کی تعمیر میں تمہارے ساقی میں بھی شامل ہوں۔ کیونکہ میں بھی اس گاؤں میں زمین کا ملک ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مسجد کی تعمیر میں زیادہ حصہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی کا تھا۔ اب تک ہم بھی اس مسجد کی مرمت وغیرہ میں حصہ لیتے ہیں۔

چک نمبر ۱۶ کی مسجد

(۹۶) موضع مہیس چک نمبر ۱۶ ضلع لال پور میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عالی شان تین منزلہ مسجد بنائی ہے نیچے خوب گہرا اور بہت وسیع تہ خانہ بنایا ہے تاکہ روزہ دار اور نمازی گروہوں میں آرام پائیں اس کے اوپر دو منزلیں اور تعمیر کی ہیں۔ اس کی کرسی سطح زمین سے تقریباً چھ فٹ اونچی ہے۔ خوبصورت اور عالی شان مسجد ہے اور خدا کے فضل اور حضور کے تصرف سے اب تک نمازیوں سے بھری رہتی ہے۔ نماز تراویح اور نماز جمعہ میں تینوں منزلیں بھر جاتی ہیں۔ الحمد للہ۔

مسجد کے آغاز کا یہ واقعہ دل چسپی کے لئے بیان کیا جاتا ہے حضور نے ارادہ فرمایا تھا کہ اگلا جمعہ اسی مسجد میں پڑھائیں گے۔ مسجد کے صحن میں مٹی ڈالنی تھی۔ آپ نے لوگوں سے کہا آؤ یہ کام کریں۔ انھوں نے عرض کیا ”کاتک کا مہینہ ہے۔ کام کاج کے دن ہیں۔ فارغ ہو جائیں گے تو یہ کام کریں گے“ آپ نے فرمایا ”خیر میں تو فارغ ہوں۔ میں یہ کام کرتا ہوں چنانچہ آپ نے سامنے والی زمین سے مٹی کا ایک بڑا ڈھیلہ اٹھالیا اور رے چلے۔ یہ دیکھ کر اور سب لوگ بھی آپ کے ساتھ کام میں لگ گئے۔ گاؤں میں شور مچ گیا کہ حضرت خود مسجد کے صحن میں مٹی لالا کر ڈال رہے ہیں۔ گاؤں میں عام اعلان کے لئے دھول بجایا جانے لگا۔ بوڑھے، جوان، بچے سب کام چھوڑ چھوڑ کر مسجد کی طرف چلے آئے۔ اور مٹی ڈالنے میں مشغول ہو گئے۔ اس پاس کے اور بھی بہت لوگ آگئے۔ بغرض دنوں کا کام گھنٹوں میں مکمل ہو گیا۔ مسجد کے صحن کو مٹی سے بھر کر کوٹ کر حضرت نے وہیں جمعہ پڑھایا۔ اس دوران حضور کے اشارے پر کارکنوں کے لئے کھانا تیار کیا جانے لگا تھا اور دیگیں چڑھا دی گئی تھیں۔ سب کو پیٹ بھر کے کھانا کھلایا گیا۔ سب کاموں سے فارغ ہو گئے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے گاؤں والوں سے فرمایا ”میرا کام ہو گیا ہے۔ میں اب پھر فارغ ہوں۔ اب تم بھی اپنے اپنے کاموں میں لگ جاؤ“ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر دین اور دنیا دونوں کے کام ایک وقت

چند جمع کر کے لائیں۔ چنانچہ حضور کے فرمان کی تعمیل میں انجمن کا قیام کی گئی۔ اور سفیر مقرر کر دیے گئے۔

اگلا بیوہ حضرت نے جنگ بازار کے باغ میں پڑھایا۔ لوگ کثیر تعداد میں شریک تھے۔ وہیں کثیر چند جمع ہو گیا۔ اور لوگوں نے مسجد کی تعمیر کے لئے آئندہ بڑے پیمانے پر وعدے کئے۔ ایک دن بعد ہی حضور نے مجھ سے فرمایا کہ ”میں کل واپس چلا جاؤں گا۔“ میں نے عرض کیا کہ ”آپ نے تو ارادہ فرمایا تھا کہ چھٹی مسجد کی تعمیر مکمل کر کے واپس ہوں گے۔ ابھی سے کیوں واپسی کا قصد فرمایا۔“ میرے بار بار باہر اصرار عرض کرنے پر فرمایا کہ ”میں جس کام کے لئے آیا تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ میری محنت اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لی ہے۔“ میں نے عرض کیا ”ابھی تو مسجد میں ایک اینٹ بھی نہیں لگی اور آپ نے واپسی کا ارادہ بھی کر لیا۔“ فرماتے گئے ”تمہیں علم نہیں میں جس کام کے لئے آیا تھا وہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرا نام قبول فرمایا ہے اور مجھے واپسی کی اجازت مل گئی ہے۔ میں کل سرور چلا جاؤں گا۔“ پھر یہ شعر پڑھا۔

دل نیست کبوتر کہ بر دواز نشیند از گوشه سناخے کہ پریدم پریدم

چنانچہ حسب فرمان اگلے دن صبح کی گاڑی سے آپ لاہور لوٹ آئے۔ مگر سب نے دیکھا کہ حضور کی محنت کا ثمر مکمل ہو گیا۔ جہاں حضور نے ناز ادا کی تھی وہاں عظیم الشان مسجد اور عظیم مدرسہ بن چکا ہے۔ ہر سال مدرسہ سے بیسیوں طلبہ فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ اور پچاسوں حافظ و عالم ہیں کہ نکلتے ہیں۔ اور چھوٹی مسجد تو حضور کی واپسی کے تھوڑے دن بعد ہی مکمل ہو گئی تھی۔ اس مدرسہ اور ان دونوں مسجدوں پر لاکھوں روپے صرف ہو چکے ہیں اور ابھی لاکھوں اور خرچ ہوں گے۔ کیوں کہ بڑی مسجد کا کام برابر جاری ہے۔ یہ بات بھی لطف سے خالی نہیں کہ جس جگہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ ادا فرمایا تھا اور جتنی جگہ میں خلق خدا نماز جمعہ کے لئے جمع ہوتی تھی، بعینہ انہی حدود میں بڑی مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ نہ زیادہ اور نہ کم۔

لائل پور کی دوسری کئی مسجدوں میں بھی حضور کا حصہ ہے۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان مساجد کی بنیاد کے محرک اور ان کی تکمیل میں ساعی رہے ہیں۔

مستندہ جماعت نازوال

(۱۰) نازوال میں زیادہ آبادی ہندوؤں اور سکھوں کی تھی۔ مسلمان تعداد میں بہت کم تھے۔ ایک بار حاجی غلام رسول صاحب ساکن نازوال حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا کہ ”آپ کبھی

اپنے وعدے کے مطابق کوشش کر کے بڑی مسجد کے لئے اور مدرسہ نیز اس کے برابر چھوٹی مسجد کے لئے جھنگ بازار کے دونوں طرف جگہ دلوائی۔ اور کاغذات میں اندراجات کر کے انتقال کی تکمیل کی۔

جب یہ کام ہو گیا تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ”میں لائل پور جاتا ہوں وہاں کچھ دن قیام کر کے چھوٹی مسجد مکمل کروں گا۔ اور بڑی مسجد کی بنیاد رکھ کر واپس آؤں گا۔ تم گھر سے خیمے لے چلو تاکہ قیام میں آسانی ہو۔“ میں نے عرض کیا کہ ”آپ چک میں اپنے مکان پر قیام فرمائیں۔ اس میں آرام ملے گا۔“ فرمایا ”نہیں! میں نے نیت کر لی ہے کہ شہر میں قیام کر کے روزانہ رات کو جلسہ کیا کروں گا۔ اور لوگوں کو جمع کر کے مسئلے سنایا کروں گا۔“ میں نے مکرر عرض کیا کہ ”چک ہی میں قیام فرمائیے۔ موٹر کا انتظام کر لیں گے۔ اس میں روزانہ آنا جانا ہوجائے گا۔“ مگر حضرت نے پھر انکار فرمایا۔ آخر میں اس بات پر حضور کو راضی کر لیا کہ شہر میں ایک وسیع مکان کا انتظام کئے لیتے ہیں۔ وہیں جلسہ بھی ہو جایا کرے گا۔ اس طرح حضور کو زحمت نہیں ہوگی۔

حضور نے اجازت دے دی تو میں اگلے دن ہی لائل پور چلا آیا۔ مولوی سراج الحق صاحب مرحوم کے صاحبزادے ظہور الحق صاحب نے سنت پورہ میں ایک بڑا گور و دوارہ الاٹ کرا رکھا تھا۔ بہت فراخ اور وسیع جگہ تھی۔ میں نے ان سے اپنی تجویز بیان کی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ اس گور و دوارہ کی صفائی کر کے اور سامان قیام و طعام فراہم کر کے حضور کی خدمت میں اطلاع بھیجی تو اگلے دن ہی تشریف لے آئے۔ اور اس جگہ کو قیام اور جلسے کے لئے موزوں پا کر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ یارانِ طریقت کو بڑی ستر تھوٹی کہ حضور اب کے طویل قیام فرمائیں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اشتہارات چھپوائے، جن میں دور دور کے علمائے کرام کے نام شائع کئے اور اعلان فرمایا کہ ہر روز رات کو جلسہ ہوا کرے گا۔ ابالی لائل پور مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرنے کے لئے جوق در جوق آیا کریں۔ مجھے حکم ہوا کہ ایک انجمن کی بنیاد ڈالوں۔ جس کے صدر حضرت والد صاحب قبلہ دسجاوہ کشین اول ہوں گے۔ ضلع لائل پور کے لئے نائب صدر مولوی سردار محمد صاحب اور ضلع جھنگ کے لئے مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔ انجمن کے تنور کن ایسے بناؤ جو دس روپے ماہوار دیا کریں۔ اور پانچ سو ایسے ممبر جو پانچ روپے ماہانہ چندہ ادا کریں۔ نیز سفیر مقرر کرو۔ جو گاؤں گاؤں جا کر مدرسہ اور مسجد کے لئے

مخالفین اپنا سامنہ لے کر رہ گئے حضور نے وہیں جمعہ پڑھایا۔ نارووال اور اس پاس کے دیہات سے بڑی خلقت جمع ہو گئی تھی۔ نماز جمعہ کے بعد حسب عادت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظ حسنہ سے مستفید کیا اور آخر میں وعدہ فرمایا کہ اگلا جمعہ بھی یہیں آکر پڑھاؤں گا۔ دوسرے جمعہ پر بھی یہی صورت رہی۔ اسٹیشن پر وسیع اور پر تکلف ضیافت اور اسی اڈے میں جمعہ کی نماز باجماعت۔ غرض اس طرح حضور نے یکے بعد دیگرے چار جمعے پڑھائے۔

اس دوران نارووال سے مخالفین برابر مختلف ناموں سے خط بھیج بھیج کر مطلع کرتے رہے کہ آپ یہاں نہ آئیں۔ مخالفت بڑھتی جا رہی ہے۔ حالات خطرناک حد تک خراب ہو گئے ہیں۔ ایسا نہ کہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچے۔ چوتھے جمعہ میں آپ نے فرمایا کہ ”تم روز مجھے خط لکھ کر متنبہ کرتے رہتے ہو اور یہاں آنے سے روکنا چاہتے ہو۔ مگر تمہیں معلوم نہیں کہ میں اپنی مرضی سے یہاں نہیں آتا۔ مجھے بھیجا جاتا ہے تو آتا ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ مجھ میں تو اٹھنے بیٹھنے کی بھی سکت نہیں ہے۔ مجھے تو چارپائی پر لٹا کے دوسرے اٹھا کر اسٹیشن تک لاتے لیجاتے ہیں۔ میں تو صرف حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

رشتہ درگروںم انگلند دوست می بردہر جا کہ خاطر خواہ اورت

اس کے بعد فرمایا ”آؤ ہم تم سب مل کر دعا مانگیں کہ جس جگہ تم نمازیں ادا کرتے رہے ہو اللہ تعالیٰ اسے قیامت تک کے لئے مسلمانوں کی سجدہ گاہ بنا دے۔ اور جنہوں نے ہم کو یہاں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کام کے لئے اس سے بہتر جگہ عطا فرمائے“ چنانچہ سب نے مل کر حضور کے فرمان کے مطابق دعا مانگی۔

صوفی غلام رسول صاحب زرگر نے دعا کے دوران عرض کیا کہ ”اگر مجھے مسجد کے قریب مکان مل جائے تو میں مسجد کی بھی خدمت کرتا رہوں گا۔ اور مسجد میں آنے والے نمازیوں کی بھی خدمت سرانجام دوں گا“ حضور نے شرکائے جلسہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ”غلام رسول کے لئے بھی دعا کرو کہ اس مسجد کے قریب مکان مل جائے“ حضرت کی تمام دعائیں بارگاہ رب العزت میں قبول ہوئیں۔ بسوں کے اڈے کیلئے اسٹیشن کے سامنے اس سے بہتر اور موزوں جگہ معین کی گئی۔ صوفی غلام رسول صاحب کو مسجد کے قریب بنا بنایا مکان مل گیا۔ اور مسجد کے لئے وہی جگہ حاصل ہو گئی جہاں حضور نے چار جمعے پڑھائے تھے۔

نارووال تشریف نہیں لاتے۔ حضور نے جواب دیا ”وہاں نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں، وہاں کیا جائیں“ حاجی صاحب نے عرض کیا ”اگر آپ تشریف لائیں گے تو ہماری نماز کے لئے قیامت تک کو جگہ بن جائے گی“ آپ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا ”اچھا! مستری اللہ رکھا صاحب! محمد صدیق صاحب اور صوفی غلام رسول صاحب سے کہنا کہ میں آئندہ جمعہ نارووال میں پڑھاؤں گا۔ وہ وہاں منتظر کریں“

چنانچہ جمعہ آیا تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک جماعت کے ساتھ نارووال تشریف لے گئے۔ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا کھانا تیار کر کے ساتھ لے لیا۔ حضور بہت بیمار اور ضعیف تھے۔ آپ کو چارپائی پر لٹا کر اسٹیشن تک لایا گیا۔ چارپائی ریل میں ساتھ رکھ لی گئی۔ نارووال اسٹیشن پر صوفی غلام رسول صاحب زرگر اور صوفی حسین بخش صاحب آڑھتی غلام مٹی نے جہانوں کے لئے نہایت اعلیٰ پیمانے پر بخور و نوش کا انتہام کیا تھا۔ اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں بہت بڑی اور پر تکلف دعوت کھائی گئی۔ جو کھانا، پچا وہ نارووال کے دوسرے لوگوں اور اسٹیشن والوں کی ضیافت کیلئے کافی ثابت ہوا۔

صوفی غلام رسول صاحب، محمد صدیق صاحب اور مستری اللہ رکھا صاحب مرحوم کئی دن کوشش کرتے رہے تھے کہ جمعہ پڑھنے کے لئے کوئی مناسب جگہ مل جائے۔ مگر ان کی سب کوششیں بے سود نکلیں، کوئی شخص جگہ دینے پر راضی نہ ہوا۔ سب انکار کرتے رہے۔ ایک سید صاحب ڈسٹرکٹ ٹرانسپورٹ بس کے مینجر تھے۔ وہ حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ عجیب معاملہ ہے۔ ایک سید درویش جمعہ پڑھانے کے ارادے سے آرہا ہے۔ کسی میں اتنی حمیت نہیں کہ نماز ادا کرنے کے لئے جگہ دیدے۔ آخر انہوں نے کہا ”میں اپنے اڈے میں بسیں نکالے لیتا ہوں۔ لاریاں سب باہر کھڑی کر اڈوں گا۔ آپ ہمارے اڈے میں نماز ادا فرمائیں“ مخالفین نے منع کیا اور بہت زور لگایا اور سمجھایا کہ ”ایسا مت کرو۔ نماز کے لئے جگہ مت دو۔ یہ سید جہاں نماز ادا کرتا ہے، اس جگہ کو مسجد بنا دیتا ہے۔ یہ جگہ مسجد بن جائے گی تو اڈے کا کیا ہوگا“ ان سید صاحب نے کہا ”اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ اس جگہ مسجد بن جائے۔ یہ جگہ ہندو کی ہے۔ ہمارے تہا سے باپ دادا کی نہیں ہے“

(۱۱) علی پور سیداں سے بالکل متصل ماسٹر اللہ داتا صاحب کا گاوں پنواں ہے۔ اس گاوں میں حضرت قبلہ عالم نے پختہ مسجد تعمیر

مسجد موضع پنواں

کروائی ہے۔ اور زیادہ رتسم اس پر اپنے پاس سے خرچ کی ہے۔ جن اشخاص نے از خود اس کی تعمیر میں حصہ لینا چاہا، حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بخوشی قبول کیا۔ ماسٹر اللہ داتا صاحب نے اپنی ایک ماہ کی پوری تنخواہ مسجد کے لئے دی تو حضرت بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ حاجی حافظ نور احمد صاحب قصوری خلیفہ مجاز نے بڑی رتسم حضور کے نام پر مسجد کے لئے ارسال کی تو حضرت بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ تعمیر کی تکمیل کے بعد چھت کا لٹریٹ لٹ گیا، تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ چھت ڈلوائی۔ یہ مسجد اگرچہ چھوٹی ہے مگر پختہ اور خوبصورت ہے۔ ماسٹر اللہ داتا صاحب اس کی مورت اور خبر گیری کرتے رہتے ہیں۔ حذران کو جزائے خیر عطا کئے۔

(۱۲) ریاست میسور کے دار الحکومت شہر میسور میں ایک چھوٹی سی مسجد

مسجد اعظم میسور

تھی جو مسجد اعظم کہلاتی تھی۔ آپ نے فرمایا "چھوٹی سی مسجد کا نام اعظم خوب ہے۔ میسور دار الحکومت ہے۔ لوگ دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے کہ اتنے بڑے شہر میں ایسی چھوٹی مسجد۔ اچھا! میں انشا اللہ اسے گر اگر واقعی مسجد اعظم بناؤں گا۔" پہلے یہ تفصیل آچکی ہے کہ حضرت نے اس مسجد کو دوبارہ بڑے پیمانے پر نوان شروع کیا تو مدراس کے سیٹھ جمال صاحب نے دس ہزار روپے پیش کئے۔ مہاراجہ میسور نے بھی اول دس ہزار روپے پیش کئے تھے۔ پھر جب ان کو بتایا گیا کہ سیٹھ جمال صاحب نے بھی دس ہزار روپے دیے ہیں تو مہاراجہ نے دس ہزار کا اور اضافہ کیا۔ وزیر دربار حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت میں سے تھے۔ وہی حضرت اور مہاراجہ کے درمیان سفارت کا فرض انجام دیتے تھے۔ ان سے تفصیلات معلوم کر کے مہاراجہ نے مزید حکم دیا کہ مسجد کے ساتھ جو سرکاری زمین پڑی ہوئی ہے، اسے بھی مسجد میں شامل کر لیا جائے۔

چنانچہ مسجد اعظم اب اتنی بڑی مسجد ہے۔ حضرت نے اپنی حبیب خاص سے بھی معتد بہ رقم عطا فرمائی۔ اور دوسرے مسلمانوں نے بھی دل کھول کر حق دیا۔ چنانچہ عہدہ

سیالکوٹ کا ڈپٹی کمشنر سلام کے لئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اگر مانو تو ایک کام بتاتا ہوں جو تمہارے لئے بھی بہتر ہوگا اور خلقِ خدا کی بہتری بھی اسی میں ہوگی" اس نے کہا کہ انشاء اللہ ضرور کروں گا۔ ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ "نار و مال میں مسجد کے لئے جگہ مطلوب ہے۔ یہ دلوادو۔ خدا جزائے خیر دے گا۔" اس نے وعدہ کیا۔ واپس جا کر ایس ڈی ایم سے مسجد کی زمین کے لئے درخواست پر سفارش لکھوائی۔ پھر اپنی زوردار سفارشات کے ساتھ حکومت پاکستان کو بھیجی۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا نام درمیان میں لاکر اس کی اہمیت ثابت کی۔ حکومت پاکستان نے سفارشات منظور کر کے اجازت دے دی۔ اس وقت حضور داتا پاپکے تھے۔ اس نے حکومت نے یہ قید لگا دی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور وارث تحریری طور پر مسجد کی تعمیر کرنے کی ذمہ داری قبول کریں۔ جب یہ کاغذات حضرت صاحب ملت سجادہ نشین اول کے پاس آئے تو آپ نے ذمہ داری قبول کرتے ہوئے تحریری طور پر ڈپٹی کمشنر کو مطلع کیا۔ اور اس نے مطلوبہ الاٹمنٹ کے احکام جاری کر دیے۔

زمین کے حصول کا کام قابل اطمینان طور پر چل ہو گیا تو مسجد کی تعمیر کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ مندر نے اپنے بھٹے سے ایک لاکھ اینٹیں نار و مال بھیج کر پہلے مسجد کی دوکانیں تعمیر کرائیں جن کی تکمیل کے بعد ان کا کرایہ مسجد کے لئے وصول ہونے لگا۔ پھر وہاں خطیب و امام مقرر کئے گئے جس کے لئے نار و مال کے لوگوں نے فراخ دلی سے چندہ دیا۔ حضرت عمومی صاحب قبلہ سجادہ نشین ثانی نے پانچ ہزار روپے نقد حبیب خاص سے عطا فرمائے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خانہ نے مسجد کے لئے بہت روپیہ دیا۔ غرض خدا کے فضل سے مسجد مکمل ہو گئی ہے۔ اس کا نام "مسجد شاہ جماعت" رکھا گیا ہے۔ مستحضر عبد الواحد صاحب نے اس کو تعمیر کیا ہے۔ مستری صاحب ہی اس وقت روضہ شریف کا کام کر رہے ہیں برادر حاجی حافظ سید انور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صوفیہ سے مسجد میں بجلی سے چلنے والا ٹیوب ویل لگوا دیا ہے۔ جس سے نمازیوں کو بہت آسانی ہو گئی ہے۔

۱۵۱) نقشہ ارتداد کے زمانے میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی مساجد علاقہ ارتداد جو خدمت کی اس کا ذکر اسی موضوع کے تحت ذرا تفصیل سے کیا جائے گا۔ آپ نے وہاں پینتالیس سے زیادہ مدارس جاری کئے تھے۔ اور ہر مدرسہ کے ساتھ ایک مسجد ضرور ہوتی تھی۔ اگر کوئی پرانی مسجد ہوتی تو اس کی مرمت اور چھٹی فرماتے۔ ورنہ نئی مسجد تعمیر کراتے۔ اور ہر مسجد میں مؤذن کا انتظام فرماتے تاکہ مستقل طور پر آباد رہے۔ یہ مساجد تعلیم و تبلیغ اور یقین و ارشاد کے لئے مرکز کا کام انجام دیتی رہیں، اور ہزاروں ہزار لوگ حضور کے اس اقدام کی بدولت دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ اور پکے نمازی بن گئے۔

دیگر عمارات

۱۵۲) سرانیں اور کنوئیں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سرائے اور کنوئیں بنوانے کا اہتمام بھی بطور خاص ملحوظ خاطر ہوتا تھا۔ جو کنوئیں کھدائے یا سرانیں بنوائیں سب کا حال تو کسی کو بھی معلوم نہیں۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے وہاں مسلمانوں کے لئے ان کا اہتمام ضرور فرماتے تھے حضور کے پاس ہمیشہ زائرین و معتقدین کی آمد کا تانا بانہا رہتا تھا۔ یارانِ طریقت کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی کثیر تعداد میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ مہمانوں کی خاطر مدارات حضور کا شیعہ تھا۔ اس لئے ان کے ہر قسم کے آرام کا خیال فرماتے تھے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ علی پور سیداں کے ریلوے اسٹیشن کے قریب آپ نے مسجد سے متصل ایک ڈومز لہ سرائے بنوائی ہے۔ اس کے ساتھ کمناں اور باغ بھی ہے۔ ایک محاذ ہر وقت وہاں رہتا ہے تاکہ آنے والوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ مسافروں کو یہاں چارپائی اور بستر بھی مہیا کئے جاتے ہیں۔

۱۵۳) جماعت منزل سیالکوٹ پرانے زمانے میں ریل صوف سیالکوٹ تک آتی تھی۔ دربار شریف کی نیت سے آنے والوں کے آرام کی خاطر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سیالکوٹ میں محلہ میانہ پورہ میں جماعت منزل کے نام سے ایک مکان

خوب صورت اور وسیع جامع مسجد تعمیر ہو گئی۔ گھکاری نے مسجد کو اور حسین بنا دیا ہے۔ مسجد کے گرد باغ ہے۔ میں نے اس مسجد میں کئی جمعے ادا کئے ہیں۔

یہ بیان بھی اپنی جگہ آچکا ہے کہ میسور کے یارانِ طریقت نے اس مسجد میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کر رکھا ہے۔ جہاں قرآن اور حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔

۱۵۴) موضع کھیل کی مسجد پاکستان کے موضع کھیل میں بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسجد اور اس کے ساتھ ایک سرائے تعمیر کرائی ہے۔ یہ مسجد دریائے سندھ کے کنارے پڑا فتح ہے سخت گرمی کے دنوں میں بھی یہاں موسم خوشگوار ہوتا ہے۔ گاؤں کے لوگوں کو اس سے بڑا آرام ہے۔ مسافروں کو بھی سرائے میں راحت ملتی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کئی گرمیاں وہاں گزاری ہیں۔ اور رمضان شریف گرمیوں میں آئے تو آپ نے یہیں آکر روزے رکھے اور کلام مجید سنا۔ ایک دفعہ برادرِ حاجی حافظ سید انور حسین شاہ صاحب نے رمضان مبارک میں حضرت قبلہ کو یہاں قرآن سنایا تھا۔ حضرت صاحبزادہ محمد شفیع صاحب سجادہ نشین پورہ شریف رحمۃ اللہ علیہ بھی کئی بار گرمیوں میں یہاں تشریف لائے ہیں۔ اسد ہر سال برادرِ عزیزم حاجی حافظ سید نذر حسین شاہ صاحب سلمہ کھیل جا کر اس مسجد میں دویم گرماسر کرتے ہیں۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف بھی ہر سال یہاں کرتے ہیں بہت آرام دہ اور پرفضا مقام ہے۔

۱۵۵) دوسری مساجد کی خدمت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک بار مولانا مفتی نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں مراد آباد ٹوپی تشریف لے گئے تو مسجد کی مرمت کے لئے ہمیشہ قرار قسم عطا کی۔ اور فرمایا کہ اسے مسجد کے فرش پر خرچ کیا جائے۔ اسی طرح آپ مزنگ لاہور میں مولوی عبدالعزیز صاحب الی مسجد میں گئے تو بڑی رسم عطا کی اور ہدایت کی کہ اسے فرش کے کام پر خرچ کیا جائے۔ غرض اس طرح متفرق مساجد کی خدمت میں آپ نے مختلف مقامات پر جو حصہ لیا اس کو ضبط میں لانا و شوار ہے۔ مساجد کی تعمیر اور آرائش اچانگی اور مرمت میں آپ جس ذوق و شوق سے حصہ لیتے تھے اس کے اظہار کے لئے یہ مختصر تفصیل بھی کافی نہیں۔

خود بھی ان کمروں میں قیام فرما ہوتے تھے جو "باب رحمت" اور "شیش محل" کے نام سے موسوم ہیں حضرت
سراج الملت (سجادہ نشین اول) اور ان کے بعد حضرت شمس الملت مظفر سجادہ نشین ثانی "باب رحمت"
میں فروکش ہوتے ہیں۔

شیش محل اس لئے کہتے ہیں کہ صدر دروازے کے اوپر بڑا کمرہ ہے جس کی چھت میں بے شمار
چھوٹے چھوٹے گول شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ اس کی چھت دیواروں اور کواڑوں پر نہایت نفیس اور
خوبصورت گلکاری کی گئی تھی۔ چھت میں بلور کے قندیل لٹکے ہوئے ہیں۔ جنگلی جھینسوں ہرنوں کے
مردیواروں میں نصب ہیں۔ نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ اسی طرح دوسرے کمروں میں بھی
زیب و زینت تھی اور قالین نچکے ہوئے تھے۔ ان کی زینت اور زیبائش کا یہ عالم تھا کہ دور دورے
لوگ دیکھنے آتے تھے۔

اس مکان کے صحن میں ایک کنواں بنا ہوا ہے۔ حضرت قبلہ و کعبہ بابا فقیر محمد صاحب پور اہی
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لعاب مبارک سے اس کنوئیں کے پانی کو شفا بنایا تھا۔ چنانچہ بیمار اب بھی محض
اس کنوئیں کا پانی پینے سے صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادے
حضرت حاجی حافظ امجد خاں حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بالائی منزل کے شمال مغربی گوشہ کے کمرے
میں قیام فرماتے تھے۔ اب ان کے صاحبزادے برادر دم حاجی حافظ امجد نذر حسین شاہ صاحب
وہاں فروکش ہیں۔

مسجد نذر کے مشرق میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وسیع و عریض
جلسہ گاہ | جلسہ گاہ تعمیر فرمائی ہے جس کے صحن میں ہزاروں کا مجمع سما جاتا ہے۔ یہ حویلی ایک منزلہ
ہے۔ اس میں ایک تہ خانہ اور پندرہ کمرے بنے ہوئے ہیں۔ عرس شریف کے زمانے میں صحن
میں فرش کر دیا جاتا ہے جس پر کئی ہزار افراد بیٹھ جاتے ہیں۔ عورتیں دن میں کمروں کے اندر
پرہے میں بیٹھتی ہیں، اور رات کو چھت پر وعظ سنتی ہیں۔

عرس کے ایام کے علاوہ اس حویلی میں کچھ درویش رہتے ہیں۔ بعض مال مویشی بھی یہیں
رکھے جاتے ہیں۔ حضرت عموی صاحب قبلہ سجادہ نشین ثانی بھی پہلے اسی حویلی میں قیام فرما رہتے تھے۔
اب آپ شیش محل میں باب رحمت میں فروکش ہیں۔

تعمیر فرمایا ہے۔ یارانِ طریقت سیالکوٹ نے اس کا خیر میں بڑا حصہ لیا ہے۔ مستری ساجی
محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میانہ پورہ میں وسیع زمین خریدی تھی۔ اس میں سے دو کنال
رقبہ انھوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نام کر دیا۔ اسی زمین پر حضور نے "جماعت منزل"
تعمیر کروائی۔ حضرت جب سیالکوٹ تشریف لے جاتے تھے تو یہیں قیام فرمایا کرتے تھے۔

جماعت منزل مدینہ منورہ | حضرت بخشى مصطفیٰ علی خان صاحب قبلہ مہاجر مدنی خلیفہ
مجاز نے کمزوری اور ضعیف العمری کے باوجود سخی بلخ اور
جالتشانی سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں "جماعت منزل"
کے نام سے ایک دو منزلہ عمارت بنوائی ہے جس میں بہت سے کمرے ہیں۔ اس عمارت پر
لاکھوں روپے خرچ ہوئے ہیں۔ یارانِ طریقت نے اس کی تکمیل میں حصہ لیا ہے۔ حضرت عموی
صاحب قبلہ سجادہ نشین ثانی مدظلہ نے اپنی حبیب خاص سے دس ہزار روپے عطا فرمائے تھے۔
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اہل خاندان نے بھی اس کا خیر میں بڑی رقمیں ارسال کی تھیں۔
اس عمارت میں غریب اور مساکین مستقل رہائش رکھتے ہیں۔ اور زائرین آتے ہیں تو ان کے قیام کا بھی
انتظام ہے۔ دوسری جماعت منزل کے لئے بھی بخشى مصطفیٰ علی خان صاحب مدظلہ نے جگہ خرید رکھی
ہے۔ اور اس کی تعمیر کے لئے بھی کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران فرمائے۔

دو منزلہ نانہ حویلی | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی پور سیداں میں ایک نانہ حویلی
دو منزلہ تعمیر فرمائی ہے۔ اس میں چھوٹے بڑے چالیس کمرے ہیں۔
دور دور سے آنے والی مہمان خواتین یہیں آکر ٹھہرتی ہیں اور آرام پاتی ہیں حضور کے خاندان کی تمام
بیبیاں اور بچے بھی اسی مکان میں قیام پذیر ہیں۔ کھانے پکانے کا سارا انتظام بھی اسی حویلی میں ہوتا ہے۔
مردوں کے قیام و آرام کے لئے بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وسیع
شیش محل | دو منزلہ مکان بنایا ہے جو عرف عام میں شیش محل کے نام سے مشہور ہے۔ اس
میں پچیس کمرے ہیں۔ ہر کمرہ کسی شہر کے یارانِ طریقت کے لئے مخصوص ہے۔ عرس شریف کے
موقع پر مہمان آتے ہیں تو سب کمروں میں فرش کر دیا جاتا ہے اور سب اپنے اپنے کمروں میں ٹھہر جاتے
ہیں۔ دوسرے اوقات پر جو مہمان آتے ہیں وہ بھی یہیں فروکش ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

رفاہ عام کے کام محض رضائے الہی کیلئے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تمام زندگی دین کی خدمت اور رفہ عام کے کاموں میں صرف فرمائی ہے

ان مختصر تفصیلات سے اندازہ کرنا مقصود ہے کہ آپ کس کس طرح عام خلقت کی بہبود کا انتظام فرماتے تھے۔ درز سرانسی، مہمان خانے، کنوئیں وغیرہ جو آپ نے مدت العمر میں تعمیر کرائے ان کا تفصیل سے اندراج کرنا ممکن نہیں جسوقت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دستور زندگی یہ تھا کہ جب کسی نیک کام کا ارادہ کر لیا جائے تو بس اس کو شروع کر ڈالو۔ اسباب ظاہر پر نظر مت کرو تم کو جس فائدہ کی رضا جوتی مقصود ہے وہ خود انتظام فرمائیں گے۔ آپ کی اپنی حیات طیبہ سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ آپ محض توکل پر تکیہ کر کے کام شروع فرمادیتے تھے۔ اور رب العزت خود اس کی تکمیل کے لئے ذرائع و وسائل مہیا فرمادیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ میں تنہا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا "اختر! میں نے آج تک کوئی چیز اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے نہیں بنائی۔ ہر کام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے بندوں کے لئے کیا ہے۔ وہی قبول فرمانے والا ہے۔" حضور نے اپنی طویل حیات مبارک میں لاکھوں اور کروڑوں روپے کے صرف سے کیا کچھ نہیں کیا۔ جیسا کہ حضور کے اپنے بیان سے معلوم ہوا، یہ سب کچھ خالصتہ لوجہ اللہ تھا۔ جس سے کسی قسم کی ذاتی منفعت اور مفاد وابستہ نہ تھا۔ اس سب کا کیا کچھ صلہ بارگاہ رب العزت میں ملا اور ملتا رہے گا۔ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے۔ دنیا والے اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ والوں کی باتیں اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

ملی اور فلاحی ادارے

قارئین کتاب کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز ہر اس کام میں شرکت کے لئے پورے انہماک کے ساتھ اقدام فرماتے تھے جو اسلامیات پر صغیر کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔ تبلیغ دین اور تحفظ شعائر اسلام کے لئے آپ کسی مشکل اور

مسجد نور سے جانب شمال حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک درخت پر دو منزلہ مہمان خانہ مکان مہمانوں کے لئے تعمیر کروایا تھا۔ اس میں چھوٹے بڑے پندرہ

کمرے ہیں۔ عرس شریف کے دنوں میں یہاں بھی مہمان قیام کرتے ہیں۔ نیچی منزل میں سال بھر کے غریب کے لئے غلہ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ راقم بھی دروازے سے ملحق اسی مکان کے ایک کمرے میں قیام رکھتا ہے۔ دوسرے اوقات میں آنے والے مہمان میرے پاس بھی قیام کرتے ہیں۔

کنوئیں و الی حویلی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کنوئیں پر بھی ایک بڑی حویلی تعمیر فرمائی تھی۔ یہ حویلی تقریباً چار کنال میں بنی ہوئی ہے۔ یہاں بھی

مہمان قیام کرتے ہیں۔ عرس شریف کے موقع پر تو خصوصیت سے یہ جگہ زائرین کیلئے محفوظ ہوتی ہے۔ دیگر ایام میں کاشت کرنیوالے درویش یہاں رہتے ہیں۔ اور کاشت سے متعلق مال مویشی بھی یہیں رکھے جاتے ہیں۔ برادر حاجی حافظ میر بشیر حسین شاہ صاحب اس وقت کا متدکاری کے منتظم ہیں، اسلئے آپ بھی یہیں قیام فرماتے ہیں۔

تین تالاب علی پور سیداں کا علاقہ بارانی ہے۔ اب سے دو پار ایک دفعہ پنجاب میں قحط پڑا تھا۔ علی پور سیداں اور نواحی دیہات سب سے

زیادہ متاثر ہوئے تھے۔ بعض جگہ مویشیوں تک کے لئے پانی نایاب تھا۔ سب مزدور قحط سے پریشان تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی پور سیداں میں تین تالاب کھدوانے شروع کر دیے۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو کام میسر آگیا۔ مزدوری حاصل ہونے لگی۔ اور روزی کا انتظام ہو گیا۔ چند سال میں تینوں تالاب کھد کر تیار ہو گئے۔ بارش کے موسم میں یہ تالاب پانی سے بھر جاتے ہیں۔ اور سال بھر مال مویشی آکر پانی پیتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت کیا "اختر! یہ اتنے مال مویشی کہاں سے آتے ہیں؟" میں نے عرض کیا "گرد و نواح کے دیہات میں پانی نہیں ہے۔ اس لئے وہ اپنے مویشیوں کو یہاں لاکر پانی پلاتے ہیں" خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا۔ "الحمد للہ! ہم نے جو کچھ خرچ کیا تھا وہ وصول ہو گیا ہے" جس زمانے میں بارشیں کم ہوتی ہیں، ان دنوں ان تالابوں سے پانی لے کر کاشت کے لئے زمینیں بھی سیراب کی جاتی ہیں اس مقصد سے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تالابوں پر جھلاریں بنوا دی ہیں تاکہ کسانوں کو آسانی ہو

رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اور مذہبی تعلیمی اور سماجی اداروں کی امداد اور سرپرستی پر سے ذوق و شوق سے انجام دیتے تھے۔ ایسے تمام اداروں کی تفصیلات آج ہمارے سامنے نہیں ہیں، لیکن پنجاب ہی نہیں، سارے برصغیر میں جس جوش اور جذبے کے ساتھ آپ نے دینی، ملی اور قومی خدمات انجام دی ہیں، وہ سب کے پیش نظر ہیں۔ اس لئے یہ کہنا بے جا ہو گا کہ ملک و قوم کے قابل ذکر اور مقتدر ادارے اور انجمنیں آپ کی اعانت اور فیض سے بارور اور مستفید ہوئیں۔

مسلم یونیورسٹی جب مسلم یونیورسٹی کے قیام کی تحریک شروع ہوئی تو آپ سے بھی رجوع کیا گیا۔ اور ایک لاکھ روپے کی خطیر رقم کے وعدے کی ذریعہ

کی گئی۔ اس زمانے میں (یعنی ۱۹۱۱ء میں) ایسی بیش قرار رقم کے وعدے کی بڑے بڑوں کو بہت نبوتی تھی لیکن حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ قومی و ملی خدمت کے معاملے میں کسی احتیاط کے قائل نہ تھے البتہ آپ نے وعدہ کرتے ہوئے یہ شرائط عاید کیں اور فرمایا کہ آپ میری شرطیں قبول کریں تو میں ایک لاکھ نہیں کئی لاکھ دوں گا۔ اور یونیورسٹی میں ہر مسلمان طالب علم کے لئے مناسب لازم قرار دی جائے۔ اور (۲) دینیات کی تعلیم بھی لازمی رکھی جائے۔ اگر یونیورسٹی نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عاید کردہ شرطوں کو بخوشی منظور کیا۔ چنانچہ سب جانتے ہیں کہ علی گڑھ کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہاں نماز کی باقاعدہ حاضری ہوتی تھی۔ اور دینیات کی تدریس کا بھی خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ حضرت مولانا سلیمان اشرف مرحوم اور حضرت مولانا ابوبکر شید مرحوم جیسے علماء کرام دینیات کی تعلیم کے نگراں تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ساری رقم کئی قسطوں میں ادا فرمائی اور گراں قدر موعودہ عطیہ دے کر ایسی مثال قائم فرمائی جس کی اس زمانے میں کسی اور کو بہت نبوتی تھی۔

حضور کے عطیہ کی رسید حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رقم بالاقساط ارسال فرمائی تھی۔ جب خاص کے عطیہ کے علاوہ اس میں

یاران طریقت کے چندے بھی شامل تھے۔ دلچسپی کے لئے ذیل میں حضور کے عطیات کی دو رقموں کی رسیدیں (نقل مطابق اصل) درج کی جاتی ہیں۔ ان رسیدوں کی نقیضیں حسن اتفاق سے حاصل ہوئیں۔ ڈاکٹر خالد حسن صاحب قادری سلمہ ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔

لیکچرر شعبہ اردو لندن یونیورسٹی، نے پروفیسر محمد طاہر فاروقی صاحب کو ان کی نقل بھیجتے ہوئے لکھا کہ "لندن یونیورسٹی کا ایک انگریز طالب علم تحقیق کے سلسلے میں ہندوستان گیا تھا۔ آزاد لائبریری ملی گڈ میں پرانے کاغذات اور فائل دیکھتے ہوئے، اسے پرانی رسید بھی ملی۔ اس میں سے ان دو رسیدوں کے مشن کی فوٹو اسٹیٹ نقل وہ اپنے ساتھ لایا ہے۔ میں آپ کی دلچسپی کے لئے بھیجتا ہوں۔ نقل صحیح طور پر مطابق اصل ہے۔ فاروقی صاحب نے ان رسیدات کی نقول یہاں شاہی کی ہیں تاکہ یادگار رہیں۔

۸۶-۱۳۷۸ معرفت پریس سید جماعت علی شاہ صاحب علی پور سیالکوٹ

بدست مسٹر محمد کرم الہی صاحب بی اے پلیڈر سیالکوٹ۔

الذی علیہ

ماہ نومبر ۱۹۱۱ء میں وصول ایضاً

۹۳-۱۵۰۹ منجانب حاجی صوفی سید پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری۔

معرفت ڈاکٹر غلام نبی احمد خان

ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء میں وصول ایضاً

خلافت کانفرنس لائل پور منعقدہ ۲ مارچ ۱۹۲۱ء حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس کے فی البدیہہ خطبہ صدارت میں آپ نے اپنی ملی خدمات کا ذکر فرماتے ہوئے کہا تھا کہ "علی گڑھ یونیورسٹی کے لئے چندہ جمع ہونا شروع ہوا۔ میرے محرم نواب وقار الملک مرحوم اور نواب اسحاق خان میرے پاس آئے اور انھوں نے میرے پاؤں پکڑ لئے۔ میں نے یہ شعر پڑھا۔

گر بر سر چشم من نشینی نازت بکشم کہ ناز منی

انھوں نے مجھ سے استدعا شمولیت کی۔ میں شامل ہو گا۔ میں نے کئی لاکھ روپے

جیب خاص سے کوئی قسم عطا فرمائی ہے، تو معاصرین اور یاروں نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا ہے اور دیکھتے دیکھتے ہزاروں روپیہ جمع ہو گیا ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سامنے زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ ”انجمن حمایت اسلام کا جلسہ ہو رہا تھا۔ میری صدارت تھی۔ ڈاکٹر اقبال صاحب میرے پاؤں کے قریب بیچے فرش پر بیٹھ گئے منتظر ہیں نے ڈاکٹر صاحب کو مجبور کیا کہ ”کرسی پر تشریف رکھئے“ ڈاکٹر صاحب نے کہا ”اقبال حضرت کے قدموں ہی میں اچھا ہے“ اس پر میں نے کہا ”اور جس کے قدموں میں اقبال ہو پھر اسے کیا ہو اے“ ڈاکٹر صاحب نے میرے اس فقرے کا بہت لطف لیا اور میرے پاؤں پکڑ لئے۔“

ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آگیا ہے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد بھی یادگار ہو گا۔ فرماتے تھے ”میں ڈاکٹر صاحب کی بیماری میں ان کی عیادت کے لئے گیا تو ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ ”حضرت! آپ کو اور میں کہ میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں۔ میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے میرے والد صاحب فلاں بزرگ کے خلیفہ تھے۔ حضرت قبلہ نے ان بزرگ کا نام بھی لیا تھا۔ مگر مجھے یاد نہیں رہا۔“

پروفیسر محمد طاہر صاحب فاروقی نے اپنی کتاب ”سیرت اقبال“ میں یہ دونوں واقعات صفحات ۱۰۳-۱۰۸ پر بیان کئے ہیں۔ ان کے بیان میں جزئی لفظی فرق ہے۔ فاروقی صاحب نے صحت پر یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ”ایک صحبت میں حضرت پیر صاحب قبلہ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سے کہا۔ ”آپ کا ایک شعر تو میں بھی یاد ہے۔ یہ کہلہ یہ شعر پڑھا۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے نور بازو کا۔ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں علامہ یمن کربے حد سرد ہوئے اور کہنے لگے ”میری نجات کے لئے اتنا ہی کافی ہے“

ندوة العلماء لکھنؤ
ندوة العلماء لکھنؤ کے سالانہ جلسے کی صدارت کے لئے آپ تشریف لے گئے تو علامہ شبلی، مولانا عبدالحق، صاحب تفسیر حرقانی، مولانا عبد اللہ نوکی اور دیگر علماء اکابر نے آپ کی سپاس گزاری کی۔ اور آپ کی ندوة العلماء کی سرپرستی کو سراہا۔ دوسرے ملی ادارے | حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی متم خانے خود قائم کئے تھے۔ جن

مندہ جمع کر کے دیا۔ جو کچھ مجھے توفیق تھی اپنے پاس سے جمع کر لیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ ابتدا میں آپ نے صرف ایک لاکھ روپے کا وعدہ فرمایا تھا، لیکن آپ کے ارشاد کی تعمیل میں عقیدت مندوں اور یاروں نے جو رقوم پیش کیں، وہ حضور کے فانی عطیات کے ساتھ مل کر کل رقم ایک لاکھ سے کئی لاکھ ہو گئی تھی۔

حزب الاحناف
حضرت مولانا مفتی دیدار علی صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ دارالافتاء اگرہ میں مفتی اعظم تھے۔ وہاں سے مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب یا خطبہ کی حیثیت سے ان کو بلانے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جلیلہ قابل ذکر ہیں حضور نے حضرت مفتی صاحب کے ساتھ کمال تعاون فرمایا اور ان کے لئے سہولتیں بہتیا فرمائیں۔ بعد میں حضرت مفتی صاحب کے صاحبزادگان مولانا البر الحناات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری مدظلہ العالی بہت شریفانہ انتہوں علمائے کرام سے حضور کے مخلصانہ مراسم تھے یہ حضرات علی پر تشریف کے جلسوں میں کئی بار تشریف لائے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرصہ تک دہلی دروازے کے اندر مسجد میں اقامت گزین رہے یہیں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اور مشورے پر ان علمائے گرامی نے حزب الاحناف قائم کی۔ حضور نے حزب الاحناف کی گراں قدر مالی اعانت فرمائی۔ اس کے جلسوں میں شرکت کی اور صدارت فرمائی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے لاہور کے یارانِ حقیقت حزب الاحناف کی ہر طرح مدد اور اعانت کرتے رہے۔ دوسرے شہروں میں حزب الاحناف کی شاخیں قائم ہوئیں تو یارانِ حقیقت نے وہاں بھی سب گہمی سے حصہ لیا۔ چنانچہ بحمد اللہ قلیل عرصے میں حزب الاحناف ایک عظیم و مقتدر ادارہ بن گئی۔

انجمن حمایت اسلام
انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسوں میں آپ کئی بار شریک ہوئے۔ اور انجمن آپ کے عطیات سے مدتوں تک بہرہ مند ہوتی رہی۔ آپ نے کئی بار انجمن کے سالانہ جلسوں کی صدارت بھی فرمائی۔ جیب خاص کے عطیات کے علاوہ، حضور کی تقلید میں یارانِ حقیقت بھی دل کھول کر چندے دیتے تھے۔ اس صدی کے نصف اول میں آپ نے انجمن حمایت اسلام کی جو مالی اعانت فرمائی اس کی صحیح تفصیل یقین کے ساتھ ہمارے علم میں نہیں۔ یہ البتہ معلوم ہے کہ جب بھی حضور نے

تھے۔ آپنے فوراً پانچ سو روپیہ مجلس احرار کے لئے ارسال کیا۔ اور یارانِ طریقت کو اس تحریک میں حصہ لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ یارانِ طریقت نے ہر جگہ پوری تہجدی سے کام شروع کیا۔ اپنی خدمات بھی پیش کیں اور جلسے کر کے چند سے کئے اور وہ تقویم مجلس احرار کو ارسال کیں۔ یاروں میں بہت لوگ جیل میں گئے۔ خلفا میں سے مولوی امام الدین صاحب، پیر ولایت شاہ صاحب، فشی احمد دین صاحب، ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کجھای بذاتِ خود اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ جیل میں گئے۔ ان حضرات نے ہزار ہا روپیہ نقد اور ہزاروں روپیہ کی مالیت کے زیورات مجلس کے فنڈ میں ارسال کئے تھے۔ قید ہوئے تو دوسروں کی طرح ان میں سے کسی نے معافی نہیں مانگی۔ یارانِ طریقت اور خلفا میں سے سب قید بند کی پوری مدت گزار کے رہا ہوئے۔ جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد دکن سے واپس آئے تو مجلس احرار کے زعماء اظہارِ تشکر کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے اس وقت ہیر پانچ سو روپیہ کا عطیہ مرحمت کیا۔

خلافتِ کانفرنس لائل پور کے خطبہٴ صدارت کا ایک مختصر اقتباس پہلے آچکا ہے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ملی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ ”جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبہٴ اسلامی مفقود نظر آتا تھا، میں بفضلِ خدا اس زمانے میں بھی اپنے فرائض ادا کرتا رہا۔ حجاز ریلوے کے لئے چند سے کی فہرست کھولی گئی۔ ہندوستان میں سب سے پہلے مجھے یہ فخر حاصل ہوا کہ سلطان عبدالحمید خان غازی مرحوم و مغفور کے دستخطِ خاص سے پانچ اسناد عطا ہوئیں۔ ارسال کردہ رقوم کے لئے مجھے پانچ تھنہ بھی ملے۔ (علی گڑھ یونیورسٹی میں کئی لاکھ جمع کرایا)۔ طرابلس فنڈ۔ بلقان فنڈ۔ کانپور کی مسجد۔ اور دیگر مواقع پر میں نے کافی سے زیادہ چندہ جمع کیا۔ اور اپنے یارانِ طریقت سے بھی دلویا۔ میں نے آج تک ساڑھے سترہ سو روپے اپنی جیب سے خلافت کے لئے پیش کئے ہیں۔ اور جو سرمایہ میرے یارانِ طریقت نے میرے کہنے سے جمع کر کے بھیجا ہے وہ کئی لاکھ ہے۔“

”اُن! ایک بات اور یاد آگئی۔ جب آغا خاں یونیورسٹی کے لئے جلسے کرتے بھرتے تھے۔ (۱۹۱۱ء) تو انھوں نے آخر قسریں جلسہ منعقد کیا۔ میں اس جلسے کا صدر تھا۔ مسان محمد شفیع

کا پورا ہمارا آپ نمود بڑاشت کرتے تھے۔ نیز دوسروں کے جاری کردہ دارالیتامی کی سرپرستی اور امداد میں خاطر خواہ حصہ لیتے تھے۔ انجمنِ نعمانیہ لاہور کے قائم کردہ مدرسہ اور یتیم خانے کی آپ نے بیش قرار اعانت فرمائی ہے۔ سیالکوٹ اور نوشہرہ کے یتیم خانوں کی سرپرستی کا حال بھی معلوم ہے۔ مدرسہ تعلیم القرآن لاہور کو بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور اعانت حاصل رہی غرض دینی، قومی اور فلاحی اداروں کی سرپرستی اور امداد و اعانت میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مدتِ العمر مکمل انہماک کے ساتھ مشغول رہے۔ اس سلسلے میں آپ نے جن کانفرنسوں اور اجلاسوں کی صدارت فرمائی ان کی تعداد شمار سے بالاتر ہے۔ تحریکِ پاکستان، جمعیتِ العلماء ہندوستان، کانفرنسِ خلافتِ کانفرنس، سارہ ایکٹ، مسجد شہید گنج۔ اور فنڈ آؤڈ میں حضور کی قیادت اور مدت کا ذکر آئندہ علیحدہ ابواب میں آئے گا۔ طرابلس فنڈ اور بلقان فنڈ میری ابتدائی زندگی کے واقعات ہیں۔ اس لئے مجھے ان کی تفصیلات سے آگہی نہیں۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کئی خطبات میں خود اس کا ذکر فرمایا ہے۔ مولوی عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”قومی کارنامے“ نامی رسالہ میں بھی لکھا ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں حصہ لیا تھا۔ مگر فاقی طور پر میں تفصیلات سے بے خبر ہوں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے کارناموں کو دیکھتے ہوئے اتنا باآسانی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے طرابلس فنڈ اور بلقان فنڈ میں بھی حسبِ عادت جیب خاص سے عطیات مرحمت فرمائے۔ اور آپ کے اتباع میں یارانِ طریقت نے بھی وافر رقوم پیش کیں۔

تاریخ کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ اس صدی کے آغاز ہی میں نہیں، دوسری جنگِ عظیم سے پہلے تک ہندوستان میں روپیہ کی کیا قدر و قیمت تھی۔ اس زمانے کا ایک دوسرا ہمارا زمانے کے سچاس روپے سے زیادہ کارآمد ہوتا تھا۔ ارزانی تھی، پھر موجودہ دور کے اقتصادی الجھاوے اور افراطِ زر کی پیچیدگیاں نہ تھیں۔ ان دونوں کے سو روپے آج کے ہزار کیا، پانچ او دس ہزار کی قیمت رکھتے تھے۔ لاکھوں کی بات اس زمانے میں حیرت ناک ہوا کرتی تھی۔

مجلس احرار اسلام | مجلس احرار اسلام نے پنجاب میں جب اپنی تحریک شروع کی ہے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد دکن میں تشریف فرما

صاحب بیرسٹر جو آج کل وزیر حکومت ہند ہیں، تقریر کر رہے تھے۔ دوران تقریر انھوں نے کہا کہ "میں آج بہت خوش ہوں کہ ہمارے دینی بزرگوں میں بھی احساس قومی پیدا ہو گیا ہے۔" میں نے میاں محمد شفیع صاحب سے کہا۔ "یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آج کوئی پہلا دن نہیں ہے کہ میں نے کسی تعلیمی کام میں حصہ لیا ہو۔ میں تو ہر قومی انجمن کا صدر بنتا رہتا ہوں۔ جس دن میں کوئی قومی خدمت انجام نہیں دیتا، اپنا کھانا حرام سمجھتا ہوں۔" اس جلسے میں شیخ عبدالقادر صاحب، محمد عمر صاحب مرحوم بیرسٹر، مولوی طغری خان صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب موجود تھے۔ میں نے ان سب اصحاب کو مخاطب کر کے کہا: "تم ہی بتاؤ کہ جتنے قومی کام ہوئے ہیں ان میں سے کتنے پرانے خیال کے بوڑھوں نے کئے ہیں۔ اور نئی روشنی کے جوانوں نے کتنے کئے ہیں۔" ان حضرات نے اس موقع پر اس امر کو تسلیم کیا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے پنجاب کی فوج میں پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں ایک متنفذ کو بھی بھرتی نہیں کرایا۔ ڈاکٹر صاحب لفٹننٹ گورنر کو ایک مختصر نامہ پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر پیرانہ عظام کے دستخط موجود ہیں۔ لیکن میرے دستخط ہرگز نہیں ہیں۔ میں لاٹ صفا کے پاس تک نہیں گیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے۔ میں انشاء اللہ کبھی بھی کسی انگریز افسر کے پاس نہ گیا اور نہ جاؤں گا۔" (پورے خطبہ آخر میں درج ہے۔ وہاں مطالعہ کیجئے)

ایڈیٹر جماعت کی رواداد جناب عزیز بخندومی امرتسری ایک سفر میں حضرت قبلہ عالم قدس سرۃ العزیز کے ہرکاب سے تھے۔ انھوں نے اپنے ماہوار رسالے "جماعت امرتسر" بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۲۶ء میں اس دورے کی مختصر رواداد چھاپی تھی۔ انھی کے الفاظ میں راج کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ دینی اور ملی اداروں کی سرپرستی میں حضور والا کیسا کچھ اہتمام فرماتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اول نومبر میں جذبۂ ارادت جو کہترین خدام کو قدوة الکاملین زبدۃ العارفین رئیس المدین عالی جناب حضرت مولانا حاجی حافظ پیر سید محمد جماعت علی شاہ صاحب قبلہ دست برکاتہم و فیوضہم سے ہے، مجھے کشاں کشاں علی پور سیدان لے گیا۔ تو ایک روز کے بعد حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب مدظلہ نے اشاعت اسلام کے لئے سفر اختیار فرمایا مجھے ہزار رکاب

رہنے کا حکم ہوا۔ علی پور سیدان سے سیالکوٹ پہنچے، جہاں کے یاران طریقت کی مشتاقانہ التجاؤں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو چند روز تک روک رکھا۔ اس کے بعد چونکہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور کا جو پنجاب میں ایک عظیم الشان اور واحد مجلس خفیہ ہے، عرصہ دراز سے احناف کرام کی تعلیمی و مذہبی خدمات انجام دے رہی ہے۔ سینتیس سال سے لازماً جلسہ تھا۔ اور انجمن موصوف نے شاہ صاحب کو شرکت کے لئے دعوت دی تھی، اس لئے مع چند یاران طریقت عازم لاہور ہوئے۔ میں بھی دکان میں تھا۔ لاہور پہنچ کر مسجد ٹولیاں میں فروکش ہوئے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کی خبر لاہور کے طول و عرض میں برقی رو کی طرح پھیل گئی۔ ارادت کیش و عقیدت اندیش جوق جوق شوق زیارت سے بے تاب ہو کر آنے لگے۔ حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی سید ابوالمحمد محمد ویدار علی صاحب اوری خطیب مسجد وزیر خاں کی علالت طبع کی وجہ سے انجمن معین الاسلام لاہور، دائرۃ الاصلاح لاہور، اور حزب الاحناف لاہور کے اراکین کا ایک وفد خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ اور حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ نماز جمعہ آپ ہی پڑھائیں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمایا۔ اور نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔ نماز کے بعد کامل تین گھنٹے تک مسلسل وعظ فرماتے رہے جس میں محققانہ و عالمانہ حقائق و معارف بیان فرمائے۔ اور متعدد مسائل حقہ نہایت مؤثر انداز میں وضاحت کے ساتھ بیان کئے۔ ابن سعود کی فتنہ پرانہوں اور ظلم و ستم کا تذکرہ کیا، جو اس نے ہزار ہا سچے مسلمانوں پر بلا وجہ روا رکھے۔ اور جن کی نسبت کثیر التعداد علماء و صلحا اور ثقہ زائرین کی عینی شہادتیں موجود ہیں۔

انجمن نعمانیہ ہند لاہور دوسرے روز انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے جلسے میں تشریف لے گئے۔ نماز ظہر کے بعد گیارہ بجے رات تک شریک جلسہ رہے۔

اس عرصے میں جن نمازوں کے وقت آئے، جلسہ گاہ ہی میں ادا فرمائیں۔ اس اجلاس میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو اکیس روپے چندہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ رات کے گیارہ بجے کے بعد مسجد ٹولیاں میں واپس تشریف لائے۔ دوسرے روز اتوار کو پھر جلسے میں رونق افروز ہوئے۔ اور نماز ظہر کے بعد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر شروع کی۔ جو کہ اپنی جامعیت اور احتوائے شریعت و طریقت کے اعتبار سے دریا بر کوزہ کی مصداق تھی، جلد بجلد افسر فخریہ

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا، جو حضرت قبلہ عالم مدظلہ العالی کے مبارک سفر کی روداد لکھتے ہوئے سلسلہ کلام میں موجب اختلال ہوا۔ لہذا پھر ذکر حبیب کی طرف عود کرتا ہوں۔

”انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے جلسے سے فارغ ہوئے تو یارانِ طریقت کے اصرار سے چند روز اور لاہور میں ٹھہرنا پڑا۔ حضرت مولانا مولوی مفتی سید ابو محمد محمد دیدار علی صاحب الوری خطیب مسجد وزیر خان ہنوز شفا یاب نہیں ہوئے تھے، اس لئے عالی جناب قبلہ شاہ صاحب مدظلہ کی خدمت بابرکت میں پھر ایک فہد حاضر ہوا۔ کہ اس مرتبہ بھی نماز جمعہ کو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی امامت فرمائیں۔ نیز اہل لاہور کو اپنے مواظپت حسنہ سے بہرہ اندوز سعادت ہونے کا ایک دفعہ اور موقع دیں۔ چنانچہ دوسرا جمعہ بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے وزیر خان کی مسجد میں پڑھایا۔

انجمن خدام المسلمین قصور

ایک دور روز اور قیام کرنے کے بعد اہل قصور کی پے پیسے درخواستوں کی وجہ سے قصور تشریف لے گئے۔ خوش نصیبی سے اس تمام سفر میں نیاز کیشی سببی گرو راہ کی طرح دامنِ عاطفت سے پستار ہا۔ یہاں بھی مسلمانوں کی ایک انجمن قائم ہے، جسے خدام المسلمین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس انجمن کا سالانہ جلسہ دوسرے ہی روز شروع ہونے لگا تھا۔ اس میں باتفاق آدھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دست برکاتہم ہی کو صدر بنایا گیا۔ جہاں آپ نے انشاعتِ اسلام کے موضوع پر ایک لولہ انگیز اور محرکہ الآرا تقریر فرمائی۔ حاضرین جو ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے بے حد متاثر ہوئے۔ انجمن خدام المسلمین نے دو سال کے تکلیف عرصے میں ایک ہزار آٹھ سو غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا ہے۔ بلاشبہ انجمن خدام المسلمین قصور کا یہ کارنامہ سزاوار تبریک و تحسین، اور دیگر انجمنوں کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے۔ اراکین انجمن مذکور کی خدمات و ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے عالیجناب حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب محدث علی پوری مدظلہ العالی نے حبیب خاص سے ایک سو پندرہ روپے عطا فرمائے۔ یہ بات خاص طور پر قابلِ مسرت ہے کہ یہ انجمن بھی حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب مدظلہ کے فدا یوں ہی کی دینی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے۔

اختتامِ جلسہ کے بعد بھی ایک روز کے لئے قصور میں قیام رہا۔ صبح کا وقت تھا یارانِ طریقت زیارت کے لئے حاضر تھے۔ کہ اتفاقاً حضور کی توجہ رسالہ ”جماعت کی طرف

اور لفظ لفظ سے لکات محفوت کے پسے اہل رہے تھے غرض حضور کے ارشادات کیا تھے، قرآن و حدیث کا پتھر تھا۔ حاضرین نہایت متاثر و محفوظ ہوئے۔ اس وقت حضور مدح نے رقم موعودہ عطا فرمائی۔ اور مولانا مولوی محمد یار صاحب بہادل پوری کے وعظ پر سولہ روپے اور بھی عطا کئے۔ اس کے علاوہ پیر بھائیوں نے بھی ایک معتد بہ رقم انجمن کو امداد کے طور پر دی۔

عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مولوی ظفر علی خان صاحب فیاض علیگ۔ مالک اخبار ”زمیندار لاہور“ کو جو حضرت قبلہ عالم کی زیارت کے لئے جلسے میں آئے ہوئے تھے، کچھ کہنے کا موقع دیا گیا۔ جنھوں نے علوم و دینیہ کی ترغیب و تخریس کے متعلق ایک برست تقریر کی۔ اور حضرت شاہ صاحب قبلہ دست برکاتہم کی مسامی حبیلہ کا نہایت شہر و سبط کے ساتھ ذکر کیا۔ جو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے میدانِ ارتداد میں عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ اور بتایا کہ اس اہم ترین خالص دینی و اسلامی کام میں جنھوں نے حضرت قبلہ عالم مدظلہ نے سرگرم حصہ لیا ہے۔ اس کی نظیر عہدِ حاضر کی تمام اسلامی انجمنوں کے کارناموں میں بحیثیت مجموعی بھی نہیں ملتی۔

ہاں! اس موقع پر اس اتہام و افتراء پر دازی کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے، جو بعض شہر کے مشہور حامدِ اذیث اہل حدیث نے کی ہے۔ اذیث اہل حدیث کی یہ ایک جہلی اور مستزاد عادت ہے کہ وہ ہمیشہ نامور علمائے احناف کی نسبت عموماً اور حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری کی شان میں خصوصاً ہرزہ سرائی کو اپنی اور اپنے اخبار کی شہرت کا ذریعہ بنانے کی کوشش کیا کرتا ہے۔ لیکن اذیث اہل حدیث کو یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب مدظلہ کی شان اس سے بہت ارفع ہے، کہ وہ اس قسم کی بے وقعت کینہ توزیوں کی طرف التفات فرمائیں کسی عربی نکتہ سنج نے بجا کہا ہے کہ

عِزُّ اِمْرَاِ الْعَنْقَاءِ اَكْبَرُ اَنْ تُصَادَا

ترجمہ: عنقا سطحی ام چینیوں سے بہت بلند ہے

اسی مضمون کو ایک ایرانی حقیقت نگار نے یوں ادا کیا ہے۔

برو این نام بر مرغِ دگر نہ کہ عنقا را بلندست آشیان

بہر کیف اسی جلیل القدر اور عظیم البرکت سہتیوں سے ٹکرانا خود اپنی فرومایگی کا ثبوت دیتا ہے

سر اپنا نور قبلہ عالم محدث علی پوری مدظلہ العالی کا نہایت شاندار طریقے سے خیر مقدم کیا۔ اور پروانہ دار اس شمع ولایت پر شاد ہوئے لگے۔

تحریک خلافت

حضرت مولانا قادری صاحب نے حضورِ الہی کی منقبت میں کیا خوب فرمایا ہے :-
جس نے بن کر محبِ پدِ سلام اہل سلام کی قیادت کی
جس سے سعی و عمل کے میدان میں دین سے حدیسی سیاست کی
اس اجمال کی تفصیل آئندہ ابواب میں مطالعہ کیجئے :-

پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر مسلمانانِ عالم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ مغرب کی ریشہ دوانیوں اور دستیسہ کاریوں کے نتیجے میں ممالک عربیہ مرکز اسلامی ترکی اسے جدا ہو گئے عیسائی طاقتوں نے ان کو ہرپ کر لینے کے لئے ”امذاب“ کے پردے میں مالِ غنیمت جان کر ان ملکوں کا حصہ بجز کر لیا اور اتحادِ عالم اسلامی کو پارہ پارہ کر ڈالنے کا عیسائی خواب اس وقت شرمندہ تعبیر ہوا۔ انگریزوں نے مسلمانانِ ہند سے مقاماتِ مقدسہ اسلامیہ کے تحفظ کے جو وعدے کئے تھے وہ سب کے سب دریا برد کر دیے گئے۔ ان حالات نے مسلمانانِ برصغیر کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا اور تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا۔

اتحادِ اسلامی کو از سر نو زندہ کرنے اور مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کی خاطر خلافتِ کانفرنس قائم ہوئی تو اسلامیانِ ہند نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پورے جوش و خروش سے اس تحریک کی امداد و اعانت میں سرگرم رہے طول و عرض ملک میں آپ نے دورے کئے۔ جا بجا خلافت کمیٹیاں قائم کرائیں۔ اپنی جیب خاص سے چند عطا کیا۔ اور آپ کی ترغیب پر یارانِ طریقت اور دوسرے مسلمانوں نے ہزار ہا روپے جمع کر دیے۔

جلسہ ہائے خلافت | حیدرآباد و دکن میں محمد اصغر صاحب بیرسٹر کی درخواست پر آپ

منعطف ہو گئی۔ اور گوشہ چشم کے ایک اشارے سے سب کے سب پیر بھائیوں نے جماعت ”کا سالانہ چندہ“ پیشگی ادا کر دیا۔ اور خریدار بن گئے۔ چنانچہ ان کے اسمائے گرامی اسی اشاعت میں کسی دوسرے مقام پر درج ہیں۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مقصود سے کالو والا کی طرف تشریف لے گئے۔ اور وہاں دو روز قیام کیا۔

”یارانِ طریقت کو روحانی تسلی و تسکین کا سبق دینے کے بعد فیروز پور کی طرف نہضت فرما ہوئے جہاں کے پیر بھائی ”عوضہ دراز“ سے چشم براہ تھے۔ شہر اور قصبات دیہات کے فدائی بکثرت زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ اور یہاں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کی نماز عید گاہ میں پڑھائی۔ اس لئے کہ شہر کی کوئی مسجد اس قدر انبوہ خلایق کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت ممدوح نے ایک پُر زور وعظ فرمایا جس نے الحاد، زندقہ اور بے دینی کی جڑیں کھوکھلی کر دیں اور مسلکِ اہل سنت و الجماعت کی تائید و حمایت میں اپنے مخصوص صوفیانہ انداز میں بومبدِ افیاض کی طرف سے حضور پُر نور قبلہ عالم شاہ صاحب کو ودیعت کیا گیا ہے۔ اور جس کا فیضان حضرت قبلہ کے جدا مجد سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰات و التحیات کے چشمہ ہدایت سے آپ تک پہنچا ہے، زبردست دلائل و براہین پیش کئے۔ رات کو انجمنِ حنفیہ فیروز پور کے ایک خاص جلسے کی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے صدارت فرمائی۔ اور ایک سو ایک روپیہ بطور امداد عطا کیا۔

”خاکسار جس روز سے حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم مدظلہ العالی کے ساتھ تھا، کئی مرتبہ سالہ کی اشاعت کے خیال سے نخصت طلب ہوا۔ لیکن اجازت نہ مل سکی۔ بارے فیروز پور سے فرات پانے کے بعد میری درخواست کی بھی شنوانی ہو گئی۔ اور عطائے اجازت کے ساتھ ہی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ روپے بطور اعانت رسالہ جیب خاص سے مرحمت فرمائے۔ وہاں سے میں امرتسر کو آ گیا۔ اور حضرت شاہ صاحب قبلہ ریاست فرید کوٹ تشریف لے گئے۔ جہاں ایک دن کے قیام کے بعد رہنمک ہوتے ہوئے، براہ راست چند علماء کی معیت میں انداؤ قلعہ ارتداد کے لئے غالباً ۲۵ نومبر کو آ کر پہنچے۔ راجہ منڈی اسمیشین پر مولانا قاضی احسان الحق صاحب ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔ اور مولوی قاضی محمد حفیظ الدین صاحب ناظم انجمن خدام الصوفیہ مع رضا کاران و رؤسائے شہر موجود تھے۔ جنہوں نے دلی تپاک سے حضور

فی البدیہہ تقریر فرمائی تھی جو بعد میں طبع ہو کر لاہور سے شائع ہوئی۔ آخری باب میں یہ پورا خطبہ درج ہے۔ یہاں بعض اقتباسات نقل کرنے مناسب ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا تھا۔

”بعض اصحاب نے میری نسبت یہ بدگمانی پھیلائی ہے کہ مجھے خطبہ صدارت لایل پور“ خلافت سے ہمدردی نہیں۔ میں خدمت خلافت میں حصہ لینے کے

کرتا ہوں۔ میں خدمت اسلام کے لئے میدان عمل میں آنے سے گھبراتا ہوں۔ یہ کذب ہے۔ دروغ ہے۔ افترا ہے۔ اور اس افترا کا بانی ملعون ہے۔ میں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے حیدر آباد دکن، پشاور، بنگلور، گوجرہ، اور کئی اور مقامات میں مجلس خلافت کی صدارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

”میں سچ کہتا ہوں مجھے خلافت سے دلی ہمدردی ہے۔ اور جس شخص کو خلافت سے ہمدردی نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ مجھے خلافت سے ہمدردی ہے۔ اپنی تعریف خود کرنا جہالت ہے۔ لیکن فقہ کا اصول ہے کہ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ اور حکم خداوندی ہے۔

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اس خدائی فرمان کے مطابق میرا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، میں ان کا اظہار کروں۔ جو کچھ کہتا ہوں اپنے خدا کی رضا جوئی کے لئے کہتا ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ مجھے ان کی کوئی خوشامد نہیں۔ میں تو جو کچھ کر رہا ہوں، اپنے مولا کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں۔ جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبہ اسلامی مفقود نظر آتا تھا، میں تو بفضل خدا اکیلا ہی اس زمانے میں اپنے فرائض ادا کرتا رہا۔“

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حکومت انگلشیہ سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔ قومی، اسلامی اور ملی خدمت کے موقع پر حکومت کو دواشکات الفاظ میں مطعون کرنا اور واضح دھمکی سے خطبات کرنا آپ کا اصول تھا۔ اس موقع پر بھی آپ نے فرمایا تھا ”میں نے سنا ہے کہ میری نسبت کہا جاتا ہے کہ میں انگریزوں سے ڈرتا ہوں۔ میں ان کا طرفدار ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں نے ان کا کونسا خطاب قبول کیا۔ کون سی باہر حکومت سے حاصل کی۔ کون سا تمغہ یا سندی۔ میں ان دنیا والوں اور ان کی تمام دنیاوی چیزوں پر حسرت بھیجتا ہوں۔ مجھے انگریزوں سے کیا ڈر۔ کیا غلط ہے۔ ڈرے وہ

نے جسے کی صدارت کی۔ اور تیس ہزار روپیہ جمع کر کے خلافت فتنہ میں عطا فرمایا۔ کافی کٹ۔ تلچہری (مالابار) ترپور (ذیر کوہ نیل گوہی) کوہ مطور (مدراں) کورگ، میسور، حیدر آباد دکن۔ راولپنڈی۔ نوشہرہ۔ پشاور۔ بنگلور۔ ممبئی۔ کوہاٹ۔ گوجرہ۔ لائل پور۔ اور کتنے ہی دوسرے شہروں میں خلافت کے جلسوں میں آپ نے کئی کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ اور مسلمانوں کو اس تحریک میں سرگرمی سے حصہ لینے پر آمادہ کیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جن جلسوں میں تقریر فرمائی یا صدارت کی، ان میں بلا سٹا ہزاروں روپیہ چندہ ہوا جو خلافت فتنہ میں ارسال کیا گیا۔ ان جلسوں میں ٹوٹا حضور خود بھی چندہ عطا فرماتے تھے۔ بنگلور میں آپ نے ایک ہزار روپیہ جیب خاص سے مرحمت فرمایا، اور ملی پور شریف سے اٹھارہ سو روپیہ ارسال فرمائے۔ یاران طریقت بھی آپ کے حکم کے موجب بڑے چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ ممبئی کے یار سنیٹہ نورانی صاحب نے پچاس ہزار روپے کا وعدہ کیا اور حینہ دیا۔

خلافت فتنہ جب مولانا شوکت علی مرحوم نے مسلمانان برصغیر سے اپیل کی ہے کہ وہ فی کس صرف ایک روپیہ چندہ ارسال کریں، تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نیل گوہی میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے خاندان کے کل افراد شمار کر کے ساری قسم ممبئی ارسال کی۔ اور ایک اعلان عام چھپوایا جسے مرکزی خلافت کمیٹی کی طرف سے سارے ملک میں مشتہر کیا گیا تھا۔ اس اعلان میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ یاران طریقت کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ مولانا شوکت علی کی اس اپیل پر لبیک کہیں اور اپنا چندہ ایک روپیہ فی کس کے حساب سے سارے خاندان کی طرف سے ارسال کریں۔ چنانچہ ایک لاکھ سے بہت زیادہ رقم خلافت فتنہ میں ارسال کی گئی۔

خلافت کانفرنس لائل پور ۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو ضلعی خلافت کانفرنس لائل پور میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی۔ جس میں مولانا شوکت علی صاحب اور دوسرے زعمائے قوم بھی شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خطبہ صدارت بڑا دتل اور دلورہ انگیز تھا۔ آپ نے

کی مجلس اس لئے کہ انھوں نے انگریزوں کو مخاطب کر کے لکھا تھا کہ تم مھر کو چھوڑ دو۔ اور یہ کہ ترکی شریک جنگ ہونے میں حق بجانب تھا یہی بات دیکھ کر کون سا جرم ہے۔ ہر ایک مسلمان بشرطیکہ وہ مسلمان ہو یہی کہے گا۔ پھر محمد علی کا کیا جرم ہے۔

”ہم گوشت نشینوں کو، ان لوگوں کو جنھوں نے ماسوا اللہ سے رشتہ منقطع کر لیا ہے، کہا

جاتا ہے :

دنوز مملکت خویش خسرواں دانند گدائے گوشت نشینی تو حافظا خزوش

ہماری کسی بات کی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہمارے اقوال کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ شاید دنیا والے بھول چکے ہیں کہ خدا نے برتر اور اس کے بندوں میں کیا کیا طاقت موجود ہے۔ یاد رکھو کہ درویش کی صدا مانی جاتی ہے۔ اگر پہلے نہیں سنی گئی تو اب سنی جائے گی۔ یہاں مسلمان بھائی حکومت سے صرف یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے مقامات مقدسہ، اور ان سے چھینے ہوئے ممالک، اپس دے دیے جائیں۔ ہمیں تو یہ خیال تھا کہ حکومت والے دنیا کے عجیب و غریب کو بھلا کر اخلاق سے کام لیں گے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا۔ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ حکومت والے سچی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارا حق ہمیں نہیں دیتے۔ ہماری خوشی کو اپنی آسائش پر قربان کر رہے ہیں۔ میں حکومت سے علی الاعلان کہتا ہوں یاد رہے کہ اگر یہی حالت ہی تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ ہم مسلمان ہیں، ان چین سے بیٹھیں گے نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے۔

”میں کلمہ توحید پڑھ کر اعلان کرتا ہوں کہ خدمت اسلام، خدمت خلافت کے

لئے میری جان تک حاضر ہے۔ مجھے جان تک پیش کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ انشاء اللہ میں سب سے پہلے اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔ جس کا جی چاہے میدان عمل میں تجربہ کرے۔ لوگوں کی زبان بندی کر دی جاتی ہے۔ لیکن خدا کے سوا کون ہے جو میری زبان بند کر سکتا ہے۔ اگر مجھے باہر و غرض سننے سے روکا گیا، تو میں مسجد کے منبر پر، مسجد کے اندر، مسجد کے مینار پر چڑھ کر کلمہ الحق سناؤں گا۔“

مولانا شوکت علی مرحوم نے اسی وقت اعلان کیا کہ اس خطبے کا انگریزی ترجمہ چھپوا کر ۲۵ ہزار

جس کو دنیا اور دنیا کی چیزوں کا خیال ہو۔ عزت و دولت دینے والا میرا خدا ہے پاک ہے۔ میرا مولا ہے۔ مجھے انگریزوں کی خوشامد سے کیا واسطہ مسلمان کو خوشامد سے کیا نسبت۔

”اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے پنجاب کی فوج میں ایک تنفس کو بھی جرتی نہیں کرایا۔ اوڈاٹر صاحب لغت نے گورنر کو ایک محضر نامہ پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر پیران عظام کے دستخط موجود ہیں۔ لیکن میرے دستخط ہرگز ہرگز موجود نہیں ہیں۔ میں لاٹ صاحب کے پاس تاک نہیں کیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے۔ میں انشاء اللہ کبھی بھی کسی انگریز افسر کے پاس نہیں گیا اور نہ جاؤں گا۔ میں سید آل رسول ہوں۔ مجھے خدا کے سوا کس کا ڈر ہے؟“

”ہمارے انگریز حکام کہتے ہیں کہ مسلمان بدعہدی کرتے ہیں۔ فساد مچاتے ہیں۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان کے پاس اس کے لئے کیا دلائل موجود ہیں۔ مجھے تو ایک بھی ایسا واقعہ معلوم نہیں جس سے ظاہر ہو سکے کہ مسلمانوں نے کسی جگہ بھی فساد مچایا ہو۔ یا بدعہدی کی ہو۔ یہ بالکل جھوٹ اور بہتان ہے جو مسلمانوں کے سر تن پھا جاتا ہے۔ ہاں! یہ سچ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے بھائیوں پر جو شدید اور سختیاں روا رکھی جا رہی ہیں، وہ ناقابل برداشت ہیں۔ ان پر جو عظم توڑے گئے ہیں، ان کی داستانیں سن کر ہمارا دل تڑپتا ہے۔ ہمیں رنج ہوتا ہے۔“

آپ نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے یہ شعر پڑھے :-

بنی آدم اعضاء یک دیگر اند کہ در آفرینش ز یک جو ہر اند

چو عضوے بدر آورد روزگار وگر عضو با را نماند قرار

اور فرمایا ”بنی آدم تو ایک طرف رہے، ہمارے بھائیوں کو۔ ہمارے ترک اور عرب بھائیوں کو تکلیف پہنچے۔ ان کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ وہ دکھ اٹھائیں اور ہم بیٹھے دیکھا کریں تو ہم کس طرح مسلمان کہلائے جاسکتے ہیں۔ کیا ہندوستان میں شوکت علی اور محمد علی ہی رہ گئے ہیں۔ جو ہر ایک مسلمان کے لئے تکلیفیں اٹھائیں اور جیل خانوں میں جائیں؟ کیا باقی مسلمان مر گئے؟ تم میں غیرت نہیں۔ تم میں حمیت نہیں۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس میں غیرت نہیں، اس میں ایمان نہیں۔“ تمہیں معلوم ہے کہ محمد علی نے قید کی تکلیف برداشت کیوں

کی تعداد میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور خاص طور پر انگلستان بھیجا جائے گا تاکہ حکومت برطانیہ کو برصغیر کے مسلمانوں کے جذبات کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

سنوسی ہند کا لقب

لال پور کے اسی جلسے میں جب مولانا شوکت علی صاحب نے دعوت دی ہے کہ کون ہے جو راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے گا؟

تو ہزاروں کے اہلِ جمع میں صرف حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ”میں حاضر ہوں۔ اور راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں۔“ مولانا شوکت علی مرحوم نے حضور کے ایثار کی بے حد تعریف کی۔ اور آپ کو ”سنوسی ہند“ کے لقب سے یاد کیا۔

ایک بزرگ نے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اولوالعزمی اور سرفروشی کا حال مثلاً میں سنا تو کہا ”واقعی آپ کو ”سنوسی ہند“ کا لقب زیب دینا ہے۔“ اخباروں نے بھی آپ کے ایثار و شجاعت کو نمایاں طور پر چھاپا۔

تمغہ خلافت

ایک بار جب حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بیٹی سے حیدر آباد دکن روانہ ہو رہے تھے تو مولانا شوکت علی صاحب اور احمد صدیق لکھری صاحب

جنرل سیکریٹری خلافت کمیٹی ریلوے اسٹیشن پر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو الوداع کہنے آئے۔ مولانا شوکت علی صاحب نے خلافت کا جھولادھن پر ”خلافت“ لکھا ہوا تھا اور ایک تمغہ جس پر ”نَصْرُ مَنِ الْمَدِينَةُ قَرِيبٌ“ تحریر تھا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور کہا کہ میرے پاس یہی چیز ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔

۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء کے اخبار زمیں سندان لاہور میں لال پور کے جلسہ خلافت کی روداد جن الفاظ میں شائع ہوئی تھی، اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں میں کس درجہ جرات و ایثار کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ لکھا تھا کہ

”لال پور میں جو عظیم الشان جلسہ خلافت منعقد ہوا، اس میں پنجاب کے مشہور و معروف بزرگ قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں جس بے نظیر جرات ایمانی اور جوشِ اسلامی سے مسلمانانِ عالم کی صحیح ترجمانی فرمائی وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیرزادگان کرام اس سے سبق حاصل کریں۔ آپ نے اپنے

خطبہ صدارت میں صاف صاف کہہ دیا کہ جو مسلمان خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے آپ نے فرمایا کہ میں خلافتِ اسلامیہ اور مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کے لئے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں۔ اور میرا جو سر یہ تحریکِ خلافت میں حصہ نہیں لیتا اس کو میں اپنے یارانِ ملت میں سے نہیں سمجھتا۔“

آگے چل کر زمیں سندان نے لکھا تھا ہم حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں کہ خدا نے بزرگ و برتر نے حضرت قبلہ عالم مددِ حق کو اعلائے کلمۃ الحق اور صداقت کی وہی جرات و بے باکی عطا فرمائی ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طغرائے امتیاز تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسے متقی متشرع عالم اور پیشوا اے دین کی رہنمائی سے تحریکِ خلافت کو عظیم الشان تقویت پہنچے گی۔ اگر ملک کے تمام مشائخ عظام اور پیرزادگان کرام حضرت حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کی تقلید کریں۔ اور خلافتِ مقدسہ اسلامیہ کی حمایت و اعانت پر کمر بستہ ہو جائیں تو خلافت اور آزادی وطن کے مسائل کا حل بہت جلد ہو سکتا ہے۔

جلسہ حیدر آباد

حیدر آباد دکن سے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ واپس آنے والے تھے۔ ریل کے ٹکٹ خرید کر سیٹیں محفوظ کرالی گئی تھیں، کہ پیر سید محمد صغیر صاحب اور دیگر ارکانِ خلافت خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کو جلسہ خلافت کی شرکت اور صدارت کی دعوت دی۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فوراً راضی ہو گئے ٹکٹ واپس کر کے سفر منسوخ فرما دیا۔ اور اس جلسے کی صدارت فرمائی۔ لال پور کی خلافت کانفرنس کے خطبہ سے حیدر آباد کی فی البدیہہ تقریر صدارت کے مضمون کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نہ ریاست کی مصلحتوں کا لحاظ فرمایا نہ انگریز کا خوف۔ اور دوسری وجہات سے مسئلہ خلافت پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ اور انگریزوں کی بدتمیزی اور وعدہ خلافی پر لکھری لکھری سنائیں۔

انگریز کا خوف

لاہور کے مشہور منیم سرکاری اخبار مول علی گڑھ نے لکھا تھا کہ ”انگریز حکومت کو گاندھی یا کسی دوسرے لیڈر سے اتنا خطرہ نہیں ہے، جتنا اسے حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب محدث علی پوری کا خوف ہے۔“ حقیقت

بھی یہی تھی کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقتِ معتقدین اور غلامِ ہندوستان کے شہر شہر، گاؤں گاؤں اور گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اگر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک بار اشارہ فرماتے تو ملک بھر میں غدر مچ جاتا جسے سنبھالنا انگریزوں کو مشکل ہو جاتا۔

چند دینا

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلافتِ فتنہ میں جیبِ خاص سے کئی دفعہ عطیات ارسال فرمائے تھے۔ خلافت کے جلسوں میں عام طور پر آپ سب سے پہلے اپنے عطیہ کا اعلان فرماتے تھے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں سب مسلمان دل کھول کر چندہ دیتے۔ اور ذرا سی دیر میں ہزاروں روپیہ جمع ہو جاتا تھا۔ خلافتِ فتنہ کے لوٹ بھی جلسوں میں فروخت کئے جاتے تھے۔ اور ان سے بھی ہزاروں روپے جمع ہو جاتے تھے۔ یارانِ طریقت نے ہر مضموبہ، ضلع اور شہر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق خلافتِ فتنہ میں زیادہ سے زیادہ چندہ دیے ہیں۔

ملک بھر کے دورے

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے تحریکِ خلافت کو مقبول اور کامیاب بنانے کے لئے ملک گیر دورے فرمائے تھے۔ پشاور سے لے کر دکن کے دور دراز مقامات تک، بمبئی سے کلکتہ تک اور کشمیر سے حیدرآباد تک صرف بڑے بڑے شہروں میں ہی نہیں، بلکہ دیہات اور پہاڑی علاقوں میں بھی آپ دور دور تک تشریف لے گئے۔ ان دوروں میں علماء اور خدام بھی آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اور آپ عادت مبارک کے مطابق ان سب کے تمام اخراجات سفر و حضر کی کفالت فرماتے تھے۔ اہل جلسہ کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ یا رفقاء حضرت کے اخراجات اور ضیافت کے سہما کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ دراصل حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ہر کام محض خوشنودی ایز و تعالے کے لئے ہوتا تھا۔ دنیا اور دولت دنیا آپ کی نظر میں بیچ تھی۔ اس لئے آپ نے کبھی دوسروں کو اپنی خاطر زیر بار نہیں ہونے دیا۔

راولپنڈی

پنجاب خلافت کانفرنس راولپنڈی میں منعقد ہوئی تو اس کی صدارت کے لئے بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی سے درخواست کی گئی۔ آپ نے قبول فرما کر مع رفقاء کے جلسے میں شرکت کی۔ یہاں بھی آپ نے مسئلہ خلافت پر بھرپور خطبہ ارشاد

فرمایا۔ اور انگریزوں کو ان کے وعدے یاد دلا کر عہد شکنی اور وعدہ خلافی پر قرار و اقامتی ملامت فرمائی۔ اس جلسے میں بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جیبِ خاص سے سببش قرار عطیہ دیا۔ اور آپ کی دیکھا دیکھی ذرا سی دیر میں بہت بڑی رقم جمع ہو گئی۔

کالی کٹ

کالی کٹ (مالا بار) میں خلافت کا جلسہ ہوا تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہاں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ اہل شہر نے آپ کے استقبال کے لئے تمام بازار بند کر دیے اور ہڑتال کر کے جلسے کی شرکت کے لئے دوڑ پڑے۔ حکومت نے دفعہ ۴۴ نافذ کر کے پانچ آدمیوں سے زیادہ کا اجتماع خلاف قانون قرار دے رکھا تھا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو دفعہ ۴۴ کے نفاذ سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا خلافت کا مسئلہ ہمارا مذہبی معاملہ ہے حکومت کو اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ چنانچہ آپ نے ہزاروں کے مجمع میں جلسہ کی صدارت فرمائی۔ اور اربابِ حکومت کی قدغن کی پروا کئے بغیر تین گھنٹے مسلسل تقریر فرماتے رہے۔ آپ کے خطبہ کا ترجمہ ایک مالا باری ہندو بیرسٹر مقامی زبان میں کرتا رہا تاکہ مافوقین پوری طرح فیضیاب ہو سکیں۔ حکومت کو تازن شکنی کے بہانے آپ کی جانب ہاتھ بڑھانے کی ہمت نہ ہو سکی۔

تلچری مالا بار

کالی کٹ سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تلچری اور مالا بار کے دوسرے مقامات پر تشریف لے گئے۔ وہاں بھی سب جگہ حکومت نے دفعہ ۴۴ نافذ کر رکھی تھی۔ ان سب مقامات پر بھی ہوا کہ اہلیانِ شہر اپنے کاروبار چھوڑ کر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لئے دوڑ پڑے۔ اور جلسے منعقد ہوئے۔ جن میں ہزار ہا لوگ شریک ہوتے تھے۔ آپ مالا باری زبان سے ناواقف تھے۔ آپ اردو میں تقریر فرماتے تھے۔ اور کوئی مقامی معزز شخص مقامی زبان میں ترجمہ کرتا جاتا تھا۔ مسئلہ خلافت کی اہمیت، ہمت اور اعانت کے ساتھ حکومت انگشتیہ پر ملامت اور بدعہدیوں پر انگریزوں کی مذمت ان تقریر کا حاصل تھا۔ رب العزت کی اعانت و حفاظت آپ کے ساتھ تھی کسی جگہ بھی حکام کو جرأت نہ تھی کہ قانون شکنی کے الزام میں دست دراز کر سکیں۔

ترپور

مالا بار سے آپ ترپور تشریف لے گئے۔ جو کہ نل گری کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کبھی شرکت نہ فرماتے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز مقبول بارگاہ خداوندی تھے۔ آپ کو رب العزت کی ذات پر بے مثال توکل اور اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے آپ ہر ظاہری خوف، سیاسی مصلحت اور وقتی تحفظ سے بے پروا اور بالآخر ہر مسلمانوں کو راہ راست پر گامزن رکھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اغیار و اجانب کی اسلام دشمنی کی وجہ سے آپ نے ان پر کبھی اعتماد نہ فرمایا۔ چنانچہ تحریک خلافت کو کامیاب بنانے میں آپ نے ہمیشہ تراپنے طور پر اطراف اکناف کے دورے کئے۔ اور ملک کی خاطر ان تمام مشکلات کو اپنے لئے آسان جانا۔

حضرت مولانا مولوی عبدالمجید صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ

جلسہ ہائے خلافت میں شرکت

”قومی کارنامے“ میں حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی خدمات خلافت کے سلسلے میں لایل پر خلافت کا نفرنس۔ حیدرآباد دکن۔ کالی کٹ (ملا بار)۔ ترپور (کوہ نیل گڑھی) اور کوہ مطور۔ کے جلسہ ہائے دور خلافت کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ اسی طرح ”ملک لبابین زیر کوہ نیل گڑھی میں ہزاروں کے مجمع میں حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم خلافت کے متعلق ولولہ خیز تقریریں فرماتے رہے۔ اسی طرح تاراپور، پٹنم، پٹنم، واقعہ ملک لبابین میں بھی خلافت پر آپ کی زبردست تقریریں ہوئیں، جن سے ان مقامات میں بیداری کے جذبات پیدا ہو گئے۔ ملک کو رگ سیر کر اراج چندر پیٹ امتی بلکنڈ میں جو میسور سے آتی میل کے فاصلے پر ہے، اور ریل نہونے کی وجہ سے راستہ دشوار گزار اور حوصلہ شکن ہے۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ کی ہی ذات گرامی ہے جو ایسے دور دراز مقامات پر خلافت کی تھمت و خدمت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور جلسے منعقد کر کے ان شہروں سے چندہ فراہم کر دیا۔ اور مقامی سکریٹری کی معرفت ممبئی پہنچاتے رہے۔“

”میسور میں بھی خلافت کے جلسے منعقد کئے اور صدارت فرماتے رہے۔ خاص ریاست میسور کے سید محمد صاحب سکریٹری خلافت کمیٹی اور بنگلور کے سید علی محمد و سید نور محمد صاحبان ہمارے اس بیان کی باحسن وجہ شہادت دے سکتے ہیں۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ خلافت کی خدمت حضرت شاہ صاحب قبلہ نے، نہ صرف اقصائے ہند میں دئے

کے قریب و اقرب یہاں بھی جلسہ کا اہتمام کر کے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعوت بھیجی گئی تھی۔ حکام نے خلافت کے جلسہ سے قبل دفعہ ۴۴ نافذ کر دی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو دفعہ ۴۴ کا لحاظ کئے بغیر آپ نے جلسے کی صدارت فرمائی۔ اور کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ یہاں بھی ایک فکیل صاحب آپ کی تقریر کا مقامی زبان میں ترجمہ کر کے آپ کے ارشادات کو کوئی پہنچاتے رہے۔

کوہ مطور

خلافت کمیٹی کے ارکان حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انھوں نے صوبہ مدراس میں کوہ مطور چل کر اجلاس کی صدارت کی درخواست کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے۔ حکومت نے یہاں بھی دفعہ ۴۴ نافذ کر رکھی تھی۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مطلق پروا نہ کی۔ سارے علاقے کا دورہ فرمایا۔ تمام شہروں میں رات کو جلسے منعقد ہوتے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ صدارت فرماتے اور کئی کئی گھنٹے اپنے ارشادات سے حاضرین کو مستفیض کرتے۔ آپ نے خلافت کے مسئلہ کی اہمیت بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ اسلام کی سختی سے پابندی کی تلقین فرمائی۔ حکومت وقت کو واشکاف الفاظ میں تنبیہ کی کہ وہ مسلمانوں کے جذبات سے نہ کھیلے۔ ورنہ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے کبھی گاندھی وغیرہ کے کسی جلسہ میں شرکت نہیں کی۔

ہندوؤں سے اجتناب

در اصل آپ ہندوؤں کے اس وقت مسلمانوں سے تعاون کو ایک چال سمجھتے تھے۔ آپ کو یقین تھا کہ ہندو لیڈر ہرگز مخلص نہیں ہو سکتے۔ وہ صرف اپنی مطلب برآری کے لئے ظاہری طور پر ہمدرد اور یہی خواہ بنے ہوئے ہیں۔ آپ کی نظر ان کے کید نفس اور خبیث باطن پر تھی۔ اس لئے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مسلمان زعماء کو بھی ہندوؤں سے ہوشیار رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ ارشاد فرماتے تھے ”یہ ہمارے دشمن ہیں۔ ان سے بچو۔ چنانچہ سب کے سامنے ہے کہ کہاں تو اس زمانے کا بظاہر مثالی ہندو مسلم اتحاد تھا۔ اور کہاں درپردہ ہندو زعماء، شدھی اور سنگٹھن کے لئے راہ ہموار کر رہے تھے۔ جب پردہ اٹھا اور لاوا پھٹا تو سب کو نظر آ گیا کہ ہندو لیڈر کس منافقت اور مدامت کی روش پر گامزن تھے۔ اندریں حالات جس جلسہ میں کوئی ہندو لیڈر شرکت کرتا اس میں

خلافت کی خدمت میں سرگرمی سے سعی فرمائی۔ کوہاٹ کے بابو عبدالعزیز صاحب ممدوح الشان کے غلاموں میں سے ہیں۔ اہل کوہاٹ نے حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی پرستائیں ہزار روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔

پنجاب سرحد کے جلسے "سیالکوٹ کے سالانہ جلسہ خلافت کمیٹی میں آغا صفدر صاحب صدر خلافت کمیٹی بھی موجود تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ جو تقریر حضور ممدوح الشان نے فرمائی، وہ اپنی صوت و صداقت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اس موقع پر آغا صفدر صاحب نے فرمایا تھا کہ "اب تک خلافت کی خدمت محض تقریروں سے ہوتی تھی۔ آج حضرت شاہ صاحب نے اس جلسے کی صدارت فرمائی ہے۔ اب انشاء اللہ ہماری خدمات کامیاب ہو جائیں گی حضرت شاہ قبلہ نے اس جلسہ کی صدارت فرما کر حق بحقدار رسید کا ثبوت دیا ہے۔"

"چار سال ہوئے حضرت شاہ صاحب مرقان علاقہ پشاور میں تشریف لے گئے۔ مسٹر کشر کے حکم سے پکتان پولیس اور انسپکٹر آئے اور حضرت شاہ صاحب کو لے گئے۔ وہاں مسٹر کشر نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ آپ خلافت کے حامی ہیں۔ اس لئے جو بیس گھنٹے کے اندر سرحد سے پار ہو جائیں۔ تین سال ہوئے کہ چیف کشر کوڑہ بوجپستان نے محض تحریک خلافت کی خدمات کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب کا بوجپستان میں داخلہ بند کر دیا تھا۔ ریاست کشمیر میں بھی حضرت شاہ صاحب سے دو سال تک حضرت قبلہ کا داخلہ بند رہا کہ آپ حامی اسلام اور خدام خلافت ہیں۔ درندہ ایک صوفی باصفا اور مذہبی پیشوا نے ریاست کشمیر کا کیا بگاڑا تھا۔"

"ایک برسر مفتی ولی محمد پشاور نے حضرت شاہ صاحب قبلہ سے دریافت کیا کہ "آپ اسلام کی بھی کچھ قومی خدمت فرماتے ہیں؟" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "بھائی! جس روز مجھ سے اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہوتی، اس روز کا کھانا میں اپنے اوپر حلال نہیں سمجھتا۔ اور اس سے زیادہ کر نہیں سکتا۔" (منقول از قومی کارنامے مصنفہ حضرت مولانا ابوالمجدد صاحب) "خلافت کی تحریک میں از راہ مداہنت ہندو لیڈر خصوصاً گاندھی مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرتے رہے تھے۔ لیکن جیسا کہ شہدائے تحریک کے

تحریک ہجرت

فرما کر جلسہ ہائے خلافت میں بے دھڑک و دلور خیز تقریریں فرما کر خطبہ صدارت سے لوگوں کے دلوں کو ہلا کر اور مصائب سفر اٹھا کر انجام فرمائی تھیں۔ ایک مالی امداد میں معتد جھٹلایا چنانچہ جب بنگلور میں مولوی محمد فخر صاحب الد آبادی چندہ فراہم کر رہے تھے، تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب علی پوری نے جیب خاص سے ایک ہزار روپیہ خلافت فنڈ میں مرحمت فرمایا۔ ملک لال خان صاحب سکریٹری خلافت کمیٹی لاہور بتا سکتے ہیں کہ مبلغ تیرہ سو روپے علی پور شریف سے عرس مبارک کے موقع پر دیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب ممدوح الشان نے اٹھارہ سو روپیہ اپنی جیب خاص سے خلافت فنڈ میں عنایت فرمایا۔

یاران طریقت کی خدمت خلافت "حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خادموں نے ایک لاکھ سے

زیادہ روپیہ خلافت فنڈ میں دیا ہے۔ اور خلافت کی خدمت کے لئے دارجلنگ سے شمال مغربی سرحد تک۔ اور ساحل مالابار سے کشمیر تک۔ دریا کے ایک سے پار ملک یاغستان اور سندھ کا اچھی تک دور دراز علاقوں کے سفر فرمائے اور شبانہ روز کے مسافر از مصائب جھیل کر ایسی خدمات انجام دیں کہ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص نے بھی انجام نہیں دیں۔ یہ حضرت شاہ صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تعلیم و توجہ ہی کا اثر ہے کہ پنجاب۔ میسور۔ بنگلور۔ ممبئی وغیرہ میں خلافت کمیٹی کے عہدہ داران زیادہ تر حضرت شاہ صاحب کے غلام اور حلقہ گوش ہیں۔ خلافت کمیٹی ممبئی کے سکریٹری محمد زکریا محمد علی۔ اسماعیل سلیمانی اراکین خلافت کمیٹی سب حضرت شاہ صاحب کے حلقہ گوش ہیں۔ راولپنڈی میں مولوی قطب الدین صاحب وکیل اور کوہاٹ میں بابو عبدالعزیز صاحب وغیرہ آپ کی حلقہ گوش پر فخر کرتے ہیں۔ یہ سب خلافت کے سرگرم کارکن رہے ہیں۔ گو جہ علاقہ لائل پور میں خلافت کے لئے سید مہدی صاحب ممبر کونسل کی وجہ سے جاتے ہوئے دڑتے تھے۔ اور ادھر کا رخ کرنے کی کسی کو بہت نہیں ہوتی تھی۔ حضرت شاہ صاحب خود تشریف لے گئے اور اپنے ہمراہ غازی عبدالرحمان سکریٹری خلافت کمیٹی لائل پور کو لے جا کر وہاں خلافت کمیٹی قائم کی۔ پریذیڈنٹ اور سکریٹری مقرر فرمائے۔ اور

ہندوؤں نے موقع شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے اس تحریک میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ مسلمان اپنی فراخ دلی اور رواداری کے لئے تاریخ عالم میں مشہور ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنی سادہ لوحی سے ہندوؤں کے تعاون کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اتحاد و یگانگت کے اظہار میں یہاں تک اعتدال سے تجاوز کر گئے کہ مسٹر گاندھی اور شردھانند کو مسلمانوں کے جلسوں میں شریک کیا اور جامع مسجد دہلی میں ان کو تقریریں کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اور منبر پر بٹھانے سے بھی گریز نہیں کیا۔

شُدھی اور سنگٹھن مسلمانوں کے اس اقدام کے برخلاف ہندو اکابر درپردہ اپنی مسلمان کش تدابیر میں لگے رہے۔ پنڈت مدن موہن مالویہ اور شردھانند کی سرپرستی میں اندر ہی اندر شُدھی اور سنگٹھن کی تحریک زور پکڑتی رہی جس کا علم مسلمانوں کو صرف اس وقت ہوسکا جب ہندوؤں کی تحریک بارور ہونے لگی۔ اور دیہات کے جاہل مسلمان دھڑادھڑ ہندومت میں داخل ہونے لگے۔ بعد میں لالہ لاجپت رائے اور مسٹر ستیہ دیو جیسے معتدل کانگریسی رہنما بھی حکم کھلا شُدھی اور سنگٹھن کے حامی اور سرپرست بن گئے۔ گاندھی اور دوسرے کانگریسی لیڈر خاموشی سے تماشا دیکھتے رہے اور انھوں نے اتحاد وطن کو پارہ پارہ کرنے والی اور علی الاعلان اسلام دشمنی پر مبنی اس تحریک کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی۔ اس لئے کہ یہ تمام ہندو زعماء بھی درپردہ اس تحریک کے حامی اور معاون تھے۔

اس تحریک کا مقصد صرف ایک تھا کہ ہندوؤں کو مکمل طور پر منظم کیا جائے، ناوقت مسلمانوں کو ہندومت میں داخل کیا جائے اور جو مسلمان سر نہ جھکائیں ان کو بزور و قوت بھارت سے نکال دیا جائے۔ لالہ لاجپت رائے اور ستیہ دیو کی کلکتہ والی تقریروں میں صاف صاف کہا گیا تھا کہ "اگر ایک کروڑ ہندو باہم سنگٹھن کر لیں تو کوئی شخص ہماری رضامندی کے بغیر بھارت میں نہیں رہ سکتا۔ جو ہم سے کشرشی کرے گا اسے دلش سے نکال دیا جائے گا۔ اس لئے کو بھارت صرف ہندوؤں کا ملک ہے جب ہندو جاتی کا سنگٹھن مکمل اور مضبوط ہو جائے گا تو ہم مسلمانوں سے بزور اپنی شرطیں منوا سکیں گے۔ اور اگر مسلمان ذرا بھی اختلاف اور کشرشی کریں گے تو بھارت درش سے نکال دیئے جائیں گے کیونکہ ہر لوگ بھارت میں رہتے ہوئے ترکی اور عرب کا

سامنے آنے کے بعد ظاہر ہو گیا، درپردہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے دیپے تھے۔ زمانہ خلافت کے جوش و خروش سے کام لینے کے لئے مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ انگریزی حکومت سے ناراضگی کے اظہار کے لئے مسلمان افغانستان کو ہجرت کر جائیں۔ مسلمان لیڈر اور علماء ہندوؤں کی اس چال کو نہ سمجھ سکے اور انھوں نے زور شور سے ہجرت کرنے کی تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان اس تحریک کی مخالفت فرمائی اور مسلمانوں کو ہجرت کرنے سے باسرا اور تباہی منع فرمایا۔ ہزاروں مسلمانوں نے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کو تسلیم کیا۔ اور ہجرت کی صعوبات اور خانہ مال بربادی سے محفوظ رہے۔ ورنہ جیسا کہ معلوم ہے ہزاروں مسلمان جو ہجرت کے لئے روانہ ہوئے، انہیں طرح طرح کے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ کتنے لوگ تھے جنہوں نے مکان، دوکان، زمینیں، جاہیادیں فروخت کر دی تھیں انہیں افغانستان سے لوٹنا پڑا تو یہاں نہ رہنے کا ٹھکانا رہا تھا، اور نہ روزگار کا کوئی انتظام۔ کتنے ہی مسلمان موسم کی سختی، سفر کے شدید اور پہاڑی راستوں میں بیماری اور فائدہ کشی سے ہلاک ہو گئے۔ اور کتنے ہی گھرانے تھے جو اس طرح مکمل تباہی و بربادی کا شکار ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بصیرت و ایمانی فراست نے ان تمام عواقب کا اندازہ فرمایا جسے مسلمانوں کو صحیح راہ بتائی اور ان کو تباہی اور ہلاکت سے بچالیا۔

فتنہ ارتداد

پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر اتحادی طاقتوں نے اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ خلافت اسلامیہ کا چراغ بجھا دیا تھا، عرب ممالک پر اپنا تسلط اور غلبہ قائم کر لیا تھا، اور اسلامیان ہند سے جو وعدے ممالک اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کے تحفظ کی بابت کئے تھے ان کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ چنانچہ احتجاج اور رد عمل کے طور پر "تحریک خلافت" کا آغاز ہوا، جس نے برصغیر میں تحریک آزادی کے تخم مضبوط کئے اور ہندو راج کی دیواروں میں شکاف ڈال دیے۔

روا رکھے تھے اور کس طرح ان کو زبردستی مسلمان بنایا تھا۔

ان جلسوں کے علاوہ ہندو مسلمان ملکائوں کے لئے مندر اور کنوئیں تعمیر کرتے مسلمانوں کے قرضے ادا کرتے، انہیں نقد اور جنس عطیات دیتے، مرتد ہونے پر ہندو لڑکیاں ان کے عقد میں دی جاتیں، غرض ہر قسم کی تدابیر کام میں لاتے تاکہ ان کو گمراہ کرنے میں کامیابی حاصل ہو۔ جو لوگ اسلام پر تقایم رہنا چاہتے اور ان کی بات نہیں مانتے تھے، ان پر طرح طرح کے مظالم کئے جاتے تھے۔ ان کے خلاف مقدمے دائر کئے جاتے، ان کی زمینیں چھین لی جاتیں، ان کے گھروں کو آگ لگا دی جاتی، ان کی عورتوں اور بچوں کو اغوا کیا جاتا۔ یہ غریب کسان اکثر ہندو بننے والوں کے قرضوں سے دبے رہتے تھے۔ ان بنیوں کو اکسا کر ان غریبوں کے خلاف مقدمے دائر کر ائے جاتے اور ڈگری ہو جانے پر ان بے چاروں کو خانقاہ برہادو کر کچھات سے نکال دیا جاتا تھا۔ اس دوران ان پر برابر یہ زور ڈالا جاتا تھا کہ اگر تم اب بھی شذھی ہو جاؤ تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے خلاف ساری کاروائیاں ختم کر دی جائیں گی۔

شذھی (ارتداد) کا یہ فتنہ چمکے ہی چمکے پھیل رہا تھا۔ جب اس کی خبریں عام

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ میدان عمل میں

ہوئیں تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی وفد ملکائوں کی پشت پناہی کے لئے ان اطراف میں پہنچے اور ملکائوں کو دین اسلام پر تقایم رکھنے اور دینی تعلیم عام کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بنفس نفیس ان مساعی میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیا۔

۲۲ اپریل ۱۹۲۳ء کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جلسہ حضور کا یادگار خطبہ عام میں مدلل اور مفصل خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے خطبہ مسنونہ درود و سلام اور تلاوت آیات قرآن مجید کے بعد فرمایا۔

”انسان پر خدا نکریم عمیم الاحسان کے اس قدر انعام و اکرام ہیں کہ شکر بجا لانا اور دیکھنا اگر انسان عمر بھر ان کا شمار کرتا رہے تو بھی بمصدق قرآن تعٰیٰ و انعمۃ اللہ لا تحصوہا، (ترجمہ) اور اگر اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے ۱۲

نواب دیکھتے ہیں، ان کو بھارت میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔“

پنڈت مالویہ اور شرودھانند ڈنکے کی چوٹ کہتے تھے کہ راجپوتانہ اور اضلاع یوپی میں آباد ملکائے اپنی ہندو برادری میں شامل ہونے کے لئے بے چین اور بے تاب ہیں، اس لئے ہم ان کو شذھ امرتد کرنے میں حق بجانب ہیں۔ ہندو جماعتیں اپنے اس مکر و مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کرتی تھیں۔ جبر و تشدد، مکر و فریب، مالی امداد اور رشوتیں، زمینداروں کا ڈرانا و حکمانا، غریب مسلمانوں کی زمینیں اور کھیت ضبط کر لینا، طرح طرح کے لالچ دینا اور دوسرے ہر قسم کے اچھے بھتیار کام میں لانا ان کا روزمرہ تھا۔

یوں تو ہر صغیر کے تمام اطراف و اکناف میں ہندو سرگرم عمل تھے۔ لیکن راجپوتانہ اور یوپی کے علاقوں اور ملکائوں کی آبادی پر ان کی خاص نظر تھی۔ یہ غریب ملکائے صرف کہنے کو مسلمان تھے۔ جہالت اور ناواقفیت کا یہ عالم تھا کہ اکثر کو کلمہ بھی نہیں آتا تھا۔ بہت سوں کے نام بھی ہندوانی ہوتے تھے، لباس، خوراک، رسوم، عادات، اطوار سب ہندوؤں جیسے تھے۔ پھر ہندوؤں کی مکاریوں کی کوئی حد نہ تھی۔ ہر جھوٹ اور ہر فریب ان کے لئے ہوا تھا۔

ہندو اپنے جلسوں کا آغاز کرتے تو کہتے کہ ہندوؤں ملکائوں کے سب سے بڑے رہنما اور بھارت کے بے تاج بادشاہ مسٹر گاندھی کو بدیشی حکومت نے زبردستی قید کر لیا تو انھوں نے شرودھانند کو اپنا جانشین بنایا ہے۔ ہندو مسلمان سب شرودھانند کو اپنا لیڈر مانتے ہیں۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں مسلمانوں کو جامع مسجد دہلی کے اس جلسے کی تصویر دکھاتے تھے جس میں شرودھانند جامع مسجد دہلی کے منبر پر تقریر کرتا دکھایا گیا تھا۔

پوری کچوری اور جلوسے مانڈے کا بڑے پیمانے پر انتظام ہوتا اور تمام حاضرین کی دل کھول کر ضیافت کی جاتی تھی۔ شرودھانند آتے تو مسلم سلاطین کے خلاف زہر افشانی کرتے اور ان کے مفروضہ ظلم و ستم کی جھوٹی داستانیں نمک مرچ لگا کر بیان کرتے۔ اور غیر مرتد راجپوت ملکائوں کے ذہن نشین کرتے کہ مسلمانوں نے تمہارے آباؤ اجداد پر کیسے کیسے ظلم و ستم

ظاہر کیا کہ ان کے مڑوں کو کا ندھ دیے۔ ان کے جلو سوں میں بجائے اللہ اکبر کے بندے ماترم کے لغزے لگائے بعض نے تو ان کی خاطر قشقہ بھی زینت جین کیا۔ الغرض کوئی دقیقہ ان کے بھائی چارے میں فرو گزشت نہ کیا۔ یہاں تک کہ جب مولیوں کی نسبت یہ کہا گیا کہ انہوں نے چند بندوں کو مسلمان کر لیا ہے۔ تو ہمارے مسلمان بھائیوں نے بلا تحقیق محض یا ران وطن کی خوش نوئی کے لئے مولیوں کی ہستی کو جو کھوں میں ڈال دیا۔ افسوس! کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی یہ تمام سعی و کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ ہمارے رفیق و مدارات سے ہمارے دشمنوں نے بے جا فائدہ اٹھایا۔ اور ہمارے مخالفین نے یہ تہیہ کر لیا کہ ملک ہند سے اسلام کا نام اٹھا دیا جائے۔ اور سات کروڑ کلمہ گو یاں تو حید کو محاذ اللہ ہند بنا لیا جائے۔

مازیارال چشم یاری داشتیم
خود غلط بود آنچه ما پسند داشتیم

یہ ایک ایسا نازک موقع آگیا ہے جس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملے گی۔ اسلام کی دنیاوی وجاہت کو نہیں تاکا جاتا، بلکہ سرے سے اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے زور دیا جا رہا ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کا دل اس صدمہ سے متاثر نہ ہو۔ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مڑوں سے عجمی اغیار کے ہاتھ میں نہ جانے دو۔ اور یہاں یہ حالت ہے کہ ہمارے زندوں کو اغیار لئے جا رہے ہیں۔ اور ہم خاموش دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت تقاضائے حمیت و غیرت اسلامی تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہ ہو، ہر مسلمان اپنے اُپر خوابِ نور حرام سمجھے۔ اور ڈانے، درے، قدے، سخنے، الغرض ہر ذریعہ سے جو محنت اسلام اس سے ممکن ہو، دریغ نہ کرے۔ اور جب تک یہ فتنہ فرو نہ ہو اور اس کے بانی ذلیل و خوار ہو کر نہ جائیں، اپنی سعی کو مسلسل جاری رکھیں۔

”جو مذہب تبلیغی نہیں اس کے پیروں کے حوصلے تو یہ ہیں کہ بڑھم خود خدا نخواستہ ہم پرستارانِ توحید و رسالت کا نام مٹا دیں گے۔ یا ہندو بنالیں گے۔ اور ہمارے ہاں تبلیغ فرض ہوتے ہوئے بھی ہماری یہ بے اعتنائی اور لاپرواہی کہ ہم خاموشی سے ان کی فتنہ انگیزیاں اور شراباریاں دیکھا کریں۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض اولین ہے کہ تبلیغ و

انسان محدود العلم و العمر کے مالک ہے کہ اس کے بے حساب اور لاتعداد انعامات کو شمار کر سکے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرامات اپنے بندوں پر بے شمار، بے مثال اور بے نظیر ہیں۔ مگر سب سے اعلیٰ اور ارفع نعمت جو مولیٰ اکرم نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی، وہ یہ کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ غلامی کے نشان سے مزین و متمیز فرمایا۔ اور نور ایمان و ایقان سے مومن کے دل کو منور فرمایا۔ اگر بندہ تمام عمر اس نعمت عظمیٰ و ارفع و اعلیٰ کا شکر ادا کرتا رہے تو بھی ادا نہیں کر سکتا۔ روز الست سے ہی اللہ تعالیٰ نے ارواح کو دو قسم پر تقسیم کر رکھا ہے۔ سعید و شقی شقی کے لئے بدایت نامکن ہے۔ مگر جس کو رب العزت سعید بنائے وہ اسلام کا پیروکار بن جاتا ہے۔ اور صادقین کی معیت حاصل کر کے اپنے دین و دنیا کو سنوارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے پیارے محبوب کے اتباع میں سچے کاربن کار ایمان پر خاتمہ کرے۔ آمین ثم آمین۔

آپ نے درد بھرے پُرجوش لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ ”اسلام کو ہندوستان میں لائے تقریباً گیارہ سو سال گزر چکے ہیں۔ اور مسلمانوں نے اس تمام عرصے میں اپنے ہم وطنوں کے ساتھ رفیق و مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ باوجود اس کے ہندو مسلمانوں کو پیچھے و بغیرہ ذلیل ناموں سے یاد کرتے رہے۔ اور ذلیل اور ناپاک تصور کرتے ہیں۔ مگر ہمارے بھولے بھائے مسلمان ان کو اپنا بھائی سمجھتے رہے۔ اور خورد و نوش میں ان سے مطلق پرہیز نہیں کیا۔ رنج اور خوشی کے موقع پر ان کے شریک حال رہے۔ ان کی تمام جائز تقریروں میں شامل رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے بعض رؤسا اور لیڈروں نے اہل ہندو کا دل خوش کرنے کے لئے خدا کی حلال کردہ اشیاء کو بھی حرام کر دیا اور قوم کے بعض لیڈروں نے ہندو لیڈروں کو مسجدوں میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بٹھا کر لکچر سننے۔ ناکرونی کام کئے اور ناگفتنی باتیں سنیں۔ خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر کے مسجد کی بے ادبی اور توہین کی۔ بڑے سے بڑا اعزاز جو کسی شخص کو دیا جاسکتا ہے وہ اس طسرت انہوں نے اپنے دشمنوں کو دیا۔ اپنی طرف سے محبت اور نیکی انگشت کو یہاں تک بڑھایا اور

اشاعت اسلام کرے۔ ہر ایک مسلمان کا یہ فرض عین ہونا چاہیے کہ جب تک ہندوستان میں ایک شخص بھی ایسا ہے جو رسول عربی فداء ابی دہامی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے تسلیم خم نہ کرے، اور مذہب اسلام کو نہ اپنالے، اس وقت تک وہ اپنی کوشش میں لگا رہے گا۔ اور یہ بات قرآن مجید اور قرآن کریم میں بوجہ ناجائز رعب اور طمع نفسانی ہمارے ہم وطنوں کی عیاری سے جادو مستقیم سے منحرف ہو گئے ہیں، اور صراط مستقیم اور اسلام کو چھوڑ گئے ہیں، جب تک وہ سب اہ راستہ پر واپس نہ آجائیں اور مسلمان نہ ہو جائیں، اس وقت تک اہل اسلام کو شب و روز یہی دھن لگی رہنی چاہیے۔ ہر مسلمان اپنے دل میں عزم بالجزم کرے کہ وہ کم سے کم ایک متنفس کو ضروری اہل اسلام کے سلسلہ غلامی میں داخل کرے گا۔ ہر شہر ہر قصبہ اور ہر قریہ کے مسلمان جو تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کی کسی بھی وجہ سے قابلیت نہیں رکھتے، ان کو چاہیے کہ اپنی جیب سے کم از کم ایک مبلغ کے مصارف اپنے ذمہ لیں اور اپنے محزون حسنا میں اضافہ کریں۔

اپنی تقریر کے خاتمہ پر حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ

”میرے یاروں میں زمیندار۔ کاشتکار۔ ڈاکٹر۔ تاجر۔ وکلا۔ جنرل۔ کرنل۔ امیر غریب۔ نواب۔ رؤسا الغرض ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ میں نے آج تک ان سے یاد الہی کے سوا کوئی فرمایش نہیں کی۔ مگر اب میں کہتا ہوں کہ ہر مسلمان پر بالعموم اور یارانِ طہلیت پر بالخصوص فرض ہے کہ وہ انسدادِ فتنہ ارتداد میں ضرور حصہ لے۔ میں نے تو عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اس اہم مقصد کی خاطر سینکڑوں مبلغ میدانِ ارتداد میں بھیجوں گا۔ اور خود بھی موقع پر پہنچوں گا۔ اس کا رخیہ میں حصہ لوں گا۔ اور تبلیغ کا کام سرانجام دوں گا۔ اور جب تک برگشتگانِ دین میں کوئی حلقہ اسلام میں داخل نہ کر دوں گا چہن سے نہیں بیٹھوں گا۔ اور مخالفین کے مذہب کی تردید کرے، اس کے پیروکاروں کو اپنے مذہب کا پیروکار بنا کر اسلام سکھا کر مسلمان نہ بنائوں آرام نہیں کروں گا۔“

آپ نے اس کے ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ ”سردست میں مبلغ گیارہ سو روپے نقد دیتا ہوں۔ اور سو روپیہ ماہوار اس کا رخیہ میں اپنے پاس سے دیتا رہوں گا۔ اس غرض کے لئے

انجمن خدام الصوفیہ کی نگرانی میں فنڈ قائم کیا جاتا ہے۔ اور حسب ضرورت لاکھوں روپے کی فراہمی کا انتظام کیا جائے گا۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اس اعلان کے بعد اسی وقت جلسہ گاہ میں چھپیسٹین سو روپے نقد جمع ہو گئے۔ اور سات سو روپے ماہانہ کے وعدے کئے گئے۔

پہلا تبلیغی وفد
حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے تبلیغی وفد بھیجنے کا ارادہ ۲۳ اپریل کے جلسے میں ظاہر فرمایا تھا۔ اور ۲۴ مئی کو آپ بنفس نفیس پہلا وفد روانہ فرمانے کے لئے رشتہ تشریف لائے۔ میدانِ ارتداد کو وفد کی روانگی کے لئے رشتہ کا انتخاب اس لئے قرین مصلحت تھا کہ باشندگانِ رشتہ تقریباً سب اچوت تھے، اور میدانِ ارتداد بھی راجپوت علاقے ہی تھے۔ مسلمان راجپوتوں کی مسلمان راجپوتوں سے رشتہ داریاں تھیں تو ہندو راجپوتوں سے بھی واقفیت تھی۔ پھر زبان بھی تقریباً یکساں تھی۔ چنانچہ پہلا وفد جو ہندو ارکان پر مشتمل تھا رشتہ کے لئے روانہ کیا گیا۔ اور شیر پنجاب مولانا مولوی غلام احمد صاحب انگر امرتسری خلیفہ مجاز و فد کے امیر اور قائد مقرر کئے گئے۔ حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ محمد حسین شاہ صاحب دھلی اکبر اور سجادہ نشین اولیٰ رحمۃ اللہ علیہ وفد کو رخصت کرنے کے لئے وفد کے ہمراہ دہلی تک آئے۔ اگرچہ میں اس سے قبل حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ انجمن خدام الصوفیہ کا مرکز اور صدر دفتر قائم فرما چکے تھے۔ تاکہ مبلغین کے وفد یہاں آئیں اور یہاں سے میدانِ عمل میں پہنچیں۔ اپنے فرض کو تکمیل تک پہنچائیں۔ حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب رشتہ کی انظم و دفتر مقرر کئے گئے تھے۔ جب یہ پہلا وفد اکبر کے لغروں کی گونج میں آکر پہنچا ہے تو مسلمانوں کے جوش و خروش کا منظر قابل دید تھا۔

حضرت قبلہ و کعبہ سراج المملکت کا حسن انتظام و تدبیر
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اکبر حضرت الحاج حافظ مولانا صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اولیٰ) انسداد فتنہ ارتداد کی تمام کارروائیوں کے لئے خازن و مدیر اعلیٰ مقرر کئے گئے تھے۔ آپ نے جس حسن و خوبی سے وفد

دشوار سفر کی تکلیفات کو خاطر میں نہ لائے اور ایسے اور علی گڑھ وغیرہ کے اضلاع میں گاؤں گاؤں دورے فرمائے۔ آپ نے لوگوں کو اپنے موافقہ سے مستفید فرمایا۔ لوگ آپ کی نورانی صورت اسلامی سیرت، اکریماء اخلاق اور پند و موعظت سے بے حد متاثر ہوئے۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے، ہلاکتے بڑی عقیدت اور اخلاص سے آپ کا استقبال کرتے، آپ کے دظلوں سے متاثر و مستفید ہوتے اور آپ کی ہم رکابی میں اپنی عزت جانتے تھے۔

خلفائے کرام کا حصہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے خلفائے کرام بھی میدان ارتداد میں پہنچ کر احسن خدمات انجام دیتے رہے ہیں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول حضرت الحاج مولوی محمد حسین صاحب بنی لے اپنے ذاتی خرچ پر تین بار تشریف لائے۔ اور جنٹلر آگرہ، ایسے، علی گڑھ اور تحصیل پول کے دیہات کے دورے کئے۔ آپ کی پرکشش شخصیت، اخلاق حسنہ اور وعظ و خطبات سے ان علاقوں میں بہت اچھا اثر ہوا۔ بے شمار لوگ ارتداد سے بچ گئے اور بہت سے سلسلہ عالمیہ میں داخل ہوئے۔

حضرت مولانا غلام احمد صاحب انگریز سرکاری علالت اور پیرانہ سالی کے باوجود عرصہ تک میدان ارتداد میں سرگرم عمل رہے۔ مولانا مولوی حاجی امام الدین صاحب لے پوری نے ضلع ایسے کے علاقہ میں بے مثال خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کے اخلاص اور توجہ باطن نے وہ کرشمے دکھائے ہیں کہ جو لوگ مسلمانوں کو حقارت سے دیکھتے اور چھوت چھات ضروری سمجھتے تھے، وہ رسوم جاہلیت سے تائب ہو گئے اور مسلمان کے پس خوردہ کو متبرک سمجھنے لگے۔ مذکورہ بالا خلفائے علاوہ حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب رہنکی ناظم دفتر آگرہ اور مولوی عبد المجید صاحب قصوری اسپیکٹر مدارس صدر دفتر آگرہ کے فرائض کی انجام دہی کے علاوہ میدان ارتداد میں بھی جگہ جگہ کے دورے کرتے تھے اور تبلیغی کام میں حصہ لے کر اپنے اجر جمیل میں اضافہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب بنی لے رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اول کی کوششوں سے کرناٹک اور مضافات سے چندوں کی معتد بہ رسم انجمن کے دفتر آگرہ کو وصول ہوتی

ترتیب دیے، جملہ انتظامات پیش نظر رکھے اور حسن تدبیر و حسن تدبیر سے تمام کام سرانجام دیتے رہے۔ اس کا بیان مشکل ہے۔ حضرت مولوی عبد المجید صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ اسپیکٹر مدارس علاقہ ارتداد و فود اور انجمن کی کارگزاریوں کی روداد میں تحریر فرماتے ہیں۔

وہ اس روداد کے ملاحظہ سے ناظرین پر انجمن ہذا کی خدمات اور انتظامی حالات بخوبی ظاہر ہو جائیں گے۔ پس یہ امر ناشکری میں داخل ہو گا کہ انجمن ہذا اپنے مسن مہربانی و ایمین اعلیٰ مراتب و مناقب عالی جاہ حضرت صاحبزادہ مولانا حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ العالی کی اعلیٰ ترتیب و حسن انتظام کا اعتراف نہ کرے۔ صاحب ممدوح الشان نے بامثال امر اعلیٰ حضرت قبلہ عالم روحی فداہ اعزازی خدمات صدارت انجام دیں۔ یہ آپ ہی کی تدبیر اور حسن انتظام کا نتیجہ ہے جو آپ اس روداد کے آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اگر کوئی مبصر بنظر غائر آپ کے مکار تیب و فرائض، جن کا باقاعدہ ریکارڈ دفتر آگرہ میں موجود ہے، ملاحظہ کرے تو حیران ہو جائے کہ کون سی خدا داد قابلیت والی شخصیت ہے، جو فود کی ادنیٰ ادنیٰ نقل و حرکت، تہذیب اخلاق، فرائض ضروریات کی جزئیات تک کی نگرانی کر رہی ہے۔ اراکین و فود نے میدان ارتداد میں اگر جو مجاہدہ کیا اور خدمات اسلامی انجام دیں، ان سب میں حضور ممدوح الشان کی دور بین نظر اور فکر نکتہ رس کام کر رہی تھی۔ اسی لئے اللہ پاک کی بارگاہ میں آپ کی خالصانہ مساعی جمیدہ مقبول ہوئیں۔ اور ہم ان کارناموں کو قلم بند کرنے کے قابل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حضور الا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت سراج الملت صاحبزادہ صاحب ممدوح الصدر رحمۃ اللہ علیہ فود کی نقل و حرکت کارگزاریوں، جلسوں، تبلیغی خدمات اور جملہ اخراجات کی تفصیل رجسٹروں میں محفوظ رکھتے تھے۔ یہ رجسٹر اب تک علی پر سیدال میں محفوظ ہیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حسن انتظام اور حسن تدبیر کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

حضرت قبلہ شمس الملت مدظلہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اصغر حضرت الحاج شمس الملت صاحبزادہ حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ (سجاد نشین دم) اور مرتبہ نفس میں اپنے خرچ پر سیدان ارتداد میں تشریف لے گئے۔ دور دراز اور

زنانه مدرسہ رحیم پور۔ زنانه مدرسہ مدرالہ۔

جیسا کہ ابھی بیان ہوا یہ مدارس مختلف اضلاع میں قائم تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔
دہلی۔ رہنک۔ فرخ آباد۔ متھرا۔ ایٹہ۔ علی گڑھ۔ گڑگانوال۔ بلند شہر۔ اگرہ وغیرہ۔ مری نگر
دشمبرہ۔ احمد آباد۔ گجرات اور کاتھیاواڑ کے مدارس ان کے علاوہ تھے۔

مدرسین
تمام مدرسین کے نام حاصل نہ ہو سکے۔ بعض معلوم ہو سکے، وہی درج کئے جاتے ہیں۔ مولوی حافظ عبد الحمید صاحب۔ مولوی محمد خوب صاحب۔
منشی نصیب خان صاحب۔ منشی محمد شفیع صاحب۔ منشی احمد خان صاحب۔ منشی عالم گیر خان
صاحب۔ منشی امیر محمد خان صاحب۔ منشی نور محمد خان صاحب۔ منشی غلام فرید صاحب۔ منشی
مقصود علی خاں صاحب لاہی، مولوی ظہور شاہ صاحب، منشی امام الرحمان صاحب،
منشی رحمت اللہ خان صاحب، مولوی گل نواز صاحب، مولوی مہتاب شاہ صاحب، منشی
حمید الدین صاحب، مولوی صدیق اللہ صاحب، منشی جمال الدین خان صاحب، بابو نیاز علی
خال صاحب، حکیم احمد اللہ خان صاحب۔

باوجود کوشش کے دوسرے نام دستیاب نہ ہو سکے۔ ان مدرسین کا ایک مقام سے
دوسرے مقام پر تبادلہ بھی ہوتا رہتا تھا۔ اس لئے ان کے ناموں کے ساتھ گاؤں کا نام
درج کرنا غیر ضروری سمجھا گیا۔

مدارس کا نصاب
تمام مدارس کا نصاب قرآن شریف، اردو، حساب، ہینڈ
وغیرہ پر مشتمل تھا۔ صحت عقاید اور تہذیب اخلاق پر زور دیا
جاتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی مدت میں بڑے فوائد حاصل ہوئے۔ مدرسین کے حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار

سے بچوں پر بھی دیہات کے بڑوں پر بھی بہت عمدہ اثر مرتب ہوا۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ اسلام
کے فیض سے استفادہ کرنے لگے ان کی صورتیں اور کردار اسلامی سانچے میں ڈھل گئے۔ جو لوگ
سروں پر ہندوؤں کی مانند چڑیاں رکھتے تھے، یا باہمی ملاقات کے وقت رام رام کرتے تھے،
ان عاداتِ قبیحہ سے باز آگئے۔ چوٹیاں کٹوا دیں اور اسلام علیکم کے اسلامی سلام کے علوی
ہیں گئے۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ سب لوگ نماز، روزہ، اور روزمرہ کے ضروری مسائل سے

رہی۔ آپ کے معتقدین نے بھی دل کھول کر حصہ لیا۔ ایک بار نے اپنے والد مرحوم کی یادگار کے
طور پر ایک مدرسہ قائم کیا۔ اور اس کے تمام اخراجات کے خود ہی کفیل بنے رہے۔
انجمن نے تعلیم و تبلیغ کے مقصد کی خاطر دہلی، اگرہ، ایٹہ، بلند شہر، علی گڑھ،
رہنک، فرخ آباد، متھرا، گڑگانوال کے اضلاع میں پینتالیس سے زیادہ مدارس قائم کئے
تھے۔ جہاں دینی تعلیم کا اہتمام تھا۔ ہزاروں بچے ان مدارس میں تعلیم پاتے تھے۔ دس ہزار
سے پندرہ ہزار افراد تک صرف ان مدارس کی بدولت شدتِ حسی سے محفوظ رہے۔ پھر اپنی
بچوں کی بدولت جو یہاں سے تعلیم پا کر بڑے ہوئے، اور ہزاروں ہزار مخلوق خدا ارتداد
سے بچ گئی۔ زنانه مدرسے بھی قائم کیے گئے تھے جن میں پردے کا خصوصی اہتمام ہوتا
تھا۔ بڑی عمر کے دیہاتیوں کو بھی ان مدارس میں تعلیم دی جاتی تھی۔ مدرسین کے قیام و
طعام کے سارے اخراجات کی کفالت انجمن خدام الصوفیہ کے ذمے ہوتی تھی۔

مخلص کارکنوں اور مبلغوں کی مساعی جمیلہ کا تھوڑے ہی عرصہ میں یہ خوشگوار
نتیجہ نظر آنے لگا کہ لوگ ہندوانہ رسم و رواج سے پرہیز کرنے لگے۔ جاہلانہ اور مشرکانہ
عقاید معدوم ہو گئے۔ جہاں بھیروں اور دیویوں کے گیت گائے جانے لگے تھے وہاں
میلادِ مشریف کی محفلیں منعقد ہونے لگیں۔ اور نوجوان ملک نے خوش الحانی سے نعتیں
پڑھتے دکھائی دینے لگے۔

مدارس
جن مقامات پر مدارس قائم کیے گئے تھے، ان کے پسے نام بھی اب دستیاب
ہونے دشوار ہیں۔ اس لئے جن دیہات کے نام معلوم کئے جاسکے ذیل میں
درج کئے جاتے ہیں تاکہ یادگار رہیں۔

روہنڈی۔ نگلہ سہار۔ سوجان۔ منجھولہ۔ مدرالہ۔ علی پور۔ اکبر پور۔ پہیرہ۔
سنجواڑی۔ چانڈت۔ رحیم پور۔ حسا پور۔ بلٹی۔ گیا گوٹ۔ اکبر پور۔ انکورہ۔ ویر۔
بڈراؤں۔ نگلہ محمود۔ پاروی۔ چوہڑ پور۔ کبسوہ۔ بہیم پور۔ ایٹہٹی۔ روشن پور۔
بیر پور۔ راجو ارہ۔ گہوٹیہ۔ باقی پور۔ دونڈے مٹی۔ اڈ دہری۔ لنگوٹیہ۔ نارہ۔
راہی پور۔ بھیرہ۔ اگورہ۔ ہانڈہ۔ گہنیش پور۔ پانی خورد۔ پرنا۔ نوبستہ (اگرہ)۔

باخبر ہو گئے۔ اسلامی شعلہ پر چلنے لگے۔ ظاہر میں بھی مسلمان نظر آئے گئے اور ان کے دل بھی نورانیان سے بھر گئے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگے۔ اور اپنی ضرورت کے بقدر کھانا پڑھنا جان گئے۔ خدا نے ان مدرسین اور کارکنوں کی مساعی کو مشکور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے مالا مال فرمائیں۔

مسجدیں جن دیہات میں مدارس قائم کئے گئے تھے، ان میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق مسجدیں بھی بنائی گئیں۔ اگر کوئی پرانی مسجد ویران پڑی تھی تو اسے مناسب مرمت کر کے از سر نو آباد کیا گیا۔ ورنہ نئی مسجد تعمیر کی گئی۔ بعض دوسرے دیہات میں بھی مساجد کی تعمیر کی گئی۔ علی گنج میں شاہی دور کی مسجد ویران پڑی تھی اس کی مرمت کر کے اسے از سر نو آباد کیا گیا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے اپنے دورے کے وقت، دوسری مساجد کی طرح، اس مسجد کا معائنہ فرمایا تھا۔ اور جاڑوں میں گرم پانی جتیا کرنے کے لئے حبیب خاص سے عطیہ عنایت کیا تھا۔ عموگام مدرسے ان مساجد ہی میں قائم کئے گئے تھے۔ خدا کے فضل سے تمام مساجد میں مخزواہ دار مؤذن مقرر تھے۔ باقاعدہ اذان اور غار ہوتی تھی اور یہ بخوبی آباد تھیں۔ اور تبلیغی اور اشاعتی کاموں میں مددگار بنتی تھیں۔

شفائے انجن نے علاقہ ارتداد میں چھوٹے بڑے دواخانے بھی قائم کئے تھے۔ موضع نوگانوال ضلع متھرا میں شفا خانہ برائے پیمانے پر قائم کیا تھا۔ جہاں دور دور سے مریض علاج کے لئے آتے تھے۔ تمام مریضوں کا علاج بالکل مفت تھا، اور دوا میں بھی مفت تقسیم کی جاتی تھیں۔ ڈاکٹر شیخ اللہ دتا صاحب کنجاہی، ڈاکٹر عبد العزیز صاحب، ڈاکٹر محمد حنیف صاحب، ڈاکٹر محمد ظریف صاحب، ہنسی محمود علی صاحب کمپونڈر۔ حاجی نبی بخش صاحب اور بعض دوسرے احباب نے مفت اس شفا خانے میں کام کیا۔ ان حضرات کی قابلیت، ہمدردی، احسن اخلاق اور ملاحظت نے بہت اچھا اثر ڈالا، اور مریضوں کی صرف جسمانی بیماریوں کا علاج ہی نہ ہوا، بلکہ ان کی دینی اور روحانی بیماریاں بھی دور ہو گئیں۔ اور انھوں نے راہ نجات پائی۔ اسی طرح دوسرے دواخانوں نے دینی دُنیاوی ہر طرح کی مفید خدمات انجام دیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ورودِ آگرہ

انجن خدام الصوفیہ کا صدر دفتر آگرہ میں قائم ہو چکا تھا۔ اور تبلیغی کام زور شور سے جاری تھا۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے فیضان اور توجہ سے نیز حضرت قبلہ کعبہ سراج الملک رحمۃ اللہ علیہ (خلف اکبر و سجادہ نشین اول) کے حسن تدبیر اور ہدایات کے تحت روز افزوں کامیابی حاصل کر رہا تھا۔ مگر ابھی حضرت قبلہ عالم کے یہاں پر نفس نفیس تشریف لانے کا انتظار تھا۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ وعدہ اور اعلان فرما چکے تھے کہ تبلیغی کام کو مزید تحریک بخشنے اور زیادہ پُراثر اور بارور کرنے کے لئے آپ خود آگرہ تشریف لائیں گے، اور میدان ارتداد میں جائیں گے، اس لئے کارکنان انجن اور فدائیان اسلام حضور کی تشریف آوری کے لئے حثیم براہ تھے۔ آخر ۲۵ نومبر ۱۹۲۱ء کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ میں نزولِ اجلال فرمایا۔ ہنگام کی منڈی میں جس سڑک پر اب کو توانی قائم ہے، ایک وسیع و عریض حویلی حضور کے قیام کے لئے پہلے سے کرایہ پر حاصل کر لی گئی تھی۔ (اب یہ عمارت باقی نہیں ہے۔ یہاں دوسری جدید عمارتیں بن گئی ہیں) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جلو میں خلفائے کرام اور یارانِ طریقت کی کثیر تعداد تھی سب کا قیام اسی حویلی میں تھا۔ رفقا و ہمراہ بیان حضورِ الالین سے کچھ نام یہ ہیں۔

مولانا حافظ علی احمد جان صاحب پشاور، مولانا شیر نواب خان صاحب قصوی رسالہ، ارسلین خان صاحب کاہنوری، جمعدار قاسم علی خان صاحب۔ چودھری بھونے خان صاحب۔ منشی یعقوب علی خان صاحب۔ ماسٹر علی بخش صاحب۔ ماسٹر عبد اللطیف خان صاحب۔ منشی حسین الدین صاحب۔ منشی ممتاز علی خان صاحب۔ محمد یوسف خان صاحب کوہاٹی۔ سلیمان خان صاحب خاندیسی۔ وفعدار مقصود علی خان صاحب۔ ڈاکٹر محمد حنیف صاحب۔ اور حاجی بوٹا صاحب خادم خاص۔

مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب ناظم دفتر آگرہ، مولانا عبد المجید صاحب قصوی انسپکٹر مدارس، مولوی رحمت اللہ صاحب نائب انسپکٹر مدارس علاقہ ارتداد اور بعض دوسرے اصحاب پہلے سے مستقل طور پر آگرہ میں مقیم پذیر تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے قیام آگرہ کے دوران بہت سے دوسرے یارانِ طریقت اپنی ملازمتوں سے رخصت ہو کر

فرمانے کے دوران، حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ میدان ارتداد میں انجمن کے کاموں کا بھی جائزہ لیتے تھے اور مناسب ہدایات جاری فرماتے تھے۔ مگر اس کے بعد ذاتی طور پر بنفس نفیس آپس علاقوں کے دورے کے لئے روانہ ہوئے۔ اور آگرہ، آیتہ، علی گڑھ، فرخ آباد وغیرہ کے اضلاع میں گاؤں گاؤں معاہدہ اور تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔

اس دورے کے درمیان آپ نے تبلیغی وفد کے کام کا جائزہ لیا۔ مدارس کا معاہدہ فرمایا۔ مساجد کی حالت دیکھی۔ لوگوں سے مل کر ان کی حالت اور کیفیت کا اندازہ فرمایا اور اپنے موعظ حسنہ اور فیوض روحانی سے ان کو نوازا۔ اسی دورے میں آپ نے بابا صاحب ضرورت نئی مسجدیں تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ ضرورت کے مطابق مساجد میں گرم پانی کرنے کا انتظام کیا۔ بعض دیہات میں نئے مدرسے جاری کرنے کا حکم صادر کیا۔ بعض جگہ نئے دواخانے اور نئے شفاخانے قائم کرائے۔ پرانے مراکز، مدارس اور مساجد میں حسب ضرورت ترمیم، مرمت اور اضافے کے احکام جاری کئے۔ مسجدوں کے ساتھ کنوئیں کھودنے کا حکم دیا۔ صوفیہ کے لئے موزوں اور مناسب جگہوں کا انتظام کیا۔ مدارس میں طلبہ کا امتحان لیا اور اچھے طلبہ کو، نیز اچھی کارکردگی پر اساتذہ کو، انعامات سے نوازا۔ بیشتر مقامات پر اکثر کاموں کے لئے اپنی جیب خاص سے عطیات دیئے۔

ان دوروں میں یاروں اور کارکنوں کی خاصی تعداد حضور اللہ کے ہمراہ تھی۔ عادت مبارک کے مطابق ان کے سفر و حضر، قیام و طعام اور دوسرے تمام اخراجات کی کفالت حضور اللہ خود فرماتے تھے۔ کبرسنی اور ضعیف العمری کے باوجود حضور اللہ نے محنت شاقہ برداشت کر کے یہ دورے فرمائے۔ حضور اللہ کے اس اخلاص، ریاضت، دریا دلی، تبلیغ دین اور محنت شاقہ کا نتیجہ حیرت انگیز کامیابی کی شکل میں نظر آیا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ نے شاندار نتائج برآمد کئے۔

فائدہ ارتداد کا انسداد
علاقہ ارتداد میں حضور اللہ کی ان آن تھک کوششوں اور توجہات کا نتیجہ یہ تھا کہ شدھی کا سیلاب رک گیا۔ سنگٹھن کی عمارت زمین میں دھنس گئی۔ سینکڑوں اور ہزاروں ملکات جو مرتد ہو گئے تھے،

کم یا زیادہ عرصہ کے لئے آتے جاتے رہتے تھے۔ بھائی ہمدانی صاحب اکبر آبادی مرحوم اور ان کے صاحبزادگان مشتاق حسین صاحب اور امتیاز حسین صاحب مرحوم دیر دونوں اس وقت بالکل فیض لڑکے تھے، ہمہ وقت خدمت والا میں حاضر رہتے تھے۔ ہمراہی یاران طریقت حکم کے مطابق علاقہ ارتداد میں مختلف مقامات پر دورے کر کے اور تبلیغی خدمات انجام دے کر صدر دفتر آگرہ واپس آ جاتے تھے۔

آگرہ کے اس قیام میں جو بائیس دن تک جاری رہا حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ کی مختلف مساجد اور دور

محلوں میں کیسی جلسوں سے خطاب فرمایا۔ بعض دن دو دو جلسوں میں تقریر فرمائی۔ یہ سب جلسے بہت بڑے پیمانے پر منعقد ہوتے رہے، جن میں ہزاروں کی تعداد میں شائقین شریک ہوتے۔ دستور کے مطابق ابتدا میں حضور کے خلفائے کرام اور دوسرے علمائے عظام و عظما فرماتے اور آخر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریریں پذیر سے حاضرین کو فیضیاب فرماتے رہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ عادت مبارک کے مطابق آگرہ کے اس قیام میں بھی شبانہ روز فیض رسانی میں مصروف رہے۔ ان مسائل سنانا، ملاقاتیوں کے شکوک دور کرنا، دین حق کی تبلیغ فرمانا، صراط مستقیم کی جانب رہنمائی کرنا، آپ کا دستور رہا کثیر تعداد میں لوگ مسند عالیہ میں داخل ہوئے۔ بلوچستان کی نماز کے بعد اور کبھی نماز تہجد کے وقت دیکھی دونوں اوقات میں) حلقہ ذکر منعقد ہوتا تھا۔ جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے اور نئے یار داخل ہوتے تھے۔ اس دوران حضور اللہ کا لنگر بھی دستور کے مطابق جاری رہا کھانے کے اوقات میں تمام حاضرین کی بلا امتیاز خوان لیٹھا پر دعوت ہوتی تھی۔ ہر ملاقاتی کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اخلاق کریمانہ کے مطابق محبت و شفقت فرماتے تھے۔ اور تواضع و مدارات سے نوازتے تھے۔ جو غریب اور ضرورت مند آپ کی خدمت والا میں حاضری دیتے آپ کی سخاوت اور دریا دلی سے فیضیاب ہو کر واپس جاتے تھے۔ چنانچہ آپ کی اس ایک دفعہ کی تشریف آوری سے بھی وہ پیش قرار نواہ حاصل ہوئے جو بغیر اس کے ممکن نہ تھے۔

علاقہ ارتداد کے دورے | قیام آگرہ میں عامۃ الناس کو اپنے فیوضات سے سرفراز

حقانیت اسلام سے آگاہ ہو کر، دوبارہ دامن اسلام میں آگئے۔ انھی میں سے بہت سے تبلیغ اسلام میں سرگرم عمل ہو گئے۔ سینکڑوں نے کلام مجید پڑھ لیا۔ ہزاروں خواندہ بن گئے۔ اور اپنا اور دوسروں کا کام انجام دینے کے لئے اخبار کے محتاج نہ رہے۔ کتنے تھے جن کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل ہوئی۔ مشرکانہ رسوم اور ہندوانہ رواج ترک کر دیے گئے۔ اور ان کی جگہ شعائر اسلام کو رواج ہوا۔ ہندوؤں کی تقلید میں مشرکوں کی وضع اختیار کرنے، تک بنگانے، چوٹیاں بڑھانے، ڈنڈوت کرنے اور اس طرح کی دوسری کافرانہ رسوم سے مسلمان پرہیز کرنے لگے۔ اور ان کے بجائے اسلامی صورت، اسلام علیکم اور دوسرے اسلامی شعائر پر کاربند ہو گئے۔

اہل نظر جانتے ہیں اور اہل علم مانتے ہیں کہ تعلیم و تربیت کو انسان کی ہدایت و گمراہی اور تخریب و تشویش میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام دین حق ہے تعلیمات اسلام راہ حیات میں بہترین رہنما ہیں۔ اور اخلاق اسلامی سب سے زیادہ جذب و کشش کا ضامن ہے۔ اسلام کے نام لیوا جو اسلامی تعلیم، اسلامی اخلاق اور اسلامی کردار سے آراستہ ہوتے تھے، جہاں پہنچتے تھے، اپنے بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے خلق خدا کو اپنی جانب کھینچتے تھے۔ اور تمام اقوام اور سارے ممالک دولت ایمان سے نالال ہو جاتے تھے۔ آج بھی ہمارے مدارس، اساتذہ، مبلغین اور کارکن اگر اسلامی تربیت اخلاق اور کردار کے مالک ہوں تو عظیم الشان نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ فقہ ارتداد کے زمانے کی ہماری مساعی جمیلہ اس کا بین ثبوت اس نئے زمانے میں پیش کر چکی ہیں۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے فیضان و کرم اور توجہ و تصرف سے قدون اولیٰ کی مثال سامنے آگئی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء، یاران طریقت اور کارکنان انجمن کی مخلصانہ، بے ریا، بے لوث اور شبانہ روز کی مساعی جمیلہ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ ہندوؤں کی طویل مدت کی تمام خفیہ سرگرمیوں پر پانی پھر گیا اور بتانے کی طرح بیٹھ گئیں۔ لاکھوں کروڑوں روپے صرف کر کے، اور عرصہ دراز کی تربیت کے بعد، ہندوؤں نے اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو مرتد کرنے کی جو سازشیں کی تھیں۔

وہ سب نقش بر آب ثابت ہوئیں۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اقدامات اور تصرفات کی بدولت شجر اسلام بلند و بالا اور سرسبز و شاداب ہو کر از سر نو سایہ افکن ہو گیا اور مشرکانہ اور طاغوتی طاقتوں کی سر بلنگ عمارت زمین بوس ہو گئی۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
اگل کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

زمانہ ارتداد میں دوسری جماعتوں
نے بھی اگرہ میں صدر دفتر قیام کے

دوسری جماعتوں کی مخالفانہ کاروائیاں

کام شروع کیا تھا۔ ان میں سے صرف چند جماعتوں نے کچھ کام کیا۔ در بعض جماعتیں تو تبلیغی کام میں رکاوٹ اور بخنے پیدا کرنے کا سبب بنتی رہیں۔ ایک جماعت کا طریق کار یہ تھا کہ ان کے کارکن انجمن خدام الصوفیہ کے صدر دفتر میں دوستانہ آمد و رفت رکھتے تھے۔ مختلف علاقوں سے انجمن کے کارکن جو رپورٹ بھیجتے رہتے تھے، وہ ان کو سن کر، اپنے مطلب کی بات ذہن میں محفوظ رکھتے، اور فوراً اخبارات کو بیان جاری کر دیتے، کہ ہمارے کارکنوں نے فلاں علاقے میں یہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ انجمن خدام الصوفیہ کے مخلص اور تھک کارکنوں کی کامیابیوں کو اپنی کارکردگی ظاہر کرنے میں اس جماعت کو کوئی عار نہ تھی۔ مگر ہمارے کارکنوں نے اس قسم کی گھٹیا معتبری کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور اپنے کام میں لگے۔ سب سے زیادہ مشکل مرزائیوں کی طرف سے پیش آتی تھی۔ یہ بد بخت آریاؤں سے زیادہ ہماری جماعت کی مخالفت میں سرگرم عمل تھے۔ جس جگہ ہمیں کامیاب پاتے، وہاں پہنچ کر ہمارے کام میں خلل اندازی کی کوششوں میں لگ جاتے۔ بد بختوں کو خدمت اسلام مقصود نہ تھی مرزا غلام احمد اور اس کے رفقاء نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں جابجا جو شکست فاش کھائی تھی، اس کے انتقام کے ورپے ہوتے تھے۔ اس طرح ہمارے کارکنوں کو چومکھتا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ مگر خدا کے فضل و کرم سے انجمن خدام الصوفیہ کی مخلص اور بے لوث مساعی کا ان کی ریشہ دوانیوں سے کچھ نہ بگاڑا۔ ہر ہر قدم پر تائید ربانی ہمارے شعلہ حال دہی اور میدان ارتداد کے سادہ مسلمانوں کو خدا نے سیاہ و سفید میں تمیز کرنے کی توفیق دی کہ وہ



اچھا اثر ہوا۔ اور دور دور تک پہنچا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان والا نشان میں سے حضرت بڑے صاحبزادہ صاحب ہراج الملت الحاج حافظ مولانا محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت چھوٹے صاحبزادہ شمس الملت الحاج حافظ مولانا نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی مساعی جمیلہ کا ذکر خیر آچکا ہے جنھوں نے خلفائے کرام کے اسمائے گرامی اور ان کے بذات خود میدان میں پہنچ کر سرگرم عمل ہونے کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ ان نفوس قدسی کی مساعی جمیلہ اور فیوضات روحانی نے کایا پلٹ دی۔ اور اشاعت اسلام اور تبلیغ دین میں وہ درخشاں کامیابیاں حاصل ہوئیں کہ کافروں کی آنکھیں چند حیا گئیں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری اور علاقہ ارتداد کے دوروں نے اس کامیابی و کامرانی کو چار چاند لگا دیے۔ اور میدان ارتداد اللہ جل شانہ کے نام، کلمہ طیبہ اور اذان کی آوازوں سے گونجنے لگا۔ ہر طرف اسلام کی حقانیت کا دہرہ بر قائم ہو گیا اور کفر و ضلالت کا نام و نشان مٹ گیا۔

ملکانوں کی تعلیم و تربیت

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے مجھ لے بجائے سادہ مزاج دیہاتیوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ

مرکوز فرمائی۔ اسی لئے آپ نے جگہ جگہ مدارس قائم اور جاری فرمائے۔ مسجدیں قائم اور آباد کیں۔ اسلامی اور دینی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم اور حفظ کا انتظام کیا۔ نماز اور ارکان اسلام کی پابندی پر زور دیا۔ مساجد میں باجماعت نماز کی اہمیت بتا کر مسلمانوں میں اخوت و مساوات کو عام کیا۔ مراسم و شعائر اسلام کی تعلیم و تربیت دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان دیہاتوں کے مسلمان دین متین سے واقف اور شعائر اسلام پر عمل پیرا ہو گئے۔ اب وہ خود اس قابل ہو گئے کہ آریوں کے دام تزدیر میں نہ آئیں اور ان کی مکاریوں، دھڑبھڑائیوں اور افترا پردازیوں کا جواب دے سکیں۔ مدارس سے جو طلبہ تعلیم پا کر نکلتے وہ خود اپنے گاؤں میں اشاعت و تبلیغ کا کام انجام دیتے۔ خدا کا نسل و کرم ہے کہ چند سال کی مساعی جمیلہ سے حیرت ناک کامیابی حاصل ہوئی۔ ہزاروں مسلمان بھٹ دھمی ہو چکے تھے، دوبارہ آغوش اسلام میں آ گئے۔ اور لاکھوں مسلمان شدہ دم تھوٹنے سے بچ گئے۔ **فَاَظْهَرُ لِلَّهِ عَلَى ذٰلِكَ**



آریوں کی طرح مرزائیوں کے شر سے بھی محفوظ رہے۔ دین متین کا علم سر بلند ہوا۔ اور ملکائے جوق و جوق دولت ایمان سے مالا مال ہوتے رہے۔

آریوں کے جال

آریوں کے مبلغین باقاعدہ تربیت حاصل کر کے میدان عمل میں سرگرم تھے۔ ننگے سر، لمبی لمبی چوٹیاں، موٹا سالٹھ، انچی دھوٹیاں، اوپر کا جسم برہنہ، نہ سرری کا خیال نہ گرمی کی فکر، نہ بھوک نہ پیاس، نہ نیند نہ آرام، اس طبعی اور کردار کے ساتھ وہ گاؤں گاؤں جاتے، کھتا اور جلسے کا اہتمام کرتے۔ ان کی منظم جماعتیں پیچھے پیچھے پہنچ جاتیں۔ حلوا، پوری تیار ہو جاتا۔ گاؤں والوں کی عام ضیافت ہوتی۔ تقریریں کرتے اور سلامی دور کے مظالم کی فرضی اور جھوٹی کہانیاں سناتے۔ اسلام کا بڑا شمشیر بھیلایا جاتا۔ لوندی غلام بنانا۔ ذبیحہ گاؤں کی مذمت، اور ایسی دوسری جھوٹی اور مفروضہ حکایات ایسے درو بھرے بھجے اور نفرت انگیز طریقے سے سناتے کہ بے خبر، بے علم، ناواقف دیہاتی مسلمانوں کو کوئی جواب بن نہ پڑتا۔ اپنا وقار قائم کرنے اور بھرم رکھنے کے لئے قدم قدم پر مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج دیتے۔ غرض مکاری اور عیاری سے ان بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام تزدیر میں پھانسنے کی ایسی کوششیں کرتے تھے جن کا کاٹ آسان نہ تھا۔

ہمارے مبلغین

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے دین متین کی تبلیغ اور شدھی کے اسناد کا کام شروع فرمایا تو مبلغین کی ایسی جماعت تیار کی، اور انہی پر مشتمل وفد پیہم اور متواتر اور بکثرت ارسال کئے، جو ان کی ہرزہ سراہیوں کا مدلل جواب دے سکیں۔ اور ان کے بیان کردہ جھوٹے افسانوں اور من گھڑت کہانیوں کی تردید کر کے تصویر کا دوسرا اور صحیح ستیاریج پیش کریں۔ آپ کے مبلغین نے ہر مقام پر مناظرہ کے چیلنج کا جواب دیا۔ مناظرہ پر آمادگی ظاہر کی۔ بعض مقامات پر آریوں نے مناظرہ کی دعوت قبول کی۔ مگر مقررہ دن اور وقت پر بھاگ گئے اور سامنے نہ آئے۔ بعض جگہ مناظرے ہوئے اور ہندوؤں کے بڑے بھاری اور ہنڈت مقابلے پڑے۔ مگر مبلغین دین متین اور غلص علماء و واعظین کے مقابلے میں ان کو سنہ کی کھانی پڑی جس کا ان بھولے بھالے دیہاتی مسلمانوں پر بڑا

بھی اللہ اور تدارک فرمایا۔ تبلیغی جماعتوں نے مسلمانوں کے مقدمات کی پیروی کی۔ اور سچ جھوٹ کھول کے رکھ دیا۔ کتنے ہی غریب بیہاتوں کی مالی امداد کی۔ بہت سے غریب اور نادار مسلمانوں کی ملازمتوں کا انتظام کیا۔ اور بہت سوں کی ماہانہ مالی امداد کی، تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھسے ہو سکیں۔ مسلمانوں کے ہندوؤں کے اثرات سے آزاد کرانے کے لئے ان کے ہندوئی نام بدل کر اسلامی نام رکھے گئے۔ مسلمانوں کے سر پر ہندوؤں کی طرح چوٹیاں ہوتی تھیں ان کو کٹوایا گیا۔ حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم انجمن خدام الصوفیہ مرکوزہ کے پاس ایک مندرق تھا جو اسی طرح کی چوٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے لئے گاؤں گاؤں الگ کنوئیں کھدائے گئے تاکہ وہ ہندوؤں کے دست نگر نہ رہیں اور ان کے ناپاک اور مشتبہ پانی سے بچ کر اپنا ایمان سلامت رکھیں۔ غرض اس طرح کے جملہ انتظامات کئے گئے۔ اور انجمن کے تبلیغی دفنوں دن رات ان مساعی میں لگے رہے۔ تاکہ رب العزت نے ان کی مساعی جمیلہ کو قبولیت بخشی اور میدان امتداد میں ہر طرف اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔

نظام تنظیم

جیسا کہ پہلے بیان ہوا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت الحاج مولانا حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ در سجادہ نشین اول اپنے حسن تدبیر اور تصرف باطن کے تحت علی پور سیدال کے مرکزی دفتر سے مبلغین کو تفصیلی اور جزئی ہدایات جاری فرماتے تھے۔ اور مرکز ہی سے سارے تبلیغی اور اصلاحی امور کی نگرانی فرماتے رہتے تھے۔ مبلغ، امام، مؤذن، ڈاکٹر، کمپیوٹر مدرس جملہ افراد کے لئے معاوضے اور مشاہرے معین تھے۔ جو پابندی کے ساتھ مرکزی دفتر علی پور سیدال سے ارسال کئے جاتے تھے۔ ایسے افراد اور اصحاب بھی تھے جیسے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام، جو کوئی معاوضہ قبول نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنی جیب خاص سے صرف اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے اخراجات ہی نہیں ہیدان ارتداد میں تبلیغی مقاصد اور مصارف خیر میں تمام رقوم کا بار برضا و رغبت برداشت کرتے تھے۔ نیز مرکزی دفتر کے کام میں بھی نقد اعانت لازم سمجھتے تھے۔

آریوں سے جا بجا مناظرے بھی ہوئے۔ علمائے کرام اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

خدا سے عزوجل کا شکر ہے لکچھ لکھائے اسخ العقیدہ اور بکے مسلمان بن گئے کہ ہندو ہندوؤں اور شدھی کے کارکنوں کو منہ توڑ جواب دینے لگے تھے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ہندوان کی ترغیب تحریریں کے لئے تمام حربوں سے کام لیتے تھے۔ اور نیک کام نہ چلتا تو تحریف و تہدید پر اتر آتے اور مالی و جسمانی ہر طرح کی ایذا دہی کے درپے ہوتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ ہمارے مبلغین کی مساعی جمیلہ سے وہ ایسے پکے مسلمان ہو گئے کہ آریوں کے کسی طرح کے جال میں پھنستے تھے۔ مثال کے طور پر ایک اقدہ بیان کرتا ہوں۔ ایک آریہ برہمچاری ایک گاؤں میں گیا۔ اوڑھاں کے ایک بائزر مسلمان ولی محمد کو بہت سے روپیہ اور زمین کا لالچہ دے کر درغلایا کہ تم مرتد ہو جاؤ تو تمہیں ایسے اور بہت فوائد حاصل ہوں گے۔ ولی محمد نے جواب دیا کہ میں تمہیں اس سے زیادہ روپیہ دوں گا۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس برہمچاری نے جواب دیا کہ میں روپیہ کے لئے اپنا مذہب کیسے چھوڑ دوں۔ ولی محمد نے کہا تو پھر تم مجھ سے کیسے توقع رکھتے ہو کہ میں اسلام چھوڑ کر ہندو و دھرم اختیار کروں۔ میں تمہیں اہ راستہ دکھاتا ہوں تو تم انکار کرتے ہو پھر مجھ سے کیسے امید رکھتے ہو کہ میں سچا دھرم چھوڑ کر کفر کا راستہ قبول کر لوں گا۔ وہ برہمچاری اپنا سامنے لے کر رہ گیا۔ اور مایوس واپس گیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ شفا خانوں نے بھی تبلیغ اسلام کی بڑی خدمات انجام دی تھیں۔ ان شفا خانوں میں مسلمان دیہاتیوں کے علاوہ ہندو بیمار بھی آتے تھے۔ ہمارے ڈاکٹر صاحبان بڑی شفقت اور دھرم سے ان کا علاج کرتے۔ ان میں کتنے ہندو تھے جو ڈاکٹروں کے اخلاق حسنة سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ہندو ہر قسم کے مکر و فریب میں طاق تھے۔ غریب مسلمانوں کو روپیہ پیسہ دے کر پانے جال میں پھنساتے تھے۔ غریب دیہاتیوں پر مہاجنوں کی بڑی بڑی رقمیں قرض ہوتیں، اور وہ سود و سود کے چکر میں گرفتار ہوتے۔ ان پر ناشوں، ڈکریوں، اور قرقیوں کی دھمکی اور دھمکی ہوتی، اور ڈرایا جاتا کہ اگر تم شدھ دمرتد نہ ہو گے تو گھر بار، مال مویشی سب ضبط ہو جائے گا۔ اگر ہندو ہو جاؤ گے تو ہم سب کچھ معاف کر دیں گے۔ غریب اور مفلس دیہاتیوں کے لئے یہ بہت بڑا جال تھا۔ کتنے ہی اس ام فریب میں گرفتار ہو جاتے۔ حضور اللہ نے اس کا

رہتے تھے۔

کارکنوں کی تحسین و انعام

ایک دفعہ علی پور سیدال میں انجمن خدام الصوفیہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے جلسہ عام

میں ان مساعی و خدمات کا تفصیلی ذکر فرمایا جو یاران طریقت نے فقہ ارتداد کے زمانے میں انجام دیں۔ آپ نے ان اصحاب کی خاص طور پر ستائش فرمائی جنہوں نے گھر بار کا رو بار چھوڑ کر آپ کی دعوت پر لبیک کہی اور میدان ارتداد میں جا کر جوش عمل کا مظاہرہ کیا۔ ہر قسم کی سختیاں برداشت کیں۔ مصائب کو آسان جانا۔ اور محض خدا کے فضل و کرم کے بھر دے پر کاربائے نمایاں انجام دیے۔ ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف باسلام کیا۔ ہزاروں لاکھوں مرتد ہو جانے والوں کو دوبارہ دولت ایمان سے مالا مال کیا۔ اور لاکھوں مسلمانوں کو ان کے مذہب کی تعلیمات سے بہرہ ور کر کے انہیں شدھ (مرتد) ہو جانے کے عذاب سے بچایا۔ اس موقع پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو طلائی تمغے عطا فرمائے۔ اور الایق و اہل اصحاب کو دستار خلافت کی عزت سے نوازا۔

اس جلسے میں حضور والا نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا۔

حضور کا خطبہ

”بعض کم فہم لوگ صوفیائے کرام کے گروہ پاک سے بہت بدظن ہیں۔ اور بدگمانی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ یہ لوگ اس پاک اور مقدس گروہ کو بالکل نکلما اور محض ناکارہ خیال کرتے ہیں۔ یہ بات محض ان کی ناواقفیت، لاعلمی اور ان کی بدستستی کے باعث ہے۔ درحقیقت اگر کوئی گروہ دنیا میں قابل تحسین اور محض خلوص اور للہیت سے کام کرنے والا ہے، تو وہ صرف اور محض صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ہے۔ اور صوفیائے کرام کے مقدس کارنامے، ان کی تبلیغی کوششیں، اور بارگاہ رب العزت کی طرف سے اعانت اور ان کی کامیابیاں ہماری آنکھیں مشاہدہ کر رہی ہیں۔ اور ان کے کارنامے ہمارے دل نشین ہیں۔“

آپ نے فرمایا :

”دیر تا دیر کی اس سرزمین ہند میں جو کئی کروڑ کلمہ گو یان اور الہامی

کے خلفائے عظام ان مناظروں میں ہندو پنڈتوں کے مقابل آئے اور فتح یاب و سرخرو ہوئے۔ بہادر گدھ، احمد آباد، پول، اور کئی دوسرے مقامات پر ہندوؤں نے شکست فاش کھائی تو مقابلوں اور مناظروں سے پرہیز کرنے لگے۔ حضرت مولوی امام الدین صاحب نے پوری حضرت مولوی غلام احمد صاحب انگرام قسری حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی اور دوسرے حضرات کے اسمائے گرامی اس سلسلہ میں خاص طور پر امتیازی ذکر کے مستحق ہیں۔

کامیاب مساعی تبلیغ

جو دوسری جماعتیں فقہ ارتداد میں کام کرنے کے لئے میدان عمل میں آئی تھیں، کچھ عرصہ بعد بتدریج انہوں نے اس کام سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اپنے آگروہ کے دفاتر بند کر دیے۔ اور میدان عمل سے ہٹ گئے۔ لیکن انجمن خدام الصوفیہ کے مبلغین آتے اور کام کرتے رہے۔ اور آگروہ کا صدر دفتر بھی قائم رہا۔ یہاں تک کہ آریہ مبلغین بہت باریشے شر و جانبداری نشی رام اور مالوی جیسے ان کے سرگروہ موت کے ہاتھوں شکست کھا گئے۔ اور ہندوان دیہاتیوں کو شدھ اور مرتد کرنے میں عاجز ہو گئے۔ اسی کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا درخت باروڑا ہوا۔ اور حضور کے فیض و کرم سے مبلغین کی کوششیں پھل لائیں۔ یہی بچے جو مدارس سے تعلیم و تربیت پا کر بھی اب جوان ہو چکے تھے۔ نمازی اور دیندار بن کر حقانیت اسلام کے علم بردار تھے۔ دوسرے دیہاتی بھی اپنے مذہب کی سچائی اور ہندو دھرم کی جھوٹی فریبکاریوں سے باخبر ہو گئے تھے۔ اور اپنے مذہب کے دفاع کا خود اہتمام کر سکتے تھے۔ چنانچہ بعد میں انجمن خدام الصوفیہ کی تبلیغ اسلام کا طریق کار بدل دیا گیا۔ انہی لوگوں میں سے جنہوں نے دین و مذہب کی اچھی تعلیم حاصل کر لی تھی، مساجد میں امام مقرر کر دیے گئے۔ اور گاؤں والے ان کی خدمت کے کفیل بن گئے۔ مدارس کا کام بھی وہیں کے موزوں اشخاص کے سپرد کر دیا گیا۔ انہی میں سے مبلغین بھی پیدا ہو گئے اور تبلیغ کا کام انجام دیتے رہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام بعد میں بھی وقتاً فوقتاً ان دیہات میں جا کر ہندو نصیحت اور وعظ و تبلیغ فرماتے رہے اور حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد آگروہ تشریف لاتے تو چند روز قیام فرماتے اور اپنے فیض روحانی اور ارشادات گرامی سے ان کی ہدایت و رہنمائی فرماتے

اور جو کچھ میرے یارانِ طریقت نے اس کا خیر میں از خود نقدی کی صورت میں حصہ دیا ہے اللہ
ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور دینی و دنیاوی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ مگر کئی کروڑ
مسلمانانِ ہندوستان سے ایک مسیہ بھی ہم نے طلب کرنے کی خواہش نہیں رکھی۔ اور نہ ہی
کسی نے دیا۔ محض فضلِ الہی اور ذاتِ ربِ عزت کا کرم ہے جو ہم کو اس کا خیر میں حصہ لینے کی
توفیق ارزانی فرمائی۔ اور اس قدر کامیابی عطا کی۔ ہم نے کل کام توکل پر شروع کیا تھا۔
ہم اللہ تعالیٰ کا کام سمجھ کر شروع کیا کرتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنا کام ہے۔ ہم اس کو اسی
کی خوشنودی کے لئے اور اسی کام سمجھ کر کر رہے ہیں۔ جب تک اس کو منظور ہے، وہ
اس کام کو جاری رکھے گا۔ اور ہم کو توفیق ارزانی فرمائے گا۔ وہ خود سببِ اسباب ہے۔
وہ اپنی مہربانی اور فضل سے اس کو پورا کرتا رہے گا۔ ع: خدا خود میرا مان ست ارباب توکل ہے۔
اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم کو کسی سے مانگنے کی توفیق نہیں دی۔ اور نہ ہی
کسی کو ہمارے اس کا خیر میں اسوائے اپنے یارانِ طریقت اور اراکینِ انجمن خدام الصوفیہ
کے، ایک پیسہ دینے کی توفیق ہوئی۔ ذالک فضل اللہ۔

اس کے بعد ماسٹر محمد کرم الہی صاحب ایڈوکیٹ سائیکو
ماسٹر صاحب کی تقریر
دسکری مرکزی انجمن خدام الصوفیہ دہندہ نے تقریر کی
اور فرمایا۔

”فقہِ ارتداد کے اکثر اخراجات و مصارف حضرت صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی
اپنی جیب خاص سے بہتے رہے ہیں۔ یارانِ طریقت نے بھی اپنی استطاعت اور طاقت کے
مطابق حضرت کے فرمان و احبابِ لازم پدیل و جان عمل کیا ہے۔ دراصل وہ بھی سب حضرت
قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جانب ہی سے کیا گیلے۔ الدال علی الخیر کفایہ۔ میں دعوے
سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب کچھ حضرت نے اور حضرت کے خدام نے اللہ کے
فضل و کرم سے اس کے حبیبِ پاک کی برکت سے کیا ہے کسی غیر نے ایک پیسہ بھی اس
کا خیر کے لئے نہ ہم کو دیا۔ اور نہ ہم نے کسی سے طلب کیا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق عطا
فرمائے۔ آمین ثم آمین۔“

کی پرستش کرنے والے نظر آرہے ہیں، وہ محض ان مقدس ہستیوں کی ہی وجہ سے دینِ حق
پر قائم و دائم ہیں حضرت خواجہ غریب نواز اجیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت خواجہ مخدوم بھویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام نے جو کوششیں تبلیغ
و اشاعتِ اسلام میں فرمائیں، ان سے ہر ذی شعور مسلمان واقف ہے۔ بلکہ دشمنانِ اسلام
بھی ان کے کام اور ان کی محنت سے پورے طور پر واقفیت رکھتے ہیں جو صعوبات اور تکلیفات
ان ناہن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دشمنوں سے اسلام کی خدمات سرانجام دیتے
ہوئے پہنچی ہیں، وہ اقوامِ عالم پر اظہارِ شمس ہیں۔ ان کے اعانے کی اور بیان کرنے کی
چنداں ضرورت نہیں۔ ع: آفتاب آمد دلیل آفتاب

”الحمد لله ثم الحمد لله، موجودہ زمانے میں میدانِ ارتداد میں جو کامیابی اور
کامرانی انجمن خدام الصوفیہ کو حاصل ہوئی ہے، وہ سب صوفیائے کرام کی برکت اور بہت کا
نتیجہ ہے۔ جو ہر مخالف و موافق پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ خدا کے فضل و کرم اور بزرگانِ
دین کی دعاؤں سے ہماری جماعت نے ہر اسلامی کام میں ہمیشہ سے خاص طور پر نمایاں حصہ لیا
ہے۔ اور باقی جماعتوں کے پیش رو رہے ہیں۔ اور ہمیشہ فراخ دلی اور بہت سے کام لیکر
دینِ اسلام کی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اور تبلیغِ اسلام کا کام کر کے فلج دارین حاصل
کی ہے۔ موجودہ دور میں بھی میدانِ ارتداد کے اندر میرے یارانِ طریقت میں سے صد ہا
کارکن مبلغ کام کرتے رہے۔ اب تک ہزار ہا بندگانِ خدا کو راہِ راستِ اسلام سے منحرف
ہونے سے بچا لیا۔ لاکھوں متزلزل ایمان والوں کو ایمان پر اور متابعتِ خدا و رسول پر
پختہ کار بنایا۔ بلکہ قرآن اور علمِ دین پر شاکر اکثر کو مبلغ بنایا۔ اب تک میدانِ ارتداد میں ہماری
جماعت کی طرف سے پینتالیس مدارسِ اسلامیہ جاری ہیں۔ اور کئی ایک ہسپتال بھی جاری ہیں
ہندوستان کے کئی اضلاع، اور ریاست بڑودہ، کشمیر، اور گجرات کا ٹھیاواڑ میں کئی وفود
برائے تبلیغ و اشاعتِ اسلام روانہ کئے گئے ہیں۔“

”اراکینِ وفود کی تنخواہ و دیگر مصارف، طلباء کے خسران، اور ہسپتال، مدارس
مساجد وغیرہ پر جو ہزار ہا روپیہ ماہوار خرچ ہو رہا ہے، اس کا اکثر حصہ ہم نے خود ادا کیا ہے۔“

کی کہ ”اہل اسلام کو اس قانون سے مستثنیٰ رکھا جائے۔“ لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ انگریز حکومت اور ہندو ارکان کے تعاون سے یہ بل منظور ہو کر ایکٹ بن گیا تو مسلمانوں کا اضطراب اور زیادہ ہو گیا۔

حضور کی مخالفت

حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدا سے اس قانون کی مخالفت کی تھی اور جلسوں میں اور اخبارات میں علی الاطلاق فرما دیا تھا کہ اگر اس تجویز کو قانونی شکل دی گئی تو سب سے پہلے میں اس کی مخالفت کروں گا۔ اور اپنے مریدوں اور معتقدوں کو حکم دوں گا کہ ہزاروں کی تعداد میں کم سن بچوں کی شادی کر دیں۔ جس وقت یہ بل مرکزی اسمبلی میں منظور کیا گیا ہے، اس وقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ میسور میں تشریف فرما تھے۔ وہاں آپ کی صدارت میں ۲۴ نومبر ۱۹۲۱ء کو ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جناب خان بہادر محمد عباس خان صاحب اور جناب مولوی مودی عبد الغفور صاحب رئیس اعظم بنگلور نے مدلل تقریریں کیں۔ خان بہادر محمد عباس خان صاحب نے وہ تاریخ پڑھ کر سنایا جو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فری پریس کے توسط سے انگریزی اخبارات میں شائع کر ایا تھا۔ اس تاریخ میں حضور نے فرمایا تھا۔

(ترجمہ تار) ”بنگلور۔ ۲۲ نومبر ۱۹۲۱ء

تقدس مآب اعلیٰ حضرت سید جماعت علی شاہ صا

محدث علی پوری آجکل بنگلور میں قیام فرما ہیں۔ آپ انجمن خدام الصوفیہ کے صدر ہیں، جو ایک خالص مذہبی انجمن ہے۔ اور جس کی شاخیں سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ آپ نے جو مراسلہ ہزار کیسلسنی و ایسٹ کے کی خدمت میں روانہ کیا ہے، اس میں آپ نے فرمایا ہے۔

”میں لاکھوں مسلمانوں کا ایک نمایندہ ہونے کی حیثیت سے اور نیز ایک مذہبی پیشوا ہونے کی حیثیت سے اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو سارا بل کے اطلاق سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ کیونکہ سارا ایکٹ کا نفاذ مسلمانوں کے احکام شریعت میں ایک صریح مداخلت کا حکم رکھتا ہے۔“

”اعلیٰ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب نے مسلمانوں کو علی العموم اور یاران طریقت

”اخراجات مصارف ہزار ہا روپیہ ماہوار خرچ کرنے کے علاوہ اپنے یاران طریقت، اور حضرات صاحبزادگان والا تبار اور خود حضرت بنفس نفیس میدان ارتداد میں تشریف لے جاتے رہے۔ اور ہر قسم کی تکلیفات اور صعوبات خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے رہے۔ اور دن رات تبلیغ و اشاعت اسلام و خدمت خلق میں مصروف کار رہے، حضرت نے بائیس دن صدر دفتر آگرہ میں قیام فرما کر مختلف مسجدوں، بازاروں اور محلوں میں آئیس جلسے منعقد فرمائے دیگر علمائے کرام کے علاوہ حضرت بنفس نفیس اپنے عظیم حسنہ سے کئی کئی گھنٹے تک اہلیان آگرہ کو مستفید و مستفیض فرماتے رہے۔ ازال بعد آپ کاؤں کاؤں کچھے راستوں پر سفر کی تکلیفات برداشت فرما کر دن کے وقت مدارس کا معائنہ فرماتے۔ اور رات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت سے مستفیض فرماتے۔ یہ حضرت ہی کا حصہ ہے۔“

الغرض حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز بنفس نفیس ذوق و شوق اور دل و جان سے کام کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی مساعی کو شرف قبولیت بخشا۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اس بہت اور جاں فشانی سے لکھو کھا مسلمانوں کے ایمان بچ گئے۔ اور ہزار ہا کفار مشرک باسلام ہو گئے۔

سارا ایکٹ

۱۹۲۱ء میں ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی میں ایک ہندو رکن پنڈت ہر لال ساردا نے ایک بل پیش کیا جس کا منشا یہ تھا کہ ”اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکوں اور بارہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی قانوناً ممنوع قرار دی جائے۔ جو کوئی ایسے کم عمر بچوں کی شادی کرے اس پر فوجداری مقدمہ قائم کر کے سزا دی جائے۔“

یہ بل صریحاً مداخلت فی الدین تھا۔ اسلام نے نکاح کے لئے کسی عمر کی قید نہیں لگائی ہے مسلمانوں میں اس بات پر سخت ہیجان پیدا ہوا۔ مسلمان ارکان اسمبلی نے بل میں یہ ترمیم پیش

مولوی صاحب کی ملاقات ہو گئی۔ مولوی صاحب نے دوران گفتگو میں پوچھا کہ یہ قرآن شریف کیوں اس کثرت کے ساتھ خریدے جا رہے ہیں۔ بڑے پادری نے اس راز سے مولوی صاحب کو مطلع کر دیا۔ مولوی صاحب تھے بڑے سچے سچے آدمی۔ فرمایا ”پادری صاحب ہمارا قرآن شریف کاغذیں نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے سینوں کے اندر موجود ہے۔ آپ تو ہندوستان سے قرآن شریف کے تمام نسخے خرید کر لیں گے، مگر ان ہزار ہا مسلمان حافظوں کا کیا کریں گے جن کے سینوں میں قرآن شریف موجود ہے۔ ہم ایک دن میں کئی قرآن شریف لکھ سکتے ہیں۔ دنیا میں دوسرا کوئی مذہب اسلام کی طرح اپنی سچائی اور صداقت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ میں یہ بتا سکتا ہوں کہ قرآن پاک میں کل کتنے رکوع، کتنی آیات، اور کتنے حروف ہیں۔ کیا کوئی دوسرے مذہب کا مدعی یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟“

غرض مولوی صاحب کے اس جواب کو جب بڑے پادری صاحب نے سنا تو بڑا سنبھلا۔ اور فوراً ولایت کو ایک خط لکھ کر حقیقت سے اطلاع دی۔ جواب آیا کہ قرآن شریف کے نسخوں کی خریداری موقوف کر دی جاوے۔“

”جب سے ہم مسلمانوں میں وہابی فرقہ پیدا ہو گیا ہے، اس وقت سے انگریزوں کو مسلمانوں کے تباہ کرنے میں کافی مدد مل رہی ہے۔ اور مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی محبت دور ہوتی جا رہی ہے۔ درحقیقت انگریزوں کا فرض ہمارے یہ وہابی فرقہ کے لوگ ادا کر رہے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ سرکارِ دو عالم کی محبت کرنا شرک ہے، اگر یہ مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی محبت کو دور کرنا اور انگریزوں کی معاونت کرنا ہے۔“

”جب سے انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے۔ اس وقت سے آج تک کبھی انہوں نے مسلمانوں کی کسی بات کو نہیں سنا۔ ان کی تکالیف کا خیال نہیں کیا۔ حالانکہ بادشاہ کی عزت و شوکت کا انحصار اس کی رعایا پر ہوتا ہے۔ انگریزوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے ملک میں سورج غروب نہیں ہوتا۔ مگر انصاف سے دیکھئے تو منسوس ہوتا ہے۔ میں نے جو یہ بات کہی تھی کہ انگریزوں نے مسلمانوں کی کسی بات کو نہیں سنا۔ وہ یہ ہے کہ تحریکِ خلافت کے زمانے میں مسلمانوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ترکوں سے جنگ نہ کی جاوے۔ مگر ہماری آواز صدابہ صحرا ثابت ہوئی۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ان کی فریاد نہیں سنی جاتی تو انہوں نے

کو علیٰ انہویں مؤثر طریقہ سے ترغیب دی ہے کہ سارداہل کے خلاف سیدائے احتجاج بلند کریں اور ہر شہر میں احتجاجی جلسے منعقد کریں۔ اور وائسرائے کی خدمت میں اس مطلب کے تار روانہ کریں کہ سارداہل کا نفاذ شریعت اسلام کے منافی ہے، اور حکومت کے اس اعلان کے صریحاً خلاف ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کرے گی۔ لہذا مسلمانوں کو سارداہل کی پیروی سے پوری طرح مستثنیٰ کیا جائے۔“

آخر میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ العزیز نے صدارتی تقریر ارشاد کی۔ جس میں انگریزوں کی منافقانہ حکمت عملی اور اسلام دشمنی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا

”ہمیں نے اس کے قبل سیاسی امور میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خطبہ بجز ایک مرتبہ کے کبھی زبان نہیں بولی۔ یہ دوسرا موقع ہے کہ میں سیاسی امور کے متعلق تقریر کر رہا ہوں۔“

حضرات! جب سے انگریز ہندوستان میں آئے، اس وقت سے ان کی خواہش یہ رہی کہ کسی طرح مسلمان تباہ و برباد ہو جائیں۔ ان کے دلوں سے اسلام کی محبت نکل جائے ان کا جوشِ ٹھنڈا پر جائے۔ کیونکہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں سلامی حرارت اور مذہبی جوش رہے گا، اس وقت تک انگریز مسلمانوں کو کسی طرح مغلوب نہیں کر سکتے یہی اصول انگریزوں کا بہت داسے رہا ہے۔ اس کے ثبوت بہت سارے ہیں مثال کے طور پر ایک اقبہ بیان کرتا ہوں۔ ”جب انگریزوں کا ہندوستان پر پوری طرح قبضہ ہو گیا، اور چاروں طرف ان کا چھی طرح تسلط ہو گیا، تو ولایت میں پادریوں نے ایک مٹینگ کی جس میں فیصلہ ہوا کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں سے مذہبی جوش اور سلامی محبت کو دور نہ کیا جائے گا، اس وقت تک وہ ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے پادریوں کی ایک جماعت ہندوستان میں پہنچ جائے اور قرآن شریف کے تمام نسخے مسلمانوں سے خرید لے۔ کیونکہ مسلمانوں کا دین، مذہب، ایمان جو کچھ ہے، وہ قرآن مجید ہے جب قرآن شریف ہی نہ ہوگا تو یہ سلامی حرارت کہاں سے آئیگی۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے پادریوں کی ایک جماعت بمبئی میں وارد ہوئی۔ اور بڑی بڑی قیمتوں پر کلام پاک کو خریدنا شروع کر دیا۔ جس اتفاق کہئے کہ بڑے پادری سے ہمارے ایک

ہندوستان سے ہجرت کر دی۔ لیکن حکومت نے اس کی بھی پروا نہ کی۔

مداخلت فی الدین

ادب یہ نیا قانون جاری کر کے ہمارے مذہب میں مداخلت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارا مذہب عیسائی مذہب کی طرح نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمدی علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ تو خود شادی کی نہ اپنے امتیوں کو حکم دیا۔ مگر ہمیں نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ہم اس کو مذہبی فریضہ تصور کرتے ہیں۔ مذہب نے والدین کو ولی تسلیم کر دیا ہے۔ انھیں اپنی مرضی کے مطابق اولاد کی شادی بیاہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ ہمارے یہاں نکاح کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں۔ دور روز کی عمر والی بچی کا بھی ہمارے یہاں نکاح کر دینے کی اجازت ہے وہ والدین جو کسی میں اپنے بچوں کا شادی بیاہ کریں گے۔ موجودہ قانون کے ماتحت مجرم قرار دیدیے جائیں گے۔ جب اس طرح علانیہ ہمارے مذہب میں مداخلت کی جائے تو ہم رہیں گے کہہ۔ اگر تمام ولی مجرم قرار دیدیے گئے تو پھر ان کا ہندوستان میں کس طرح گزارا ہوگا۔ جب نکاح کرنے کے لئے کوئی قانون موجود نہیں ہے تو پھر یہ عمر کی قید کا قانون کیسا۔

”حکومت کو چاہیے کہ پہلے ایک ایسا قانون بنائے کہ ہر شہری پر نکاح کرنا لازم ہے، ہم مسلمان ہیں، اس لئے اپنے قانون کی پیروی کریں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر خدا خواستہ اس قانون کا نفاذ ہو گیا، تو سب سے پہلے میں ہی قانون شکنی کروں گا۔ میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ میں اپنے تمام متعلقین کو حکم دے دوں گا کہ وہ دس دس برس کی عمر والی لڑکیوں کا نکاح ایک ہی رات میں کر دیں۔ اس طرح ایک ہی رات میں دس ہزار نکاح کر اؤں گا۔“

حکومت کو الٹی میٹم

”ہم میں ابھی سلامی حرارت موجود ہے۔ ملک وکٹوریہ آج بھائی نے جب عنان حکومت کو ہاتھ میں لیا تھا تو یہ اعلان کیا تھا کہ حکومت کسی مذہب میں مداخلت نہیں کرے گی۔ اور اس کو قدیم مرد و عورتوں سے بھی کچھ تعلق نہ ہوگا۔ تو پھر یہ مداخلت کیسی!! نکاح کرنا کسی قانون میں نہیں ہے، تو پھر یہ مداخلت کیسی!! جس درخت کی جڑ نہیں ہے اس کی شاخیں کس طرح کافی جائیں گی ہم ایک

لڑکی کا اس کے پیدا ہوتے ہی نکاح کر دیں گے، حکومت کا اس سے کیا تعلق!! یہ ہمارا داخلی معاملہ ہے۔ آج اس میں دخل دیا گیا ہے تو کل دوسری باتوں میں بھی دخل دیا جائے گا۔ ریاست میسرین آج اگر یہ قانون نہیں ہے تو کل نافذ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ اگر زندگی باقی رہی تو حکومت دیکھ لے گی کہ میں اپنے قول کا کس قدر سچا ہوں۔ اسلام کے لئے اگر میری جان بھی چلی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر غازی عظم دین شہید رحمہ اللہ علیہ کی طرح مجھے بھی ایسا تر بل جلائے تو اس سے بڑھ کر سعادت دین کیا ہو سکتی ہے؟

انگریز حکومت بھی حضرت قبلہ عالم قدس سرور العزیز کے جوش ایمان و ولولہ تبلیغ اثر و نفوذ اور بہت موصولہ سے خوف کھاتی تھی۔ باوجود آپ کے حکم کھلا اعلان جنگ کے حکومت کو حوصلہ نہ ہوا۔ کہ آپ کے خلاف کوئی قدم اٹھائے۔ اور حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ علیہ کے اس اعلان جنگ کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ سارے اہل اہل میں منظور ہو کر ایک بن چکا تھا۔ لیکن حکومت کو یہ بہت نہ ہوئی کہ اس قانون کو ملک میں نافذ کرے حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق شہر شہر اور قریہ قریہ میں احتجاجی جلسے منعقد ہوئے، اخبارات میں کارروائیاں شائع ہوئیں اور احتجاجی مراسلات کا تاننا بندھ گیا۔ دایرے کے دفتر میں ان گنت تار اور خط موصول ہوئے غرض حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ علیہ کی جرات ایمانی، غیرت دینی اور اثر روحانی کی بدولت اس فتنے کا کامل سد باب ہو گیا۔

حضور الا کے قومی وطن کا ناموں پر نظر ڈالئے تو حضرت مولانا حامد حسن قادری رحمہ اللہ علیہ کے یہ اشعار پوری طرح صادق و منطبق نظر آتے ہیں۔

جس نے بن کر محب پر سلام	اہل سلام کی قیادت کی
جس سے سچی و عمل کے میداں میں	دین سے حدیسی سیاست کی
دین و دنیا کے ہر قصا میں	لاج رکھی حق و صداقت کی
رعب مانا نہ کچھ حکومت کا	دیکھی تو ہین گزشتہ رعیت کی

ایک واقعہ

آج لوگوں کو پچاس سال پہلے کی اس کیفیت کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے۔

اس اقدام کی پشت پناہی کر رہی تھی جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ مسجد کے پختہ بیناروں اور گنبد کو شہید کرنے کے لئے ورکشاپ سے بمباری بم کریم مہیا کئے گئے تھے۔

مسلمانوں پر مظالم مسجد کی شہادت کی خبر جنگ کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ مسلمانوں کے عظیم جلسے منعقد ہوئے، شہر بھر میں ہڑتال

کی گئی اور بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ دہلی دروازے کی طرف سے لنڈا بازار کا رخ کرتے ہوئے ہزاروں مسلمان جمع ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ مسلمانوں نے مظاہرین سے بڑھ کر اب تک کوئی اقدام نہیں کیا تھا، مگر ان کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ مسجد کی طرف جانے والے تمام راستے خاردار تاروں سے بند کر دیے گئے۔ اس وقت کے سکریٹری جنرل عیسائی ڈپٹی کمشنر نے انتظامیہ کی مدد کے لئے فوج طلب کر لی۔ مولوی ظفر علی خان صاحب کو ان کے گاؤں میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور بعض اور مسلمان رہنما بھی گرفتار کر لئے گئے۔ مگر مسلمانوں کا جوش کسی طرح کم نہ ہونا تھا۔ نوجوانوں کے دلوں میں اس قدر جوش بھرا ہوا تھا کہ ایک کے پیچھے دوسرا مسجد کی طرف رجوڑ پڑھتا ہوا بڑھتا تھا۔ اور گولی کا نشانہ بن کر شہید ہو جاتا تھا۔

قائدین کی کوشش تھی کہ مسلمان دہلی دروازے سے ہٹ جائیں۔ مگر عوام کسی کا کہنا نہیں مانتے تھے اور بڑا جوش پھیلا ہوا تھا۔ آخر مولانا اختر علی خان صاحب آئے۔ انھوں نے اپنے والد بزرگوار مولانا ظفر علی خان صاحب کا پیغام دیا۔ ان کی ٹوپی پیش کی۔ اور خدا رسول کا واسطہ دے کر مسلمانوں کو وہاں سے ہٹانے میں کامیاب ہوئے۔

امیر ملت کا انتخاب آٹا فانا اس تحریک کے اثرات سارے صوبہ پنجاب میں پھیل گئے۔ اور ان کی صدائے بازگشت آس پاس

کے صوبوں میں بھی سنی جانے لگی۔ یکم ستمبر ۱۹۲۵ء کو مجاہد سرحد مولوی محمد اسحاق صاحب مانسہروی نے راولپنڈی میں ایک عظیم الشان کانفرنس بلوائی جس میں سرحد اور پنجاب کے علاوہ یوپی کے بعض زعمائے بھی شرکت کی۔

کانفرنس میں طے ہوا کہ اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے ایک فرد کو "امیر ملت" منتخب کرنا ضروری ہے۔ مولوی عنایت اللہ صاحب پسروری نے حضرت قبلہ عالم پیر جماعت علی شاہ

اس نے ایک اقتدار کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح سارے اہل کی منظوری کے اثرات اور قانونی گرفت کا تصور ممکن ہو سکے گا۔ عام افراد کا تذکرہ ہی کیا ہے، ان دنوں علاقہ مدراس کے ایک عالم ہیضل شیخ طریقت کے صاحبزادے کی شادی ہوئی تھی۔ رشتہ بڑے بھائی کی روٹی سے طے پایا تھا۔ رشتے کی عمر سولہ سال کے قریب اور روٹی کی عمر دس سال تھی۔ بعض خاندانی مصلحتوں کی وجہ سے شادی لازمی تھی مگر سارا ایکٹ کی گرفت کا ایسا شدید خطہ تھا کہ ان بزرگ کو ہمت نہ ہوئی۔ وہ سارے خاندان کے ساتھ فرانسیسی مقبوضہ شہر پانڈیچری تشریف لے گئے اور وہاں جا کر یہ تقریب انجام دی تاکہ انگریزی علاقے میں قانون کی خلاف ورزی کرنے اور گرفت میں آنے سے محفوظ رہیں۔

انگریز کے جابرانہ دور اور ہندوؤں کی مدافعت و عناد کے اس پرفتن زمانے میں، مذہبی معاملات میں بے جا مداخلت کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جانا حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شان شان تھا۔ اللہ جل شانہ بھی انھی کی مدد کرتا ہے جو اس پر توکل کر کے جہاد زندگی میں سرگرم کار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سارا ایکٹ قانونی نفاذ سے قبل اپنی موت آپ ہی مر گیا۔ اور آل حق یُعَلِّسُوا وَلَا یُعَلِّی رَجْمَ حَقِّ غَالِبِ بَہَا کرتا ہے مخلوق نہیں ہوتا) کی ایک اور روشن مثال تاریخ عالم میں ہمیشہ کے لئے ثابت و قائم ہو گئی۔

مسجد شہید گنج

مسجد کا انہدام ۱۹۲۵ء کے وسط میں مسجد شہید گنج کے انہدام کا سارا پختہ پیش آیا

تھا۔ لاہور ریلوے اسٹیشن سے مغرب کی طرف دو بازار جاتے ہیں، جو تھوڑے فاصلے پر لنڈا بازار سے جاتے ہیں۔ اسی مقام پر ایک تاریخی مسجد تھی۔ سکھوں کا دعویٰ تھا کہ یہ زمین انھوں نے خرید لی ہے۔ اس لئے وہ وہاں گوروارہ تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ ایک دن اہل لاہور نے دیکھا کہ نامعلوم طور پر مسجد کو لیکا ایک شہید کر دیا گیا۔ انگریز حکومت مزور

گرفتاری کے احکام

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں مری میں مقیم تھے۔ وہیں سے آپ جلسے کی شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔

جلسے کے بعد آپ مری واپس چلے گئے۔ حکومت نے اتوں رات تمام ایسٹریڈوں کو گرفتار کر کے نامعلوم مقامات پر پہنچا دیا۔ مگر ڈپٹی کمشنر راولپنڈی نے انگریز گورنر کو لکھا کہ پیر صاحب کی گرفتاری کی مجھ میں ہمت نہیں، گورنر نے باختیار خود آپ کی گرفتاری کے احکام صادر کئے۔ یہ کام ایسے چپ چپانے کیا گیا کہ کسی کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ لیکن مرزا معراج الدین صاحب خفیہ پولیس کے انسپکٹر جنرل تھے، ان کو کسی طرح معلوم ہو گیا۔ وہ فوراً گورنر کے پاس گئے۔ اور ان سے کہا کہ ”آپ نے یہ اچھا نہیں کیا۔ اس طرح بغاوت ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ یہ بغاوت فوج تکٹ بھیل سکتی ہے۔ اس لئے کہ فوج میں ہزاروں افراد حضرت صاحب کے مرید ہیں“ گورنر نے کہا ”کوئی مضائقہ نہیں۔ ہم اس کا بھی انتظام کر لیں گے“

مرزا صاحب مرحوم نے جواب دیا کہ ”سب سے پہلے تو میں اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کروں گا“ گورنر نے حیران ہو کر پوچھا ”تم تو سرکاری ملازم ہو۔ تم ایسا کیونکر کر سکتے ہو؟“ مرزا صاحب نے جواب دیا ”میں حضرت کا غلام ہوں۔ میں اپنے پیر کو حبس میں نہیں جانے دوں گا۔ ملازمت پر لعنت ہے جہول گا اور پہلے خود کو گرفتار کر اؤں گا“ گورنر نے کہا ”آپ حکومت کے پرانے ملک خوار ہیں“ مرزا صاحب نے کہا ”میں سب سے پہلے اسلام کا خادم ہوں“ پھر کہا کہ ”دیکھئے! اگر آپ نے میرا مشورہ نہ مانا تو آپ دیکھ لیں گے کہ سارے ملک میں بول نا فرمانی ہوگی۔ اور بغاوت پھیل جائے گی۔ حضرت صاحب جو کہتے ہیں، انھیں کرنے دو“ آخر گورنر مجبور ہوا۔ اور اس نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کے احکام منسوخ کر دیے۔

مرزا معراج الدین کی مساعی | گورنر کے پاس یہ کاروائی کر کے مرزا معراج الدین صاحب سید سے ماسٹر کرم الہی صاحب مرحوم کے

پاس سیالکوٹ آئے اور ان کو سارا قصہ سنایا۔ ماسٹر صاحب علی پور سیدان میرے پاس آئے میں ان کے ساتھ فوراً سیالکوٹ آیا۔ اور مرزا صاحب سے ملا۔ پھر ہم تینوں

صاحب کا نام نامی پیش کیا۔ جس کی ہر طرف سے پُر زور تائید کی گئی۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی نے حضرت قبلہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”حضور آپ ہماری قیادت سنبھالیں۔ انگریز کی جرات نہیں کہ وہ آپ کا مقابلہ کر سکے۔ وہ گھٹنے ٹیک دے گا۔ آپ کی قیادت میں ہمیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ کہتے ہوئے انھوں نے جلدی سے پیر صاحب موصوف کے ہاتھ پر اطاعت میر کے جذبے کے تحت بیعت کا اعلان کیا۔ اور بہت سے حاضرین نے اس کام میں شرکت کی۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۲۶ جولائی ۱۹۶۴ء۔ سرورق)

یہ جلسہ راولپنڈی کی کھجورالی مسجد میں منعقد ہوا تھا۔ اسی رات کو اس سے بھی بڑا ایک اور جلسہ جامع

راولپنڈی میں دوسرا جلسہ

مسجد راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ مختلف نمائندے تقریریں کیں۔ اکثر مقررین نے سول نا فرمانی پر زور دیا۔ آخر میں حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے زوردار خطبہ ارشاد فرمایا جس میں تلقین کی کہ ”فقرہ فساد سے گریز کرو۔ خون خرابہ مت کرو۔ حوصلہ رکھو۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ اللہ بہتر کرے گا“

”امیر ملت زندہ باد“ ”پیر جماعت علی شاہ زندہ باد“ ”مسجد شہید گنج زندہ باد“ کے نعرے شگاف نعروں میں آپ نے مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ ”مسجد کی زمین پر اگر خدا نخواستہ عمارت باقی نہ رہے تب بھی وہ زمین قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے۔ اسے ہرگز کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہاں کوئی اور عمارت تعمیر نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ مسجد شہید گنج کی زمین کو سکھوں کے قبضے سے واگذار کر لیں“

آپ نے اسی اجتماع میں دعا مانگی کہ ”یا اللہ! میں بوڑھا، ناتوان اور ضعیف ہوں۔ قوم نے مجھ پر بوجھ ڈالا ہے، اس کو اٹھانے کی اور خدمت کا حق ادا کرنے کی مجھ کو توسیع عطا فرما۔ اور مجھے ایسی طاقت و بہت بخش دے کہ میں اس فرض سے عہدہ برآ ہو سکوں“ اس اجتماع میں بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ہزاروں مسلمانوں نے ”امارت“ کی بیعت کی۔ نعروں اور جوش کے فقیہ المثال مظاہرے پر جلسے کا اختتام ہوا۔

زے یہ خدمت کی گئی کہ ہم مرزا جابر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو علی پر واپس تشریف لانے پر آمادہ کریں۔ چنانچہ ہم دونوں مری گئے اور حضور ہماری درخواست پر گھر واپس آگئے۔ اس کے بعد ہی تمام اخبارات میں مذکورہ بالا مطالبات کی منظوری کی تفصیلات شائع ہوئیں ہیں۔ حضرت کو خود اخبار پڑھ کر سنایا جس پر آپ نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اس کے بعد مرزا معراج الدین صاحب علی پور شریف آئے۔ اور انھوں نے خود تمام تفصیلات حضرت کی خدمت میں عرض کیں حضور نے فرمایا ”مرزا صاحب! واپس آ کر کہنا تھا کہ مسجد شہید گنج مسلمانوں کو دیدے“ انھوں نے عرض کیا ”حضور! میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ مگر اس نے کہا پہلے ثابت کرو کہ یہ مسجد ہے تو میں وادوں گا۔ تو میں نے اس پر مقدمہ کی اجازت چاہی جو اس نے بخوشی مان لی۔ نیز دوسرے مطالبات بھی تسلیم کر لئے“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا صاحب کی اس تگ و دو اور حوصلے کی تحسین فرمائی۔ خوشنودی کا اظہار کیا اور دعاؤں خیر کی۔

مجلس اتحاد ملت کا قیام مسجد شہید گنج کی اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے حضور نے ”مجلس اتحاد ملت“ کے نام سے ایک جماعت قائم کی تھی۔ جو دیکھتے دیکھتے پھیلنے پھولنے لگی۔ نہایت ہی کم وقت میں پوری طرح منظم ہو گئی بعد میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دوروں میں ہر جگہ مجلس اتحاد ملت کی شاخیں قائم کیں۔ پنجاب کے تمام بڑے شہروں میں یہ شاخیں پوری طرح منظم اور فعال تھیں ہی، یوپی، دہلی اور دوسرے شہروں میں بھی ان شاخوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔

تمام ملک کی تنظیمی دگر جب گرمی کا موسم ختم ہو گیا تو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے سب سے پہلے تمام ملک کا دورہ کیا۔ میں خود تو اس دورے میں ہمراہ نہیں جاسکا تھا۔ لیکن ماسٹر محمد کرم الہی صاحب ایڈووکیٹ سبیل کوٹ برابر ہمارے ساتھ تھے۔ باوجود ضعف، امراض اور سوسال

لاہور آئے۔ اور یہاں سے خان بہادر ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب مرحوم کو ٹیلیفون کیا۔ تعین وقت کے بعد ہم تینوں امرتسر پہنچے۔ میر صاحب نے اپنے بھتیجے میر مقبول محمود صاحب کو مطلع کر دیا تھا۔ وہ بھی آگئے۔ میر مقبول محمود صاحب نے مرزا صاحب سے کہا ”آپ نے گورنر کو ناحق منع کیا۔ وارنٹ جاری ہونے دیے ہوتے۔ ذرا اسے بھی تو پتہ چلتا کہ اس نے کس سے ٹکری ہے؟“

پھر مشورے ہونے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ میر صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ ”آپ ایسرائیل کو مشورہ دیجئے کہ وہ مسجد شہید گنج مسلمانوں کے حوالے کر دے۔“ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ ”اس کے لئے مخصوص ثبوت درکار ہیں“ میر مقبول صاحب نے کہا ”تو پھر ہمیں مقدمہ کی اجازت ملنی چاہیے“ غرض بہت دیر کے مشورے کے بعد یہ طے ہوا کہ مرزا معراج الدین صاحب ایسرائیل سے ملیں اور حسب ذیل مطالبات ان کے سامنے پیش کریں۔

۱) مسجد شہید گنج کو واگذار کرانے کے لئے مسلمانوں کو مقدمہ دائر کرنے کی اجازت دی جائے۔ اور عدالتی فیصلے تک سکھوں کو تعمیر سے روک دیا جائے۔
۲) لاہور ہائی کورٹ کے قریب مسجد شاہ چراغ میں سرکاری دفاتر قائم ہیں اس کو واگذار کیا جائے۔

۳) تلوار مسلمانوں کا مذہبی اور قومی نشان ہے اس لئے مسلمانوں کو تلوار رکھنے کی عام اجازت دی جائے۔
۴) قاضیہ شہید گنج کے سلسلے میں جن سیٹروں کو گرفتار کیا گیا ہے، فوراً ان سب کو رہ کر دیا جائے۔

۵) پنجاب کے انگریز گورنر کو بدلی کر کسی مسلمان کو گورنر بنایا جائے۔

وایسرائیل نے مطالبات منظور کر لئے اسی مجلس شوریٰ میں فیصلہ ہوا کہ مرزا صاحب تو دہلی جا کر وایسرائیل سے ملیں اور یہ مطالبے منظور کرانے کی کوشش کریں۔ اور میرے اور ماسٹر محمد کرم الہی صاحب کے

منہ بڑا تنظیم کا عجیب روح پرور نفاذ پیش کر رہے تھے۔

پنجاب کا انگریز گورنر عجیب مشق و بیخ میں تھا۔ اس کے ہندو اور سکھ مقررین اس کو کسی اقدام پر اکسارہے تھے۔ ”مسلمانوں سے تلواریں چھین لی جائیں“ ”قانون شکنی کی یہ مثال حکومت کے احترام کو خاک میں ملا دے گی“ ”پولیس کو تشدد کا علم دیا جائے“ ”فوج کو گولی چلانے کی اجازت دے دی جائے“ ”مسلمانوں تک یہ سب اطلاعات پہنچ رہی تھیں۔ افواہوں کے ذریعے بات بڑھتی نظر آرہی تھی۔ مگر مسلمان ”امیر ملت“ کے حکم کے پابند تھے۔ ان کو حکومت وقت کی دھمکیاں عوام صمیم سے متزلزل نہ کر سکیں۔ اور یہ جلوس بغیر کسی تامل و اندیشہ کے اپنے معینہ وقت اور مقررہ راستے پر روانہ ہو گیا۔

حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ضعف اور کبرسنی کے باوجود ایک کھلی موڑ میں ننگی تلوار ہاتھ میں علم کئے اس جلوس کی قیادت فرما رہے تھے۔ ہندو اور سکھ خوفزدہ ہو کر گھروں میں جا گئے تھے۔ گورافوج اہم مقامات پر سارے لڑتے پر تعینات تھی جلوس میں شرکت کی دعوت صرف جوانان اسلام کو دی گئی تھی۔ لیکن ادھیڑ اور عمر رسیدہ انسان بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے علم مبارک کے زیر سایہ اس دن ہر عقیدے کے کلمہ گو مسلمانوں نے مجتمع ہو کر اتحاد اسلامی اور غیرت ایمانی کا وہ عظیم مظاہرہ کیا جو ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا۔ دوسیل سے زیادہ طویل راستہ اول سے آہر تک اہل ایمان کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ اور یہ بانگ اہل جہاد الحق و من حق الباطل دہرایا اور باطل خستم ہوا اکابران الہی مسلمانوں کے لئے ایک بار پھر نازہ کر رہا تھا۔ آج بھی لوگ حیرت سے یاد کرتے ہیں کہ ایسے عظیم الشان جلوس، اتنے نازک جو شیلے موقع اور کسی گھٹنے کے اس حجم خفہ کے اجتماع میں بھی مسلمان مکمل طور پر منظم اور پر امن رہے۔ اور کوئی چھوٹا سا بھی ناخوشگوار موقع پیش نہیں آیا۔ اور جلوس بغیرت بانغ بیرون دہلی ورواؤ پہنچ گیا اس جلسے اور جلوس کی تفصیلات تمام اخبارات میں تفصیل شائع ہوتی رہی تھیں مگر امید لوگ ان سب باتوں کو بھول چکے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم قلمی کہ نومبر ۱۹۴۵ء کے رسالہ افکار الصوفیہ میں جو تفصیلات شائع ہوئی تھیں، جن میں اخبارات کے اقتباسات شامل تھے،

اکناف کے اس دورے میں شبانہ روز جوان بہتی کے ساتھ جدوجہد فرمائی۔ جگہ جگہ، شہر شہر اور قریہ قریہ جلسے کئے مجلس اتحاد ملت کی شاخیں قائم کیں۔ اور مسلمانان برصغیر پر مسجد شہید گنج کے مسئلے کی دینی، ملی، ثقافتی اور اخلاقی اہمیت کو واضح کیا۔ دوسرے لیڈر حضرت پر نور ملتے رہے کہ ”یہ بہت بڑا کام ہے قوم سے اس کے لئے چندہ کرنا بے حد ضروری ہے“ آپ ہر ایک سے یہی فرماتے کہ ”میں نے ساری عمر چندہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے سب کام ہمیشہ پائیدار بن گئے ہیں“ ”جب وہ لوگ بہت مجبور کرتے تو آپ یہ مصرع پڑھ دیتے۔

خدا خود میرا سامان است ارباب توکل را

ننگی تلواروں کا جلوس | دو ماہ کے ان تنظیمی دوروں کے بعد آپ نے اعلان فرمایا کہ ”جمعہ ۸ نومبر ۱۹۴۵ء کو تمام جوانان اسلام بادشاہی مسجد لاہور میں نماز جمعہ کے لئے جمع ہوں۔ بعد نماز جمعہ ننگی تلواروں کے ساتھ بادشاہی مسجد سے جلوس کی شکل میں سارے شہر میں گشت کیا جائے گا“ اس دن جامع مسجد اور حضوی باغ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ آپ نے اول ایک طویل تقریر کی۔ جس میں مسلمانوں کو پر امن رہنے کی تاکید دی تلقین فرمائی۔ اور کہا کہ ”خدا کا یہ حکم یاد رکھو کہ ”الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنْ الْقَتْلِ“ تم کو پوری طرح صبر و ضبط کا مظاہرہ کرنا ہے۔ کسی طرح کی افراتفری اور بے اعتدالی جائز نہیں“ اس کے بعد آپ نے جمعہ کی نماز عجات سے ادا کرائی۔ اور بعد نماز عظیم الشان مسیح مگر پر امن جلوس شہر کے گشت کیلئے روانہ ہوا۔ مسجد شہید گنج کی واگزار کی سلسلے میں لاکھوں جوانوں کا یہ جلوس ایک عجیب تاریخی یادگار ہے۔ اہل لاہور کی نظروں میں اب تک وہ سماں گھوم رہا ہے کہ مقررہ جمعہ سے کسی دن پہلے باغیرت مسلمان جو حق درجوق لاہور پر آمندے چلے آ رہے ہیں، بادشاہی مسجد اس دن کچھ کچھ بھری ہوئی ہے۔ حضوی باغ کا وسیع احاطہ نمازیوں کے ہجوم کو سنبھالنے سے قاصر ہے۔ نماز جمعہ کے بعد ننگی تلواریں لئے عظیم الشان جلوس روانہ ہوتا ہے۔ ناظرین کے تخمینے کے مطابق ذریعہ دولاکھ باغ مسلمان شریک تھے۔ اور ایسے نازک اور جو شیلے موقع پر اسلام کے پیام امن و صلح اور نفاذ

یہاں نقل کر دی جائیں۔

”لاہور۔ ۸ نومبر ۱۹۳۵ء۔ آج حسب اعلان اعلیٰ حضرت امیر ملت مظلہ مسلمانان لاہور نے شاہی مسجد میں نماز

جمہور ادا کی۔ شرکائے جماعت کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ مسجد اور صحن مسجد نمازیوں سے پُر تھا۔ مسجد کا دروازہ اور حضوی باغ بھی نمازیوں سے مبرا ہوا تھا۔ ستورات کی بھی ایک بڑی کثیر تعداد تھی۔ ۳۰ ستمبر کے بعد اتنا بڑا اجتماع دیکھنے میں نہیں آیا۔

”آج کے اجتماع عظیم میں اعلیٰ حضرت امیر ملت اسلامیہ مولانا الحاج سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری دامت برکاتہم ادران کے رفقاء کار کے علاوہ یوپی اور پنجاب کے مقتدر مسلمان لیڈروں نے شرکت کی جن میں حضرت مولانا شوکت علی صاحب۔ نواب محمد اسماعیل خان صاحب۔ حضرت مولانا غلام حبیبک نیرنگ صاحب ایم ایل اے حضرت مولانا مظہر الدین صاحب مدیر الامان دہلی۔ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی۔ اور محضوی حضرت پیر صدر الدین صاحب گیلانی ملتان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لاہور کے مسلمان لیڈروں میں ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو۔ خواجہ فیروز الدین احمد صاحب بیرسٹر۔ خالد لطیف صاحب گابا بیرسٹر۔ انجمن اسلامیہ اور مجلس اتحاد ملت کے عہدہ دار اور ارکان خاص مذکرہ کے مستحق ہیں۔

”آج کے اجتماع عظیم میں لاہور کے تقریباً تمام اسلامی انجمنوں نے سبز نشانوں اور جھنڈوں کے ساتھ شرکت کر کے اجتماع

کی شان برعکاس کی۔ تقریباً سبھی مسلمانوں کے سینوں، بازوؤں اور ٹوپوں پر مختلف قسم کے سبز نشان لگے ہوئے تھے جن پر ”فدائے اسلام“ مسجد شہید گنج زندہ باد اور امیر ملت مظلہ وغیرہ لکھا ہوا تھا۔ سارے شرکائے جلوس سلاح بند تھے بیشتر مسلمان تلواروں، کلہاڑیوں، نیزوں، اور لٹھیوں سے مسلح تھے۔

”نماز کے بعد تین بجے کے قریب سارا جلوس مرتب و منظم ہو کر دہلی دروازہ کی طرف روانہ ہوا۔ جلوس ایک میل سکیاؤ لبا تھا۔ سارا جلوس مسلح تھا۔ سب سے پیچھے لیڈران قوم اور حضرت امیر ملت موٹر کار میں تھے۔ جلوس کے راستے میں متطہین جلوس اور خاکسار پارٹی کی

طرف سے مناسب اور ضروری انتظامات کئے گئے تھے۔ اہم چوکوں، راستوں اور ناکوں پر پیچہ فوج کے رضا کار قطاریں باندھے کھڑے تھے۔ دہلی دروازہ کے باہر سرسبز روڈ سے دُرا اس طرف بھی رضا کار قطار در قطار کھڑے ہوئے تھے جو مسلمانوں کو لنڈا بازار اور مسجد شہید گنج کی طرف جانے سے روکتے تھے۔ اس طرح یہ عظیم الشان جلوس نہایت پُر امن گشت کے بعد باغ بیرون دہلی دروازہ پر پہنچ کر ختم ہوا۔

حکومت کے حفاظتی انتظامات ”جلوس کے تمام راستے میں تعویذی تحوری دور پر مسلح اور غیر مسلح مقامی اور ریزرو پولیس کا زبردست پہرہ تھا۔

کوٹھوں، چھتوں اور چوہاروں پر نیز ان مقامات پر جہاں ہندوؤں سکھوں کی آبادی ہے ایفوں اور لٹھیوں سے مسلح پولیس تعینات تھی۔ لنڈا بازار کے سرے پر خاردار تاروں کے جھنگلے لگا کر لنڈا بازار کا راستہ بند کر دیا گیا تھا۔ اس جھنگلے کے دونوں طرف ریزرو پولیس کے مسلح جوانوں کا زبردست پہرہ تھا۔ کوتوالی میں افسران ضلع اور افسران پولیس کا پورا اڈہ قائم تھا۔ اور برٹش رائل اسکات کی کمپنی جو مسلح سوگوڑوں پر مشتمل تھی بلانی گئی تھی۔ ڈپٹی کمشنر، سٹی مجسٹریٹ، سٹی کوتوال اور دوسرے افسران انتظامیہ مصروف انتظام تھے۔ کوتوالی کے باہر جیل کی لاریاں اور دوسری موٹریں کثیر تعداد میں تیار کھڑی تھیں۔

”جلوس کے شرکاء کی تعداد کسی طرح ڈیڑھ دو لاکھ سے کم نہ تھی۔ جلوس کے افراد سات بجے تک جلسہ گاہ میں آگے پیچھے پہنچتے

اہے۔ نماز مغرب جماعت کے ساتھ باغ بیرون دہلی دروازہ کی جلسہ گاہ میں ادا کی گئی۔ شرکائے جلوس میں سے حسب ذیل اصحاب کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

”عالیجناب استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج حافظ صاحبزادہ محمد حسین شاہ صاحب علی پوری۔ عالیجناب مولانا الحاج حافظ صاحبزادہ سید نور حسین شاہ صاحب علی پوری۔ عالیجناب حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب بریلوی۔ عالیحضرت مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب بدایونی۔ عالیجناب حضرت سید محمد دم صدر الدین صاحب گیلانی ملتان۔ عالیجناب مولانا شوکت علی صاحب۔ عالیجناب ڈاکٹر خان صاحب (پشاور) جناب ڈاکٹر محمد عالم صاحب بیرسٹر۔ جناب ملک

کوششوں کو پر امن طریق پر جاری رکھیں۔ میں حکومت سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ مسجد کی واگذاری، نظر بندوں کی رہائی اور اخبارات کی ضمانتوں کی دلچسپی پر فوری توجہ کرے اور مسلمانوں کے صبر کی آزمائش میں اپنا وقت ضائع نہ کرے۔

اس کے بعد حضرت مولانا عبد القدیر صاحب ایونی مولانا عبد القدیر بدایونی کی تقریر

مسلمانوں اور سکھوں کو یہاں مل جل کر رہنا ہے۔ مل جل کر رہنے کے یہ معنی نہیں کہ مسلمان تلک لگاویں اور ہندو کو منبر پر بٹھایا جائے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز ہندو چاہے وہ مسلمان بھی چاہے۔ اگر ہندو اپنی ترقی و ترقی کے لئے ایک ایسے اختیار کرتا ہے تو مسلمان کا بھی فرض ہے کہ وہ بھی اپنی تعلیمی اور اقتصادی پستی کو دور کرے۔ ہمارا مقصد کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اپنی قوم کو سدھارنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امیر ملت مدظلہ نے بائیکاٹ کا اعلان کیا ہے۔ حالانکہ ایسا کہنا اعلیٰ حضرت امیر ملت مدظلہ پر سراسر بہتان ہے۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص یہ ثابت کرے کہ حضرت امیر ملت نے بائیکاٹ کا لفظ استعمال کیا ہے، میں اُسے دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ بائیکاٹ تو ان لوگوں کو ہندوؤں نے کیا ہے۔ جو سالہا سال سے چھوٹ چھات کے رنگ میں مسلمانوں کا بائیکاٹ کے ٹوٹے ہیں۔ مسلمانوں کا صرف ایک مطالبہ ہے۔ اور وہ ہے مسجد شہید گنج کی واگذاری اس کے لئے مسلمان کسی قسم کی بھی قربانی دینے سے گریز نہیں کریں گے۔ اس لئے میں حکومت اور ہندو بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اس چند گز زمین کو جس کے انہدام سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہو چکے ہیں، مسلمانوں کے حوالے کر کے ان کے زخموں کا اندازہ کریں۔ اس کے بعد قرارداد اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔

اس کے بعد پروفیسر ملک عنایت اللہ صاحب نے دوسری قرارداد

قرارداد پیش کی جس میں ہندو اخبارات کی اشتعال انگیزی پر احتجاج کیا گیا تھا۔ آپ نے زوردار تقریر میں بتایا کہ مسلمان باوجود ہر طرح کی اشتعال انگیزی کے تین چار ماہ سے کال صبر و ضبط کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔ اس کے برعکس ہندو اور سکھ

لال خان صاحب کمپل پوری۔ جناب مولانا سید غلام بھیک صاحب نیرنگ ایم ایل اے۔ جناب مولانا مولوی مظہر الدین صاحب ایڈیٹر الامان دہلی۔ جناب خالد لطیف صاحب گابا بیرسٹر۔ جناب ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری۔ حضرت مولانا الحاج حافظ پیر ولایت شاہ صاحب گجراتی۔ جناب خواجہ ماسٹر کرم الہی صاحب سیالکوٹی ایڈووکیٹ و سکریٹری انجمن خدام الصوفیہ بہت۔ حضرت الحاج مولانا ڈاکٹر ادا صاحب کجیابی۔ جناب نواب حاجی رب نواز خاں صاحب نیپل کمشنر قصور۔ جناب میاں محمد صادق صاحب ایم ایل سی امرتسر۔ ارکان و عہدہ داران انجمن اسلامیہ لاہور و مجلس اتحاد ملت لاہور۔ وغیرہ وغیرہ

بیرون دہلی و رازہ جلسہ عام

جلوس کے اختتام اور نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد بلاغ بیرون دہلی و رازہ میں تقریباً آٹھ بجے اعلیٰ حضرت امیر ملت مدظلہ العالی کی زیر صدارت عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ گاہ میں روشنی کا بہت معقول انتظام تھا۔ تمام جلسہ گاہ حاضرین سے کچھ کچھ بھری ہوئی تھی۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت خوانی کے بعد تھوڑے نوجوانوں نے حالات حاضرہ پر ٹوٹر نظمیں پڑھیں۔ اس کے بعد پروفیسر ملک عنایت اللہ صاحب سکریٹری مجلس اتحاد ملت نے جلسہ کی غرض و غایت پر مدلل اور ٹوٹر تقریر فرمائی۔

اس کے بعد مولانا مظہر الدین صاحب مدیر الامان دہلی نے اپنی زوردار پہلی قرارداد

تقریر کے بعد پہلی قرارداد پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں گرفتار اور نظر بند کئے جانے والوں کو فوراً رہا کیا جائے۔

مولانا شوکت علی کی تقریر

جناب مولانا شوکت علی صاحب مدظلہ نے اس قرارداد مولانا شوکت علی کی تائید کی۔ اور حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے جس خلوص سے میرا استقبال کیا ہے قابل ستائش ہے۔ مسجد کے متعلق میں نے جو کچھ تھوڑا بہت کیا ہے، اگر اہل پنجاب کو یہاں کے بڑے بڑے لیڈروں کی مدد ملی ہوئی، تو جو کچھ ہوا ہے وہ نہ ہوتا۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلمان مل کر مسجد کی واگذاری کے لئے کوشش کریں تو سابقہ غلطیاں دھوئی جاسکتی ہیں۔ مولانا شوکت علی صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں مسلمانوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے اختلافات دور کر کے اپنی

پر مجبور کر دیتی ہیں۔ میں تمہیں تمہارے خرافات یا دوائے دیتا ہوں۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔ جو ہو رہا ہے ہونے دو۔ جو کچھ ہو گا وہ تمہارے سامنے آ جائے گا۔ کسی امید مہم پر نہ بیٹھے رہو اپنا کام کئے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

یہ اقتباسات روزنامہ احسان لاہور سے لئے گئے ہیں۔ اور میں نے رسالہ "انوار الصوفیہ" بابت نومبر ۱۹۳۵ء سے نقل کئے ہیں۔ مجلس اتحاد ملت "کی مجلس شوریٰ" کے ۹ نومبر ۱۹۳۵ء کے جلسہ کی روداد بھی یہیں سے نقل کی جاتی ہے۔

مجلس شوریٰ کا جلسہ لاہور۔ ۹ نومبر ۱۹۳۵ء۔ آج مرکزی مجلس اتحاد ملت کا جلسہ شوریٰ تین بجے بعد دوپہر برکت علی اسلامیہ ہال بڑن

موجی دروازہ، زیر صدارت عالی جناب اعلیٰ حضرت امیر ملت اسلامیہ محدث علی پوری مدظلہ منعقد ہوا۔ سوا نو بجے رات کو جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ چھ گھنٹہ کے متواتر بحث و مباحثہ کے بعد مجلس شوریٰ کی طرف سے حسب ذیل اعلان اخبارات کو بغرض اشاعت جاری کیا گیا۔

مجلس شوریٰ کا اعلان "مرکزی صدارت کی طرف سے مندرجہ ذیل اعلان پیش کیا گیا جو بالفاق رائے منظور ہوا۔

"مرکزی مجلس اتحاد ملت کا یہ جلسہ شوریٰ حکومت پنجاب کی اس بے اعتنائی پر ردی مایوسی اور افسوس کا اظہار کرتا ہے، جو اس نے مسلمانان ہند کے متفقہ مطالبہ و اگراری مسجد شہید گنج، نظر بندوں اور اسیروں کی رہائی، اور مسلم اخبارات کی ضمانتوں کی واپسی کے متعلق اختیار کر رکھا ہے جس سے تمام مسلمانوں میں یہ امر بایہ یقین بہت پہنچ چکا ہے کہ آئینی طریقے اس بارے میں قطعاً غیر موثر ثابت ہو چکے ہیں۔ اس جلسہ کو اس امر کا بھی افسوس ہے کہ بعض دفتری غلط فہمیوں کی وجہ سے بعض نمایندگان ہند۔ بالخصوص نمایندگان سرحد و پشاور و راولپنڈی تشریف نہیں لاسکے۔ جن کا مشورہ کوئی قطعی پروگرام طے کرنے کے لئے ضروری تھا۔ لہذا یہ جلسہ قرار دیتا ہے کہ ماہ رواں اور رمضان المبارک میں تحریک مسجد شہید گنج کو زیادہ کامیاب اور موثر بنانے کے لئے مسلمانان اسلام کی بھرتی کا کام زیادہ سرگرمی سے شروع کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ حجۃ الوداع تک دس لاکھ فدائیان اسلام

انہارات اشغال انگیزی اور امن شکنی کے پے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سکھوں نے مسجد کو اگر خرواپسے مذہب کی تعلیمات کی توہین کی ہے۔ جناب خان عثمانیت محمد صاحب نے قرار داد کی تائید کی اور اتفاق رائے سے یہ قرار داد بھی منظور ہوئی۔

حضرت قلیہ عالمؒ کا خطبہ صدارت "آخر میں اعلیٰ حضرت امیر ملت مدظلہ العالی کی کبھی چوٹی تقریر جناب آقا بیدار نجات صاحب نے پڑھ کر سنائی۔

آپ نے فرمایا تھا۔ "میرے عزیزو! میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل مسجد شہید گنج کی شہادت پر مجروح ہیں۔ اور تم اس کی واگزار کی گئی ہو۔ اور چاہتے ہو کہ وہاں دوبارہ تعمیر بلند ہو۔ اگر تم اتفاق اور یک جہتی سے کام کر گئے تو کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ میں نے اجمیر شریف اور دیگر مقامات کا سفر کر کے اپنے خیالات لوگوں کو بتائے۔ کانپور کی جمعیتہ العلماء کے اجلاس میں شرکت کی۔ وہاں تمام اکابر قوم جمع تھے۔ فقیر نے دوسرے بہت سے شہروں کے بھی دورے کئے۔ اور وہاں کے مقتدر مسلمانوں کو پنجاب کے مسلمانوں کے نقطہ نظر سے آگاہ کیا۔

مقام شکر ہے کہ فقیر نے تمام مسلمانوں کو اپنا سمنوایا یا۔ فقیر کو امید ہے کہ مسلمان اپنے دعا میں کامیاب ہوں گے۔ فقیر نے حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ فی الحال مسلم اخبارات کو ضبط کر دے۔ ضمانتیں واپس کر دے۔ نظر بندان اسلام کو غیر مشروط رہائی دے۔ اور مسجد شہید گنج کی واگزاری منظور کرے۔ فقیر کو اس امر کا سخت صدمہ ہے کہ حکومت نے ابھی تک مسلمانوں کے مطالبات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ یہ مسلمانوں کا مذہبی معاملہ ہے۔ صوفیائے گوشہ نشین بھی میدان میں آگئے ہیں۔ یہ تحریک کبھی بھی ختم نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کے دلوں میں جو ناسور پڑ چکا ہے، اس کا اندمال صرف مسجد کی واگزار ہی سے ہو سکتا ہے۔ ہم نے قانونی کارروائی بھی شروع کر دی ہے۔ دیوانی دعوے دائر کر دیے گئے ہیں جن کی پیروی ڈاکٹر محمد عالم صاحب کر رہے ہیں۔ اب تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ حکومت اپنا وعدہ کس شکل میں پورا کرتی ہے۔ عزیزو! فقیر نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ دس لاکھ والفقیر بھرتی کرو۔ بیت المال کا قیام عمل میں لاؤ۔ دارالقضا کی تکمیل کرو۔ میں خوش ہوں کہ تم میری استدعا پر لبیک کہہ کر اپنے خرافات سے سبکدوش ہو رہے ہو۔ یہ کام جاری ہے۔ مگر ارکان حکومت کی طفل تسلیاں تسلیاں برتنے

کی تعداد پوری ہو جائے۔ نیز انھی آیام میں بیت المال کی تحریک کو کامیاب بنایا جائے۔ اور علیہ لفظ کے بعد ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ جنوری ۱۹۳۶ء کو لاہور میں مجلس اتحاد ملت کے ممبروں کے علاوہ ہندوستان کے مشہور علماء و وزراء و مشائخ اور آل انڈیا جماعتوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس مدعو کی جائے۔ جو آخری اور قطعی پروگرام کا فیصلہ کرے۔

اس اعلان کے آخر میں حضرت امیر ملت نے بحیثیت صدر مجلس اپنے دستخط ثبت فرمائے تھے۔ ”الراحمہ جماعت علی عفا اللہ عنہم بقیم خود“

نواب صاحب ممدوٹ اخراجات مقدمہ کے کفیل بنے

اسی کے ساتھ ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کرنے کا مرحلہ تھا۔ لیڈران قیوم مقدمہ بازی کے لئے چندہ پر زور دے رہے تھے۔ مگر حضرت امیر ملت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان سے اتفاق نہیں فرماتے تھے۔ ارشاد کرتے کہ ”میرا رب ہمیشہ میری اعانت کرتا رہا ہے۔ اب بھی میرا اسی پر بھروسہ ہے۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ لاہور ہی میں تشریف فرما تھے کہ ممدوٹ کے نواب، شاہ نواز خان صاحب آپ کے سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ اس وقت مجلس میں شہید گنج کے مقدمے کی بات ہو رہی تھی۔ نواب صاحب نے عرض کیا کہ ”میں اکیلا سارے مقدمہ کا خرچ برداشت کروں گا۔ ثبوت فراہم کرنے اور وکیل کرنے کا کام بھی کروں گا۔ اس کے لئے کسی طرح کے چندے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ آپ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا :-

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا بخشد خدا کے بخشندہ
آپ نے نواب صاحب ممدوٹ کو بہت دعائیں دیں اور فرمایا ”اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے گا اور دین و دنیا میں خوش رکھے گا۔“

اس کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نواب صاحب کو مشورہ دیا کہ ”جناب صاحب سے مشورہ کریں۔ بلکہ ان کو وکیل کریں۔“ نواب صاحب نے حسب ہدایت عمل کرنے کا وعدہ کیا۔ جب نواب صاحب ممدوٹ نے جناح صاحب سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا ”مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس معاملے میں میں تو خود ایک فریق ہوں۔ میری رائے میں آپ کسی انگریز کو

وکیل کریں۔“ چنانچہ جناح صاحب کی رائے کے مطابق وکیل مقرر ہوا۔ اور اس کی مدد کے لئے ملک برکت علی۔ ڈاکٹر محمد عالم صاحب اور دوسرے کئی سربراہ اور مسلمان وکیل انتخاب کئے گئے۔ جو ہر پیشی پر اس کی مدد اور رہنمائی کرتے رہے۔

سول نافرمانی کی تجویز

کچھ لیڈران قوم اس طویل کارروائی سے مطمئن نہ تھے۔ انھوں نے پھر ریشہ دوانیاں شروع کیں مسلمانوں کو اکسایا اور اشتعال دلایا کہ ”یہ تو بڑا المبا بکھیرا ہے۔ مناسب ہے کہ سول نافرمانی کی جائے۔ چند دنوں میں سکول کو نکال باہر کریں اور مسجد پر قبضہ کر لیں۔“ لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس وقت علی پور شریف میں تھے۔ آپ فوراً لاہور تشریف لائے۔ بادشاہی مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ وعظ کیا۔ اور اعلان فرمایا کہ ”آپ نے مجھے امیر بنایا ہے۔ میں بحیثیت امیر ملت کے آپ کو حکم دیتا ہوں کہ میرے حکم کے بغیر ہر گز سول نافرمانی نہ کی جائے۔ مسلمان کے خون کا ایک قطرہ بھی بڑی قیمت رکھتا ہے۔ پہلے ہی بلا وجہ خون خرابہ ہو چکا ہے۔ اور مسلمانوں کی کئی قیمتی جانیں تلف ہو چکی ہیں۔ اگر اب کچھ ہو گیا تو میں بارگاہ رب العزت میں کیا جواب دے گا۔“ پھر آپ نے مسلمانوں کو تفصیلات سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ ”مقدمہ دائر ہو چکا ہے۔ صبر ضبط سے کام لو۔ مقدمہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ اس کے بعد اگلا اقدام سوچا جائے گا۔“ آپ نے لاہور میں کئی مقامات پر جلسے کر کے لوگوں کو صبر و ضبط کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ کی تقریروں کا خاطر خواہ اثر ہوا اور لوگ امیر ملت کے حکم کے سامنے خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد آپ قصور اور امر تسر وغیرہ تشریف لے گئے۔ وہاں بھی کئی کئی دن قیام کیا۔ جلسے منعقد کئے۔ اور مسلمانوں کو سمیت و حوصلہ اور صبر و ضبط کی تلقین فرمائی۔

دربار رسالت سے طلبی

میں ان دنوں علی پور شریف میں ہی تھا۔ کہ مدینہ منورہ سے حضرت آغا غنیل صاحب مرحوم کا خط آیا۔ حضرت آغا صاحب کی عمر اس وقت نوٹے سال کے قریب تھی۔ آپ وطنہ اقدس کے چابی بردار اور جاربوب کش تھے جب آپ کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے اشارہ ہوتا، آپ فوراً حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مطلع کرتے کہ آپ کے لئے حاضری کا حکم صادر ہوا ہے۔ حضور فرماتے تھے کہ ”وہ

سے اتفاق کیا۔ دوسرے دن جب میں نے ضروری سامان لینے کے لئے گھر جانے کا ارادہ کیا، تو سب نے اتفاق رائے سے کہا کہ ”ہم ایسا ہرگز نہیں مہنے دیں گے۔ حضرت قبلہ عالم بھی ہمارے جہان ہیں۔ باہر سے اور جو حضرات تشریف لائیں گے وہ بھی ہمارے جہان ہوں گے۔ ہم سب مل کر یہ خدمت انجام دیں گے۔“ غرض میرے مقبول صاحب اور بندہ کو منتظم مقرر کیا گیا۔ اور دوسرے یارانِ طریقت ہر کام میں ہمارا ہاتھ بٹاتے رہے۔ اشتہارات شائع کئے گئے۔ دور دور سے لوگوں کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ خود روٹوش اور قیام کے لئے مکمل انتظامات کر لئے گئے۔ سب یارانِ طریقت امرتسر نے اپنے ذمہ لیا۔ مجھے مشکل اس کا خیر میں شریک کرنے پر راضی ہوئے۔ جب کانفرنس کی تاریخ آگئی تو سب کو ڈپٹی کمشنر نے جلسے کے انعقاد کا افتتاحی حکم جاری کر دیا۔ اور دفعہ ۴۴ نافذ کر دی۔ میں اور میرے مقبول صاحب اس سے جا کر بیٹے۔ بہت کچھ کہا سنا۔ مگر وہ نہ مانا۔ بالآخر ہم دونوں گورنر کے پاس شکایت لے گئے۔ گورنر نے ہماری ساری دواؤں سنیں۔ ہم کو جیلہ کرنے کی اجازت دی۔ اور اسی سبک کو تبدیل کر کے مسلمان ڈپٹی کمشنر کو تعینات کر دیا۔

مقررہ تاریخ پر اطراف و اکناف سے بے شمار اکابر جمع ہوئے میرے مقبول صاحب اور ان کے رفقاء کے کارنے قیام و طعام کا نہایت عمدہ انتظام کیا تھا۔ کسی کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہوئی اور ہر طرح کی آسائش ہمتیا کی۔ اول مجلس مضامین کا جلسہ بند کر کے میں ہوا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت نامناسب تھی۔ اس لئے میں نے صدارت کے فرائض انجام دیے۔ صرف یہ امر زیر غور آیا کہ ”حضرت کو مدینہ شریف سے طلبی کا حکم آگیا ہے۔ اب آپ حضرات مشورہ دیں کہ حضور حسبِ احکام حج اور زیارت کو جائیں۔ یا رسولِ نافرمانی کی جائے اور مدینہ منورہ کا قصد نہ فرمائیں۔“ میں نے حضرت آغا خلیل صاحب کے خط کا مضمون پڑھ کر سنایا۔ اور اس کے سیاق و سباق سے آگاہ کیا۔ اکثر اصحاب زور دیتے رہے کہ حضور قبلہ عالم کو بحالات موجودہ ملک سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ دوسرے حضرات کی رائے تھی کہ دیارِ نبوی کی حاضری مقدم ہے۔ رسولِ نافرمانی فی الحال ملتوی کی جاسکتی ہے۔ رات کے بارہ بجے تک مجلس مشاورت جاری رہی۔ آخر یہ طے ہوا کہ جلسہ عام میں یہ سب صورت حال پیش کر کے عام مسلمانوں کی رائے کے مطابق عمل ہونا چاہیے۔

لوگوں نے کہ ”بلاوا آگیا ہے۔ سامان اٹھاؤ اور چل پڑو“ اس خط میں بھی حضرت آغا صاحب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے طلبی کا حکم تحریر فرمایا تھا۔ میں نے خط پڑھ کر سوچا کہ اگر میں تاخیر کرتا ہوں تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی نافرمانی کا اندیشہ ہے۔ اس لئے میں فوراً قصو کے لئے روانہ ہو گیا۔ رائے دہندے کے اسیشن پر ایک پیر بھائی ملے، انھوں نے بتایا کہ حضور قبلہ عالم امرتسر میں لے گئے ہیں۔ میں ریل سے اُتر گیا۔ رات وہیں لائے فٹ میں بسر کی اور صبح امرتسر حاضر ہوا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ”اچھا ہوا کہ تو آگیا۔ ورنہ میں آدمی بھیج کر بلوانے والا تھا۔“ میں نے حضرت آغا خلیل صاحب کا خط پیش کیا۔ آپ نے خط کو پڑھا، آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھا۔ پھر مجھے حکم دیا ”پڑھ کر سناؤ۔“ مضمون سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آگیا ہے کہ میں دیارِ اقدس میں حاضری دوں۔ میرے پاس تو ایک سیسہ بھی نہیں کہ حاضری دے سکوں۔ بس یہ انجی کا کرم اور بندہ پروری ہے کہ غلام کو یاد فرمائیے ہیں۔“

اس کے بعد آپ نے علیحدگی میں مجھ سے فرمایا کہ تیرے ساتھ مجھے مشورہ کرنا ہے بعض خود غرض لوگ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیندنا چاہتے ہیں۔ اور اس لئے تجویز کرتے ہیں کہ رسولِ نافرمانی کی جائے۔ پہلے ہی کئی مسلمان شہید ہو چکے ہیں جس کا مجھے سخت صدمہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ امرتسر میں ایک عظیم اجتماع کیا جائے جس میں تمام ہندوستان کے مشائخ عظام، علمائے کرام، وکلا اور لیڈر بلائے جائیں۔ اور سب کے مشورے سے آئندہ کا فیصلہ کیا جائے۔ میں نے عرض کیا ”آپ کا خیال بہت مبارک اور مناسب ہے۔ تعمیل کی جائے گی۔“ دریافت فرمایا ”انتظام کیسے ہوگا؟“ میں نے عرض کیا ”میں خود سارا انتظام کر دوں گا۔ آپ کا حکم کافی ہے۔“

اگلے دن مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ”تم گھر جا کر آنا، چاول، گھی کے کفتر اور ضرورت کی دوسری تمام چیزیں لے آؤ۔“ اسی کے ساتھ حکم دیا کہ یہاں کے ممتاز پیر بھائیوں سے بھی مشورہ کر لو تاکہ کانفرنس کے انعقاد کی بابت ان کی رائے بھی معلوم ہو جائے۔ میں نے ڈاکٹر میر بدایت اللہ صاحب میر مقبول محمود صاحب، میاں محمود صاحب، میاں غلام جیلانی صاحب اور دیگر یارانِ طریقت کو جمع کر کے یہ تجویز ان کے سامنے پیش کی۔ سب نے بالاتفاق حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لا کر چند روز بعد برادری میں حج و زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔

پریوی کونسل میں اپیل

چند ماہ بعد حضور حجاز مقدس کے سفر سے واپس آئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد بانی کورٹ کے مجمل نے اپنا فیصلہ

دیا۔ غیر مسلم جموں نے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ دیا تھا مسلمان حج جسٹس دین محمد مرحوم نے اپنا اختلافی فیصلہ الگ لکھا جو مسلمانوں کے حق میں تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں علی پور شریف میں رونق افروز تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ”میں کل صبح آٹھ بجے کی گاڑی سے لاہور جاؤں گا۔ تم شام کی گاڑی سے لاہور آ جانا“ میں لاہور پہنچا تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم صبح نواب صاحب ممدوٹ کی کوٹھی پر جا کر ان سے ملو۔ اور پوچھو کہ اب ان کا کیا ارادہ ہے۔ نواب صاحب نے رات ہی میں اپنے آدمی کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ ”میں خود مقدمہ کروں گا آپ فکر نہ کریں۔ اور صبح خود بھی حاضری دوں گا“ حضرت نے فرمایا ”خیر! مبارک ہو۔ نواب صاحب کا آدمی آیا تھا۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ آگے بھی مقدمہ کا سارا خرچ میں خود برداشت کروں گا۔ اور کہلوایا ہے کہ صبح میں خود بھی آؤں گا“

نواب صاحب نے تیس ہزار روپیہ زیر ضمانت جمع کر کے لندن کی پریوی کونسل

عدالتوں کے فیصلے اور حضرت قبلہ عالم کی مشکوئی

میں مقدمہ کی اپیل دائر کر دی۔ مگر وہاں بھی مسلمانوں کے خلاف فیصلہ ہوا۔ حضرت کو اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا ”نہ رہے گا بانس نہ نیچے گی بانسری۔ انگریز اور سکھ ہی یہاں نہیں رہیں گے۔ عام لوگ اس ارشاد کی تہہ تک کب پہنچ سکتے تھے۔ مگر ہم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آپ کا فرمان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پورا ہو گیا۔ سچ ہے۔“

سادھو بولست سہہ سبھا سادھو دا بولیا ورتھانہ جا

انگریز کی عدالت عالیہ کے فیصلوں کے مطابق یہ زمین برائے نام سکھوں کے قبضے میں رہی۔ مگر انھیں یہ بہتہ نہ ہونے کی یہاں گورنر وارہ تعمیر کر سکیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت و خطابت سب کے دلوں پر نقش تھی۔ آپ کے ان اقدامات کا یہ رعب اور ہیبت تھی کہ انگریز قانون کی حمایت حاصل ہوتے ہوئے بھی مسجد کی زمین کی حرمت پر حرف نہ آنے پایا۔ دراصل آپ کو اللہ

کھلے اجلاس عام کا فیصلہ صبح کے اجلاس میں عوام کے سامنے کل صورت حال بیان کر کے ان کی رائے معلوم کی گئی۔ ایک اے اور دوسری رائے کے

موانعین و مخالفین کی دھواں دھار تقریریں ہوتی رہیں۔ آخر کچھ لوگوں نے تجویز کیا کہ رائے شہری کر لی جائے۔ ہر دو فریق اپنے اپنے موافق راہ ہموار کرنے لگے۔ کئی اجلاس ہوئے اور بات ادھوری رہی۔ دوسرے دن میر مقبول صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے، تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی تقرب ان کے شامل حال تھا۔ ان کی تقریر سے لوگ ایسے متاثر ہوئے کہ مستقل رہنے لگے۔ میر صاحب نے مجمع کو خطاب کر کے دریافت کیا کہ ”سول نافرمانی ہونی چاہیے یا نہیں؟“ مجمع سے متفقہ آواز آئی۔ ”ہرگز نہیں“ میر صاحب نے کہا ”باتھ اٹھاؤ“ سارے مجمع نے ہاتھ اٹھا دیے۔ اس کے بعد میر صاحب نے مجمع کو خطاب کر کے سوال کیا کہ ”حضرت امیر ملت حج اور زیارت کے لئے جائیں یا نہیں؟“ سب نے پر جوش آواز میں جواب دیا ”ضرور جائیں“ میر صاحب نے پھر ہاتھ اٹھا کر اس رائے کی تصدیق و تائید طلب کی تو سارے مجمع نے ہاتھ اٹھا دیے۔ پھر میر صاحب نے کہا کہ ”اب وہ حضرات ہاتھ اٹھائیں جنہیں اس رائے سے اختلاف ہے“ ایک شخص نے بھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ چنانچہ فیصلہ ہو گیا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ ”میں اپنی مرضی سے نہیں جا رہا ہوں بلکہ تعمیل حکم میں حاضری دوں گا“ اس کے بعد آپ نے انجمن اتحاد ملت کو اپنی جیب خاص سے پانچ سو روپیہ مرحمت فرمائے۔ اس پر دوسروں نے بھی انجمن کے لئے عطیات دیے۔ کافی رستم جمع ہوئی۔ جو سب انجمن اتحاد ملت کو دیدی گئی۔

اس کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر دل پذیر میں ملت کو پیام دیا کہ ”میری واپسی تک آپ لوگ مشتعل نہ ہوں۔ اور کوئی غلط قدم نہ اٹھائیں مسلمانوں کا پہلے ہی کافی جانی نقصان ہو چکا ہے۔ ہماری قوم بے جا نقصانات برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تنظیمی کام بہر حال جاری رہنا چاہیے۔ ہائی کورٹ میں مقدمہ زیر سماعت ہے۔ ہمیں اس کے فیصلے کا انتظار کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر نظر رکھو۔ اور کسی حالت میں بھی صبر و ضبط کا دامن مت چھوڑو“ حضور کے مواعظ حسنہ پر یہ کانفرنس ختم ہوئی۔ اور حضرت

تعالیٰ کی حمایت حاصل تھی۔ اسی لئے آپ حکومت سے مطلق خوف نہ کھاتے تھے۔ بلکہ سب کا مشاہدہ ہے کہ حکومت خود آپ سے خائف رہتی تھی سب سے "جسے خدا رکھے اسے کون چکھے"۔

لاہل پور کے حاجی عبدالرحمان صاحب بیان کرتے تھے کہ مسجد شہید گنج کے قتیضے کے دوران حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "اب تو ایک چار پائی کی جگہ بھی نہیں دیتے، انشاء اللہ حکومت اسے کے رہیں گے" نیز اسی زمانے میں آپ نے واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ "انگریز اور سکھ کا گٹھ جوڑ ہے۔ یہ دونوں یہاں نہیں رہیں گے" اس وقت کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی ایسا بھی ممکن ہوگا۔ لیکن حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کی تعبیر ہم سب کے سامنے ہے۔ ۳۱ اراگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آیا۔ نہ انگریز رہا اور نہ سکھ۔ نران سازشوں کا دست و بازو ہندو اور سرزمین مسجد شہید گنج کو اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک رکھنے کے لئے اپنے محبوب بندے کی دعاؤں اور کوششوں کو اس عنوان سے قبولیت کا شرف عطا کیا۔ **فَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ** •

سستی کا نفرنس

جمعیتہ العلماء ہند اہل سنت والجماعت کی سستی کا نفرنس کا سب سے پہلا جلسہ مراد آباد (یوپی) میں ہوا تھا۔ اس کے عظیم اجتماعات دس سال بعد منعقد ہوتے تھے۔ مراد آباد کا جلسہ ۱۹۱۸ء تا ۱۹۲۵ء کو ہوا تھا۔ مؤتمر کا دوسرا جلسہ ۱۹۳۵ء میں بدایوں (یوپی) میں منعقد ہوا۔ تیسرا عظیم اجتماع ۱۹۴۵ء میں بنارس (یوپی) میں منعقد کیا گیا۔ ان تینوں عظیم شان اجتماعات کی صدارت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہی نے فرمائی تھی۔ اور ہر موقع پر فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

بدایوں کے اجلاس کی صدارت کے لئے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب اور ایک دوسرے بزرگوار کے درمیان انتخاب ہوا۔ اور مولانا حامد رضا خان صاحب

اکثریت کے ووٹوں سے صدر چنے گئے۔ جسے لانا کا انتخاب مکمل ہو گیا تو آپ نے اعلان فرمایا کہ "میں حضرت کو کسی صدارت پیش کرتا ہوں جیسے حمایت کرنے والوں کے ووٹ اور میرا اپنا ووٹ حضرت کے لئے ہے، صدارت کے لئے ہمت کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اتنا کام نہیں کر سکتا۔ اور حضرت پیر صاحب ہمیشہ سے کام کرنے کے عادی ہیں۔ لہذا ہم سب کی درخواست ہے کہ آپ صدارت قبول فرمائیں" اس پر ہر طرف سے تائید کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اتفاق رائے سے صدر منتخب ہو گئے۔

اجلاس بنارس

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ مؤتمر کے انعقاد کے مہتمم خصوصی ہوتے تھے۔ بنارس میں

۱۹۴۵ء کا اجلاس بڑے ہنگامے کا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حسب عادت فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اس میں آپ نے مسلم لیگ اور مسلم لیگ کی قرارداد لاہور (یعنی مطالبہ پاکستان) کی شد و مد کے ساتھ حمایت کی۔ اور تمام مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ قائد اعظم کی اعانت پر کمر بستہ ہو جائیں۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حق گوئی میں بغایت بے باک تھے اجلاس سے قبل، بلکہ بنارس پہنچنے سے پہلے کئی غلط عقیدہ مند خدمت الایمان عرض کر چکے تھے کہ اس اجلاس میں مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت میں کچھ کہنے سے اجتناب کیجئے۔ اس لئے کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو جلسے میں سخت ہنگامہ ہوگا۔

چنانچہ شرکاء جلسہ میں سے کئی علمائے نے آپ کی مخالفت میں تقریریں کیں۔ جلسے کو درہم برہم کرنے کے لئے شور و غوغا مچا۔ جناح صاحب پر کفر کے فتوؤں کا اعلان ہوا۔ غرض حسب توقع خوب ہنگامہ ہوا۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے موقف سے ذرا نہ ہٹے۔ آخر مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی اور مولانا عبدالحماد صاحب قادری بدایونی نے آپ کی تائید اور تحریک پاکستان کی حمایت میں زوردار تقریریں کیں۔ مولانا عبدالحماد صاحب کی تقریر تو تین گھنٹے تک جاری رہی تھی بڑے ہنگامے کے بعد آخر کار مخالفین کو منہ کی کھانی پڑی اور عام حاضرین نے مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر تو "امیر ملت زندہ باد" "مسلم لیگ زندہ باد" پاکستان زندہ باد کے نعروں کے آگے

فریق مخالف کو خاموشی کے سوا کوئی راہ نجات نظر نہ آئی۔

تحریک قیام پاکستان

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے ۱۹ اپریل ۱۹۴۰ء کو اپنی ”اشاعت ملی“ میں ایک مقالہ ”تحریک پاکستان کا نڈر مجاہد“ کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ اس میں مقالہ نگار نے لکھا تھا:

”حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ وہ تحریک جو ہندوستان میں چلائی جاتی، آپ اس کا بغور مطالعہ فرماتے۔ اور اسی تحریکوں جو مسلمانوں کے مفاد کے خلاف یا مذہبی و دینی لحاظ سے ان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھیں، آپ حکومت وقت کی پروا کئے بغیر ان کے خلاف نبرد آزما ہو جاتے تھے۔ ”تحریک شہید گنج“ میں سکول اور انگریزوں کے خلاف ٹکڑے کر مسجدوں کی اہمیت و حرمت کے احساس کا جذبہ مسلمانوں کے اندر پیدا کیا۔ اور قوم نے انھیں ”امیر ملت“ کے خطاب سے نوازا۔ شدھی تحریک ”مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک“ کے سیلاب کے آگے بند باندھنے اور ہندوؤں کے زور کو توڑنے کے لئے تن من و جان کی بازی لگادی۔ شریعت مصطفویٰ کو عام کرنے کے لئے آپ نے برصغیر پاک و ہند میں بے شمار دینی اور تبلیغی انجمنوں کی بنیادیں رکھیں۔ تاکہ مسلمانوں میں دینی فکر کی اساس مضبوط ہو سکے۔ جیسا کہ آج بھی کئی ایسی انجمنیں مثلاً انجمن خدام الصوفیہ اور انجمن اسلامیہ وغیرہ زندہ ہیں جن کی بنیاد آپ نے رکھی تھی۔

”۱۹۴۰ء میں جب قرارداد لاہور پاس ہوئی تو آپ نے اس کی زبردست حمایت کی۔ اور پاکستان کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ایک سرگرم مبلغ کی حیثیت سے مسلمانان پاک و ہند کو بیدار کیا۔ آپ مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے۔ اور قائد اعظم کی مقبولیت کے لئے کام کرتے رہے۔ پیر صاحب نے اپنے مریدوں سے کہہ رکھا تھا کہ میں اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا، جس نے تحریک پاکستان میں کسی نہ کسی رنگ میں حصہ نہ لیا ہو۔“

مسلم لیگ سے تعلق

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان میں جو حصہ لیا، اس اقتباس سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس زمانے سے قبل آپ نے مسلم لیگ میں کسی دل چسپی کا اظہار فرمایا تھا یا نہیں، اس کا تفصیلی علم نہیں مگر ۱۹۳۵ء سے پہلے کی مسلم لیگ میں آپ نے کوئی حصہ نہ لیا ہو تو عجب نہیں۔ اس لئے جیسا کہ سب جانتے ہیں، پرانی مسلم لیگ صرف خواص کی ایک سیاسی جماعت تھی اور اسے عوام سے محض دور کا واسطہ تھا۔ جب قائد اعظم نے لندن سے واپس آکر اس کو حیات نو عطا کی ہے، تبھی وہ ایک اعلیٰ اسلامی جماعت کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ پہلے مسلم یونیورسٹی کے قیام کے سلسلے میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سے ایک اقتباس آچکا ہے جس میں آپ نے نواب قارالملک مرحوم کے نام کے ساتھ ”میرے محرم“ کا لقب بیان فرمایا تھا۔ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ۱۹۱۱ء میں بھی قائد و اکابر میں سے مخلص قائدین سے آپ کے خصوصی روابط تھے، اور نہ صرف یہ کہ آپ ان کے کاموں کی قدر کرتے تھے، بلکہ ان کی اعانت اور سرپرستی کے لئے آمادہ رہتے تھے۔

پچنانچہ جب مسلم لیگ نے جماعتی حیثیت سے عوامی وجہ حاصل کر لیا اور ۱۹۴۰ء میں جب ”قرارداد پاکستان“ منظور ہو گئی تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علی الاعلان مسلم لیگ کی حمایت اور استحکام کے لئے کام شروع کر دیا۔ اور سفر و حضر میں یقین فرمانے لگے کہ سب مسلمانوں کو مسلم لیگ کے چرچم تلے جمع ہو جانا واجب ہے۔

ہندوستان بھر کے تنظیم دہانے

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے تحریک قیام پاکستان کی تائید و حمایت کے لئے سارے برصغیر کے دو دوے فرمائے تھے۔ پہلی دفعہ مسلم لیگ کو مقبول بنانے اور مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت کی حیثیت سے تسلیم کرنے کے لئے، اور دوسری مرتبہ ۱۹۴۶ء کے مرکزی اور صوبائی انتخابات میں مسلم لیگی نمائندوں کی کامیابی کے لئے۔ نیز قیام پاکستان کے اعلان کے بعد صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے بنفس نفیس سرحد کے دورے فرمائے تھے جہاں اربابان طرقت کو ان سب موقعوں پر حکم تھا کہ کال جو ش عمل اور ٹکٹ دے کا مظاہرہ کریں اور تحریک کی حمایت و اعانت میں

کوئی گستاخ نہ رکھیں۔

سادات مشائخ و علمائے اہل

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر پاک و ہند میں اپنی سادات برادری کو جس میں شیعہ متی کا

امتیاز نہ تھا خطوط لکھے۔ نیز تمام مشائخ عظام اور علمائے کرام کو مکتوب ارسال کئے۔ اور ان کو توجہ دلائی کہ ”خ“ وقت آن نیست کہ در حجرہ نشینی بریکار۔ آئے اور میدان عمل میں کود پڑیے اس وقت ملت اسلامیہ کی فلاح و بقا کا مسئلہ درپیش ہے۔ اور ہم سب کا فرض ہے کہ مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت کی حمایت پر کمر بستہ ہو جائیں۔ اور اسے، درمے، قدمے، بخشنے ہر طرح سے اعانت کریں۔ حضور کی اس اپیل کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ملک بھر سے اور اطراف و اکناف سے مکتوبین الیہم نے آپ کی آواز پر لبیک کہی۔ اور خط ارسال کر کے حمایت و اعانت کا وعدہ کیا۔ نیز بہت سے اکابر و عمائد خود علی پور سیدان آئے اور آپ کو اپنی امداد اور مساعی کا یقین دلایا۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جہاں تشریف لے جاتے وہاں اپنے طور پر جلسے منعقد فرماتے اور ان کے تمام اخراجات کا بوجھ بھی خود ہی برداشت فرماتے تھے۔ مسلم لیگ کے کارکن اور سوشل گارڈ کے رضا کار دوڑ دوڑ کر حضور کے اتباع اور جلسے کی کامیابی کے لئے سرگرم عمل ہوجاتے۔ چنانچہ آپ کے منعقد کردہ جلسوں کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوتی۔ اور مسلم لیگ کو مستحکم و منظم بنانے کا کام کم سے کم وقت میں انجام پاتا تھا۔

۱۹۴۳ء میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سرہ العزیز حمید آباد دکن میں قیام فرمایا۔ تھے عزم مکرّم حضرت شرف الملت و مظلّٰی العالی و سجادہ نشین دوم کے ہمراہ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ تو بخششی مصطفیٰ علی خان صاحب و مہاجر مدنی اور خلیفہ مجاز اپنے سے حضور کی فرودگاہ یعنی قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر موجود تھے۔ چند روز کے بعد اخباروں میں خبر شائع ہوئی کہ کسی بدبخت نے قائد اعظم پر چاقو سے حملہ کر کے آپ کو زخمی کر دیا ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم دیا کہ ”تم بخششی صاحب کے ہمراہ جا کر جناح صاحب کی میری طرف سے مزاج

پرسی کر آؤ“۔ میرا اور بخششی صاحب کا ٹکٹ بھی خرید لیا گیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنی سی کے لئے ایک خط بھی قائد اعظم کے نام تحریر فرمایا اور بہت سے تحائف جن جن صاحب کے لئے عطا فرمائے۔ بعد میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ ”تم مت جاؤ۔ بخششی صاحب آگئے ہی جائیں“۔

قائد اعظم کے نام مکتوب اور تحائف

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ ”تو نے مجھے امیر ملت مقرر

کیا ہے۔ اور پاکستان کے لئے جو کوشش آپ کر رہے ہیں، وہ میرا کام ہے۔ لیکن میں اب سو سال کا زیادہ عمر کا ضعیف ناتواں شخص ہوں۔ میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اس میں آپ کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ غزوہ کی دشمنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی، فرعون کی دشمنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی، ابوجہل کی دشمنی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا باعث ہوئی ہے۔ اب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے، آپ کی کامیابی کے لئے فال نیک ہے۔ آپ کو میں مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ آپ کو حصول مقصد میں خواہ کتنی بھی دشواریوں کا سامنا ہو، آپ بالکل پروا نہ کریں۔ اور پیچھے نہ ہٹیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ کامیاب فرمانا چاہتا ہے۔ اس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے۔ میں اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے حکم کے تابع رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں کہ آپ اپنے مقصد سے ذرہ بھر نہیں ہٹیں گے“۔ تحفوں میں قرآن شریف، تسبیح، جامناز، شال، دھسہ اور دوسری قیمتی چیزیں شامل تھیں۔ میں نے، قاری صاحب اور بخششی صاحب نے مشورہ کر کے عرض کیا کہ تحفوں میں سے قرآن شریف، تسبیح اور جامناز نکال دیا جائے۔ اور خط میں سے یہ الفاظ کو ”میں اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے حکم کے تابع رہیں گے“ محذوف کر دیے جائیں۔ حضور نے ہمارے مشورے کو قبول نہیں فرمایا۔ اگلے دن ہم سب ایک ہی موٹر میں کسی جگہ دعوت کی شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ راستے میں ہم نے پھر اپنی بات دہرائی۔ آپ نے کمال شفقت سے فرمایا ”ایک بات تم میری مانو اور ایک میں تمہاری ماننا ہوں۔ تحائف تو اسی طرح رہنے دو۔

اور بتاؤ خط میں کیا لکھو گے؟ میں نے عرض کیا۔ اُس جملے کو یوں بدل دیں گے کہ ”ہم سب آپ کے معاون و مددگار رہیں گے“ فرمایا ”بہت اچھا“ ہم سب اس حدیث شریف کے مضمون کہ ”اتَّقُوا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ وَتَرْجَمُ أُمُومِنِ“ کی فراست اور زیرکی سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے“ اسے غافل ہو گئے تھے اس لئے ہم سے یگستاخی سرزد ہوئی۔

جناب صاحب کا شکر یہ کا خط بخشی صاحب خط اور تحفے لیکر ممبئی گئے۔ مالا باریل پر قائد اعظم کی فرودگاہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں نے ملاقاتوں کی بالکل قدغن کر رکھی ہے۔ وہ فاطمہ جناح سے مل کر خط اور تحفے ان کو دے آئے۔ اور واپس آکر تفصیل اور خیریت مزاج سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مطلع کر دیا۔ چند روز کے بعد جناب صاحب کا خط آیا جس میں آنھوں نے لکھا تھا کہ ”جی آپ جیسے بزرگوں کی دعا میرے شامل حال ہے، تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں۔ اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔“ پھر لکھا تھا کہ ”آپ نے قرآن شریف اس لئے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں۔ جب تک قرآن اور دین کا علم نہ ہو کیا لیڈری کر سکتا ہوں میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا۔ انگریزی تہجے میں نے منگوائے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جاننا آپ نے اس لئے عطا کیا ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ماننا تو مخلوق میرا حکم کیوں مانے گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھا کر دل کا تسبیح آپ نے اس لئے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود و تضرع پڑھا کروں۔ جو شخص اپنے پیغمبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے۔ میں اس اشارے کی بھی تعمیل کروں گا۔

جب حیدر آباد دکن میں قائد اعظم کے انگریزی خط کا مذکورہ بالا ترجمہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا ”میں حیدر آباد میں بیٹھا ہوں اور جناب صاحب ممبئی میں ہیں۔ اتنے بعد مسافت پر ان کو میرے مافی الضمیر کی کیسے خبر ہو گئی۔

درانحالیکہ میں نے اس کا کسی سے تذکرہ بھی نہیں کیا۔ بے شک جناب صاحب ولی اللہ ہیں۔ اس کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اور زیادہ انہماک سے مسلم لیگ کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ اپنے تبلیغی

دوروں میں اور عام اجتماعات میں خصوصیت سے یہ پیام عام مسلمانوں تک پہنچاتے تھے۔ آپ سادہ الفاظ میں حاضرین سے کہتے ”لوگو! دو پرچم ہیں۔ ایک مسلمانوں کا۔ دوسرا کافروں کا۔ بتاؤ کس پرچم کے سائے میں رہنا چاہتے ہو؟“ آپ کی زبان مبارک سے یہ بات نکلتی تو فوراً اثر دکھائی اور لوگ دھڑا دھڑا مسلم لیگ کی حمایت پر مستعد اور کمر بستہ ہو جاتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علمائے دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر توجہ دلائی۔ اور بتایا کہ ”یہ دین کا کام ہے۔ آپ سب خدمت قوم اور حمایت دین پر مستعد ہو جاؤ۔ صوفیائے کرام سے آپ خاص طور پر کہتے کہ ”آپ نے تمام عمر گوشہ نشینی میں گزار دی ہے اب دین کی خدمت کا وقت آگیا ہے۔ اس لئے میدان عمل میں آجائیے اور اپنا فرض ادا کیجئے“ اس سلسلے میں آپ نے اشتہار بھی شائع کئے۔ اور بے شمار بزرگوں کو خط بھی لکھوائے۔ چنانچہ اطراف اکناف سے آپ کو خط اور تار کے ذریعے پیامات موصول ہوئے۔ اور علماء و مشائخ نے تعاون عمل کا وعدہ کیا۔

سستی کا نفرنس جمعیتہ العلماء ہند کے ذیل میں ذکر آچکا ہے کہ علمائے کرام کے اس عظیم الشان اجتماع میں بھی آپ نے مسلم لیگ کی حمایت کا زور شور سے اعلان کیا تھا۔ اسی طرح ہر اجتماع میں بلا خوف و خطر آپ حق کی حمایت میں آواز بلند فرماتے اور اس کا خاطر خواہ اثر ہوتا۔ ایک دفعہ امرتسر میں مسجد جان محمد میں جلسہ ہو رہا تھا۔ آپ کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ ”جناح کا فریب یا مسلمان؟“ آپ نے جربستہ فرمایا ”تم نے کونسی اس کے ساتھ رشتہ داری کئی ہے جو اس کا مذہب دریافت کرتے ہو؟“ پھر ارشاد کیا کہ ”ہم نے جناح جی کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خوان مقرر نہیں کیا۔ بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں۔ ہم سب کا کام ہے جس کو وہ کر رہے ہیں۔ یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ ان کا مذہب و مسلک کیا ہے؟“ اہل جلسہ اس اسلوب بیان سے مطمئن ہو گئے۔ حضرت مولوی نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑھ کر حضرت کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور

اقام کے کھانے پکتے رہے۔ چوتھے دن حضرت نے دریافت کیا کہ ”آپ نے خود کیوں تکلیف فرمائی؟“ پیر صاحب نے ارشاد کیا کہ ”میں آپ کے مراسلہ کے جواب میں خود حاضر ہو گیا ہوں۔ اب جو حکم ہوگا تعمیل کروں گا۔“ حضرت نے فرمایا ”اب دین اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے۔ یہ کام جو جناح صاحب کر رہے ہیں ہم سب کا ہے۔ آپ بھی ان کی اعانت فرمائیں“ پیر صاحب نے وعدہ کیا۔ اس طرح چوتھے دن ہم سب ان کو اسٹیشن تک رخصت کرنے گئے۔ اور یہ پر لطف اجتماع ختم ہوا۔

حضرت پیر صاحب مانگی شریف رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح مسلم لیگ کی خدمت کی سب کو معلوم ہے۔ انھوں نے جناح صاحب کی مانگی شریف میں دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد فرمایا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس جلسے کی شرکت کے لئے مانگی شریف بلایا تھا۔ لیکن آپ نام سازی مزاج کے باعث نہ جاسکے۔ تو آپ نے حضرت الد صاحب قبلہ سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جگہ بھیج دیا۔ اور آپ کے ہاتھ جناح صاحب کے لئے ایک سونے کا تمغہ، تین سو روپے کی تحصیل، اور کئی دوسرے تحائف ارسال کئے۔ حضرت پیر صاحب مانگی شریف نے حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت کی اور انہی سے جلسہ کی صدارت کرائی۔ جب جناح صاحب جلسے میں آئے اور حضرت الد صاحب قبلہ نے آپ سے کہا کہ ”حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لئے کامیابی کا تمغہ سونے کا بھیجا ہے“ تو قلمدان غلیم بہت خوش ہوئے۔ کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور سینہ تان کر کہا۔ ”پھر تو میں کامیاب ہوں۔ آپ تمغہ کیے سینے پر آویزاں کیجئے؟“

حضرت پیر صاحب مانگی شریف نے ہزاروں لاکھوں روپے اپنی حبیب سے خرچ کئے اور ریفرنڈم میں کانگریسی حکومت سے ٹکری۔ آپ کے لاکھوں مرید ہیں اور سب نے اس وقت بڑا کام کیا تھا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بھی ہزاروں معتقدین اور بارہ صوبہ سرحد میں لگا۔ آپ نے بھی جا بجا جلسے کئے اور سب کو مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ کیا۔ یاران طریقت نے ریفرنڈم میں پوری محنت سے تگ و دو کی۔ ریفرنڈم کی کامیابی میں ان اسباب کا بہت بڑا حصہ تھا۔

اعتراف کیا کہ ”اب مسئلہ صاف ہو گیا“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”مولوی صاحب! وہ پاکستان بنانے کی کوشش کر رہا ہے، اسے کامیابی ہوگی“ پھر آپ نے کہا۔ ”پاکستان کے مخالفین کا ان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ بارگاہ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے۔ پاکستان ہم سب کا ہے۔ ایکے سر جناح کا نہیں ہے۔ وہ ہمارا کام کر رہے ہیں سبائے مکمل ہیں۔“

حضرت پیر صاحب مانگی شریف کی آمد

حضرت کی دعوت کے جواب میں حضرت پیر صاحب مانگی شریف رحمۃ اللہ علیہ کے علی پور سیدان آنے کا واقعہ ایک تاریخی یادگار ہے۔ اس لئے محفوظ کئے دیتا ہوں۔ شدید سردی کی ات تھی۔ بارش ہورہی تھی۔ ایسے میں حضرت پیر صاحب قبلہ مع رفقا کے جو سب کے سب اطفال و پستولوں سے مسلح تھے، علی پور سیدان میں وارد ہوئے۔ اسٹیشن پر جس نے اس مسلح جماعت کو دیکھا وہ بھی حیران ہوا۔ اور گاؤں میں جنہوں نے آتے دیکھا وہ بھی۔ اس لئے کہ پنجاب میں اس طرح رافیلوں اور پستولوں سے مسلح ہو کر چلنے کا رواج نہیں ہے۔

جب حضرت پیر صاحب باب رحمت میں داخل ہوئے تو حضور نے آہٹ سن کر پوچھا ”کون؟“ پیر صاحب نے جواباً کہا ”مانگی کا فقیر“ حضور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ حائقہ کیا۔ اور فرمایا ”فقیر کے گھر بادشاہ آگیا ہے“ پھر شکو کیا کہ ”پیر صاحب آپ نے اطلاع تو دی ہوتی۔ اس سردی اور تاریکی میں اسٹیشن سے یہاں تک پہنچنے میں آپ کو بڑی زحمت ہوئی ہوگی“ پیر صاحب نے فرمایا ”چھوٹوں کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ بزرگوں کو اطلاع دیں۔“ چھوٹوں کا کام خدمت میں حاضر ہونا ہے“ حضرت نے فرمایا ”اختر کو بلاؤ“ میں حاضر ہوا تو حکم دیا کہ ”پیر صاحب کے لئے کھانا لاؤ“ پیر صاحب نے کہا ”میں رات کو نہیں کھاتا“ ارشاد ہوا ”آج تو کھانا ہوگا“ پیر صاحب نے فرمایا ”چالیس سال سے میری عادت ہے کہ رات کو مطلق نہیں کھاتا“ حضور نے فرمایا ”میری سو سال سے عادت ہے کہ مہمان کو کبھی جھوکا نہیں سونے دیتا“ انہی مزے مزے کی باتوں میں کھانا آگیا۔ سب نے کھایا۔ بعد میں حضرت کے دستور کے مطابق سبز چائے کا قہوہ پیایا۔

غرض تین دن حضور نے پیر صاحب کو مہمان رکھا۔ بڑی پر زلف دعوتیں ہوئیں انواع و

نے فرمایا "یہ بہت لذیذ ہوتا ہے۔ اور یہاں کی رسم کے مطابق اسے سب کے آخر میں لایا جاتا ہے۔" قائد اعظم نے سب کھانوں کو پسند کیا اور کہا کہ "میں نے ایسی پر تکلف دعوت ساری عمر نہیں کھائی۔ اگر میرا بس چلے تو میں باورچی کو اڑا لے جاؤں۔"

آخر میں پاکستان کے متعلق دینک باتیں ہوتی رہیں۔
قائد اعظم کو کامیابی کا مشرودہ حضور نے قائد اعظم کو دو جھنڈے عطا کئے۔ ایک سبز

دوسرا سیاہ۔ نقد روپیہ بھی عطا کیا۔ پاکستان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ رخصت کے وقت دوبارہ قائد اعظم سے اٹھ کر معافہ کیا۔ اور اس طرح یہ تاریخی ملاقات اور دعوت اختتام پذیر ہوئی۔ حضرت قائد اعظم نے قیام پاکستان سے کئی سال قبل لاہور کے ایک جلسہ عام میں کئی لاکھ کے مجمع میں کہا تھا "میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا۔ کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا۔ اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے۔"

۱۹۴۶ء کے انتخابات کو تحریک پاکستان میں بڑی حیثیت اور اہمیت حاصل تھی۔ کانگریس کا دعویٰ تھا کہ

"ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں۔ انگریز اور کانگریس۔" قائد اعظم بار بار ڈنکے کی چوٹ اعلان فرما چکے تھے کہ "یہ دعویٰ غلط ہے۔ کانگریس صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے۔ مسلمانوں کی نمائندگی فقط مسلم لیگ کرتی ہے۔ ہندوستان میں اس لئے تین طاقتیں ہیں۔ مسلمان۔ انگریز۔ اور ہندو۔" ۱۹۴۶ء کے مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کو اسی لئے انتہائی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب و تحریک پر بیشتر مشائخ کرام نے پوری تندرہبی سے مسلم لیگ کے لئے کام کیا۔ اور ان کے معتقدوں اور حامیوں نے کال جوڑ اور خلوص سے انتخابات کی کامیابی میں حصہ لیا۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بنفس نفیس ہندوستان بھر کے دورے کئے۔ حضور کے خلفائے جمی اتبار شیخ میں اپنے حلقوں کے دورے کئے۔ اور سب تک حضور کا پیغام پہنچایا کہ "ہر شخص صرف مسلم لیگ کو ووٹ دے۔" حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اشتہارات چھپوائے اور ایک فتویٰ اخبارات میں شائع کیا کہ "جو شخص مسلم لیگ کو ووٹ دے اس

اس سے پہلے کا واقعہ ہے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا میٹر کا آخری دورہ تھا۔ انہی دنوں چودھری غلام عباس صاحب کی دعوت پر قائد اعظم سری نگر تشریف لائے۔ چودھری صاحب حضرت قبلہ عالم کے غلام آدم لیگ کے بہت بڑے کارکن اور کشمیر کے عظیم سربراہ تھے۔ حضرت کو قائد اعظم کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ڈاکٹر عبدالاحد صاحب کی معرفت قائد اعظم کی دعوت کی۔ انہوں نے جواباً کہہ دیا کہ "یہاں آپ بھی مسافر ہیں اور میں بھی مسافر ہوں۔ دعوت کی کیا ضرورت ہے۔ ملاقات کے لئے حاضر ہو جاؤں گا۔" آپ نے غور قبول نہ کیا اور نہایت وسیع پیمانے پر دعوت کی تیاریوں کا حکم دیدیا۔ آپ اس وقت خواجہ عبدالاحد صاحب کے مکان پر قیام پذیر تھے۔ وہیں سارے مہمان جمع ہوئے تھے۔ بہت بڑا ہال تھا۔ سارے ہال میں قیمتی قالینوں کا فرش تھا۔ اور انہی پر دسترخوان بچھا کر کھانا کھلایا گیا تھا۔ ایک بار غلام محمد صاحب کو حکم ہوا کہ تم باورچی کا انتظام کرو۔ سارا انتظام انہی نے کیا۔ جو بس گھنٹے گھنٹے پکتے رہے۔ مجھے یاد ہے کہ پینتالیس قسم کے سالن تیار کرائے گئے تھے۔

وقت مقررہ پر قائد اعظم چودھری غلام عباس صاحب کے ہمراہ تشریف لائے۔ دو دنوں قائدین کے دوسرے رفقا اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یارانِ طریقت جو کشمیر تھوڑے دنوں پہلے جمع ہو گئے۔ قائد اعظم سے حضرت قبلہ عالم نے کھڑے ہو کر معافہ کیا۔ اور اپنے لہجہ پر پیچھے کی فرمائش کی۔ قائد اعظم نے انکار کیا۔ آپ نے پھر اصرار فرمایا تو انہوں نے کہا "بے ادب اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا کرتا۔" میرا مقصد پاکستان بنانا ہے۔ آپ مجھے اس مقصد سے محروم نہ کریں۔ اس پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فوراً بیٹھ گئے۔ اور قائد اعظم سے کہا "آپ جہاں پسند کریں تشریف رکھیں۔" قائد اعظم آپ کے پاس ہی قالین پر بیٹھ گئے۔ ذرا سے وقفہ کے بعد ہاتھ دھوئے گئے۔ اور دسترخوان بچھا دیے گئے۔ حضرت نے قائد اعظم کے سامنے ایک خالی پلیٹ رکھوا دی اور اس میں تھوڑا تھوڑا نکال کر دیئے رہے۔ قائد اعظم باکولات کی کثرت سے حیران تھے اور کہتے تھے "بس اور نہ لاؤ۔ میں سیر ہو گیا۔" حضور نے فرمایا "آپ صرف تھوڑا تھوڑا چکھتے جائیے۔" تاکہ آپ کو کشمیری کھانوں کا علم ہو جائے۔ ہر چیز لذیذ سے لذیذ تھی۔ مگر قائد اعظم بہت کم خوراک شخص تھے۔ پھر بھی آپ نے ہر چیز تھوڑی تھوڑی چکھی۔ آخر میں گوشت تیار آیا۔ حضرت

کا جنازہ مت پر پڑھو۔ اور اسے اپنے قبرستان میں منت دفن ہونے دو۔ سفر، جلسے جلوس، سب کا خرچہ آپ خود برداشت فرماتے تھے۔ جو خلق اور یارانِ طریقت اپنے حلقوں میں جلسے جلوس نکالتے تھے، ان کا صرف وہ خود اٹھاتے تھے بغرض اے درے، قدمے، سٹخنے آپ نے اور آپ کے خلفاء و یارانِ طریقت نے اس سلسلے میں جو کارنامے انجام دیے ان کی تفصیل کے لئے دفتر درکار ہیں۔

قائد اعظم نے ایکشن کے لئے مستحق اور موزوں حضرات کو ٹکٹ دیے تھے۔ کچھ علما حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التماس کی کہ ہم کو بھی جناح صاحب سے کمرہ ٹکٹ دلوائے۔ آپ نے ہر ایک سے کہا ”مولوی صاحب! میں نے خود اپنے لئے کوئی ٹکٹ نہیں لیا، آپ کو کیسے لو اول؟“ ان کے اصرار پر فرمایا: ”آپ کا کام قال اللہ قال الرسول مسلمانوں تک پہنچانا ہے جاؤ اپنا کام کرو۔ یہ جن کا کام ہے ان کو کرنے دو“ اسی طرح جب ایکشن کا زمانہ آگیا تو مسلم لیگی امیدوار حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے کہ انتخابات میں ہماری مدد فرمائیے۔ چنانچہ ایکشن کی کامیابی کے لئے محن و الاٹنے دوبارہ ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ فرمایا۔ اور ہم سب کو کام کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجا۔ کہیں حضرت عموی صاحبان قبلہ کی ڈیوٹی لگی کہیں میری۔ اور کہیں عزیزم برادر سید انور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اول کو اول ضلع رہنمائی میں کام کرنے بھیجا تھا۔ پھر انھیں ضلع فیروز پور میں ذاب صاحب ممدوٹ کے حلقہ میں جانے کا حکم دیا۔ وہاں سے فقور میاں افتخار الدین صاحب کے کام کے لئے تشریف لے گئے اسی طرح حضرت عموی صاحبان ضلع ضلع اور تحصیل تحصیل مسلم لیگ کا کام کرتے پھرے۔ اور خدا کے فضل سے ہر جگہ لیگ کے امیدواروں کو کامیابی حاصل ہوئی۔

مجھے اول تحصیل نارووال جانے کا حکم ملا تھا۔ وہاں سے میاں ممتاز دولت داد امیدوار تھے پھر مجھے تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا بھیجا گیا۔ وہاں کا معاملہ بہت سخت تھا۔ وہ ملک خضر حیات خان ٹوانہ کی اپنی تحصیل تھی۔ وہ یونیٹ اور اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے۔ میں وہاں فضل حق پراچہ کے لئے کام کر رہا تھا۔ ملک خضر حیات خان نے بھلوال میں جلسہ کیا۔ تو چھوٹے

بچے سیاہ جھنڈیاں لے کر کھڑے ہو گئے۔ وزیر اعلیٰ کے ساتھ پولیس کیوں نہ ہوتی، پولیس نے بچوں کو ڈرایا دھمکایا تو عالم شاہ ذیل ارحلقہ کھڑے ہو گئے۔ اور ڈانٹ کر کہا ”خبردار۔ اگر تم نے ہمارے کسی بچے کو ہاتھ بھی لگایا تو ہم تمہارے ہاتھ کاٹ دیں گے۔ آگے دکھائی تو آگے نکال دیں گے۔ مسلم لیگ کی اعانت کا حکم ہمارے باپ کے دیا ہے۔ ہم ان کے حکم سے ہرگز سرتابی نہیں کریں گے۔ اس پر جلسے میں ہڑو بنگ مچ گئی۔ اسی افراتفری میں ملک خضر حیات خان ٹوانہ موٹر میں بیٹھ کر چپکے سے کھسک گئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور میرے ماموں سید علی حسین شاہ صاحب مرحوم میرے ساتھ برابر کام کرتے رہے۔ چنانچہ دوسرے حلقوں کی طرح یہاں بھی فضل حق پراچہ لیگ کے امیدوار کئی ہزار ووٹوں سے کامیاب ہوئے۔

۱۹۴۷ء کے انتخابات میں مرکز اور صوبوں میں مسلم لیگ کو بیسی نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی، اس کی مثال کم ملتی ہے سید محمد علی صاحب یارانِ طریقت میں سے تھے۔ بیسی میں قائد اعظم نے ان کو مبارکباد دی اور کہا کہ وہ یہ سب تمہارے پیرو صاحب کی کوشش اور دُعا کا نتیجہ ہے۔ قائد اعظم کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے مبارکباد کا تار دیا جس کے جواب میں انھوں نے بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو تار دیا اور لکھا کہ یہ سب آپ کی ہمت اور دُعا کا صلہ ہے۔ اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔“

بیش قرار مالی اعانت
تحریک پاکستان کے سلسلے میں حضور نے جتنا روپیہ خرچ کیا اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ لاکھوں روپے مسلم لیگ کو چندے میں دیے اور لاکھوں ہی ایکشن پر خرچ ہوئے ہوں گے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اہل خاندان، اور آپ کے خلفاء نے جو بھی اقدامات کئے، سب کا خرچہ ان کی جیب خاص سے ادا ہوتا تھا۔ کسی نے دوسروں سے چندہ لینا کبھی گوارا نہ کیا۔ کہ یہ دربارِ عالیہ کے دستور کے خلاف تھا۔ جو ممبرانِ ایکشن میں کامیاب ہوتے تھے، ان کے گلے میں نوٹوں کے بار ڈالے گئے۔ ماموں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فضل حق پراچہ کے گلے میں اپنے پاس سے سوپے کے نوٹوں کا بار ڈالا تھا۔ اسی طرح ہر جگہ کیا گیا۔ میں نے اپنے مشاہدے کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ سماعت میں تو اور ہزاروں باتیں آتی رہی تھیں۔

قائد اعظم کے جوابی خطوط

روزنامہ جنگ نے اسی اشاعت میں یہ بھی لکھا تھا کہ ”پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نے بعد میں ایک خط قائد اعظم کو انگریزی میں بھی لکھ دیا۔ جس میں مناسب حج اور زیارت کی تفصیلات، مقامات کے فاصلے، اور اخراجات تک تحریر کرائے تھے۔ قائد اعظم نے ۱۳ اگست ۱۹۴۶ء کو جواب لکھا۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔“

ڈیر سید جماعت علی شاہ صاحب!

۱۔ حوالہ دینے کے خط کے لئے بہت بہت شکریہ۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں تیزی سے جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، ان کی بنا پر میرے لئے اس وقت ہندوستان سے دور ہونا ممکن نہیں۔ آپ کے شکریہ کے ساتھ،

آپ کا مخلص، ایم اے جناح

اس سے قبل حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز قائد اعظم کو قیام پاکستان کی مبارکباد دے چکے تھے حضور کی مبارک باد کے جواب میں قائد اعظم نے ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو جو خط لکھا تھا، اس کی نوٹو اسٹیٹ نقل میرے سامنے ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

شا اورنگ زیب روڈ

نیو دہلی

۶ اگست ۱۹۴۷ء

”ڈیر پیر صاحب!

آپ کی نیک تمناؤں اور مبارکبادوں کا بہت بہت شکریہ۔ اور مجھے یقین ہے کہ مسلمان خوش ہیں کہ آخر کار ہم نے، دو سو سال کی غلامی کے بعد، خود اپنی پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت بنالی۔

قائد اعظم کو مکتوب تہنیت

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے قائد اعظم کو ایک خط لکھا جس کا پورا مضمون ”روزنامہ جنگ کراچی۔ یوم پاکستان ایڈیشن ۱۹ ستمبر ۱۹۴۶ء“ سے نقل کیا جاتا ہے۔

”قائد اعظم صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“

گزشتہ ہفتہ میں ایک پیغام عزم حج کی مبارک سببی پہنچ چکا ہوں۔ اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوند کریم نے آپ ہی کو نصیب فرمایا۔ اور باوجود باج گروہوں کی سخت مخالفت کے خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محض آپ کو کامیابی بخشی۔ حالانکہ مخالفین نے آپ کی مخالفت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپیہ صرف کر دیا۔ باوجود کروڑوں روپیہ صرف کرنے کے ان کو ساری روسیاء ہی اور ذلت نصیب ہوئی۔ انھوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کر کے بقول کشمیریوں کا گندھی کا کتا بنایا جائے۔ مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گندھی کا کتا نہ بنا سکے۔

”ع“ ”آفریں بادریں بہت مرزا تو“ ”ع“ ”ایں کار از تو آید و مرزاں چنین کنند“

”اس پیغام میں دوسری مبارکباد حضور نظام اور اہل حبیب آباد کو دیتا ہوں جنہوں نے آپ کو سونے سے وزن کر کے دس کروڑ مسلمانوں کی لاج رکھ لی کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک سونے سے وزن کرنے کی عزت، سوا آغا خان صاحب اور آپ کے، کسی بادشاہ کو بھی کسی ملک کی قوم میں نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ساری دنیا کے مسلمانوں سے برگزیدہ کر کے آپ کو یہ مرتبہ نصیب فرمایا ہے۔“

الراحمہ سید جماعت علی عفی اللہ عنہ

از علی پور سیدال۔ ۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء



وصالِ مبارک

وصالِ مبارک سے - پیغاماتِ معزیتے -

منظوماتِ وصالِ مبارک سے -

آپ نے ازراہ لطف مجھے شفتا لوگوں کا جو پارسل ارسال کیا ہے، اس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بہترین تمنائوں کے ساتھ

آپ کا مخلص،

ایم اے جناح

پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری

کوئٹہ (بلوچستان)

قیامِ پاکستان پر مبارک باد

جب تقسیمِ برصغیر اور پاکستان کا اعلان ہوا تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بے حد مسرور ہوئے

کہ آج ہماری تنگ و دو اور جدوجہد کا مثبت نتیجہ نکل آیا۔ آپ نے جناب قائد اعظم اور دوسرے زعماء کو مبارک باد کے تار ارسال کئے۔ نواب افتخار حسین خان صاحب ممدوٹ کو آپ نے مبارکباد کا تار دیا تو قبل از وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ بننے کی مبارکباد بھی دی۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے پیغام بھیجا تو لکھا۔ ”پیر صاحب! پاکستان بن گیا۔ اب ہمارا کام ختم ہوا۔ اب ملک چلانے والے جانیں اور ان کا کام“ قائد اعظم کو آپ نے مبارک باد کے تار میں تحریر فرمایا :

”ملک گیری آسان ہے۔ ملک داری بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائیں“

- - - - -

لاٹل پور چلا گیا۔ وہاں مجھے زیادہ قیام کرنا پڑا۔ وہیں رمضان شریف کا چاند نظر آگیا تو میں نے ارادہ کیا کہ روزے بھی وہیں رکھوں گا۔ حضرت صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ گرمیوں میں مری یا دیگر ٹھنڈے مقامات پر چلے جاتے تھے۔ اس بار کہیں جانے کا قصد نہ فرمایا۔ اور رمضان کا مہینہ آگیا تو یہیں رمضان گزارنے کا ارادہ کر لیا۔ رات کو آپ مسجد نور میں تشریف لا کر قرآن مجید سننے اور تراویح ادا فرماتے۔ اور دن کا وقت روزے کی حالت میں نہ خانے میں بسر فرماتے۔

۹ رمضان المبارک کو آپ مسجد میں تراویح ادا کر رہے تھے کہ آپ کو بخار ہو گیا۔ چنانچہ تراویح کے بعد آپ نے حکم دیا کہ ”مجھے بخار ہو گیا ہے کسی آدمی کو بھیج کر اختر حسین کو لال پور سے بلاؤ“ چنانچہ حضرت قبلہ عموی صاحب مدظلہ نے بلادی کے ایک فرد تیز منظر حسین شاہ صاحب کو اسی وقت لال پور روانہ کر دیا۔

میں فوراً منظور شاہ صاحب کے ہمراہ لال پور سے چل پڑا۔ اور رات کو ٹوبہ بھ علی پور پہنچا۔ سب لوگ تراویح کے لئے گئے ہوئے تھے اور حویلی میں باہر سے تالا لگا ہوا تھا۔ جب تالا کھلا تو میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے پاؤں کی چاپ سن کر پوچھا ”کون ہے؟“ میں نے عرض کیا اختر حسین۔ آپ نے عبدالعزیز صاحب سے دو تین مرتبہ بلند آواز سے کہا ”مبارک ہو۔ اختر آگیا ہے“ میں نے سلام عرض کرنے کے بعد مزاج مبارک کا حال معلوم کیا۔ فرمایا ”مجھے ایک سو پانچ بخار ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بخار سے میرا جگر جل گیا ہے۔ اور اس نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے“ میں نے عرض کیا ”بخار اب بھی ہے مگر کم ہے“ فرمایا ”جاؤ۔ اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضری دے کر آؤ“ میں حویلی میں گیا۔ والدہ صاحبہ کو سلام کیا۔ کھانا کھایا اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں واپس آگیا۔

اگلے دن ہوا تو میں صبح ایک دو گھنٹہ کے لئے مسجد میں چلا گیا۔ وہاں قرآن مجید کی منزل کو دہرایا۔ باقی اوقات میں حضور کی خدمت میں حاضر رہا۔ دوسرے دن میں لوٹ کر حاضر ہوا تو فرمایا ”تم کہاں تھے؟“ میں نے عرض کیا مسجد میں قرآن مجید پڑھنے گیا تھا“ فرمایا ”تم

وصال مبارک

دریں حدیقہ بہار و خزاں ہم آغوش است
زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است

ایک عربی مکتوب
انجمن خدام الصوفیہ کا سالانہ جلسہ ۱۰ ارا می ۱۹۵۱ء کو بخیر و خوبی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ۱۳ مئی کو میں، حاجی خوشی محمد صاحب فیروز پوری (ملتان) اور شیخ نذیر صاحب کیم کرنی (ملتان) حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے ان دونوں صاحبان سے فرمایا کہ ”دو بھائی جلدی جلدی آکر ملا کرو۔ کل ایک خط مجھے پاس آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ تمہاری زندگی اب بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ اس لئے خوب عبادت کیا کرو“ محفل میں اور بہت سے یا مہر وجود تھے۔ یہ سن کر سب بلند آواز سے آہ و فغاں کرنے لگے۔ آپ نے ہنس کر فرمایا۔ ”موت کا کیا ڈر ہے۔ موت کا سن کر کیا رونابے۔ آخر ایک روز تو سبھی کو مرنا ہے“

میں نے عرض کیا ”حضرت! وہ خط کہاں ہے؟“ فرمایا ”دو حیدر حسین کے پاس ہے۔ منگو آؤ“ خط منگوایا گیا۔ دیکھا تو عربی میں تحریر تھا۔ فرمایا ”پڑھو اور مجھے بھی سناؤ۔ اور ترجمہ بھی کرو۔ تاکہ دوسرے لوگ بھی سمجھ سکیں“ میں نے وہ خط پڑھا۔ اور ساتھ ترجمہ بھی کرتا گیا۔ بعد میں عرض کیا کہ ”اس خط کی عربی غلط لکھی ہوئی ہے۔ اس لئے اس خط کی اطلاع بھی غلط ہے“ فرمایا ”سو سال تک مجھے کسی نے کیوں غلط اطلاع نہیں دی؟“ میں نے عرض کیا ”اس کی عربی غلط ہے“ فرمایا ”عربی غلط ہے۔ مگر اطلاع صحیح ہے“

تمام یارانِ طریقت گریہ و بکا کرتے رہے کسی کی زبان سے اور کوئی بات نہ نکلی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بار بار تلقین فرمانے سے سب پیشکل خاموش ہوئے۔

عرس کے کاموں اور مہمانوں سے فارغ ہو کر میں زمین کے انتظام کے لئے آخر مئی میں

چنانچہ سب کتابوں میں سے متعلق مضمون اور مسائل سن لئے تو حکم دیا: "پاک مٹی لاؤ"۔ چنانچہ پاک اینٹ لائی گئی۔ جس سے تیمم کر کے آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی۔ اور اس کے بعد تیمم ہی سے نمازیں پڑھتے رہے۔

نماز باجماعت | اس بیماری کے ایام میں بھی آپ نے تمام نمازیں جماعت سے ادا کیں۔ بیماری کے ابتدائی ایام میں بیٹھ کر نماز پڑھتے اور رکوع و

سجود ادا فرماتے رہے۔ اس دوران برادرِ سید انور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ حضور تے بہر حال آخر تک نماز جماعت کی پابندی کسی وقت بھی ترک نہیں ہونے دی۔

اوراد کی پابندی | عصر کی نماز کے بعد آپ ختم شریف معصومیہ پڑھا کرتے تھے۔ وہ بیماری میں بالالتزام جاری رہا۔ اس کے بعد عادت مبارک تھی کہ

مغرب کی نماز تک قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے۔ دوسرے معمولات کی مانند یہ معمول بھی جاری رہا۔ ایک دن مجھ سے فرمایا کہ "قرآن مجید پڑھتا ہوں تو میری زبان خشک ہو جاتی ہے اس لئے کسی کے ذمہ لگاؤ کہ مجھے روزانہ قرآن مجید سنایا کرے"۔ چنانچہ عزیزِ سید افضل حسین سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کا ذمہ لیا۔ اور حضور کی بیماری کے باقی ایام میں وہ روزانہ شام کے بعد حضور کو قرآن مجید سناتے رہے۔

سرسرپاش | حضرت قبلہ کو راتیں نیند آنی بند ہو گئی تھی۔ تو حکیم صاحب نے سرسپاش کے لئے روغن ہلیلہ تجویز فرمایا۔ جس میں اور بہت سے

اجزاء شامل تھے۔ تمام چیزوں کا تیل گھری ہو لگا لایا گیا۔ پروفیسر زاہد حسن فریدی صاحب (خلف الحاج پروفیسر عابد حسن صاحب فریدی رحمۃ اللہ علیہ عقیقہ مجاز) حال پرنسپل گورنمنٹ کالج ملہ گنگا، تعطیلات کا زمانہ گزارنے کے لئے حاضر خدمت تھے۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خدمت ان کے سپرد کی کہ وہ روزانہ سرسپاش تیل لگایا کریں۔ دن رات میں کئی بار حکم ہوتا کہ "زاہد کو بلاؤ"۔ زاہد صاحب حاضر ہوتے تو فرماتے "اپنا کام شروع کرو"۔ زاہد صاحب "ابن عقیدت" شوق اور محبت کے ساتھ یہ فرض انجام دیتے رہے۔ زاہد صاحب کی غیر حاضری میں کوئی اور شخص

کو لال پور سے قرآن مجید پڑھنے کو بلایا ہے؟۔ یہ حویلی پلید ہے؟ کہ اس میں قرآن مجید نہیں پڑھا جاسکتا؟۔ یہ میں خاموش رہا۔ مگر سمجھ لیا کہ مجھے خدمت کے لئے بلوایا ہے۔ اس لئے چوبیس گھنٹے حاضر رہوں گا۔ قرآن مجید کی منزل بھی حویلی ہی میں پڑھتا رہا۔

نقاہت کی زیادتی | حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا گیا۔ اور ان کا علاج شروع کیا

گیا۔ آخر بخار تو اتر گیا۔ مگر کمزوری بہت زیادہ ہو گئی۔ نقاہت برابر بڑھتی رہی اور خوراک بہت کم ہو گئی۔ علاج بھی جاری رہا۔ معمول کے مطابق حضور تمام عبادات، اوراد اور وظائف ادا فرماتے رہے۔ حضور کی بیماری ہی میں عید الفطر آئی۔ آپ کی چارپائی اٹھا کر مسجد میں لائی گئی۔ اور آپ نے نماز باجماعت ادا کی۔

بمشکل تیمم پر راضی ہوئے | اس بیماری اور کمزوری میں بھی آپ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کیا کرتے۔ آپ کو پیشاب کا مرض بہت مدت سے

تھا۔ جس کی وجہ سے ایک نماز کے دوران کئی دفعہ بھی وضو کرنا پڑتا تھا۔ اس سے آپ کو سخت مشقت برداشت کرنی ہوتی۔ اس سے سب کو تکلیف ہوتی تھی مگر کسے جرأت تھی کہ کچھ کہہ سکے۔ آخر ایک دن میں نے عرض کیا کہ "حضور تیمم فرمالیا کریں"۔ تو فرمایا "پانی کے کنوئیں بھرے ہوئے ہیں۔ تیمم کیسے کروں!" میں نے عرض کیا کہ "تیمم وضو کا خلیفہ ہے۔ نہ کہ پانی کا"۔ فرمایا قرآن مجید میں آیا ہے۔ "فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً" (ترجمہ) پس تم نے پانی نہ پایا! میں نے عرض کیا "تمام فقہانے تیمم کو وضو کا خلیفہ لکھا ہے! پانی کا نہیں" فرمایا "اچھا! کتابیں لا کر دکھاؤ"۔

میں کتب خانہ میں گیا۔ اور فتح القدیر، بحر الرائق، شامی، عالمگیری وغیرہ سب کتابوں میں سے تیمم کا مضمون نکال کر ان مقامات پر نشان رکھے۔ اتنے میں بھائی نصیب خان صاحب پہنچ گئے کہ حضور بلارہے ہیں۔ میں اور وہ سب کتابیں اٹھا کر حضور کی خدمت میں لائے۔ آپ کی اجازت سے میں نے پڑھنا شروع کیا۔ عربی عبارت پڑھ کر اس کا اردو ترجمہ سناتے لگا۔ آپ نے فرمایا "عربی عبارت پڑھو۔ میں سمجھتا ہوں"۔

اسی طرح حاجی چوہدری عطاء محمد صاحب سیالکوٹی حاضر خدمت ہوئے تو ارشاد فرمایا۔
 ”چوہدری صاحب! اتنی دیر کیوں لگائی؟ اب آپ جتنی دیر کر کے آئے ہیں، اتنی ہی دیر تک
 یہاں ٹھہرنا پڑے گا“ چوہدری صاحب نے عرض کیا۔ ”بندہ حاضر ہے۔ حضرت کی خدمت
 میں حاضر رہنے سے برہنہ کر میرے لئے کیا سعادت ہو سکتی ہے!“

ماسٹر محمد کرم الہی صاحب ایڈووکیٹ کی یہ عادت تھی کہ وہ ہفتہ کی شام کو
 علی پر شریف حاضر ہو جاتے تھے۔ اور اتوار قیام کر کے پیر کی صبح کچہری کے وقت سے
 قبل سیالکوٹ واپس چلے جاتے تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بیماری کے آخری ایام
 میں ہفتہ کی شام کو کئی بار دریافت فرمایا کہ ”ماسٹر صاحب نہیں آئے“ میں نے عرض
 کیا ”جی اب تک تو نہیں آئے“ بار بار آپ نے اسنفاس کیا اور مجھے ہر بار نفی
 میں جواب دینا پڑا۔ اتوار کو صبح نو بجے مجھے شیشے میں سے ماسٹر صاحب کی گہڑی نظر
 آئی تو میں نے عرض کیا ”ماسٹر صاحب آگئے ہیں“ فرمایا۔ ”ماسٹر جی!

نزع میں بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار جانب درویدیکھ لے ہے جب کہ پیش آجائے ہے
 ماسٹر صاحب جھنجھیں مار مار کر دوئے اور حضور کے قدموں میں گر پڑے۔ اور عرض کیا
 ”بندہ خطا وار ہے۔ اور معافی کا خواستگار ہے“

مہر محمد دین صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ آخری ایام میں حاضر خدمت ہوئے
 واپسی کی اجازت طلب کی تو ان کا ہاتھ کپڑا لیا اور فرمایا۔

ع بھرا اوہدا جانیے جدا توڑ چڑھے

پھر ارشاد کیا۔ مہرا! مبارک ہو۔ میرا تیرا یا زار رب نے توڑ چاہڑ دالے

دعا کی فرمائش | حاجی مہر عبدالحق صاحب سیالکوٹی حاضر خدمت ہوئے
 تو میں نے ان سے کہا کہ ”یہ رستم مجھ سے لے جاؤ

اور دو تین ڈبے گلو کوڑ کے لے آنا“ انہوں نے کہا کہ میں قیمت لانے کے بعد
 لوں گا۔ میں نے اصرار کیا مگر وہ نہ مانے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ
 نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ ”گلو کوڑ ختم ہو گیا ہے کسی سے لانے کو نہیں کہا؟“ میں نے

تیل لگانے لگا تو حضور فرماتے ”تمہیں ترکیب نہیں آتی۔ زاہد کو بلاؤ“ زاہد آتے تو حضور ارشاد
 کرتے ”اپنا کام شروع کرو“ زاہد صاحب سر پر تیل ملنا شروع کرتے تو حضور کو فوراً نیند آنے
 لگتی تھی۔ تمام بیماری میں زاہد صاحب اپنا یہ فرض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

جیسا کہ معلوم ہے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ
 یارانِ طریقت پر بہت زیادہ شفقت اور رحمت

فرماتے تھے۔ اور یار بھی اپنے پیر پر دل جان سے نثار دیتے تھے حضور کی بیماری کے دوران
 یارانِ طریقت کئی کئی بار خیریت معلوم کرنے اور عیادت کی سقت ادا کرنے حاضر ہوتے پڑے۔
 حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کو کئی کئی دن تک دے رکھتے اور تواضع فرماتے۔ ان کے لئے
 اچھی اچھی چیزیں پکواتے۔ اور خود ساتھ بیٹھ کر کھلاتے۔ آخر کے کچھ دنوں کے علاوہ جب کہ آپ
 کے لئے اٹھنا بیٹھنا ناممکن ہو گیا تھا، برابر یہ معمول جاری رہا۔ آخر میں بھی یہ ہوتا کہ کھانے کا
 وقت آتا تو ارشاد فرماتے پہلے مہمانوں کو کھلاؤ۔ خود لیٹے رہتے اور مسرت کا اظہار فرماتے
 مہمانوں کے بعد خود بھی کسٹرو کی فیرینی یا ہرلیے کے چند لقمے تناول فرماتے۔

اس بیماری کے دوران آپ نے کئی ضعیف و ناتوان یارانِ طریقت کو خاص پیغام
 بھیج کر بلوایا اور ان سے مل کر مسرت و خوشنودی کا اظہار کیا۔ داروغہ اللہ بخشش مرحوم
 قصویٰ کالٹ کا افتخار حاضر ہوا تو اس سے کہا کہ داروغہ صاحب کو ساتھ لا کر مجھ سے ملاؤ۔
 افتخار جا کر ان کو لایا۔ داروغہ صاحب بہت ضعیف تھے۔ افتخار اور دوسرے یاروں نے
 سہارا دے کر ان کو چھت پر حضور کے پاس پہنچایا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! داروغہ
 صاحب آگئے ہیں۔ تو حضور نے بلند آواز سے فرمایا۔ ”داروغہ صاحب!

رب نے اُجڑے دیں دیالے ساڈے سبجناں پھیرے پلے
 دو تین دنہ یہ شعر دہرایا۔ داروغہ صاحب رونے لگے اور قدم بوس ہوئے۔

اور کہا ”حضور! چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔ حضرت کا حکم پہنچا تو رب تعالیٰ نے طاقت
 بخشی اور حاضر ہو گیا۔ یہ حضور کی ذرہ نوازی ہے کہ آپ غلاموں کو یاد فرماتے ہیں۔ ورنہ من
 آنم کہ من می دانم“

عرض کیا کہ مہر عبدالحق صاحب سے کہہ دیا ہے۔ دریافت فرمایا کہ وہ پے سے دیے ہیں؟ میں نے جواب دیا: "میں نے بہت دفعہ کہا مگر وہ نہیں مانے۔ کہہ گئے ہیں کہ لے آؤں گا تو قیمت لے لوں گا۔" فرمایا: "وہ قیمت نہیں لے گا۔ اپنا آدمی بھیج کر منگوا لیتے؟" اگلے دن مہر صاحب گلو کوڑہ کے ڈبے لے کر آ گئے۔ میں نے قیمت دینی چاہی مگر انھوں نے قبول نہ کی۔ میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: "اگر وہ قیمت نہیں لیتے تو تم ڈبے مت لو۔" اس وجہ سے مہر صاحب نے قیمت لے لی۔ اور جاتے وقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بطور نذر پیش کر گئے۔ مہر صاحب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: "عبدالحق میرے لئے دعا کیا کہ: "مہر صاحب نے رندھی ہوئی ہجرتی آواز میں عرض کیا جیسا حکم ہو گا عمل کروں گا۔ مہر صاحب کے جانے کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بات جو حضرت قبلہ عالم نے مہر صاحب سے کہی ہے۔ یہی بات عزیزم سید افضل حسین شاہ سلمہ سے کہی تھی۔ اور ان دو کے علاوہ کسی سے کبھی یہ بات نہیں کہی۔ مہر صاحب کے اٹھ جانے کے چند منٹ بعد ایک مائی حاضر خدمت ہوئی اور اس نے انگوٹوں کا ایک لفافہ پیش کیا۔ حضور نے رفیق سے فرمایا کہ یہ انگور مہر عبدالحق کو دے دو۔ اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اختر! عبدالحق بہت بزرگ آدمی ہے؟ یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ دہرائے۔"

حکیم خادم علی صاحب
حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روزیادوسرے دن حاضر ہوتے رہتے تھے اور دواؤں میں مناسب رد و بدل کرتے تھے مگر کمزوری دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ گو حکیم صاحب دواؤں کی تجویز میں کامل احتیاط برتتے تھے تاکہ کوئی ایسی شے تجویز نہ کریں جس کا استعمال شرع کی رو سے مشتبہ ہو۔ مگر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دوا استعمال فرمانے سے قبل اس کے اجزاء دریافت فرمایا کرتے۔ میں نے اسی ضرورت سے طب کی کتابیں لاکھی تھیں۔ ان میں دیکھ کر اجزاء کی تفصیل سے آگاہ کر دیا کرتا تھا۔ اس بیماری میں آپ ہر دوا میرے ہاتھ سے اور کامل تشفی کر لینے کے بعد استعمال فرماتے تھے۔

قوت کے لئے ٹیکہ | ضعف و قہارت میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ آخر میں نے

ایک دن عرض کیا کہ حضور! کمزوری دور کرنے کے لئے ٹیکہ لگوانا چاہیے۔ آپ نے حسب دستور انکار فرمایا۔ میں برابر اصرار کرتا رہا۔ آخر میری پریشانی اور گھبراہٹ دیکھ کر میرے شدید اصرار کے بعد آپ ٹیکہ لگوانے پر راضی ہو گئے۔ اور فرمایا: "اچھا جیسی تیری مرضی؟" سید مراد علی شاہ صاحب ہماری برادری کے ہیں۔ میں نے ان سے مشورہ کیا۔ اور ایسے ٹیکے منگوائے گئے جو اعضائے رسیہ خصوصاً دل اور جگر کو قوت پہنچائیں سید مراد علی شاہ صاحب نے بازو پر اسپرٹ لگا کر ٹیکہ لگایا اور بعد میں پھر اسپرٹ ملنے لگے۔ آپ نے دریافت فرمایا: "پیر جی کیا مل رہے ہو۔ ٹیکہ لگاؤ؟" میں نے عرض کیا: "ٹیکہ تو لگ چکا؟" ارشاد کیا: "مجھے تو پتہ بھی نہیں چلا۔" میں تو خیال کرتا تھا کہ بہت درد اور تکلیف ہوگی بھائی سردار شاہ صاحب بہت بڑے ڈاکٹر ہیں؟ اس کے بعد جو بھی ڈاکٹر دیکھنے کے لئے حاضر ہوتا، آپ فرماتے: "ہمارا ڈاکٹر بہت بڑا ڈاکٹر ہے۔ وہ ٹیکہ لگا رہے تو پتہ بھی نہیں چلتا؟" مگر اس ٹیکہ کے علاوہ آپ نے کوئی انگریزی دوا استعمال کرنی گوارا نہیں کی۔

بیماری میں روزمرہ معمولات
بیاری کو تین ماہ سے زیادہ ہو چکے تھے۔ کمزوری حد سے زیادہ تھی۔ ایسی کہ حضرت کو آخر میں بات تک کرنی مشکل ہو گئی تھی۔ مگر آپ کے معمولات میں ذرا برابر بھی منقطع نہ آیا۔ اور نہ اس عرصہ میں کبھی چند لمحات کے لئے بھی بیہوشی طاری ہونے پائی۔ تمام نمازیں باجماعت ادا فرماتے رہے۔ قرآن مجید کی منزل سننا۔ مسواک کرنا۔ مہانوں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا عصر کے بعد ختم معصومیہ پڑھنا عشا کی نماز کے بعد اپنے پیر کے بتائے ہوئے وظائف پورے کرنا۔ حاجت مندوں کی حاجت وائی کرنا۔ جو شخص داخل سلسلہ ہونا چاہے اسے داخل کرنا۔ جو لوگ دوسرے اغراض کے لئے عرض لے کر آتے ان کی دستگیری کرنا۔ غرض تمام مشاغل و معمولات آخر تک جوں کے توں جاری رہے۔

حضور کا معمول تھا کہ کبھی ننگے سر کھانا نہیں کھایا۔ بیماری کے آخری دن میں نے کسٹروڈ کی کھیر پیش کی۔ آپ نے ہاتھ دھو کر فیہینی کی پلیٹ میں ہاتھ رکھ دیا مگر کھائی نہیں کچھ دیر بعد میں نے عرض کیا کہ چند لقمے تو کھالیں۔ فرمایا: "میرا سر تو تنگ ہے۔ اس پر کچھ

ہونے کے لئے آئی۔ اب تک جتنے لوگ داخل سلسلہ ہونے کے لئے آئے، ان کو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی ضعف اور بیماری کے باوجود خود تو بکرائی اور سلسلہ میں داخل کیا۔ مگر اس مانی سے فرمایا کہ بڑے صاحبزادے کے پاس مسجد میں جاکے داخل ہو جاؤ۔ اس مانی نے بار بار اصرار کیا کہ میں کو حضور ہی سے داخل ہوں گی۔ مجبور ہو کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "جاکے دیکھو، وہ مجھے بھی بہتر ہے" پھر حاجی سید احمد صاحب کو حکم دیا کہ اس کو بڑے صاحبزادہ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ اسے توبہ کرائیں اور سبق بتائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مانی رخصتی کی اجازت کے لئے پھر آئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ "مانی دیکھ آئی ہے؟" اس نے عرض کیا "جی ہاں حضور" آپ نے فرمایا "میری سوسال سے زیادہ عمر ہو گئی ہے۔ میں نے کبھی غلط بیانی نہیں کی"

خدمتِ خلق بہترین عبادت ہے
اسی بیماری کے دوران ایک دن میں نے جرات کر کے عرض کیا کہ "ہمارے لئے جو مناسب حکم ہو صادر فرمایا جائے۔ تاکہ ہم ساری زندگی اس پر عمل کرتے رہیں" ارشاد فرمایا۔ "میرا یہ ایمان رہا ہے کہ خلقِ خدا کی خدمت سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ متھارا بھی اگر اسی پر عمل رہا تو بھیر تھیں دنیا و آخرت میں کوئی پروا نہیں رہے گی"

سچ ہے۔ ع خدمت از رسم و رہ پیشہ بری ست

بیماری کے آخری ایام میں حاجی ماسٹر اللہ بخش صاحب جگر عہد سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا۔ آپ صبح سے کہاں تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں تینوں صاحبزادہ صاحبان کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا۔ تو ہر ایک نے مجھے چائے پلائی۔ ایک پر اٹھے اور انڈے کھلائے۔ ہر طرح سے خاطر داری فرمائی۔ حضرت نے فرمایا۔ الحمد للہ۔ رب تعالیٰ نے میری آرزو پوری فرمائی۔ کہ میری اولاد کو اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔

ایک روز دوپہر کے وقت میں ساتھ والے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ حضرت نے عبد العزیز کو آواز دی۔ میں نے جواب میں عرض کیا میں حاضر ہوں۔ فرمایا۔ "میں جب بھی عبد العزیز کو بلاتا ہوں تو یہاں نہیں ہوتا۔ کہاں جاتا ہے؟" فریق نے عرض کیا "وہ تو یہیں تھا۔ ابھی گیا ہے" ارشاد

رکھو تو کھاؤں؟ میں نے سر پر رومال رکھ دیا تو حضرت نے دو تین لمبے تناول فرمائے۔ ڈاکٹر سلیم محمود صاحب خلف جناب ڈاکٹر میر علیہ ایب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک اسٹنٹ ڈاکٹر کو علاج کے لئے بھیجا۔ اس نے اچھی طرح معاینہ کر کے تشخیص کی اور نسخہ لکھا۔ مگر حضور نے انگریزی دواؤں کے استعمال سے انکار فرما دیا۔ برادر عزیز سید حمید حسین شاہ صاحب لاہور سے ایک بہت لائق و فائق ہومیوپیتھک ڈاکٹر کو ساتھ لائے۔ اس نے ابتدا سے تمام حالات معلوم کئے۔ حضرت کی عمر حضرت کے والدین رحمۃ اللہ علیہما کی عمر وغیرہ وغیرہ اس کے بعد اس نے دوا تجویز کی۔ جو چند روز استعمال کی گئی۔ مگر کوئی افادہ نظر نہ آیا۔

ان ہومیوپیتھک ڈاکٹر کی موجودگی میں ایک مہاجر عورت آئی۔ آپ نے نام دریافت کیا۔ اس نے اپنا نام بتایا۔ حضرت نے فرمایا "جب سے تو پاکستان آئی ہے، آج آکر ملی ہے۔ اتنی مدت کہاں رہی؟" اس نے عرض کیا "میں عرس شریف پر بھی حاضر ہوئی تھی" ارشاد ہوا "مگر مجھے تو نہیں ملی" اس نے عرض کیا "بھیر بہت زیادہ تھی۔ مخلوق کے ہجوم کی وجہ سے میں حضور سے ملاقات نہ کر سکی" ارشاد فرمایا "تیری بہن تو بہت دفعہ آئی رہتی ہے۔ مگر تو کبھی نہیں آئی"۔ پھر آپ نے اس سے اس کے بچے کا حال پوچھا۔ اب وہ کس جماعت میں پڑھتا ہے۔ اس کے فائدہ کے کاروبار کو دریافت کیا۔ بسر اوقات کی تفصیل معلوم کی۔ غرض ساری سچی باتیں معلوم فرماتے رہے۔ وہ ہومیوپیتھک ڈاکٹر یہ سب دیکھ کر بے حد حیران ہوا۔ اور مجھ سے کہنے لگا "بارگاہ رب العزت میں شخص سے اس کی ڈیوٹی کی بابت سوال کیا جائے گا۔ حضرت قبلہ کی ڈیوٹی یہ ہے۔ اب دیکھئے اس عورت کا نام سنتے ہی آپ نے اس کو پہچان لیا۔ اور اس سے تمام احوال پر گفتگو فرمائی۔ اس کمزوری اور نقاہت پر بھی حضور کا عمل یہ ہے۔ یہ دوسرے کے بس کی بات نہیں"

بڑے صاحبزادے صلیب سے صحت کا حکم
حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اکبر اور سجاد

نشین اول اس سفر پر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اور حضور کے وصال مبارک سے چند روز پہلے علی پور سیدال واپس آئے تھے۔ وصال سے ایک دن قبل ایک مانی سلسلہ عالیہ میں داخل



فرمایا: وہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اختر کو دین و دنیا میں خوش رکھے۔ میں جب بھی آواز دیتا ہوں یہ غیر حاضر نہیں ہوتا۔

آخری نماز باجماعت

آخری دن مہانوں کو حسب الحکم کھانا کھلایا گیا تو میرے اصرار پر دو تین لقمے فیرنی کے نوش جان کئے اور صابن سے ہاتھ دھوئے۔ مولوی محمد عالم صاحب اور حکیم صاحب اس خدمت کی انجام دہی میں میرے ساتھ تھے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا: ”انور حسین کو کہو کہ عشا کی نماز باجماعت کے ساتھ جلد پڑھائے۔ مجھے آج سہری محسوس ہو رہی ہے۔ پھر مجھے نیچے لے چلو، چنانچہ سید انور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے وضو تازہ کر کے جلد ہی عشا کی جماعت کراوی۔ سلام پھیرنے کے بعد حضور نے مجھ سے فرمایا: ”میں سنتیں اور وتر پڑھوں تو مجھے نیچے لے چلو، حضور کا معمول یہ تھا کہ آپ وتر نماز تہجد کے بعد ادا فرماتے تھے۔ آج آپ نے اسی وقت وتر ادا کئے تو ہم سب کے کھلبے دھک سے رو گئے۔ اور شدید اضطراب اور تردد ہوا۔ بہر حال نماز ختم کر لینے کے بعد حکیم یعنی راقم، صاحبزادہ سید احمد حسین صاحب اور حاجی عبدالعزیز صاحب حضور کو اٹھا کر نیچے لے آئے۔

آخری لمحات

ذرا دیر بعد ایک آدمی نیچے سے دوڑا ہوا آدھرا آیا۔ اور کہا کہ ”جلد نیچے چلو۔ حضور کو کچھ غنودگی سی ہو گئی ہے۔“ میں نیچے آیا اور حضور کے ٹکڑے کپڑے سے پہلانے لگا۔ آپ نے فرمایا: ”آخر میری تیسیج دو۔“ میں نے تیسیج آپ کے ہاتھ میں دے دی۔ آپ نے معمول کے مطابق اپنے ادراد و وظائف پڑے کئے۔ اور تیسیج مجھے واپس کر دی۔ پھر دریافت کیا ”ساتھ والے کمرے میں کون ہے؟“ میں نے عرض کیا گھر کی مائیاں ہیں۔ فرمایا: ”ان کو کہو۔ اس مجھے آرام ہے۔ کوئی فکر نہ کریں اور گھر کو جائیں۔“ بس اتنا فرمایا تھا کہ آواز رک گئی۔ اور سانس آنا بند ہو گیا۔ کیونکہ یہ بات بھی میں نے منہ کے ساتھ کان لگا کر سنی تھی۔ عربی کے خط والا واقعہ ابتدا میں بیان ہو چکا ہے۔ رمز شناس اسی وقت سے بیحد مضطرب اور بھول تھے کہ آخر کار ۶۶-۶۷ ذیقعدہ ۱۳۷۰ مطابق ۳۰-۳۱ اگست ۱۹۵۱ء بروز پنجشنبہ جمعہ کی درمیانی شب گیارہ بجے آپ نے اس ابرفانی سے سفر فرما کے بقائے دوام حاصل کیا۔ اور لاکھوں ارادت مندوں اور عقیدت کیٹھوں کو اپنی غاہری جدائی سے ملول و غموم چھوڑ کر



باقی بند ہونا پسند فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

میں رو داز فراق شہ ، خون دل از دو دیدہ ام
دجلہ بدجلہ ہم بریم ، چشمہ بر چشمہ جو بجو

وصال مبارک کی اطلاع

اسی وقت سائیکل سواروں کو سیالکوٹ بھیجا گیا۔ تاکہ اس حادثہ جانکار کی اطلاع اطراف و اکناف میں پہنچائی

جائے۔ ماسٹر محمد کرم الہی صاحب، عطا محمد صاحب، چودھری فضل دین صاحب اور ان کے اہل خاندان نے پورے انہماک سے یہ خدمت انجام دی چنانچہ دوسرے دن تمام اخبارات میں یہ اطلاع شایع ہو گئی۔ ریڈیو پاکستان کی صبح کی خبروں میں بھی یہ سانحہ نشر کیا گیا۔ اس طرح اگلے دن جمعہ، اسی پاکستان اور بیرون ملک ہر جگہ سب کو اس حادثہ فاجعہ کا علم ہو گیا۔ آخر شب ہی سے عقیدت مندوں کی آمد کا مسلسل شروع ہو گیا تھا۔ جمعہ کا دن نکلا تو آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ اور آخری دیدار اور شرکت جنازہ کے لئے دور دور سے لوگ آئے گئے۔ روضہ مبارک کی جگہ کے انتخاب کے لئے حضرت قبلہ سراج الملت رختہ اللہ علیہ بندہ، ماسٹر محمد کرم الہی صاحب اور کچھ اور یاران طریقت مسجد نور کے جنوب میں باغ کی طرف گئے۔ اور موجودہ جگہ بالاتفاق رائے پسند کر لی گئی۔

تہنیکہ غسل

نصف النہار سے قبل نیچے کے کمرے میں غسل دیا گیا۔ صاحبزادہ حاجی سید اولاد حسین شاہ صاحب، حاجی مولوی محمد عالم صاحب، حاجی کرم الہی صاحب، غلام جیلانی صاحب، کلیم حمید آبادی، چوہدری سید احمد صاحب اور حاجی عبدالعزیز صاحب نے یہ خدمت احکام شریعت کی کامل پابندی کے ساتھ انجام دی غسل کے بعد آخری لباس دکن، احکام شریعت کے مطابق زیب تن کیا گیا۔ مولانا الحاج محمد امام الدین ماسٹر محمد کرم الہی صاحب نے معطر دستار سر پر پہنائی۔

آخری دیدار

بعد ازاں جنازہ بڑی حویلی کے صحن میں رکھ دیا گیا تاکہ مشتاقان زیارت جو ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو چکے تھے، دیدار سے مشرف ہو سکیں۔ بعد نماز جمعہ تقریباً ڈھائی بجے بڑی حویلی سے جنازہ زنانہ حویلی میں پہنچایا گیا۔ تاکہ خاندان کی مستورا

خدمت جہے ہیں۔ اس پر آپ ہمارے ساتھ بڑی حویلی میں تشریف لائے مگر "باب رحمت" کے بجائے مشرقی کمرے میں تشریف فرما ہوئے۔ ہم سب نے بہت اصرار سے بار بار عرض کیا۔ مگر آپ چلم شریف تک واپس بیٹھے رہے۔ تعزیت کے لئے ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ وہیں آپ کے پاس آتے رہتے تھے۔ ہم سب مہمانوں کی تواضع، قیام اور خاطر مدارات کے اہتمام میں مصروف خدمت ہوتے تھے۔

حضرت سجادہ نشین گزرا شریف مدظلہ بھی چند روز کے بعد فاتحہ خوانی کے لئے علی پور تشریف آئے۔ حضرت والد صاحب قبلہ سجادہ نشین اول کے پاس فاتحہ خوانی کے بعد انھوں نے فرمایا "میں نے آج محسوس کیا ہے کہ میرے والد صاحب اب فوت ہوئے ہیں" ہم رگ ان کی تواضع و مدارات میں مصروف رہے۔ کھانا کھانے کے بعد انھوں نے افتخار احمد نعت خواں سے دریافت فرمایا کہ "ہمیں جو کھانا کھلا رہا ہے تھے یہ کون لوگ تھے؟" انھوں نے جواب دیا کہ "حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے اور پوتے تھے" بہت مسرور ہوئے اور فرمایا "بہت خوب۔ ہم کو صاحبزادگان نے خود کھڑے ہو کر کھانا کھلایا ہے" افتخار احمد نے عرض کیا کہ انھوں نے یہ حضرات مہمانوں اور بزرگوں کی خدمت کرنے میں عزت محسوس کرتے ہیں؟

تیسرے دن کل شریف میں بے شمار خلقت اور یارانِ طریقت شامل تھے مجھے یاد ہے کہ میں نے سیالکوٹ سے پانچ بوری بٹھنے ہوئے چنے

قل شریف

منگوائے تھے۔ جن پر کئی لاکھ مرتبہ قل شریف اور کئی لاکھ مرتبہ کلمہ شریف پڑھا گیا تھا۔ دس بجے کے قریب ختم شریف اور صلوٰۃ و سلام پڑھ کر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔ مخلوق اتنی زیادہ تھی اور قل شریف کا تبرک لینے کا سب کو شدت سے اشتیاق تھا۔ کئی گھنٹے تقسیم جاری رہی۔ مقدار بڑھانے کے لئے چنوں کے ساتھ کھیلین شامل کر دی گئی تھیں۔ مگر پھر بھی ہر شخص کو بہت تھوڑے سے تبرک پر قانع ہونا پڑا۔ ایک ایک کے حصے میں مٹھی بھر تبرک بھی نہ آیا۔

ہندوستان کے یارانِ طریقت ویزا کی دشواریوں کے باعث حاضر نہیں ہو سکے تھے تو انھوں نے وہیں اپنے اپنے شہروں میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کر لی تھی۔ بعض لوگوں

اور دوسری غائبانہ زیارت کر سکیں۔ یہاں سے جنازہ مسجد نور میں لایا گیا۔ چونکہ مجمع برابر بڑھا جا رہا تھا اس لئے تھوڑی دیر کے لئے جنازہ مسجد میں روکنا ضروری ہو گیا۔

جنازہ کے ساتھ لیے لیے بانس مضبوطی سے باندھ دیے گئے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمی کندھا دے سکیں۔ ہجوم کی زیادتی کے باعث جنازہ کو گاؤں سے کافی دُور لے جا کر کھلے میدان میں رکھا گیا تاکہ سب نماز جنازہ ادا کر سکیں۔ میں جنازہ کے پاس کھڑا تھا جس طرف نظر اٹھائی مجمع کی آخری حد تک پہنچتی تھیں۔ قائم کرنے اور سیدھی کرنے میں بہت دیر لگی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پیروم شد رحمۃ اللہ کے پوتے حضرت صاحبزادہ محمد شفیع صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ چوہدر شریف تشریف لے آئے تھے حضرت سراج الملت کی درخواست پر انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نمازیوں کی تعداد کا اندازہ لگانا ممکن نہ تھا بس لوگوں کا جم غفیر تھا جو دور دور تک بچھلایا ہوا تھا۔ نماز جنازہ اور دعا کے بعد معتقدین کا کندھا دے کر جنازہ کو اس جگہ لائے جو روضہ شریف کے لئے انتخاب کی جا چکی تھی۔ یہاں پھر ہزاروں عقیدت مندوں نے دُورے اور کی زیارت کی جسد مبارک صندوق میں رکھ کر لحد میں اتارا گیا۔ مگر صندوق کو بند نہیں کیا۔ اس لئے کہ عقیدت مند جو درجوں چلے آہے تھے۔ چنانچہ زیارت کا یہ سلسلہ دوسرے دن تک جاری رہا۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

فاتحہ خوانی

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلفِ کبر) نماز جنازہ اور تدفین سے فارغ ہو کر اپنے سابقہ کمرے میں تشریف لے گئے۔ عمو جان مکرم محترم حضرت صاحبزادہ سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت صاحبزادہ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی لے مجھے پاس بلا کر کہا کہ حضرت بڑے صاحبزادہ صاحب کو لاکر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی جگہ بٹھاؤ۔ تاکہ آنے والے ملے ان سے مل کر فاتحہ خوانی کر سکیں۔ میں ہاسٹ محمد کرم الہی صاحب سیالکوٹی خلیفہ مجاز اور بھائی عنایت علی صاحب لاہوری کو لے کر حضرت والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ہم نے عرض کیا کہ آپ بڑی حویلی تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا "میرے دو بھائی اور بھی ہیں" میں نے عرض کیا "ہم ان کی ہدایت پر ہی حاضر

نے جیلوں میں بھی نماز جنازہ پڑھی بعض اسلامی ملکوں میں بھی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ یہی طرح اکثر مقامات پر فاتحہ اور تسلی شریف کی رسم بھی حسب توفیق ادا کی گئی۔ اور منکر تقسیم کئے گئے۔ مدبر نقشبندی علی پور سیدال کے طلبہ چالیس دن تک شبانہ روز مزار مبارک پر ایصالِ ثواب کے لئے قرآنِ عثمانی کرتے رہے۔ باہر سے آنے والے یارانِ طریقت اور عقیدت مند بھی ان کے ساتھ شامل ہو کر حسب توفیق تلاوت میں شامل ہوتے رہے۔

ایصالِ ثواب اور چہلم ہر جمعرات کو ختم شریف کے بعد ایصالِ ثواب کیا جاتا رہا۔ روزانہ دیکھیں کتنی اور ضرورت مندوں میں تقسیم ہوتی رہیں۔ چہلم کے موقع پر ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا گیا جس میں ہزاروں محققین و متوسلین جمع ہوئے۔ علمائے کرام کے وعظ ہوئے۔ یہاں جو قرآن مجید، کلمہ شریف اور تسلی شریف پہلے پڑھے گئے تھے، نیز جو چہلم پر پڑھے گئے، بہت سے لوگ اپنے گھروں سے پڑھ کر ساتھ لائے تھے؛ ان سب کو جمع کیا گیا تو تعداد ہزاروں تک پہنچی۔ اور ایصالِ ثواب میں شامل کی گئی چہلم پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے معمول کے مطابق طرح طرح کے لذیذ کھانے تیار کر لئے گئے۔ اور ہزاروں کے اجتماع میں کھائے گئے۔ جب سے ہر سال ۳۰، ۳۱، ۳۲ رگست کی درمیانی رات حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ فاتحہ ہوتا ہے۔

سجادہ نشینی چہلم پر صاحبزادگان چوڑہ شریف بھی شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر انھوں نے حضرت والد صاحب قبلہ (سجادہ نشین اول) خلیفہ کبرا کی دستار بندی کی۔ اس کے بعد انھوں نے منجھلے صاحبزادے حضرت تیرہ خادم حسین شاہ صاحب کینٹ توجہ فرمائی حضرت مولیٰ صاحب فرما اٹھ کے کھڑے ہو گئے اور اہل جلسہ کو خطاب کر کے فرمایا "ایک ملک میں دو بادشاہ ہیں ہوا کرتے ہیں پہلے بھی ان کا ہی کھاتے رہے۔ اور آئندہ بھی انھی سے لے کر کھاتے رہیں گے۔ آپ یہ فرما کر بیٹھ گئے۔ تو وہ چھوٹے صاحبزادے حضرت عموی قبلہ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی (سجادہ نشین ثانی) کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ فرما کھڑے ہو گئے اور اجتماع سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "جن کا باپ فوت ہوا ہے ان کی آپ نے دستار بندی کر دی۔ میرا باپ ابھی زندہ ہے۔ میں اپنے بڑے بھائی صاحب

قبلہ کو ہمیشہ اپنا باپ ہی سمجھتا رہا ہوں۔ یہ فرما کر وہ بھی بیٹھ گئے۔ اور بڑے صاحبزادہ صاحب حضرت سرراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اول قرار پا گئے۔

حضرت بخش مصطفیٰ علی خان صاحب مدظلہ جہا جہا مدنی خلیفہ مجاز نے اپنے مکتوب تعزیت میں تحریر فرمایا ہے۔ (پر خط بیخیا مات تعزیت میں مطالعہ کیجئے۔ یہاں من اقتباس سچ ہے)

و نفس غصری سے روح اقدس سوئے گردوں رفتِ اناں کے پیغمبرِ گزشت

جس کا وقت جمعہ ۳۱ رگست گزشتہ ہے۔ اس جمعہ کو صبح بوقت اشراق جب کہ یہ ہندو مدینہ منورہ میں حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قادری کے مکان میں حاضر تھا۔ حضرت مولوی صاحب قبلہ نے بوقت اشراق حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دولت کدے میں تشریف لاتے ہی بندے سے فرمایا۔ "بخشی صاحب! میں ابھی حرم شریف سے سرور نام صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کر کے آ رہا ہوں۔ میں نے وہاں سلام عرض کرتے ہوئے اپنے سامنے اعلیٰ حضرت قبلہ عالم کو دیکھا۔ کشت اقدس میری جانب تھی۔ سر پر مخصوص عمامہ، سرادب سے سجکا ہوا، اور آپ دست بستہ مواجہہ شریف کے سامنے سلام عرض کر رہے ہیں۔ دیکھئے! اعلیٰ حضرت تو علی پور شریف میں رونق بخش ہیں۔ مگر آپ کی روح اقدس مدینہ طیبہ کی سیر فرما رہی ہے۔ سبحان اللہ و بحمد۔ آپ کا کیا ہی بلند درجہ ہے۔ آپ اس عمر میں اس دنیا میں مامور ہوئے ہیں!"

آہ! اس وقت یہ حضرت مولوی صاحب قبلہ کو علم تھا کہ کسی اور کو۔ کہ اسی شب نفس غصری سے نکل کر روح مبارک جانبِ جنت الفردوس مدینہ منورہ کے راستے سے روانہ ہو رہی ہے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج پر تشریف فرما ہوتے تو مدینہ منورہ ہو کر مکہ معظمہ تشریف لے جاتے۔ اعرام مدینہ شریف میں باندھ کر دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر مواجہہ شریف کے سامنے باہزاراں ادب سلام عرض کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مکہ شریف روانہ ہوتے۔ اب جب جنت الفردوس میں طلبی ہوئی تو اب بھی دربار پر انوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر سلام اور باندہ پیش فرما کر۔ اجازت سے حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ آپ جنتِ سدھارے ہیں۔

ع ”سوئے گردوں رفت زان رہا ہے کہ پیغمبر گزشت“

دوبش آئیں

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ العزیز کے وصال فرمانے کے بعد اکثر اربان طریقت کو خواب میں حضور کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے۔ ایسے واقعات تمام و کمال بیان کرنے کا ارادہ کیا جائے تو کتاب بن جلے بالکل ابتدائی ایام کے دو واقعات مثال کے طور پر دیکھتے جاتے ہیں۔

حاجی محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۷ء سے حج و زیارت کے تقریباً ہر موقع پر ہر سفر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص کی حیثیت سے ہم رکاب ہوتے تھے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے تیسرے دن دو شنبہ ۳ ستمبر کی رات کو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ”حضرت قبلہ عالم کے لئے بغیر پتھوں کی ایک نورانی گاڑی آئی ہے۔ لائے والے بھی نورانی بندے ہیں۔ مگر ان خدام نے مجھے روک دیا۔ اور کہا کہ ”تمہیں ابھی نہیں لے جانا“ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس گاڑی کو اڑا کر آسمانوں پر لے گئے“

میاں فیروز دین صاحب سیالکوٹی چار شنبہ ۵ ستمبر کی صبح تہجد کے بعد درود شریف پڑھ رہے تھے کہ ان کی آنکھ لگ گئی۔ کہتے ہیں ”میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت بارع ہے جس میں ایک عالی شان محل بنا ہوا ہے۔ اس محل میں محل و جاہر کے ایک جڑواؤ تخت پر نورانی تاج سر پہنے ہوئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز ہیں۔ اور خدام دست بستہ حاضر خدمت ہیں۔ حضور نے ان خدام سے فرمایا ”خاموش کیوں کھڑے ہو۔ بلند آواز سے درود شریف پڑھو“ پانچ انھوں نے نور زور سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ میں بھی درود شریف پڑھنے میں ان کے ساتھ شامل رہا۔ یہاں تک کہ فجر کی اذان کی آواز میرے کانوں میں آئی اور آنکھ کھل گئی“

ہرگز نہیں داکھ دوش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریۃ عالم دوام

پیغامات تعزیت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر شایع ہوئی تو پورے برصغیر میں صفت ماتم بچھ گئی۔ پاکستان اور ہندوستان کے علماء و ادور زعمائے تعزیت کی۔ اخبارات و رسائل نے تعزیتی نوٹ لکھے۔ دینی اور سلامی اداروں نے قراردادیں منظور کیں۔ جا بجا جلسے ہوئے، جن میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور خدمات پر تقریریں کی گئیں مختلف شہروں میں ایصالِ ثواب کے اجتماعات ہوئے ہزاروں قرآن مجید ستم ہوئے۔ ہزاروں ہی ختم شریف پڑھے گئے جبکہ جگہ جگہ ہزاروں بندگانِ خدا میں کھلنے تقسیم کئے گئے۔ ان گنت خطوط تعزیت موصول ہوئے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مداح اور اراکینِ مند لاکھوں کی تعداد میں تھے، اس لئے ہر شہر اور ہر گاؤں میں سبھی نے اپنے اپنے طور پر اظہار عقیدت اور ایصالِ ثواب کے طریقے اختیار کئے۔ یہ سب تفصیلات اخبارات و رسائل میں شایع ہوتی رہیں۔ یہاں ان سب کا استقصا کیا جائے تو طول لاطال کی ہوگا۔ اس لئے چند خطوط تعزیت نقل کئے جاتے ہیں۔

حضرت الحاج مولانا غلام محمد صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب جامع مسجد سول میکر ٹریٹ لاہور

• مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ ۛ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ •

• (ترجمہ) عالم دین کی موت تمام جہان کی موت ہے (حقیق ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم کوئی کی طرف پھرتا)

واجب الاحترام عالی جناب فضیل مستطاب حضرت قید شاہ صاحب، ادام اللہ بركاتہم العالیہ،

اَللّٰہُمَّ عَلَیْکَ کَرَّمَ وَرَحْمَتُہُ اللّٰہُ وَبَرَکَاتُہُ

حضرت قبلہ امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال نے عالم اسلام کو ناقابلِ تلافی صدمہ پہنچایا ہے۔ آج آسمان بھی یقیناً رو رہا ہے۔ اس لاثانی شخصیت نے کون سی سلامی اور ملی تحریک تھی کہ اس کو پار چاند لگا دیے ہوں۔ شدھی کے خلاف بے مثال جہاد ہندو کی مشاطہ حیلوں

فرمانہ مرقدا کا انتقال ہو گیا ہے، بے مدبر و دلال لاق ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَلَیْلَہِ الْیَاقُوتِ۔
حضرت مرحوم اسلاف کرام کی حقیقی جاگتی تصویر تھے۔ ان کا روحانی علو مرتبت، ان کا بلند ترین
علمی پایہ، اور سب سے بڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کی دلی وابستہ عقیدت و شفقت، اور
اس پیرائے مہمانی کے باوجود جوان مہتمی اور عزم مصمم ایسے سلسلہ امور تھے۔ جن کی وجہ سے ان کو اپنے
زمانے کے اکابر رجال پر امتیاز و فوقیت حاصل ہے۔ ان کی رحلت کا واقعہ کوئی معمولی چیز نہیں۔
لہذا غوث العالم موت العالم کے مطابق ایک سانحہ جانکادہ اور حادثہ قومی سے تعبیر کیا
جائے گا۔ فطرت کے بانغ میں ایسے رنگین دیدہ زیب و فریب پھول کبھی پیدا ہوا کرتے
ہیں۔ صنایع ان کی کارگیری اپنے شاہکار روز روز پیش پیش کرتی، بلکہ صدیوں اور قرون
کے بعد ایسی مقدس شخصیتیں اور تبرک وجود کتم عدم سے عالم شہود میں آیا کرتے ہیں۔ جن کے دم
قدم سے دنیا کی رونق بڑھ جاتی ہے۔ اور خطہ ارض کے ساکنین کے لئے ایک نمونہ اور مثال پیش
کرتے ہیں۔ جس پر عمل کر انسان انسانیت اور آدمی آدمیت کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔

گو ان نفوس قدسیہ کے ظاہری طور سے روپوش ہونے کو نقص قطعی کے مطابق بت
سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، اور روحانی تصرفات اور باطنی فیوض ابدال آباد تک قائم و دائم رہتے
ہیں۔ بایں ہمہ ان کے جمال جہاں آرا سے محرومی عاشق مزاج طبقہ کے لئے سوبان روح بن جاتی
ہے۔ اور ان کی اس فرقت سے متاثر و متاثرہ ہو کر زیادہ جزع فرغ کرنا کوئی غیر معمولی بات
نہیں۔ اس فقیر کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کے بڑے قریبی تعلقات تھے۔ قلبی مراسم
ان کی بزرگانہ شفقتیں اور مخلصانہ عنایتیں ناقابل فراموش ہیں۔ اور ان کی یاد و صفوں
سے کبھی محو نہیں ہو سکتی۔ کل اس خبر نے دل و دماغ کو کچھ دیر کے لئے مآوٹ و مطلق کر لیا۔
مگر آج کی رات کو میں نے کیا دیکھا کہ شاہ صاحب کی شادی ہو رہی ہے۔ اور دو دلیہا
بنے ہوئے ہیں۔ سر پر سپہرا بندھا ہے۔ براتیوں میں بے شمار اولیاء اللہ، علمائے کرام
صلوٰۃ علیہم اجمعین شامل ہیں۔ گویے چل رہے ہیں۔ بابے نوح رہے ہیں۔ یہ فقیر بھی براتیوں
میں شامل ہے۔ اور شاہ صاحب گھوڑے پر سوار ہیں۔

اس بشارت عظمیٰ سے طبیعت کو کچھ قرار اور سکون حاصل ہوا۔ اس خواب کی تعبیر

میں مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ خلافت کی تحریک میں بہت بڑی قربانیاں کیں۔ مسلم لیگ میں روح ڈال۔
خالص خفیت کی عدم نظیر خدمات انجام دیں۔ محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ لاکھوں
انسانوں میں پیدا کیا۔ رات دن عبادات، نعت کے اشغال، صبح و شام اوراد و عرف خود ہی
نہیں ایک منٹ بھی ایسا نہیں گزرا کہ مسلمانوں کے حجم غفیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں نہ گزارا۔
صد ہمدان اسلام کی سرپرستی، پیرانہ عظمیٰ کی خدمت، (خدا کے مسایہ، رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس کے گدا، کئی مدنی لوگوں کے ساتھ بیسیوں برس نیک سلوک و مہمانوں
کے ساتھ احسان، گناہگاروں کی غلطیوں پر قلم غفور، موعظت کے دریا بہا۔ پند و نصائح
کی مجال میں ساری عمر بسر فرمائی۔ سنت نبوی پر عمل اور جو دو سخا میں اپنی مثال آپ۔ لاکھوں کی
راہنمائی، اگر اہل کی دستگیری۔ قُلْ اِنْ صَلَّوْاْ نَیْ وَ نَسَبُوْا وَ نَحْنُ اَنْیٰ وَ مَعَالِیْ لِلّٰہِ رَیْبُ الْعَالَمِیْنَ ط
(ترجمہ) کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنے کا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ ہر پہل
کر دکھایا۔ خالص عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے غمخوار اور عقیدت مندوں کے دلدار غرض یہ روشن
زندگی لکھوں تو ہزار صفحہ کی کتاب بلامبالغہ لکھ دوں۔ ہر عنوان اپنے اندر واقعات و سیر کی دنیا رکھتا ہے۔
باقیات الصالحات میں ادارے ہی نہیں، مساجد و معابد ہی نہیں، بلکہ نیک، متقی،
اور صالح اولاد چھوڑی جس کی آج نظیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے صدقے میں چارے گناہ معاف
فرمائے۔ اور اس نیک اولاد کا سایہ تا قیام قیامت بقیت اسلام پر قائم رکھے۔ رسمی
طور پر کئی باتیں لکھتا، دانستہ نہیں لکھیں۔ کہ وہ آج سے دستگیری نہیں۔ سب کی خدمت میں ہوا
سلام قبول ہو۔ والسلام بالوف الاحترام۔

ادنیٰ خادم

غلام محمد ترنم

خطیب جامع سول سیکرٹریٹ لاہور

عالیجناب لانا الحاج پیر سید فضل شاہ صاحب قبلہ
سجادہ نشین جلال پور شریف

مکرمی و محترمی زاد افضا لکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
کل ریڈیو کے ذریعے معلوم کر کے کہ حضرت مولانا حافظ سید پیر جماعت علی شاہ صاحب

اس ممدوح کے باقیات صالحات کی تصویر سے مشائخ عظام اور علمائے کرم کی تاریخ کے اوراق ہمیشہ مزین رہیں گے۔

سالہا گوش جہاں زمرہ زراخواہ بود زیں نواہا کہ دریں گنبد گردوں زودہ است

حضرت شاہ صاحب نے اہل سنت و الجماعت کے عقاید کی اشاعت میں نصف صدی سے زیادہ وقت نہایت سرگرمی میں صرف فرمایا۔ جس کے لئے جماعت سواد اعظم ہمیشہ اہل طرح کو خراج تحسین ادا کرتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آن محترم کی جانشینی کے فرائض ادا کرنے میں اعلیٰ درجہ کی تائید عطا فرمائے۔

ہم سب اہل خاندان کی طرف سے اور دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف کی جانب سے مذکورہ بالا سطور قبول فرمائیے۔ والسلام۔

دعا گو دعا جو : سید نذر محی الدین قادری
(سجادہ نشین بٹالہ)

عالی جناب حضرت یوان سید آل رسول علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین و نمبر سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجیر شریف

بخدمت جناب الحاج مولانا محمد حسین صاحب ام ظلمکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
حضرت محترم الحاج جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سے بے حد صدمہ ہوا۔ موصوف کے وجود گرامی سے بڑی تقویت قلبی رہتی تھی۔ تمام سلاسل کے لئے آپ کی مقدس ذات مایہ صدفخر تھی۔ یہ گردش روزگار صدیوں میں ایسی گرامی بستیاں پیدا کرتی ہے۔ افسوس ہے کہ فنا کے بے درد ہاتھوں کی گرفت خلق اللہ کو ایسی برکات جاریہ سے محروم کر دیتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ظاہری طور پر آنکھوں سے اوجھل ہونے کا احساس رنج و غم کی صورت قلوب پر مسلط ہو رہا ہے۔ ورنہ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو دائمی اور حقیقی زندگی اب حاصل ہوتی ہے اور وہ اہل محبت کے درمیان ہمہ وقت تشریف فرما ہیں۔
میں بیمار تھا۔ بہت تاخیر سے تعزیت پیش کر رہا ہوں۔ معذرت خواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ

کسی تفصیل کی محتاج نہیں حضرت شاہ صاحب کی برات جنت کو جا رہی ہے۔ انھیں دہی دلی مسرتیں نصیب ہیں جو کہ روایتی ذولہاک ہو کر کرتی ہیں۔ برات میدھی جنت میں جائے گی۔ اور
وَجُودًا يَوْمَئِذٍ ضَاحِكَةً مُتَبَشِّرَةً (کتبہ منہ اسد روشن ہو گئے ہستے خوشیاں مناتے)
کے مطابق دہنہی خوشی کے ساتھ اور اطمینان دلی لے ہوئے، يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ
ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتٍ
وَالْأَطْمِئِنَّانِ إِلَىٰ بِلَادِنِ ابْنِ ابْنِ رِبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتٍ
ہو اور میری جنت میں آ) اپنے رب کی طرف رجوع کریں گے۔ اور ضلے فریقین کی نعمت سے مشرف
ہو کر اور اس کی عبودیت کے مدارج طے کرتے ہوئے، اس جنت میں داخل ہو جائیں گے جو کہ
انھیں عمر بھر مطلوب تھی یعنی اعتباری غیریت کو کھو کر ذات صمدیت میں فنا ہو جانا۔ اور اس
مد تک تقرب حاصل کرنا جہاں دُور کا نشان بھی باقی نہ رہے۔

اب رسمی طور پر یہ فقیر انظار تعزیت کرتا ہے، اور ایک غشی ہوئی روح کی ترقی مدارج کی
دعا۔ اور اللہ کریم سے یہ التجا کہ وہ آپ کے سارے خاندان کو حضرت مرحوم کے نقش قدم
پر چلنے کی توفیق فریق کریں۔ اور ان کے فیوض و برکات ہمیشہ آپ سب کے شامل حال رہیں۔
براہ نواز شش اپنے برادران محترم اور تمام اہل بیت کو اس فقیر کی طرف سے پیغام
ہمدردی پہنچا دیں۔ یہ فقیر انشا واللہ عید الاضحیٰ سے پہلے واپس گھر پہنچ جائے گا۔ یہاں بغرض
علاج آیہ دعا تھا۔

عالی جناب پیر سید نذر محی الدین شاہ صاحب قبلہ

سجادہ نشین بٹالہ

کوٹھی نہر اہل جیل ڈو۔ لاہور

کریم اشیم انج المحترم حفظکم اللہ و عفاکم۔ السلام علیکم !
حضرت شاہ صاحب رضوان اللہ علیہ کے ارتحال کی خبر موجب قلق ہوئی۔ یہ غفران پناہ
روحانی عالم میں وہ نام پیدا کر گئے ہیں، جو کہ اسلامی دنیا میں محبت اور عزت کے ساتھ یاد رہے گا۔

انتظار بن گیا۔ صغیر مصفیایا باس الار کے رہ گئی۔ کتاب تصوف کا دیباچہ کم ہو گیا۔ آسمان ولایت اپنے آفتاب کو دھونڈ رہا ہے۔ کوئی تاریکی سہی تاریکی ہے۔ شریعت کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ طریقت کا چہرہ بے رونق ہو گیا۔ معرفت کا چشمہ خشک ہو گیا۔ متلاشیان حقیقت میرانوں میں جھٹکنے لگے۔ اب انہیں صراطِ مستقیم کی طرف کون لائے گا!!۔ آہ! آج اسلام کے بارخ کی بہار رخصت ہو گئی۔ چوڑہ شریف کی سرزمین پر پھونک چھونک کر قدم رکھنے والا عشق کے زندہ جاوید نقش پا اس سرزمین پر بھی چھوڑ گیا۔ باوا جی صاحب کا عاشق صادق رخصت ہوا۔ لیکن حریم باوا جی میں قیامت تک ان الفاظ کی گونج سنائی دیتی رہے گی۔

”سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری“

خدا ہمیں قیامت میں اس محبوب حق کا ساتھ نصیب کرے۔ اور مستقبل قریب میں اس محبوب خدا کے مزار کی زیارت کرے۔ آمین۔ راقم تمام صاحبزادگان علی پور شریف کے ساتھ شریک غم ہے۔ والت سلام۔

صاحبزادہ حافظ ظہور علی شاہ
(خلعت بانکا پیر صاحب مرحوم)

عالی جناب سردار عبدالرب صاحب نشتر بالفتابہ

گورنر پنجاب

کمپ گورنر پنجاب،

۲ ستمبر ۱۹۵۱ء

مکرمہ! السلام علیکم

اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر بہت صدمہ ہوا کہ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب واصل بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اور ہر نفس کو موت کا فرائض چکھنا پڑتا ہے۔

جہاں تک پیر صاحب کا تعلق ہے، خدا تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت اور لوگوں کی ہدایت کے لئے کافی عمر عطا فرمائی۔ لیکن پھر بھی پیر صاحب جیسی نیک سیرت بستی کا انتقال

آپ حضرات کو ایسی غیر مترقبہ نعمت کے چھٹ جانے پر صبر و شکیب عطا فرمائے۔ اور حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو وہ درجات عالیہ عطا فرمائے جن کے آپ مستحق ہیں۔ اور ہمیں تاقیامت برکتیں حاصل ہوتی رہیں۔ میرے برادران مکرم اور تمام خاندان کی طرف سے ملی عذر خواہی اور ہمدردانہ تعزیت قبول فرمائیں۔ والت سلام۔

خیال اندیشی۔
دیوان سید آل رسول علی خان سجاولہ نشین
آستانہ عالیہ اجمیر شریف (حال مرگودھا چک نمبر ۱)

عالی جناب حضرت حافظ صاحبزادہ سید ظہور علی شاہ صاحب تلبہ

چوڑہ شریف — ۲ ستمبر ۱۹۵۱ء

محترم و مکرم حضرت صاحبزادہ صاحب

حضور اعلیٰ امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات تمام نبیائے اسلام کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا موجب بن گئی ہے۔ آج صاحبزادگان چوڑہ شریف کے دلوں سے کوئی نہیں پوچھتا، کہ وہ کیا چراغ تھا جس کے گل ہوتے ہی چوڑہ شریف کی محفلیں سونی سونی نظر آنے لگیں۔ دینی انجمنیں آج گر گئیں۔ مدرسے رو رہے ہیں۔ یتیم خانے آہیں بھر رہے ہیں۔ ہر قسم کے تعلیمی و امدادی اداروں پر موت کی سی خاموشی چھا گئی ہے سب خیران ہیں کہ یہ کیا ہو گیا۔ ہمارا وہ مرقی کہاں چلا گیا۔ وہ ہمارا مشفق و عنخوار کدھر روپوش ہو گیا۔ آج پاکستان کے دینی حلقے یتیم ہو گئے۔ حنفیت نے سر پیٹ لیا۔

سب سے بڑھ کر ستم یہ ہوا کہ اسلام کا درد اب دل کی تلاش میں سرگرداں ہو رہا ہے۔ مگر اسے کوئی ٹھکانہ میسر نہیں آ رہا۔ بہت استقلال آج کسی بوڑھے پیکر کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ کتاب آزادی کے منتشر گوشوں کا شیرازہ بند آج اس کام کو خدا کے سپرد کر کے رخصت ہوا۔ مدینۃ الرسول سے آنے والی ہواؤں سے فرحت محسوس کرنے والا آج خود انھی غباروں میں جا بسا۔ جدہ کے اس پار رہنے والوں کے لئے علی پور کی سرزمین کو سراپا استقبال اور حتم انتظار بنانے والا چشم عالم کے لئے خود ہی ایک مستقل

ہم سب کے لئے وجہ لال ہے۔ کیونکہ ایسے نیک بندوں کا وجود ملک اور قوم کے لئے برکت اور ہدایت کا باعث ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے۔ اور آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل۔

احقر العباد نشت

گور زینچہ

بنام مخدوم سید محمد حسین شاہ صاحب

علی پور سیدان

عالیجناب حضرت مولانا ضیاء القادری صاحب قبلہ

صدر جمعیتہ المشائخ کراچی

دفتر شیدائیان نبی۔ کراچی

۴ ستمبر ۱۹۵۱ء

حضرت المعظم المعظم ذو المجد والفضل والاکرم دامت برکاتہم۔ السلام علیکم
عشم نصیبوں کی آرزوؤں کی بہار۔ آسمان علم و عرفان کا چاند تارا، آہ! ایسے وقت اپنے
رب کا پیارا، اپنی ملت سے جدا ہوا جب کہ اس کی دعاؤں کی ملت کو انتہائی ضرورت
تھی!!

انوج کفر و شرک سیاہ بادلوں کی طرح انوار ملت پر محیط ہیں۔ عالم اسلام
اپنے خدا رسیدہ ہادی کے سایہ سے محروم ہو گیا۔ بظاہر ہم عشم زندہ اس صدمہ مفارقت
کو اپنے لئے سانحہ عظیم سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے ایمانی جذبات رہنمائی کرتے ہیں کہ
اولیاء اللہ کی پاک روہیں۔ حجابات جسم و جسد سے بے نیاز ہونے کے بعد اپنے
متوسلین کی درد بھری صداؤں کو بارگاہ ایزدی میں باب اجابت تک پہنچانے میں
زیادہ کامیاب ہوتی ہیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال حقیقتاً موت العالم موت العالم
کے مصداق ہے۔ تمام عالم اسلام اس حادثہ بجاں کاہ پر اشکبار ہے۔ یہ فقیر حقیر حضرت

اقدس کی زیارت سے شرف اندوز اور سعادت دست بوسی سے بارہا فیضیاب ہوا۔ بارہا سستی
کا نفرس کے بعد وہ پاکیزہ ساعتیں میری روحانی کیفیات کی یادگار رہیں گی۔ جبکہ حضور قبلہ عالم آخر بار
حج زیارت سے مشرف ہو کر تھوڑے وقت کے لئے کراچی میں قیام فرما ہوئے تھے۔ اور
اس بے نوا کو نہ صرف باریابی کا موقع نصیب ہوا تھا۔ بلکہ خدمت اقدس میں حج کی دلچسپی پرتائیں
سنانے کی بھی اجازت عطا ہوئی تھی۔ حضور پر نور نے اپنے دست اقدس سے مسئلے، تسبیح
اور کلاہ مع دیگر تبرکات مرحمت فرما کر ذرہ نوازی فرمائی تھی۔ کیا علم تھا کہ یہ شفقت بزرگانہ، یہ زیارت
جمال آئندہ نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ ہم سے اٹھالی گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ
اس فقیر عاجز نے آج چوتھا روز ہے، جمعیتہ المشائخ کراچی اور مجلس شیدائیان نبی کراچی
میں حضور قبلہ عالم کی تجاویز، تعزیت بحیثیت خادم و صدر ہونے کے منظور کرائیں۔ جمعیتہ المشائخ کی
تجویز تو اسی روز بذریعہ جسٹری خدمت اقدس میں روانہ کر دی تھی۔ مجلس شیدائیان نبی کی تجویز اس
عرضہ کے ہمراہ روانہ کی جا رہی ہے۔

اپنے جذبات عقیدت کو بطور نذر عقیدت تواریخ وصال کی صورت میں پیش کر رہا
ہوں۔ آخر میں مودبانہ خدمت الایمیں گزارش ہے کہ یہ فقیر بھی اس عالم روح فرسا میں، جو حضور پر نور
کے واقعہ وصال سے حضرت والا اور تمام فرزندان حضور کو خصوصاً اور تمام پس ماندگان اور البتہ گان
کو ٹوٹا پہنچا، شریک ہونے کی اجازت چاہتے ہوئے، ان دعاؤں کا متمنی ہے، جو تعزیت
گزاروں اور فاتحہ خوانوں کے حق میں صبر و سکون کے لئے، زبان اقدس سے کی جائیں۔
تاریخیں کسی فاتحہ خوانی کی تقریب میں پڑھوادی جائیں تو اس فقیر کی عزت افزائی کا
باعث ہوں گی۔
خادم المشائخ فقیر ضیاء القادری

عالیجناب حضرت مولانا سید احمد سعید صاحب کاظمی قبلہ

ہمت دم و صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم حیدرآباد

کچہری روڈ۔ ملتان

بدستور تھی کہ ایک بار دربار میں پہنچیں گے، تو ان تکالیف کی تمام کدورت دھل جائے گی۔ آہ! آج یہ امید بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔ اب کون ہمیں اس لطف کرم سے نوازے گا۔ اب کس کی نگاہ لطف ہماری پرش کرے گی!!

کیوں نہ ہو اہل جہاں کو بے قراری ٹٹے ٹٹے چھپ گیا وہ مصدر انوار باری ٹٹے ٹٹے چھپ گیا جب آفتاب ابتدائی ٹٹے ٹٹے روشنی فیض کی امید آری! ٹٹے ٹٹے صاحبزادگان پیر ابراہیم کی طرف سے خدمت والا میں مضمون واحد ہے۔

پیر ابراہیم

جناب مولانا عبد المجید صاحب سالک۔ سابق مدیر انقلاب لاہور

السلام علیکم

حضرت قبلہ شاہ صاحب

میں یہاں آیا ہوا تھا۔ پرسوں واپس لاہور جا رہا ہوں۔ آج دفعہ یہ خبر حسرت اثر سنی کہ قبلہ عالم سید جماعت علی شاہ صاحب کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ بے حد صدمہ ہوا۔ آپ کو یاد ہوگا، حضرت مرحوم مخفور مجاہد پر ہمیشہ بے حد شفقت فرماتے تھے چند سال سے ملاقات کا موقع نہیں ملا تھا۔ لیکن اس دلی لگاؤ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا جو ۱۹۱۰ء سے شروع ہوا تھا۔ اور مدت العمر۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیت میں جگہ دے۔ اور آپ کو اور میرے بھائیوں کو، نیز لاکھوں عقیدت مندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ایسی ذوات محترم و مقدس آج کل کے زمانے میں نایاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت کے نقش قدم پر چھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام۔

عبد المجید سالک

سابق ایڈیٹر انقلاب لاہور

جناب پروفیسر محمد طاہر صاحب فاروقی

ایم اے۔ دکتور ادب (جامعہ) صدر شعبہ اردو۔ اسلامیہ کالج پشاور

اسلامیہ کالج پشاور : ۲ ستمبر ۱۹۵۱ء

سیدی و سندی و مولائی حضرت قبلہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب ام برکاتہم العلیا، مسند آرائے حضرت قبلہ محدث علی پوری قدس سرہ العزیز،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج عالی۔

حضور قبلہ عالم امیر ملت قدس سرہ العزیز کی وفات حسرت آیات پر ہم خدام کو جو قلبی صدمہ پہنچا، محتاج بیان نہیں۔ حضور قبلہ علیہ الرحمۃ کی یہ جدائی ملت اسلامیہ کے لئے ناقابل تلافی نقصان عظیم ہے۔ بولی تعالیٰ حضور علیہ الرحمۃ کے مراتب عالیہ جنات الفردوس میں بلند فرمائے۔ اور آنحضرت دامت برکاتہم العالیہ کو اور جملہ متعلقین کرام و مریدین و مسترشدین کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ آمین۔ اور قبلہ حضور قدس سرہ العزیز کی روحانی رحمتوں اور برکتوں سے ہم سب کو ہمیشہ مستفید فرماتا رہے۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ

مدرسہ انوار العلوم حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کی تعزیت کے سلسلہ میں بند رہا۔ مدرسہ میں ختم قرآن مجید اور فاتحہ کی گئی۔ اور طلبہ تعزیت ہوا۔ تمام ادارہ انتہائی رنج و الم کا اظہار کرتا ہے۔ اور بارگاہ ایزدی میں بصدق دل داعی ہے کہ مولیٰ کریم بہ تصدق حبیب کرم علی اللہ علیہ وسلم ان حضرت ادام اللہ اقبالہم کا سایہ عاطفت ہم خدام کے سروں پر دراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر سید احمد سعید کاظمی

مہتمم مدرسہ ہذا

جناب صاحبزادہ پیر محمد ابراہیم صاحب

جلیوہ چک نمبر ۱۱۹

السلام علیکم

مخدوم و مکرم حضرت صاحبزادہ صاحب

آج حادثہ استحصال آنحضرت کی اطلاع پا کر دل کی جو حالت ہوئی، وہ خدا ہی جانتا ہے۔ حضرت الد صاحب مرحوم سے حضرت کو ایک خاص تعلق تھا۔ اسی تعلق کی بنا پر مجھے آج ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت کی وفات والد مرحوم کی دوبارہ وفات ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ہجرت کے بے پناہ مصائب نے مجھے حضرت کی زیارت سے بے نصیب تو رکھا تھا، لیکن یہ امید

جناب مولانا سید محبوب شاہ حسینی قادری

سکرٹری جمعیتہ المشائخ پاکستان و تاضی شہر کراچی

یکم ستمبر ۱۹۵۸ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت الادامت برکاتہم

آج اخبارات میں جس وقت سے اعلیٰ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کی خبر وصال پڑھی گئی، خدا معلوم کس قدر اداسی اور حزن و یاس کا عالم یہاں کے علماء و مشائخ پر ہے کچھ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک ایسا لمحہ ہے کہ جو ہمیشہ ہمارے قلوب پر رہے گا۔ دفتر جمعیتہ المشائخ میں فوراً فاتحہ خوانی کا انتظام کیا گیا۔ اور تجویز تعزیت منجانب صدر پیش ہو کر منظور ہوئی۔ جو اس سال خدمت گرامی ہے۔ فقط۔

سید محبوب شاہ قادری

تجویر تعزیت (پیش کردہ منجانب صدر جمعیتہ المشائخ کراچی)

جمعیتہ المشائخ کراچی نے آج صبح کے اخبارات میں اس خبر کو انتہائی غم و الم کے ساتھ پڑھا۔ کہ پاکستان کے سب سے زیادہ محرومی کا مال اور درویش خدا رسیدہ امام الحدیث سراج العارفین حضرت اقدس پیر سید جماعت علی شاہ قبلہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ دور حاضرہ کے مشائخ و علماء کے سر سے بظاہر دست قضا نے اٹھا لیا۔ یعنی حضرت ممدوح و مہل الی اللہ ہو گئے۔ جمعیتہ المشائخ کراچی کے لئے یہ سانحہ روح فرسا ایسا ہے کہ جس کی تلافی کا انتہائی کوئی امکان نہیں ہے۔ جمعیتہ المشائخ کراچی نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی روح پر فتوح پر نصیال ثواب کا فوری انتظام کیا۔ اور انتہائی غم و اندوہ کے ساتھ اس تجویز کو منظور کیا کہ مرحوم و مغفور کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔ اور تمام مشائخ کراچی کی طرف سے ممدوح کے پس ماندگان اور خلفاء و مریدین و متوسلین کی خدمت میں موعوداً، نیز اعلیٰ حضرت کے سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں خصوصاً تعزیت پیش کی جائے۔ اور گزارش کی جائے کہ اعلیٰ حضرت غلیہ رحمۃ کی خصوصی تقریب تعزیت کی تیاریوں سے جمعیتہ المشائخ کراچی کو آگاہی بخشی جائے۔ تاکہ جمعیتہ المشائخ مقامی حیثیت سے فاتحہ ایصال ثواب کا اہتمام کر سکے۔

مخدومی و مطاعی زادت مکارکم و مد ظلمکم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
زاہد میاں کے خطوط سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کا حال معلوم کر کے سخت تشویش تھی۔ ان کو بڑا برخط لکھ کر حضور کا حال معلوم کرتا رہا۔ اور جلد سے جلد حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کرنے کا مقصد تھا۔ یہ گمان بھی نہ تھا کہ آج کے اخبار سے یہ علم ہوگا کہ سرکار واصل بحق ہوئے حیف و حدیفہ۔
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

وَمَا كَانَ قَدِینَ هَٰلَکَ هَٰلَکٌ وَاحِدٌ وَلَا یُنَبِّئُ بِنَبَإٍ قَوْمٍ تَحْکُمُ مَا
یہ حادثہ تمام عالم اسلام و جہاں ابلی پاکستان اور خاص کر متوسلین و معتقدین کے لئے سخت روح فرسا اور دل گداز ہے۔ ہمارا مادی و مہیا جاتا رہا۔ ہمارا دستگیر و مشکل کشا ہم سے چھوٹ گیا بخت تر صدر یہ ہے کہ اس عاجز کو اب تک کلمات و علاق کے باعث حاضر ہونے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اب یہ ظاہری آنکھیں بندار سے ہمیشہ کو محروم ہو گئیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔
اس جگہ پاش سانحہ کو معلوم کر کے دل و دماغ معطل اور قلب جگر بے کاریں جی چاہتا ہے کہ پڑ لگا کر اڑوں۔ اور لحد مبارک کے گرد طواف کر کے آنسوؤں کے بار اور عقیدت کے پھول نچھادر کر دوں۔ لیکن اپنی ماضی فتنے تہل نورایہ عنایت پیش کرتا ہوں۔ اور انشاء اللہ اس کے ہمراہ خود بھی حاضر ہوتا ہوں۔ تاکہ مزار پاک کی قدم بوسی کے ساتھ حضور کی خدمت میں بھی باریابی حاصل کر دوں۔
آہ! حضور قبلہ عالم کے اہم مبارک کے ساتھ رَحْمَتُ اللّٰهِ عَلَیْہِہِا اور رَفِی اللّٰهُ عَنہِا شامل کرتے ہوئے قلم لرز جاتا ہے کہ ہمیشہ صَدَّ خَلْفَہُمْ اَلْعَالِیٰ لکھنے کی عادت رہی۔ اور خیال یہی تھا کہ حضور ابھی ایک سو دس سال اور تشریف فرما رہیں گے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس جسمانی جدائی کا تصور نہ آتا تھا۔ حیف و حدیفہ!! آہ صد آہ!! لیکن میں کیا کہہ رہا ہوں۔ حضور تو زندہ جاوید ہیں۔
ع: ”ہرگز نہیں دآں کہ دش زنده شد بعشق“

اور تَبَدُّلُ عَالَمٍ تَوَقُّطٌ غَوِثٌ تَحْیٰ۔ بَلْ أَحْیَاءٌ وَلٰکِنْ لَا تَشْعُرُونَ
ع: ”اے طالبان! اے طالبان! من با شما ہر جاستم۔ خداوند اب ہم سب کو اس مصرع کا مصداق بنا۔ اور حضرت قبلہ عالم کی اولاد و احفاد ملت غلام کو طبیعت اور غوثیت کے سراج پر فائز فرما!!
مکتوبین عاصی پر عاصی۔ محمد طاہر رافقی نقشبندی جماعتی

مقام عطا فرما دے۔ آمین ثم آمین !!

بندے کے قلم میں زیادہ لکھنے کی اس وقت طاقت نہیں۔ دل پٹتا ہے۔ آنسو رواں ہیں۔
بندے کا مقام نزول کل سے مقام ماتم بنا ہوا ہے۔ برادرانِ طرہیت و معاکین اور دیگر حضرات
و اکابر سب کی تشریف آوری ہو رہی ہے۔ ہر ایک ماتم کر رہا ہے۔ سب کو کوڑا افسوس
ہو رہا ہے کہ اس زمانے کی دنیا کے سلام کی بہترین و افضل ترین ہستی دنیائے رخصت
فرما گئی۔ حضور سید عالم رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات و انعامات کا کچھ تذکرہ ہوتا ہے۔ کچھ آپ
کے خلقِ عظیم کا، کچھ آپ کے عشقِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، کچھ آپ کے تقویٰ و زہد کا، کچھ ذکر
آپ کے پکے سے پکے ایمان و اعمال کا، کچھ ذکر آپ کے بے دیووں سے جہاد کا، سب باتوں کی
یاد ہمیں دلاتی ہے۔ دلاتی ہے۔ اور دلاتی ہے اور بس۔

ایسی حالت حزیں میں ختم شریف کا مختصر انتظام کیا گیا۔ اور آج یومِ مہفتہ ۶ ذوالحجہ
یعنی ۸ ستمبر بعد نماز فجر ختم قرآن شریف مع درود و قل شریف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں
پڑھا گیا۔ اور گولیتینا بالیقیناً وہ ہماری دعاؤں کے محتاج نہیں، ہم نے اپنا ناچیز حق اس طرح
آج ادا کیا۔ اور انشاء اللہ المستعان چالیسویں ختم شریف مدینہ منورہ میں، جو اعلیٰ حضرت
رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اب سکن ہے، وہاں اس غلام کے انتظام سے ہوگا۔

فقس غمصری سے رُوح القدس نے جانبِ اعلیٰ علیہ السلام پر دازکی، جس کا وقت جمعہ
۳۱ اگست گزشتہ ہے، اس جمعہ کو صبح بوقتِ اشراق، جب کہ یہ بندہ مدینہ منورہ میں حضرت
مولانا انصاریا الدین قادری کے مکان میں حاضر تھا، حضرت مولوی صاحب قسب نے بوقتِ اشراق
حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دولت کدے میں تشریف لاتے ہی بندے سے فرمایا۔
”بخشی صاحب! میں ابھی حرم شریف سے سرورِ انام صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں
سلام عرض کر کے آ رہا ہوں۔ میں نے وہاں سلام عرض کرتے ہوئے اپنے سامنے اعلیٰ حضرت
قسب عالم کو دیکھا۔ پشتِ اقدس میری جانب تھی۔ سر پر مخصوص عمامہ، سر ادب سے جھکا ہوا،
اود آپ دستِ بستہ مواجہہ شریف کے سامنے سلام عرض کر رہے ہیں۔ دیکھئے! اعلیٰ حضرت
تو علی پور شریف میں رونقِ بخش ہیں۔ مگر آپ کی رُوح اقدس مدینہ طیبہ کی سیرِ فرما رہی ہے۔

مغموم و جگر کا رغام الفقرا
سید محبوب شاہ حسینی
و ناظم اعلیٰ جمعیتہ المشائخ کراچی

جناب الحاج بخش مصطفیٰ علی خان صاحب مہاجر مدنی

میرے آقا و مولیٰ حضرت صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب قبلہ دستِ برکات ہم
وجہ دیگر صاحبزادگان و دودمانِ اشرف اعلیٰ حضرت قبلہ عالم امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، باہزاراں ادب

می رود از فراق شد، خون دل از دو دیدہ ام

حسبہ بہ دجلہ، یم بہ یم، چشمہ بہ چشمہ، جو بہر جو

جمعہ ۷ ستمبر مطابق ۵ ذی الحجہ قبل طہر، درود و مکتوب حضرت صاحبزادہ پیر حیدر شاہ صاحب
نے بندہ بیمار کے قلب میں ایسا تیر مارا کہ خون و اں پانی پانی ہو کر مشلِ چشمہ دونوں چشم سے
اگلنے لگا۔ حضور پر نور قبلہ عالم و نائبِ شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید یہ پسند نہ فرمایا کہ یہ
غلام آپ کے واصل بحق ہونے کے بعد علی پور شریف میں حاضر ہوئے تو اس بندے کی ہجرت مدینہ
منورہ کی تلقین فرمائی۔ اور آپ خود راہی جنت الفردوس ہو گئے۔ ہر ایک اپنے متوسل و حقتہ
پر ماں باپ سے زیادہ شفیق اور اس غلام بے دم پر سب سے زیادہ شفیق، اب جب دنیا سے
پردہ پوشش ہو گئے ہیں۔ تو اس سایہ رحمت و شفقت کے اٹھ جانے پر بندہ کیوں نہ ماتم کرتے
یا حضرات صاحبزادگان و الانتار! جیسا سایہ پدری و جدی آپ کے سروں سے اٹھ گیا ہے
ایسا ہی اس غلام کے سر سے بھی اٹھ گیا ہے۔ دل پڑ شکافِ صبر کی تلقین مانتا نہیں، کیا کیا
جائے!! اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے اودھم تمام کو صبر جمیل کی استطاعت سے فوازے! علی حضرت
رحمۃ اللہ علیہ کو، جو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ زار تھے، حضور پر نور شافع یوم النشور
صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہنشاہی تحت اور اقدس کے باطل قریب اعلیٰ علیین میں جنت الفردوس میں

کا جمع کرنا بھی میرے لئے بڑے مشکل ہے۔ اس زمانے میں اخبارات و رسائل کی بے شمار نظمیں قطعے اور تاریخیں شائع ہوتی تھیں، میرے پاس مختلف بستوں میں کچھ ذخائر محفوظ بھی ہیں، مگر اب ان کو بچان کرنا نا ممکن نظر آتا ہے۔ اس لئے نمونہ و یادگار کے طور پر صرف چند نظمیں، قطعے اور تاریخیں یہاں درج کرتا ہوں۔

منوہ قیامت صغریٰ

۱۹۵۱ء

(از مولانا الحاج پروفیسر حامد حسن قادری صدر شعبہ فارسی اردو سینٹ جانس کالج آگرہ خلیفہ مجاز)

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ ۝۱۲۰

(۱)

جَاءَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَهْ فَا هَ	غَابَ نُورُ الْكَرَامَةِ أَهْ فَا هَ
خَسَفَ بَدْرُ الْأَرْضِ يَا أَهْ	كَسَفَتْ شَمْسُ الْأُمَّةِ أَهْ فَا هَ
أَهْ عَنَمُ كَا پھاڑ ٹوٹ پڑا	آئی ناگاہ آفت آہ فَا هَ
ہائے اندھیر ہو گئی دنیا	چھا گئی کیسی ظلمت آہ فَا هَ
دل ہے اب اور درد و غم ہیہات	سر ہے اب اور وحشت آہ فَا هَ
ہم ہیں اور عمر بھر کا رونا ہے	اب سکول ہے نہ راحت آہ فَا هَ
نہ رہا وہ خدا کا پیارا لڑے	جس کے دم سے تھی رحمت آہ فَا هَ
وہ حبیب حبیب حق نہ رہا	عاشق شرع و سنت آہ فَا هَ
نہ رہا قطب وقت و غوثِ زمان	تھا جو کان طریقت آہ فَا هَ
آہ منہ کو کلیجہ آتا ہے	ہو گیا کون رخصت آہ فَا هَ
فتادری آہ یہ کہوں کیونکر	مات شاہ جماعت آہ فَا هَ

کر کے پردہ نگاہ دنیا سے
جا ملے وہ رفیقِ اعلیٰ سے

سبحان اللہ و بحمدہ! آپ کا کیا ہی بلند درجہ ہے! آپ اس عمر میں اس دنیا میں مامور من اللہ ہیں! آہ! اس وقت نہ حضرت مولوی صاحب قبلہ کو علم تھا، نہ کسی اور کو، کہ اسی شب قفسِ غصہ سے نکل کر روح مبارک جانبِ جنت الفردوس مدینہ منورہ کے راستہ سے روانہ ہو رہی ہے۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج پر تشریف فرما ہوتے تو مدینہ منورہ ہو کر مکہ معظمہ تشریف لے جاتے۔ احرامِ مدینہ شریف میں باندھ کر دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر مواجہہ شریف کے سامنے باہزاراں ادب سلام عرض کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مکہ شریف روانہ ہوتے۔ اب جب جنت الفردوس میں طلبی ہوئی، تو اب بھی دربارِ پُر انوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر سلام مودبانہ پیش فرما کر، اجازت سے حضور پر نور شافع الیم المنشور صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپ جنتِ سدہ سے ہیں سبحان اللہ! سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کیسے اور کتنے ارفع و اعلیٰ درجہ کے عاشق تھے!!

فدا کر روحی و ابی و امی یا حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ!!

یا اللہ! یاربی! ہمیں تو فسیق فرما اور استطاعت بخش کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلتے اور آپ کی ہدایت پر عمل کرتے رہیں۔ اور فردائے قیامت آپ کا دامن پکڑ کر، ہم مقامِ محمود میں آپ کے جہادِ مجد صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوں۔ آمین ثم آمین بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم!!!

منظومات وصال مبارک

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے وصال پر تمام برصغیر میں جس طرح رنج و غم کا اظہار کیا گیا، جتنے جلسے باجاً منعقد ہوئے، بلکہ تقسیم کئے گئے، ختم تشریف ایصالِ ثواب کے لئے پڑھے گئے۔ قرار دواں منظور ہوئے، خطوط شائع کئے گئے، اخبارات و رسائل میں تعزیتی مقالے لکھے گئے، دربارِ عالی میں حضرت سراجِ البلقۃ رحمۃ اللہ علیہ (خلف اکبر و سجادہ نشین اول) کو تعزیتی مکتوب بھیجے گئے، جس طرح ان سب کا استقصاء احاطہ دواں ہے، اسی طرح منظومات تعزیتی

ہر قسم اتبار سنت میں زندگی بھرا اٹھائے گا اب کون!
 عشق محبوب حتیٰ میں جان و جہاں وقت کر کے دکھائے گا اب کون!
 اس قدر شوق سے مدینے کو بار بار آئے جگے گا اب کون!

ایسا عاشق نظر نہیں آتا
 عشق صادق نظر نہیں آتا

(۱۲)

وہ دل آرا نظر نہیں آتا حق کا پیارا نظر نہیں آتا
 جس سے تقدیر اپنی ٹپکی تھی وہ ستارا نظر نہیں آتا
 دین و دنیا کا جو معاون تھا وہ سہارا نظر نہیں آتا
 سارے عالم میں محب و ماویٰ اب ہمارا نظر نہیں آتا
 بحر غم میں پڑی ہے کشتی دل اور کنارہ نظر نہیں آتا
 کیا علی پور جا کے اب دیکھیں وہ نظارا نظر نہیں آتا
 آہ اک بار چھپ کے نظروں سے کیوں دوبارہ نظر نہیں آتا
 دل ہے اور درو اب قیامت تک کوئی چارہ نظر نہیں آتا
 زہر غم کام کر کے چھوٹے گا ہو گوارا۔ نظر نہیں آتا
 دل کوئی پھر تاپے اندر سے گرچہ آرا نظر نہیں آتا
 دل کو کیا پوچھتے ہو پہلو میں غم کا مارا نظر نہیں آتا

کیا عجب غم میں دم نکل جائے
 نہیں ممکن کہ غم نکل جائے

(۱۵)

آہ وہ سرور علی پور آہ آہ تاج سر علی پور آہ
 وہ نہیں تو نظر میں ہے تاریک آج سب منظر علی پور آہ
 اپنی تقدیر کا ستارا تھا اک وہی اختر علی پور آہ

(۲۱)

ایک صاحب کمال تھا نہ رہا آپ اپنی مثال تھا نہ رہا
 نہ رہا ایک تھا جو خلق میں فرد برگزیدہ خصال تھا نہ رہا
 ایک ہی کائنات عالم میں عاشق ذوالجلال تھا نہ رہا
 سارے خم خانہ محبت میں ایک باکیف و حال تھا نہ رہا
 نہ رہا۔ ایک تھا فدا کے سوا ایک شیدائے آل تھا نہ رہا
 جس کا دیدار نور دیدہ و دل ایک یوسف جمال تھا نہ رہا
 جس کی باتیں نبات و شہد و شکر ایک شیریں مثال تھا نہ رہا
 ہر قدم پر ہر اک عمل میں جسے صدق و حق کا خیال تھا نہ رہا
 اک ہی جان و تن سے دھن من سے وقف جو دو نواں تھا نہ رہا
 جس کے در سے گداز نہ تھا محروم اک جواب سوال تھا نہ رہا
 ایک شکل کشائے خلق جسے سہل کار محال تھا نہ رہا

کون اب دستگیر عالم کا
 کون یغمر النصیر عالم کا

(۱۳)

روح کو جگمگائے گا اب کون! رات کو دن بنائے گا اب کون!
 نور سے اپنے دل کی ظلمت میں شمع وحدت جلے گا اب کون!
 بھولے بھٹکے خدا کے بندوں کو راہ حق پر لگائے گا اب کون!
 راہ شرع و طریق سنت پر آپ چل کر چلائے گا اب کون!
 نقش بند ہی طریق کا دل پر نقش ایسا جمائے گا اب کون!
 رات دن باتیں حق کے پیاروں کی پیار سے یوں سنائے گا اب کون!
 مرضی رب میں جسم خاکی سے کام لے کر بنائے گا اب کون!
 عمل تقویٰ و ریاضت میں جان ایسی کھپائے گا اب کون!

(۷)

فقر میں آن بان امارت کی
باہمہ رہ کے بے ہمہ ہونا
فیض ارشاد قطب دواراں کا
طاقت ربی کے ساتھ خدمت خلق
جس نے بن کر مجاہد سلام
جس سے سعی و عمل کے میدان میں
دین و دنیا کے ہر تصادم میں
رعب مانا نہ کچھ حکومت کا
جس نے جا کر عرب و کن کا بل
تا حد ہند و شام و مصر و عرب
جس کا عاشق عرب عجم شیدا
جس نے مخدوم ہو کے خدمت کی

ایک مخدوم تھا وہی نہ رہا
یہ بھی مقسوم تھا وہی نہ رہا

(۸)

کس نے اللہ! یہ ادا پائی
تیرے محبوب کی محبت میں
یہ بلا عشق مصطفیٰ کا صلہ
جس پر ڈالی نگاہ قطب ہوا
مل گئی کیمیائے فقر اُسے
ہاتھ اٹھے اور بنے پر پرواز
ایک تھے ان کے در پر شاہ و گدا
نعمت دین و دولت دنیا

ہر ادا میں تری رضا پائی
کس نے یہ حد یہ انتہا پائی
خلق میں شان اصطفیٰ پائی
دل نے اک آن میں صفا پائی
جس نے اکسیر خاک پا پائی
طاہر بخش ہر دُعا پائی
سب نے ہر درد کی دوا پائی
سب نے اُمید سے سوا پائی

ایک دولت تھی کل جہاں کے لئے
کشور جان و دل کا مالک تھا
ہو گیا بندہ جس نے دیکھ لیا
ایک عالم کو کر رہا تھا غنی
کر رہا تھا زمانے بھر کو سیر
کر رہا تھا جہاں کو سیر اب
اب فلک تک اس کے غم میں بلند

آہ میں اب اثر نہ آئے گا
اب وہ جلوہ نظر نہ آئے گا

(۹)

اب وہ جلوے خیال خواب ہوئے
تھا وہ جلوہ شبہ جماعت کا
کشور فقر و شاہی دل میں
اک صدی سے تھی بڑھ کے عمر شریف
اذن ارشاد مل گیا فوراً
ستر استی برس میں لاکھوں کے
فیض پا کر ہزار با خلفا
سب سے بڑھ کر حضور کے فرزند
وہ محمد حسین و خادم و نور
بیٹھ کر کتنے ایک حلقے میں
خاک پائے حضور کے دترے

اب کہاں ایسی دست گیری ہے
وہ فقیری نہ وہ امیری ہے

بزم ارشد و ہذا میں چشمہ فیض
ان کی صحبت میں سوز و غم سکون
بیٹھ کر جی نہ چاہے اُٹھنے کو
دل کھینچیں جس سے ایسا طرز کلام
خندہ رُوی میں اک شگفتہ چمن
فیض گستر مثال ابر بہار
اک نظر میں تمام عقدے حل
ایسی ہستی کہیں ہوئی ہے نہ ہو

يَا مُعِينُ الْاَلَا حُرِّدْنَا بِيدَيْ
مَا لِعِجْزِي سِوَاكَ مُسْتَنْدِي

(۱۱)

وقت رخصت وہ نور کا عالم
شب تاریک دفعۂ روشن
نور کے ساتھ عطر کی سی مہک
منظر اس شان کا حویلی میں
روح پاک حضور انور پر
قلب نورانی و مطہر پر
قرب وقت وصال حضرت پر
ہر نفس قلب پاک پر طاری
مژدہ اِنْ سَعَيْكُمْ مَشْكُونَا
خادمان حضور سکتے ہیں
جان نثاروں کے دل پر فرقت میں

بام حضرت پر طور کا عالم
نظر آتا تھا دور کا عالم
عارض و زلف حور کا عالم
کہ بہشتی قصور کا عالم
رحمتوں کے ظہور کا عالم
نور رب کے وفور کا عالم
اک نشاط و سرور کا عالم
ذکر رب غفور کا عالم
اور قلب شکور کا عالم
دیکھ کر یہ حضور کا عالم
جیسے یوم الثور کا عالم

سامنے دل کے جس کا دل آیا
مل گئی جس کی بھی نظر سے نظر
شرح صدر ان کا۔ ان کی رفعت ذکر
کس میں یہ شان اور یہ قدرت آہ
نہ رہے جب شبہ جماعت آہ

(۹)

وہ جماعت علی رشتہ ذی جاہ
اسوہ مصطفیٰ کی زندہ مثال
ہو تو ہو بس قرون اولیٰ میں
علین خلق رسول م کردارش
صدر صدیقہ میں تھے جو امیر
اک طرف فقر و زہد عرفانی
علم میں بر حینقہ دوراں
فکر میں ثانی محبہ دہند
برہمت نارسیدہ گردانید
تھی رضا جوئی ان کی خالق کو
شانی قلب مضطر ان کا خیال

قطب ارشاد بھی وہ سید بھی
اس صدی کے وہی محبہ دہی

(۱۰)

رحمت و فضل کردگارش ذات
ہمچو جدہ خودش رؤف و رحیم
شرح معنی معرفت قلبش
سینہ اش عین ذات راہرات

یوں نظر سے چھپا وہ حق کا ولی
وہ جگر گوشہ نبی و رسول

(۱۲)

اسلام اے شہ زینِ زمان
اسلام اے شہ علی پوری
اسلام اے کریم ابنِ کریم
اسلام اے امیر ملت و دیں
اسلام اے فدائے عشقِ رسول
اسلام اے ولی و مرشدِ قطب
اسلام اے ظہورِ آیتِ حق
اسلام اے صدورِ مصدرِ کن
اسلام اے فروغِ دانش و داد
اسلام اے چراغِ بزمِ ازل
اسلام آیتھا الطیب علیک

السلام علیک یا سیدی
یا حبیبی تعالیٰ خذ بیدی

قطعت ابروفاتِ سرِ پات

(آغا ماسٹر کرم اکبری مدنی لے ایل ایل بی۔ کویل سیالکوٹ۔ محترمہ اعزازی انجمن خدام العوفیہ خلیفہ مجاز)

(۱)

شہ جماعت رہنما و مقتدا
مقتدا اے سائیں و دامن
سبطِ پیغمبرِ شہ ہر دوسرا
صدر بزمِ عارفین و کاملین

بحر الطاف و کرم، جوڑ و سخا
مرشد صاحبِ دلان و اصفیا
دستگیر بے بسان و بے کس
روگردانید از دار فنا
مصدر فیضِ نوال و ہم عطا
پیشوائے عارفان و اتقیا
ماوے دل دادگانِ دل خستگان
آں قیومِ وقتِ آن قطبِ زمان

قدسیاں مشتاق بہرِ مقصدت
ایستادہ رضواں بہرِ مکرمت

(۲)

او پیر علی پور پیرِ جہاں
جہاں سرسبزِ زیرِ احسان
حبیبِ رسول و حبیبِ خدا
او بحرِ سخا بود و ابرِ کرم
درخشِ قندِ اہلِ ایمان
جہاں اپنناں نورِ ایمان داد
جہاں روشن از نورِ انوار
کمر بست و سونے جنناں شد و آل
ہمہ نور بخش و ہمہ نور جہاں
ہمہ مومناں زیرِ فرمان او
مطالعِ جہاں بود و مشکل کشا
کسے از در او نہ رفتہ دژم
رخشِ کعبہ اہلِ ایقان را
غلامان را نورِ عرفان داد
یقینِ محکم از شہدِ گفتار او
ہمہ خادماں آہ و گریہ کنناں

ز سال و صاخش چو کرم صدا
بگفتا۔ بگو۔ شیخِ حق آشنا

زائچہ تواریخ وصال

(انہ حضرت الحاج مولانا ضیاء القادری صاحب صدر جمعیتہ المشائخ و مجلس شیدائیان نبیؐ - کراچی)

حضرت کرم قطبِ انام
شیدائے اسمائے خیر الانام

۱۳۴۰ھ

دورِ رواں میں ذاتِ تہیٰ اُن کی
آلِ نبیؐ تھے آلِ علیؑ تھے
تھے وہ معظم تھے وہ مکرم
تھے وہ محدث عالم و عارف
ہے دو جہاں میں ان کا ماتم
صاف حدیثِ شاہِ رسلؐ ہے
موتِ انعالِ مرصوفتِ العالم
حیف کہ ان کی موت باعث
ہے شیرازہٴ ملتِ برہسم

لکھنے سالِ رحلتِ قتبد
آلِ پیبرِ سیدِ اعظم

۱۳۴۰ھ

(۸)

امیرِ جماعتِ امیرِ حقیقی
محدثِ مفسرِ مبطلِ مجدد
جماعتِ علیؑ شاہِ پیبرِ حقیقی
ہر اکِ علم میں بے نظیرِ حقیقی
شرعیّت میں صدِ صفِ اہلِ سنت
طریقت میں روشن ضمیرِ حقیقی
وہ جس کے رخِ حقِ مناسبِ عیاں تھے
ضیائے سراجِ منیرِ حقیقی
وہ تختِ دلِ حیدرِ و آلِ زہراءؑ
وہ سیدِ وہ جیتد وہ میرِ حقیقی
ہوئے لکھنے صدِ حقیقۃً اصلِ الی اللہ
مردوں کے وہ دستِ گیرِ حقیقی

۱۳۴۰ھ

ضیاءِ لکھنے مرحوم کا سالِ حلت
جماعتِ علیؑ شاہِ پیبرِ حقیقی

۱۳۴۰ھ

درویشِ ذی علم
شیخِ حقِ آشنا
وارثِ محبوبِ خدا
۱۳۴۰ھ
۱۳۴۰ھ
۱۳۴۰ھ
قتبدِ برگزیدہ عالمِ نقشبندی علی پوری
مولانا پیرِ جماعتِ علی شاہ صاحب
۱۳۴۰ھ

ملکِ لاویا رضی اللہ عنہ

۱۳۴۰ھ

(۲)

ہوئے واصلِ حق وہ پیرِ طریق
تھا ولایت کا جن کی ذات پر چہر
پرتو نورِ نقشبند کی شان
لکھ ضیاء - ہمدی مشائخِ عمر
۱۳۴۰ھ

(۳)

چوں پس ابرفناں مہرِ غافل شد غروب
رو نما شد در جہاں تاریکی جزاں ملال
بافزارِ من در غمِ آن قبلہ با سوز و گداز
شمسِ عالمِ رحمتِ اللہ علیہ گفت سال
۱۳۴۰ھ

(۴)

چوں از جہاں راہی شد آہ
سال وصالش گفت ضیاء
پیرِ جماعتِ حق آگاہ
زاہد و عارفِ فضلِ اللہ
۱۳۴۰ھ

(۵)

آں جماعتِ علیؑ کہ در حق او
اے ضیاء سالِ حلتِ آن شیخ
اہلِ دینِ مرشد گرامی گفت
پیرِ اعظم ولی نامی گفت
۱۳۴۰ھ

(۶)

جنت کو گئے شیخِ عیدِ المثال
فردوسِ انھیں بخشے خدا تعالیٰ
کہتے ہیں ملکِ اہلِ طریقتِ ضیاء
شیخِ عرفا بادیِ محبوب ہے سال
۱۳۴۰ھ

(۷)

ہو گئے راہی بارِ جنت
پیرِ جماعتِ قتبدِ عالم

طے نمودہ منزل عین الیقین یحقیق قال
 وہ نور عالم علوی بہ زہد و ہمسرع
 اے کہ در اہ حقیقت فی الحقیقت گامزن
 عارف یکتائے دریاں سالک اہ سلوک
 ذائقہ نور من اللہ کان کا اللہ تقدیر میں
 رہے پاکش لکھتے تھے شہر کرمات نور
 بلبل گلزار حیدر عمداً آل حسین
 چوں نمائے امیر جمعی ناگزیر معش در رسید
 ناگہاں مریم بخشیدہ ز قفس عنصری
 رخت رحلت بر کشیدہ آں لیکانہ روزگار
 ہر کسے و شش جہت زیر سامانہ شد گوار
 اندریں نام کہیں دل حزن و پر ملال
 مرقش پر نور از لطف الہی دامن
 بودہ بے شک افت حق یقین عالی نش
 جملہ اوصاف بذات خاص چوں حیال
 قدوہ آل عبا و رہنمائے سالکان
 زان جہت بودہ بدنیہ پیشوائے عارفان
 فخر و احسن و احسنش مجتبیٰ فی کل آن
 واقعی بودہ درخشاں اسم پاکش فی الیاء
 خوش گل باغ رسول اکرم شمس بودہ عیاء
 از سر صدق و صفا لیک گفتہ شد دریاں
 کردہ روح پاک او پرواز تا قدوسیاء
 رفتنش شد باعث حزن الم اہ و فغان
 نیم بمل شد میدان و آقارب زوجہ خواں
 ہر کسے از رفتنش گشتہ سرا سیمہ بدیاں
 در قیامت بار رسول اللہ باد اہم غیاں

از پے سماندگان و آل او صبر جمیل
 لطف و شفقت باد ہر دم از غداستعال

وفات نامہ

(از سید محی الدین صاحب گلشن حیدر آبادی - حیدر آباد دکن) (۱۰)

(۱) چراغ دین محمدی
 چراغ اولیائے حق
 ۱۳۷۰

(۲) چراغ کعبہ دو جہاں
 ۱۳۷۰

تواریخ وصال

(جناب مائل بنگوری نے جلسہ تعزیت منعقد مسجد اعظم بمبکھور میں پڑھیں)

(۱) عارف حق مرشد روشن ضمیر
 آہ شیخ عصر موجودہ گئے
 پائے ہیں اب قرب رب ذوالجلال
 کہد یا مائل نے یہ سال وصال

۱۳۷۰

(۲) رہنمائے اہ حق ذی مرتبہ صفا کمال
 سید و شاہ جماعت حاجی ابن علی
 چھوڑ کر دافنا وہ جانب عقبی گئے
 جکے دل جوتے ہیں زندہ عشق رب پاک
 سینکڑوں مردہ دلوں کو آپ نے زندہ کیا
 گو لظاہر دور ہیں لیکن ہیں ملن میں قرب
 شیخ عصر و قطب دریاں مرشد روشن خیال
 نقشبندی عارف حق ذاکر و احسن خصال
 آپ کو حاصل ہو چکا وصل رب ذوالجلال
 رہتے ہیں ایم وہ زندہ نزد رب لم یزال
 آپ کا رشد و ہدایت تھا یقیناً ہمیشہ
 آپ کا فیضان روحانی ہے بے شک لا زول

سن کے مائل سے خبر اب عالم ملکوت سے
 پاگئے قربت خدا کی کہد یا سال وصال

۱۳۷۰

نظم عقیدت

(انہ جناب مولانا عبدالحق صاحب خطیب جامع مسجد کوٹلہ)
 اے دریاغ آفتاب علم و عرفان نگہاں
 در طریق معنوی لاریت حسن خیر القرون
 شد غروب اندرافق کا نگاہ بودہ خوشال
 در طریق مصطفائی رہبر پیر و جواں

کیوں سیہ پوش ایک عالم ہے
ساخہ آج کیسا پیش کیا
ذکر تال الرسول وقال اللہ
ہو گیا آفتاب علم غروب
اک اندھیرا جہاں پہ ہے چھایا
معمول گلشن میں ہیں گریباں چاک
آج ہے نوحہ خوان ہر ایک بشر
اک قیامت ہے چار سو برپا
باغ فردوس میں ہوا دھنسل
پھومتے ہیں فرشتے تربت کو
تھے جماعت علی جو روشن دل
اب جماعت میں وہ نہیں رونق
ہدف ناوک ستم ہے مگر
ماہ ذیقعدہ کی تمھی ستائیں
شب جمعہ پیام حق آیا
گلشن شاعری میں آئی خرواں
ٹائے کس سے کہیں فسانہ غم
ہیں جماعت میں پانچ حرف شریک
ہے محمد کی مہم اس میں شریک
لب پہ جاری رہے گاپیر کا نام
ہے تسلی اسی میں اے گلشن
یہی غم خوار اور ہمد ہے

امیر ملت کی الحدیث

(آئمہ جناب ریاض حسین صاحب چودھری ایم اے ایل ایل بی اسیالکوٹ)
اے آسمان عشق رسالت کے ماہتاب تجھ پر سلام اہل محبت کا بے حساب
تو عشق سربلند کا عنوان آگئی تو حسن بے مثال کی تصویر بنے نقاب
اے انقلاب نو کے علمدار مرحبا! لاریب تو ہے سید، جویر کا شباب
احیائے دین پاک تھا مقصود زندگی رنگ چمن بنا تھا یہی تیرا اضطراب
تو عشق مصطفیٰ کی علامت ہے۔ اس لئے
نازاں مرا جنوں کہ کیا تیرا انتخاب

مادہ ثانی تاریخ برائے روضہ شریف

(آئمہ ڈاکٹر خالد حسن صاحب قادری ایم اے پی ایچ ڈی۔ استاد شعبہ اردو۔ لندن یونیورسٹی)

روضہ مقدسہ والا نسب

۱۳۷۰ھ

واقف حقایق، قطب الاقطاب، سید المرشدین

۱۳۷۰ھ

ولی زمانہ، فرزند ختم المرسلین، قدس آستان مجدد قرن الرابع عشر

۱۹۵۱ء

۱۹۵۱ء

کعبہ زمان امیر ملت سید جماعت علی شاہ

۱۹۵۱ء

مقبلہ عالم سلام اللہ علیہ، رضی اللہ عنہ، فداہ می دانی

۱۹۵۱ء

مقبلہ جہان ۳۰۔ اگست انیس سو اکیاون - چھبیس ذیقعدہ

۱۹۵۱ء

تیرہ سو ستر حجازی شب جمعہ المبارک آرا میدہ

۱۳۷۰ھ

۱۳۷۰ھ

انشا و خطابت

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے مواعظ و خطبات اور کلمات و مسائل سننے والے آج بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں بقبہ حیات ہیں۔ اور وہ شاہد ہیں کہ حضور کی سادہ باتوں میں جو اثر و تاثیر اور لطیفہ دل نشینی ہوتی تھی وہ بڑی سحر آفرین تقریروں اور فصیح و بلیغ خطبات میں بھی نہیں پائی گئی۔ آپ کے علمی اور ادبی کمالات جتنے کسی تھے یقیناً اس سے کچھ زیادہ ہی وہی و بھی تھے اور اس شعر کے مصداق:

فیض روح القدس از باز مدد فرماید دیگران ہم بکنند آنچا سیحامی کرد

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام میں عربی فارسی اردو ادب پر کامل عبور

چکا ہے۔ یہ حضرات اپنے دور کے جلیل القدر علماء تھے، جو علوم عقلی و نقلی کے فضل و کمال کے لئے گزشتہ صدی کے نصف آخر میں پورے برصغیر میں مشہور و معروف تھے۔ بلکہ بعض کا فنین تو اس صدی کے اوائل تک جاری رہا ہے۔ حضور کی بابت یہ تو تحقیقی طور پر علم ہے کہ آپ نے علوم عقلی و نقلی میں عبور کامل حاصل کیا تھا۔ اور عربی زبان و ادب پر آپ کو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ مگر فارسی ادبیات و کتب کا مطالعہ صرف ابتدائی دور میں ثابت ہوتا ہے۔ مقام حیرت ہے کہ عربی سے بڑھ کر فارسی اور اردو شعر و ادب سے واقفیت ہی نہیں، ان کا صحیح ذوق اور گہری استعداد آپ نے کس منزل پر حاصل کی۔ لیکن آپ کی روزمرہ گفتگو، مکاتیب، مواعظ اور خطبات میں جس کثرت سے اور جیسے موزوں اشعار بیان میں آتے تھے، وہ اس بات کا پختہ ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ آپ کو عربی، فارسی اور اردو ادبیات پر ماہرانہ اور فاضلانہ عبور حاصل تھا۔ یہی نہیں بلکہ ہندی اور پنجابی اشعار، اقوال اور ضرب الامثال، آپ جیسے مناسب موقع اور مطابق محل ارشاد فرمایا کرتے تھے، اس سے آپ کے تبحر علمی کی روشن شہادت دستیاب ہوتی ہے۔

آپ کا تبحر و سہمی تھا

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہونے والے اب بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں، سب شہادت دیں گے کہ کم از کم اس صدی میں کسی نے آپ کو مطالعہ کتب میں مشغول نہیں دیکھا۔ جیسا کہ آپ کے سفر و حضر کے روزمرہ معمولات سے واضح ہوا، آپ کو تبلیغ و ارشاد میں اس درجہ انہماک رہتا تھا کہ کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہ تھی۔ یہ تو اکثر حضرات کو بخوبی یاد ہوگا کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ آپ کی محفل میں کسی کتاب، رسالہ یا اخبار کا ذکر آیا۔ اور آپ کے حکم کے کسی نے اس میں کچھ حصہ پڑھ کر سنایا۔ ایسے مواقع پر بالعموم یہ ہوتا تھا کہ قرأت کے دوران حضور خود تفسیر و تشریح کے طور پر، موضوع زیر بحث کے مطابق، قرآن پاک، حدیث شریف یا دیگر اسناد و شواہد کے حوالے سے مسائل بیان فرماتے لگتے۔ اور بعض مرتبہ یہ سلسلہ کافی دراز ہو جاتا تھا۔ اس طرح کی روایت و قرأت کے واقعات بھی کم ہی پیش آتے تھے۔ مگر ایسا اکثر ہوا ہے کہ گفتگو کے دوران حضور نے خود ہی جدید تصنیفات کے حوالوں سے گفتگو فرما کر سب کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

سادگی و پرکاری

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ کی تحریر و تقریر میں سادگی کے ساتھ پرکاری کا اعجاز پایا جاتا تھا۔ قرآن، حدیث، اشعار، اقوال، روایات سلف کے شواہد و اسناد آپ کے سادہ و دل نشین اسلوب بیان میں حل کر دیوں میں اتر جاتے تھے۔ اور ”از دل خیزد و بر دل ریزد“ کی بے مثال نظیر قائم کرتے تھے۔ آپ دھیمی اور معمولی آواز میں گفتگو فرماتے تھے اور خطبہ و وعظ میں بھی یہی آپ کا طریق ہوتا تھا۔ لیکن جہاں یہ اعجاز بیانی سب کے سامنے ہے کہ ہزاروں کے مجمع میں آپ کی گفتگو سنی جاتی تھی، وہیں یہ کمال بھی سب کو معلوم ہے کہ اسی سادہ، مدہم اور معمولی آواز و بیان کے اثر و تاثیر سے اجتماع کبھی جوش میں آجاتا تھا، کبھی دہاڑیں مار مار کے رونے لگتا تھا اور کبھی بے تاب ہو کر سب بے اختیار لغزے بلند کرنے لگتے تھے۔

انشا و املا

آپ کے مکتوبات، مواعظ، خطبات، بیانات بلکہ آپ کی طرف سے شایع ہونے والے اشتہارات تک سب آپ کے اپنے لکھے

اور لکھوائے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ مکتوبات و بیانات و خطبات عموماً خود تحریر فرماتے تو ہمیشہ سن کر ضروری اصلاح کر دیا کرتے تھے۔ کبر سنی اور ضعف کے عالم میں اکثر تحریریں دوسروں سے لکھوائی ہیں، مگر ان کو بھی ہمیشہ پہلے سن لیا کرتے تھے۔ تاکہ کوئی بحرئہ خلاف منشا بیان نہ ہو جائے۔ اسی نے ایسی سب تحریریں میں آپ کا ذاتی اسلوب نمایاں ہے۔

اسلوب تحریر

میں نے تبرک و تسمین کے طور پر نیز نمونہ اور یادگار کی خاطر چند مکتوبات اور خطبات اس کتاب میں شامل کئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے آپ کے اسلوب تحریر کی ایک جھلک نظر آجائے گی۔ آپ کی حیات مبارک کے ساٹھ ستر سال گوشتہ صدی میں بسر ہوئے تھے۔ لیکن آپ کی تحریر میں قدامت کی جھلک صرف دو مقامات پر نظر آتی ہے۔ مکتوبات شریف میں القاب میں۔ اور خطبات کے آغاز میں خطبہ مسنونہ میں۔ ان دونوں کی مناسبت اور موزونیت بحث سے بالاتر ہے۔ آپ جیسے جلیل القدر عالم و محدث، اور رفیع المنزل شیخ طریقت و ارشاد کے اسلوب میں ان دونوں کا پایا جانا از بس تحسن اور ضرورتاً اس کے ماسوا ساری تقریر اور تحریر سلیس و سادہ زبان و بیان سے آراستہ ہے۔ حدیث کہ علمی اور استدلالی مباحث بھی ایسے سلیس اور شگفتہ انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ معمولی استعداد کے لوگ بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ اور یہی آپ کے اسلوب بیان کی خصوصیت تھی جو ہر جگہ پائی جاتی تھی۔ اقوال، حکایات، ضرب الامثال اور اشعار کا جا بجا استعمال ایسا موزوں ہوتا ہے کہ بات دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ روزمرہ واقعات اور تجربات انسانی کی تمثیلات آپ ایسی جرسنگی اور بے ساختگی سے بیان فرماتے ہیں کہ سننے پر دھننے والا عشق کرنے لگتا ہے۔ مکتوبات و خطبات کی نقل تو غیر مطابق اصل ہوتی ہی لیکن میری کوشش یہ رہی ہے کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور کلمات جہاں بیان ہوئے ہیں، وہ بھی حضور ہی کے الفاظ میں حتی المقدور نقل کئے جائیں تاکہ ارتکاب کے استفادہ و استفاضہ میں فرق نہ آئے۔ مذکورہ بالا تفصیل کا ثبوت ایسے مقامات کے مطالعہ سے مستحکم ہوگا۔ اس طرح ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب تحریر میں قدیم و جدید کا حسین و دلکش امتزاج پایا جاتا ہے۔

ذوق سلیم و نقد صحیح

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سفر میں ہوں یا حضر میں محفل شریف میں اکثر لغت خوانی ہوا کرتی تھی۔ اس میں زبان کی کوئی قید نہ ہوتی۔ عام طور پر تو اردو یا پنجابی اشعار ہی پڑھے جاتے تھے لیکن فارسی غزلیں بھی اکثر سنی گئی ہیں۔ بعض لوگ اپنی علاقائی زبانوں میں نعت و منقبت سناتے تھے مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو جو غیر معمولی حافظہ اور جیسا ملت مذاق سلیم عطا ہوا تھا، وہ صبح تا شام بخند خندے بخندہ کی بہترین مثال ہے۔ آپ اشعار حسن و آفرین سے بھی نوازتے اور اکثر سنائے ابوی کو نقد انعامات بھی عطا فرماتے تھے۔ جو یا ان طریقہ خدمت الالامیں حاضر ہوتے تھے، ان میں سے شاعر حضرات اکثر لغت یا منقبت کہہ کر لاتے اور سنائے کی عزت حاصل کرتے تھے۔ اور حضور کی خوشنودی مزاج کے شرف سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

حضرت حافظ یحییٰ بھتی رحمۃ اللہ کی نعتیہ غزل کا ذکر حج و زیارت کے عہد ان کے تحت آپ کا ہے۔ یہ غزل جیسی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہے ظاہر ہے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جتنا پسند فرمایا وہ حب نبوی کے ساتھ آپ کے شہسود و بلند ادبی ذوق کی بھی شہادت دیتا ہے۔ ایسا ہی ایک دلچسپ واقعہ جناب حفیظ جالندھری کے ساتھ پیش آیا تھا میں نے خود حضور کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جناب حفیظ جالندھری یا ان طریقہ میں سے ہیں۔ بہر حال یہاں شعر و ادب کا وہ پُر لطف واقعہ سنئے۔

ایک بار مدینہ منورہ میں جناب حفیظ جالندھری حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے رفاقت فرمایا "یہاں آکر بھی کوئی شعر کہا ہے" حفیظ صاحب نے یہ شعر سنایا۔

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگ اسود کے

یہاں کے پتھر دل نہ پاؤں چومے میں محفل شریف کے

حضور نے بہت پسند کیا۔ بار بار پڑھوایا۔ اور اپنی نہایت قیمتی واسکٹ اتار کے انعام میں عطا فرمائی۔ حضرت یہ شعر اکثر دوسروں کو سنایا کرتے تھے اور ہر دفعہ اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد کی بات ہے۔ حضور کشمیر تشریف لے گئے تھے۔ حفیظ صاحب نشاط باغ میں حاضر خدمت ہوئے۔ اور دوران گفتگو انھوں نے کہا کہ "آپ کی عطا کردہ واسکٹ

تو مفہوم کچھ سے کچھ ہو گیا۔

ایک بار حافظ عبداللطیف صاحب امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت سنا رہے تھے۔
جب مطلع پڑھا:

زب نہ نصیب مدینہ مقام ہو جائے در رسولؐ یہ قصہ تمام ہو جائے
تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جربستہ ارشاد فرمایا: "حافظ جی دوسرا مصرع اس طرح
پڑھو: در حضور یہ حاضر غلام ہو جائے۔
حافظ صاحب نے اسی غزل کا مقطع سنایا:

بلاو جلد مدینے میں ہے امیر کو ڈر کہیں نہ عمر دو روزہ تمام ہو جائے
حضور نے فرمایا: "حافظ جی ڈر نہیں خوف پڑھو۔ (بلاو جلد مدینے میں ہے امیر کو خوف)
حافظ صاحب ہی ایک نفع فارسی غزل سنا رہے تھے۔ انھوں نے پڑھا:
فنا غم کردی ز دنیا وز دیں شاد باش اے پاک سوئے نبیؐ
حضور نے فرمایا: "حافظ جی پہلا مصرع اس طرح ہے: "فارغم کردی ز دنیاے دنی"
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں ایک نفع وارث شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر
پڑھا گیا۔

جہڑا ذات تے وطن ول حصان رکھیا دنیا دار ہے او درویش کیا
آپ نے فوراً اصلاح فرمائی: "دنیا دار ہے پھیر درویش کیا۔"
صابر قسوی صاحب افتخار قسوی صاحب کے ہمراہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت
میں نعت خوانی کیا کرتے تھے۔ صابر صاحب کہتے ہیں کہ ہم حضور کو یہ نعت سنا رہے تھے۔
اک در یتیم بستہ جہاں میں بھاگیوای وہ نبی کریم کیا کیا کرشمے دکھا گیوای
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: نبی کریم تشدید کے ساتھ پڑھو۔ اسی
طرح ایک بار ہم نعت سنا رہے تھے۔

ایسی تھی حضرت میں سحر البیانی جس کا نہیں کوئی دنیا میں ثانی
آپ نے فوراً اصلاح کی اور فرمایا سحر البیانی نہیں سحر بیانی پڑھو۔ اسی طرح

تبرک سمجھ کر استعمال کرتا ہوں شاہنامہ اسلام لکھتے وقت اسی کو پہنتا ہوں اور اس کی برکت
سے مضامین اور اشعار نازل ہوتے رہتے ہیں۔

ایک نفع حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ قصور میں انجمن اسلامیہ کے جلسہ
موزوں اور محل اصلاح کی صدارت فرما رہے تھے حفیظ صاحب اپنے مخصوص انداز میں
خوش الحالی سے شاہنامہ اسلام سنا رہے تھے۔ جب انھوں نے یہ شعر پڑھا:

محکم کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہوا اگر غامی تو ایساں ناکسل ہے
حضرت نے جربستہ فرمایا: "حفیظ صاحب! "سب کچھ" نامکمل ہے۔" حفیظ صاحب
نے اس اصلاح کو بار بار سراہا۔ اور عرض کیا: "انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اس اصلاح کے
ساتھ ہی چھپواؤں گا۔"

ایک جلسہ میں ایک خوش گوش از جناب اکبر اپنی غزل سنا رہے تھے۔ انھوں نے
یہ مصرع پڑھا: اپنی زلفوں پر نہ ہونے دیا قرباں تو نے
حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جربستہ ٹوکا اور کہا: "اکبر صاحب! زلفوں پر قرباں
ہونا اردو روزمرہ کے مطابق نہیں ہے۔ یوں کہیے:

اپنے قدموں پر نہ ہونے دیا قرباں تو نے
جناب اکبر اس اصلاح پر بہت محفوظ ہوئے اور ستائش کی۔

ماسٹر کرم الہی صاحب ایک فارسی غزل لکھ کر لائے۔ اور مطلع سنایا جس کا
پہلا مصرع یوں تھا: خمر دنیا چہ کشم مست خمارے دارم۔ حضور نے فوراً ٹوکا
اور فرمایا: "ماسٹر جی! یوں نہیں۔ یوں کہو۔ خمر دنیا چہ کشم سخت خمارے دارم۔"
ایک موقع پر حاجی حافظ عبداللطیف صاحب سیالکوٹی نے اسی غزل کا دوسرا
مطلع پڑھا:

شوقِ جنت ز بدل خوف نہائے ارم چوں بدل الفت اں شوخ نگا سے دارم
حضور نے فرمایا: "حافظ جی! شوقِ جنت کے بعد وقف کر کے پڑھو، غور کیجئے

سب اپنے اپنے طور پر توحید کے قابل ہیں۔ پھر ملعون کیوں ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ صرف لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتے ہیں محمد رسول اللہ نہیں پڑھتے۔

(۳) کلمہ شریف کے دو اجزاء ہیں پرندے کے دو پروں کی طرح۔ پرندے کا ایک پر ٹوٹ جائے تو وہ ایک پر سے بالشت بھر نہیں اڑ سکتا۔ ایسے ہی ہمارا کلمہ بارگاہِ الہی میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک اس کے دونوں پر یعنی دونوں جزو، توحید و رسالت سالم نہ ہوں۔

(۴) اسلام کا سارا دار و مدار توحید و رسالت کے عقیدے پر ہے جس مکان کی بنیاد ٹھیک نہ ہو وہ عمارت کب ٹھہر سکتی ہے۔ توحید اور رسالت عمارت کی بنیاد کے مانند ہیں۔ باقی سب نماز روزہ اعمال وغیرہ عمارت ہیں پس جس مکان کی بنیاد مضبوط ہوگی، اس پر عمارت بھی اچھی قائم ہوگی۔

(۵) انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھا سکتی۔ زمین ان کے جسموں کو چھوٹی بھی نہیں۔

(۶) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص محبت سے درود شریف پڑھتا ہے میں اپنے کانوں سے اس کو سنتا ہوں۔

(۷) حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا، میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔

(۸) ایک شخص کو دوسرے نے سیلوں کی ایک بوڑھی اور زمین دیدی۔ وہ شخص سال بھر تک محنت کرتا رہا۔ ہل چلایا۔ پھر فصل بونی۔ اس کو پانی دیتا رہا۔ کھیت میں سے گھاس بھوس تک چٹا لٹکاتا رہا۔ دن رات اسی فکر میں لگا رہا فصل پک گئی تو کاٹ کر دانہ بھوس الگ الگ کیا۔ پھر دانوں کو صاف کیا۔ پھر چکی لاکر اس میں آنا پسپا۔ لکڑیاں جمع کیں۔ چولہا بنایا۔ آٹا گندھا۔ تو تلاش کر کے لایا۔ ساری محنت کر کے روٹی پکائی اور پیٹ بھرا۔ یہ شریعت ہے۔ اگر کسی نے اس شخص کو کپڑا لپکائی روٹی دیدی اور اس نے کھالی۔ یہ شریعت ہے۔

(۹) بارگاہِ الہی میں پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ پہلا شریعت دوسرا طریقت۔ دونوں برحق۔ دونوں نور علی نور۔ فرق اتنا ہے کہ شریعت کا راستہ بڑا اور لمبا ہے۔ اور طریقت کا راستہ قریب اور کمزور۔

ایک دفعہ ہم نے یہ شعر پڑھا۔

زمین کو بھی عزت ہو عرضِ عیلا کی

نورِ ارشاد ہوا۔ یوں پڑھو: دکھا جاؤ بندوں کو صورتِ خدا کی

صابر صاحب کا بیان ہے کہ اس طرح کی بر محل اور برجستہ اصلاحیں اگر ضبطِ تحریر میں لائی جاتیں تو ایک مستقل رسالہ ترتیب پا جاتا۔ ساری اصلاحیں یاد نہیں رہیں۔ ورنہ ہم نے پچیس سال سے زیادہ عرصہ تک حضور کو نعمتیں سنائی ہیں۔ اور حضور ہمیشہ لوگ کہ کسی طرح بہتر اور مناسب اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ جس سے شعر کا لطف دوبالا ہو جاتا تھا۔

اشعار کا سیاق و سباق | جناب ماسٹر کرم الہی صاحب ایڈووکیٹ خلیفہ مجاز کو بہت شعر یاد تھے۔ وہ جب حضور کی خدمت لائے میں حاضر ہوتے تو اکثر شعر سنایا کرتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز ماسٹر صاحب سے شعر سن کر اضافہ فرماتے۔ موضوع گفتگو سے متعلق فارسی اردو کے اعلیٰ اور عمدہ اشعار سناتے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے دوران شاعر کا نام، اس کی بعض خصوصیات شعر گوئی اور اشعار سے متعلق ضروری کوائف بیان فرماتے۔ اور ضروری ہوتا تو بقدر ضرورت شعر کے مفہوم پر بھی روشنی ڈالتے یا اس سے متعلق مفید تصریحات فرماتے۔ ان اوقات میں ذی علم اور صاحب ذوق حاضرین کو جو لطف اور فیضان حاصل ہوتا تھا وہ بیان سے باہر ہے۔

ملفوظات مبارک

۱) کلمہ شریف کے دو جزو ہیں۔ جزو اول توحید یعنی لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ جزو دوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان دونوں جزوؤں میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ جہاں سے لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی خدمت ہوئی وہیں سے محمد رسول اللہ کی خدمت شروع ہوئی۔

(۲) ہمارے لئے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت ایمان کی نعمت ہے۔ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ تو شیطان بھی کہتا ہے۔ پھر اس کو لعنت کیوں کہتے ہیں۔ دنیا میں جتنے فرقے ہیں۔

کرتا ہے۔

(۲۱) ایک شخص دنیا کے غموں اور فکروں سے پریشان تھا۔ اور دل کے آرام سے باہل نا امید ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ ایک رویش کی خدمت میں جا بیٹھا۔ جب تک اس کی خدمت میں رہا اس کے دل کو آرام اور چین حاصل رہا۔ اس نے اپنے حسب حال یہ شعر پڑھا۔

ناسکھ گھوڑے پاکی، ناسکھ چھتر کی چھان یا سکھ ہر کی بھگت میں، یا سکھ سنتاں

(۲۲) ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک زبان سے دوسرے دل سے۔ ایک دفعہ بھی اللہ کا لفظ زبان سے نکلا تو یہ زبان کا ذکر ہوا۔ ایک دفعہ اللہ کا نام یا تو یہ دل کا ذکر ہوا۔ دل سے سارے جسم کی ہزاروں لاکھوں گین بھتی ہیں۔ ایک بار دل سے اللہ کا نام لیا تو ساری رگین بھی اللہ کا نام لیتی ہیں۔ گویا زبان کے ذکر کے مقابلے میں دل کا ذکر ہزاروں لاکھوں مرتبہ بڑا ہے۔

(۲۳) جتنے ذکر ہیں، ان سب سے بڑھ کر اللہ کا ذکر ہے۔

(۲۴) اللہ کا ذکر کرنے والوں کا مخلوق کے سامنے یہ حال ہے کہ کپڑا پہننے کو نہیں، جسم کو مٹی لگی ہوئی ہے۔ دروازوں سے ان کو نکال دیا جاتا ہے۔ مگر اللہ کے دربار میں ان کا یہ حال ہے کہ ان کی زبان سے جو نکل جاتا ہے اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ (حدیث صحیح کی یہی تفسیر ہے)

(۲۵) اطمینان ظاہر اور چہرہ پر اور اطمینان قلب دوسری چیز ہے جس نے سچے دل سے کلمہ شریف پڑھ لیا، اس کو یقین کہیں گے۔ مگر دل کو آرام نصیب ہو گا صرف اللہ کے ذکر سے۔ رب تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (ترجمہ: یاد رکھو کہ دلوں کو اطمینان صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔)

(۲۶) دریا میں کشتی پانی کے اوپر رہتی ہے۔ جتنا پانی زیادہ ہو گا کشتی کو آسانی ہوگی۔ اگر وہی پانی کشتی کے اندر آ جائے تو کشتی ڈوب جائے گی۔ دل کشتی ہے۔ اور دنیا کے رنج و غم پانی۔ سب کی کشتی ڈوبی ہوئی ہے۔ مگر اللہ کے بندوں یعنی زاہدوں کی کشتی تیرتی رہتی ہے۔

(۲۷) صوفیائے کرام نے مقرر کیا ہے کہ ہر دم پر ذکر کیا جائے۔ رات دن میں

چالیس ہزار سانس آتا جاتا ہے۔ گویا ۲۴ گھنٹوں میں چالیس ہزار دفعہ ذکر ضروری ہے۔

(۱۰) میرے والد صاحب قبلہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ بے کرم خوش ہوتے ہیں، ہم دے کر خوش ہوتے ہیں۔ لوگ کھا کر خوش ہوتے ہیں، ہم کھلا کر خوش ہوتے ہیں۔

(۱۱) دنیا کی چیزوں کی محبت دل سے نکالنا اور خدا کی محبت کو دل میں جگہ دینا صحیح ہے۔

(۱۲) جتنی مخلوق ہے وہ سب دنیا کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ بڑا شہزور ہو گا جو اس

جال کو توڑے گا۔ جال کے اس تورنے کا نام حج ہے۔

(۱۳) جو شخص حج کے لئے گھر سے نکلتا ہے۔ وہ رب کا مہمان ہوتا ہے۔ جو شخص کسی کے

مہمان کی خدمت کرے وہ میزبان کا دل خوش کرتا ہے۔ اور جو کسی کے مہمان کو تکلیف دے وہ گویا

میزبان کو تکلیف دیتا ہے۔ اسی لئے حاجیوں کی خدمت عین موجب خوشنودی اللہ تعالیٰ ہے۔

(۱۴) شیطان اور نفس دو دشمن ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ حج میں ہم بارگاہ ایزدی

میں شگے سرنگے پیر جاتے ہیں یعنی احرام باندھ کر فریادی بن کر، کہ بارگاہ! ہمیں ان دشمنوں سے

بچا۔ اس میں لب کا کوئی فائدہ نہیں، ہمارا اپنا بڑا فائدہ ہے۔

(۱۵) زبان اللہ تعالیٰ نے ایک دی، وہ بھی دو کواڑوں کے درمیان۔ اس کو ان دو کواڑوں

کے اندر بند رکھو۔ جب ضرورت ہو تبھی اس کو باہر نکالو۔ بے ضرورت اس سے کام مت لو۔

(۱۶) جو شخص یہ تمنا رکھتا ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو، اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے

ماں باپ کو راضی رکھے۔ اگر ماں باپ ناراض ہوئے تو اسے یقین کر لینا چاہیے کہ میرا رب بھی

مجھ سے ناراض ہے۔

(۱۷) ماں باپ اگر اولاد کو عاق کر دیں تو ان کا روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کوئی عمل

قبول نہیں ہوتا۔ (دھرم بندہ ناراض تو ادھر رب بھی ناراض۔)

(۱۸) جس طرح بندہ رب کا حق ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہے، اسی طرح اولاد بھی ماں

باپ کے حقوق ادا کرنے سے عاجز ہے۔

(۱۹) دل کو آرام اسی وقت مل سکتا ہے جب آدمی یا تو خود ذکر کرے۔ یا ذکر کرنے

والوں کی صحبت میں بیٹھے۔

(۲۰) ذکر کرنے والے کے دل میں اللہ تعالیٰ دنیا اور دنیا والوں سے استغنا پیدا

(۳۶) اللہ کا کلام اللہ کے لئے پڑھو۔ دنیا کے لئے پڑھنا ایسا ہے کہ جیسے لعل دے کر کوڑیاں لینا۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ کے لئے پڑھنے کے بعد اس کے طفیل میں اللہ اس کو دنیا کا فائدہ بھی عطا فرما دے۔

(۳۷) سب کی قبروں میں اندھیرا ہوگا۔ لیکن تہجد پڑھنے والے کی قبر میں اندھیرا نہیں ہوگا۔ تہجد کی برکت سے اس کی قبر روشن ہوگی۔

(۳۸) ہر نماز کے بعد آیتہ الکرسی، اور ہر رات کو سورہ تبارک الہی پڑھنے کی وجہ سے قبر میں عذاب نہیں ہوگا۔

(۳۹) اگر دل میں اس کی جگہ ہو، تو دنیا کا مال اور دولت اللہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ (۴۰) چاہے انسان بد عمل ہو مگر خدا کرے وہ بد عقیدہ نہ ہو۔

(۴۱) انسان دو قسم کی صفات کا مجموعہ ہے۔ (آ) اچھی صفات یعنی ملکوتی۔ ان کی ترقی سے انسان فرشتوں سے بڑھ سکتا ہے۔ (ب) بُری صفات یعنی شیطانی۔ ان کی ترقی سے انسان شیطان سے بڑھ جاتا ہے۔

(۴۲) جس دن میرے پاس زیادہ لوگ کچھ مانگنے آتے ہیں، اس دن میں بہت غمخوار ہوتا ہوں۔ اور جس دن کوئی نہیں آتا، مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ جو کوئی مجھ سے کچھ لینے کے لئے آتا ہے، وہ دراصل لینے کے لئے نہیں آتا، بلکہ دینے کے لئے آتا ہے۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اسے میرے دروازے پر بھیجا۔ اگر وہ مجھے اس کے دروازے پر بھیجتا تو میں کیا کر سکتا تھا۔

(۴۳) جو سید ہے وہ خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور جو ڈرتا ہے وہ سید نہیں ہوتا۔

(۴۴) لوگ کہتے ہیں کہ درویشی دوکانداری ہے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ گاہک کو اگر مرضی کے مطابق سودا نہ ملے تو وہ دوبارہ کس پاس دوکان پر جاتا ہے۔ دوکان میں اگر مال ہو تو دوکان چلتی ہے۔ مال نہ ہو تو دیوالہ کھل جاتا ہے۔

(۴۵) حج اور زیارت کو جاؤ تو وہاں سے کوئی چیز بچا کے ساتھ واپس مت لاؤ۔ مگر بشرط

”جو دم غافل سو دم کافر“

(۲۸) حضور کی ذات مبارک حجتہ للعالمین ہے۔ اس لئے آپ کی وجہ سے کافروں کو بھی عذاب نہیں دیا جاتا۔ وہ عذاب سے صحت آپ کی ذات پاک کے صدقے میں محفوظ ہیں۔ رب العزت فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (ترجمہ: اور اللہ ان کو کافروں کو عذاب نہیں دیتا، درآن حالیکہ آپ ان کے درمیان تشریف فرما ہیں)

(۲۹) اگر ایک خور و سال بچے کے سامنے اس کی ماں کو گالی دی جائے تو اسے غصہ آجاتا ہے اور وہ لڑنے لگتا ہے۔ اس زمانے کے مسلمانوں میں چھوٹے بچے جیسی سمجھ بھی نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آئے دن گستاخیاں کی جاتی ہیں، اور ان کی غیرت کو شخصیں بھی نہیں لگتی۔ حضور تو ہمارے ماں باپ سب سے ہزاروں درجہ افضل و برتر ہیں۔

(۳۰) ہر شخص کو چاہیے کہ علم دین حاصل کرے۔ اگر ایسا نہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ضروری ہے کہ علم دین حاصل کرنے والوں کی مدد کرے۔

(۳۱) مشہور ہے کُلُّ جُلْدٍ لِّدَيْنٍ (ہر نئی چیز اچھی لگتی ہے) تم دنیا کی ہر نئی چیز کو پسند کر سکتے ہو لیکن دین وہی پرانا قدیم قائم رکھو۔ جسے تمہارے اگلوں نے اختیار کیا تھا۔ (۳۲) دُعا کے دو پر ہیں ایک اکل حلال دوسرے صدق متقال۔ جو حلال کما کے کھا لے اور سچ بات منہ سے نکالے، اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

(۳۳) جو شخص تم سے کچھ مانگتا ہے وہ دراصل تم پر احسان کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ تم سے ایک پیسہ مانگتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر تمہیں سات سو تک عطا فرماتا ہے۔

(۳۴) راہِ خدا میں جو کچھ دینا ہو، وہ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے دے لو۔ مرنے کے بعد بتا دے نام پر نہ جوئی کچھ دے گی نہ نہیچے۔

(۳۵) بزرگان دین کا ادب کرو۔ اگر وہ ناراض ہو جائیں تو پھر کہیں سے بھلائی کی توقع عبث ہے۔ ایک مرد و سب کا مردود۔ ایک مرغی کسی انڈے کو گندہ کر دے تو پھر کوئی مرغی بھی اس میں سے بچہ نہیں نکال سکتی۔

(۵۳) تم مسلمان ہو تب میں اسلام نے سکھایا ہے کہ تم آپس میں متحد رہو۔ باہمی اتفاق و اتحاد رکھو۔ اللہ کی رستی کو مضبوط تعالو! آپس میں تفرق نہ ڈالو۔ اسلام کا پہلا اصول باہمی محبت

مقبول نہیں ہوتی۔ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (ترجمہ اور جو اسلام کے سوا کوئی دین مانے گا وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا، آیت ماک شامہ سے) سعودی وزارت عدلیہ نے اس

خلافتِ پیغمبر کے رہ گزید کہ ہرگز بمنزلِ نوحا ہر رسید

(۵۷) ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک آدمی کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اماں صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے۔ باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو اماں سمجھ کر پکڑ رکھا ہے۔ ہر ایک بخیاں خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں اماں ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح اماں یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہبِ باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔

(۵۸) سبحان اللہ! اسلام میں وہ جذبِ اور کشش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دلدادہ اور شفیق بننا پڑتا ہے۔

(۵۹) اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلغ اور اشاعت کنندہ ہے۔ (۶۰) یاد رکھو! رازِ حقیقی وہی ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے۔ بے ریا عبادت کرو تاکہ اس کا اجر تم کو معبود سے ملے۔ ہمیشہ حق گوئی سے کام لیا کرو۔ سوائے اس جبار و قہار کے اور کسی سے مت ڈرو۔ اللہ کی مخلوق کے نفع نقصان کو اپنے نفع نقصان پر مقدم سمجھو۔ جہاں تک ہو سکے ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرو۔ اپنے یارانِ طریقت کے ساتھ محبت اور اُلفت رکھو۔ اور میرے بتائے ہوئے اسباق پر ان سے عمل کراتے رہو۔

(۶۱) اگر دین اور دنیا دونوں کے کام ایک وقت میں جمع ہو جائیں۔ تو پہلے دین کا کام کرو۔ اس کی برکت سے دنیا کے کام خود بخود ہو جائیں گے۔

(۶۲) جان جائے پر نماز نہ جائے۔

(۶۳) مسجد کی زمین پر اگر خدا نخواستہ عمارت باقی نہ رہے، تب بھی وہ زمین قیامت تک مسجد ہی رہتی ہے۔ اسے ہرگز کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہاں کوئی اور عمارت تعمیر نہیں کی جاسکتی۔

(۶۴) پیر کے لئے، رہبر کے لئے، بلکہ ہر انسان کے لئے علم کا بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے۔

(۶۵) کسی مسافر کو کھانا کھلانا بادشاہوں کا کام ہے۔ (پھر ارشاد فرمایا) نہیں! بلکہ

شہنشاہوں کا کام ہے۔

مکتوبات شریف

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طویل عمر مبارک میں ہزاروں چھوٹے لکھنوں مکتوباتِ سپردِ قلم کئے تھے۔ ابتدا میں بیشتر خط قلم مبارک سے خود تحریر فرماتے تھے۔ کام زیادہ ہوتا تو کسی یار کو حکم دیتے اور وہ آپ کے املا کے مطابق لکھ دیا کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمیشہ بعد کو سنانے کا حکم دیتے اور ضروری اصلاح فرماتے۔ عمر مبارک کے آخر میں عموماً دوسروں سے خطوط لکھواتے ہیں۔ اور کمتر خود تحریر فرماتے ہیں۔ یارانِ طریقت کے پاس حضور کے نامہ ہائے مبارک بطور تبرک کثرت اب بھی محفوظ ہیں۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں علاوہ خیر نصیحت کے اور بہت سی کام کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ سفر کے حالات، عام مفید معلومات، علمی مسائل، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دینی، اخلاقی اور تصوف کی باتیں۔ غرض آپ کے خطوط علم و حکمت اور دلچسپی و افادیت کا نادر ذخیرہ پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کو شایع کر دیا جائے تو یارانِ طریقت اور عامۃ المسلمین سب کے لئے یکساں فیض اور برکت کا سامان فراہم کریں گے۔ اس کتاب میں ہر موضوع باختصار بیان ہوا ہے۔ اس لئے مکتوباتِ عالی میں سے بھی صرف چند خطوط افادہ و افادہ کے واسطے درج کئے جاتے ہیں۔ البتہ اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ مکتوبات کے مندرجات میں زیادہ سے زیادہ تنوع ہو تاکہ ہر رنگ کے مطالب پیش نظر ہو جائیں۔

ان خطوط سے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ تحریر بھی سامنے آجائے گا۔ آپ کو اشعارِ لاتعداد یاد تھے۔ اور انھیں موقع اور موضوع کے لحاظ سے ایسے بے غل چسپاں فرماتے تھے کہ آپ کے بلند ادبی ذوق اور علمی گہرائی کا نقشِ جم جاتا تھا۔ روزمرہ گفتگو اور خطباتِ مواعظ میں بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ ہی تھا۔ اور مکتوبات میں بھی برکاتِ اشعار تحریر فرماتے تھے۔ ان چند خطوط کے مطالعہ سے بھی آپ کے اسلوبِ نگارش اور بلند ادبی ذوق کا اندازہ کرنا ممکن ہو گا۔

میں ابد کے پرے کنارے سے ملے ہوئے ہوں۔ اسی مسئلے پر غور فرما کر آپ بھی کمربند ہوں۔ اور اپنے نافع ترین دست و زبان کو بے کار نہ رکھیں۔ آپ کا لکھا ہزاروں دلوں پر سے نقش گناہ مٹا دینے کو کافی ہے۔ آپ کے قلم کی روانی حشر کے میدان میں مجاہدین کی تیغ کی روانی کے ساتھ ساتھ قدم مارے گی۔

علم تصوف پر ماہوار رسالہ جاری ہوتے ہوئے یہ دن آنے کی بجائے مولوی صاحب بھی خدا خدا کر کے وہاں مقرر ہوئے۔ مگر اب تک فقیر کی وہ مراد بر نہ آئی۔ اب دوبارہ بطور یاد دہانی کے تحریر روانہ کی جاتی ہے کہ آپ وہ رسالہ جاری فرمادیں۔ یا اس کے مضامین فقیر کے پاس روانہ کر دیں۔ فقیر چھوٹے وغیرہ کا بند و بست کرے گا۔ یا یہ تنگ ہی میں جاری کر دیں۔ ہر کار خیر ہے۔ آپ بھی فرصت کو غنیمت جانیں اور جس قدر دلوں کے گوشش کریں۔ دنیا چند روزہ ہے۔ مخلوق خدا کو بدایت ہو جائے گی آپ خالق کی رضا کے حق دار نہیں گئے۔ لکچر صوفی ازم فلاسفی "کا پانچواں حصہ بھی تیار ہو جاوے تو اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔ اور ثبوت تصوف، جواز تصویر کشی، حقوق شیخ، آداب مریدین پر بحث کر کے ان مسائل کو عام فہم بنانا از حد ضروری امر ہے۔ فقط۔

الراحم جماعت علی عفی عنہ

۱۶ جولائی ۱۹۰۲ء

مکتوب نمبر ۲

(بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رہنمائی رحمۃ اللہ علیہ)

مجمع محکم اخلاق مخلص جناب حافظ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت۔

قبل ازیں ایک نیاز نامہ خدمت جناب میں بھیجا گیا تھا۔ تا حال اس کا جواب

موصول نہیں ہوا۔ مانعش بخیر۔ دوبارہ تکلف ہو کر امیدوار ہوں کہ جناب بہت جلد جواب سے سرفراز فرمادیں تاکہ اطمینان ہو۔ اپنی صحت اور چنگیزی مزاج مبارک کی بابت ضرور اطلاع بخشیں تاکہ باعث تسکین خاطر ہو۔

"دن میں تبلیغ وارشاد کے عنوان کی تفصیلات میں ایک مکتوب گرامی بالاعلام جن صاحب مرحوم کو ہاتھ کے نام درج کیا جا چکا ہے جس سے قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی سفر اور دوروں کا حال روشن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک خط حضرت قائد اعظم کے نام تحریک پاکستان کے باب میں نقل ہوا ہے۔ جو اپنی تفسیر آپ ہے۔

مکتوب نمبر ۱

(بنام حضرت حافظ انور علی صاحب صدیقی رہنمائی رحمۃ اللہ علیہ شیش جج رہنمائی)

مجمع محکم اخلاق مخلص حضرت حافظ صاحب زاد محبتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فقیر بخیریت ہے اور آپ کی خیر و عافیت کے واسطے دعا کرتا ہوں۔ حال یہ ہے کہ اللہ نے آپ کی اور فقیر کی دلی مراد پوری کی یعنی مولوی صاحب کو آپ کے پاس ایک کلرک آف دی کورٹ کی صورت میں بھیج دیا۔ اب آپ بھی ان سے کام لیتے ہیں کو تاہی زفر تائیں اور دین کے کاموں میں ان سے مدد لیں اسی شراب کہن سے اہل دل کے دلوں کو ایک فحہ اہست کر کے دکھائیں۔ فقیر حیران ہے کہ ایام ملازمت میں تو چشمہ رضیض اس طغیانی پر ہو کہ ایک موج ابھی آنکھوں سے اچھل نہیں ہوئی کہ دوسری تیار کسی میں قانون عشق کے بیش بہا موتی نظر آ رہے ہیں کسی میں سلوک اپنا رنگ دکھا رہا ہے۔ مگر اب جو فرصت ہوئی تو ہماری امیدوار آنکھیں اب تک راہ نکلتی رہیں مگر کتاب ضخیم تو درکنار ایک ورق بھی تازہ مضامین کا ہم تک نہ پہنچا۔ مانع بخیر باد۔

حضرت من اگرچہ فقیر کا کچھ کہنا لقمان کو حکمت سمجھانا ہے۔ مگر دل آپ جیسے مبسب گلشن توحید کی خاموشی کا بردبار نہیں ہو سکتا۔ ناچار دل کی بے قراری زبان پر آجی جاتی ہے۔ اس واسطے فقیر چند کلمات لکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور وہ یہ ہیں۔ سن لیجئے کہ دنیا گوشتی ہے۔ اور اس کے اعمال باقی ہیں۔ ان پر جو ثمرات مرتب ہوں گے وہ ابد الابد تک قائم رہیں گے۔ عجب حال ہے کہ ایک جوہر حادث کے اوپر جو اعراف قائم ہوں وہ قدیم تو نہیں۔ مگر پائیداری

صاحب ٹوکی اور مولوی محمد حسین صاحب کا مضمون نکلے گا۔

پہلے رسالہ کا ٹائٹل پیسج اور تہید و دیباچہ وغیرہ کا نمونہ لکھ کر بھیج دیں۔ تاکہ وہی عبارت اور عنوان رسالہ کے ٹائٹل پیسج میں درج ہو۔

فقیر کا ارادہ ہے کہ ہندوستان کے گدی نشین صوفیائے کرام اور تمام خواندہ یاروں کو رسالہ مفت ارسال کیا جائے۔ اس واسطے التماس ہے کہ آپ بھی اس بارے میں اپنی رائے مبارک دے کر اطلاع دیں کہ کتنی جلدیں رسالہ کی کافی ہونگی۔ غرض مفصل ہدایات سے اس بارے میں مشکور فرمائیں۔

اور اگر ضرورت ہو تو حافظ طفر علی صاحب کو آپ کی خدمت میں مضمون صاف لکھنے اور ہر طرح امداد دینے کے واسطے بھیج دیا جائے۔ کیونکہ جناب کے مضمون کو صاف کر کے لکھنے اور اس کے متعلق ہر طرح کا کام کاج کرنے کے واسطے ایک لائق منشی کی ضرورت ہوگی۔ اپنا لکھا ہوا مضمون اور مولوی محمد حسین کا تحریر کیا ہوا مضمون تو مولوی محمد عظیم صاحب مدرس اسلامیہ اسکول کے پتہ پر ارسال فرما دیں۔ یہ بھی تحریر فرمادیں کہ آپ کی خدمت میں کتنی جلدیں روانہ کی جاویں۔ اور ہر طرح کی ہدایت متعلق رسالہ مفصل طور سے لکھ بھیجیں۔ فقط۔ والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حاجی صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب و منشی نبی بخش صاحب اور صاحبزادگان کو السلام علیکم بصد اشتیاق۔
راقم فقیر جماعت علی غنی عنہ
مؤرخہ ۴ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

مکتوب نمبر ۳

(بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رتہ کی رحمۃ اللہ علیہ)

جمع مکرم اخلاق و منبع فیض و برکات جناب حافظ صاحب ادم اللہ فیو ضکم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ کہ جناب کا نوازش نامہ ملا۔ مگر مطالعہ

سے ناسازی طبیعت گرامی کا حال معلوم ہوا۔ جو باعث رنج و ملال ہے۔ خداوند کریم آپ

جناب نے جیسا ارشاد فرمایا تھا "احسان" میں مضمون درج نہ ہوگا۔ بلکہ اپنا علیحدہ رسالہ حسب منشاء جناب اسی ماہ میں نکالا جائے گا۔ نام اس کا "انوار الصوفیہ" قرار پایا ہے۔ سرمدت جلد خدمت الصوفیہ کر کے چند ایک مقاصد اور اغراض رسالہ مرتب کئے گئے ہیں۔ جو بعد میں جناب کے ملاحظہ کے واسطے ارسال کئے جائیں گے۔ اور مفصلہ ذیل یاروں نے وعدہ کیا ہے کہ ایک ایک ماہ کا رسالہ اپنے اپنے خرچ پر چھپوا کر مشتہر کریں گے۔

(۱) فقیر (۲) میر حبیب اللہ صاحب آنریری مجسٹریٹ امرتسر (۳) شیخ حسین بخش صاحب سوڈا گریسیال کوٹ (۴) ڈاکٹر ہدایت اللہ اسٹنٹ سرجن جہلم (۵) حسن الدین (۶) خان صاحب غلام نبی بی اے (۷) میر عبدالعزیز صاحب امرتسر (۸) میاں غلام محی الدین صاحب سوڈا گریسیال (۹) میاں محمد الدین صاحب ٹھیکیدار (۱۰) بابو محمد امین صاحب بکوک (۱۱) مولوی خورشید احمد بی اے مدرسہ کٹنیکٹر ڈیرہ غازی خان۔

غرض کہ اور بہت سے اصحاب بھی آمادہ ہیں جو رسالہ اپنے خرچ سے مشتہر کریں گے۔ مولوی محمد حسین صاحب کو بھی فرمادیں کہ وہ بھی خوشی سے ان لوگوں میں شامل ہوں جو اپنے خرچ سے ایک ماہ کا رسالہ چھپوانا اور مشتہر کرنا اپنا فخر جانتے ہیں۔

جو مضمون آپ نے پہلے اجلاس خدمت الصوفیہ مفتوحہ مسجد شاہی لاہور میں پڑھا تھا، وہ خوش نویس کو بغرض کاپی دے دیا گیا ہے۔ مگر بتیں یا چالیس صفحے کے رسالہ کے واسطے جو رسالہ "احسان" کی تقطیع کے برابر ہوگا، آپ کا وہ مضمون کافی نہ ہوگا۔ اس واسطے مضمون "صوفی و تصوف" جو آپ نے لکھا ہے، وہ بھی ارسال کر دیں۔ جتنا تیار ہو اتنا ہی ارسال فرمادیں۔ باقی کا حصہ دوسرے نمبر میں درج کیا جائے گا۔ فقیر نے مضمون لکھ کر تیار کیا ہوا ہے۔ مگر پہلے وہ آپ کی نظر سے گزرنا ضروری ہے۔ جناب مولوی عبداللہ صاحب ٹوکی ادم اللہ فیو ضہم کی خدمت میں مضمون لکھنے کے واسطے درخواست کی گئی ہے اور مولوی محمد حسین صاحب کو بھی تاکید کریں کہ وہ مضمون لکھیں۔

مضمون وغیرہ مولوی عظیم صاحب مدرس اسلامیہ اسکول لاہور کے پاس بروقت پہنچ جایا کریں۔ بالفعل یہ قرار پایا ہے کہ آپ کے ہر دو مضامین پہلے نکلیں۔ بعدہ مولوی محمد عبداللہ

تاکہ یہ مضمون بھی مکمل حیثیت سے ایک ہی رسالہ نمبر ۲ میں چھپ جاوے۔ کشمیری ان مسلمی نایاب کتب کا ذخیرہ جمع کرنے کا مجھے خیال ہے جو لائبریری مجوزہ کے واسطے مفید ہے۔ کتاب "لؤلؤ جانی" ہر دو حصے ایک ساتھ میرے خیال میں چھپنے چاہئیں۔ ملفوظات حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کر کے چھپوانا ضروری ہے۔ اگر فرصت ملے تو ترجمہ کا اہتمام میں خود کروں گا۔

پنجاب میں شدت گرمی سے اخلاص قلب کا عارضہ تکلیف دیتا تھا۔ اس لئے کشمیر کی سرد آب ہوا میں آنا ضروری ہوا۔ مگر یہاں آکر دوبارہ تکلیف ہو گئی۔ اب آرام ہے۔ اس ترجمہ کو کتاب کی صورت میں چھپوایا جاوے۔ یا اس ترجمہ کو ایک کالم میں اور اصل کو ایک کالم میں ترتیب دے کر رسالہ کا ایک نمبر بنایا جاوے۔

اس غرض سے کہ سیکرٹری کے پاس مضامین کا ذخیرہ رہے۔ مناسب ہوگا کہ آپ کے تحریر شدہ مضامین اگلے نمبروں کے واسطے اس کے پاس پہنچ جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے صحت بخشی ہو اور توانائی جسمانی عطا فرمادی ہو تو اطلاع بخشیں۔ تاکہ حافظ ظفر علی صاحب سپردری کو کتابت کے واسطے اور مسودہ مضامین کو صاف کرنے کی غرض سے رہنمائی بھیج دوں۔ مجھے آپ کی بخجری طبع کا از حد فکر ہے۔ اطلاع فرمادیں کہ اب مزاج کیسا ہے تاکہ اطمینان ہو۔

ساخت کشمیر کی جو چیز مطلوب ہو، بروقت پہنچنے اطلاع کے آپ کی خدمت میں بھیج سکتا ہوں۔ یا بروقت آپسی ہمراہ لا کر پیش کر سکتا ہوں۔ امید ہے ضرور کوئی نہ کوئی چیز یہاں کی آپ کو پسند ہوگی۔ اور ضرور مطلع فرمادیں گے۔ اور دیگر کاروبار لالیقت سے یاد فرماتے رہا کریں گے۔ مولوی محمد حسین صاحب کو بھی مضامین نویسی کے واسطے تاکید کریں۔ اگر اجازت بخشیں اور مرضی مبارکہ کے موافق ہو تو "کلام المفید" میں سے "آداب الشیخ والمرید" ترجمہ کر کے ایک رسالہ مرتب کیا جاوے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے مضمون "قانون تصوف" پر نظر ثانی کروں میں تو آپ جیسے بزرگوار کے لکھے ہوئے مضامین کو بے عیب سمجھتا ہوں۔ اور ان پر کسی قسم کی جرات کرنا داخل بے ادبی۔ "ہر چہ خوباں کند خوب آن آید" جو آپ کے قلم سے نکلے گا اس میں کلام کرنا بے ادبی سمجھتا ہوں۔

جیسے صاحب کمالات ظاہری و باطنی کا فیض جاری رکھے۔ اور صحت جسمانی عطا فرما کر کاؤڈہ الناس کو عموماً اور اصحاب طریقت کو خصوصاً آپ کے فیض لامتناہی سے مستفیض کرے۔ میری دعا ہے کہ آپ جیسے خضر صورت مبارک بزرگوار کا سایہ مدت مدید تک نیا زمندوں کے سر پر قائم رکھے۔ تاکہ آپ کی زندہ مثال اور ملفوظات سے دو بالا لطف عقیدہ مندوں کو حاصل ہو۔ آمین۔ ہندوستان خاص کے سکینین تو پیشتر ہی سے آپ کے پاک اثر سے آگاہ ہیں۔ مگر اہل پنجاب بھی اپنی خوش نصیبی سے آپ کے شیریں مقال اور عالمانہ تحریر کے شیدا ہو رہے ہیں۔ خداوند کریم صحت عطا فرما کر آرزو مند کی آرزو آپ کے ذریعہ بر لائے۔ آمین۔

میرے خیال میں اگر آپ معجون فہجوش کا استعمال فرمادیں تو مفید ہوگا۔ اگر یہ معجون مفید ہو اور وہاں دستیاب ہو سکے تو میری طرف لکھیں۔ آپ کے پاس پہنچ جاوے گی۔ آپ کا خط مجھے کشمیر میں ملا۔ میں اگرچہ بظاہر آپ سے بہت دور ہوں۔ مگر دل سے بہت قریب ہوں۔

دور راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست

مئی ہیمنت عیان و دعای فرستمت

پہلا رسالہ چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ کی خدمت میں پہنچا ہوگا۔ اور ملاحظہ فرمایا آیا ہوگا۔ بجائے چالیس صفحات کے تیس پر ختم ہوا۔ اور یہ بظاہر آپ کے ارشاد کی تعمیل ہے کہ مضمون مکمل ہر رسالہ میں نکلے۔ نامکمل نہ ہو۔ اور چونکہ یہ مضامین اتنے صفحات کے لئے کافی تھے۔ اس لئے اور کوئی مضمون جزوی طور پر اضافہ نہ کیا گیا۔

فقیر کا ارادہ ہے کہ اگلے رسالہ نمبر ۲ میں آپ کا مکتبی مضمون "قانون تصوف" نکلے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی گزارش ہے کہ اگر اس مضمون کا کوئی حصہ کسی پہلو سے باقی ہو تو پورا کر کے سیکرٹری خدام الصوفیہ کے پاس لاہور بھیج دیں۔ تاکہ سارا مضمون مکمل طریق پر اسی رسالہ میں شائع ہو۔ اور لکھائی اور صحت۔ کا غذا اور تقطیع کے بارے میں جو نقص پہلے رسالہ میں پائے جاویں، ان کی نسبت سیکرٹری کو ہدایت کی جاوے کہ دور کرے۔ اور اگلے رسالہ نمبر ۲ میں ان کو دور کرنے کا خیال کرے۔

"ضرورت شیخ" پر میں نے چند اوراق لکھے ہیں۔ وہ آپ کے مطالعہ میں آئے ہوں گے۔ مگر خیال ہے کہ اگر آپ قلم اٹھاویں تو ہر پہلو سے اسی مضمون پر قلم فرمائی کر کے جامع مضمون لکھیں۔

میرے مفسر کشمیر کا مقصد و علت غائی و حاصل گویا یہ دونوں کتابیں ہیں۔ اور نیز
ایک مرد کامل صوفی مجدد و ب کی زیارت ہے۔ وہ صاحب فی الحقیقت فنا فی اللہ ہیں۔
اور رسالہ حضرت روز بہاں لعلی رحمۃ اللہ علیہ۔ و غایت امکان و ذکر الصالحین وغیرہ
چاپیں کتابیں دستیاب ہو جاویں گی۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پس پردہ لفتد بر پدید

اور ایک مہفتہ تک فقیر کشمیر میں مقیم ہے۔ انشاء اللہ اس مہفتہ میں چند اور کتابیں تصنیف
کی دستیاب ہو جاویں گی۔ یہ سب آپ کی برکت و توجہ کا نتیجہ ہے۔
اور آج مولوی خیر شاہ صاحب کی طوط خط لکھوں گا۔ وہ اگر فارغ ہوئے تو حاضر خدمت
ہو جاویں گے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بی لے کو بھی ترجمہ رسالہ کے واسطے تاکید فرما دیں۔
آج کل تعطیل میں ہیں۔ پھر ان کو فرصت نہ ہوگی۔

اور ان کتابوں کا دستیاب ہونا امداد غیبی ہے۔ لوگ خود بخود لاکر دے رہے ہیں۔
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خبسن خدام الصوفیہ کے واسطے یہ فال مبارک ہے۔ اور ان خبسن خدام
کا باخلاص ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مجھے امید نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ یہ خبسن تمام ہندوستان
کی انجمنوں سے طالبان حق کے واسطے زیادہ تر مفید و مفیض ہوگی۔

رسالہ نمبر اول کی خوشنودی اور اظہار مسترت کی نسبت ہر ایک جوانب و اطراف
سے خطوط بکثرت آرہے ہیں۔ اور سب یا ران طریقت آپ کی مدح اور ثنا خوان و شکر گزار
ہو رہے ہیں۔ اور آپ کا مضمون پڑھ کر آپ کے حق میں دعائیں کر رہے ہیں۔ چپتا پنچ آج
رات کو کوہاٹ سے بالو محمد امین صاحب ملازم بارک ماسٹری کا اسی مضمون کا خط آیا ہے۔
جس میں آپ کے مضمون کی تعریف کے علاوہ آپ کی کمال درجہ کی شکر گزاری کا اظہار
کرتے ہیں۔ اور اس جگہ سری نگر محسنہ جہا راج گنج میں مولوی غلام رسول صاحب میر غلط
نے غرض گہری کی نسبت خواہش ظاہر کی ہے۔ آپ ان سے بذریعہ خط و کتابت فیصلہ کر لیں۔
اور مرہند شریف کے واسطے بھی ضرور دو گھڑیاں سنگ مرمر کی تیار کرادیں۔ اور امرتسر کو واسطے

الراشم جماعت علی عفی اللہ عنہ
از سری نگر۔ مہاراج گنج
۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۴

(بنام جناب حاجی حافظ انور علی صاحب رستہ کی رحمۃ اللہ علیہ)
مجمع مکام اخلاق مخلصم جناب حافظ حاجی صاحب! ادب شکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت۔ آپ کا عنایت نامہ نہایت
انتظار کے بعد شرف صدور فرما ہوا۔ الحمد للہ کہ اس شافی مطلق نے آپ کی ذات منبع فیوض و البرکات
کو صحت بخشی ہے۔ اللہم زد فرد۔ مع: این نماز من از جملہ جہاں آمین باد۔

آپ کی برکت سے اس مہفتہ میں جو تسلی نایاب کتابیں دستیاب ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل
ہیں۔ — از تصنیفات حضرت امیر کبیر علی بہدانی رحمۃ اللہ علیہ: چپس رسالات منجملہ ان کے یہی
رسالہ عقلیہ۔ رسالہ درویشیہ۔ رسالہ فقیرہ۔ رسالہ ہمدانیہ۔ رسالہ وجودیہ۔ رسالہ مشارب
الاذواق۔ رسالہ فقیرہ۔ رسالہ ہمدانیہ۔ رسالہ وجودیہ۔ رسالہ مشارب الاذواق۔ رسالہ
سیر الطالبین۔ رسالہ قدوسیہ۔ رسالہ حل مشکل۔ رسالہ اعتقادیہ۔ رسالہ نورانیہ۔ رسالہ
رسالہ معرفت زبیدہ۔ رسالہ شرح قصیدہ میمیہ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ۔ مکتوبات امیر بہادری
امیر یہ وغیرہم ہیں۔ اور مکتوبات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اور سب سے زیادہ خوشی جن کتابوں کے حصول سے ہوئی ہے، وہ مقامات حضرت
امیر کلال صاحب قدس اللہ سرہ العزیز از تصنیفات حضرت خواجہ نقشبند صاحب مشکل کتاب
قدس اللہ سرہ العزیز۔ و مقامات نقشبندیہ از تصنیف حضرت خواجہ عبد اللہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز
ان دونوں نایاب کتابوں کے حصول کی آپ کو بھی مبارک باد دیتا ہوں۔ آمین اللہ علی ذلک۔

جمادے چند آدم جاں فریدم

بحمد اللہ عجب رزاں فریدم

مجمع مکارم اخلاق مخلصم حافظ جی صاحب زاد محبتکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت۔

فقیر نو تاریخ ماہ شعبان المعظم لاہور سے چل کر گیارہ تاریخ کو بمبئی پہنچا۔ اور تیرہ دن تک بمبئی میں قیام کر کے تین دن سے قریطینہ میں اردہوا۔ جو بمبئی سے باہر حیدرآباد کے فاصلہ پر ایک جزیرہ میں پہاڑ کے اوپر واقع ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ پانچ دن کے بعد کل انگوٹ پر وار ہو کر چلے جاویں گے۔ آپ کی اور بعض یاران دور دراز مثلاً ملک گلگت و کلکتہ دیشاور و کوہاٹ و کوٹہ و بیکانیر وغیرہم کی چلنے کے وقت ملاقات نہ ہونے کا افسوس باقی رہا۔

ع۔ دایع حسرت وصل تک دل میں کھٹکتا جائے گا

اگر زندگی باقی رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات ہو جائے گی۔ ورنہ امید ہے کہ دعا سے مغفرت سے فراموش نہ فرما دیں گے۔

خط کے عنوان پر جو شعر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فقیر کا میکدہ اور حقیقی وطن مدینہ منورہ

ہے۔ جہاں سے ہمارے آباؤ اجداد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مسافرانہ طور پر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ تو اب بقول "حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ" فقیر اپنے اصلی وطن کو جاتا ہے۔

(شعر) ہمیں دنیا سے کیا مطلب عدم کے رہنے والے ہیں

ادھر بھی ہم تلاش جلوہ احمد میں آنکھ

فقیر کی حالت اس سفر کی ہے جو کسی دوسرے ملک میں جاکر ایک مدت تک لوگوں کے ساتھ مانوس ہو گیا ہو۔ اور پھر وہ مسافر اپنے اصلی وطن کو چلنے لگے اور اس وقت لوگ اس کی جدائی میں اس کے روبرو گریہ و زاری کریں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ فقیر کی اس ناگاہ جدائی سے یاروں کو بہت صدمہ پہنچا ہے۔ مگر ان ہزار دلوں کے مقابلہ میں صرف فقیر کے ایک دل کے صدمہ کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس مجبور پر کیا گزرتی ہوگی۔

ع۔ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت در سے بھر نہ آئے کیوں!

مگر کیا کیا جاوے۔ تقدیر سے تدبیر کو چارہ نہیں۔ فقیر کو اپنے یاروں کے ساتھ جس قدر محبت ہے، اس کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا۔ دنیا میں اگر مجھ سے اور تو کوئی کار نمایاں نہیں

بھی دو گھر میں سنگ مرمر کی تیار کراویں۔ قیمت کا فقیر ذمہ دار ہے۔

اور رسالہ نمبر ۲ کی تعداد اشاعت سات سو کی گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہزار تک پہنچ جاوے گی۔ (رسالہ سے مراد ماہنامہ "انوار الصوفیہ" ہے) اور رسالہ "الاحسان" کا جاری رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ایڈیٹر لکھتا ہے کہ ستر خریداروں نے انکار کر دیا ہے۔ اور دن بدن انکار کرتے جاتے ہیں۔ اور ویلیو واپس آ رہے ہیں۔ فقیر نے دوسو سے زیادہ خریدار اس کو دیے ہیں بلکہ قریباً تین سو خریداروں کے نام ان کے پاس بھیج چکا ہوں۔ مگر میری کوشش سے کیا ہو سکتا ہے۔ جب ایڈیٹر خود ہی کچھ نہ کرے بلکہ صوفیائے کرام کے نام کو دھتکہ لگا کر بدنام کرے تو فقیر کیا کرے۔ اکثر یاران طریقت اس کی شکایت کے خطوط میرے پاس بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محض آپ کے فرمان کی تعمیل کر کے ہم اس رسالہ کو خریدیں گے۔ ہیں۔ ورنہ وہ خریداری کے لائق نہیں۔ اور درحقیقت بات بھی سچ ہے۔ فقیر خود اس معاملہ میں حیران ہے۔

ع۔ ہنادم نخل خرما خار بردار! یا ع۔ خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم! اور مولوی محمد حسین صاحب و حاجی صاحب و صاحبزادہ صاحبان کو السلام علیکم کہیں۔ اور سب یاران و پرسان حال کو السلام علیکم۔

الراحم جماعت علی عفی اللہ عنہ

از سری نگر کشمیر۔ مکان خواجہ نور الدین صاحب بچہ۔

ہزار جگج۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۰۴ء

مکتوب نمبر ۵

(بنام جناب حافظ ظفر علی صاحب پسروری خلیفہ مجاز۔ مدیر انوار الصوفیہ لاہور)

(مطبوعہ رسالہ مذکور بابت شعبان ۱۳۲۳ھ۔ جلد ۲۔ نمبر ۲)

اب تو جاتے ہیں میکدے کو میر

پھر ملیں گے اگر خدا لائے!

جو یا رخط لکھنا چاہے وہ اس پتہ پر لکھے۔ مکہ شریف۔ معرفت شیخ محمد حسین
شیخ عبداللہ صاحبان مطوف۔ مگر خط رجسٹری شدہ ہونا چاہیے۔ اور نیز اس پر اردو
وانگریزی دونوں زبانوں میں پتہ لکھنا چاہیے۔ اور کٹ دو آنے کا ہونا چاہیے۔

رستم جماعت علی عینی عنہ

از قرطینہ بمبئی۔ ۲۵ شعبان ۱۳۲۳ھ

مکتوب نمبر ۶

(بنام جناب حافظ ظفر علی صاحب سپر وری خلیفہ مجاز مدیر انوار الصوفیہ لاہور)

مجمع مکام احسناق مخلصم حافظ صاحب ادب محبتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت۔

فقیر جب سے آیا ہے آپ کا کوئی محبت نامہ نہیں پہنچا جس سے حقیقت حال منکشف
ہوتی۔ خدا تعالیٰ مانعش بخیر فرماوے۔ آمین ثم آمین۔ آپ بوہسی ڈاک تحریر فرمادیں۔
انشاء اللہ تعالیٰ کل ۲۵ دسمبر ۱۹۰۵ء کو ہم مدینہ شریف سلطانی راہ سے جاویں گے اور بشرط
زندگی حج مبارک تک مکہ شریف آجاویں گے۔

اور فقیر کو خاص حرم شریف میں بعد از نماز ظہر وعظ سنانے کی خدمت باسعادت بل
گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر کی پہلی خدمات بھی مقبول ہوئیں۔ اور سچی مشکور ہو گئی
ہے۔ اور یہاں پر عین خانہ کعبہ کے پاس اس دولت یا خدمت سے شرف یاب ہونے کی
نعمت غیر مترقبہ نصیب ہوئی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

صلی اللہ علیہ وسلم محمد کانے لگی محنت میری۔

للہ الحمد ہر آل چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

بفضل خدا یہاں کے فاضل اجل وعالم اکمل بارگاہ اکہی۔ زبدۃ العارفین قدوة الناس
مولانا استاد مولوی عبدالحق صاحب محدث وصوفی سے حدیث شریف صحاح ستہ ووطائے

ہوسکا۔ مگر اس کے فضل و کرم اور شفاعت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کچھ میرے
پاس ہے تو مخلوق خدا کی دینی خدمت۔ اور یاران طریقت کی محبت ہی ہے۔ جو امید ہے کہ ذریعہ نجات
ہوگی۔ کیونکہ مجھ کو ان کے ساتھ محض خالصاً لوجہ اللہ محبت ہے کسی اپنی ذاتی غرض و مطلب پر مبنی
نہیں اور نہ ہی ان کے کسی قسم کی توقع ہے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے فقیر کے نزدیک
مخلوق کا عدم وجود مساوی ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

باقی رہی یا رزل کی محبت وہ مجھ کو ضرور ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی
بفرمان خداوند کریم قائم رہے گی۔ اور یہ محبت ایسی نہیں کہ دور چلے جانے سے اس میں فرق آجائے۔
بلکہ بظاہر جتنا دور ہوتا جاؤں گا، دل سے اتنا ہی نزدیک ہوتا جاؤں گا۔ بقاعدہ اقلیدس۔



دیکھو دائرہ

نقطۃ الف نقطۃ بار سے ایک حیثیت سے تو بہت دور ہے۔ اور دوسری حیثیت سے
بہت ہی نزدیک ہے۔ (شعر)

دور راہ عشق مرحد قرب و بعد نیست می بینت عیان و دوعامی فرستمت
انشاء اللہ فقیر اپنی منزل پر پہنچ کر بھی اپنے یا رزل کو فراموش نہیں کرے گا۔ بلکہ ان کا
سعادت مارین کے واسطے دعائے خیر کرتا رہے گا۔ جو خدمت فقیر کے سپرد کی گئی ہے
اس کے ادا کرنے میں فقیر نے تو جان تک سے بھی فرق نہیں کیا سچ کہ قبول افتد زہم و ثمر
آئندہ اختیار بدست مختار۔ اور مجھ سے جہاں تک ہوسکا کسی یار کے ساتھ حتی الامکان سختی
نہیں کی۔ اب یاران طریقت کا فرض ہے کہ ان کو جو کچھ فرمان ہے، اس کی تعمیل میں سرموفق
نہ کریں۔ اور ذکر فکر۔ مراقبہ۔ سحر خیزی۔ اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں سال
ہائے گزشتہ کی طرح اس سال بھی ہر شہر میں شبینہ ضرور کریں۔ انشاء اللہ اس کی برکت سے
ان کی سب مشکلات دینی و دنیاوی آسان ہو جاویں گی۔ اور سب یاران و پرسان حال کو سلام
بعد اشتیاق۔

ہر کہ باشد ز حال ما پرسان یک بیک اسلام ما برسان

مکتوب نمبر ۱

(بنام بابو محمد امین صاحب - بارک ماسٹر کوٹ)

مجمع مکارم احلاق مخلص بابو محمد امین صاحب اذبحکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر بخیریت ہے اور آپ کی خیریت کے واسطے دعا کرتا ہے۔

جب سے آپ کو ہٹ گئے ہیں، آپ کا صرف ایک محبت نامہ آیا ہے۔ بعد ازاں آج تک انتظار ہے خداوند مآخشن بخیر کرے۔ بابو صاحب یہ سکوت نہیں چاہیے۔ ضرور وقتاً فوقتاً اپنے حالات سے فقیر کو اطلاع دیتے رہا کریں۔ کیونکہ یہ ظاہری یاد دہانی توجہ غائبانہ کا سبب بنتی ہے۔ اور ذکر فکر، مراقبہ، سحر خیزی، اتباع شریعت میں ہرگز سستی نہ کریں۔ بلکہ جس قدر وقت آپ کا دفتر کے وقت سے بچے، اس کو خاص مراقبہ کے واسطے وقف کر دیں حتی الامکان اپنی ساری ہمت اور طاقت مراقبہ ہی میں صرف کیا کریں۔ اور اگر فقیر کی طرف سے جواب لکھنے میں دیر ہو کرے تو بھی آپ ہفتہ وار اپنا حال تحریر کرنے میں دیر نہ کیا کریں۔ تاکید ہے۔ اور جو اسباب جاننا وغیرہ وزیر آباد رہ گیا تھا وہ پہنچ گیا ہے۔ بابو عمر دین صاحب سپردی آپ کے پاس آگئے ہوں گے۔ ان کی ملازمت یا ٹھیکے میں جس قدر کوشش ہو سکے دریغ نہ کریں۔ بار بار تاکید ہے۔ ان کی ملازمت قابل رسم ہے۔ سب یاران و پرسان حال کو سلام علیکم۔ بابو عمر دین صاحب کو سلام علیکم ذکر سفر مراقبہ کی تاکید ہے۔ سپردی میں سب طرح خیریت ہے۔ ظفر علی سپردی سے سلام علیکم۔ میاں امام دین صاحب، محمد شفیع صاحب، مختار احمد صاحب کو سلام علیکم۔ رمضان شریف کو غنیمت جان کر اس میں زاد آخرت ہمیا کرنے کی کوشش کریں۔ اور خدا نے چاہا تو اس سال ضرور فقیر آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کرے گا تلی رکھیں۔ فقط۔

الرافعہ جماعت علی عفی عنہ

از علی پور سیدال

۱۰ رمضان المبارک

۱۳۲۰ھ

امام ہدایت و مولانا امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی۔ و نیز دلائل الخیرات و حرب الاعظم کی اجازت و سند فقیر کو مل گئی ہے۔

ع: بریں مرندہ گرجاں فشانہم رواست۔ مکہ شریف کی سکونت ہفت اقلیم کی بادشاہی سے فی الواقع بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ فقیر کو بھی نصیب فرمائے۔ آمین یا مولیٰ الکیم !!

اس جگہ تمام دنیا کے میوہ جات موجود ہیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ان بے بہا میوہ جات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آج کل اس جگہ انگور۔ انار۔ سیب۔ بہی۔ کبیرا۔ مالٹا۔ سنگترہ۔ کھٹا۔ ملیٹھا۔ خربوزہ۔ تربوز۔ لکڑی۔ کھیرا۔ لیموں۔ گنگل۔ کھجور۔ گنت۔ پونڈا وغیرہ اور ہر قسم کی سبزی میٹھی۔ پالک۔ کدو۔ حلو اکدو۔ خرفہ کا سگ۔ لوبیا۔ بھنڈی۔ توری۔ دوسری قسم کی توری۔ کرلیے۔ بھٹے۔ ٹاٹر سرخ۔ سیم کی بھلی۔ سویا وغیرہ وغیرہ بکثرت موجود ہیں۔ ہر ایک چیز بکثرت مل سکتی ہے۔ اور سستی ملتی ہے۔ بلکہ اکثر چیزیں تو ہندوستان سے بھی سستی ہیں۔ کابلی بیدانہ انار جولاہوں میں چار آنے کو ملتا ہے، اس جگہ پیسے یا ڈیڑھ پیسے کو ملتا ہے۔ الغرض عجیب رحمت و برکت کا ظہور ہے !!

فقیر بفضل خدا ہندوستان چھوڑ کر مکہ شریف پہنچ گیا ہے۔ ہندوستان چھوٹ گیا مگر یاروں کی محبت میرے دل سے نہیں چھوٹی۔ بقول حضرت استادنا مولانا مولوی فیض الحسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز۔

کبھی بھی گئے پر نہ گپ عشق بٹول کا

زمزم بھی پیا پر نہ گھٹی پیاس جگر کی

فقیر نے اپنے یاروں کو فراموش نہیں کیا۔ اور نہ دعا سے غافل ہے۔ آپ تلی رکھیں اور سب یاران و پرسان حال کو سلام علیکم بعد امتیاق۔ ہر ایک کا نام لکھنے کی گنجائش نہیں۔

ہر کہ باشد ز حال ما پر سالا

یک بیک اسلام ما بر سالا

رافعہ جماعت علی عفی عنہ۔ از مکہ شریف

مؤرخہ ۲۸ شوال ۱۳۲۳ھ • مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۰۵ء

مکتوب نمبر ۸

(بنام بابو محمد امین صاحب - کوہاٹ)

مجمع مکام اخلاق مخلصم بابو محمد امین صاحب زاد محبتکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر بفضل خداوند ذوالجلال بخیر وعافیت ہے۔ اور آپ کی ترقی داری کے واسطے ہر دم دعا کرتا ہے۔ فقیر آپ کے پاس سے روانہ ہو کر بخیر وعافیت تمام پہنچ گیا ہے۔ آپ کی محبت نامہ آیا تھا مگر فقیر چونکہ سفر میں تھا، اس واسطے جواب میں توقف ہوا۔ آپ خدایادی اور اتباع شریعت میں سامی رہیں۔ باقی ہم پیشہ یار لوگوں کی چھیڑ چھاڑ کی پروا نہ کیا کریں۔ اگر وہ آپ کو چھیڑتے ہیں تو واقعی برا کرتے ہیں۔ مگر انصاف شرط ہے کہ آپ صوفی ہو کر ایسی ایسی ہچیز باتوں پر انتقام کشی پر آمادہ ہیں۔ کیا اہل اللہ کے نزدیک انتقام کشی جائز ہے۔ اور پھر ایسی ایسی خفیف باتوں پر صوفی کے دل کا وزن پھاڑے بھی زیادہ ہونا چاہیے۔ مخالف ہواؤں سے اس کو ہرگز جنبش نہ چاہیے بلکہ دنیا داروں کی ہرزہ گوئیوں پر ہرگز خیال نہ کریں۔ اور خداوند کریم کی عنایات کا انتظار رکھیں۔ وہ کار ساز اگر خوش ہے تو بیڑا پار ہے ایسا اگر خداوند عالم سے معاملہ درست نہ ہو، اور مخلوق سازی خوش ہے، تو کچھ بھی نہیں۔ آپ خیال خدا پر رکھیں اور ذکر، فکر، مراقبہ، سحر خیزی اور اتباع شریعت متناہی رہیں۔ اور یاران کو ساتھ لے کر سب یاران بل کر حلقہ کیا کریں۔ سب یاران و پرسان حال کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ و تاکید مراقبہ۔

الراقم جماعت علی عفی عنہ

از لاہور - ۲ جون ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۹

(بنام محمد امین صاحب - کوہاٹ)

من نمی گویم سمندر باش یا پرواز باش
گر خیال سوختن داری بیا مرد از باش

مجمع مکام اخلاق مخلصم بابو محمد امین صاحب زاد محبتکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر نامہ تحریر ہذا بفضل خداوندی بخیر وعافیت سے ہے۔ اور آپ کی خیریت و بہبودی داریں کے واسطے دعا کرتا ہے۔ آج ایک محبت نامہ آپ کا موصول ہوا۔ اس میں مرنج ہے کہ خط کئی بار لکھے جا چکے ہیں۔ مگر فقیر نے جواب نہیں دیا مخلص من! فقیر کو یاد ہے کہ فقیر اکثر آپ کے محبت ناموں کے جواب باقاعدہ تحریر کرتا رہا ہے۔ شاید کسی ایک کے جواب میں وجہ اس کے کہ فقیر سفر میں تھا، کوتاہی ہو گئی ہوگی۔ اور فقیر کی طرف سے جواب کا لکھنا بمانا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ فقیر نے آپ کو فراموش کر دیا ہے۔ یا خدا انحنی ستہ فقیر آپ سے ناراض ہے۔ بلکہ جواب کا لکھنا نہ جانا کبھی تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ فقیر سفر میں ہو۔ یا کبھی اس وجہ سے کہ فقیر کو کبھی کام کے فرصت نہ ہو۔ ورنہ فراموشی کی وجہ سے تو فقیر نے ہرگز سکت کبھی اختیار نہیں کیا۔ آپ تسلی رکھیں۔ اور ذکر فکر مراقبہ سحر خیزی اور اتباع شریعت میں سامی رہا کریں۔ فقیر دعا سے غافل نہیں ہے۔ اور دنیاوی ترقی کے واسطے اپنے دل کو پراگندہ نہ رکھیں۔ جس احسن الخالقین نے آپ کو احسن تقویم پیدا کیا، احسن نے آسمان میں آپ کے رزق کا ذخیرہ تیار کیا، اور جس نے کرامت کا تاج آپ کے سر پر رکھ کر آپ کو انشرف المخلوقات کا خطاب عطا فرمایا، اور ہر ایک شے آپ کی خاطر پیدا کی، وہ کیا آپ کو اس حالت میں رکھ سکتا ہے، جو اس کے نزدیک آپ کے واسطے مناسب ہو۔ آپ اس کے سابقہ انعام کا شکریہ ادا کے بجاویں۔ اور آئندہ اس کی عنایتوں کے امیدوار رہیں۔ شمر

دستان اکجا کست محروم آنکہ بادشمنان نظر دارد

کے مضمون کو پیش نظر رکھیں۔ اور دنیاوی فضول خیالات دور کرنے کا عمدہ ترین نسخہ کثرت استغفار ہے۔ اس کو آپ بھی معمول بنادیں۔ اور اپنا حال تحریر کرتے رہا کریں۔

اصلی مقصود خلقت انسان کا ذکر الہی اور اظہار عبودیت ہے، جو آپ کا اور ہر ایک بشر کا فرض منصبی ہے۔ اس میں کوتاہی جس قدر ہو، اسی قدر نالایقی بندہ کی تصور ہوتی ہے، خواہ وہ بندہ کروڑوں روپے جمع کر لے، یا سینکڑوں فرزندوں کا والد ہو جاوے۔ اور اگر یاد الہی میں کمی نہ ہو تو پھر خواہ وہ ایک روپیہ بلکہ ایک پیسہ بھی پاس نہ رکھتا ہو۔ اور زن و فرزند ان سے بھی اس کو حصہ نہ ہو، پھر بھی وہ خدا کا تابع بعد از اور شکر گزار بندہ کہلانے کا حق دار ہے حکم الہی :-

جمع مکرم اخلاق مخلصم فریدی صاحب زادہ محبتکم،

اَسْلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ طالب خیریت بخیریت۔ آپ نے فقیر کو بالکل فراموش کر دیا۔ آپ پر فقیر کو ہرگز ہرگز یہ توقع نہ تھی جو وقوع میں آئی۔ خدا تعالیٰ بخشش بخیر کرے۔ آمین ثم آمین۔ آپ ہفتہ عشرہ کے بعد اپنے ظاہری باطنی حالات سے مطلع فرماتے رہا کریں تو لطف سے بعید نہ ہوگا۔ اور ذکر فکر مراقبہ سحر خیزی اتباع شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔ اس کی برکت سے سب مشکلات دینی دنیوی آسان ہو جائیں گی۔ اور حکیم صاحب کو بعد سلام علیکم بعد اشتیاق مضمون احب ہے۔ اور فقیر پانچ بیسے کے سفر کراچی کو ٹر و بلوچستان کے بعد آج علی پور جارہا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اب اسی جگہ پہنچے گا۔ اور گھر میں اور بچوں کو دیدہ بوسی و دعا۔ اور سب یاروں و پرسان حال کو اَسْلَامُ عَلَیْکُمْ۔ اور ملحقہ ہفتہ جاری رکھنے کی سخت تاکید ہے اور حضرت صاحب کی خدمت کو اپنی سعادت دارین کا ذریعہ بھی فقط

الراحمہ جماعت علی عفا اللہ عنہ تعلیم خود

از لاہور • ۳ دسمبر ۱۹۲۸ء

مکتوب نمبر ۱۱

(بنام جناب الحاج بخش مصطفیٰ علی خان صاحب دہلوی خلیفہ مجاز مدعو)

یاد مئی کنی و زیادہ نمی روی لا

عمرت راز باد فراموش گار من

یہ شعر حضرت آزاد صاحب در باقی یاروں کو بھی سنا دیں۔

جمع مکرم اخلاق مخلصم بخش صاحب زادہ محبتکم۔ اَسْلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

آپ کی دعوتیں اور ایک محبت نامہ پہنچا۔ ایک تار کا جواب تو اسی وقت لکھ دیا تھا۔ اور دوسری کا آج لکھ رہا ہے۔ اور آپ کے محبت نامہ کے جواب کے لکھنے میں اس واسطے تاخیر ہوئی کہ فقیر کی طبیعت اعتدال پر نہیں تھی۔ چنانچہ آج بھی ایک دوسرے مولوی صاحب سے لکھوا رہا ہوں۔ آپ جس مَن سے تشریف لے گئے ہیں اس مَن سے فقیر کی طبیعت پورے اعتدال پر نہیں آئی۔ خجندیہ لعل کا دودھ مغرب کے بعد ہو جاتا ہے۔ ضعف بچہ ہے۔ نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ جماعت چھپے کھڑی

لَا نَبْتَ لَکَ رِقَاۃً (ترجمہ: کچھ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے) اس پر گواہ عادل ہے۔

آپ بھی اپنے قلب کو ایسے ایسے خطرات سے جو ناشکری پیدا کریں صاف رکھ کر اس حکم الحاکم کی خدمت گزاری کئے جاویں اور موت و حشر کا خیال رکھا کریں جس قدر نعمتیں زیادہ تحویل میں ہوں گی، اسی قدر حساب بھی زیادہ اور سخت ہوگا۔ اور حساب خدا کا سخت ہے فقیر آپ کی ترقی دنیا و دین کے واسطے دست بدعا ہے۔ آپ بھی فقیر کو فراموش نہ کریں۔ اور شب بیداری جس قدر ہو سکے اس میں مستی نہ کیا کریں۔ اسی سے دنیا و دین کے مقاصد حل ہو جائیں گے۔ حافظ طفر علی سپہروی کی طرف سے وعلیکم السلام وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

فقیر لاہور سے واپس آ رہا تھا کہ وزیر آباد ریلوے اسٹیشن پر آپ کے بھائی قطب الدین صاحب سے ملاقات ہوئی تھی بخیریت و عافیت تھے تسلی رکھیں۔ حسام الدین صاحب کا آپ کو کیا فکر ہے۔ وہ اپنے اللہ کو یاد رکھیں۔ اور صوم و صلوة کی پابندی رکھیں۔ وہی خدا کا سزا و مسلول بنا ہے۔ اور آپ بھی ایسے ایسے فضول خیالات سے بچیں۔ بار بار لکھا جا چکا ہے کہ دل کو اس لہجہ میں ڈالنا ضعف قلب کی دلیل ہے۔ ان جھگڑوں میں گرفتار رہنا گویا عمر کو ضایع کرنا ہے۔ آخر کو وہی ہوتا ہے جو اس قادر مطلق نے تجویز کر رکھا ہے۔ پھر اسیر غم رہنا کیا فائدہ۔ (شعر)

چرا خود را سیر غم ز فکر بشین کم داری کہ نگزارد ترا محتاج ایزد تا کہ دم داری
امید ہے کہ آپ اس تحریر پر کار بند ہوں گے۔ اور یکے نہ خد ہو کر یاد خدا کریں گے۔ سب یاروں و پرسان حال کو سلام علیکم۔

جماعت علی غنی عنہ

از علی پور سیدال - ۲۹ شوال ۱۳۲۰ھ

مکتوب نمبر ۱۰

(بنام جناب پروفیسر الحاج مولانا عابد حسن صاحب فریدی۔ ایم اے، ایل ٹی، ایم آر اے ایس خلیفہ مجاز مدعو)
(پروفیسر و صدر شعبہ فارسی اردو سنٹ جانش کالج لاہور)

یاد مئی کنی و زیادہ نمی روی

عمرت راز باد فراموش گار من

تو میں وہاں پہنچ کر ان کی خدمت کر سکوں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ فوائد القوائد میں فرماتے ہیں: ”اگر خدا سے ہر پردہ کو نظام الدین چھوڑ دی، امیر خسرو اگر فتنہ پیش نہ ہو، کم کر دے ایک کس را از مخلوق تو بندہ ساختہ آورده ام۔“ یعنی آپ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے کہ تم کو دنیا میں بھیجا تھا، کیا کمائی کر کے لایا اور کیا عمل کئے۔ تو اپنے ایک خادم حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو پوچھ کر پیش کر دوں گا کہ لے مولیٰ! اور تو کوئی عمل نہیں کر سکا۔ دنیا میں جاکر صرف عمل کیا ہے تو ایک یہ کیا ہے کہ تیری مخلوق میں سے ایک کو تیرا بندہ بنا کر لایا ہوں۔ اگر ایک آدمی بندہ خدا بن جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہو سکتی۔ فقیر نے تو اپنا سہرا یہ حیات صرف ایک ہی مقصد عظمیٰ یہی خدمت خلق خدا رکھا ہوا ہے۔

اب میں آپ کی توجہ ایک دوسری طرف منقطع کرتا ہوں۔ اسے غور سے پڑھیں اور میں کو بھی اس مسئلے سے آگاہ کر دیں مسئلہ یہ ہے کہ کنواں ایک جگہ قائم رہتا ہے۔ پانی پینے والے پیاسے دور دور سے وہاں آکر پانی پیتے ہیں۔ کنواں دور دور گھر بگھر نہیں بھرتا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ آپ سب علی پور آئیں اور پانی پیں اور میرا بھول میرا فرض نہیں کہ گھر بگھر ملک میں جاؤں۔ چھپا سی برس کی عمر تو اس خدمت مخلوق میں گزار دی۔ اب بالکل رہ گیا ہوں اور معذور ہو گیا ہوں۔ مجبور ہو کر آپ کو یہ لکھ رہا ہوں۔ ورنہ فقیر اپنے یاران طریقت کو نہ بھولا ہے اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ بھولے گا۔ اور ان کی جدائی منظور ہے بقول شخصے۔

جدائی تری کس کو منظور ہے زمیں سخت ہے آسمان دور ہے

حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری خلیفہ مجاز رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ حاشیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”غشی صاحب نے اس ارشادِ وگرا می کے جواب میں لکھا تھا کہ ”انجناب اللہ سس کی مثال کنوئیں کی سی نہیں ہے۔ بلکہ ایک سیح دریا کی ہے جو ہر طرف بہتا ہے اور جس کی نہریں ہر طرف وال ہیں۔ سلامی بلاد کے ہر حصے کے لوگ اس دریا کو اپنی طرف بہتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اس سے مستفیض و مستفید ہوں۔ غریب براءان طریقت کا اور دنیا کے دھندل میں پھنسے ہوئے لوگوں کا میسور و بنگلور جیسے دو ہزار میل دور سا مقام سے خدمت اقدس میں حاضر ہونا تو آسان ہے اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری ہو تو ہزاروں لاکھوں آسانی سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔“

ہوتی ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ کچھ ساری جماعت تو کھڑی ہوتی ہے اور میں بیٹھا ہوا ہوتا ہوں۔ اس وقت میرے دل کی جو حالت ہوتی ہے اس کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا۔ جب سے عرس شریف گزارا ہے تب سے فقیر مختلف امراض میں مبتلا رہا۔

اک ذاک عارضہ رہا مجھ کو گر تھمے دست تو محب آریا

پچھلے ہفتے ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب سول سرجن امرتسر سے میری عیادت کو آئے تھے وہ اس بات پر زور دے رہے تھے کہ تم کسی ٹھنڈی جگہ پہاڑ پر یا کشمیر جلدی چلے جاؤ حکیم آزاد صاحب الی دوائی دو دن کھائی تھی۔ اس نے سخت گرمی کی۔ اب اس انتظار میں ہوں کہ خدا تعالیٰ بخش کرے اور ٹھنڈا ہو جائے پھر اس کو شروع کروں گا کیونکہ اس میں بہت سے اجر اگر معلوم ہوتے ہیں۔

اور آپ بار بار دیکھ رہے ہیں کہ میسور بنگلور والے ہزار ہا کی تعداد میں انتظار میں ہیں۔ فقیر کا اس مسئلے میں یہ اعتقاد ہے کہ جتنی فقیر کو اپنے یاران طریقت سے محبت ہے، ان کو اگر فقیر کے ساتھ اس سے دسواں حصہ بھی ہوتی تو آج نہ تک کسی اعلیٰ درجے پر پہنچ گئے ہوتے۔ فقیر نے تو اپنی ساری عمر یاران طریقت کی خدمت میں گزار دی اور تو دنیا میں کوئی کام کر ہی نہیں سکا۔ نیل گدھی سے دیکھتے ہمارے اور کابل تک۔ اور ارجیلنگ سے لیکر کشمیر کے پلے سرے تک ہی خدمت کے واسطے تمام عمر فقیر گزارا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما یہ شک و شبہ نہ ہونے والا جانے والا ہے) اب وہ ساری قومیں، سفر کی ملاقات، سب سلب ہو چکی ہیں۔

پیری و صد غیب چنین گفتہ اند

جسمانی ساری قومیں جواب دے چکی ہیں ضعیف بے حد بڑھ گیا ہے فقیر سوچتا ہے کہ اگر سفر پر جاؤں۔ اور وہاں جا کر اپنا فرض منصبی یعنی خدمت خلق ذکر سکوں تو جانے کا کیا فائدہ سفر حج پر جانے کے وقت سے عرس شریف تک میری تمام قومیں قائم رہیں۔ اور جتنی رب نے توفیق دی اس زمانے میں فقیر نے اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ اور آئندہ بھی یہی نیت ہے کہ اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو قومیں بجالاں تو باقی زندگی کے ایام میں بھی انشاء اللہ اس فرض منصبی کے ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کروں گا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

آپ ان سب سے یہ کہیں کہ وہ سب بارگاہِ آجی میں دعا کریں کہ خداوند کریم مجھے صحت کا ملکہ عطا فرما دیں

آپ ذکرِ فکر۔ مراقبہ۔ سحر خیزی۔ اتباعِ شریعت میں کوشش کرتے رہا کریں۔
اس کی برکت سے سب امورِ دینی و دنیاوی آسان ہو جائیں گے۔

اور مخلص میاں محمد شریف صاحب کلا تھ مرچنٹ کا محبت نامہ کل پہنچا ہے انشاء اللہ تعالیٰ
کل جواب لکھ دوں گا۔ ان کو بعد از اسلام علیکم لہذا اشتیاق کہہ دیں۔ اور حضرت آزاد صاحب کو
بعد از اسلام علیکم لہذا اشتیاق کہہ دیں کہ انھوں نے توفیق کو بالکل فراموش کر دیا۔ خدا تعالیٰ فقیر کو
وہ دن نصیب کرے کہ فقیر ان کو فراموش کرے۔ اور مخلص بخشی حیدر علی خان صاحب کے بچے کی علالت
کا خط آیا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے کچھ اطلاع نہیں دی اس کا کیا حال ہے۔ ان ات فکر دہنگیر ہے۔
خدا تعالیٰ اس کو صحت بخشے اور بخشی علیم اللہ خان صاحب مرحوم کے بچوں کی خبر گیری آپ کے اور
بخشی حیدر علی خان صاحب کے ذمے فرض ہے۔ گورنمنٹ میسور اگر ان کو کچھ پنشن نہ دے تو آپ
کوشش کر کے ان کے بچوں کا وظیفہ ہی مقرر کروادیں جب تک وہ تعلیم پاتے ہیں۔ اور کوئی نیک نیت
دیندار اڑکھل جاوے تو ان کی بچیوں کی بھی شادی کرادیں۔ کیونکہ ان کی وفات کے بعد ان کے بچوں
کے متولی پہلے بخشی حیدر علی خان صاحب ہیں اور نیچے آپ ہیں۔

اور اپنے گھر میں سب کو اسلام علیکم لہذا اشتیاق۔ اور بنو دار مقبول احمد کو دیدہ
بوسی اور دُعا سے ترقی مدارج دارین۔ سب یاران و پرسان حال کو اسلام علیکم

برکر باشد ز حال ما پرسان

یک بیک را سلام ما پرسان

سب یاران کو اکٹھا کر کے ہفتہ وار حلقہ ذکر کا بندوبست کریں اور جاری کریں۔ اور
یارانِ طریقت کی فہرست مرتب کر کے ان کی حاضری حلقہ ذکر سے ہفتہ وار فقیر کو اطلاع دیا کریں۔
ناکرتسی ہو کرے۔ کیونکہ اس گمراہی کے زمانے میں طریقت کی خدمت انجام دینا افضل
عبادات سے ہے۔

اگر در خانہ کس است یک حرف لبست

اندکے پیش تو گفتم غم دل تر سیدم

الاقم خادم اللہ والذین سید جماعت علی شاہ عفا اللہ عنہ تعلیم خود

آپ کے چلے جانے کے بعد حضور نظام کا ایک تار فقیر کی طلبی کی نسبت اور ایک آم کا ٹوکرا آیا
تھا فقیر نے جواب میں لکھ دیا بیمار ہوں۔ پھر ان کا جواب آیا: آم کرو۔ جب اللہ تعالیٰ محبت میں تیار جائے
اور اس جگہ گرمی کی وہی حالت ہے جو آپ دیکھ گئے تھے اور عدنان لے سید صاحب تاحال اس جگہ
مقیم ہیں۔ آج کل سیالکوٹ جانے کی واسطے فقیر کو مجبور کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ہی فقیر ان کو
ہمراہ لے کر سیالکوٹ جائے گا۔ اس سال جس ملک میں فقیر کا آب و دانہ ہے تاحال کوئی مستقل قیام نہیں
ہوا۔ عدنان لے سید صاحب کے بچے کے گلے کا وہی حال ہے۔ دوا کی گئی لیکن تاحال کوئی افادہ
نہیں ہوا۔ خدا تعالیٰ اس کو شفا نصیب فرمائے۔ اور چاول جو آپ لے گئے تھے وہ خود استعمال کریں۔
حیدر آباد نہ بھیجیں۔ ان کو یہاں سے اور بھیج دیں گے۔ اور جدہ شریف والے مصطفیٰ صاحب کسبیل
حجاج آپ کے پاس آویں تو فقیر کی طرف سے ان کے پاس بڑے انوس سے ظاہر کریں کہ وہ
جانے کے وقت مجھے مل کر نہیں گئے۔ بلکہ چوری چلے گئے۔ اور ان کی جو خدمت میں کرنا چاہتا تھا وہ ذکر کا
دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی

لمے اس گل سے ملاقت نہ ہونے پائی

اور ان کو تاکید کریں کہ وہ بخلوں قلب بارگاہ الہی میں دعا کریں کہ اس وقت تک خدا تعالیٰ
فقیر کو زندہ رکھے اور اپنی بارگاہ اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری نصیب فرمے
تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تلافی مافات کر دوں گا۔

اور آپ میرے وہاں آنے پر بار بار نور سے رہے ہیں۔ میرے اپنے کئی یار طریقت فوت
ہو چکے ہیں جن کے مزار شریف پر حاضر ہونا میرا اپنا فرض تھا۔

صبح بہ جنازہ گرنیائی بہ مزار خواہی آمد

کہ حاضر ہو کر ان کے لئے دُعا سے مغفرت کرتا۔ دعا سے مغفرت تو اب بھی کر رہا ہوں۔ خدا
تعالیٰ قبول فرمائے۔ جن میں سے عزیزم حاجی علیم اللہ خان صاحب مرحوم و میاں حاجی محمد حسین صاحب
مرحوم کافی پلانٹر اور مخلص صاحب کی زوجہ محترمہ جو بری عابدہ زاہدہ تھیں۔ جا کر ان کی
فاتحہ خوانی کرنا بہت ضروری تھا۔ جس سے فقیر اپنے ضعف کی وجہ سے قاصر رہا۔ خدا تعالیٰ
اور توفیق بخشیں گے تو ضرور حاضر ہوں گا۔

شعر مذکور ایک حدیث شریف کا فارسی میں ترجمہ ہے۔

الحمد للہ عرس شریف بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ سال گزشتہ کی نسبت بہت زیادہ رونق تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و لطف سے یہی تھی۔ مجمع بڑا کثیر تھا۔ باوجودیکہ دکن۔ آگرہ۔ احمد آباد۔ مراد آباد۔ بیکانیر۔ بریلی۔ وغیرہم (حصہ ہندوستان) سے کوئی بھی شریک نہ ہو سکا۔

مولوی عبدالستار خان صاحب نیازی سابق ایم ایل اے مغربی پنجاب۔ اور پیر صاحب نانکی ٹنڈ بھی تشرف لائے تھے۔ اور تقریریں بھی کی تھیں۔ الحمد للہ علی ذلک۔

عزیز زاہد حسن صاحب ابھی تک یہاں نہیں پہنچے۔ آنے والے ہی ہوں گے۔ میں ابھی تو یہاں ہوں۔ البتہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم شغبان کے عرس شریف کے بعد کوئٹہ جانے کا ارادہ ہے۔ تاریخ روانگی کا تعین اس کے بعد ہی ہوگا۔

اگر اپنی اور متعلقین اور یاروں کی صحت و عافیت سے مطلع کرتے رہا کریں۔ تو لطف سے بعید نہ ہوگا۔ جمیع پرسان حال اور سب یاروں کو استدام علیکم۔ اندرون خانہ سب کو دعا۔ برخواستہ یاروں کو دعا اور دیدہ بوسی۔ فقط والسلام والدعا۔

الرحمہم سید جماعت علی شاہ عفا اللہ عنہ

از علی پور سیدال۔ ۳۰ مئی ۱۹۴۸ء

(فائدہ) حضرت مولانا قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مکتوب شریف مولوی عبداللطیف خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ دستخط خود حضرت والا رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک سے فرمائے ہیں۔

از علی پور سیدال ضلع سیالکوٹ۔ ۲۶ جولائی ۱۹۴۹ء ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ

جواب طلب جلد۔

(فائدہ) جیسا کہ خود حضور نے فرمایا یہ خط آپ نے اعلان کیا تھا۔ لیکن آخر کی دو سطریں ذکر اراقم سے لیکر ”جلد“ تک، دست خاص سے تحریر فرمائی تھیں۔

مکتوب نمبر ۱۲

بنام جناب الحاج پروفیسر مولانا حامد حسن صاحب قادری (خلیفہ محترم) (صدر شعبہ فارسی اور اردو سینٹ جانس کالج آگرہ)

مجمع مکارم اخلاق مخلص قادری صاحب زاد اللہ بقائکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب خیریت بخیریت۔

آج آپ کا خیریت نامہ بنام عبداللطیف پہنچکر کاشف حالات و موجب اطمینان ہوا۔ پہلے بھی آپ کے خطوط پہنچتے رہے ہیں مگر فرصت نہ ہونے کی وجہ سے جواب میں توقف تھا۔ پناہ گیر سوالیوں کا صبح سے شام تک تانتا لگا رہتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ہفتے شمار کیا تو ایک دن میں ایک سو ایک کی تعداد تھی۔ ہر ایک کی شننا، دلاسا دینا، مدد کرنا وغیرہم میں ہی تمام دن صرف ہوجاتا ہے۔ مولوی کے خط میں میں بھی تھوڑا بہت لکھا دیتا رہا ہوں۔

اس بات سے بڑی خوشی و خورسندی ہے کہ آپ لوگوں نے ملازمت کو نہ چھوڑا۔ اور وہاں مقیم رہنے کا ارادہ کئے رکھا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ اور ہر طرح سے مامون و محفوظ بخیر و عافیت و صحت رکھے۔ آمین۔ ثم آمین

قبیلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”لینا دینا تو اسی سے ہے مگر حیلہ کرنا پڑتا ہے“ حالی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

دیا تو نے یاں جس پہانے سے چاہا ہنر کام آیا نہ علم و ادب کچھ

نیز فرمایا کرتے تھے کہ ”ملتے ہوئے کو چھوڑنا کفران نعمت ہے“

چیز سے کہ بلے سوال رسد دادہ خدمت آں اتور دکن کہ فرستادہ خدمت

والے اور ہمارے کریم اور ہم پر رحم فرمانے والے اور ہمارے آقا محمد جو کہ بہتر مذہب اور دینوں کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے اور آپ کی آل پر درود اور سلام اور اصحاب پر جو کہ ایمان کے چاند ہیں اور اجنبیاؤں کے لئے اماموں پر اور اولیاء کا ملین پر جو کہ یقین اور عرفان کے روشن ستارے ہیں اور ان پر جو احسان کے ساتھ ان کے تابعدار ہوئے ہیں قیامت کے دن تک بعد حمد و صلوة کے لئے علمائے کرام اور حاضرین عظام۔

السلام علیکم! فقیر رب العزت کی حمد بجالاتا ہے کہ اس نے مجھے یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ میں اُمّت محمدیہ علی صاحبہا الف الف سلام والرحمۃ کی مقدور بھر خدمت کر کے اپنی عاقبت سنواؤں کروڑوں درود اس پیکرِ جود اور اس نورِ محمود پر جس کا اسوہ حسنہ ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ ہم کسی حال میں بھی مفاد ملت کو فراموش نہ کریں۔

محترم بھائیو! یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے ایک بوریا نشین و حجرہ گزین کو اپنی غفل میں ایک ممتاز جگہ مرحمت فرمائی ہے۔ آپ علما و ہیں۔ آپ کی راہ میں فرشتے پہنچتے ہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ آپ کی آبرو رکھ لے۔ آپ نے ایک مسکین صوفی کو اپنی بارگاہِ علم میں صدارت کی مسند پر بٹھا کر بہت بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے انتخاب کو کامیاب ثابت کرنے کی توفیق دے جوہو المستعان و علیہ التکلیف۔ (ترجمہ اور اسی سے امداد کا مطالبہ ہے اور اسی پر توکل ہے)۔

عزیزو! اس وقت جبکہ میں نے مسجد شہید گنج لاہور کی واکزادی کے لئے اپنی ناپسندیدہ قوم کے سامنے پیش کی ہیں، میرے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ میں ہدایوں پہنچ کر کچھ عرض کرتا لیکن اس کا کیا علاج کہ یارانِ طریقت نے مجھے اجمیر شریف بلایا۔ اربابِ شریعت نے مجھے ہدایوں حاضر ہونے کو کہا۔ خدا کرے کہ جیسے طریقت و شریعت میں بے لنگاہ حقیقت قطعاً کوئی فرق نہیں ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں میں بھی خالص اتحاد ہو جائے۔ اور دونوں اپنے اختلافات و مناقشات فرعی سے بے نیاز و بالاتر ہو کر متحدہ مقاصد کے حصول کے لئے ایک قالب و یک جان ہو جائیں۔

اجمیر شریف میں حاضری اس لئے بھی مفید تھی کہ وہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا

خطبات و مواعظ

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے اپنی طویل تبلیغی اور ملی خدمات کے دوران بلا مواظبت سیکڑوں جلسوں کی صدارت فرمائی اور خطبے پر حصے نیز ہزاروں تقریریں کیں اور مواظبت سے سامعین کو فیض یاب فرمایا۔ اگر سب کو جمع کرنا ممکن ہو تو ایک ضخیم کتاب کئی جلدوں میں ترتیب پائے چند خطبات یا ان کے بعض اقتباسات دوسرے مقامات پر نقل کئے گئے ہیں۔ یہاں کچھ خطبات مکمل درج کئے جاتے ہیں تاکہ حضور کے اسلوب بیان اور طریق موعظت کا نمونہ سامنے آجائے۔

۱۹۲۵ء مطابق ۱۳۴۴ھ

میں جمعیتہ العلماء و مسند

خطبہ صدارت مؤتمر جمعیتہ العلماء ہند بدایون

(دستی کاغذ) کا سالانہ اجلاس بدایون (دیوبند) میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ آپ نے درج ذیل خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ • الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ - وَالنَّعْمَ عَلَيْنَا يَا نَوَاحِ النِّعَمِ وَلَطَائِفِ الْإِحْسَانِ - وَفَضَّلَنَا عَلَى سَائِرِ خَلْقِهِ بِتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ - وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى النَّبِيِّ الرَّحْمَانِ، سَيِّدِنَا وَعَوْثِنَا وَغِيَاثِنَا وَكَرِيمِنَا وَرَحِيمِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ يَا مَبْعُوثٍ بِخَيْرِ الْمَلِكِ وَالْأَدْيَانِ - وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِدَوْرِ الْإِيمَانِ - وَالْإِيْتِاقَةِ الْمَجْتَهِدِينَ وَالْأَوْلِيَاءَ الْكَامِلِينَ نُجُومِ الْإِيْقَانِ وَالْعُرْفَانِ - وَتَابِعِيهِمْ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ بِالْإِحْسَانِ -

أَمَّا بَعْدُ - أَيُّهَا الْعُلَمَاءُ الْحَرَامَةُ الْخُصَّامَةُ الْعِظَامَةُ! (ترجمہ) تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان کی تعلیم فرمائی اور ہم پر نعمتوں کے اقسام اور احسان کے لطائف کا انعام فرمایا اور ہمیں تمام مخلوقات پر تعلیم قرآن کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی اور درود و سلام اللہ کے نبی پر جو ہمارے سردار اور مددگار

یا ہندوؤں میں اس کا دست رکھ جو جائے گا، یا اس کے مقتدی روٹھ جائیں گے، تو اسے کہہ دو کہ وہ اپنے نفس کو دھوکا نہ دے۔ وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اسے کہو کہ اپنے ایمان کی تجدید کر۔

کیا علماء کو معلوم نہیں کہ لاہور میں مسجد گرا دی گئی ہے؟ کیا مسجد پر کسی غیر مسلم کا قبضہ جائز ہے؟ یاد رکھو۔ اگر تم نے اپنی مصلحتوں کی بنا پر ایک مسجد کے انہدام کو معمولی حادثہ خیال کیا، تو ہمیں اپنی ان مساجد کی بھی فکر کرنی چاہیئے جن کے منبروں پر منیجر کریم مسائل بیان کرتے ہو۔ وقت ہے کہ ایک ایسا اعلان شایع کیا جائے جس پر ہر عالم کے دستخط ہوں۔ کہ کسی مسجد پر غیر مسلم کا تصرف از روئے اسلام جائز نہیں۔ جمعیت العلماء اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے جو عالم اس پر دستخط نہ کرے۔ اعلان کر دو کہ اس کی اقتدار میں نماز درست نہیں مقتدیوں اور متولیوں کو سمجھایا جائے کہ ایسے منگ اسلام عالم کو مسجد کی امامت و خطابت سے محروم کر دیں۔

جہاں کہیں بھی کوئی مسجد ہے، وہ شاخ یا کوئیل ہے اس بیت اللہ کی کہ اصلاً تھا ثابت و قدر عظمیٰ فی السماء درجہ جس کی جو قائم اور شاخیں آسمان میں کی مصداق ہے۔ وہ دنیا میں گھر سے پہلا خدا کا خلیل ایک محراب تھا جس پن کا ازل سے مشیت نے تھا جس کو تاکا کہ اس گھر سے ایلے کا چشمہ بہا کا بیت اللہ عرب میں ہے۔ عرب کی نسبت حضور سرور کائنات علیہ الف سلام و تحیات کا ارشاد فیض نہاد یہ ہے کہ اٰخِرُ جُؤَالِیْہُوْدَ وَالنَّصَارَیْ مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ یعنی جزیرہ عرب سے یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو۔

اے عالمان دین! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سلطان نجد ابن سعود نے ایک انگریز کمپنی کو عرب کی زمین میں معدنیات اور تیل کے چشمے معلوم کرنے کے لئے ٹھیکہ دیا ہے؟ دین کی حمایت کرنے والو! عرب سے کچھ فاصلے پر حبشہ کا ملک ہے، وہاں حکومت اطالیہ کیوں نظم و عادی ہے؟ اس لئے کہ وہاں تیل ہے۔ اور اٹلی کو اپنی ملینڈ پر ازیوں یا اپنے ہوائی جہازوں کے لئے تیل درکار ہے۔ کیا دنیا کے واقعات شاہد نہیں کہ یورپ کی کسی قوم کو اگر کہیں بیٹھنے کی اجازت دیدی جائے، تو مکان بنانے کی راہ خود نکال لیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ

مزار پر انوار ہے۔ اس خاک پاک کا ایک ایک ذرہ یہ سبق دیتا ہے کہ مصطفیٰ پر بیٹھنے والے کا مدعا بھی وہی تھا جو غازی شہاب الدین غوری صاحب سیف کا تھا۔ کاشش! کہ سیاسی لیڈر شہاب الدین بن جائیں۔ صوفی خواجہ غریب نواز جگمگ اختیار کریں۔ اور لیڈر، عالم، صوفی تینوں مل کر اس گفر زار میں توحید کا علم بلند کریں۔ اپنا عزم تو یہی ہے کہ اپنی عمر کے چند باقی ماندہ لمحات اس کا ذخیرہ کے لئے وقف کر دوں۔

ہم ساری راہیں مٹ جائیں گے چاہے یہی درمندان محبت کا تقاضا ہے یہی علمائے کرام! اسلام میں آپ کا مقام بہت بلند ہے لیکن ہر منصب کی پسند و نراہیں ہوتی ہیں جو عالم اپنے فرض سے غافل ہے، وہ اپنے تلامذہ کے نزدیک تو عالم ہو سکتا ہے مگر علامہ کی فہرست سے اس کا نام کاٹ دیا جاتا ہے۔ یسینے رب العزت فرماتا ہے قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْبٰدِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (ترجمہ) آپ فرمائیے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو صاحب علم ہیں اور جو علم الے نہیں؟ کس قدر مؤکد پیرایہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کوئی سلیم الفطرت انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔ عالم کا درجہ بہت بلند ہے۔ عالم پر قوم کے مصائب آشکار ہوتے ہیں۔ لہذا اس کا فرض ہوتا ہے کہ قوم کی مشکلات کا خاتمہ کرنے میں غیر عالم سے بروہ کفر تدریسی و ایثار اور فکر و تدبیر سے کام لے۔ اگر وہ اس فرض سے غافل رہتا ہے تو اس کا جبہ و عمامہ اسی کے لئے روز قیامت پھانسی کا رشتہ ثابت ہوگا۔

عالم کا وصف عند اللہ یہ ہے۔ اِنَّمَا یُحْشٰی اللہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعٰلَمَآءُ (ترجمہ) (اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہ ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں)۔ یہ آیت مبارکہ واضح الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ عالم صرف خدا سے ڈرتا ہے خشیت الہی اس کا حسن ہے۔ غیر اللہ سے ڈرنا شرعیت و طاعت میں کفر و نفاق سے بدتر ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر کہ رمز مصطفیٰ افہمید است شرک اور خوف مضمر دیدہ است

اگر عالم انگریز کے عربیہ جلال سے ڈر کر، اس کے سامان حرب و ضرب سے گھبرا کر، حق کی حمایت نہیں کرتا، تو اس کا وجود علم اور انسانیت کے لئے ننگ ہے۔ اگر عالم کسی سچائی کو اس لئے بیان نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنے سے سکون ناراض ہو جائیں گے،

ضروری ہے کہ ان مقاصد کے لئے آپ ملک کی مجالس آئین و قوانین سے بھی استفادہ کریں جس کی عملی صورت یہی ہے کہ ہر کونسل میں آپ کی قوم کو ٹھوس اور مضبوط حیثیت حاصل ہو۔ اس کے لئے "جدا گانہ نیابت" ایک ضروری حق ہے جس سے اس وقت دست بردار ہو جانا مہلک ہے۔ کونسلوں میں جاؤ۔ اپنے حقوق منوائو۔ مہر شرع قوانین منظور کرو۔ اوقات کی حفاظت کرو۔ مقابر و مساجد کو اختیار کی دستبرد سے بچاؤ۔

یاد رکھو! کہ کونسلوں یا حکومت کی دار و گیر میں آپ کی عزت جیسی ہے کہ آپ منظم ہو جائیں۔ آپ میں ایک ہو۔ آپ میں بچوٹ نہ ہو۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ کی مالی حالت شاندار ہو۔ مادہ پرست سلطنت دولت کی کچھ باری ہے۔ ہم مفلس ہیں، موقوفہ ہیں۔ افلاس دولت کمانے اور دولت بچانے سے دور ہو سکتا ہے۔ دولت کمانے کا بہترین طریقہ "تجارت" ہے۔ تجارت میں فروغ اسی ثورت میں ممکن ہے کہ آپ مسلمان دوکانداروں سے سودا خریدیں۔ آپ کی قوم کا شتکار ہے۔ آپ کی قوم کا رگیر ہے۔ آپ کی قوم مزدور ہے۔ لیکن اس کی زراعت، اس کی صنعت، اس کی محنت سے فائدہ غیر اٹھاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ کاشتکار تجارت بھی کریں۔ یعنی اپنا مال خود بیچیں۔ آرٹھت کی دکانیں خود کریں۔ کاریگر اپنی مصنوعات خود فروخت کریں۔ دولت بچانے کے لئے لازمی ہے کہ آپ ہر نوعیت کے اسراف سے بچیں۔ اور یاد رکھیں کہ قرآن کی رو سے مُبْسَدَرین اور مُبْسَدَرین شیطان کے بھائی ہیں۔ یہ ہے وہ مختصر پروگرام جس پر عمل پیرا ہو کر آپ فلاح دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

ابن مسعود کی اس روش کے خلاف صدرائے احتجاج بلند نہیں کی جاتی؟ یہ وہابیت اور خنفسیت کا سوال نہیں۔ یہ اماکنِ مقدسہ کی صیانت کا سوال ہے۔ اگر کسی کو ابن مسعود کا ولیفہ انہما حق سے روک رہا ہے، تو اسے چاہیے کہ اللہ کے اس فرمان پر توجہ کرے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَشْتَرُوا بِآیَاتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اَرْحَمَ اَوْ رَیْبِیْ اَیَاتِیْ کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو، اور تمہیں قلیل کی پروا نہ کرتے ہوئے لغو حق بلند کرو۔ تاکہ رب جلیل کی بارگاہ سے اجرِ جزیل حاصل ہو جائے۔

میری بات پر کان نہیں دھرتے تو حاجیوں سے پوچھ لو۔ کہ جبریل ان رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ساکنانِ مدینہ کا کیا حال ہے۔ حکامِ نجد کے دستِ خواہش پر تو طوطی طرح کے کھانے ہوئے ہوتے ہیں لیکن تمہیں بتاؤں کہ مدینہ طیبہ کے غلامِ قدوسی کھجوروں کی گٹھلیوں کو توڑ کر ہے ہیں۔ کیا رعایا کی پرورش رائی کا فرض نہیں؟ کیا شریعت کی رو سے جو سلطان رعایا کے خورد و نوش کا انتظام نہ کرے، اسے تابعِ سنت سلطان کہا جاسکتا ہے؟ بزرگ عالمو! خلفائے راشدینؓ کی پوری سوانح عمریاں تمہیں ازبر ہیں۔ کیوں تمہاری زبانیں جبریل ان رسولؐ کی حمایت و اعانت کے لئے نہیں کھلتیں؟

سنو! ارشاد ہوتا ہے۔ فَلَا وَرَقَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْ مَا شِجَدَ بَیْنَهُمْ اَمْ (ترجمہ) تو نے محبوبِ تہا سے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔ کیا اس پاک فرمان کی رو سے آپ پر یہ شرعی فرض غاید نہیں ہوتا کہ آپ متقاضی ایکٹ "بنو اہل"؟ عدالتوں میں فیصلے شریعت کے مطابق ہوں۔ کیا آج "طلاق" خلع۔ ارتداد۔ وراثت۔ نکاح۔ ہیہ وغیرہ امور شرعی کی ہندوستان میں انتہائی تذلیل نہیں ہو رہی؟ اس تذلیل کا اللہ و علماء سے بڑھ کر اور کون کر سکتا ہے؟ صحیح ہے کہ اس غرض کو برائے کار لانے کے لئے کافی سرمایہ کی حاجت ہے۔ کیا اس کے لئے بُریتِ اللہ کا قیام شرعی تجویز نہیں؟ کب تک حجروں میں لیٹے رہو گے؟ میں ہر عالم سے عرض کرتا ہوں کہ ع: وقت آن نیست کہ در حجرہ نشینی بے کار۔ جیسے حکومت بغیر ٹیکس کے نہیں چل سکتی، ایسے ہی بیت المال کے بغیر تنظیم ملت کا خیال خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

اور یہی نذر کردوں گا۔ لیکن آغا صاحب اطلاع دیئے بغیر علی پور سے ملنے گئے۔ اخبار سیاست نے افتر
پڑائی کی اور مجھے برتا کر نے کی کوشش کی۔ یہ تمام غلط بیانیوں و دشمنوں کی کارگرداریاں ہیں۔ ناحق تہمت
ہے جو مجھ پر لگائی گئی ہے میں سید رسول، آل رسول ہوں۔ جو شخص مجھ پر بہتان باندھے گا ذلیل و نوار ہوگا۔
مجھے خلافت سے ملی ہمدردی ہے۔ جسے خلافت سے ہمدردی نہیں اس میں ایمان نہیں۔ اللہ کا
شکر ہے کہ مجھے خلافت سے ہمدردی ہے میں با ایمان ہوں۔ اپنی تعریف خود کرنا جہالت ہے۔ بیکی
فقہ کا اصول ہے کہ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں اور حکم ربی ہے۔ "وَأَقْبَلِ الْخُذَّةَ بِرَّسَلٍ
فِي حَدِيثِ آتِ رَبِّهِ" اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو، اللہ کے اس فرمان کے مطابق میرا
فرض ہے کہ خدا نے جو نعمتیں عطا کی ہیں انہیں ظاہر کر دوں۔

میں جو کچھ کرتا ہوں اپنے خدا کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہوں۔ مجھے دنیا اور دنیا والوں
سے خاص تعلق نہیں مجھے ان کی کوئی خوشامد مقصود نہیں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اپنے مولیٰ کی خوشنودی
کے لئے کر رہا ہوں۔

جس زمانے میں ہندوستان کے مسلمانوں میں جذبہ اسلامی مفقود نظر آتا تھا، میں
تو بفضل خدا اس زلفے میں بھی اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ حجاز ریلوے کے
لئے چندہ کی فہرست کھولی گئی۔ ہندوستان میں سب سے پہلے مجھے یہ فخر حاصل ہوا کہ سلطان ابن
السلطان عبدالحمید خان غازی مرحوم و مخفور کے دستخط خاص سے پانچ اسناد عطا ہوئی۔
رقوم ارسال کردہ کے لئے مجھے پانچ تھنئے بھی ملے۔

علی گڑھ یونیورسٹی کے لئے چند و جمع ہونا شروع ہوا۔ میرے حکم و نواب قار الملک مرحوم
اور نواب محمد اسماعیل خان صاحب میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے پاؤں پر کھڑے ہوئے۔ میں نے کہا:
گر بر سر حوشم من نشینی نازت بکشم کرنا ز نیشینی

انہوں نے مجھ سے اس دعا کے شمولیت کی۔ میں شال ہو گیا۔ میں نے ایک لاکھ روپیہ
سے زیادہ چندہ جمع کیا۔ طرابلس فنڈ، بلقان فنڈ، کان پور کی مسجد اور دیگر مواقع پر میں
نے کافی سے زیادہ چندہ دیا۔ اور اپنے یاران طریقت سے دلویا۔

بعض اصحاب کہتے ہیں کہ میں نے خدمت خلافت میں حصہ نہیں لیا۔ گو کہ میں مسلمان

خطبہ صدارت خلافت کا لائل پور

لائل پور ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس کا اجلاس ۳۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو حضرت قائد
قدس سرہ العزیز کی صدارت میں لائل پور میں منعقد ہوا۔ آپ نے فی البدیہہ خطبہ
صدارت ارشاد فرمایا تھا۔ جسے بعد میں طبع کرا کے بہت بڑے پیمانے پر شائع
کیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
خطبہ سنو نہ عربی میں فرمانے کے بعد آپ نے فرمایا۔

سچا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ، سچے ہیں حبیب پاک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔
ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچے ہیں۔ اور شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کا نام لینے والوں
میں پیدا کیا۔ اور اس نعمت عظمیٰ سے مالا مال کیا۔ یوں تو کونسی چیز ہے جو بطور خود ایک
نعمت بے بہا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار، لا تعداد، اُن گنت نعمتیں پیدا کی ہیں۔
لیکن ہمارے لئے سب سے افضل، سب سے اعلیٰ نعمت کیا ہے؟ وہ بہترین نعمت کلمہ
توحید ہے۔ اس کلمہ طیبہ سے بہتر کون سی نعمت ہے جس پر ہم ناز و افتخار کر سکیں!!

میں نے کل کہا تھا کہ بعض اصحاب نے میرے متعلق یہ بدگمانی پھیلانی ہے کہ مجھے
خلافت سے ہمدردی نہیں۔ میں خدمت خلافت میں حصہ لینے سے کتراتا ہوں۔ میں خدمت
سلام کے لئے میدان عمل میں اترتے گھبراتا ہوں۔ یہ کذب ہے، دروغ ہے، افتر ہے
میں سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے حیدر آباد دکن، راولپنڈی،
نوشہرہ، پشاور، بنگلور، گوہرہ اور کئی مقامات پر مجلس خلافت کے اجلاس کی صدارت
کا شرف حاصل کیا ہے۔

آغا محمد مصدق صاحب نے یہ مشہور کیا کہ میں نے علی پور کے جلسے میں انہیں تقریر
کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ غلط ہے عرصے کے دن میں نے آغا صاحب سے کہا کہ "آپ کل
بیک قیام کریں۔ اگر کوئی مقدمہ زیر سماعت ہے، جس کے لئے آپ نے ضرور سیالکوٹ
جانا ہے، تو آپ مقدمہ کے خیال کو دل سے نکال دیں۔ زیر محنتانہ میں ادا کر دوں گا۔ بلکہ کچھ

تم نے اپنے آپ کو کھٹار کے ہاتھوں میں دے دیا۔ تمہارا ایمان کمزور ہو گیا۔ اور تم ذلیل اور مغلوب ہو گئے۔ تم کب تک اسی طرح ذلیل و مغلوب بننے کی کوشش کرو گے؟ آنکھیں کھولو اپنے ایمان کی استقامت کی کوشش کرو۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو بڑھاؤ۔ تم کوشش کرو گے تو مومن مسلمان بن جاؤ گے جب تم رسول پاک کی محبت کے طفیل ایماندار بن جاؤ گے، تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ وہ مسلمانوں کو کبھی مغلوب نہیں ہونے دیتا۔ بشرطیکہ ان کا ایمان قوی ہو۔ اللہمَّ اِنَّهُ زَوْقُ حُبِّكَ وَحُبِّ حَبِيبِكَ (ترجمہ) اے پروردگار! ہمیں اپنی ادا اپنے حبیب کی محبت عطا فرما۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ مسلمان وہ ہے جو خدا کے برتر و دانا کے ماسوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتا ہے کہ فَلَا تَخَافُوهُم وَاَخَافُوا اِن كُنْتُمْ مَّؤْمِنِينَ (ترجمہ) تم مخلوق سے مت ڈرو۔ اگر تم مومن ہو تو ہم سے ڈرو۔

میں نے سنا ہے کہ میری نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ میں انگریزوں سے ڈرتا ہوں۔ میں ان کا طرفدار ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میں نے ان کا کون سا خطاب قبول کیا؟ کوئی جاگیر حکومت سے حاصل کی؟ کون سا تمغہ یا سند ملی ہے؟ میں ان دنیا والوں اور ان کی تمام دنیاوی چیزوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مجھے انگریزوں سے کیسا ڈر؟ کیسا خطرہ؟ ایسے وہ جسے دنیا اور دنیا کی چیزوں کا خیال ہو عزت دولت دینے والا میرا خدائے پاک ہے۔ میرا مولا ہے۔ مجھے انگریزوں کی خوش آمد سے کیا واسطہ؟ میرا رازق، میرا مالک خدائے برتر ہے۔ مسلمان کو خوش آمد سے کیا نسبت؟ اب میں مسلمان ہوں مسلمان کے گھر پر خدا ہوا ہوں۔ اور انشاء اللہ مسلمان ہی مروجہ گا۔ میرا اٹھنا، میرا بیٹھنا، میرا اچھٹنا، میرا کھانا، میرا پینا، میرا سونا، غرضیکہ میری ہر ایک بات خدا اور محض خدا کے لئے ہے۔ میں دنیا اور دنیاوی باتوں کے لئے ہرگز ہرگز کچھ نہیں کرتا۔

ہاں! ایک بات اور یاد آگئی۔ جب آغا خان مسلم یونیورسٹی کے لئے جلسے کرتے تھے تو انہوں نے اتر سر میں جلسہ منعقد کیا۔ میں اس جلسے کا صدر تھا۔ میاں محمد طفیل صاحب

نہیں۔ مجھے میں جذباتی نہیں۔ اس سے زیادہ کذب اور فریب باقی کیا ہوگی۔ میں نے آج تک سارے ستر سو روپے اپنی جیب سے خدمت خلافت کے لئے پیش کئے ہیں۔ اور جو کچھ باقی میرے یاران طریقت نے جمع کر کے پیش کیا ہے، وہ کئی لاکھ ہے۔ انشاء اللہ میں خود اور میرے یاران طریقت اسی طرح خدمت خلافت میں حصہ لیتے رہیں گے۔

مجھے سہزنا کے مظلومین سے، اپنے ترک بھائیوں سے ہمدردی ہے بھگواند میں مسلمان ہوں۔ با ایمان ہوں۔ آل رسول ہوں۔ حقیقی سید ہوں۔ مجھے ترکوں سے محبت ہے۔ اپنے خلیفہ المسلمین سے اپنے سلطان معظم سے عقیدت ہے۔ میں اپنا آپ اور اپنا سب کچھ حضور سلطان معظم اور خدمت اسلام کے لئے پیش کرنے کو تیار ہوں۔

خداوند تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”گھبراؤ نہیں، ہم تم کو سب پر غالب کریں گے۔ لیکن ایک شرط ہے کہ تم میں ایمان کا ہونا ضروری ہے“، ہم مسلمان کہلا کر مسلمانوں کے سے نام لکھ کر ذلیل ہو گئے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہم میں ”ایمان“ نہیں رہا۔

تم پوچھو گے کہ ”ایمان“ کس چیز کو کہتے ہیں۔ ایمان محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہوگی اسی قدر ایمان کامل ہوگا۔

جس قدر محبت کامل ہوگی اسی قدر ایمان کامل و کامل ہوگا جس قدر محبت میں کمی ہوگی اسی قدر ایمان میں نقص ہوگا۔ اس لئے عیسائی کا ثبوت قرآن شریف میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

۱۰۰ اَلَّذِيۡنَ اَوَّلٰی بِالْمُؤْمِنِيۡنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (ترجمہ) یہ بھی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”تم میں سے کوئی شخص ایمان ارہانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا“ تاؤ تمہیکہ وہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ کرے کہ مجھے اپنے ماں باپ سے، اپنے بیٹے سے اور دنیا کی تمام مخلوقات سے زیادہ عزیز نہ سمجھے“ اس سے ظاہر ہے کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ایمان ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تم میں سے کون ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت ہے اور کون ہے جو یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں ایماندار ہوں۔

ایمان تو محبت رسول کا نام ہے۔ تم میں اس قدر محبت رسول ہی نہیں رہی۔ تم تو دنیا کے ہو گئے۔ دنیا کی عزت، چند روزہ شہرت پر مرمئے۔ اس عارضی وجاہت و جہت کے

بیرسٹر، جو آج کل وزیر حکومت ہند بنے ہوئے ہیں، تقریر کر رہے تھے۔ دوران تقریر انہوں نے کہا کہ میں آج بہت خوش ہوں کہ ہمارے دینی بزرگوں میں بھی احساس قومی پیدا ہو گیا۔ میں نے میاں محمد شفیع صاحب سے کہا: ”یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آج کوئی پہلا دن نہیں ہے کہ میں نے کسی قلمی کام میں حصہ لیا ہو۔ بلکہ میں تو ہر قومی انجمن کا صدر ہوتا رہا ہوں۔ جس دن میں کوئی قومی خدمت انجام نہیں دے لیتا، میں اپنا کھانا حرام سمجھتا ہوں۔“

اس جلسے میں شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر، محمد عمر صاحب مرحوم بیرسٹر، مولوی ظفر علی خان صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب سب موجود تھے۔ میں نے ان سب صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ ”تم ہی بتاؤ کہ جتنے قومی کام ہوئے ہیں، ان میں سے کتنے پرانے خیال کے بوڑھوں نے کئے ہیں، اور نئی روشنی کے جوانوں نے کتنے کئے ہیں؟“ ان حضرات نے اس موقع پر اس امر کو تسلیم کیا کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے پنجاب کی فوج میں ایک متنفس کو بھی بھرتی نہیں کیا۔ اڈو ایر صاحب لفٹننٹ گورنر کو ایک محضر نام پیش کیا گیا۔ اس پر اکثر بیران عظام کے دستخط موجود ہیں۔ لیکن میرے دستخط ہرگز ہرگز موجود نہیں ہیں کبھی لاٹ صاحب سے پاس تک نہیں گیا۔ خدا مجھے محفوظ رکھے! میں انشاء اللہ کبھی کسی افسر کے پاس نہیں جاؤں گا میں سید ہوں آل رسول ہوں۔ با ایمان ہوں۔ مجھے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہیں۔ مجھے خدا کی رحمت کا مدد سے یقین ہے کہ میں اپنے ایمان اور اپنے اعمال کی بنا پر انشاء اللہ سادات بابرکات کی صف میں اٹھایا جاؤں گا۔

میں بیان کر رہا تھا کہ محبت کا نام ایمان ہے۔ اس کے کمال پر کمال ایمان کا انحصار ہے۔ مسلمانو! غور کرو۔ تم مسلمانانوں میں پیدا ہوئے مسلمانوں کے سے نام رکھے گئے۔ مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوتے ہو۔ اور حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی قبریں پلید کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں کو، اپنے مسلمان بھائیوں کو، چند پیسوں کے لئے شہید کرتے ہو۔ اپنے بھائیوں پر گولیاں چلاتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی؟ لعنت ہے اللہ کی اس شخص پر جو غیروں کو غلام بنائے، چر جائیکہ اپنے بھائی پر گولی چلا کر اسے شہید کرے۔ اور اس کے ملک اس کے خاندان اس کے منگ ناموس کو اعدائے اسلام کے حوالے کر دے۔

حکام کہتے ہیں کہ مسلمان بد خمدی کہتے ہیں۔ فساد کرتے ہیں۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بات کے لئے کیا دلائل موجود ہیں۔ مجھے تو ایک بھی ایسا واقعہ معلوم نہیں جس سے ظاہر ہو سکے کہ مسلمانوں نے کسی جنگ بھی فساد بچایا ہو۔ یہ رُفت کا بہتان ہے جو مسلمانوں کے سر تنہو پا جاتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے بھائیوں پر جو سخت زبانی وار کئے جا رہے ہیں، ان پر جو ظلم توڑے گئے، ان کی داد استانیں سنیں کہ ہمارا دل تڑپتا ہے ہمیں رنج ہوتا ہے۔ حکومت برطانیہ نے عربوں سے کیا سلوک کیا؟ ایک شخص نے جو کہ مظفر سے واپس آیا ہے مجھے بتایا کہ وہاں اجناس خورنی اور اشیائے ضروری کی اس قدر گراں بازی ہے کہ ڈیڑھ روپیہ سیر آگاہ۔ دس روپیہ سیر گھی۔ اور سات روپیہ سیر گوشت ملتا ہے۔ جیسا خیال ہو رہا ہے۔ ہمارے بھائیوں کے سینکڑوں کیا ہزاروں خاندان بھوکے مر رہے ہیں۔ نف ہے ہماری زندگی پر! کہ ہمارے بھائی بھوکے مریں اور ہم مرنے کی زندگی بسر کریں، لہذا اور مرغن غذا میں کھائیں!!

سمرنا کا حال آپ سن چکے ہیں۔ اسلام کے نام پر گھر بار، جان و مال سب کچھ لٹا دینے والوں کا حال سن لیا، وہ بھوکے ہیں، تنگے ہیں، ان کے پاس کھانے کو نہیں، پہننے کو نہیں، ان پر کیا کیا ستم توڑے جا رہے ہیں۔ ہماری بہنوں کو ذلیل کیا جا رہا ہے۔ تم مسلمان ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ اسلام کا کیا حکم ہے؟ تمہیں اسلام نے سکھایا ہے کہ تم آپس میں متحد رہو۔ باہمی اتفاق و اتحاد رکھو۔ اللہ کی رستی کو مضبوط تھاؤ۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اسلام کا پہلا اصول ”پہلی محبت و اخوت“ ہے۔ اسلام محبت کا سبق دیتا ہے۔ بھائے مولیٰ فرماتے ہیں کہ ”تمام مسلمان مادر زاد بھائیوں کے مانند ایک دوسرے کے بھائی ہیں“ شیخ سعدی کہتے ہیں۔

بنی آدم اعضائے یک دیگرند کہ در آفرینش ز یک جو ہرند

چو عضو سے بدو آورد روزگار دگر عضو ہمارا منہ اند قرار

بنی آدم تو ایک طرف رہے، ہمارے بھائیوں کو، ہمارے ترک اور غریب بھائیوں کو تکلیف پہنچے، ان کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے، وہ دکھ اٹھائیں، اور ہم بیٹھے دیکھا کریں۔ ہم کس طرح مسلمان کہلائے جا سکتے ہیں؟ کیا ہندوستان میں شوکت علی اور

ہیں۔ ہماری عزت ان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ سلام اور مسلمانوں کے پشت پناہ ہیں۔
میں آپ کو ایک پیش گوئی سناتا ہوں، آپ سن کر خوش ہوں گے سلطنت عثمانیہ کا نام روشن
کرنے والا ایک غریب شخص تھا۔ جو ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ مغلس تھا، تنگ دست تھا، مگر مسافروں
کی خدمت کرنا اس کا شعار تھا۔ مہمان نوازی اس کا کام تھا۔ گھر میں کھانے کو ہوتا تو بھی مہمان کی تواضع
کرتا تھا گاؤں والوں نے اسے تنگ کرنا شروع کیا۔ آخر اسے گاؤں سے باہر نکال دیا۔

دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی شخص کو تکلیف پہنچتی ہے تو اسے خدا یاد آتا ہے۔ چنانچہ عثمان
بھی اپنے پیر صاحب کی طرف دوڑا۔ اور پیر صاحب کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا یا حضرت! مجھے
گاؤں والوں نے گاؤں سے باہر نکال دیا ہے۔ میرے پاس کچھ نہیں، اب میں کہاں جاؤں؟
پیر صاحب نے کمال شفقت سے اسے مکان کے اندر آنے کا حکم دیا۔ اپنا کمرہ اس کے حوالے کر کے
آپ اندر تشریف لے گئے عثمان تھکا ماندہ تو تھا ہی، کمرے میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہے
کہ جس طرف اس کے پاؤں تھے، اسی طرف قرآن مجید رکھا ہوا ہے۔ عثمان تھا تو جاہل، مگر ایمان کا مضبوط
تھا۔ سچا مسلمان تھا۔ جب اس نے کلام مجید کو دیکھا تو کانپ گیا۔ وہ اللہ کریمؐ کی قرآن مجید کے
نزدیک جا کر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ درگاہ ایزدی میں گر گزرتا اور توبہ استغفار کرتا رہا۔ روتا
تھا اور عرض کرتا تھا کہ ”میرے مولیٰ! مجھ سے سخت بے ادبی ہوئی۔ اس مکان میں تیرا کلام پاک
رکھا تھا۔ اور میں پاؤں پارسے پڑا رہا۔ مجھے معاف فرما۔ میرا گناہ بخش دے۔ رات بھر کھڑا رویا۔“

پچھلے پیر حضرت پیر صاحب باہر تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا عثمان! مبارک ہو!
کہ آج رات قرآن شریف نے بارگاہ ایزدی میں تیری سفارش کی ہے۔ یہ سفارش منظور ہو گئی۔
تیرے لئے حکم ہوا ہے کہ تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ عثمان نے رو کر کہا کہ حضرت
گاؤں والوں نے تو مجھے گھر تک سے جواب دیدیا۔ گاؤں سے باہر نکال دیا۔ لیکن پیر صاحب
نے فرمایا کہ ”غم مت کر۔ تو بادشاہ اور تیری اولاد بادشاہ عثمان حیران تھا۔ بار بار عرض کرتا
تھا اور یہی جواب پاتا تھا۔“

آخر پیر صاحب کی اجازت پا کر رخصت ہوا۔ باہر نکلا ہی تھا کہ اسے بارہ سارے انھوں
نے اسے ایک گھوڑا دیا۔ اور کہا کہ ہم آپ کے غلام ہیں۔ آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہیں۔ عثمان ان

محمد علیؑ ہی رہ گئے ہیں، جو ہر ایک مسلمان کے رخصتین اٹھائیں، چٹخاڑوں میں جائیں، کیا باقی مسلمان
مر گئے؟ تم میں غیرت نہیں۔ تم میں حمیت نہیں۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس میں
غیرت نہیں، اس میں ایمان نہیں، تمہیں معلوم ہے کہ محمد علیؑ نے قید کی تکلیف کیوں برداشت کی؟
مض اس لئے کہ انھوں نے انگریزوں کو مخاطب کر کے لکھ دیا تھا کہ ”تم بھر چھوڑ دو۔“ اور یہ کہ
”ترکی شریک جنگ ہونے میں حق بجانب تھا۔“ تم ہی بتاؤ کہ یہ کون سا جرم ہے؟ ہر ایک مسلمان شریک
وہ واقعی مسلمان ہو ہی چکے گا کہ یہ کوئی جرم نہیں۔ تو پھر محمد علیؑ کا جرم کیا ہے؟

ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ سلطان اعظم سے تمہارا کیا تعلق ہے؟ تم ہندوستان میں پیدا
ہوئے نہیں پرورش پائی، اسی ملک میں جوان اور بوڑھے ہوئے۔ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں؟
کیا یہ بات اب تک راز ہے؟ کہ حضرت سلطان المسلمین تمام دنیا کے مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔ ان
کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اور تمام مسلمان ان سے محبت رکھتے ہیں۔

مسلمانو! یاد رکھو۔ ”جس شخص کو سلطان اعظم سے محبت نہیں، اسے اسلام سے تعلق نہیں۔“
مسلمان وہی ہے جسے حضرت سلطان اعظم خلیفہ المسلمین سے دلی عقیدت اور محبت ہو سلطان اعظم ہماری
روح ہیں، اہم جسم ہیں۔ اگر ہم جسم ہیں تو وہ ہمارا سر ہیں، ہم ان کے بل پر نازاں ہیں۔ وہ
ہمارے لئے باعث افتخار ہیں۔ ہمیں فخر ہے، ہمیں ناز ہے کہ ہمارا بادشاہ موجود ہے۔ اور
وہی کسی بادشاہ ہے جس کے سامنے تمام عالم کے مسلمان تسلیم خرم کرتے ہیں سلطان اعظم خلیفہ
المسلمین ہیں۔ ہمارا سلطان اعظم اور سلطان اعظم کا ہم سے دلی تعلق ہے، جو انگریزوں کا عیسائی
سلطنتوں سے ہے۔ انگریز و اذرا غور کرو کہ تم نے عیسائی سلطنتوں کو آزاد کرادیا۔ تم نے بہت سے
ملک ترکوں سے چھین کر اپنے عیسائی بھائیوں کے حوالے کر دیے۔ اب ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو یہ بھاری
ہی تقلید ہے۔ یہ سبق تو اس زمانے میں جب ہم اسلام کو قبول چکے ہیں، تم ہی نے یاد کر لیا۔ اس میں
تم ہی ہمارے استاد ہو۔

دو سال گزرے کہ ایک دفعہ گوہر انوار میں نماز جمعہ کے بعد میں دعا کر رہا تھا کہ ملک لال خان
صاحب نے مجھ سے کچھ خلافت کے متعلق کہوں۔ میں نے اس وقت یہ لفظ کہے تھے کہ جس شخص کو
خلافت سے تعلق نہیں اسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں سلطان اعظم ہمارے لئے بابہ صد ہزار ناز و افکار

ہمیں نہیں دیتے۔ ہماری خوشی کو اپنی آسائش پر قربان کر رہے ہیں۔ میں حکومت سے علی الاعلان کہتا ہوں کہ "یاد رہے کہ اگر یہی حالت رہی تو معاملہ گہر جاوے گا۔ ہم مسلمان ہیں۔ نہ چین سے بیٹھیں گے نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے۔"

امر تسمیہ کانگریس مسلم لیگ اختلافت کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے۔ ان اجلاسوں کے چند روز بعد ایک افسر نے کسی ہندوستانی سے کہا کہ "یہاں کو تے جمع ہوئے تھے شور مچا کر چلے گئے۔ ہمارا کیا ہے گئے۔" گلے پھاڑ پھاڑ کر کاتیں کاتیں شور مچا کر چلتے بنے۔ لیکن اس افسر کو اور اس افسر کی حکومت کو معلوم نہیں کہ ہم کون ہیں۔ ابھی ہم نام کے مسلمان ہیں جسم بہت جلد کام کے مسلمان بن جائیں گے۔ جب ہم کام کے مسلمان ہو جائیں گے تو ہم نہ خود سوئیں گے نہ کسی کو سونے دیں گے۔ نہ خود آرام لیں گے، نہ کسی کو چین کے دن گزارنے دیں گے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے شہد کی مکھیوں کے چھتے کو چھیر دیا یا مکھیوں کے چھتے سے نکل کر سینکڑوں کو لپٹ گئیں۔ اور سب کے مسند، سر اور اعضا کو کاٹ کاٹ کر تمام جسم کو خراب و خستہ کر دیا۔ کیا ہم مکھیوں سے بھی گئے گزرے ہیں؟ میں صاف کہہ دیتا ہوں کہ ہم انسان ہیں مسلمان ہیں۔ ہماری آوازیں کسی کام کی ہیں۔ یہ کائیں کائیں نہیں ہے ہماری یہ کائیں کائیں بہت جلد رنگ لائے گی۔ انشا اللہ عنقریب رنگ لائے گی۔!!

اگر ہم سے کچھ نہ ہو سکے گا تو ہم خود مر جائیں گے۔ اپنی جان دیدیں گے۔ میں کلہر تو حید پر لڑ کر اعلان کرتا ہوں کہ خدمت اسلام، خدمت خلافت کے لئے میری جان تک حاضر ہے۔ مجھے جان تک پیش کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ انشا اللہ میں سب سے پہلے اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔ جس کا دل چاہے میدان عمل میں تجربہ کرے۔

لوگوں کی زبان بندی کر دی جاتی ہے لیکن خدا کے سوا کون ہے جو میری زبان بند کر سکتا ہے؟ اگر مجھے باہر و غلط سنانے سے روکا گیا، تو میں مسجد کے منبر پر مسجد کے اندر مسجد کے مینار پر چڑھ کر کلہر بجھتا ہوں گا۔ کیا کوئی مجھ سے میری مسجد بھی چھین لے گا؟ آپ کو یاد ہے کہ جب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب الدین اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو ملک بدر کر دینے کا حکم دیا تھا، تو آپ نے اپنا سامان اٹھا کر مسجد میں رکھ لیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ "جاؤ اے عالمگیر"

سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھا۔ راستہ میں ایک گاؤں آیا۔ عثمان نے اس گاؤں کے سردار سے کہا کہ اطلاعیت قبول کرو یا میدان میں آؤ۔ اس نے کچھ روپیہ پیش کیا اور متابعت قبول کی۔ عثمان کوچ کرتا جاتا تھا۔ اور روپیہ اور فوج جمع کرتا جاتا تھا۔ اس زمانے میں روم کا بادشاہ عیسائی تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ عثمان کے پاس روپیہ بھی ہے اور فوج بھی۔ تو اسے فوج کا افسر بنا دیا۔ آخر عثمان کا مندران چیف بن گیا۔ اس بادشاہ کے اولاد زیر زمین نہیں تھی۔ اس کے مرنے کے بعد عثمان بادشاہ ہوا۔ سلطنت عثمانیہ اسی عثمان کی یادگار ہے۔

قرآن کریم کا یہ معجزہ آج تک آل عثمان کو یاد ہے سلطان عبدالحمید خان غازی مرحوم مغفور نے حکم دیا تھا کہ "ایام جنگ میں ان کی تمام رعایا قرآن مجید کی تلاوت کیا کرے۔ اسی قرآن مجید کے طفیل ترکوں کو یہ عزت نصیب ہوئی ہے۔" اسلامی ممالک میں قرآن شریف کا اب تک ادب و احترام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب کمرہ عدالت میں قرآن شریف لاتے ہیں، تو حاکم اور تمام عملہ عدالت ادب و احترام کے لئے ایستادہ ہو جاتے ہیں۔ تمام اسلامی ممالک میں قرآن مجید کا اسی قدر احترام و ادب کیا جاتا ہے۔ البتہ ہندوستان میں یہ صفت محمودہ مفقود ہے۔

ہم گوشہ نشینوں کو، ان لوگوں کو جنہوں نے ماسوا اللہ سے رشتہ منقطع کر لیا ہے، کہا جاتا ہے کہ

روزِ مملکت خویش خسروان آمد گدائے گوشہ نشین تو محافظ محروش
ہماری کسی بات کی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہمارے اقوال کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ شاید دنیا و اے بھول چکے ہیں کہ خدا سے برتر اور اس کے بندوں میں کیا کیا طاقت موجود ہے یا دیکھو کہ درویش کی صدا مافی جاتی ہے۔ اگر پہلے نہیں سنی جاتی تو اب سنی جائے گی۔ ہمارے مسلمان بھائی حکومت سے صرف یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے مقامات مقدسہ اور ان سے چھینے ہوئے ممالک واپس دیدیے جائیں۔ ہمیں تو خیال تھا کہ حکومت والے دنیا کے عجب و عزیز کو بھلا کر اخلاق سے کام لیں گے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا۔ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ حکومت و اسکے سچی بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہمارا حق

سے کہہ دو کہ ہم تیری دنیاوی سلطنت سے نکل کر اپنے خدا کے گھر میں آگئے۔ یہاں تیرا حکم نہیں چل سکتا۔ اب یہیں اس گھر سے کوئی نہیں نکال سکتا ۛ

میں بھی مسجد میں جا بیٹھوں گا۔ اور اعلیٰ کلمۃ الحق کے فرائض بجالاؤں گا۔ کون ہے جو مجھے اپنے خدا کے فرمان سننے سے روک سکیگا؟ کون ہے جو نام حق بلند کرنے میں مانع ہوگا؟ میں اکیلا نہیں ہوں۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان اور تیس کروڑ ہندو میرے ساتھ ہیں۔ مجھے کیا خطرہ ہے! میرا مولیٰ، میرا خالق، میرا رازق، میرا حافظ و ناصر ہے۔

مسلمانو! عالی مرحوم فرماتے ہیں:

کوہ و دریا جن کے پتے تھے نہ ہرگز سب راہ وہ ارادے کیا پھٹے؟ اور وہ عزیمت کیا ہوئی نیز فرماتے ہیں:

ہم ہی ہیں اے آریز دست! ان سواؤں کے سپتو جن کی جوالاں گاہ تھی تا تار سے تازہ نجہ بار میسور و نیل گری سے لیکر تمام ملک دکن، کشمیر اور تبت تک۔ کلکتہ سے افغانستان بلوچستان تک۔ ملک سندھ سے چین تک ہندوستان کے شمال سے جنوب تک۔ مشرق سے مغرب تک۔ تمام ملک میں میرے یار ان ملکیت موجود ہیں۔ میری آواز کو ایک آواز کہہ جائے۔ یہ ایک قوم کی، ایک جمعیت کی آواز ہے۔ میں ان تمام علاقوں میں تبلیغ اسلام کی خدمت ادا کرتا رہا ہوں اور انشاء اللہ اس فرض کو پورا کرتا رہوں گا۔

حضرات! مانگنا کسی مذہب میں مجرم نہیں ہے۔ لیکن ہم مانگتے ہیں تو مجرم بنائے جاتے ہیں۔

نہ ترپنے کی اجازت سے نہ فریاد کی ہے گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی سے صیاد کی ہے

مذہبوں نے وعدوں پر اعتبار کیا

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے گر اس پر بھی نہ سمجھے تو پھر اس بُت سے خدا سمجھے

ہم نے لایہ جارج سے نہیں کہا تھا کہ کوئی وعدہ کرے۔ ہم نے حکومت برطانیہ کو مجبور نہیں کیا تھا۔ اس وقت تو برضا و رغبت تمام قوم کی طرف سے وعدے کئے جاتے تھے۔ اب اپنے موعید کا یہ شتر کیا جاتا ہے۔ اس وعدہ خلافی نے ہمیں بد دل کر دیا ہے۔

حکومت والو! تم ہم سے سب کچھ چھین لو۔ ملک چھین لو۔ جان چھین لو۔ لیکن دل کو کون چھین سکتا ہے ہم دل سے مخالفت کریں گے۔ ہم دل سے دعائیں مانگیں گے۔ تم کو دوسرے کی آنکھ کا تینکا شہتیر نظر آتا ہے، لیکن اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے۔ ہم کہے دیتے ہیں کہ ہماری دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ہم انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

حضرات! میں چاہتا تھا کہ اپنا اکمال نامہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے پیش نہ کروں لیکن آج بامر مجبوری اپنے متعلق چند الفاظ کہنے پڑ گئے۔ اب چونکہ نماز جمعہ کا وقت قریب ہے۔ اور ہمارے عزیز مہمان شوکت علی صاحب نے اس گاڑی سے لاہور واپس جا رہے، اس لئے میں اپنی تقریر کو سلطنت عثمانیہ کے لئے دعا پر ختم کرتا ہوں۔

كَرَبْنَا نَقَبَكَ وَمِنَّا اِمْلَكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط (ترجمہ) اے ہمارے رب ہم سے متبول فرما بے شک تو ہی سننے جانے والا ہے۔)

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آئیں باد!!

اور لاتعداد درود و سلام بروح پرستوج طہار مظهر منور مقدس سرور کائنات منور موجودات
شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ السلام اور اصحاب و سلم دُعا ابداً
کثیراً کثیراً جس آفتاب ہدایت کے صدقے تمام اہل ایمان کو نور ایمان نصیب ہوا۔

انسان پر خداوند عظیم الاحسان کے اس قدر انعام و احسان ہیں کہ ان کا شکر بجا لانا
تو درست ہے، اگر انسان تمام عمر ان کے شمار کرنے میں صرف کرے، تو بھی ان کو شمار نہیں کر سکتا۔
وَإِن لَّعَدُوُّ الْغَنَمَةِ اللَّهُ لَا تَحْصُوهَُا (ترجمہ) اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکتے
نقص صریح اس پر شاہد ہے۔ انسان محدود علم و عقل و عمر سے اس بات کے باطل ناقابل ہے۔ ۵

فضل خدا سے اگر تواضع شمار کر دو یا کثرت اگر شکر کیے از ہزار کرو
یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام، الطاف و نوازش اپنے بندوں پر بے مثال و بغیر
ہیں۔ مگر سب سے اعلیٰ درجے کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر عنایت کی وہ یہ ہے کہ
اپنے محبوب رحمۃ اللعالمین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے متمیز
علاقے سے ہمیں مریزین و ممیز فرما کر یحییٰ کلمہ اللہ اپنا محبوب ہونے کا رتبہ ہم کو عطا کیا۔ اور نور
ایمان و یقین سے ہمارے دل و دیدہ کو منور فرمایا۔ انسان عاجز انسان مولیٰ کریم کی کسی ایک
نعمت کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر غلامی محبوب لب العالمین ایسی نعمت ہے
کہ اگر بندہ تمام عمر ہر مریز و مریبان بن کر اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے، تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔
اس نعمت کے مقابلے میں باقی تمام انعام و نسیج اور بے حقیقت ہیں۔

حضرات علمائے کرام و صوفیائے عظام! فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔
اپنی تمام عمر صوفیائے کرام اور درویشان عظام کی خدمت کرنے میں فقیر نے صرف کر دی
اور اس خدمت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ اور جو کام کیا خالصاً لوجہ اللہ کرتا رہا جس لائق
خدا کی خدمت ان کو خدا کی محبوب مخلوق سمجھ کر محض خداوند عالم کی خوشنودی کے لئے کی کیونکہ
طریقت بجز خدمت خلق نیست بر تسبیح و سجادہ و دلق نیست
اس مالک خالق ہر دوسرا کا بے حد شکر ہے کہ اس نے فقیر کو اپنے کمال لطف و عنایت
سے علمائے کرام، دار ثمان حضرت سرکار کائنات کی مقدس مجلس میں اس خدمت جلیلہ کے لئے

خطبہ ہندوستانی کا نفرنس مراد آباد

کل ہندوستانی کانفرنس جمعیتہ العلماء ہند کا اجلاس حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی
صدارت میں ۱۷ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد (پٹی) میں منعقد ہوا تھا۔ حضور نے فی البدیہہ
خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جسے بعد میں طبع کیا گیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ • الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسَبِّحُهُ وَنُتَعَفِّرُ بِهِ وَنُؤْتِيهِ مِنْ بِيِهِ وَنُتَوَكِّلُ عَلَيْهِ • وَلَعُوْذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهِ
أَلْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا • فَمَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ
يُضِلِّهِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ • وَنُشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَنُشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ •

(ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا • سب تعریفیں اللہ کے لئے ہم اسی کی
حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور معافی کے خواستگار ہیں اور ہم اس پر ایمان لاتے
ہیں اور اس پر توکل کرتے ہیں۔ اور ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کے ساتھ اپنے نفسوں کی برائیوں سے
اور ہرے اعمال سے پس جس شخص کو اللہ ہدایت فرمائے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس
کے لئے وہ گمراہی پیدا کرے اس کے لئے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور ہم گواہی دیتے
ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور ہم گواہی دیتے
ہیں کہ ہمارے سوا اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں •

اقبال بعد خالق ارض و سما ملک ہر دوسرا بے شمار حمد و ثناء کے لائق ہے کہ جس
لئے اپنی عنایت بے غایت سے انسان کو حکم آیت شریفہ وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ خَلَقْنَا
اَشْرَافَ الْمَخْلُوقَاتِ سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے عشق و محبت کی آتش اور معرفت اسرار و حقائق کی
مقدس امامت اس کے سینے میں ودیعت کر کے اس کو اپنا خلیفہ زمین میں مقرر فرما کر تمام مخلوق کو اس کا
تابع فرمان بنایا۔

بخش دیگا۔ اور اللہ بخشے والا مہربان ہے۔ سبحان اللہ کیا کیا برکتیں صاحبِ دل اہل بصیرت احبنا کو اس مقدس مذہب میں نظر آتی ہیں۔

اربابِ علم پر یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کا مقابلہ کیا اور اس کی اشاعت میں مخالفت کی، یا اس کو مٹانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر انہی سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام لیا۔ یہی وہ الہی مذہب ہے جس کے لئے قرآن پاک میں حکم ہے۔ یُرِیدُ دُونَ یُطْفِئُوْا اَنْوَارَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰہُ مُسْتَعْمِلٌ لِّوَرُوحِ الْکَافِرِیْنَ۔ (ترجمہ۔ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے لوگوں اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل فرمائے الایہ۔ اگرچہ کافر زبانیں)۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خدزن بھونکوں سے یہ چراغ بجایا نہ جائیگا
حضرات! آج سب سے شتر کئی دفعہ مخالفین و معاندین اسلام نے اسلام کو مٹانے کی کوششیں کیں۔ بادشاہوں کو مٹایا، سلطنتوں کو برباد کیا، کتب خانوں کو جلا دیا۔ مگر خدا عالم کے محبوب کا مقبول و برگزیدہ مذہب ویسے کا ویسا قائم رہا۔ اور ناقیامت قائم رہے گا۔ زمانہ گذشتہ میں بے شمار مصائب اہل اسلام پر آئے، مگر وہ خطرات موجودہ زمانے میں اسلام اور اہل اسلام پر ٹوٹ رہے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بہت سا وقت چاہیئے۔ ایک مصیبت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری آمو جو ہوئی ہے۔ ایک بلا ابھی سر سے ٹپکی نہیں ہوئی کہ دوسری آدہاتی ہے۔ الغرض مسلمان فی زمانہ بنا ہر طرح سے ہدفِ ناوک مصائبِ آلام اور نشانیِ تیرِ رنج و بلا بنے ہوئے ہیں۔

حضر امت! حالاتِ زمانہ حاضرہ کو آپ بالتفصیل جانتے ہیں۔ ان تمام واقعات کو آپ کے ذہن و مفضل بیان کرنا سوائے قضیع اوقات کے اور کچھ نہ ہوگا۔ مگر فقیر مجھلا چند ایک اوقات بیان کرے گا۔ اور نیز وہ تجاویز بیان کرے گا، جن سے ہماری حجت کی بہتری اور تنظیم ہو سکتی ہے۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ واقعات آپ کی خدمت میں پیش کئے جائیں، فقیر مناسب سمجھتا ہے کہ اسلام کی حقانیت کے چند دلائل سے حضرات کے سامنے پیش کرے

سرفراز فرمایا۔ یہ عزت جو خداوند کریم نے اس فقیر کو عطا کی، اور یہ احسان جو فقیر کے حال پر کیا، اس کا شکر ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔

عذرِ شکر نعمت ملے تو چند انکے نعمت ہائے تو

اراکین آلِ انبیائستی کا نفرض کا بھی فقیر تو دل سے شکر یاد کرتا ہے کہ انہوں نے اس فقیر کو اس منصبِ جلیلہ کے لئے منتخب فرمایا۔ کیونکہ جبکہ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ آپ صاحبان نے جو اس فقیر کی عزت افزائی کی اور جو اہم خدمت اس فقیر کے سپرد کی، اس عزت افزائی کے لئے فقیر آپ سب صاحبان کا تہ دل سے مشکور اور مرہونِ منت ہے۔

مذہبِ اسلام

حضرات! صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خداوندِ دو عالم کا پسندیدہ اور مقبول ہے جس پر اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ مَرْتَباً (دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے) کی آیت پاک شاہد ہے۔ یہ وہ مقبول اور برگزیدہ مذہب ہے جو خداوند کریم کے فرمانِ عالی شان وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (ترجمہ۔ اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ہے) سے ظاہر ہے۔ یہ وہ پاک اور مقدس مذہب ہے جس کی پیروی کے بغیر کوئی عبادت کوئی دعا مقبول نہیں ہوتی۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یَّکْفَلَ مِنْہُ (ترجمہ۔ اور جو اسلام کے علاوہ کسی دین کا متلاشی ہے اس سے وہ مقبول نہیں کیا جائے گا) آیت پاک شاہد ہے۔ سجدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

خلافتِ پیغمبر کے رہ گزیدہ کہ ہرگز بہ منزلِ سخاوت رسید

یہ وہ طیب مذہب ہے جس کی حفاظت کا خداوند عالم خود ذمہ دار ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَٰحٰ فٰظُوْنَ (ترجمہ۔ بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں)۔ اس پر شاہد ہے۔ یہ وہ پاک مذہب ہے جس کے غلاموں کو پروردگار نے اپنا محبوب بننے کی اور تمام گناہوں سے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ اٰیٰتِ مُبٰرکہ ہے اَقُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ترجمہ۔ اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھیگا اور تمہارے گناہ

کہ اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں جس کے باعث پارلیمنٹ کو لاپرواہی یا تو اس قانون میں ترمیم کرنی پڑتی ہے یا اس کو منسوخ کرنا پڑتا ہے۔ اتنے بہت سے اشد مذاہبوں کا بنایا ہوا قانون ایک سال نہیں چل سکتا۔ مگر فقیر نے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اجماعی شخص تھے، عرب کے ریگستان میں طبعاً کہ ایک قانون بنایا جس کو تیرہ سو برس کا عرصہ گزر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں لگی۔ بلکہ وہ ہر زمانے کے لئے باطل موافق و مطابق ہے اس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ قانون خدائی قانون ہے اور وہ مذہب اسلام ہے جو خدا کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔

(۲) منقول میں ایک دن کاؤنٹیس سیدی ایک فقیر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے دنیا کے تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اگر کوئی مذہب سچا ہے تو مسلمانوں کا ہے۔ فقیر نے کہا کہ ”تم اتنا اقبال کر لینے سے نصف مسلمان تو ہو گئیں“ اس نے دریافت کیا کہ ”شاہ صاحب دکن طرح“ فقیر نے جواب دیا ”اسلام کے دو بڑے اصول ہیں۔ اول دل سے یقین۔ دوسرے زبان سے اقرار کرنا۔ آپ نے دل سے تو یقین کر لیا کہ اسلام سچا مذہب ہے مگر دل سے نصف مسلمان ہو گئیں۔ اب اگر زبان سے بھی اقرار کر لو تو پوری مسلمان ہو جاؤ گی“ میم صاحبہ نے کہا کہ ”اگر میں مسلمان ہو تو میرا صاحب کیا کرے گا“ فقیر نے کہا کہ ”صاحب مرے گا تو اپنی قبر میں جائے گا۔ تم مرے گی تو اپنی قبر میں جاؤ گی“ نیز فقیر نے کہا کہ ”تم پھر کسی وقت غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آنا تو فقیر تمہیں کچھ بتائے گا“ اس نے کہا ”میں اب بھی غسل کر کے اور پاک کپڑے پہن کر آئی ہوں“ فقیر نے اسی وقت اس کو مکمل شریف کی تلقین کر کے داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کر لیا۔ وہ اسی وقت سے ایسی ہی مسلمان بنی کہ اسی دن سے اس نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اور تمام ارکان اسلام کی پابندی اور تہجد گزار ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔

پھر اس کی برکت سے اس کے شوہر نے بھی مذہب اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ اس کو دو سال تک آریہ لوگ و غلامتے رہے تھے۔ اس کے بعد وہ صاحب بھی ایسا پکا مسلمان بن گیا کہ مبلغ کا کام کرنے لگا۔ چنانچہ ایک روز ایک اور انگریز ڈاکٹر کو جو کھوکھو کھا روپے کا مالک تھا فقیر کے پاس منگوا رہی ہے کہ آیا۔ اس ڈاکٹر نے بھی اسلام کی تعریف کی، اور وہی الفاظ دہرائے جو میم صاحبہ نے کہے تھے۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد فقیر نے اس کو بھی مکمل شریف پڑھا کر حلقہ ذکر میں

حضرات! دنیا میں جو سب سے سچا مذہب ہے وہ اسلام ہے۔ فقیر اس لئے یہ بات نہیں کہتا کہ فقیر ایک مسلمان ہے یا مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہے۔ بلکہ حقیقت الامر بات یہی ہے۔ اگر ان خود دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہو۔ نہ کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اگرچہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کو سچا تصور کرتا ہے، اور اسی واسطے اس کا پیرو ہوتا ہے۔ مگر اس کی مثال یوں سمجھئے کہ

ہزار آدمی کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں کانچ کا ایک ٹکڑا ہے۔ سوائے ایک آدمی کے جس کے ہاتھ میں الماس کا ٹکڑا ہے۔ الماس صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے، باقی سب نے کانچ کے ٹکڑے کو الماس سمجھ کر کپڑ رکھا ہے۔ ہر ایک خیال خود یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں الماس ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح الماس یعنی سچا مذہب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور کانچ کے ٹکڑے یعنی مذاہب باطلہ باقی سب لوگوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان سب اہل مذاہب سے اگر درپردہ دریافت کیا جائے تو سب یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اگر دنیا میں کوئی سچا مذہب ہے تو اہل اسلام کا ہے۔ کیونکہ جو جو خوشیاں اور جو برکتیں مذہب اسلام میں ہیں وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔

(۱) فقیر کو اس پر ایک مہر انا واقعہ یاد آیا۔ کرنل ہارلڈ صاحب لاہور میں ڈاکٹر کھرکھکھ تعلیمات پنجاب تھے۔ انہوں نے اپنے ایک مرشدہ و شیخ عزیز الدین سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس اسلام کے سچا مذہب ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کوئی عالم یا مولوی نہ تھا۔ پھر بھی جو دلائل وہ پیش کر سکتا تھا اس نے پیش کئے۔ مگر ہارلڈ صاحب نے کہا ”اؤ میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کئی سو ممبران ہیں۔ جو سب کے سب بڑے لائق و فائق، مدبر، عاقل، تجربہ کار اور عالم ہوتے ہیں۔ یہ صدر ممبران پارلیمنٹ کامل غور و خوض اور بڑے تفکر و تدبیر کے بعد مدتوں میں اپنے ملک کے لئے ایک قانون بناتے ہیں۔ مگر اس قانون کو جاری ہونے سے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا

کا تجربہ کر چکا ہے۔ نماز تراویح میں کئی دفعہ یہ واقعہ گزرا کہ فقیر کو نیند سے بخودی آگئی۔ اس غنودگی کی حالت میں بھی قرآن شریف کے الفاظ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھا نہ ہوتا تو نیم ہوش کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔

قرآن شریف کے حروف پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو۔ رکوع پانچ سو چالیس سو تین ایک سو چودہ۔ کیا تھ چھ ہزار چھ سو چھ ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب الایہات بتا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتاب کے اتنے حروف ہیں؟ کیا کوئی مذہب والا اپنی کتاب اول سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سنا سکتا ہے؟ ہمارے ملکوں میں تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں، جو کلام اللہ کے حافظ ہیں۔

(۵) جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دو زبانیں مروج تھیں۔ ایک عبرانی جو انجیل کی زبان تھی۔ دوسری سریانی جو تورات شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر سلام کے سچا ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اٹھالیا، بلکہ ان کی زبانوں کو بھی اٹھالیا۔ آج ان تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب ان تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے۔ اور عربی زبان ہی کا دورِ قدرہ ہے۔ جو قرآن مجید کی زبان ہے۔

(۶) جب دنیا میں قرآن شریف نازل ہوا تو تمام ہندوستان، سوم، بھارت، ایشیا میں ہنسکرت بولی جاتی تھی۔ اب اس تمام علاقے میں واحد گھڑی نہیں ہے، جہاں سترہ زبان بولی جاتی ہو۔ بلکہ اس زبان کو سمجھنے والے آدمی بھی خال خال ہی نذر آہیں گے اگر کوئی کتاب تمام دنیا کی اصلاح کا دعویٰ کرتی ہے تو وہ صرف قرآن پاک ہے۔ کوئی اور کتاب تمام عالم کی اصلاح کا دعویٰ ہی نہیں کرتی۔

(۷) کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اہل ہندو کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے۔ نہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کتابیں جن کا وہ آسمانی ہونا بیان کرتے ہیں، کب کس جگہ اور کس پر نازل ہوئیں۔ اس وقت کون تو میں آباد تھیں۔ اور کون سی مخلوق دنیا میں موجود تھی۔

(۸) قرآن شریف کی بکیتیں اور رحمتیں اتنی ہیں کہ انسان کے احاطہ شمار سے باہر ہیں۔

بٹھایا اور سلسلہ عالمی نقش بند یہ میں اُخل کر لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ ایسا سچو ہوا کہ تین گھنٹے تک بیہوش پڑا رہا۔ اتنے میں خان بہادر سلیمہ حاجی محمد اسماعیل صاحب ایک لمبی ہمراہ لے کر آئے۔ اور اس کو ڈاکٹر صاحب کی حالت دکھا کر کہنے لگے ”اگر تم اس کو اس وقت ہوش میں لے آؤ تو میں تمہیں ایک سو روپیہ انعام دیتا ہوں۔“ بھلا وہ کیسے اس وقت اس کو ہوش میں لاسکتا تھا۔ ع۔

یہ وہ نشر نہیں جسے ترشی آثار دے بیٹھ صاحب موصوف نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ ”نہایت افسوس کی بات ہے کہ تمہنگ، دھوڑہ جیسی چیزوں کی تاثیر تو مانتے ہو۔ مگر خدا کے نام میں تاثیر کو نہیں مانتے؟“ وہ صحت شرمندہ ہوئے۔

(۳) شام کے وقت اور بالعموم نماز مغرب کے بعد لاہور اور دوسرے شہروں کی مسجدوں کے دروازے پر جا کر دیکھو۔ جب مسلمان نماز پڑھ کر باہر آتے ہیں تو اہل ہندو کی بیسیوں عمرتیں اپنے بیمار بچوں کو گود میں لئے دم کرانے کے واسطے دروازوں کے باہر کھڑی نظر آئیں گی۔ یہ عمرتیں جاتے وقت مسلمانوں کے جوتے اُتارنے کی جگہ کی خاک لیکر اپنے غلوں پر تھپتھپاتے بچوں کے منہ پر پڑتی ہیں۔ اور یہ یقین کرتی ہیں کہ مسلمانوں کے جوتوں کی خاک میں بھی شفا ہے۔ اگر وہ اسلام کو سچا سمجھتیں تو ایسا کیوں کرتیں۔

(۴) اور سنئے۔ انگریزوں کی آمد کے ابتدائی زمانے میں ولایت سے ایک پادری آیا۔ اور ہمیں میں ہزاروں قرآن مجید خریدنے شروع کر دیے۔ ایک مولوی صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ ترکیوں قرآن شریف خرید رہا ہے۔ اس نے کہا ولایت سے حکم آیا ہے کہ جتنے قرآن قرآن ہندوستان میں ہوں سب حاصل کر کے انھیں نیست و نابود کر دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا تو دیوا ہے۔ ہمارا قرآن شریف ان کا غدو پر نہیں ہے۔ ہمارے لوں پر لکھا ہوا ہے۔ ہمارے دس دس سال کے بچوں کے سینوں میں لکھا ہوا ہے۔ تم اگر لکھو قرآن شریف مسند میں غرق کر دو، تو میری ہمارے قرآن شریف کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہو۔ ہم ایک دن میں لکھو قرآن شریف پھر لکھ سکتے ہیں؟

کیا دنیا میں کوئی اور مذہب ہے، جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ان کی کتاب اول سے آخر تک سچا کو یا ہو؟ فقط کلام پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپ کے سامنے ہے۔ جو بار بار اس کی صداقت

ایک مقدس مسئلہ ہے، اس لئے خلافت کے برقرار رکھنے کے لئے ہر جائز و ممکن کوشش کرنا مسلمان کا مقدس فرض ہے۔

چنانچہ لکھنؤ کا روپیہ اس مقصد کے لئے فراہم کیا گیا سینکڑوں مجلسیں قائم کی گئیں۔ لکھنؤ، عطا اور تقریریں کی گئیں۔ گریہ وزاری، الحاح و تضرع سے بارگاہ رب العزت میں التجائیں اور دعائیں کی گئیں۔ غیر متعلیٰ کریم جو شش میں آئی اور مصطفیٰ کمال پاشا نے اناطولیہ میں نوجوان ترکوں کی جماعت کی مدد سے ایک خود مختار ترکی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور دؤل یورپ کے پنجوں سے پہلے تو خلیفہ اسلام اور مقام خلافت کے رہا کرنے کی کوشش کی۔ اور دوسرا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ مگر خدا جانے کہ اس کو کیا منظور ہے، کہ ایک طرف تو تمام عالم اسلام میں خلیفہ کے تقرر اور خود مختاری کے لئے شور برپا تھا اور دوسری طرف ترکان احرار کی اسی مجلس نے سال گزشتہ خلیفہ اسلام کو ملک بدر کر دیا۔

ارباب علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ انھی ترکوں کے آباؤ اجداد نے جب خلافت عباسیہ کو بغداد سے مٹایا تو وہ بُت پرست تھے۔ نوشت و خواندہ سے بالکل بے بہرہ اور اخلاق و آداب سے بالکل معرت تھے۔ اول درجہ کے ظالم اور سفاک تھے۔ انھوں نے علمائے اسلام اور صوفیائے عظام کو حین جن کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غیرت جوش میں آئی تو کیا ہوا؟ ترک دو صوفیائے کرام خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد در بندہ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے دربار میں لائے۔ ان کو سخت عذاب دیا گیا۔ مگر یہ مقبولان بارگاہ ایزدی رحمۃ اللعالمین کی شان میں جلوہ گر تھے، اس لئے ان کے ذریعہ باطن سے ترکوں کے دلوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور محکموں کے سچے مذہب نے بُت پرست حاکموں کو ایسا محسوس ہو گیا کہ ان کو سوائے مذہب اسلام کو قبول کرنے کے اور چارہ باقی نہ رہا۔ صبحان اللہ! اسلام میں وہ جذبہ اور شش ہے کہ جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے، بالآخر اسی کو اس کا دل دواہ اور شقیہ ہونا پڑتا ہے۔

ایسا ہی حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ہے۔ کہ معاذ اللہ گھر سے تو وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے اور نور خداوندی کو بجھانے کے لئے حاضر

گرمشتے نمودار از خوارے، فقیر و دین آپ کے نعروں بیان کرتا ہے۔

(الف) تیزے تیز تلوار فقیر کے پاس لائیں۔ فقیر قرآن پاک کی آیت شریف پڑھ کر اس پر دم کر دے گا، اور وہ اسی کند ہو جائے گی کہ انسان کا بال تک بھی نہ کاٹ سکے گی۔
(ب) کسی شخص کو اگر باؤ لے کئے نے کاٹا ہو تو اس کو فقیر کے پاس لاؤ۔ فقیر قرآن مجید کی آیت پڑھ کر گسیلی مٹی پر دم کر کے اس شخص کے بدن پر لے گا، تو اس مٹی میں سے جس رنگ کا کتا تھا، اسی رنگ کے بالوں کی صورت میں باؤ لے کئے کا نہر باہر نکلے گا۔ اور گ گزیدہ فضل آپہ سے بالکل نذر دست ہو جائے گا

(ج) تین ماہ کا عرصہ ہذا فقیر ریاست رام پور گیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ میری عورت کو سات دن سے دروازہ ہو رہا ہے۔ تمام ڈاکٹر اور دانیائیں عاجز آگئے ہیں۔ نہ وہ مرنے ہے نہ اس کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ سب نے مایوس ہو کر اسے لا علاج بتا دیا ہے، فقیر نے اپنے پاس سے تین کھجوریں لے کر ان پر قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر، دم کر کے اس کو دیں۔ اس کی فقیر کو اپنے پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت تھی۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ شخص دوڑتا ہوا آیا اور مبارکباد دی کہ خدا کے فضل سے بچہ ہو گیا محض کلام آپہ کی برکت سے ایسا ہوا۔

(د) کسی شخص کا لڑکا گم ہو جائے، تو فقیر مٹی کے تین ڈھیلوں پر قرآن شریف کی ایک سورہ پڑھ کر دم کر دے گا۔ وہ مفقود الخیر پھر اگر خدا سے تعالیٰ کو منظور ہوا تو آٹھ دن کے اندر ہی گھر واپس آجائے گا۔ صدقاً مرتبہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ جب یورپ کی آتش نے سلطنت عثمانیہ کو **حالات حاضرہ** جو اس وقت حرمین الشریفین کے خدام اور خلافت کے متحمل تھے اگیر ایک سال کی جنگ کے بعد آخر ترکوں کو شکست ہوئی اور سلطان اعظم خلیفہ اسلام یورپی دؤل کے ماتحت ایک کٹھن پتی سا ہو گیا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں عموماً اور سندھوستان میں خصوصاً کٹھن سے اس کی ماری ہوئی، اور پشاور سے کلکتہ تک، ایک شور و برپا ہو گیا کہ دؤل یورپ نے اسلام اور خلافت اسلام کے مٹانے میں کوئی رقیقہ باقی نہیں رکھا۔ چونکہ خلافت اہل اسلام



نے اس طرف توجہ کی۔ اور بہت جلد کئی انجمنوں نے فتنہ ارتداد کے سرِ باب کرنے کا ہتھیار لیا۔ اور سرگرمی سے شدت ملی اور سنگٹھن کے خلاف کام شروع کر دیا۔ بھولے بھالے مسلمان ملکوں کو غیر مذہب لوگوں کی چالاک اور عیاری سے مطلع کیا گیا۔ ان کو اسلام کے اصولوں کی حقانیت اور تقدیس سے آگاہ کیا گیا۔ مبلغ مقرر کر کے دینی مدرسے کھولے گئے۔ مدرس مقرر کئے گئے مساجد اور چاربات کی تعمیر کی گئی۔ شفا خانے بنائے گئے۔ اور مسلمان بچوں کو ضروری ارکان اسلام کی تعلیم اور تلاوت قرآن پاک کی تعلیم دینی شروع کی گئی۔ الحمد للہ کہ اس کام میں خدا کے فضل سے اس قدر کامیابی ہوئی کہ اس کا شکر ادا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

انجمن خدام الصوفیہ علی پور سمیدان ضلع سیالکوٹ کے اراکین نے اس مقدس کام میں جس قدر حصہ لیا۔ اور جو کام کر دکھایا۔ وہ آبِ زر سے کھنڈے کے قابل ہے۔ اور صفحہ روزگار پر تا ابد ویرشاں رہے گا۔ انجمن کے مدارس میں سے دو عدد مدارس علاقہ کشمیر میں، دو عدد علاقہ جموں میں، دو عدد علاقہ ریاست بڑودہ میں، باقی ۳۴ مدارس علاقہ آگرہ، متھرا، دہلی، ایٹہ، بلند شہر، گرگا نواں، علی گڑھ، فرخ آباد وغیرہ میں ہیں۔

خداوند تبارک و تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ آریہ سماجیوں کو ان کے اس کام میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اور سال گزشتہ تو وہ بالکل بایوس و ناکام ہو کر واپس چلے آئے تھے اور اپنی غلطی پر نادام تھے۔ مگر حضرات اہل اسلام اور اسلام کی یہ کامیابی محض تائید خداوندی اور فضل الہی پر منحصر تھی۔ ان کے مقابلے میں ہمارے پاس کوئی طاقت نہ تھی۔ اس لئے یاد رہے کہ ہمیں اپنی کامیابی اور آریہ سماجیوں کی ناکامی پر جو حکم قائل جائے الحق و نہ الحق الباطل و ترجمہ فرمائیے کہ حق آیا اور باطل ختم ہو گیا۔ ایک خدائی حکم کے ماتحت ہے، پچھول کر اس نیک کام کی اشاعت اور تبلیغ کو بند نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اور مسلمانوں کا ہر فرد اس کا مبلغ اور اشاعت کنندہ ہے۔

آپ کو بخوبی علم ہے کہ گزشتہ ماہ فروری ۱۹۲۵ء میں آریہ سماجیوں نے متھرا



تھے، مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہی حضور کی ایک نظر سے شیعہ منہ پر گئے۔ اور اسلام کی وہ وہ خدمات کیں جن کو مخالفین اور معاندین بھی تسلیم کرنے پر مجبور رہیں۔ اسی طرح ابھی ترکوں نے مسلمان ہو کر مشرقی یورپ کا اکثر حصہ فتح کر لیا۔ اور مسقطیہ کو فتح کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور پیش گوئی پوری کر دکھائی۔ اور بعد میں خادم خلافت بن کر سینکڑوں سال تک حرمین الشریفین کی خدمت کرتے رہے۔ مولیٰ کریم کے فضل و کرم سے فقیر کو اب بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی پاک بندے کے طفیل اسلام اور اہل اسلام کے ان تمام مصائب کو بھی دور کرے گا۔

شہر خالی ست ز عشاق مگر از طرفے مرے از غیب برون آید و کالے بکند

ابھی خلافت کا زخم دلوں میں تازہ تھا کہ اہل ہندو کے تمام فرقوں نے مل کر ایک سنگٹھن کی بنیاد رکھی جس کی غرض دعائیت یہ ہے کہ پرستار ان توحید اور غلامان اسلام کو جاؤہ حق سے منحرف کر کے ان کو شدھ یعنی مرتد بنایا جائے۔ اور معاذ اللہ اسلام اور حلقہ بگوشان اسلام کا نام تمام ہندوستان بے مثا یا جائے۔

ہر بلائے کو آسمان آئید خانہ انوری بھی جوید

چنانچہ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا کہ لائسنسی رام صاحب سابق مینجر گورنمنٹ کالج نے جو بڑے پکے اور متعصب آریہ سماجی ہیں، آگرہ میں ایک مرکز قائم کیا۔ اور مسلمان ملکوں کو مقدس مذہب اسلام سے منحرف کرنے کے لئے بہت سے پرچارک مقرر کئے۔ روپیہ کا لالچ اور ڈرانے دھمکانے کے حربے استعمال کئے۔ ملکوں کو ہندو بنانے کے لئے لکھو کھا روپے جمع کئے گئے جس میں اہل ہندو کے تمام طبقوں نے، راجہ سے لیکر دہقان گنوار تک نے، حصہ لیا۔

جو مذہب غریب مسلمان ملکوں کو دیا گیا وہ ناقابل بیان ہے کسی کو طبع زر سے منحرف کرنے کی کوشش کی گئی کسی پر ناجائز دباؤ اور رعب ڈالا گیا کسی کو قرقی، نیلامی اور قید کی دھمکی دی گئی۔ ماؤں کو بچوں سے اور بچوں کو ماؤں سے، خاوند کو عورت سے اور عورت کو خاوند سے علیحدہ کرنے کی سعی کی گئی۔ مگر خدا کا احسان اور فضل ہے کہ چند اہل دروہل اسلام

یَا لَلْعَجَب! بڑی دور کی سوچھی حقیقت یہ ہے کہ ہندو، خواہ وہ ہندوستان میں ہو یا جلاوطن ہو، اس کے دل میں یہی خواہش موجزن ہے کہ جس طرح ہو، ہندوستان سے مسلمانوں کو ادران کے مقدس مذہب اسلام کو مٹا دیا جائے۔ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے یا ان کو گمراہ کر کے ہندو بنا لیا جائے۔ اور نہ اقلیت اندیش مسلمان گہری نیند میں موئے ہوئے ہیں۔ اولیٰ اپنے ماکل و انجام سے بالکل بے خبر ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمانہ کس طرف کو جارہا ہے اور وہ کہاں ہیں۔ زمانہ کی سنگت دو میں دیکھ کر قدرتی چھپے ہیں۔ نہ زمانہ ماضی سے پشیمان نہ حال کی پروا نہ فردا کی فکر۔ ایسی بے بسی کی حالت میں خدا ہی مقلب القلوب ہے کہ ان کے دلوں میں محبت اسلام بھر دے۔ ان کو فکر و فرا میں لگا دے۔ ان کو دینی و دنیاوی ضرورتوں سے آگاہ کر دے۔ اور پکا مسلمان بنا دے۔

دو سال کا ذکر ہے کہ جب فقیر بکلی سے واپس آ رہا تھا تو حکیم اجمل خان صاحب فقیر کو ملے۔ توفیق نے ان سے کہا کہ "لاہور میں جمعیتہ العلماء نے نومبر ۱۹۲۲ء میں بے چارے بے گناہ مولوں کے برخلاف غلط افواہوں کی بنا پر ہندوؤں کو بھجور مسلمان بنانے کا الزام لگا کر یہ تجویز پاس کی کہ مسلمان ہندو کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ زمان سے ہمدردی نہ ہے مگر یہ نہیں دیکھتے کہ آج ہندو بڑی بدستی غریب مسلمانوں کو راہ توحید سے پھسلا کر مرتد بنا رہے ہیں۔ آج تمہارے لیڈر ان ہندوؤں کے خلاف کیوں ریڈ ویشن پاس نہیں کرتے؟"

اہل ہندو کا اتفاق اور یکگاہی اور آپس کے تعلقات ایسے مضبوط اور استوار ہیں کہ وہ ایک کام کرنے کے لئے کئی سال پیشتر سے تیاری کرتے ہیں۔ واقعات ماضی اس پر شاہد ہیں کہ وہ مجبور مسلمانوں پر پہلے دستِ ظلم و تعدی دراز کرتے ہیں۔ ان کو تلوار بندوق کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور چونکہ ان کا نظام و اتحاد نہایت مستحکم ہے، اس لئے بعد میں خود کو مظلوم ثابت کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو جو کسی مرکزی انتظام سے وابستہ نہیں ہیں، ظالم، مجرم، بچور وغیرہ بنا کر ان کا چارہ ان کے سزائیں دلاتے ہیں۔ اہل ہندو صاحبِ زور ہیں۔ ان کے حکام زیادہ ہیں۔ حکومت کے ہر شعبے میں ان کا عنصر غالب ہے۔ تجارت تمام ملک کی ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اپنے زور، نواز، لحاظ سے مظلوم کو ظالم بنانے کے انصاف پروری نہیں جھننے دیتے۔ بلکہ اٹل غریب اور بیکس، جاہل اور بے علم، بے گناہ اور بے سہارا مسلمانوں کو اپنی ہر طرح کی جائز اور ناجائز سعی سے مجرم

میں دیانتدگی، جو اکریمت کا بانی تھا، سوٹا یا د میں ایک جلسہ کیا تھا۔ ہندوستان کے ہر گوشے سے اہل ہندو کے لیڈر ویاں جمع ہوئے تھے۔ جہاں اہل اسلام اور اسلام کو مٹانے، اور مسلمانوں کو ان کے مقدس اور پاک مذہب سے گمراہ کرنے کے لئے کئی پرشیدہ اور ظاہر کیسیاں کی گئیں۔ اسی مطلب کے لئے لکھو لکھا روپیہ جمع کیا گیا۔ معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں خفیہ سازشوں میں یہ جلیفیہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کم از کم پندرہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے جاوہر مستقیم سے پھسلا کر اسلام سے خارج کرے گا۔ اور ہر طرح کے ناجائز طریقے، روشنی کا لالچ، روکیوں کا جال، زر کے لالچ کو کام میں لایا جائے گا۔

اس لئے ہر مسلمان کو آئندہ کے لئے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ اپنے مذہبی اصولوں سے پوری پوری واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ پاک مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اپنے بچوں کو اصول اسلام اور حقانیت اسلام سے اچھی طرح واقفیت کرانا چاہیئے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلے کو جاری رکھ کر مخالفین و معاندین اسلام کی مدافعت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

ابھی کل کا ذکر ہے کہ اخبار تنظیم امرتسر اور اخبار زمیندار میں اور ان سے قبل اخبار لاپ میں ایک طویل مضمون لاہر ویاں ایم لے کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں ہر ویاں نے اسلام اور اشاعت اسلام پر نہایت کرکیک جملے کئے ہیں۔ اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم مضمون اسلام کی اشاعت اور اس کی تبلیغی تعلیم سے بالکل نادان واقف ہے۔ یا پھر تعصب کی پٹی نے اسے اندھا کر رکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ:-

"اہل ہندو کا اسلام سے ہرگز اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو ہر جائز و ناجائز کوشش سے ہندو بنا کر اہل ہندو کے کسی نہ کسی فرقے میں داخل کر لو۔ اور اس طرح سورا جیہ حاصل کر لو۔ اور بھارت ویش کو تمام غیر ہندوؤں سے پاک اور شُدھ کر لو۔ یعنی تمام غیر ہندوؤں کو نیست و نابود کر دو۔ اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو پہلے سورا جیہ حاصل کر لو۔ یہ سورا جیہ ریاست بہاولپور یا نظام حیدر آباد کا سامنہ ہو بلکہ کامل آزاد اور با اختیار ہو۔ اور ہندو ریاست قائم کر کے پھر عظمت کے رعب، جاوہر شمش کی تحریف، اور زر کے لالچ سے تمام مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندو بنا لو گے۔"

کریں۔ مومن کا کام یہ نہیں کہ ایک سوراخ سے دوبار ڈنک کھائے نمیش نہی کر لے۔

ہر چند آزمودم ازوے نبود سودم
(ترجمہ۔ جس نے تجربہ کر کے کام کی آزمائش کی وہ پشیمانی میں پڑا)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو بڑا اشتہار ہمارے مذہب میں ہے کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رخنہ اندازی برداشت نہیں کریں گے۔ ہم کسی شعار اسلام کو ترک کرنے کے لئے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے۔ وہ اتفاق وہ صلح جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہندو قوم ہماری سالہا سال کی آزمائش ہوئی ہے۔ ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھیں گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یگانگت کرے گی، بالکل فضول اور لا حاصل ہے۔

بمصدق

بایداں بدباش و بانیکاں نکو
جائے گل باش و جائے خار

اور

نکوئی بایداں کردن چہ ناست
ہمارا اولین فرض ہونا چاہیے کہ ہر جائز طریقے سے ہم اپنی حفاظت اور غیروں سے بچاؤ اور مدافعت کی کوشش کریں۔

افسوس کہ مومن، بھولا بھالامومن ان عیسائیوں اور چالاکیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاریخ داں اصحاب پر روشن ہے کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کن پاک نفوس کی بدولت ہوئی۔ سلطان محمود غزنوی رحمت اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت خواجہ مخدوم علی ہجویری رحمہ اللہ تشریف لائے۔ ان سے پیشتر ان کے پیر جہانی حضرت سید حسن زنجانیؒ لاہور میں رونق افروز تھے۔ ان کا بھی اہل ہندو نے سخت مقابلہ کیا۔ ان کو تکلیفیں پہنچانے کی بہت کوششیں کیں۔ مگر حضرت داتا صاحبؒ کے باطن میں نور نبوت سے نور ولایت موجود تھا۔ اس نور کے سامنے کوئی استدراج کہاں کا میاب ہو سکتا تھا۔ خدائی نور نے تمام دنیاوی ساحرانہ چراغوں کو بجھا دیا۔ اور حق باطل پر غالب آگیا۔ ازاں بعد حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین

بنائے اور سرائیمیں لوٹنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

سال گزشتہ کے واقعات سہارن پور، آگرہ، ملتان، دہلی، اجیر وغیرہ کے اس امر کی کافی شہادت ہیں۔ مگر مسلمان ہیں کہ ان کے کان پر جوں بھی نہیں رنگتی۔ وہ ہر طرح کی مراعات سے کام لیتے ہیں۔ انھوں نے اسلام کے بڑے سے بڑے دشمن کو بادشاہی مسجد کے منبر پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ اہل ہندو کی نعشوں کو کا ندھا دیا۔ ان کی دجوتی کی خاطر چند نام نہاد مسلمانوں نے اسلامی شعار و بیچہ کا ڈونا جازن تک کہنا شروع کر دیا۔ بلکہ تمام مسلمانان ہند نے محض اہل ہندو کے احساسات کا لحاظ کر کے کوئی گاٹے قربان نہیں کی۔ ادھر ہندو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان کو راہ ہمت سے منحرف کر کے مشرک اور کافر بنانے کے لئے سرتاپا کوشش کر رہے ہیں۔

اول تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پٹے اور مقتول ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی جگہ ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں، اور تمام لیڈر ان قوم ان سے مصالحت و مفاہمت کے لئے کوشش کرتے ہیں، تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پچانسی چڑھائے نہیں چھوڑتے۔ اور مسلمانوں کی سادہ دلی دیکھئے کہ کنکھل وغیرہ میں اہل ہندو نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کئے۔ حد یہ کہ بچوں کو زندہ جلا دیا۔ ڈپٹی کمشنر ضلع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا۔ اس پر چند اہل ہندو کو سزا ہوئی تو مسلمان لیڈر اسے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کر کے گورنمنٹ کو تار دیے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کر دے۔ سبحان اللہ!

صہ ہیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا

ہماری مروت اور احسان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو کمزور، بے کس اور بے بس خیال کر لیا گیا۔ اور سرے سے ہم کو ملک بدر کرنے اور ہمارے استیصال کے لئے منصوبے بنا کر کوشش کی گئی۔ مگر یاد رہے کہ مذہب اسلام چراغ خداوندی ہے۔ اس چراغ کو بجھانا آسان نہیں۔ یہ "اقیامت روشن رہے گا۔"

چراغے را کہ ایزد بر سر روزد کے کو تف زند ریشیش بسوزد

اب اہل اسلام کا یہ کام ہے کہ وہ گزشتہ برسوں کے تلخ تجربے سے سبق حاصل

جوں تک مارنا منع ہو، وہاں جو لوگ بے گناہ غلامان سرکارِ دو عالم کو فوج کریں، ان کے اس فعلِ شنیع و فاسق کو کچھ لوگ احسان کی نظر سے دیکھیں۔ اور مبارکباد کے تار دیویں۔ گویا حرمِ شریف کی بے حرمتی اور شہرِ اسلام کی مخالفت کرنے کو جائز قرار دیا جائے۔ افسوس صد افسوس! مگر خداوند عالم پر پورا بھروسہ رکھنا چاہیے کہ یہ پاک اور مقدس گھر اس کا اپنا گھر ہے۔ اس کے فضل و کرم سے یقین رکھنا چاہیے کہ خدائے قدوس جلد اس صورت کو تبدیل کرے گا!!!

رسیدِ مرشدہ کہ ایامِ غمِ نخواستہ ماند چنان نماز و جنبینِ نیز ہم نخواستہ ماند

تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق چاہئے والو!

اتفاق و اتحاد

سرکنم نالہ اگر تاب شنیدن آری سنیہ لشکرا فہم اگر طاقت دیدن آری

ہمدردانِ حاکمیت! آج کل تمام ہندوستان میں ہر طرف، ہر سمت، ہر گوشے سے اتفاق و باجی اتحاد کی آواز آتی ہے ہم میں سے کوئی بھی اتفاق اور اتحاد کے خلاف نہیں ہے۔ اسلام تو تمام انسانوں کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیتا ہے کسی کی دل آزاری روا نہیں رکھتا۔ تو ایچ عالم شاہد ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے کس دریا دلی اور عالی حوصلگی سے مخالفین و معاندینِ اسلام کے ساتھ سلوک کیا کیس عالی مہتی سے ان کو مراعات دیں۔ کیوں نہ کرتے؟ غیر مذہب والوں کو محبوب کر کے ان کو اسلام میں لانے کا حکم نہ تھا۔ لاکھ اکو کافی الدین۔ ترجمہ: کوئی زبردستی نہیں دین میں اور لکھ دینکھ کوئی دین۔ ترجمہ: تمہیں تمہارا دین مجھے میرا دین) آیاتِ پاک اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس پر بھی یہ الزام کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلا گیا یہ بالکل غلط، بہتان اور افترا ہے۔

حضرات! غیر قوم کے ساتھ جو ہندوستان کے طول و عرض میں آباد ہے، اس کے ساتھ اتفاق و اتحاد کا جو تلخ تجربہ مسلمانانِ ہند کو ہوا وہ اُپر بیان کر دیا گیا ہے۔ ان سے بہتری کی امید رکھنی یا دوستی و اتفاق کی امید رکھنی صریحاً ارشادِ باری کے خلاف ہے۔ اہلِ ایمان و حامیانِ اسلام کا حال سنئے۔ جو دراصل خود تو ارکانِ اسلام اور سنتِ رسولِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اور راہِ راست سے منحرف ہو گئے ہیں اور ان کو جو جاوید مستقیم اور دینِ قیم اور سنتِ مصطفویٰ پر قائم ہیں، ان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ افسوس! ایسا سوار برپا کرنے والوں کو علم ہونا چاہیے کہ وہ یقیناً خود ہی ارکانِ اسلام سے ناواقف اور نا آشنا

چشتی اجمیری تشریف لائے۔ اور پرتھی آج سے مقابلہ ہوا حضور کے الفاظِ مبارک کی خلاف ورزی عالم نے ایسی قدر کی کہ جو آپ نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ آپ نے پرتھی راج کو کہا کہ "ماترا زندہ بہ مسلماناں سپردیم" خدا کی شان اسی سال تراوڑی کے مقام پر پرتھی آج زندہ قریب ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور قتل ہوا۔

خدا کے پاک اور مقبول بندے اہلِ اسلام میں اب بھی موجود ہیں۔ اگر وہ قسم کھا کر کسی کام کے لئے کہہ دیں گے تو انشاء اللہ العزیز خداوندِ کریم ویسا ہی کر دکھائے گا۔ خاکسارانِ جہاں راجحقاتِ منکر تو چچہ دانی کہ دریں گرد سائے باشند مگر یہ تمام قصور ہمارا اپنا ہے ہم خود اپنے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ سال ہا سال سے ہمارے ساتھ اس قسم کا بڑا سلوک ہو رہا ہے، اور مختلف قسم کے مظالم ہم پر توڑے جا رہے ہیں، تو ہم کیوں ہوشیار نہیں ہوتے؟ ہماری مظلومی، بے کسی اور بد انتظامی کی کوئی حد نہیں تو ہم کیوں اپنی تنظیم کی فکر نہیں کرتے؟

ہمدردانِ اسلام! اور ہر مسلمانانِ ہند اپنی زبردست ہمسایہ قوم کے مقابلے میں فتنہ ارتداد کا سد باب کرنے میں مصروف تھے، اُدھر ناگاہ ان کے زنجی اور مجروح دلوں پر ایک اور کاریِ رحیم لگا۔ یعنی عرب کی مقدس سرزمین اور حرمِ شریف میں جہاں ہر قسم کا جدال و قتال مبرا منع ہے، جس جگہ داخل ہو جانے والے کے لئے امن کی ضمانت خداوندِ کریم نے دی ہے۔ فرمایا ہے وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (ترجمہ: اور جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہوا)۔ ہزاروں بے گناہ بندگانِ خدا اور غلامانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تیغ کیا گیا۔ مردوں ہی کو نہیں بلکہ جیسا کہ بعض اخباروں میں درج ہے، عذریوں نے معصوم بچوں، بوڑھوں، اور بے گناہ عورتوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ جوانوں کا تو بفرضِ محال یہ تصور سمجھا جاسکتا ہے کہ انھوں نے حکومت کے خلاف کوئی کام کیا ہو اور طاقت نہ کی ہو۔ مگر بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا کیا گناہ تھا؟

گنہ بود مردِ مستمکارہ را چہ تاواں زن و طفل بے چارہ را؟ خدا کی شان! وہ سرزمین مقدس جہاں بال تک کاٹنا، ناخن تک تراشنا، اور

ہیں۔ نہ تو وہ خود صحیح معنوں میں غلام سرکار مدینہ ہیں اور نہ وہ لوگ ہی غلامان حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے لئے یہ لوگ شور برپا کر رہے ہیں۔ یہ سب فانی خونی کی صفت سے بالکل مبرا ہیں۔

افسوس! وہ ہم کو اتفاق کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اور ہم پر نا اتفاقی کا الزم لگاتے ہیں جو بالکل خلاف اقصیٰ ہے۔ ہم اہل سنت و الجماعت کی آبادی تمام ممالک اسلامی میں زائد از چالیس کروڑ ہوگی۔ اور ہندوستان میں قریب سات کروڑ کے مسلمان ہوں گے۔ جن میں مشکل چند لاکھ دوسرے فرقوں کے ہوں گے۔ باقی زائد از ساڑھے چھ کروڑ اہل سنت و الجماعت ہیں۔ جو بالضرورت اتفاق اتحاد پر قائم ہیں۔ اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد کئی ایک پیروان مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں الہمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح، مہدی، نبی، کل نبیوں کا منجور و معاذ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

ہمواردانے! آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے۔ مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کئے دیتا ہوں۔ (اول) سچائی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ اس کی تعلیم علم بلا واسطہ خداوند قدوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔ (دویم) ہر سچائی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دم حکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کرتا ہے۔ اور اِتی رسول اللہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعویوں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ (سوم) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں، وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں۔ اس طرح وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج رسالت میں کمی کرنے والے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہم نے ان کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ وہ خود ہم سے علیحدہ ہو کر گمراہ ہو گئے۔ نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مرزا غلام احمد سرکارِ دو عالم کی غلامی کو چھوڑ کے اور کی غلامی اختیار کریں۔ اس پر بھی ان کو مسلمان سمجھا جائے!! اتفاق تو وہ خود کرتے ہیں۔ جماعت ناجیہ کو خود انھوں نے چھوڑا۔ جو جب فتوے اہل سنت و الجماعت وہ خود دین اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور چاہ ضلالت میں جا کر رہے ہیں۔ بے وفائی تو انھوں نے خود کی جو راہ راست سے پھسل گئے۔ طوق غلامی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم انھوں نے گلے سے اتار دیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بعض نادان دوست ہم کو کہتے ہیں کہ ان سے اتفاق کرو۔ نا اتفاقی کے مرتکب وہ ہیں اور شکایت الہی ہماری!!

گلہ ہم سے ہے بے وفائی کا کیا طریقہ ہے آشنائی کا دوسرا گروہ ہندوستان میں وہابیوں کا ہے۔ جو اپنے آپ کو اہل حدیث پکارتے ہیں۔ حالانکہ یہ نام قرآن پاک میں کسی جگہ نہیں آیا۔ وہاں تو اہل ایمان اور اہل اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس گروہ کی بھی ہندوستان میں بہت قلیل تعداد پائی جاتی ہے۔ اس جماعت کا بانی ایک شخص عبدالوہاب نجدی تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں بہت گستاخیاں کیں۔ ایسے ایسے ناروا کلمات کہے جو ناقابل بیان ہیں۔ وہ بیان ہند اس سے بھی بدتر عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ! حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج نبوت اور مقامات رسالت محمدی کے منکر ہیں۔ اور حضور کی شان مبارک میں بے ادبی اور گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

اسلام اور ایمان تو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جس کو حضور

ہیں۔ نہ تو وہ خود صحیح معنوں میں غلام سرکار مدینہ ہیں اور نہ وہ لوگ ہی غلامان حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے لئے یہ لوگ شور برپا کر رہے ہیں۔ یہ سب فانی خونی کی صفت سے بالکل مبرا ہیں۔

افسوس! وہ ہم کو اتفاق کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اور ہم پر نا اتفاقی کا الزم لگاتے ہیں جو بالکل خلاف اقصیٰ ہے۔ ہم اہل سنت و الجماعت کی آبادی تمام ممالک اسلامی میں زائد از چالیس کروڑ ہوگی۔ اور ہندوستان میں قریب سات کروڑ کے مسلمان ہوں گے۔ جن میں مشکل چند لاکھ دوسرے فرقوں کے ہوں گے۔ باقی زائد از ساڑھے چھ کروڑ اہل سنت و الجماعت ہیں۔ جو بالضرورت اتفاق اتحاد پر قائم ہیں۔ اب ہندوستان میں، جہاں ہر وقت آزادی مذہب کی ڈینگ ماری جاتی ہے، ہر روز نئے نئے مذہب حشرات الارض کی طرح پیدا ہو رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پیغمبری کے بعد کئی ایک پیروان مرزا غلام احمد نے پیغمبری کے دعوے کئے۔ مرزا غلام احمد پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں الہمدی کے عہدے پر ملازم تھا۔ وہاں سے مختار کاری کا امتحان دیا جس میں ناکامی ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ مریم، عیسیٰ، مسیح، مہدی، نبی، کل نبیوں کا منجور و معاذ، خدا کا بیٹا، خدا کا پیدا کرنے والا وغیرہ پھر کرشن گوپال بن کر اس جہان سے سدھارا۔

ہمواردانے! آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے۔ مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کئے دیتا ہوں۔ (اول) سچائی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح القدس سے تعلیم پاتا ہے۔ اس کی تعلیم علم بلا واسطہ خداوند قدوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف ہوتا ہے۔ (دویم) ہر سچائی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دم حکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کرتا ہے۔ اور اِتی رسول اللہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعویوں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ (سوم) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جتنے نبی ہوئے، تمام کے نام مفرد تھے کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

دین، مشائخ کرام، علمائے عظام کی توہین کرے، اس سے ہمارا کیا تعلق!!

مرزائی ہوں یا وہابی، چکراوئی ہوں یا بابی، وہ خود ہم کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ اور انہی کے ساتھ ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم ان سے اتفاق کیوں نہیں کرتے؟ عین چر دلاور ست دروے کہ کف جہان دارد کیا حدیث شریف میں نہیں ہے کہ جو اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والا ہو، جو بدی کرنے والا ہو، جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بدگوئی کرنے والا ہو، اس سے علیحدگی اختیار کر لو؟ کیا یہ قرآن پاک کا حکم نہیں ہے کہ جب تم کسی سے ملو، جو ہماری آیات کی نسبت یہودہ گفتگو کر رہا ہو تو اس کی صحبت سے پرہیز کرو۔؟ فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ۔ (ترجمہ) یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ انہی لوگوں کی پہچان میں حدیث شریف شاہد ہے کہ قرآن مجید ان کی گردنوں سے یعنی حلق سے نیچے نہیں ہو گا۔

ہم بالکل صاف دل سے اور علی الاعلان کہتے ہیں، اور ہر وقت کہتے ہیں، کہ ہم کو کسی سے کوئی پرخاش نہیں۔ کوئی ذاتی غرض ناراضگی کی نہیں۔ ہم سے بھاگ جانے والے ماہم سے جدا ہو کر چاہے ضلالت میں جا گرنے والے، مگر اہی کے بادیہ کے سرگرداں، آج پھر وہیں آجائیں تو ہم ان کو گلے لگانے کے لئے تیار اور ان کی خدمت کے لئے مکرستہ ہیں۔ ہمیں کوئی کینہ اور بغض ان سے نہیں ہو گا۔

کفرست در طریقت ماکینہ دشمن آئین ماست سینہ چو آئینہ دشمن

وفا کنیم و ملاست کشیم و خوش باشیم کہ در طریقت ماکفریست بخدین

اتفاق و اتحاد کا راگ لگانے والوں سے کہہ دینا چاہیے کہ کیا ان کو یاد نہیں ہے کہ حضرت سرور کون و مکان محبوب انس و جان روحی فداۃ نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اجتماع کبھی غلطی پر نہ ہوگا؟ (حدیث شریف) لَا تَجْمَعُ أُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ ترجمہ میری امت گراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی (وہ ذرا چشم بصیرت سے نظر غور دیکھیں اور سوچیں کہ امت کے سوا دہ اعظم کا اجتماع کس طرف ہے اور وہ کس طرف۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص سواد اعظم کو چھوڑ دے گا وہ داخل دوزخ ہوگا۔

السَّوَادُ الْأَعْظَمُ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّاسِ

محبت نہیں، جسے حضور کی غلامی کا فخر نہیں، اس میں ایمان نہیں۔ جتنی زیادہ محبت اور غلامی حضور کی ہوگی اتنا ہی زیادہ ایمان ہوگا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت کرے گا، بے ادبی اور گستاخی کرے گا وہ ایمان سے دور ہوگا۔

از خدا تو ہم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ہم تو ان بھائیوں کو جو ہم کو چھوڑ کر راستے سے بھٹک گئے ہیں، ہر وقت اپنے میں ملانے کے لئے، ان سے اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لئے، تیار ہیں بشرطیکہ وہ راہ راست پر واپس آجائیں۔ قصور و خطا کا رتوہ خود ہیں۔ طوق غلامی محبوب کبریا کو انھوں نے گلے سے اتارا ہے۔ ارباب محبت اور صاحب دلوں کی صحبت کو انھوں نے ترک کیا ہے۔ حبیب رب العالمین کی محبت کے رشتے کو توڑ دیا ہے۔ تو بھیر ان سے کسی مومن، صاحب ایمان، غلام سرور دو جہان کا کوئی تعلق ہو تو کس طرح سے۔

اس کو ارباب محبت میں کروں میں کیا شمار آپ کی زلفوں سے جس کا سلسلہ ملتا نہیں نہایت تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ حضور و کائنات معجز موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہیں، اور بزرگان دین کو گالیاں دیں، ہم ان کی یادہ کوئی بھی سنیں اور بھیر ان سے سلوک محبت و اخوت کا سلسلہ قائم رکھیں۔ تو ہم ہم سے بڑھ کر بے غیرت اور کون ہو سکتا ہے۔!! لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا غَيْرَ لَهُ۔ (ترجمہ) جس کو غیرت نہیں اس میں ایمان نہیں۔)

ایمان والوں کے لئے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے تبھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز سمجھیں (آیت شریفہ) النَّبِيُّ أَوْلىٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (ترجمہ) نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔) اور (حدیث) لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی کُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَلَدِہٖ وَ اِلَیْہِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (ترجمہ) تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کیلئے اس کی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جائے۔ جب اصول ایمان یہ تھا تو جو بے دین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے لگا

آب را دیدی کہ ماہی را بدام افکند و رفت

وصلے کو درو ملال باشد ہجرال بہ ازاں وصال باشد

تاریخ کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج سے ستر سال پہلے دنیا میں ایک فرد بھی وہابی نہ تھا۔ اور تمام ملکوں میں مسلمان اہل سنت والجماعت تھے۔ آج سے چالیس سال پیشتر ہندوستان میں کوئی مرزائی یا قادیانی نہ تھا۔ سب اہل سنت والجماعت تھے۔ آج سے پچیس سال پیشتر تمام دنیا میں کوئی چکڑا لوی نہ تھا۔ یہ تمام مذہب فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے جس قدر پیرو ہیں، ان کو فقیر تو کہتا ہے کہ رہنما اور ڈاکہ زنی کے ذریعے ہماری جماعت سے چرائے گئے ہیں۔ اور اب یہ سب ہم سے سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ اس بے سوال یہ ہے کہ نا اتفاقی اور مخالفت کرنے والے ہم اہل سنت والجماعت ہیں۔ یا وہ جنہوں نے نئے نئے مذہب اختیار کئے۔ اور جاہ مستقیم اور سنت نبوی سے محصل گئے۔ ہم پر یہ الزام لگانا کہ ہم نا اتفاقی پیدا کرتے ہیں محض تہمت اور بہتان عظیم ہے ہم تو دل سے چاہتے ہیں اور شب و روز دعا مانگتے ہیں کہ جتنے کافر دنیا میں آباد ہیں، سب خدا کرے مسلمان ہو جائیں۔ اور سلامی سرکار دو عالم حاصل کر کے ہر دو جہان میں سرخروئی حاصل کریں۔ تو ہم مسلمانوں کو کس طرح اپنے سے علیحدہ کر کے کافر بنانا چاہیں گے!!

آریہ سماجی اخبار ملاپ لاہور نے فقیر کی نسبت یہ لکھا تھا کہ ”اس کی سعی تھے پچیس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا“ گو یہ تعداد غلط تھی مگر فقیر خداوند کریم مجیب الدعوات کی بارگاہ قدس میں دعا کرتا ہے کہ فقیر کے ہاتھ سے بجائے پچیس ہزار کے خدا کرے تھے پچیس لاکھ ہندو مسلمان ہو جائیں!! ہمارے دشمن تو ہماری نسبت یہ رائے ظاہر کریں اور ہمارے بھائی ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ یہ ہم پر صریح بہتان ہے۔ بخدا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ تمام کے تمام مرزائی، خارجی، وہابی، بابی، مہدوی وغیرہ اپنے عقاید باطلہ سے تائب ہو کر صحیح اسلامی عقاید کی جانب رجوع کریں۔ اور اہل سنت والجماعت کا سوا عظم بن جائیں۔ ”وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا“ درجہ۔ اور اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو سب مل کر اور باہمی تفریق نہ کرو۔ ہم ان کو دل و جان سے اپنے ساتھ ملانے کو تیار

تا بجداری کو پس جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جدا ہوا۔

حضرت با فقیر نے اوپر بیان کیا ہے کہ آئے دن ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح نئے مذہب پیدا ہوتے ہیں۔ فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان میں وہابی۔ مرزائی۔ چکڑا لوی۔ بابی۔ بہائی وغیرہ پیدا ہوئے۔ چکڑا لویوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ ان کا شمار انگلیوں پر ہوتا ہے۔ چکڑا لوی کسی سنت و حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانتے۔ قرآن پاک کے معنی اور تفسیر اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں۔ اتفاق کا ڈکھا پٹینے والے بتائیں کہ ان سے اتفاق و اتحاد عمل کس طرح ہو سکتا ہے۔ نہ تو وہ صحیح معنوں میں سرور دو عالم کے غلام ہیں۔ نہ ان سے محبت اور تعلق رکھتے ہیں۔ اور نہ ان کے اعمال و انفعال مطابق سنت ہیں۔

ان کے علاوہ دو گروہ اور قابل فکر ہیں۔ ایک تو رافضی دوسرے خارجی۔ رافضی اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صوفیائے کرام کو گالیاں دینا اور تبرک کرنا اپنا جوہر ایمان سمجھتے ہیں۔ خارجی اہل بیت کو تبرک کرنا اپنا ایمان جانتے ہیں۔ کوئی ذمی عقل و ہوش ایسے مذہب کو صحیح اور درست سمجھ سکتا ہے جس میں گالیاں دینا اور دوسروں کو برا بھلا کہنا جائز اور جزو ایمان خیال کیا جائے؟ اور اس پر طرہ یہ کہ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ان سے سلوک کرو۔ سلوک کن سے کرو؟ غلاموں سے، دین میں رخصت اندازی کرنے والوں سے، ہم سے جدا ہو جانوالوں سے۔ سبحان اللہ! ان سے اتفاق کرانے والوں کا کیا یہ منشا تو نہیں ہے کہ ہم بھی ان سے مل کر گمراہ ہو جاویں اور اپنا ایمان کھو دیں۔ معاذ اللہ۔ خداوند کریم ایسے غلط مشورہ دینے والوں کو نور بصیرت، عقل سلیم، ایمان کامل عطا کرے۔ تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ کون غلطی پر ہے اور کون صحیح ہے۔ کس سے اتحاد و اتفاق عمل ہو سکتا ہے۔ کون سے دو شخص مل کر صحیح کام کر سکتے ہیں۔ کیسا اتفاق و اتحاد صحیح نتیجہ نکالے گا۔ اور کس اتحاد سے جنگ و عناد پیدا ہوگا۔

صبحت نا جنس گر جاں بخش شد خوش دل مباحش

لَا تَخْزَوْا وَأَنْتُمْ الْكَافِرُونَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ (ترجمہ۔ اور سستی نہ کرو اور تم کو اور تم غالب ہو اگر تم ایمان لائے ہو) خداوند کریم کا وعدہ کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَالِبُ در ترجمہ۔ تو مت ڈر بے شک تو غالب ہے۔ جب مومن کی یہ شان ہے کہ سب سے بلند، سب سے اعلیٰ ہے کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، تو پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ ہماری موجودہ پست حالت کا سبب کیا ہے۔ غور کیجئے تو نظر آئے گا کہ

ہر چہ بہت از قامت ناساز و بد اندام است ورنہ تشریف تو برابر الایس کس کوتاہ نیست سوچئے کر ایسے پاک اور مقدس مواعد کے ہوتے ہوئے ہماری اس ذلت و کبت کی کیا وجہ ہے۔ ہمارے ادبار و افلاس کا کیا سبب ہے۔ آخر اس مفلوک الحالی بے عزتی مصائبِ آلام، رنج و بلا کی کوئی وجہ تو ضرور ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی۔ حضور کے بعد اصحاب کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں بھی مسلمان باقی اقوام کے مقابلے میں بہت کم تعداد میں تھے۔ یہ کیا وجہ تھی کہ انھوں نے جبر کا رخ کیا تمام عالم کو مسخر کر لیا۔ مملکتوں کو تہ و بالا کر ڈالا۔ بڑے بڑے گردن کشوں کو طبع و فرماں بردار بنالیا۔ بڑے بڑے باجبروت بادشاہ مسلمانوں کے نام سے کانپتے تھے اور تمام عالم ان کے زیر فرمان تھا۔ ایک وہ وقت تھا کہ اسلام کے سچے قلیل القعد اعلاموں اور تبعان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت و ایمان، تہور و مردانگی، عالی مرتبتی، درایدی، فیاضی، حریت، مساوات کا تمام عالم میں سکھایا تھا، اور ایک آج کا وقت ہے کہ باوجود دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں قریب چالیس کروڑ کے مسلمان موجود ہیں مگر باوجود اس کثیر تعداد کے وہ ادبار و فلاکت اور ذلت و کبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی سلطنتیں غیر اقوام نے یکے بعد دیگرے برباد کر دیں۔ ان کے اموال و املاک کو تاراج کیا۔ ان کے علم کی دولت ان سے چھین لی گئی۔ ان کی عزت جاتی رہی۔ تجارت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور وہ اقوام عالم میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔

ہیں۔ چشم مارو شن دل ما شاد

کوئی شخص اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ اہل سنت و الجماعت میں کسی شخص نے بھی کسی کو یہ کہا ہو کہ وہ ہم میں سے نکل جائے۔ اس کے برعکس ان سب کو داپس لائے اور اپنے میں ضم کرنے کے لئے یہ آل انڈیا سنی کانفرنس قائم کی گئی ہے۔ تاکہ وہ سب اپنے عقاید باطلہ کو چھوڑ کر پھر ہمارے ساتھ مل جائیں۔

آپ نے غالباً رسالہ تشحیذ الاذیان جس کو اہل اسلام تحریک لایمان کہتے ہیں، دیکھا ہو گا۔ یہ رسالہ مرزا محمود قادیان سے نکالتے تھے۔ غالباً اپریل ۱۹۱۰ء کے رسالہ میں مرزا محمود نے لکھا تھا کہ جو کوئی مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ اس طرح اس نے اپنے خیال کے بموجب تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر بنادیا۔ اس لئے کہ وہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر نہیں مانتے۔ اب ایسے اعتقاد والوں کو اہل سنت و الجماعت کیوں اپنے میں ملائیں۔ ان کے لئے تو واقعی وہی سزا صحیح ہے جو کابل میں مرزائیوں کو ملی۔ جو شریعت حقہ کے مطابق ہے۔ جمعیۃ العلماء ہند بھی اس امر کی تصدیق کر چکی ہے۔

تاریخ عالم اور سیر کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پر یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اشاعت و تبلیغ اسلام کا جس قدر کام کیا ہے، وہ سب اہل سنت و الجماعت کے پاک اور مقبول بندگان خدا نے کیا ہے۔ جو کچھ ہوا ان کی سعی اور انھیں کے یمن و برکت سے ہوا۔ جس طرف ان غلامان سرکار سردی نے رخ کیا مستح و نصرت نے ان کے قدم چومے۔ اور کیوں ایسا نہوتا؟ وہ اپنی خواہشات کو اتباع سنت اور محبت رسول میں فنا کر چکے تھے۔ جو کام کرتے تھے خالصتاً لوجہ اللہ کرتے تھے۔ بنود و نمائش، ریا و آرایش کا شائبہ تک ان کے کاموں میں نہیں ہوتا تھا۔ ان کو خداوند کریم کی طرف سے رَضِیَ اللہ عَنْہُمْ وَرَضُوا عَنْہُ کا خطاب حاصل تھا۔ مگر افسوس کہ آج ان کا ایمان، ان کی سعی و ہمت ان کا استقلال و ارادہ، ان کا عزم و جزم ہم میں باقی نہ رہا۔

سبحان اللہ! مومن کی بڑی اونچی شان ہے۔ بڑا بلند پایہ ہے۔ مومن کسی سے مغلوب نہیں کسی سے نہیں ڈرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ شاہد ہے۔ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَلَا تَغْلِبُوا

(ترجمہ)۔ اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کہہ گا اسے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا میں تو آنکھوں میں الاتھا فرمایا کیوں ہی تیرے پاس آئیں انہیں تو نے انھیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ ملے گا۔

عزیزان و برادران! قرآن پاک وہ کتاب ہے جس کا ہر حکم اہل ایمان کے لئے موجب ازدیاد ایمان ہے جس کے ایک حرف کا بھی انکار کفر بنادیتا ہے۔ تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ کو جس نے صرف اسلام کو پسندیدہ مذہب بنایا ہے، اور جس نے حکم فرمایا ہے کہ بدو ان اسلامی طریقہ کے اور کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی مسلمانوں سے کوئی ضد نہیں ہے۔ نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے ہی شعار اسلام کی خلافت و رزی کی، ان کے اعتقادات صحیح نہ رہے، ان کے اعمال و افعال غلط ہیں، اور ان کے اعتقادات کے ہمراہ نور حق کی تائید نہیں رہی، نیز بزرگان دین اور مشائخ عظام سے، جو نور ایمان اور نور حق کا سرچشمہ ہیں، انھوں نے منہ پھیر لیا، اور یاد خداوندی کا سرشتہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی ان سے چھٹ گئی، چنانچہ وہ سزا کے مستحق ٹھہرے۔ خداوند کریم کے ذکر اور احکام سے منہ موڑنے کی جو سزا ملی وہ یہ تھی کہ ان پر دنیا تنگ کر دی گئی۔ معیشت زندگی تنگ کر دی گئی۔ سلطنت چھین لی گئی۔ عزت و آبرو دولت و جاہ و حشمت جاتی رہی۔ اس پر بھی اکتفا نہیں ہو گا۔ بلکہ ایسے لوگوں کو عاقبت میں اور بھی بھاری سزا ملے گی۔ اور قیامت کے روز ان کو اندھا اٹھایا جائے گا۔ تاکہ وہ دیدارِ الہی سے محروم رہیں۔

ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرت او غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار
ارشاد ہو گا کہ چونکہ تم نے دنیا میں آنکھوں میں لالہ ہو کر اندھوں کی طرح ہماری آیات کو نہ دیکھا
اور ان کو بھلا دیا۔ تو آج وہ دن ہے کہ ہم تم کو بھلا دیں۔ خدا پناہ میں رکھے اس سزا سے!!
دنیا میں بھی قوت اور آخرت میں بھی رسوائی۔ ازیں سوراندہ و ازاں سودر ماندہ۔
اس جانم معیشت آنجا سرائے عصیاں آسائش دو گیتی برما حرام کردند

ان تمام خرابیوں، بے عزتیوں، ذلت و ادبار کی کچھ وجوہ ضروری ہیں۔ اسلام، پاک اور مقدس اسلام اپنے اصولوں میں ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ اس پر کاربند ہونے والے آج بھی دیے ہی پر جو شخص صاحب ایمان ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں پھر ویسی ہی گرمی پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ آج کے مسلمانوں کے اعتقادات بھی صحیح ہیں کہ نہیں۔ کیا نور ایمان و الیقان ہمارے دلوں میں موجود ہے؟ کیا ہم میں وہ محبت رسول اور اتباع سنت، جو ہمیں فاتبوعونی کے درجہ میں لا کر شان محبوبیت پر پہنچاتی ہے، پائی جاتی ہے؟

حضرات! خداوند کریم جو دونوں جہان کا بادشاہ ہے، کبھی اپنے محبوب کو ذلیل نہیں ہونے دیتا۔ اس لئے آؤ! اس صحیح معیار پر اپنے اعتقادات اور اعمال اور محبت اور نور ایمان کو پرکھیں۔ اگر ہم میں وہی محبت ہو جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، حاشائے عظام اور صوفیائے کرام میں پائی جاتی تھی تو ہم کو محبوبیت اور مومن کی شان، جو تمام عالم سے اعلیٰ اور ارفع ہے، نصیب ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم میں نہ محبت رسول ہو، نہ اتباع سنت ہو، نہ ایمان صحیح ہو، نہ اعمال صالح ہوں، نہ نسبت مشائخ حاصل ہو، تو پھر ہم نہ مومن ہیں نہ مسلم۔ بلکہ ہم صرف ”بدنام کنندہ“ نکو نامے چند کے مصداق ہیں۔ اگر ہمارا ایمان صحیح نہیں اور ہم اہل اسلام کی پابندی نہیں کرتے، ذکر خدا کے نور سے دل کو گرم اور روشن نہیں کرتے، نماز جو معراج مومن ہے ادا نہیں کرتے، شعار اسلام کی پروا نہیں کرتے، تو پھر جی عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب! کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب یاد رکھو خداوند کریم کے وعدے کبھی غلط اور جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ ہم ہی ان وعدوں کے اہل نہیں ہیں۔

عام ہیں اس کے تو الطاف شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا
دیکھو تو خداوند کریم قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا يَوْمَ تُنْفَخُ الْأَعْيَانُ
الْقِيَامَةِ أَعْمَى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا
قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَوْنَ

کہ اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب ہو کر حضور کے مقدس اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کرے۔ اور اس نور عین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کرے جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں کو منور کیا تھا۔ اور جو نور باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتاب فرخندہ کی طرح موجود ہے۔

ہواداران! آپ کو معلوم ہے کہ صرف دو مقدس صوفیائے کرام (خواجہ محمد یعقوب اور خواجہ محمد در بندی رحمۃ اللہ علیہما) کی دُعا سے سارے ترک مسلمان ہو گئے تھے۔ وہی توجہ، وہی نور، وہی دُعا، اب بھی اہل دل ارباب بصیرت کے سینوں میں موجود ہے۔ اگر موجودہ زمانہ کے زلوں حال مسلمان اپنے اعمال سیئہ سے تائب ہو کر صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوں، ان سے نور ایمان و ایقان حاصل کریں، اور عقاید اہل سنت والجماعت کے مطابق اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں، تو پھر وہی کچھ بن سکتے ہیں جو قرون اولیٰ میں تھے۔

مخبر کرو کہ نور ایمان و ایقان و محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ عطار کے پاس جاؤ گے تو عطر کی خوشبو پاؤ گے۔ آہن گر کے پاس جا کے بیٹھو گے تو نہ صرف کپڑے جلانے لگے بلکہ ایسا بھی ہوگا کہ منہ بھی کالا ہو جائے گا۔ نور ایمان صرف صوفیائے کرام اور عاشقان و متبعان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے نصیب ہو سکتا ہے۔ محبت رسول اور معرفت خدا کے عطا کرنے والے ہی پاک وجود ہیں۔ دوسرے لوگ جو محبت سے نا آشنا ہیں، جو محبوبیت کی شان اور خلق محمدی سے ناواقف ہیں، ان کے پاس بیٹھنے سے وہی آہن گر کی صحبت کا ساحل ہوگا۔ صوفیائے کرام صحیح آئینہ یا صحیح مظہر کمالات محمدی ہیں۔ وہی فدائیان سرور دُعا عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کا باطن نور محمدی سے منور ہوتا ہے۔ اسی نور باطن سے وہ تمام عالم کو منور کرتے ہیں۔ مگر جو خود ہی نور کے حصول کی خواہش نہ کرے، اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ان عاشقان محبوب رب العالمین کی غلامی اختیار کریں۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر محبت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نور ایمان کے حصول کی سرگرم خواہش ظاہر کریں۔ تو پھر ان کے لئے دنیا و آخرت میں بہتری ہو سکتی ہے۔

اُو! باز اُو! ابھی وقت ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خداوند کی بارگاہ عالی ہر وقت تمہاری دعاؤں کو، بشرطیکہ اضطراب و تضرع سے کی جائیں، مقبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ ندامت کے آنسو بہاؤ۔ گزشتہ گناہوں سے توبہ کرو۔

باز آ۔ باز آ۔ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ مادرگہ نو میدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

دیکھو! کون سی بد عادت ہے جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔

اصلاح

ہر قسم کے عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ ہر موقع کی رسومات بدجن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔ بیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرتے ہیں۔ فضول اور بُری رسموں نے ہم کو جادہ مستقیم سے کوسوں دُور لے جا کے ڈال دیا ہے۔

بُرائے اخلاق اور بُری عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ ایسے بھی بہت ہیں جو ان بُرائیوں پر ساتھ ہی فخر بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ! چوری، زانیہ، ڈاکہ، بداخلاق اور دوسرے جرائم ہماری ہی قوم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ حقہ نوشی، بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون، مے نوشی وغیرہ سارے افعال بد فحش سے کئے جاتے ہیں۔ تعلیم کی طرف سے بالکل بے پروائی۔ ارکان مذہب سے بالکل ناواقف۔ دنیا و تعلیم میں ہمسایہ قوم سے بہت پیچھے۔ تجارت میں کوئی حصہ ہی نہیں۔ ملکی ملازمتوں میں بھی صفر۔ جاہلاد املاک غیروں کے قبضے میں۔ غرضیکہ ہماری ذلت کی کوئی حد نہیں۔

ہماری بے بسی اور بے بسی کی بُری حالت ہے نہ ہماری کوئی مرکزی انجمن ہے نہ کوئی تنظیم۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں۔ یعنی اولیٰ اپنی دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ ضروری ہے کہ ہر مسلمان اول اپنی دینی حالت کو درست کرے۔ یعنی اپنے دل میں اسلام کی صحیح محبت پیدا کرے۔ اسلامی اصول و ارکان کا پابند بنے، شعار اسلام کی دل سے عزت کرے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام بن جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے

مواعظِ آگرہ

فتنۂ ارتداد کے زمانے میں حضرت قسب اللہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ میں انجمن خدام الصوفیہ کا مرکزی دفتر قائم فرمایا تھا۔ اس زمانے کی کارگزاریوں کا مختصر حال ”فتنۂ ارتداد“ کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۵ نومبر ۱۹۲۴ء کو حضور نبی نفسِ نفیس آگرہ تشریف لائے۔ اور بائیس دن قیام فرمایا۔ اس دوران آپ نے آگرہ کی مختلف مساجد اور محلوں میں مواعظِ حسنہ سے شائقین کو فیض یاب فرمایا۔ اس کے بعد انجمن کے تبلیغی کاموں اور کارگزاریوں کا معائنہ فرمانے اور تبلیغی کام میں رُوح پھونکنے کے لئے آپ نے کئی اصلاح کا دورہ کیا۔ اور گاؤں گاؤں تشریف لے گئے۔ واپسی میں پھر چند روز آگرہ میں قیام فرمایا۔ قیام آگرہ کے دوران آپ نے فی البدیہہ اکیس وعظ فرمائے۔ جن کی روداد محفوظ ہے۔ ان مواعظِ حسنہ کی تلخیص یہاں افادۂ عوام کے لئے درج کی جاتی ہے۔ آپ کا ہر وعظ خطبۂ مسنونہ اور تلاوت کلامِ پاک سے شروع ہوتا تھا۔ تکرار سے بچنے کے لئے ان کو مخدوف کر دیا گیا ہے۔

میں غلام بنایا جائے۔ تاکہ قرآن پاک کی مقدس تعلیم پر ان کو ائمہ کرام اور سلف صالحین کی طرح عمل کرنے کی راہ دکھائی جائے۔

آخر میں فقیر ایک بار پھر یہ بات دہراتا ہے کہ ایمان کی تکمیل، جو نور الیقان کی تائید بغیر ناممکن ہے، حضرت سرور کائنات فخر موجودات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول غلاموں کی غلامی میں نفل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ صدق دل اور خلوص ارادت کے ساتھ ان مقبولانِ بادگاہِ صمدیت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہوں۔ اور محبوبیت سرکارِ دو عالم کا مرتبہ حاصل کریں۔ اور یاد رکھیں کہ بدوں ان کی مہربانی اور عنایت کے حصولِ ایمان مشکل ہے۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سید باشد ورق

بازوؤں یعنی توحید اور رسالت کے بغیر منزل مقصود تک پہنچ نہیں سکتے۔

اسلام کا کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ جو اصل ایمان ہے، اس میں پہلا حصہ توحید کا ہے اور دوسرا حصہ رسالت کا ہے۔ کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ اور آپ کے ساتھ محبت کامل نہ ہو۔ کیونکہ حضور کی محبت ہی عین ایمان ہے۔ اور اس بارے میں خود قرآن کریم اور احادیث نبویؐ شاید عادل ہیں۔ کیسویں پائے سورہ احزاب کے پہلے دو کوع میں ارشاد ربی ہوتا ہے۔ اَلَّذِي اَوَّلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ حِجَّ الْفَصِيْحِمْ دَرَجَةً۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے لئے ان کی اپنی جانوں سے بھی اولیٰ ہیں، اس آیت پر ایمان لانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس آیت کی رو سے ثابت ہے کہ مسلمان حضور کو اپنی جانوں سے بھی افضل سمجھیں۔ اگر کوئی ایسا نہیں ہے تو وہ مؤمن ہی نہیں ہے۔

اب حدیث شریف کو لو۔ نہ مایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ درجہ۔ کوئی آدمی تم میں سے مومن نہیں ہے جب تک وہ آپ کے ساتھ اپنی اولاد، اپنے ماں باپ، اور سارے جہان سے زیادہ محبت نہ رکھتا ہو پس ہر شخص جس کو مومن ہونے کا دعویٰ ہے، اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لے کہ کہاں تک وہ اس آیت اور حدیث کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کامل رکھتا ہے۔ اور آیا وہ مومن کہلانے کا مستحق بھی ہے کہ نہیں۔ پس اپنے ایمانوں کو محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل اور مضبوط کر لو۔

۲) دوسرا مسئلہ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب دین اور دنیا کے دو کام پیش آئیں، تو تم پہلے دین کے کام کو سرانجام دو یقین رکھو کہ تمہارا دنیا کا کام بفضلہ تعالیٰ خود بخود بوجہ احسن انجام پذیر ہو جائے گا۔

مجھے ایک عرب کی روایت یاد آئی۔ ایک فوج جمعہ کا دن تھا۔ اس کو نماز جمعہ ادا کرنا بھی ضروری تھی۔ اور ساتھ ہی اس کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ اس کو تلاش کرنا بھی ضروری تھا۔ نیز اس غریب عرب کے کھیت میں پانی دینے کی بارگاہی بھی تھی۔ اس نے یہ سب کام

پہلے جلسے کا وعظ

(بمقام اکبری مسجد تاریخ ۲۶ نومبر ۱۹۲۲ء)

ارشاد فرمایا کہ وعظ تو آپ بہت سن چکے۔ وقت بہت گزر گیا ہے۔ اس لئے فقیر صرف چار ضروری مسائل آپ کو سنائے گا۔ اگر آپ نے ان کو یاد رکھا اور عمل کیا، تو ہدایت کے لئے یہی کافی ہے۔

ہم ایک مرتبہ حیدر آباد دکن گئے تھے۔ ہمارے ساتھ ایک مولوی صاحب نے کئی گھنٹے فاضلانہ تقریر فرمائی۔ لوگوں نے مجلس وعظ سے اٹھ کر مولوی صاحب کے وعظ کی بڑی تعریف کی۔ ہم جلسے سے قبل اختتام چلے آئے تھے۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بتاؤ۔ مولوی صاحب نے کیا بیان کیا تھا۔ لوگوں نے جواب دیا۔ یہ تو ہم کو یاد نہیں کہ انھوں نے کیا کیا کہا تھا۔ مگر غضب ہی کر دیا تھا۔ مولوی صاحب بہت اچھا وعظ فرماتے ہیں۔

بھائیو! ایسے اچھے وعظ کا کیا فائدہ ہے۔ تھوڑی دیر کی واہ وا کے علاوہ کچھ حاصل نہیں۔ اگر آپ کے سامنے دو چار ہی مسئلے بیان کئے جائیں۔ اور تم ان کو تمام عمر یاد رکھو اور ان پر عمل کرو تو وہ تمہارے کام آسکتے ہیں پس میں آج صرف چند ضروری باتیں بیان کروں گا۔

۱) یقین رکھو کہ تمہارا خالق، مالک، رازق، رب صرف وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ یہی کی یاد اور عبادت میں لگے رہو۔ چونکہ اس کی رضا جوئی اور معرفت بدون پیغام رسالت ناممکن اور محال ہے۔ اس لئے جان لو کہ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب، خاتم النبیین اور شفیع المذنبین ہیں۔ طائر ایمان کے دو بازو ہیں ایک بازو توحید کا ہے دوسرا رسالت کا۔ جس طرح کوئی پرندہ صرف ایک بازو سے پرواز کر کے اپنے آشیانے تک نہیں پہنچ سکتا، اسی طرح تم بھی ایمان کے ان دونوں

ہے۔ یہ تھلا اپنا دائمی ملوکہ مقبوضہ نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی امانت ہے جو تم کو کچھ عرصے کے لئے مستعار دیا گیا ہے۔ اس سے تم جو کام لے لو وہ تمہارا ہے۔ بہت کم آدمی اس نکتے کو سمجھتے ہیں۔ اکثر اس جسم مستعار کو اپنا متاع دائمی سمجھ رہے ہیں، اسی لئے اس کے نشوونما میں منہمک رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ روزہ محض اس لئے نہیں رکھتے کہ کہیں ہمارا یہ جسم کمزور نہ ہو جائے۔ حالانکہ اس جسم کو تو مالک کی طلبی پر ایک روزہ تم سے جدا ہو جانا ہے۔ سمجھو! آدمیوں کا یہ مسئلہ اصول ہے کہ جب وہ کوئی چیز کسی سے مستعار مانگتے ہیں تو تھوڑے عرصے ہی میں اس سے اپنا سارا کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ اس چیز کے دلپس مانگ لئے جانے پر کام نہ کر لینے کی حسرت سے بچ جائیں۔ میرے عزیزو! اس جسم سے زود آخرت تیار کرو۔ اس کو تو ایک روز اپنے مالک کے طلب کر لینے پر تم سے جدا ہو جانا ہے۔ ایسا نہو کہ تم کو اپنی اس غلط فہمی کی بنا پر کہ اس کو اپنی متاع سمجھ بیٹھے ہو، کوئی کام نہ کرنے کی حسرت اٹھانی پڑے۔ (اس موقع پر حضور نے بہت سے نیکو کار صاحبین کا نمونہ پیش کیا۔ جنہوں نے صحیح معنوں میں اپنے جسم کو مستعار سمجھا۔ اور اس سے ہمیشہ صحیح کام لینے کی سعی کرتے رہے)

(۴) چوتھی بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ ہر ایک نبی چیز پیاری اور لذیذ معلوم ہوا کرتی ہے۔ عرب کا مشہور مقولہ ہے کُلُّ جَدِيدٍ لَدَيْنَا۔ اس کلیہ کے مطابق آپ ہر ایک نئی چیز پسند خاطر فرمائیں۔ مگر یاد رکھیں کہ دین نیا اچھا نہیں ہے۔ دین وہی پرانا چاہیئے۔ بھائیو! اہل خدا بھی قدیم اس کا کلام بھی قدیم۔ مذہب بھی قدیم رکھو جو تمہارے بزرگوں کا دین ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض کوتاہ اندیش ہم کو برا کہتے ہیں اور عقاید باطلہ اور مذاہب جدیدہ کے رو کرنے پر ہم کو الزام دیتے ہیں کہ یہ بات تفرقہ پیدا کرتی ہے لیکن جانئے انصاف ہے کہ تمام جدید مذاہب باطلہ ابھی ہمارے سامنے پیدا ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں سب مسلمان اہل سنت والجماعت واحد دین کے پیرو تھے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے بے دین لوگوں نے تفرقہ اندازی اور فکریتی کر کے ہم سے ہمارے بھائیوں کو جدا کر دیا۔ اور بد عقیدہ بنالیا۔ تھوڑی مدت کی بات ہے کہ یہاں کوئی مرزائی، وہابی، پکڑا لوی، بابی، بہائی وغیرہ عقاید کا سرو نہ تھا۔ اب اگر اس سواد عظیم

درپیش تھی کہ اگر مجھے پڑھتا ہے تو گم شدہ اونٹ کی تلاش رہی جاتی ہے۔ اور کھیت میں پانی نہ تو سال بھر کی پیداوار سے بھی محروم رہا جاتا ہے۔ مگر عرب کی قوت ایمانی نے فیصلہ کیا، اور صحیح فیصلہ کیا، کہ اگر جمعہ اور اتوار تو آخرت کا دائمی نقصان ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ ہاں! اونٹ نہ ملا تو دوسرا اونٹ بھی خرید اجا سکتا ہے۔ اور کھیت میں پانی نہ آیا تو روزی پہنچنے کے اور بھی بہت سے وسیلے ہو سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَصَا مِنْ ذَاتِ بَكَّةٍ فِي الْأَرْضِ مِنَ الْآلِ عَلَى الْآلِ بِرَاحَةِ فُتْحًا۔ (ترجمہ۔ زمین پر جتنے جانور چلتے پھرتے ہیں، ان سب کی روزی اللہ کے فضل سے) جب کوئی عاجز انسان کھانے کی دعوت کرتا ہے، تو اس کے وعدے پر بھر دے کر کے آدمی بے فکر ہو جاتا ہے۔ اور اسے اطمینان ہو جاتا ہے کہ آج کا کھانا اسے مل جائے گا۔ بھلا وہ قار و قیوم رزاق مطلق روزی اپنے ذمے کر لے تو پھر کسی کو کیا فکر ہو۔ ضرور کسی نہ کسی بہانے سے روزی مل ہی جائے گی۔

پس یقین کر کے وہ عرب نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے چلا گیا۔ جب فارغ ہو کر گھر آیا تو اس نے دیکھا کہ اونٹ مکان میں بندھا ہوا ہے۔ عرب نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ گم شدہ اونٹ کس طرح آگیا۔ اس نے جواب دیا۔ میاں ابھیڑے اس کے پیچھے گئے ہوئے تھے۔ یہ بے تحاشا بھاگتا ہوا آکر ہوا تھا۔ جب گھر میں داخل ہو گیا تو میں نے باندھ دیا۔ بھیڑیے جنگل کو دلپس چلے گئے۔ اس سے مطمئن ہو کر وہ عرب اپنے کھیت میں پہنچا تو دیکھا کہ تمام کھیت پانی سے بھرا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر بے چارہ عرب حیران رہ گیا۔ آخر ہمسایہ سے پوچھا کہ بھائی ہمارا کھیت پانی سے کس طرح بھر گیا۔ ہمسایہ نے جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر اپنا فضل فرمایا۔ ہم دلپس نے کھیت میں پانی دے رہے تھے۔ پانی دینے والا سو گیا۔ ہمارے کھیت سے پانی ٹوٹ گیا۔ اور جب تمہارا برابر والا کھیت بھر گیا تب آنکھ کھلی۔ اس روایت سے بخوبی ظاہر ہے کہ عرب نے دینی کام، نماز جمعہ، کو مقدم سمجھا۔ اور دنیا کے کام چھوڑ کر نماز کے لئے چلا گیا تو خدا تعالیٰ نے اس کے دنیاوی کام بھی بنا دیے۔

(۵) تیسرا مسئلہ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جسم انسانی تم کو مستعار دیا گیا

کس کا ہے۔ اس نے کہا میرا ہے۔ میں نے سوال کیا کہ بھائی! خدا تعالیٰ کا نام تو تم نے کسی چیز پر بھی نہیں لیا، تو کیا سب چیزیں حرام ہو گئیں۔ اس مولوی سے کہو کہ اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہے کیونکہ اس عورت پر اس کا نام آگیا۔ نہیں! وہ خدا کی بندی تو اس پر حرام تھی۔ غیر اللہ کا نام آیا اور وہ مولوی کی عورت بنی، تبھی تو اس پر حلال ہونی ہے۔

دوسرے جلسے کا وعظ

(بمقام جامع مسجد اگرہ بتاریخ ۲۷ نومبر ۱۹۲۲ء)

کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کے دو جز ہیں۔ ایک جز وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دوسرا جز مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ سارے کلمہ شریف کے چوبیس حروف ہیں پہلا جز تو حید ہے، اس کے بارہ حروف ہیں۔ دوسرا جز و رسالت ہے۔ اس کے بھی بارہ حروف ہیں۔ یہ دونوں جز و اصل ایمان ہیں۔ اسی لئے ان دونوں اجزاء کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ ادھر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی ختم ہوتی ہے کہ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کی مسم شروع ہو جاتی ہے۔ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک ان دونوں جہودوں پر ایمان نہ لائے۔ یعنی ایک شخص صرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو اس کو مومن نہیں کہہ سکتے۔ توحید کا اقرار کرنے سے اس کو مومن کہیں گے۔ پس ایمان کے لئے دوسرے جز و مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا نام ضروری ہوا۔ اور اس قدر ضروری کہ پڑھنے میں مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ہیچھے آتا ہے۔ مگر اس کا اقرار مقدم اور ضروری ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا کس نے سکھایا؟ توحید سے آگاہ کس نے کیا؟ محمد رسول اللہ نے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس اول محمد رسول پر ایمان لانا ضروری ہوا۔ ورنہ نری توحید سے کیا فائدہ۔ یوں تو شیطان بھی بڑا اچکا موجد ہے۔

حیدرآباد میں ایک مرتبہ مہاراجہ کشن پرشاد وزیر ریاست فقیر سے ملنے کے لئے آیا۔ جب اس کے عقائد کی بابت گفتگو ہوئی تو کہنے لگا۔ حضرت! انہ میں مسلم نہ میں ہندو۔

سے جھٹک کر گمراہ ہو گئے، تو مورد الزام وہ ہیں ذکر ہم۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث آپ کو سناتا ہوں۔ یقین جانو کہ سوادِ اعظم ہمارے پرانے مذہب اہل سنت و الجماعت سے نکل کر یہ جس قدر فرقے بن گئے ہیں، ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے۔ فرمایا خبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے: اتَّبِعُوا سَوَادَ الْأَعْظَمِ۔ فَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ (ترجمہ) تم بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ جو الگ ہوگا جہنم میں جلائے گا۔) آج ہندوستان میں اتفاق اتفاق کی آواز بلند ہو رہی ہے اتفاق تو وہ کریں جنہوں نے تفرقہ اندازی کی ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں۔ سارے چھ کروڑ تو ہم اہل سنت و الجماعت ہیں، اور ہم میں سے تفرقہ انداز ڈاکوؤں نے ڈاکہ مار کر، نا اتفاقی کا بیج بو کر، ہمارے کچھ بھائیوں کو گمراہ کر دیا۔ صرف پچاس لاکھ آدمی یا اس سے بھی کم ہم میں سے نکل کر مرزائی، وہابی، چکڑالوی، بابی وغیرہ ہو گئے۔ بے اتفاقی انہوں نے کی۔ ہم تو اتفاق کے لئے تیار ہیں اور اتفاق پر تیار ہیں۔ اور الحمد للہ اسی اتفاق پر قائم رہیں گے اور اسی اتفاق پر بیٹگیں۔ نا اتفاقی کرنے والوں کو جہنم کی آگ سے ڈرنا چاہیے، اور توبہ کر کے پھر سوادِ اعظم مذہبِ اہل سنت و الجماعت میں شامل ہو جانا چاہیے۔

دیکھو بکریوں کا ایک گتہ ہے۔ جو بکری اپنے گتے سے باہر نکلے گی اور جھٹک جائے گی اس کو بھیڑ یا پکڑے گا۔ جو بکری اپنے گتے سے باہر نہیں نکلے گی، اس کو بھیڑ نہیں پکڑے گا۔ پس اسی طرح جو کوئی ہم میں سے نکل جائے گا، شیطان اس کو گمراہ کر دے گا۔ ڈاکو ڈاکہ مارنے میں سرگرم اور درپے آڑا رہیں۔ تم اپنے ایمان کو مضبوط رکھو۔ ایمان کے بہت سے رہزن طرح طرح سے تمہارے ایمان کو چرانے کی فکر میں گئے ہوئے ہیں۔ نہ ان کی مجلسوں میں جاؤ۔ نہ ان کی صحبتوں میں بیٹھو۔ نہ ان کی بات سنو۔

میں ایک مرتبہ پنجاب میں سفر کر رہا تھا، ایک زمیندار نے میرے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور دریافت کیا کہ ایک مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ غیر اللہ کا نام لینے سے چیز حرام ہو جاتی ہے۔ میں نے اس زمیندار سے کہا کہ یہ کھیت کس کا ہے۔ اس نے کہا میرا۔ میں نے پوچھا یہ لڑکا کس کا ہے۔ اس نے جواب دیا میرا۔ میں نے پوچھا یہ بیل

حضرت بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے کہ آپ پہاڑ میں بادِ الہی کے لئے جا بیٹھے۔ جب کئی روز کا فاقہ ہو گیا تو گھبرا کر ایک آبادی کی طرف رجوع کیا۔ ایک یہودی کے دروازے پر پہنچے۔ اور کھانے کے لئے دست سوال دراز کیا۔ یہودی نے دو روٹیاں دے دیں شیخ روٹی لے کر چلے تو یہودی کا کتا پیچھے ہو لیا۔ کچھ دُور گئے تھے کہ اس نے بھونکنا شروع کیا اور کاٹنے کو آمادہ ہوا۔ شیخ نے ایک روٹی کٹنے کے آگے ڈال دی تاکہ اپنی جان بچائیں۔ کتا اس روٹی کو کھا کر پھر لیچکا۔ اور اسی طرح بھونکنا اور کاٹنا شروع کیا۔ شیخ نے دوسری روٹی بھی ڈال دی اور وہاں سے بھاگے۔ کتے نے وہ بھی کھالی اور پھر پیچھا کیا۔ جب کتا نزدیک آگیا تو شیخ نے کہا "اے بے حیا!" مجھے کئی دن کا فاقہ ہے۔ اس پر دو روٹیاں ملی تھیں۔ وہ دونوں تجھے دے دیں۔ تو پھر بھی بھونکنے کاٹنے سے باز نہیں آتا، اللہ تعالیٰ نے کتے کو گویائی عطا کر دی۔ اس نے جواب دیا: "اے شیخ! بے حیا میں نہیں ہوں، بے حیا تو ہے۔ کہ اپنے مالک کا دروازہ چھوڑ کر اس کے دشمن، ایک یہودی، کے دروازے پر روٹی کے لئے آیا۔ مجھے دیکھ کہ میں سارے دن دھوپ میں اپنے مالک کی بکریاں چرا کر شام کو گھر آتا ہوں میرا مالک رات کو آرام سے سوتا ہے، اور میں رات بھر حفاظت کرتا رہتا ہوں۔ اور صبر و تنازع سے اپنے اسی مالک کے دروازے پر پڑا رہتا ہوں جب کبھی میرے مالک کو خیال آ جاتا ہے، وہ روٹی کا ایک ٹکڑا ڈال دیتا ہے۔ میں اسی پر قناعت کرتا اور رہتی برضا رہتا ہوں کبھی کسی غیر کے دروازے پر نہیں جاتا۔ بے حیا تو ہوا یا میں؟"

حضرت شیخ کی آنکھیں کھل گئیں اور ہوش آگیا۔ کاش انسان اپنے مالک کی رزاقیت پر اتنا بھروسہ ہی رکھتا، جتنا ایک نجس جانور کتا اپنے مالک پر رکھتا ہے! ایک پنجابی بزرگ کہتے ہیں۔

دِتا کھانڈے رب دا کہوں کھانڈے کھٹ ستران ہی گلاں ہو یا چوڑ چپٹ

انسان کی بھول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی کھاتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ خود اپنے قوتِ بازو سے کما کر کھاتا ہے۔ کیا یہی کلمہ طیبہ پر ایمان ہے؟ قوتِ بازو کہاں سے آئی؟ صحت و عافیت اور روزی کے اسباب کس نے پیدا کئے؟

میں تو موحّد ہوں۔ میں نے کہا راجہ صاحب! موحّد تو شیطان بھی ہے۔ مگر لعنت کا طوق گردن میں پڑا ہوا ہے۔ اس کی توحید اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکی کہ اس نے آدم علیہ السلام نبی کا انکار کیا۔ جب تک رسالت کا اقرار نہ ہو صرف توحید کے ماننے سے زیادہ سے زیادہ شیطان بن سکتے ہیں۔

اب ہم کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے معنی بیان کرتے ہیں۔ پہلا جزو توحید ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ۔ وہ ہمارا خالق، مالک اور رزاق ہے۔ جب ہمارا ایمان اپنے خالق، مالک اور رزاق پر ہو تو پھر کبھی کسی۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ صبح کو مل گیا تو شام کی فکر ہے۔ اور شام کو مل گیا تو صبح کی فکر لگی ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کی اتنی عمر تک وہ رزاق مطلق پہنچاتا رہا ہے۔ اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ وہ اسی طرح پہنچاتا رہے گا۔ فکر محض کامل ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ صرف زبان سے کلمہ طیبہ پڑھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اپنا رزاق کہتا ہے۔ اگر ایمان ہو تو فکر کیوں ہو۔

ایمان اس کیفیت قلبی کا نام ہے جو بندے کو اپنے مولیٰ پاک سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی معمولی انسان شام کے کھانے کو کہہ دے تو اس کے قول پر اتنا اعتبار ہوتا ہے کہ نہایت اطمینان سے بے فکر بیٹھ رہتے ہیں۔ اور جو شخص پر تو اتنا تک نہیں رکھتے لیکن اس رزاق مطلق رَبِّ الْعَالَمِينَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ کے وعدے پر کسی معمولی انسان کے قول جیسا بھی اعتبار اور یقین نہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تیری روزی اپنے اوپر واجب کر لی، اور تیری غفلت، کفر، بدعت، فسق، فجور، تمرد، کسرشی کے باوجود بھی وہ رزاق مطلق برابر روزی عنایت فرماتا رہا ہے۔ اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ دیکھو پارہ ۱۲ کا پہلا رکوع۔ شروع آیت - وَمَا مِنْ ذَاتَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا - مسلمانو! جب تمھارا کلام الہی پر ایمان ہے تو تم اس کے وعدے پر کیوں یقین نہیں رکھتے اور اس قدر روزی کی فکر میں لگ گئے کہ روزی رساں کو بھی بھول گئے۔ حضرت تبیل نے کیا خوب کہا ہے

چرا در رزق امروزہ اسیری فکر و غم داری کہ نگار و ترا محتاج ایزد تا کہ دم داری
رساند رزق آل رزاق مطلق غم و غور غافل بھروسہ کن بر و تبیل خدا داری چہ غم داری

وہی حقیقی دانا اور رازق ہے۔ ایک ہندو شاعر کہتا ہے اور خوب کہتا ہے۔

ع: دانا ہمارا دم ہے مودی سگل جہان

یعنی دینے والا تو ہمارا وہی اللہ ہے اور خزانچی سارا جہان ہے۔ جو اس بادشاہ حقیقی کے حکم سے شاہی خزانہ کا مودی بن کر مال تقسیم کر رہا ہے۔ افسوس ہے کہ بادشاہ حقیقی کو سب بھول گئے اور خزانچی کو دینے والا اور خزانے کا مالک سمجھ بیٹھے۔ یہ تو بڑا شرک ہے۔ مسلمان! تم کو روزی، خواہ کسی دروازے اور کسی استے سے اور کیسے ہی ذریعے یہاں سے ملے، سچے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسے اپنے مولیٰ پاک کی طرف سے سمجھیں۔ اور اس کا شکر ادا کریں۔ ظاہری طور پر پہنچانے والا تو ایک خزانچی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ خزانچی کو شاہی خزانے پر ذاتی تصرف کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ وہ بلا حکم شاہی اپنی ذات پر بھی ایک پیسہ نہیں خرچ کر سکتا۔ کسی شخص کو قبل از وقت اور بیش از قسمت کچھ نہیں مل سکتا۔ پھر نہ فردا کیوں؟ اور پریشانی کیسی؟ لاہور کے نزدیک ایک بزرگ شاہ کا گورنر ہے۔ ان کی خدمت میں ایک قوال نے ایسی خوش آوازی سے قوالی سنائی کہ شاہ صاحب خوش ہو گئے۔ اور فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ قوال نے عرض کیا کہ حضرت! نہ رقی گھٹے نہ تل بڑھے، آپ کب مجھے وہ چیز دے سکتے ہیں جو قضا و قدر نے میری قسمت میں نہیں لکھی۔ نہ آپ میری قسمت میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ اور ایسا نہیں کر سکتے تو پھر میں کیا طلب کروں۔ شاہ صاحب کو ہوش آگیا۔ فرمایا ”بھائی شاہ کا کو کا منہ کالا“ اب اس موقع کو ہی کالا شاہ کا ٹوکھتے ہیں۔

توحید کے متعلق بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ مگر ہم صرف ایک ضروری مسئلہ اور سنائیے ہیں۔ جب انسان کا کوئی عزمیزم جاتا ہے تو وہ ہائے وائے کرتا ہے۔ اور سخت بے صبری ظاہر کرتا ہے۔ اس بے صبری کے کیا معنی؟ کیا یہی کلمہ طیبہ پر ایمان ہے؟ اگر کوئی آقا اپنے غلام سے کہتا ہے کہ لاؤ وہ روپے دیدو جو ہم نے تم کو دیے تھے، تو کیا کوئی سمجھدار غلام ایسے مطالبہ پر ہائے وائے کرے گا۔ اور پھر بھی وہ آفت کا سچا فرماں بڑا غلام کہلائے گا۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر کسی کے مرجانے پر بے صبری کیسی!۔

اپنی چیز کا وہ مالک ہے، جب چاہے لے لے۔ عذر کیسا! اگر عذر کرے اور بے صبری دکھائے تو اپنے ضعف ایمان کا اظہار کرے۔ زبان سے تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی میرا معبود نہیں ہے۔ میں اس کا بندہ ہوں۔ اور چاہتا ہے کہ خود مالک بن جائے۔ اور جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ کیا ایمان اسی کا نام ہے؟ افسوس صد افسوس! جب اس نے مان لیا کہ میرا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو اسے رضا پر رہنا چاہیے۔

راضی ہیں ہم ہی پر جس میں تیری رضا ہے۔ شکوہ تری رضا کا صبر و رضا نہیں ہے اب دوسرے جزو رسالت کو لیجئے۔

کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس جزو رسالت کے بھی دو جزو ہیں۔ ایک مُحَمَّدٌ دوسرا رَسُوْلُ اللّٰہ۔ محمد اسم موصوف ہے اور رسول اللہ اس کی صفت ہے۔ اسم محمد کے معنی ہیں ”سرا ہا گیا“۔ اس سرا ہے گئے پیارے حبیب کی نسبت اللہ تعالیٰ خود شہادت دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَكُنْیَ بِاللّٰہِ شَہِیْدًا (ترجمہ کافی ہے اللہ شہادت دینے والا) اس کی شہادت سے زیادہ کس کی گواہی معتبر ہو سکتی ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو چیز جس شخص نے بنائی ہو، وہ جب اپنی خود ساختہ چیز کی نسبت شہادت دے تو کسی دوسرے آدمی کا اعتراض قبول نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً اگر کہ کسی کا ریگہ بنائی ہوئی ایک دری ہے جس کی نسبت لوگوں میں اختلاف ہے۔ کوئی کسی کی بنائی ہوئی بتاتا ہے، اور کوئی کسی اور جگہ سے آئی ہوئی بیان کرتا ہے۔ اگر اگر کہ وہ کا ریگہ خود شہادت دے کہ میرے کارخانے میں بنی، اور میں نے خود تیار کی ہے۔ تو کسی کو کسی اعتراض کا حق باقی نہیں رہتا۔ اور ماننا پڑتا ہے کہ وہ دری اسی کا ریگہ کی بنائی ہوئی ہے۔ بھلا جب وہ خالق کل اللہ تعالیٰ خود شہادت دے رہا ہے تو اس میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے۔

اول یہ کہ جب شبِ آسری میں حضور کو معراج ہوئی تو حضور کو خیال ہوا کہ اس امر کے ظاہر کرنے پر کفارِ مکہ انکار کریں گے۔ ابوجہل جب حاضر ہوا تو اس نے بطور استہزا پوچھا کہ فرمائیے آج کیا نئی بات سنائی ہے۔ آپ نے معراج کی حقیقت ارشاد فرمائی۔ وہ سن کر بہت خوش ہوا اور سوچا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قائل کرنے کا آج اچھا موقع ہاتھ آیا۔ بھلا ان واحدیں بیت المقدس اور آسمانوں، جنت، دوزخ کی سیر کر کے واپس آجانا کس کے قیاس میں آسکتا ہے اس بارے میں تو ابوبکر بھی ہمارے ساتھ مل کر معراج کا انکار کر دیں گے۔ اس نے حضرت ابوبکر صدیق سے جا کر کہا لو اب بھی اپنے صاحب کی باتوں کو مان لو گے۔ وہ کہتے ہیں ہم رات ہی رات میں بیت المقدس بھی ہو آئے۔ آپ نے بلائیں و پیش فرمادیا کہ وہ سوچ فرماتے ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جب جبریل امین آسمانوں سے چشم زدن میں آ جاتے ہیں اور وحی لاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول کے لئے یہ سیر بعید العقل اور مافوق العادۃ نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ابوجہل اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے معراج جسمانی پر بحث کی۔ کیونکہ روحانی معراج میں تو ابوجہل کو کوئی انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ کسی دلیل کی حاجت تھی خواب میں یا روحانی سیر میں بیت المقدس پہنچ جانا تو ممکنات سے ہے۔ وہ تو جسمانی معراج میں تردد تھا۔ جس کی تصدیق فرما کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق اکبر ہو گئے۔

دوسری دلیل خود قرآن کریم کے پارہ ۱۹ ربیع چوتھا رکوع تیسرا پڑھو۔ قَالَ عَفَرْتُتُ مِنَ الْحَيِّ اَنَا اِنِّيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاَتٰى عَلَيْهِ لَقَوٰى اَمِيْنُ ترجمہ کیا جنوں میں سے ایک نے کہ میں لا دیتا ہوں وہ آپ کو اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں۔ اور میں اس پر قوی اور معتبر ہوں۔) قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اِنِّيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّزِدَتْ اِلَیْكَ طَوْفَاکَ (ترجمہ۔) بولادہ شخص جس کے پاس تھا علم کتاب کا۔ میں لا دیتا ہوں وہ آپ کو اس سے پہلے کہ آپ کی پلک جھپکے۔) بلقیس و سلیمان کا یہ قصہ مشہور اور معتبر ہے مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ بلقیس کا وہ تخت اس قدر وزنی تھا کہ اس کو چار سو آدمی اٹھاتے تھے۔ اور وہ تخت دو ماہ کی اوپر تھا۔ سلیمان علیہ السلام نبی تھے۔ ان کا ایک خادم اس تخت کو چشم زدن میں اتنے دور دراز

حج: وصف خالق ہی جو فرمائے تو بندہ کیا ہے!

بعض لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو نعت شریف کا انکار کرتے اور معترض ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ کلمہ طیبہ تو خود نعت ہے۔ اسم محمد خود نعت۔ اور اس کا انکلا حصہ رسول اللہ یہ بھی نعت۔ غرض سارے کلمہ طیبہ میں نعت ہی نعت ہے جس پر ایمان لانا فرض ہے۔ ساری عمر میں ہر مسلمان کو ایک مرتبہ یہ نعت پڑھنی فرض ہے۔ اور اس فرض کو بار بار ادا کیا جائے تو اتنا ہی زیادہ مفید ہے جس سے ایمان قوی ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت کی نعت تو پڑھو۔ مگر حد سے نہ بڑھاؤ۔ وہ ہمارے جیسے بشر تھے۔ افسوس! حد سے تو وہ بڑھائے جس کو حد معلوم ہو کسی کو حد معلوم نہیں۔ جب حضور کی حد ہی کسی کو معلوم نہیں تو وہ حد سے کس طرح بڑھا سکتا ہے۔

اس مسئلے کے متعلق ایک معتبر روایت سنئے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام شبِ معراج میں ہم رکاب سعادت سرشار و جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہی تک تشریف لے گئے۔ یہاں پہنچ کر ٹھہر گئے حضور نے ارشاد فرمایا:۔ سِرِّ مَعِیْ یَا اَخِیْ جِبْرِائِلُ (ترجمہ چلو میرے ساتھ اے بھائی جبریل) حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ حضور یہاں سے میں ایک قدم آگے بڑھاؤں تو تجلیات آہی سے جل جاؤں۔ یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ میری حد اچکی۔ سعدیؒ نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔

اگر یک قدم پیش برتر نہم فرودِ تجلی بسوزد پریم

حضور نے فرمایا کہ ہمارا تو یہ پہلا قدم ہے۔ اس روایت سے آپ کو حد کا پتہ چلا۔ جہاں حضرت جبریل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے رہ جاتے ہیں، وہاں حضور کا پہلا قدم ہوتا ہے۔ اب سوچو کہ تم کون سی حد سے بڑھانے کی فکر میں گھل رہے ہو۔

یہاں معراج کا ذکر آگیا۔ اس لئے پیر وری مسئلہ بھی بیان کئے دیتے ہیں۔ کہ معراج جسمانی ہوئی یا روحانی۔ بہت لوگ خیال کرتے ہیں کہ معراج روحانی ہوئی تھی جسمانی نہیں ہوئی۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور کو معراج جسمانی ہوئی۔ اس بات کے لئے ہمارے پاس قوی دلائل ہیں۔

روشن دلیل اور کیا ہو سکتی ہے!۔ نہیں معلوم معراج جسمانی کو تسلیم کرنے میں کلام پاک کی قاطع حجت کے ہوتے ہوئے کیسے انکار کرتے ہیں۔
اب کلمہ طیبہ کے باقی معنی سنئے۔

جس طرح بعض آدمی نعت رسول میں حد سے باہر ہونے نہونے کی فکر کرتے ہیں جس کا ہم نے ابھی کچھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح بعض گستاخی کرنے کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محاذ اللہ اپنے جیسا بستر کہنے سے نہیں چوکتے۔ یہ مسئلہ بڑا ضروری ہے۔ سنئے۔

قرآن کریم کے سولہویں پارہ، پہلے ربیع، تیسرے رکوع، سورہ کہف کی آخری آیات میں ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُ الْوَاحِدُ (ترجمہ یعنی اے ہمارے حبیب! فرما دیجئے کہ میرا ظاہر تمھاری مثل ہے۔ اور میری طرف وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود خدائے واحد ہے)۔ اس آیت میں لفظ ”بشر“ سے ہوکا کھا رہے ہیں۔ عربی میں ”بشر“ ظاہر جسم کو کہتے ہیں۔ انھوں نے اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ تو یاد کر لیا۔ لیکن یُوْحَىٰ اِلَیَّ پر نظر نہ ڈالی۔ محاذ اللہ! اس پیکر قدسی نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا جیسا بستر سمجھتے ہیں۔

یہ تو وہ بات ہوئی کہ ایک بے نمازی تارک الصلوٰۃ سے جب نماز کے لئے کہا گیا تو اس نے جھٹ قرآن کریم کی آیت لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ پڑھ کر سنا دی۔ جس کا ترجمہ ہے کہ نماز کے پاس نہ پھٹکو۔ یہ تو اس صورت میں حکم ہے جب کہ کوئی مجبور ہو۔ پوری آیت اس طرح ہے لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ وَانْتُمْ سُكَارَىٰ (ترجمہ کہ تم نماز کے نزدیک نہ جاؤ درآن حالیکہ تم مس کی حالت میں ہو)۔

یہی حال ان بے دینوں کا ہے۔ آیت کے ایک حصے کو پڑھتے ہیں۔ اور اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے مشیت کا خیال کر لیتے ہیں۔ یُوْحَىٰ اِلَیَّ پر دھیان نہیں کرتے۔ وحی تو صرف حضور پر آتی تھی۔ یہ تو خاصہ حضور ہی کا ہے۔ ہاں! ایک بات حد مشترک ہے۔ وہ آگے ہے۔ اِنَّمَا إِلَهُ الْوَاحِدُ (ترجمہ۔ تمھارا معبود خدائے واحد ہے)۔

فاصلے سے اٹھالایا۔ اب سوال یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام تو نہ رسول تھے، نہ صاحب شریعت نہ اولوالعزم، نہ مصطفیٰ تھے۔ ان کا ایک خادم تو اسی جسم غفیری کے ساتھ، اتنے بڑے ذوقی تخت کو، اتنے فاصلے سے چشم زدن میں لے آئے۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج جسمانی فرمائیں تو شکوک و اوہام پیدا ہو جائیں۔

تیسری دلیل یلبقیس کے قصے کو تو آپ بہت پُرانا کہتے ہیں۔ لیجئے اس زمانے کی شہادت سنئے۔ اخبار زمیں سندانہ میرج پچھلے دنوں یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ دوران جنگ جرمن نے ایک توپ ایسی ایجاد کی جس کا ایک گولہ دس سو من کا تھا۔ اور وہ تین سو میل کی مار کرتی تھی۔ اور اس کا گولہ تین سو میل پر ایسی جلدی پہنچ جاتا تھا کہ آواز پیچھے آتی تھی۔ اور گولہ پہلے پہنچتا تھا۔ انہوں نے ہے کہ آپ اس کو توباد کر لیں کہ کافر اتنا وزنی گولہ ان واحد میں اس قدر فاصلے پر پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے، لیکن قادر قیوم خدا جس کی شان میں کلام پاک اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کا اعلان کر رہا ہے۔ اس کی اس قدرت سے انکار کرنے ہو کہ اس نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج نہیں کرائی بلکہ روحانی سیر کرائی۔ کیا یہی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تمھارا ایمان ہے؟

چوتھی دلیل۔ قرآن کریم کا پندرہ پارہ پہلا رکوع۔ سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ مَا لَنُزَيِّرَهٗ مِنْ اٰيَاتِنَا ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (ترجمہ پاک ذات ہے وہ اللہ جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو ادب والی مسجد سے مسجد اقصیٰ تک جس میں ہم نے خوبیاں رکھی ہیں۔ کہ دکھائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں۔ وہ ہے سننے والا اور جاننے والا)۔

یہاں اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ سے صاف ظاہر ہے کہ معراج جسمانی ہوئی۔ کیونکہ لفظ عبد کا اطلاق روح مع الجسم پر کیا جاسکتا ہے۔ نہ صرف روح کو بندہ کہتے ہیں اور نہ صرف جسم بلا روح کو سیر کرائی جاتی ہے۔ ”بندے کو سیر کرائی گئی“ یعنی حضور کو جسم اطہر پہنچانے کے ساتھ معراج ہوئی۔ اگر روحانی سیر ہوتی تو عبد کا لفظ نہوتا۔ اس سے صاف اور

اب ہم اس مسئلے پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ اور دکھلاتے ہیں کہ جو لوگ مثلیت کے ذہم میں ڈوبے ہوئے ہیں، وہ کہاں تک حق بجانب ہو سکتے ہیں۔ صحیح عقاید کی روش سے امت کے افراد میں حسب ذیل مدارج مانے گئے ہیں۔ (۱) مؤمن (۲) ابرار (۳) صالحین (۴) متقین (۵) مقررین (۶) اولیاء (۷) افتاد (۸) ابدال (۹) قطب (۱۰) غوث (۱۱) تاج تابعین (۱۲) تابعین (۱۳) صحابی (۱۴) اصحاب بدر (۱۵) خلفائے راشدین (۱۶) صدیق (۱۷) نبی (۱۸) رسول (۱۹) اولوالعزم (۲۰) مصطفیٰ۔ ہم زیادہ سے زیادہ مؤمن ہو سکتے ہیں۔ اور اس سے بھی بفضلہ تعالیٰ مدارج بلند ہوں تو بیس مدارج میں سے صرف دسویں درجے غوث تک پہنچنا ممکن ہے۔ مگر تبع تابعی کا درجہ ملنا بھی محال ہو گیا۔ چہ جائیکہ باقی مدارج۔ اور سب سے افضل اور اعلیٰ نبیوں اور رسولوں کے مدارج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل اپنے آپ کو سمجھنے لگیں صحیح؛ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

یہ بڑی گمراہی ہے۔ اور اس کی خود قرآن کریم شہادت دیتا ہے۔ دیکھو پارہ اٹھارہ آخر ربع، سورہ فرقان کا پہلا کوع۔ وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرٌ أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ الْكِتَابُ أَوْ يُرْسَلُ إِلَيْهِ الْغَلَامُ قُلْ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا مَجْلًا مَّسْحُورًا ۚ أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا الْاَمْثَالَ فَضَلُّوا أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ سَبِيلًا ۚ (ترجمہ) اور کہنے لگے یہ کیسا رسول ہے۔ کھانا کھاتا ہے۔ بازاروں میں پھرتا ہے کیوں نہ آتا اس پر کوئی نذرشتہ کہ اس کے ساتھ ڈرانے کو رہتا۔ یا اس کے پاس خزانہ نہ ہو یا اس کے پاس بان ہو تاکہ اس میں سے کھایا کرتا۔ اور ظالم کہنے لگے کہ تم ایک مرد مسخرہ کا ساتھ پکڑتے ہو دیکھو تیرے ساتھ کیسی مثالیں دیتے ہیں۔ پس گمراہ ہو گئے۔ اور اب کوئی راہ نہیں پائیں گے۔

مسلمانو! سوچو۔ صرف ایسی مثال دینے سے کہ وہ ہماری طرح بازاروں میں پھرتے تھے۔ اور ہماری طرح کھانا کھاتے تھے، حسب آیت مذکورہ بالا گستاخ گمراہ ہو گئے۔ اور کوئی راہ نہ پاسکے۔ تو تم اس گستاخی میں کیوں مبتلا ہونے ہو۔ کیا تم نے کبھی

حضرت امام اعظم صاحب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا مُحَمَّدٌ لَبَشَرٌ ۙ۔ آپ نے فرمایا لَا كَا الْبَشَرِ۔ بَلْ هُوَ يَا قُوتُ فِي الْحَيَاةِ۔ کہ حضور بشر جیسے نہیں ہیں۔ وہ تو ایسے ہیں جیسے یا قوت پتھروں میں۔ سب پتھریا قوت نہیں ہو سکتے۔ پتھر کو کڑی کو بھی کوئی نہیں پھپھتا۔ اور یا قوت انول ہے۔ اگر پتھریا قوت کو اپنا جیسا کہنے لگیں تو کیسی جہالت کی بات ہے۔ یہ لوگ تو حضور کو اپنے جیسا بشر کہنے سے نہیں ڈرتے، اور میں کہتا ہوں کہ کوئی بھی کسی کا مثل نہیں ہے۔ غور کیجئے کہ صورت شکل، رونے ہنسنے، آواز، گفتار میں کوئی بھی کسی کا مثل نہیں ہے۔

اگر لَبَشَرٌ مِثْلُكُمْ کا ترجمہ ان لوگوں کے لفظوں ہی میں مان لیا جائے، اور کہا جائے کہ ”میں تو تمہارے جیسا بشر ہوں“ کہہ دینے کا ارشاد دربی ہے۔ تو بھی قابل غور یہ امر ہے کہ یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے۔ کہ آپ ان سے فرمادیجئے کہ ”یہود و عذریا بن اللہ۔ اور نصاریٰ مسیح ابن اللہ۔ کہہ کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ تم میری نسبت ایسا غلط عقیدہ مت قائم کر لینا۔ بلکہ میں تم جیسا ہی بشر ہوں۔ ہاں! میری طرف وحی نازل ہوتی ہے“ اس کی مثال ایسی ہے کہ بادشاہ اپنے نائب سلطنت و ایسے ہند کو حکم دے کہ آپ اعلان کر دیں کہ ”ہم تو تم سب آدمیوں کی طرح ملازم شاہی ہیں مطلق العنان بادشاہ نہیں ہیں“ اس اعلان پر کیا کسی جو کیدار کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وایسے سے کہے کہ ”تم تو میرے جیسے ہی ملازم سرکار ہو“

دوسری مثال سنئے۔ ایک شخص کا نام نور محمد تھا۔ اس کا باپ بھی زندہ تھا اور بیٹا بھی موجود تھا۔ باپ نے اسے پکارا اور کہا ”نور محمد ادھر آ“ باپ کو اس طرح پکارنے کا حق ہے لیکن اگر اس شخص کا بیٹا بھی اسے اسی طرح پکارے اور کہے ”نور محمد ادھر آ“ تو کیا وہ بیٹا ناخلف نہیں ہے۔ اس کو اس طرح پکارنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو اس طرح فرمادیجئے۔ اور حضور اور خود بھی ایسا فرمائیے۔ تو بجا ہے لیکن امت کا ایسا کہنا صریح گستاخی اور بے ادبی ہے۔

تیسرے جلسے کا وعظ

(بقام اکبری مسجد بتاریخ ۲۸ نومبر ۱۹۲۴ء)

دین اسلام اپنی عالمگیر دل آویزی اور صداقت کے سبب سب سے زیادہ پر غالب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خود اس کا محافظ ہے۔ جو شخص اسلام کی اعانت اور خدمت کرتا ہے وہ جزا کا مستحق ہے۔ اور یہ خاصانِ خدا کا حصہ ہے۔

در مطبخ عشق جز نکور انکشد لا غصفتان و حیلہ جور انکشد

گر عاشق صادق ز کشتن مگریز مردار بود کسیکہ اور انکشد

کم بہت لوگ تبلیغ اسلام سے ڈرتے اور پہلو تہی کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ چالیس آدمی کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں دو چور ملے۔ اور انھوں نے ان کو مار پیٹ کر سب مال متاع لوٹ لیا۔ جب گھر پہنچے تو ان سے پوچھا گیا کہ کس طرح لٹ گئے۔ تو وہ بولے چور اور لالچی دو جنے اور ہم چالیس اکیلے کس طرح مقابلہ کرتے۔ یہی حال اگر وہ والوں کا ہے۔ ان کے علاقہ میں ارتداد کا فتنہ بپا ہے۔ دنیا کے اسلام میں تھک کر پڑ گیا۔ اقصائے ہند میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ انسداد ارتداد کے لئے اپنی ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر دوڑ پڑے۔ اور تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ مگر اگر وہ والے اسی طرح خوابِ غرگوش میں پڑے سوچ رہے ہیں کہ شردھانند اور مالوی دو جنے، اور اگر وہ والے ایک لاکھ اکیلے۔ کیا کریں اور کس طرح اپنے بھائیوں کو ارتداد سے بچائیں۔

اگر وہ کے مسلمانوں! یاد رکھو کہ اسلام کا بال بیکا نہیں ہو سکتا۔ اس کو وہ قار سے جس نے سرنگرایا وہ پاش پاش ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دین کسی کی اعانت کا محتاج نہیں ہے۔ مگر جو مسلمان خدمت اسلام کرے گا، اس کو دین و دنیا میں سرخروئی حاصل ہوگی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور جو حضور کا نام لیوا ہے اس کا بھی میں خادم ہوں۔ مجھے اس کے ساتھ محبت ہے۔ مگر جو بے دین اللہ

قرآن شریف پڑھا اور سنا ہی نہیں؟ یا تمہارا مذاق ایسا بگڑ گیا کہ صریح آیت قرآنی کے ہوتے ہوئے بھی تم نہیں سمجھتے؟ اور اپنے ساتھ مماثلت کرنے میں گستاخ بے ادب ہو کر اپنی راہ مار رہے ہو؟ قرآن کا منکر کافر ہے۔ اب بھی اگر تم نے ایسی مماثلت اور ثنیت ڈھونڈی تو کہیں ٹھکانا نہیں ہوگا۔

اب اس نتیجے پر پہنچیں ایک سچی اور صاف بات کہوں گا۔ چاہے گمراہ لوگ اے سن کر کیسے ہی حاشیے چڑھائیں۔ سنو! خدا تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے الوہیت میں اور حضرت کو پیدا کیا تو آپ وحدہ لا شریک ہیں عبدیت میں۔ نہ اس کا ثانی نہ اس کا ہمسر۔

أَنْتَ خَيْرُ الْخَلْقِ خَيْرُ الْبَنِيَّا خَيْرُ الرُّسُلِ
مَصْدَرُ الْخَيْرَاتِ مُقْتَدِرُ الصِّفَاتِ مُحَمَّدٌ

تعالیٰ کے حبیب کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔

دنیا میں جس قدر فرقے اور مذاہب ہیں وہ لاتعداد اور بے حساب ہیں۔ وہ سب نے غم خود یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں۔ اور دوسرے گمراہ۔ ہر ایک شخص اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے۔ مگر اس کا کچھ معیار ہونا چاہیے۔ حق اور باطل کو جانچنے کے لئے کوئی کسوٹی ہونی چاہیے۔ دیکھئے۔ ہیرا ایک قی پانچ سو روپے کو ملتا ہے۔ اسی رنگ کا کانچ ہوتا ہے۔ جو ایک پیسے کا دو تولہ آ جاتا ہے۔ بتور کی بھی یہی شکل ہوتی ہے۔ بتور پیسے کا اتنا آ جاتا ہے کہ اتنا ہیرا ایک لاکھ پچھلے کا بھی نہیں آتا۔ اب دیکھو۔ ہیرا صرف ایک کے ہاتھ میں ہے۔ دوسروں نے بتور کو ہیرا سمجھ کر تسلی کر لی ہے کہ ان کے پاس ہیرا ہے۔ مگر ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ہیرا صرف مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہم سچے دل اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ سچا مذہب مسلمانوں کا ہے۔ باقی سب کے ہاتھوں میں کانچ کا ٹکڑا ہے۔ ثبوت لیجئے۔

جس قدر فرقے ہیں سب کوئی نہ کوئی دلیل رکھتے ہیں۔ آریہ کہتے ہیں کہ وید خدا کی طرف سے ہے میں سوال کرتا ہوں کہ وید کب نازل ہوئے؟ اور کس کے اوپر اترے؟ اس وقت اس جگہ کو کسی مخلوق آباد تھی؟ اس کا کوئی جواب نہیں۔ ساری دنیا اور آریہ اس کا جواب دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ وید انا دی ہیں۔ قدیم ہیں۔ خیال کیجئے کہ جب مخلوق نہیں تھی تو وید کس کی ہدایت کے لئے آئے تھے۔ مسلمانوں کی کتاب قرآن کریم ہمارے حضرت پر نازل ہوئی ہماری ہدایت کے لئے۔ اس کا ثبوت کہ وہ خدا کی طرف سے آئی۔ سنیئے۔ قرآن شریف کے نزول سے پہلے صرف دو زبانیں مذہبی تھیں۔ نزولِ توریت کے وقت تمام ملک کی زبان سریانی تھی۔ انجیل عبرانی زبان میں اُتری۔ مگر قرآن شریف عربی زبان میں نازل ہوا۔ اب دیکھئے کہ قرآن شریف نے نہ صرف توریت اور انجیل کو منسوخ کر دیا۔ بلکہ ان زبانوں کو بھی صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا۔ اس سے زیادہ کیا ثبوت دے سکتے ہیں۔ اب دُر دُر قرآن شریف کا ہے۔ جن ملکوں میں سریانی اور عبرانی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ وہاں بھی اب عربی بولی جاتی ہے۔ اور قیامت تک بولی جائے گی۔

کوئی قوم اگر قرآن کریم کو صفحہ عالم سے مٹانا چاہے گی تو خود مٹ جائے گی۔ ہندوستان

میں انگریز آئے تو پادریوں نے چاہا کہ کسی طرح قرآن شریف اکٹھے کر لئے جائیں۔ اور سارے قرآن تلف کر کے مسلمانوں سے ان کی مقدس کتاب لے لی جائے۔ ایک مولوی صاحب نے ایک پادری سے جو ان کا دوست تھا دریافت کیا کہ آخر اس تعداد کثیر میں قرآن شریف خریدنے کی کیا وجہ ہے۔ وہ پادری بہت صاف گو تھا۔ مولوی صاحب سے کہنے لگا کہ مشن کی تجویز یہ ہے کہ مسلمانوں سے تمام قرآن شریف خرید کر دریا برد کر دیے جائیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ مسلمانوں کی کتاب کا غدول پر نہیں ہے۔ وہ تو ہمارے سینوں میں لکھی ہوئی ہے مسلمان تھوڑی دیر میں ہزاروں اور لکھ لیں گے۔

دُنیا میں کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے کہ جو اپنی کتاب کی ایسی حفاظت کر سکے۔ ہمارے دس دس برس کے بچوں کے دلوں پر قرآن شریف لکھا ہوا ہے۔ ایک تو میں ہی ثبوت میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ میں قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ اور بھنڈ بھنڈ پڑھتے پڑھتے اذگھ آ جاتی ہے۔ پیچھے سامعین میں حافظ قرآن موجود ہوتے ہیں۔ مگر قرآن شریف کی یہی آیتیں مُنہ سے خود بخود صحیح نکلتی رہتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ تو دل میں نقش ہو چکی ہیں۔ قرآن شریف میں تیس پارے۔ پانچ سو چالیس رکوع۔ ایک سو چودہ سورتیں۔ پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو حرف اور چھ ہزار چھ سو چھ آیتیں ہیں۔ قرآن کریم کا ایک ایک حرف شمار کر لیا گیا ہے۔ کیا کوئی دوسرا مذہب یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟ پانی پت یہاں سے زیادہ دُور نہیں۔ وہاں عورتیں تک قرآن شریف کی حافظ ہیں۔ دس دس برس کے تو بے شمار سچے حافظ قرآن ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سات برس کی عمر میں حافظ ہو گئے تھے۔

دُنیا میں جس قدر گمراہ اور بے دین فرقے ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ سچا دھرم مسلمانوں کا ہے۔ لہٰذا ہر اور ہندوستان کے دوسرے اکثر شہروں میں دیکھا ہے کہ ہندو عورتیں اپنے بچوں کو لے کر اس جگہ کھڑی ہو جاتی ہیں جہاں مسجدوں میں نمازی اپنے بچے اتارتے ہیں۔ اگر ان ہندو عورتوں اور ان کے گھروالوں کو اسلام سچا مذہب نظر نہ آتا۔ تو وہ مسجدوں میں جوتیوں کی جگہ آکر کیوں کھڑی ہوتی ہیں۔ ایک بیمار کے لئے میرے پاس پانی لئے اور کہا کہ اس کو دم کر دو۔ میں نے دم کرنے کے بجائے اس میں تھوک ڈیا۔

پانچویں جلسے کا وعظ

(بمقام اکبری مسجد تاریخ ۳۰ نومبر ۱۹۲۴ء)

بعض لوگ نہ صرف یہ گمان فاسد کرتے ہیں، بلکہ زبان سے بھی کہتے ہیں۔ اور حضرت حبیب کبریٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صریح گستاخی کرتے ہیں کہ معاذ اللہ حضور کے دشمن فوت ہو گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں ایسا کہنے اور گمان کرنے سے منع فرماتے ہیں پڑھو پارہ دوسرا۔ پہلا ربیع تیسرا رکوع۔ دوسری آیت۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ جَبَلٌ أَحْيَاءُ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (ترجمہ۔ یعنی تم ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے مردہ مت کہو۔ وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں لیکن بے شعور مل کو شعور نہیں ہے۔) یہاں مردہ کہنے سے روکا گیا ہے۔

دوسری آیت سنو۔ پارہ چوتھا۔ ربیع تیسرا۔ رکوع پہلا: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا قُلْ أَصْحَابُ الْمَوْتِ أَمْوَاتٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (ترجمہ۔ یعنی تم ان لوگوں کی نسبت جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں یہ گمان بھی مت کرو کہ وہ مر گئے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی دی جاتی ہے۔ بخوش و خرم ہیں اس پر جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی ان کے پاس نہیں پہنچے۔ اس واسطے کہ نہ ڈرے ان پر اور نہ ان کو غم ہے۔) اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ شہید زندہ ہیں اور ان کو روزی بھی ملتی ہے۔ وہ خوش و خرم ہیں۔ پہلی آیت میں تو مردہ کہنے سے منع کیا گیا تھا۔ یہاں ایسا گمان کرنے سے بھی روکا گیا اور ان کو زندہ کہا گیا ہے۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ موت کس کو کہتے ہیں۔

بیمار تو کچھ نہیں بولا مگر اس کے ساتھی نے کہا کہ اس پانی میں تو شاہ صاحب نے تھوک دیا ہے۔ بیمار نے جواب دیا کہ تھوک دیا تو کیا ہوا۔ اس میں شفا ہے میں پی لوں گا۔ کیا وہ ہندو اسلام کو سچا مذہب نہیں جانتا تھا؟ جانتا تھا تبھی تو اس کو ایسا پتکا اعتقاد تھا۔

قرآن شریف میں صداقت اور برکت ہے۔ قرآن شریف کے نازل ہونے کے وقت اس میں جو برکت اور شفا تھی وہی اب تک ہے اور قیامت تک رہے گی۔ جو یہ کہے کہ قرآن شریف میں اب برکت اور شفا نہیں وہ کافر ہے جس مرض کا کوئی علاج نہیں قرآن شریف اس کا علاج ہے جس کو ڈاکٹر لا علاج بنا دیتے ہیں، ہم اس کو قرآن شریف پڑھ کر دیتے ہیں، وہ شفا پا جاتا ہے۔ قرآن شریف روحانی بیماریوں کا عمل کرنے سے، اور جسمانی عوارض کا محض دم کرنے سے شفا بخش نسخہ ہے۔ کوئی آدمی جس کی طحال بڑھ گئی ہو، وہ خواہ کسی بھی فرقہ کا ہو، آجائے اور ساتھ ایک تیز تلوار لیتا آئے۔ ہم اللہ کا کلام پاک پڑھ کر اس تلوار سے طحال کو دباتے ہیں بال تک نہیں کٹتا اور تکی کٹ کے مریض شفا پا جاتا ہے۔ اسی طرح سانپ گزیدہ اور سنگ گزیدہ کے لئے گیلی مٹی کے ڈھیلے پر کلام پاک دم کر کے دیا جاوے گا۔ وہ اس کے بدن پر پھیر دو جس رنگ کے کتے نے کاٹا ہو گا، اسی رنگ کے بال اس مٹی کے ڈھیلے میں سے نکلیں گے۔ اور مریض اسی وقت اچھا ہو جاوے گا۔ جس کو قرآن کریم کی برکت دیکھنی ہو وہ صبح ہی مریض کو لے آئے۔

میں یہ باتیں صرف اظہار حق کے لئے سناتا ہوں۔ تاکہ سب پر روشن ہو جائے کہ دوسرے مذاہب والوں کے ہاتھ میں فقط کانچ ہے اور مسلمانوں کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے انمول ہیرا ہے۔

کہ ایک ہی وقت میں ہزاروں میل کے فاصلے پر گھر گھر میں موجود ہو۔ مگر اس کی نسبت انکار کیا جاتا ہے جس سے ساری کائنات پیدا ہوئی۔ اور خود سورج بھی اسی کے نور کا ایک ذرہ ہے۔

لاکھوں آدمی ایک وقت میں مرکز دفن ہوتے ہیں۔ یہ ستم عقیدہ ہے کہ ہر قبر میں نکیرین مردے سے سوال کرتے ہیں کہ یہ شبیہ مبارک کس کی ہے۔ یہ کون ہیں۔ یوں پہچان لیتا ہے۔ اور کافر انکار کرتا ہے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضور ہر قبر میں ایک ہی وقت میں پہنچتے ہیں۔ ملک الموت کی نسبت بھی یقینی عقیدہ ہے کہ لاکھوں آدمیوں کی روح ایک ہی وقت میں قبض کرتے ہیں۔ حالانکہ ایک آدمی ہندوستان میں مڑتا ہے دوسرا افریقہ میں۔ ایک ہی وقت میں حضرت عذراہیل علیہ السلام کا سب جگہ پہنچنا قابل تسلیم ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی وقت میں سب جگہ تشریف لانا معاذ اللہ شریک بتایا جاتا ہے۔ جب عذراہیل علیہ السلام بھی حضور کے نور مبارک سے پیدا ہوئے اور وہ ہر جگہ حاضر ہو سکتے ہیں، تو اس نور مبارک کے ایک ہی وقت میں ہر جگہ تشریف لانے میں کیا قباحت ہے؟

مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ جو آیات تلاوت کی گئیں دونوں آیات شہیدوں کے حق میں نازل کی گئی ہیں۔ اور یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گفتگو ہے۔ اس لئے ہم شہید کی تعریف کرتے ہیں۔ شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شہادت صغریٰ و دوسری شہادت کبریٰ۔ کافروں کے ساتھ جہاد کر کے شہید ہو جانا شہادت صغریٰ ہے۔ شہادت کبریٰ کا پتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف سے چلتا ہے۔ حضور ایک بار جہاد فی سبیل اللہ فرما کے مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ۔ (ترجمہ) کہ ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا۔ صحابہ کو خیال ہوا کہ شاید اب اس سے بھی کسی بڑی جنگ کی تیاری کرنی ہے۔ مگر حضور نے فرمایا کہ ”یہ جہاد نفس کے ساتھ ہے“

بات یہ ہے کہ شہید اللہ تعالیٰ کی راہ میں ثابت قدمی کے ساتھ اپنا سر کٹا لیتا ہے۔ اور آں واحد میں گزرنے والی صورت گزر جاتی ہے۔ لیکن جہاد اکبر میں انسان ہر وقت اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرتا رہتا ہے۔ اور یہ بات ایک دفعہ نہیں، ہر دم اور آخر وقت تک جاری رہتی ہے۔

انسان روح اور جسم کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ اور روح جسم کی مفارقت کا نام موت ہے۔ ایک پتھرے میں طوطا محبوس ہے۔ جب تک طوطا پتھرے میں ہے ہم کہتے ہیں طوطا زندہ ہے جب طوطا پتھرے کو چھوڑ دیتا ہے تو کہتے ہیں کہ طوطے نے پتھرے کو چھوڑ دیا۔ مگر وہ مرا نہیں جب طوطا پتھرے کو چھوڑ دیتا ہے تو اس حالت میں اس کی پرواز پہلے سے بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور کوئی یہ بھی گمان نہیں کرتا کہ وہ مر گیا ہے۔ البتہ جو طوطا پتھرے میں مر جائے اسے پتھرے سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اب اس کے پتھرے میں رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ موت کی صورت ہے۔ موت کے بعد جو طوطا پتھرے سے جدا کیا جاتا ہے اس کی پرواز بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ پس پتھرے سے مراد جسم انسانی ہے اور طوطے سے مراد روح ہے جب انبیاء اور شہداء کی روحیں اس نفس عنصری سے پرواز فرماتی ہیں تو ان کے مدارج اور مراتب پہلے سے بھی بہت زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور عام آدمی کی روح نفس عنصری سے جدا کی جاتی ہے۔ یہ جدائی موت کہلاتی ہے۔ ورنہ روح کے لئے موت نہیں ہے۔

وَلْيَسْأَلُواكَ عَنِ الرُّوحِ ۚ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي ۚ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۚ (پارہ پنزدہ۔ ربیع چوتھا۔ رکوع تیسرا۔ ترجمہ) اے ہمارے حبیب! تم سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے اور تم کو بہت تصور اعلم دیا گیا ہے۔ اب یہ مسئلہ بھی باسانی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ دور ہونا یا نزدیک ہونا جسم کے لئے ہے۔ روح کے لئے قرب و بعد نہیں ہے۔

ایک اور مثال سنئے۔ سورج ایک ہے۔ چین ملے کہتے ہیں ہمارے یہاں سورج چمک رہا ہے۔ عرب کہتے ہیں سورج ہمارے گھر میں ہے۔ بظاہر ہزاروں میل کا فاصلہ ہے مگر سورج ہر شخص کو دکھائی دے رہا ہے۔ مسئلہ زیر بحث پر غور کیجئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي ثُمَّ خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ نُورِي۔ (ترجمہ) کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر میرے نور سے ساری خلقت کو پیدا کیا۔ عالم امر اور عالم خلق سب حضور کے نور سے بنے ہیں۔ سورج بھی منجملہ اسی کائنات کے ہے جو حضرت کے نور سے پیدا کی گئی ہے۔ اب دیکھئے کہ سورج میں تو یہ طاقت ہے

آٹھویں جلسے کا وعظ

(بمقام اکبری مسجد اگرہ بتاریخ ۲ دسمبر ۱۹۲۲ء)

کل کسی نے ہم سے کہا تھا کہ یہاں شیعوں کا بڑا زور ہے۔ اور اہل سنت والجماعت بھی ان کے ساتھ تعزیرے نکالتے ہیں۔ اور بہت سی غلط رسموں اور بدعتوں میں گرفتار ہیں۔ تو آج ہم زیادہ تر گفتگو اسی موضوع پر کریں گے۔

میں ایک دفعہ علاقہ کشمیر میں جہوں گیا۔ قاضی ضیاء اللہ شیعہ مع دس بارہ ساتھیوں کے ملنے کے لئے آئے اور شیعیت کی باتیں کرنے لگے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ اس تحصیل میں پہلے کون تحصیل دار تھا۔ اس نے کہا فلاں۔ اسی طرح اور پہلے کے کچھ تحصیلداروں کے نام بتائے۔ میں نے کہا کہ اگر موجودہ تحصیلدار اب سے سو سال پہلے کی مسلمین نکال کر فیصلہ کرنے لگے تو لوگ ضرور اسے پاگل کہیں گے۔ کہ مدعی بھی مر کھپ گئے اور مدعا علیہم بھی فوت ہو چکے، کوئی گواہ بھی زندہ نہیں رہا۔ اب گڑے مڑے کیوں اکھاڑے جارہے ہیں، اور ان دیرینہ مقدمات کا فیصلہ کر کے دیوانہ پن کا اظہار کس لئے ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ اِنَّ دَرَجَةً اُوْہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ان کے حال پر چھوڑو۔ اور اپنے حال کو سنو اور۔ انھوں نے دس روز کے بعد خط لکھا کہ میں نے رفض سے توبہ کر لی ہے۔ اور حیدر شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ گالی نکالنا اور بُرا کہنا فخر نشمند کے نزدیک بُرا ہے۔ جس مذہب میں یہ کام عبادت ہو وہ مذہب ہی جھوٹا ہے۔ دیکھو شیعہ مذہب میں صحابہ کرام کو گالیاں نکالنا اور بُرا کہنا ہی جزو ایمان ہے۔ اس لئے وہ مذہب ہی جھوٹا ہے۔

میرے پاس ایک مستری ہے۔ ہمارے گاؤں کے پاس ہی شیعوں کا ایک محلہ بہت رہتا ہے۔ ایک روز اس مستری اور محلہ میں گفتگو ہوئی۔ مستری نے کہا کہ شہید تو زندہ ہیں۔

حوادث زمانہ، رنج، دکھ، سردی، گرمی، غم، الم، دن رات کوئی حالت اور وقت ایسا نہیں ہوتا کہ جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے پہلو تہی کرے۔ ساری عمر کی اور ہر آن ہر ساعت میں نفس کی یہ پامالی جہاد اکبر ہے پس ثابت ہوا کہ شہادت کبریٰ جس میں ہر ساعت نفس مزار بہتا ہے، انسان کو آیت بالا کا مصداق بنا دیتی ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زمان از غیب جانے دیگر است

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ شہید کا درجہ بلند ہے یا نیچے کا۔ سینے پانچواں پارہ۔ دوسرا راج۔

تیسرا کوع۔ وَ مَن يُّطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا درجہ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، پس وہ ان کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا، نبی، صدیق، شہید، اور صالحین اور اچھے ہے ان کی رفقاقت۔

اس آیت سے مدارج کی ترتیب ظاہر ہوتی ہے۔ اول نبی پھر صدیق۔ اس کے بعد شہید۔ اور چوتھے درجے پر صالحین۔ مسلمان! جب تیسرے درجے کے لوگوں کی نسبت مڑے کہنے اور مڑے سمجھنے کی ممانعت آئی، تو اول درجے کی جماعت اور اس کے بھی سزا کی شان میں کیوں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جب قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ تیسرے درجے کے لوگ یعنی شہید زندہ ہیں تو اول درجے کے برگزیدہ بندے یعنی نبی بدرجہ اولیٰ زندہ ہیں۔

محقق اور فلسفی سب کا اس پر اتفاق ہے کہ روح کے لئے موت نہیں ہے۔ اور جسم سے مفارقت کے بعد روح کی طاقت کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ دیکھو! جب طوطا پھر سے میں تھا تو اس کی پرواز محدود تھی۔ پھر سے سے آزاد ہو گیا تو پھر اس کی پرواز پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ مسلمان! گستاخی مت کرو اور ایمان پر قائم رہو۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر یقین کرو۔ نبی ولی اور شہید کو مڑے مت خیال کرو۔ پھر جانیکہ سرور کائنات علیہ السلام و التسلیمات کی شان اقدس میں گستاخی کا تصور بھی کرو۔

(۲) انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضرت سرورِ دعوٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی استاد نہ تھا۔ اگر کوئی استاد ہوتا تو اس کی تعظیم واجب ہوتی۔ مگر یہ خاصانِ خدا خود ہی سب سے زیادہ واجبِ تعظیم تھے۔ اس لئے کوئی ان کا استاد ہی نہ ہو جس کی تعظیم کرتے۔ ہاں! غلامِ احمد کا استاد گل شاہ تھا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ اس کا دعوئے نبوت جھوٹا اور باطل ہے۔

(۳) سب نبیوں نے چالیس سال کی عمر میں نبوت کا دعوئی کیا۔ اور ایک دم دعوئی کیا۔ تدریجی دعوئی کسی نبی نے نہیں کیا۔ مرزا غلام احمد نے اول کہا میں محدث ہوں۔ پھر مجدد بنا۔ پھر مہدی ہونے کا دعوئی کیا۔ پھر مسیح بن گیا اور نبوت کا دعوئی کر دیا۔ لَعَنَتُ اللہَ عَلَی الْکَاذِبِینَ مسلمانو! یہ سب جھوٹے مذاہب ہیں۔ اور یہ لوگ ایمان کے ڈاکو ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ان ڈاکوؤں سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

ان کی حیات کی آیت قرآن کریم میں موجود ہے۔ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حیات اس آیت کی رو سے مستمم ہے۔ پھر فرمائیے یہ ساری ساری رات شور اور دایلا کرنے کے کیا معنی۔ کیا کوئی زندہ پر بھی شور دایلا کرتا ہے۔ آپ ان کو شہید مانتے ہیں۔ شہیدوں کو زندہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اس فوجِ گری کا کیا سبب۔ کیا زندوں کا بھی فوج کیا جاتا ہے۔ مجتہد بولے کہ شاہ صاحب نے پڑھا کہ بھیجا ہو گا۔

ایک دفعہ وہ مجتہد بیٹھا تھا اور بہت سے دوسرے شیعہ بھی موجود تھے۔ گفتگو کرنے لگی۔ میں نے کہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے سب محبت کا دعوئی کرتے ہیں۔ مگر یہ صرف زبانی باتیں ہیں۔ یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو صرف ایک مرتبہ شہید کر دیا تھا۔ اور یہ سال کے سال شہید کرتے ہیں۔ اور اس پر دعوئے محبت ہے۔ یہ دیوانے ہیں۔ ان کو ہندوؤں ہی سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ ہندو راون کو مارتے ہیں۔ رام چندر کو نہیں مارتے۔ مگر شیعہ یزید کو نہیں مارتے۔ یہ تو امام حسینؑ کو ہر سال شہید کرتے ہیں۔ باقی رہا ان کا یہ دایلا کہ امام کو پانی نہیں ملا۔ اول تو دریائے فرات کے کنارے بالشت بھر زمین کھود دو تو پانی نکل آئے گا۔ اس کے علاوہ میرا ایمان ہے کہ امام آسمان کی طرف اشارہ کرتے، تو نو نیلے پانی کھڑا ہو جاتا۔ زمین کی طرف اشارہ کرتے تو پانی کے چشمے جاری ہو جاتے۔ ان کے غلاموں کی کرامت سے پنجاب میں دو تین واقعات ایسے ظاہر ہو چکے ہیں کہ پانی نکل آیا۔ یہ حضرت امام کی کرامت سے انکار کرتے ہیں مسلمانو! امام حسینؑ اور اہل بیت کی محبت ہمارا ایمان ہے۔ مگر افضیوں کی تقلید میں بدعتوں سے اپنا ایمان خراب مت کرو۔ دوسرا مسئلہ مرزائیت کے متعلق یاد رکھنے کے قابل ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ سب کے اکہرے مفرد نام تھے۔ دوہرے مرکب نام نہ تھے۔ مثلاً آدم، شیت، نوح وغیرہ۔ مگر مرزائی فرقہ کے بانی غلام احمد کا نام دہرا ہے۔ ایک غلام اور دوسرا احمد دو لفظ ہیں۔ بھلا جب ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے کسی کا نام بھی دہرا نہیں ہے تو غلام احمد دہرے نام کا آدمی پیغمبر کیسے بن گیا۔

یہ امر الہی اُمت کو پہنچا دیا۔ اور خود اس پرنسپل کر کے نمونہ قائم کر دیا۔ کہ سفرِ حضرِ صحت بیماری ہر حال میں فرضِ نماز کو ادا کرتے رہیں۔

مسلمانو! جب کوئی رعایا اپنے بادشاہ کی حکم عدولی کرتی ہے تو وہ بغاوت کی مجرم سمجھی جاتی ہے۔ شہنشاہِ حقیقی کے اس حکم سے سرتابی کرنا کیا بغاوت کا جرم نہیں ہے؟ بے شک بندے کی یہ حکم عدولی بغاوت ہے۔ اور اسی لئے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ایک نماز قضا کرنے والے کو بھی جیل میں بند کر دو۔ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے تارکِ صلوٰۃ کے لئے قتل کا فتویٰ دیا۔ بات بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو بے شمار نعمتیں دی ہیں، جن کا کوئی شمار نہیں۔ پھر بھی بندہ اپنے مولیٰ کے حکم سے سرتابی کرے اور نماز بھی نہ پڑھے، تو بے شک وہ باغی ہے۔ اور باغی کی سزا قتل ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تارکِ صلوٰۃ کے لئے سخت دردناک عذاب بتائے ہیں۔ مسلمانو! ڈرو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔ اور نماز کی پابندی اپنے اوپر لازم کر لو۔

نماز کسے کہتے ہیں؟ دنیا کے سارے تعلقات چھوڑ کر اپنے رب کی طرف خشوع و خضوع سے رجوع کرنے اور اس کی بارگاہ میں حاضری دینے کا نام نماز ہے۔ نمازی کو ایک نماز کے وقت سے دوسری نماز کے وقت تک فکر، اندیشہ اور لگن لگی رہتی ہے۔ کہ نماز کا وقت نہ گزر جائے۔ اور نماز قضا نہ ہو جائے۔ اس خیال میں لگا رہنا بھی نماز میں شامل ہے۔ اگر تم ساری دنیا کی بادشاہت رکھتے ہو، اور اسے کوئی چھین لے، تو اس سے بھی زیادہ غم نہ تم کو ایک نماز اور تکبیرِ اولیٰ فوت ہو جانے کا ہونا چاہیئے، تب تو تم نمازی ہو ورنہ نہیں۔ میں تم کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوؤں کبھی نماز نہ چھوڑ دوں گا۔ تم بھی اقرار کرو کہ ہمیشہ نماز کے پابند رہو گے۔

لوگو! ذرا سوچو کہ ہم کو خدائے تعالیٰ نے دنیا میں کیوں بھیجا ہے۔ کیا اس لئے بھیجا ہے کہ اس کی دی ہوئی بے شمار نعمتیں اور پاک رزق کھا کر اس کو غلاظت بنا کے پھینک دیں اور بیوی بچوں میں مشغول رہ کر کھوکھو کے بیل بنے رہیں۔ سنو! انسان کی پسندائش کی علتِ غائی خود اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ عجزِ نظام میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ

دسویں جلسے کا وعظ

(بمقامِ محلہ نوری دروازہ بتایخ ۳ دسمبر ۱۹۲۲ء)

ہر مسلمان پر کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ کا ساری عمر میں ایک مرتبہ پڑھنا اسی طرح فرض ہے جس طرح دنِ رات میں پانچ وقت نماز پڑھنا فرض ہے۔ سال بھر میں ایک ماہ رمضان شریف کے روزے رکھنا فرض ہے۔ چالیس روپیہ نقد یا زیور یا مالِ موسیقی دیا اس سے زیادہ مالیت ہو) اور اس کی ملکیت کو ایک سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے۔ اور ساری عمر میں بشرطِ استطاعت ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔ سمجھ لو کہ جس طرح یہ فرائض ہیں اسی طرح ساری عمر میں ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنا بھی فرض ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہے۔ ایک شخص نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ بتشرک، کفر، فسق و فجور میں بسر کر دیا ہو۔ مگر جب وہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے، اور ایک مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ پڑھ لیتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

نہان جیسا کہ ابھی بیان ہوا دنِ رات میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔ مگر شبِ معراج میں دنِ رات کی پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی اُمت ضعیف ہے۔ اس قدر نمازیں ادا نہیں کر سکے گی۔ دوبارہ عرض کر کے تخفیف کرا لیجئے۔ چنانچہ حضرت نے جناب باری میں عرض کیا۔ ارشادِ ربی ہوا کہ اچھا پانچ نمازیں کم کر دی گئیں۔ مگر حضرت موسیٰ سے پھر ملاقات ہوئی تو آپ نے پھر وہی مشورہ دیا۔ اس طرح حضور سرورِ دو عالم بار بار جناب باری میں عرض کرتے رہے۔ اور ہر درخواست پر پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں فرض رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر بھی عرض کیا کہ یہ بھی بہت ہیں۔ اور بھی تخفیف کرائیے۔ مگر حضور نے فرمایا اب مجھے اور زیادہ تخفیف کے لئے عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضور نے

بارہویں جلسے کا وعظ

(بقام جامع مسجد اگرہ تاریخ ۵ دسمبر ۱۹۲۴ء)

پچھلے جمعہ کو کلمہ طیبہ کے پہلے حصے توحید کے متعلق بیان کیا گیا تھا۔ اب دوسرے حصے رسالت کے متعلق سنئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (ترجمہ۔ تمہارے پاس تمہی میں سے رسول آیا۔ تمہاری تکلیف ان پر شاق گذرتی ہے۔ تمہاری سہجہ و کھل میں ہے۔ اور مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق اور مہربان ہیں۔ تو اگر وہ پلٹ جائیں تو کہہ دو کہ مجھے خدا بس کرتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور عرش عظیم کا مالک ہی ہے۔) (گیا ہوں) پارہ۔ سورہ توبہ۔ آخری رکعت۔ آخری آیتیں۔

خدا تعالیٰ نے جتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کا کوئی حد و شمار نہیں ہے۔ مگر ہمارے لئے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت یہ ہے کہ اس نے ہم کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا۔ کیسا پیا را رسول ہے۔ ہمارا غمخوار۔ اور ہمارے ایمان پر حرص۔ نہایت شفیق اور نہایت مہربان۔ آپ کی رسالت پر ایمان لانے اور کلمہ طیبہ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ صدق دل سے ایک مرتبہ پڑھ لینے سے ساری عمر کے شرک و کفر، اور ہر قسم کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ ایک آدمی کافروں کے گھر پیدا ہوا۔ ساری عمر کفر اور گناہ میں پھنسا رہا۔ ایک مرتبہ اس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو سارے گناہ معاف۔ اور وہ ہمارا بھائی ہو گیا۔ ہمارا رشتہ تمام مسلمانوں کے ساتھ سلامی رشتہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے پختہ رشتہ ہے۔ جو حضور کا غلام ہے ہم اس کے خادم ہیں۔ وہ ہمارا بھائی ہے۔ جو شخص حضور کی بے ادبی کرتا ہے، وہ خواہ کتنی ہی نماز پڑھے

إِلَّا لَيُعَذِّبُنَّ (ترجمہ۔ اور میں نے جہنم اور آدمی صرف اس لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔)

اس پیدائش انسان کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں جا کر عبادت کریں۔ اور اپنے دلوں کو پاک کر کے پھر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ آپ کو عبادت کرنے کے لئے عطا کیا ہے۔ جو کام اس بدن سے لے لو وہ تھا۔ ہے۔ ورنہ یہ بدن تو مستعار ملا ہے، ایک نہ ایک دن تم سے جدا ہو جائے گا۔

ایک جملہ ہے کہ کپڑا بننے کے لئے عاریت کے طور پر آؤں اور مل گیا۔ اس کو احساس تھا کہ دو روز کے بعد یہ مستعار اوزار واپس لے لیا جائے گا۔ اس لئے اتنے دقت میں جس قدر ہو سکے کپڑا تیار کر لیا جائے۔ پس اس نے رات دن لگا کر پوری محنت سے اپنا کام کیا۔ کیا سمجھے؟ یہ بدن بھی ہم کو عاریتاً ملا ہے۔ اور کام میں لانے کے لئے دیا گیا ہے، پالنے کے لئے نہیں دیا۔ بعض مسلمان روزہ نہیں رکھتے، اس وجہ سے کہ روزہ رکھنے سے کمزور ہو جائیں گے۔ روزہ سے جو فوائد و برکات، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو انعام عطا ہونے والے ہیں، ان پر وہی یقین کرے گا جس کو آخرت پر یقین ہے یقین کرو کہ ظاہری طور پر جس بیماری کا کوئی علاج نظر نہیں آتا، اور اطلب اور ڈاکٹر جس کے علاج سے عاجز ہیں، اس کا علاج روزہ اور صرف روزہ ہے۔

نماز روزہ کے ظاہری اور باطنی فوائد بے شمار ہیں۔ ایک چور نے کسی کے گھر سے موشی چرایا۔ صاحب خانہ جاگ اٹھا۔ اور اس نے چور کا تعاقب کیا۔ چور بھاگ کر ایک جگہ پہنچا۔ اور قبلہ رو کھڑے ہو کر اس نے نماز کی نیت باندھ لی۔ لوگ تعاقب میں اس جگہ پہنچے تو سمجھے کہ یہ کوئی شب بیدار شخص ہے، نماز پڑھ رہا ہے۔ فارع ہو تو اس سے چور کو پوچھیں گے۔ جب چور نے سلام پھیرا تو انھوں نے پوچھا کہ کوئی چور تو ادھر سے نہیں گزرا۔ چور نے جواب میں ہوں ہوں کیا۔ لوگ سمجھ کر اب وظیفہ پڑھ رہا ہے۔ اسے چھوڑ دیا اور چور کی تلاش کرنے آگے چلے گئے۔ دیکھو! نماز نے اس چور کو بچالیا۔ حالانکہ یہ صرف دکھاوے کی اور جھوٹی نماز تھی۔ بتاؤ! کہ پھر سچی نماز کیوں نہیں بچائے گی۔ دنیا میں بھی بچائے گی اور آخرت میں بھی بچائے گی۔ سب مسلمانوں کو نماز روزے کا پابند رہنا چاہیے۔ یہ تو ہمارے ہی فائدے کی بات ہے۔ ہم خرم و ہم ثواب۔ نماز روزے کی پابندی ہی میں فلاح و دارین کا راز مضمر ہے۔

ہیں۔ ان کا کام سوائے ایمان پڑا کر ڈالنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ پس مسلمانو! ان ایمان کے ڈاکوؤں کی صحبت سے پرہیز کرو۔ ان ڈاکوؤں سے بدتر وہ ہیں جو ان کے پاس جاتے اور ان کی باتیں سنتے ہیں۔ لاہور میں دو آدمی باتیں کرتے ہوئے جارہے تھے۔ ایک نے کسی کی بابت کہا کہ یہ بڑا بے حیا فرقہ ہے۔ دوسرا سمجھدار آدمی تھا۔ اس نے کہا۔ ان سے زیادہ بے حیا وہ لوگ ہیں جو ان کے پاس جاتے ہیں۔ مسلمانو! یہ ایمان کے ڈاکو تو بے دین ہیں۔ تم ان کے پاس جا کر کیوں ان سے زیادہ بے دین بنے جاتے ہو۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ۔ (ترجمہ نصیحت آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔) کہ ظالم قوم کے پاس بھی مت بیٹھو۔ ان کا اثر ضرور بُرا پڑے گا۔ یہاں ظالموں کے پاس بیٹھنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ اور گیارہویں پارے میں حکم ہوتا ہوتا ہے۔ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کہ سچوں کے ساتھ رہو۔

ایک آدمی ہماری ماں کو گالی دے یا ہمارے باپ کو بُرا کہے۔ تو کیا اس پر بھی ہم اس کے ساتھ محبت اور دوستی رکھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تو ذرا سوچو۔ ایک طرف تو ہم حضور کے غلام کہلاتے ہیں۔ اور دوسری طرف ہم اس شخص کو جو حضور کی امانت کرتا ہے، اور آپ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کے لئے آمادہ رہتا ہے، اس کو کچھ نہ کہیں۔ اور اس کے ساتھ دوستی رکھیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟۔ پانچ سال کا بچہ بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی اس کی ماں کو بُرا کہے اور وہ چپ رہے۔ اس کی غیرت و حمیت اجازت نہیں دیتی۔ فطرت انسانی اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے بُرا کہنے والے کو اچھا نہ سمجھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا عِیْقَۃَ لَہْ جِسْمِیْ غَیْرِتِیْ اس میں ایمان نہیں صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے۔ فِرْدَاوِیْنَ اَلْبَجْدُ وَہُ کَمَا تَفَرَّقُوْنَ مِنَ الْاَسَدِ۔ کہ کوڑھی سے ایسے دور بھاگو، جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ مسلمانو! جسم کے کوڑھی سے تو تم پرہیز کرتے ہو۔ مگر روحانی کوڑھیوں سے پرہیز کرنا بھی از بس ضروری ہے۔ جسم کے کوڑھی کا اثر تو صرف جسم پر ہوتا ہے۔ اور روحانی کوڑھیوں کی صحبت تمہاری رُوح کو کوڑھی بنا کر، دین و دنیا میں برباد کر دے گی۔

ایک دفعہ میں اپنے مولوی صاحب کے ہاں مہمان ہوا۔ انہوں نے مجھے ایک مکان میں بٹھا

پڑھے، کہتے ہی روزے رکھے، اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وہی آئی کہ ایک آدمی دنیا بھر کی عبادتیں کرتا ہے تب بھی نہیں اس کی عبادت کی کوئی پروا نہیں جب تک اسے ہمارے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے عداوت نہیں، اس کی سب عبادتیں بیکار ہیں۔

کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ کلمہ طیبہ کے دونوں جزؤں نہ پڑھے۔ پڑھنے میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تیجھے ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پہلے ہے۔ لیکن ایمان میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پہلے ہے۔ معمولی سی بات ہے۔ دیکھو! آدمی پہلے حضرت کی رسالت پر ایمان لاتا ہے۔ پھر توحید تک اس کی رسائی ہوئی ہے تم کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کس نے سکھایا؟ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نے۔ پس پہلے تم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی رسالت پر ایمان لائے تبھی تو تم نے کلمہ پڑھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور نے فرمایا قُلْ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! کہہ دو کہ جس نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پس وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اس حدیث میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہیں فرمایا۔ کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو وہی کہتا تھا، جو جزو رسالت پر ایمان لے آتا تھا۔

مخبر کرو۔ ان کے لئے سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ایک اللہ تعالیٰ کی پرستش ان کے روبرو پیش کی جاتی تھی۔ پارہ تیسرے سورہ ص کے پہلے رکوع میں ارشاد ہوتا ہے۔ اَجْعَلِ الْاِلٰہَۃَ الْہٰذَا اِیْدًا وَّ اِیْنَ هٰذَا الشَّیْءِ عَجَابٌ۔ (ترجمہ۔ کیا اس نے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود بنادیا؟۔ یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔) ایک خدا کا ماننے والا کوئی نہ تھا۔ تو ظاہر ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وہی پڑھتا تھا جو پہلے حضور کی رسالت کو مان کر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لیتا تھا۔ نجات کا مدار صرف اعمال پر نہیں ہے۔ ایمان اور عقیدہ اعمال پر مقدم ہے۔ کوئی عمل بغیر ایمان کے مقبول نہیں ہوتا۔

آج کل مال و دولت اور علوم و فنون میں بہت ترقی ہو رہی ہے۔ مگر قوت ایمانی کم ہو گئی ہے۔ اس ایمانی دولت پڑا کر ڈالنے والے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اس شہر میں بھی بہت

اخلاف کرام اور خلفائے عظام

اخلاف کرام — خلفائے عظام

دیا۔ مجھے اس مکان میں سخت بے چینی اور تکلیف رہی۔ آگ سی لگی ہوئی تھی۔ میں اضطراب میں ٹپکنے لگا۔ ایک کونے میں ایک سوراخ تھا۔ اس میں مجھے کچھ بال نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ وہاں کوئی کبوتری رہتی تھی۔ اس کی سیاہ کاریوں کا اثر اس جگہ پر باقی تھا۔ میں نے مولوی صاحب سے شکایت کی کہ آپ نے مجھے اس مکان میں کیوں ٹھہرایا، جہاں بدکاریاں ہوتی رہی ہیں۔ اور اس کی نحوست اس جگہ اب تک موجود ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے تو ایسا کیا گیا ہے۔ تاکہ آپ کے قدموں کی برکت سے یہاں کی نحوست دور ہو جائے۔ میں نے کہا بھائی! اس وقت تو اس جگہ کی نحوست مجھے پریشان کر رہی ہے۔ مسلمانو! اگر اپنے ایمان کی حفاظت چاہتے ہو، تو ایسے فاسد عقیدہ لوگوں کے پاس بھی منت بیٹھو۔ دیکھو! تمہارے پاس اگر ایک اشرفی بھی ہو۔ تو تم اس کی کس قدر حفاظت کرتے ہو۔ کہاں کہاں چھپا کر رکھتے ہو۔ کیا ایمان کی حفاظت، اور ایمان کو بچانا نال کے برابر بھی ضروری نہیں ہے۔ ۶

(فائدہ) آگرہ میں اس موقع پر حضور نے تین سہتے سے زیادہ پیام فرمایا تھا۔ اس دوران انجمن خدام المصوفیہ کی طرف سے اکیس جلسے منعقد کئے گئے کسی کسی دن دو دو جلسے ہوئے۔ ایک دن میں، دوسرا دن میں حضور نے تمام جلسوں میں بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ حسب معمول اول دوسرے علمائے کرام کے مواعظ حسنہ ہوتے تھے، اور آخر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے کلمات طلیبات سے فیض یاب فرماتے تھے۔ فرد گاہ پر بھی ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا تھا۔ صبح و شام حلقے ہوتے تھے اور سینکڑوں افراد سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے رہے۔ حضور کا خوانِ نیغما بھی اس دوران عادت مبارکہ کے مطابق جاری رہا اور جملہ حاضرین کے لئے صلائے عام ہوتی تھی۔ غرض حضور الا کے قدمِ سمینت لزوم سے اہل آگرہ کو کامل فیض حاصل ہوا۔ صرف چند مواعظ حسنہ کی تلخیص لفظی افادہ ضبط تحریر میں لائی گئی۔

میں لے کر حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں لائے۔ اور عرض کیا کہ ”اس پر دم کو دیکھئے۔ یہ اکثر روتا رہتا ہے“، حضرت بابا صاحبؒ نے دم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”یہ رونے والا بچہ نہیں ہے۔ یہ بڑا مرد ہوگا۔ اور ہمیشہ خوش قسمت رہے گا“

جب عمر مبارک سوا چار سال کی ہو گئی تو آپ کو حضرت ستاری حافظ شہاب الدین صاحبؒ کی خدمت میں کلام مجید کی تعلیم اور حفظ کے لئے بٹھایا گیا۔ آپ نے بڑی شفقت سے صاحبزادہ صاحب کو پڑھانا شروع کیا۔ اور بہت چھوٹی عمر میں پورا کلام مجید حفظ کرادیا۔

رمضان کا مہینہ آیا تو حضرت قبلہ عالمؒ کے حکم پر آپ نے تراویح میں سننا شروع کیا۔ کہیں کسی کو لقمہ دینے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ آپ نے نہایت عمدہ لہجہ میں تھل، ہسون اور ترسیل کے ساتھ پورا قرآن مجید سنایا۔ تمام نمازیوں نے بے حاشہ کیا اور حضرت قبلہ عالمؒ نے بھی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد سے معمول تھا کہ آپ ہر سال تراویح میں سنایا کرتے تھے۔ اور حفظ و ضبط اتنا عمدہ تھا کہ مدت الطغر کبھی کوئی لغزش نہیں ہونے پائی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تلاوت کی خاص طور پر تعریف و تحسین فرماتے اور ارشاد کرتے کہ ”صاحبزادہ نہایت اچھا پڑھتا ہے۔ دوسرا کوئی حافظ اتنا عمدہ نہیں پڑھتا“

حضرت سراج الملک کا محمول تھا کہ روزانہ نماز فجر کے بعد کلام مجید کھول کے سامنے رکھ لیتے اور کم از کم سوا پارہ ہر روز پڑھتے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے خود مجھ سے کئی دفعہ فرمایا تھا کہ ”شبینہ میں تیرے باپ نے کئی بار پہلی رکعت میں اکیس پارے اور دوسری رکعت میں نو پارے پڑھ کر سلام پھیرا ہے“

ابدائی تعلیم جب آپ کلام مجید کے حفظ سے فارغ ہو گئے تو آپ کو اسکول میں داخل کرایا گیا۔ علی پور سیداں میں کوٹ والی مسجد میں پانچویں کلاس تک اسکول قائم کیا جا چکا تھا۔ آپ بھی اسی میں پڑھتے رہے۔ اسی کے ساتھ آپ مولوی عبدالرشید صاحب سے فارسی کا سبق لیتے رہے۔ گلستان بوستان اور دوسری ابتدائی

اخلاف کرام

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ بیٹیوں صاحب زادگان گرامی شان کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی تھی۔ آپ کے مختصر حالات ذیل میں درج ہیں۔

سراج الملک حضرت الحاج حافظ مولوی سید محمد حسین شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اول

آپ حضور کے خلف اکبر تھے۔ آپ کی صحیح تاریخ پیدائش کہیں محفوظ نہیں ہے۔ غالباً ۱۸۸۰ء (مطابق ۱۲۹۷ھ) سے قبل ولادت پائی تھی۔ ابتدائے عمر ہی سے ذہانت و فطانت کے آثار پریشانی سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور اہل بصیرت جانتے تھے کہ آپ مناصب بلند پر فائز ہوں گے۔

آپ دو تین مہینے کے تھے کہ بابا صاحب حضرت فقیر محمد صاحب سجادہ پورہ ہی رحمۃ اللہ علیہ علی پورہ تشریف لائے۔ تو آپ کے چچ حضرت سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو اپنی گود

سے ملے شیخ بڑھاکا مسجد میں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب ایک حجرہ میں بیٹھے اپنا سبق یاد کر رہے ہیں۔ مٹی کے ٹوٹے کے اوپر روٹی رکھی ہے۔ روٹی کا ٹکڑا توڑ کر نمک مریچ لگا کر منہ میں رکھ لیتے ہیں۔ اور مطالعہ جاری ہے۔ تھوڑی دیر باہر کھڑے ہم پریشغل دیکھتے رہے۔ اور خوش ہوئے کہ ایسی محنت ہو تبھی اعلیٰ پڑھائی ہو سکتی ہے۔ اچانک صاحبزادہ صاحب کی نظر ہم پر پڑی تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ محبت اور عزت سے پیش آئے۔ کھانے کی تواضع کی۔ مگر ہم کھانا کھا کے ان کے پاس گئے تھے۔ اس لئے معذرت کر دی۔ اور کہا کہ ہم تو صرف آپ سے ملنے اور آپ کی خیریت معلوم کرنے آئے تھے۔“

امر تسر میں تحصیل علم کر چکنے کے بعد آپ دہلی گئے اور وہاں مدرسہ امینیہ میں داخلہ لیا۔ کس نظم کی تمام اعلیٰ کتابیں، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل آپ نے یہیں کی تھی۔ حضرت سراج الملک فرمایا کرتے تھے کہ ”میں نے قرآن مجید کا ترجمہ تفسیر حضرت مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے پڑھی ہے اور حدیث کی کتب میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھی ہیں۔“

سفر دہلی

مدرسہ امینیہ میں آپ نے دورہ حدیث ختم کیا تو دستار بندی کے لئے حضرت مولانا مولوی محمود الحسن صاحب تشریف لائے تھے۔ آپ نے ایک ایک طالب علم کی دستار بندی کی اور سندیں عطا کیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فطری تواضع و انکسار کے مطابق سب سے پیچھے تھے۔ جب آپ کی باری آئی تو دستاریں ختم ہو چکی تھیں۔ مولانا محمود الحسن صاحب کو معلوم ہوا کہ اب کوئی دستار نہیں رہی تو انھوں نے اپنی ٹوپی اور دستار اتار کر صاحبزادہ صاحب کی دستار بندی کی۔ اور آپ کی ذہانت و فطانت کی تحسین فرمائی۔ آپ کی سند پر اپنے دستخط ثبت کئے۔ اور آپ کے لئے دعا کی۔ (دیر دستار اور سند اب تک ہمارے پاس محفوظ ہے)۔

ایک دفعہ مولوی محمد عالم صاحب خلیفہ مجاہد حضرت سراج الملک کی ہم رکابی میں دہلی گئے۔ وہو تھے آپ بازار سے گزرتے ہوئے ایک دوکان کے سامنے رُک گئے۔ تو مولوی صاحب نے توقف کا سبب دریافت کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ”دہلی میں تعلیم حاصل کرنے کے

کتابیں آپ نے انھی سے پڑھی تھیں۔ قلعہ سوہیا سنگھ میں آنکھوں جماعت تک یعنی مڈل اسکول کھل چکا تھا۔ علی پور سیداں کے پرائمری اسکول کے بعد آپ قلعہ سوہیا سنگھ کے مڈل اسکول میں داخل ہوئے۔ اور وہاں سے آنکھوں جماعت (مڈل) کا امتحان پاس کر کے سند حاصل کی۔ مگر اس دوران بھی مولوی عبدالرشید صاحب سے فارسی کی کتابیں پڑھتے رہے۔

حضرت سراج الملک عمری کی ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے کہ حضرت مولانا مولوی نور احمد صاحب لیسوری حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے مولوی صاحب سے کہا کہ صاحبزادہ کا امتحان لو۔ انھوں نے کچھ نیٹے دریافت کئے جو صاحبزادہ صاحب نے بتائے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ محنت نہیں کرتا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ ”بجیہ ذہین اور محنتی ہے۔ تصور استاد کا یہ کہ ٹھیک ذہن نشین نہیں کرتا۔“ اس کے بعد مولوی صاحب نے الگ لے جا کر صاحبزادہ صاحب کو کچھ صرفی قواعد سمجھائے اور پھر حضرت قبلہ عالم سے عرض کیا کہ اب حضور ان کا امتحان لے لیں۔ حضور نے جو سوالات کئے صاحبزادہ صاحب نے صحیح جواب دیا۔ اس پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ”مولوی صاحب آپ ان کو اپنے ساتھ لے جائیں اور وہیں تعلیم دیں۔“

تحصیل علوم

حضرت الحاج مولانا نور احمد صاحب انجمن نعمانیہ کے صدر اور مدرسہ میں صدر مدرس تھے شیخ بڑھاکا مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب مولوی صاحب کے ہمراہ امر تسر گئے اور وہاں ان سے عمری کی درسی کتب پڑھیں۔ علوم و فنون، محقول و منقول کی اکثر کتابیں آپ نے مولوی صاحب ہی سے پڑھی تھیں۔

امر تسر کے قیام میں حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محنت اور دلچسپی سے تحصیل علم میں وقت صرف کیا تھا۔ ہماری برادری کے منبرا و جناب سید قایم علی شاہ صاحب نے ایک دفعہ مجھے بتایا تھا کہ ”ہم لوگ ذاتی کام سے امر تسر گئے ہوئے تھے تو صاحبزادہ صاحب

سے آپ کو اکثر تحریری مناظروں کے مواقع حاصل ہوئے۔ ان کی تحریر میں آپ نے ہمیشہ غلطیاں نکالیں۔ اور وہ کبھی تو جیہہ و تاویل نہ کر سکے۔ مگر آپ کی تحریر میں ان کو نکتہ چینی اور خوردہ گیری کی جسارت نہ ہوئی۔ آپ نے بارہا جیلنج بھی کیا مگر معاذین کو چپ سادہ جانے ہی میں عافیت نظر آئی۔

ایک دفعہ مولوی غلام رسول صاحب گوہر کے چچا صاحب کے گاؤں والے آپ کو اہل حدیث سے مناظرہ کرنے کے لئے اپنے گاؤں لے گئے۔ آپ نے ان کے اعتراضات کے جواب اور پھر اپنی طرف سے کچھ سوالات عربی زبان میں مدلل لکھ کر اس جماعت کے علماء کے پاس بھیجے۔ اور مطالبہ کیا کہ عربی ہی میں جواب لکھ کر دو۔ آپ کی فصیح و بلیغ عربی و لکھ کر وہ لوگ راتوں رات وہاں سے بھاگ نکلے۔ آپ نے حسب عادت لوگوں کی ہدایت کے لئے مجمع میں تفسیر فرمائی جس سے بہت لوگ صحیح العقیدہ بن گئے۔

ایک بار جامع انہر کے ایک استاد مصر سے علی پور سید داں آئے۔ بعض مسائل پر ان سے اختلاف ہوا تو مستقل بحث اور مناظرہ ہونے لگا۔ تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت اس دوران برابر عربی میں گفتگو فرماتے رہے۔ مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ محفل میں موجود ہوتے اور ان علمی مباحث سے استفادہ کرتے۔ آپ نے دلائل و براہین سے حنفی مسلک کی صحت اور افادیت ثابت کی۔ اور ان مصری عالم کو قائل کر دیا۔ آپ کی فصیح اور شستہ عربی گفتگو پر ان عربی عالم کو سخت حیرت تھی۔ آخر انھوں نے دریافت کیا کہ آپ نے ملک عرب میں کتنی مدت گزار لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حج کے زمانے کے علاوہ مجھے کبھی وہاں رہنے کی عزت حاصل نہیں ہوئی۔ ان عرب کو حیرت تھی کہ پھر آپ ہندوستان میں رہتے ہوئے کیونکر اتنی عمدہ لسانی جہاں بہم پہنچا سکے ہیں۔

۲۲-۱۹۳۲ء کے حج کے موقع پر آپ عربین الشریفین تشریف لے گئے۔ تو جہاں دوسرے لوگوں نے دھیروں تبرکات اور تحفے خریدے، آپ نے لاتعداد عربی کتابیں خریدیں۔ اور پٹیاں بھر کر علی پور لائے۔ جو کتا ہیں

کتابوں کا شوق

دوران میں اکثر و بیشتر رات کو اس دوکان کے تختہ پر بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ بازار کی روشنی میرے پڑھنے کے لئے کافی ہوتی تھی۔ دیر تک مطالعہ جاری رکھنا اس لئے آسان ہوتا کہ میں سوچتا کہ اگر مجھے نیند آئی تو تھوڑے (تختہ) سے نیچے سرک پر گر پڑوں گا۔ اس نذیرہ میں نیند نہیں آنے پاتی تھی۔ اور میں رات گئے تک مطالعہ میں مصروف رہتا تھا۔

تحصیل علم طب قیام دہلی کے زمانے میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے حکیم اجل خان صاحب مرحوم کے طبیبہ کلج میں داخلہ کر کے طب کی بھی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ حکیم اجل خان صاحب آپ کو اپنے لایق شاگردوں میں شمار کرتے تھے۔ دہلی کے یونانی طب سے تعلق رکھنے والے ادارے آپ کی طبیبانہ حیثیت سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ ہمدرد دواخانہ دہلی سے جو اشتہارات، فہرستیں اور کتابچے آتے رہتے تھے، ان پر آپ کے نام کے ساتھ حکیم بھی لکھا ہوتا تھا۔ حضرت کی خدمت میں جو بیمار تعویذ کے لئے آتے تھے، آپ انھیں تعویذ کے ساتھ دواؤں کا نسخہ بھی عطا فرماتے تھے۔ علاج پر ہیز کی بابت تاکید فرماتے۔ اور ضروری ہدایت کی پابندی پر زور دیتے تھے۔ دیگر شدید امراض کے علاوہ اٹھرا جیسے موزی مرض کے لئے بھی آپ نسخہ تجویز کر کے دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ناروال کے اسٹیشن پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دسترخوان پر سپیکلوٹ کا ڈپٹی کشنر بھی دعوت میں شریک تھا۔ حضرت بڑے صاحبزادہ صاحب نے ڈپٹی کشنر کو ہدایت فرمائی کہ دو پلاؤ پر دہی ڈال کے کھاؤ۔ دہی پلاؤ کا مصلح ہے۔ اس پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ ”بھئی! صاحبزادے نے طب پڑھی ہے میں نے نہیں پڑھی۔ سب لوگ ان کی ہدایت پر عمل کرو۔ اور پلاؤ کے ساتھ دہی ضرور استعمال کرو“

آپ کے دیگر اساتذہ کے نام مجھے تحقیق نہیں ہو سکے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

عربی فارسی پر کامل عبور حضرت سراج الملک رحمۃ اللہ علیہ کو عربی فارسی پر ایسا کامل عبور حاصل تھا کہ تحریر و تقریر میں اہل زبان حبیبی لسانی مہارت حاصل رہی۔ اور تمام عمر کبھی بول چال میں کوئی رکاوٹ نہ آئی۔ دوسرے مذہب والوں

طلبہ کے ذہن نشین فرمادیتے تھے۔ اسی لئے منتہی اسباق کے طلبہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے سے سبق لینے کے روادار نہ ہوتے تھے۔ حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، ہیئت، عقائد، معانی و بیان، ادبیات جملہ علوم کی تدریس میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اور یکساں مہارت و اعتماد کے ساتھ درس دیتے تھے۔

طلبہ کے قیام، طعام، صحت، ورزش و فیکو کی تفصیلات پہلے آچکی ہیں اس لئے مزید تکرار سے احتراز کیا جاتا ہے۔

فتویٰ نویسی حضرت سراج الملت جلیل القدر عالم، محدث اور فقیہ تھے۔ اس لئے فتویٰ نویسی کی خدمت بھی آپ ہی سے متعلق تھی۔ آپ مشکل سے مشکل مسائل پر تسلیم برداشتہ فتویٰ لکھ دیتے تھے۔ حدیث و فقہ کی کتابوں پر ایسا عبور حاصل تھا کہ آپ کے فتوے قوی اور مضبوط دلائل سے حوالہ جات کے مطابق مزین ہوتے تھے۔ جن سے انحراف کی مجال ممکن تھی۔ عدالتوں میں عموماً ان پر اعتماد کیا جاتا اور ان سے سند لی جاتی تھی۔ علم الفرائض بہت مشکل چیز ہے مگر آپ کو اس میں بھی کامل مہارت حاصل تھی۔ میراث کے مسائل کا جواب برحسبہ دیتے اور ترکہ کی تقسیم کے معاملات مدلل طور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں فورا حل فرمادیتے تھے۔

ایک دفعہ لائل پور میں دو اجنبی شخص حاضر خدمت ہوئے۔ انھوں نے میراث کا ایک فتوے پیش خدمت کر کے رائے معلوم کی۔ آپ نے فتویٰ پڑھ کر ارشاد کیا کہ ”مولوی یونس نے ترکہ کی تقسیم غلط کی ہے۔ صحیح تقسیم یوں نہیں یوں ہوگی“ قلم اٹھا کر اسی کا غلط تصحیح فرمادی۔ اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ مولوی یونس کو دکھا دو مولوی یونس نے پڑھا تو دریافت کیا کہ حضرت نے کتابوں سے دیکھ کر تصحیح کی ہے یا زبانی؟ ان اشخاص نے جواب دیا کہ وہاں تو کوئی کتاب بھی سامنے موجود نہ تھی، مولوی یونس کو آپ کے فاضل اجل ہونے کی تائید کرنی پڑی۔

ایک بار حضرت کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں اس وقت ایک طلاق کے مسئلے نے سب کو پریشان کر رکھا تھا۔

ہندوستان میں نایاب اور کمیاب تھیں خاص طور پر آپ نے انہی کی خریداری کا اہتمام فرمایا تھا مثلاً منصوص شرعی۔ فتح القدر۔ بحر الرائق۔ شیخ زادہ۔ عینی۔ تطلانی (شرح بخاری) تفسیر روح المعانی۔ تفسیر روح البیان۔ تفسیر ابن جریر وغیرہ۔ پہلے مدرسہ کے کتب خانہ کی مختصر فہرست آچکی ہے۔ یہ سب کتابیں آپ ہی کی جمع کی ہوئی ہیں۔

حضرت قبلہ عالم دین سرور العوایہ آپ کے اس شوق کی بڑی قدر کرتے تھے۔ کئی بار تحصیل آفرین کے کلمات زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں۔ ایک بار فرمایا تھا کہ ”لوگ ایسے تبرکات خریدتے ہیں جو فنا ہو جاتے ہیں۔ صاحبزادہ نے ایسی چیزیں خریدی ہیں جن کو بچا ہے“ حضرت سراج الملت خود بھی اپنی اس سعی مشکورہ کا تذکرہ غمخ کے ساتھ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ”میں نے ایسی کتابیں جمع کر دی ہیں جو باقیات الصالحات کی مصداق ہیں“ حضرت قبلہ عالم نے کتابوں کی کثرت دیکھ کر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ صاحبزادہ نے تو مکہ شریف کے تمام کتب خانے خرید لئے ہیں“

مدرسہ نقشبندیہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دینی کارناموں میں ذکر آچکا ہے کہ آپ نے علی پور سیداں میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا تھا۔ جو مجد اللہ اب تک بخیر و خوبی خدمات دینی و علمی انجام دے رہا ہے۔

جب حضرت سراج الملت تحصیل علوم کے بعد علی پور سیداں واپس آئے تو آپ نے مدرسہ کا تمام انتظام و انصرام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ آپ ہی اس کے مدرس اعلیٰ تھے اور آپ ہی مہتمم۔ ابتدا میں تنہا تمام طلبہ کو اعزازی طور پر درس دیا کرتے تھے۔ بتدریج یہ مدرسہ اس قدر مشہور و معروف ہو گیا کہ بنگال، مدلس، دکن، ایران اور بخارا سے بھی طالب علم آنے لگے جن طلبہ کی مادری زبان فارسی ہوتی تھی ان کو آپ فارسی ہی میں درس دیتے تھے۔

طلبہ کی تعداد بڑھ گئی اور کام زیادہ ہو گیا تو کانپور سے مولوی محمد یوسف صاحب کو بلوایا گیا۔ بعد میں دو تین اور مدرسوں کا بھی اضافہ ہوا۔ لیکن دوسرے مدرسوں کے آجانے کے بعد بھی حضرت خود مدرسہ کی حیثیت سے تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ عموماً اعلیٰ درجی کتب کا درس دیتے تھے۔ آپ کو تدریس کا ایسا ملکہ تھا کہ مشکل سے مشکل مسائل بہت آسانی سے

نہیں بنایا۔ بہت سے نیاز مند اکثر عرض کرتے کہ مقدمہ میں فلان رکاوٹ مقرر کرنے کے لئے رشوت بغیر چارہ نہیں۔ مگر آپ فرماتے کہ ”مجھے حلال و حرام کی تمیز کا علم حاصل ہے۔ میں حرام تو کیا مشتبہ کام بھی نہیں کروں گا۔ آگے اللہ کا راز ہے۔“ چنانچہ رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے تمام کام بخیر و خوبی تکمیل پاتے۔ اور لوگ حیران ہوتے کہ ایسا کیونکر ممکن ہوا۔

جب لائل پور والی زمین کا معاملہ بہت اٹھ گیا۔ یہاں تک کہ علی اکبر خان وزیر تعلیم اور علی شیر خان ممبر اسمبلی سے مقابلہ آپڑا۔ تو مولوی قطب الدین جیسے بزرگ نے میرے سامنے حضرت سے عرض کیا کہ ”رشوت دیکر اپنا حق حاصل کرنے کو فقہانے جائز لکھا ہے“، مگر آپ کئی گھنٹے تک مولوی صاحب سے بحث فرماتے رہے۔ ان کے دلائل رد کرتے اور صحیح مسئلہ بیان فرماتے۔ حوالہ جات نقل فرماتے، اور مولوی صاحب کو قائل کرتے کہ رشوت کا سہارا لینا ہر حال میں ناجائز ہے۔ آخر تنگ آکر مولوی صاحب نے عرض کیا ”اگر آپ رشوت زدیں گے تو زمین ملنی ناممکن ہے“ آپ نے فرمایا کہ ”مولوی صاحب اگر آپ دلائل سے رشوت دینی جائز ثابت کر دیں تو بھی میں ہرگز ہرگز رشوت نہیں دوں گا“ مولوی صاحب نے کہا ”تو پھر زمین بھی آپ کو نہیں مل سکتی“ آپ نے جواب دیا ”زمین ملے یا نہ ملے۔ میں رشوت ہرگز نہیں دوں گا“ مولوی صاحب حیران رہ گئے۔ انھوں نے آپ کے پاؤں پکڑ لئے اور عرض کیا کہ ”اے آپ کی زمین کہیں نہیں جاسکتی“ حضرت نے فرمایا ”مولوی صاحب یہ کیا۔ ابھی تو آپ کچھ اور کہہ رہے تھے اور ابھی زبان بدل لی“ مولوی صاحب نے کہا ”جب آپ کو اپنے اللہ پر اتنا اور ایسا اعتماد ہے کہ آپ اس کے بھروسے پر اپنی جلدی جائداد کو لات مارنے پر آمادہ ہیں۔ مگر رشوت کا سہارا کسی عنوان منظور نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ہی آپ کو جلدی جائداد سے محروم نہیں ہونے دیکھا“

نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ باوجود ہر قسم کے اثرات اور مخالفانہ کارگزاریوں کے بالآخر حضرت ہی کو کامیابی ہوئی۔ اور لائل پور کی زمین ہماری ملکیت میں برقرار رہی۔

حضرت نے قلعہ سوہا سنگھ کے ڈاکخانہ میں مدرسہ کا دیرپہ جمع کر رکھا تھا۔ اس رستم کو جمع کئے ہوئے مدت گزر چکی تھی۔ ایک دفعہ حضرت

ڈاکخانہ کا سود

ایک شخص کو اپنی بیوی کی ہنڈیا چاٹنے کی عادت سے نفرت تھی اسے بار بار منع کر چکا تھا کہ ہنڈیا نہ چاٹا مگر وہ باز نہ آتی تھی۔ آخر اس نے غصے میں اپنی بیوی سے کہا کہ ”آپ اگر تو نے ہنڈیا چاٹا تو تجھ پر طلاق“ عورت بھی غصے میں تھی اور اس نے منہ میں ہنڈیا چاٹنی شروع کر دی۔ اس طرح طلاق واقع ہو گئی۔ غصہ رفع ہونے کے بعد اس شخص کو انوس ہوا اور اس نے مفتیوں سے رجوع کیا تو سب نے کہا کہ اسکی بیوی کو طلاق ہو گئی۔ انہی دنوں آپ کلکتہ پہنچے۔ اس شخص نے آپ سے رجوع کیا۔ آپ نے اس کی بیوی سے دریافت فرمایا ”تم نے ہنڈیا کس طرح چاٹی ہے“ اس نے جواب دیا ”یوں۔ انگلی سے پونچھ پونچھ کر“ آپ نے فرمایا ”جانتی ہو طلاق نہیں ہوئی۔ تو نے اپنی انگلی چاٹی ہے ہنڈیا نہیں چاٹی“ کلکتہ کے دوسرے علماء آپ کی فراست و ذہانت کی یہ مثال دیکھ کر حیران رہ گئے۔

حضرت جتنے جلیل القدر عالم تھے اسی کے مطابق آپ کو اتباع شریعت اور پابندی سنت کا اہتمام ملحوظ ہوتا تھا۔ محرمات اور مکروہات کا تو ذکر ہی کیا ہے، آپ مباح چیزوں میں بھی شبہ کی صورت میں احتیاط برتتے تھے۔ کبھی کسی مشتبہ کام کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور ہمیشہ تقویٰ پر کاربند رہے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے معمولات اور معاملات میں پابندی شریعت اور اتباع سنت کا ذکر تفصیل سے آیا ہے، حضرت کے حیات طیبہ میں بھی اسی کا کامل پرتو نظر آتا تھا۔ شریعت و سنت پر عمل آپ کی سرشت بن چکا تھا۔ اس سے سزا و اخراجات کا کبھی تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

زمینوں کی دیکھ بھال اور اہتمام و انصرام حضرت سے متعلق تھا۔ کچھری دیوانی ہو یا مال کی۔ وہاں احتیاط بہت مشکل ہوتی ہے۔ مگر آپ نے کبھی غیر شرعی عمل کا سہارا نہ لیا۔ آپ کو ان معاملات میں بڑی بڑی مشکلات بھی پیش آئیں مگر کبھی پیشانی پر پل نہ آیا۔ اور ہرگز کسی ناروا اقدام کو جائز نہ سمجھا۔

تحصیل دارپور اور دوسرے عملہ کے ساتھ روزانہ کام پڑتا تھا۔ یہ لوگ بغیر رشوت کے کب قابو میں آتے ہیں۔ مگر آپ نے پوری زندگی میں رشوت کو کبھی مقصد برآری کا ذریعہ

جوہد و سخی

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مانند آپ بھی بڑے سخی اور جواد تھے۔ مٹیوں اور بیوہ عورتوں کی خاص طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ اور ان کی نقد و جنس کی تمام ضروریات فراہم کرتے رہتے تھے۔ اس پر طویلہ عام طور پر دوسروں کو خیر بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔ اسی طرح مدرسہ کے طلبہ کی ہر قسم کی ضروریات کا اہتمام فرماتے تھے۔ تاکہ طلبہ میں ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ ان تمام کاموں میں جو بیوہ یہ صرف ہوتا اس کا علم خدا کے علاوہ کسی کو نہیں ہوتا تھا۔

ایک دفعہ آپ بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حج کو گئے ہمے تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت قبلہ عالم نے ایک دن مولوی ضیاء الدین صاحب سے دریافت کیا کہ ”آپ نے صاحبزادہ سے ملاقات کی؟“ مولوی صاحب نے جواب دیا ”جی ہاں! ملاقات ہوئی۔ میں ان سے مل کر بہت خوش ہوا وہ بڑے عالم اور ضابط ہیں۔ آپ کے صحیح جانشین ہوں گے“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”مولوی صاحب! بعض باتوں میں وہ مجھ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ میں کسی کو کچھ دیتا ہوں تو لوگوں ایک کے چادر کے بتاتے ہیں۔ مگر وہ دائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو بائیں کو خیر نہیں ہونے دیتا“

بعض تفصیلات پہلے حضرت قبلہ عالم کی سیرت طیبہ کے بیان میں آچکی ہیں۔ اس لئے ان کے اعادے سے گریز کیا جاتا ہے۔

مملی خدمات

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی سیرت کے بیان میں دینی، ملی، فلاحی خدمات کا ذکر آیا ہے۔ ان تمام تحریکوں میں حضرت سراج الملت برابر شریک ہے۔ انجمن خدام الصوفیہ، فتنہ ارتداد، تحریک خلافت، سارا ایکٹ تحریک قیام پاکستان، اور دوسری تعلیمی، دینی، اور ملی خدمات میں آپ ہی تمام انتظامات کے ذمہ دار ہوا کرتے تھے کسی تحریک کے ناظم علیٰ کسی کے خازن اور کسی کے مہتمم بنتے۔ اور اپنے فرائض پوری تن دی اور جہاں فحشانی سے انجام دیتے تھے۔

اس سلسلے میں آپ کو اطراف و اکناف ملک کے طویل دورے بھی کرنے پڑتے تھے۔ آپ بخوشی دوروں پر جاتے۔ دور دراز علاقوں کے سفر فرماتے۔ ہر جگہ عام دینی تبلیغ اور ہندو معظمت کے ساتھ دوسرے قومی کام بھی انجام دیتے ہر جگہ سلسلہ عالمیہ کی توسیع اور توثیق

نے مولوی محمد اسماعیل سے کہا کہ ذرا قلم سو بجا سنگہ جاکر پوسٹ ماسٹر سے معلوم کر آؤ کہ اس وقت تھول میں کتنی قسم ہے۔ پوسٹ ماسٹر نے مولوی صاحب کو بتایا کہ ابتدا میں حضرت نے گیارہ ہزار روپیہ جمع کئے تھے۔ اس پر ہر سال سوچ بخت کیا۔ اب سو دی قسم بائیس ہزار ہو گئی ہے۔ اتنی بڑی رقم ہاتھ سے دھانے دیں ضرور وصول فرمائیں۔ مولوی اسماعیل صاحب نے کہا میں یہ جرات نہیں کر سکتا کہ حضرت کے سامنے ایسا عرض کروں۔ پوسٹ ماسٹر نے کہا اچھا میں خود آکر عرض کروں گا۔

اس واقعہ سے اگلے روز پوسٹ ماسٹر صاحب سے ملا۔ حضرت لائل پور تشریف لے جا چکے تھے۔ اس نے مجھے تفصیل بتائی۔ تو میں نے جواب دیا کہ حضرت تحریر دے چکے ہیں کہ ہم سو دی قسم نہیں لیں گے۔ اس نے کہا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب دوسری تحریر دیدیں کہ میں یہ قسم وصول کروں گا میں لائل پور گیا تو میں نے ساری تفصیل حضرت سے عرض کی۔ آپ نے ساری گزارش کسی مگر پسند نہ فرمایا۔ اور کہا کہ ”ہم ایک دفعہ لکھ کر دے چکے ہیں کہ ہمیں سود نہیں لینا ہے۔ بار بار اس بکواس کی کیا ضرورت ہے؟“ چنانچہ ضرورت پڑنے پر آپ نے صرف اپنی جمع کردہ رقم وصول کی۔ اور سود کا ایک پیسہ بھی لینا گوارا نہیں کیا۔

مسجد نور کا پتھر سنگ مرمر خریدنا

حضرت بذات خود مکرانہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے مسجد نور کے لئے سنگ مرمر پتھر خرید فرمایا۔ مکرانہ سے چھوٹی لائن آتی ہے اور پھر پنجاب کے لئے بڑی لائن بدلتی ہے۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا کہ چھوٹی لائن سے بڑی لائن پر سامان اتارنے لادنے کا کام بغیر رشوت کے نہیں ہوگا۔ حضرت نے فرمایا یہ ریل والوں کی ذمہ داری ہے۔ ہم اس کام کا کچھ بھی نہیں دیں گے۔ اس نے صاف جواب دے دیا کہ پتھر پتھر بھی نہیں جائے گا۔ آپ نے فرمایا ”یہ خانہ خدا کا پتھر ہے ضرور جائے گا“

چنانچہ آپ پتھر چھوڑ کر دہلی چلے آئے۔ اور ریل کے بڑے افسروں سے مل کر تمام معاملہ ان کے گوش گزار کیا۔ افسران نے اس اسٹیشن ماسٹر کو فٹا دیاں سے تبدیل کر کے دوسرے کو دیاں تعینات کیا۔ اور ساتھ ہی حکم جاری کیا کہ ان کا خرید کردہ پتھر فٹا روانہ کیا جائے۔ چنانچہ مسجد کی تعمیر کا پتھر بخیر و خوبی علی پور سیدیاں پہنچ گیا۔

اگر آپ کو کسی کی کوئی بات بہت زیادہ ناگوار ہوتی تو صرف اتنا فرماتے "تو جانور ہے" یا کہتے "تو چوہل ہے"

حضرت کے خادم خاص سائیں محمد علی بیان کرتے تھے کہ "ایک دفعہ سفر میں جس بے میں حضرت سفر کر رہے

قیافہ شناس سے ملاقات

تھے ایک انگریز بھی بیٹھا تھا۔ وہ انگریز اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آیا اور پوچھا کہ میکان صاحب ہیں۔ میں نے بتایا کہ یہ پیر ہادی ہیں۔ اس پر اس نے بتایا کہ میں قیافہ شناسی میں بڑی مہارت رکھتا ہوں۔ کج کل سیاحت پر ہندوستان آیا ہوں۔ میں نے ان کے قیافہ سے سمجھا کہ یہ بڑے عالم، دانشمند، اور بزرگ آدمی ہیں۔ میں نے اس طرح کا قیافہ شاف ہی دیکھا ہے"

حضرت نے سائیں محمد علی کو آواز دے کر پاس بلایا اور تنبیہ کی کہ کیوں باتوں میں وقت ضائع کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں حضرت کی آنکھ لگ گئی تو محمد علی پھر اس انگریز سے باتیں کرنے لگے۔ اس انگریز نے کہا "میرا علم مجھے بتاتا ہے کہ یہ صاحب کرامات بزرگ ہیں۔ اور ان سے لوگوں کو بہت فائدے پہنچیں گے"

حضرت کی شادی آپ کے تایا حضرت پیر نجابت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ بڑی عابدہ

شادی اور اولاد

اور متقی خاتون تھیں۔ سلیم الطبعی اور خوش مزاجی سے مکرستہ تھیں۔ گھر میں سب کی خبر رکھتی اور مالدو اعانت پر آمادہ رہتی تھیں۔ میں نے اپنے ہوش کے زمانے میں ان کو دو بچے رات کے بعد کبھی سوتے نہیں دیکھا۔ غضنوان عمر سے آخر تک آپ نے کبھی تہجد کی نماز قضا نہیں ہونے دی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

حضرت کے کچھ بچے طفولیت میں وفات پا گئے تھے۔ جنہوں نے بڑی عمر پائی صرف تین تھے۔ سید اختر حسین۔ سید انور حسین اور سردار فاطمہ

برادر حضرت الحاج سید انور حسین شاہ عالم دین، حافظ قرآن اور متقی پرہیزگار شخص تھے ہمیشہ مسجد جاکر جماعت سے نماز ادا کرتے تھے۔ تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہونے دی۔

فرماتے اور بارانِ طریقت کی ظاہری و باطنی اصلاح کرتے۔ اس ذیل میں آپ نے بار بار مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک سارے ملک کے دورے فرمائے ہیں۔ ان تمام سفروں میں اپنا ہی نہیں، ہمراہیوں کے سفر و حضر کے اخراجات کا بار آپ خود اٹھاتے تھے۔ اور کبھی کسی کو خبر بھی نہیں ہوئی کہ کس قدر سے پر کتنی خیریتسم خرچ ہوئی ہے۔

در بار شریف کے کاروبار اور زمینوں کے انتظامات آپ سے متعلق تھے۔ مدرسہ کے اہتمام کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ اس

حساب نہی میں اہتمام

کے بھی آپ پوری طرح کفیل ہوتے تھے حساب کتاب کے معاملے میں اولین دین میں آپ پوری احتیاط برتتے تھے ساور دوسروں کو بھی اس بارے میں پورا محتاط رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک دفعہ لالہ پور میں آپ نے گھر کے لئے سبزی ترکاری خریدنے کے لئے روپیہ دیا۔ واپس آکر لانے والے نے آپ کو حساب نہیں بتایا۔ آپ نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ ڈھائی آنے بچے ہوں گے۔ دریافت فرمایا کہ "بچے ہوئے پیسے کس کے پاس ہیں۔ لاکے دو۔ آج کل لوگ پیسے کے معاملے میں بے پروائی کرنے لگے ہیں۔ حلال حرام میں تمیز لازم ہے"

ماموں صاحب پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کی کچھ کاؤبار شرکت تھی۔ آخری دفعہ جب ماموں صاحب نے حساب بیباق کیا اور کاغذات بھیجے تو آپ نے ان کی پڑتال کی معلوم ہوا کہ دو آنے زیادہ آگئے ہیں۔ آپ نے ماموں صاحب کو واپس کئے۔ ماموں صاحب وہ دو آنے پا کر بہت خوش ہوئے۔ ان کو آنکھوں سے لگایا اور فرمایا کہ وہ صاحبزادہ صاحب ہمیشہ سے پیسے کے معاملے میں بیحد محتاط ہیں حساب میں کبھی ایک پیسے کی بھول چوک بھی ان کو گوارا نہیں ہوئی۔ یہ ان کے ولی اللہ ہونے کا پتہ ثبوت ہے"

حضرت بڑے متواضع اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔ ہر ایک شے شفقت اور نرمی سے پیش آتے تھے۔ طبیعت میں بڑی سادگی تھی جس کا

عاداتِ کریمہ

اظہار لباس اور غذا وغیرہ میں ہوتا تھا۔ آپ نہایت سادہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ مگر گوشت اور انڈا مرغوب تھا۔ ویسے جو سامنے لایا جاتا بے تامل تناول کرتے۔ آپ کو غصہ نہیں آتا تھا کسی نے کبھی آپ کو برا بھلا کہتے اور سخت الفاظ استعمال کرتے نہیں دیکھا۔

مشکلات اور معاملات میں مشورہ اور رہنمائی حاصل کرتے آتے ہیں۔ اور آپ بڑی بردباری اور شہدائی سے ان کو اپنے مشوروں سے سرفراز کرتے اور ان کی اعانت فرماتے ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت تیس سال ہے۔ آپ نے دوج کئے ہیں۔ (مدظلہ العالی)۔

آپ کی شادی آپ کے ماموں پیر سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ آپ کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ صاحبزادہ سید اشرف حسین شاہ صاحب۔ صاحبزادہ سید افضل حسین شاہ صاحب۔ صاحبزادہ سید خورشید حسین شاہ صاحب۔ صاحبزادہ سید ذاکر حسین شاہ صاحب اور صاحبزادہ سید ظفر حسین شاہ صاحب۔ عابدہ بی بی اور شاہدہ بی بی۔

حافظ پیر سید اشرف حسین شاہ صاحب کی شادی حضرت حاجی حافظ پیر سید زحیر حسین شاہ صاحب کی صاحبزادی مسرت فاطمہ سے ہوئی ہے۔ صاحبزادہ اشرف شاہ صاحب دربار شریف کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اور مہمانوں کی خاطر مدارات خاص کی جس کی کے ساتھ انجام دیتے ہیں حضرت الحاج حافظ صاحبزادہ سید افضل حسین شاہ صاحب عالم دین فاضل اجل اور بڑے شہسری بیان خطیب ہیں۔ نیز عابدہ و زہد، خوش اخلاق، بلند کردار اور صفات حسنہ سے آراستہ جوان صالح ہیں۔ ایک بلند پایہ عالم اور دل پسند خطیب ہونے کے لحاظ سے آپ کو دور دور سے بلاوے آتے رہتے ہیں۔ اور آپ بھی اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو فیض یاب کرنے اور تبلیغ و ارشاد کے لئے طویل سفر فرماتے رہتے ہیں۔ آپ فارغ التحصیل اور عالم فاضل نوجوان ہیں۔ مدرسہ نقشبندیہ اہل اس کا کتب خانہ آپ کی نگرانی میں ہے۔ آپ کتابوں کی حفاظت اور ترتیب وغیرہ میں بڑی محنت لیتے ہیں لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ایسے قیمتی کتب خانہ کے لئے مناسب اور وسیع جگہ میسر نہیں ہے۔ خدا حالات مدد فرمائے تو حضرت صاحبزادہ صاحب بھی کتب خانہ متعلق اپنی حیثیت اور صلاحیت کا پورا مظاہرہ فرما سکیں۔ حضرت افضل حسین شاہ صاحب کی ایک ہی صاحبزادی عزیزہ فاطمہ ہیں جو ۱۹۷۳ء میں پیدا ہوئی ہیں۔ بیہما اللہ تعالیٰ۔ (اس مختصر اضافہ پر بس کہتا ہوں کہ بڑے بھنے کی اجازت نہیں۔ فاضل) مولوی ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی کہتے تھے کہ

مولوی ضیاء الدین صاحب مدنی

مختلف ممالک سے بڑے بڑے علماء اور فضلاء

روضہ نبوی کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ میں ان سے ملتا رہا ہوں۔ مگر

اسی لئے سفر سے احتراز فرماتے اور زیادہ تر گاؤں ہی میں رہتے تھے۔ تاکہ نماز باجماعت اور تہجد کی ادائیگی میں خلل کا اندیشہ نہ آئے۔ چار دفعہ آپ نے حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ نبوی کی سعادت حاصل کی۔ آپ زیادہ وقت روضہ شریف کی خدمت اور لوگوں کی مقصد رازی میں صرف کرتے تھے۔ ۱۹۷۲ء میں بیمار ہوئے۔ ابتدا میں آپ نے بیماری کی فکر نہ کی۔ آخر تک بغیر معنی گئیں۔ لاہور لے جائے گئے۔ پورے اہتمام سے علاج معالجہ کیا گیا۔ لیکن وقت آگیا تھا۔ طویل بیماری کے بعد ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔ اور علی پور سیداں لاکر روضہ شریف کے شمال مشرقی گوشہ کے حجرے میں والد صاحب کے برابر دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی یادگار صرف ایک صاحبزادے سید منور حسین شاہ ہیں۔ آپ نے اپنا سارا نقد سرمایہ آخری وصیت کی بنو سے مدرسہ نقشبندیہ کو دے دیا تھا۔ اسی طرح اپنی زر خرید آٹھ ایکڑ زمین بھی مدرسہ کو عطا کر دی تھی۔

(اضافہ از محمد طاہر فاروقی) بڑے صاحبزادہ حضرت الحاج سید زحیر حسین شاہ صاحب قبلہ جو ہر ملت جو اس کتاب کے مصنف ہیں جلیل القدر عالم دین اور فصیح البیان خطیب ہیں آپ نے عربی فارسی کی مکمل تعلیم حاصل کی اور دس نظمیں کے بعد دورہ حدیث ختم کیا۔ آپ دربار شریف میں امور خانہ داری اور زمینداری کے مہتمم اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی لئے آپ کا زیادہ وقت انتظامات کی نذر ہو جاتا ہے۔ مگر اس پر بھی آپ کے تبلیغ و ارشاد کے مشاغل جاری رہتے ہیں۔ اور فتویٰ دینی میں آپ مفتی مدرسہ کی رہنمائی بھی فرماتے رہتے ہیں۔

تبلیغی اور مذہبی جلسوں میں بھی آپ شرکت فرماتے ہیں۔ اور حاضرین بڑے شوق سے آپ کے عالمانہ اور مدلل خطبات سنتے اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت قبلہ عالم کے ہمراہ آپ کے سفروں کا جا بجا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح انجمن خدام الصوفیہ اور دوسری ملی اور دینی خدمات کے سلسلے میں آپ کی کارگزاریاں بیان میں آئی ہیں۔ ان سے آپ کے حالات کا کم و بیش اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ حلیم الطبع، متواضع اور مہمان نواز بزرگ ہیں۔ فیاض طبعی اور سیر حسی کے ساتھ حرم و احتیاط، معاملہ فہمی اور دور اندیشی کی صفات سے آراستہ ہیں۔ دور دور سے لوگ اپنی

منشی فاضل پاس کرنے پر بھی ایک ترقی زائد دی جائے گی حضرت سراج الملّت کے وصال کے بعد ۱۹۴۲ء میں نیا قانون بنا تو ترقی منظور کی گئی۔ چنانچہ مولوی محمد اسماعیل کو ایک مہم پانچ ترقیاں مل گئیں۔ اور حضرت سراج الملّت کا فرمان پورا ہو گیا۔

نواب صاحب ریاست شاہ نور (دکن) امانا بشیر احمد خان صاحب نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سراج الملّت رحمۃ اللہ کی زبان مبارک سے یہ اقرار خود سنا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ شاہ نور ریاست کے نواب صاحب نے اپنے لڑکے کی شادی میں حضرت قبلہ عالم کو مدعو کیا تھا۔ اور تین سو روپیہ کا ہنی آرڈر بھی زادراہ کے لئے بھیج دیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم کی طبیعت کچھ ناساز تھی، اس لئے آپ نے حضرت سراج الملّت کو اپنی جگہ دکن کی اس ریاست کے سفر پر روانہ کر دیا۔ حضرت کے ہمراہ صرف ایک روٹیل فقیر محمد گئے تھے۔ نواب نے دیکھا۔ کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے بڑے صاحبزادہ صاحب تشریف لائے ہیں تو اسے تھوڑی سی مایوسی ہوئی مگر اس نے ظاہر نہ کیا۔

نواب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے قاضی کے ہاں جائداد کی وراثت کا ایک مسئلہ بہت زیادہ الجھ گیا ہے۔ بہت علماء جمع ہیں۔ مگر کسی سے حل نہیں ہوتا۔ آپ توجہ کریں۔ آپ نے تفصیلات معلوم کیں۔ اور قلم برداشتہ اس میراث کی تقسیم کا حل کاغذ پر لکھ دیا جس میں کتب فرائض کے حوالہ جات بھی درج تھے۔ اور نواب صاحب سے کہا کہ علماء سے کہو کہ کتابوں میں حوالہ جات کا مطالعہ کر کے مسئلہ کو سمجھ لیں۔ اور پھر مجھے سمجھ میں نہ آئے تو یہاں آئیں، میں سمجھا دوں گا۔

نواب آپ کے سمجھنے کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور ان کے دل میں آپ سے بغایت عقیدت پیدا ہو گئی۔ انھوں نے آپ کو بڑے اعزاز و اکرام سے جہان رکھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد آپ نے وعظ فرمایا تو اس کا موضوع بھی ”وراثت“ تھا۔ جس میں آپ نے اسلامی وراثت کی خوبیاں اور فضائل بیان کئے۔ اور علم فرائض کی اہمیت اور فضیلت ثابت کی۔ نواب صاحب خود بھی بہت متاثر ہوئے۔ انھوں نے آپ کی نصحت کے وقت اپنے لڑکوں کے ساتھ خود بھی چلائی اور پوری عزت و احترام سے آپ کو رخصت کیا۔

اولاد کریمینہ پیدا ہونا: ایسی بہت سی روایات تصدیق کو پہنچی ہیں کہ لوگوں کے

میں نے کسی کو حضرت سراج الملّت جیسا متبر عالم نہیں پایا۔ آپ کے علم کے بحر ذخار کا اور مجموعہ علوم ہی نہیں ہوتا۔

مولوی صاحب ہی کا بیان ہے کہ جب حضرت مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو میں آپ کے ہمراہ روضہ نبوی پر سلام کے لئے حاضر ہوا۔ سلام پیش کرنے کے بعد میں نے عرض کیا کہ ”حضرت آغا خلیل متا تشریف فرما ہیں۔ ان سے بھی مل لیجئے“ جواب میں فرمایا ”جن کی خدمت اقدس میں ماضی مقصود بالذات ہے۔ پہلے اس بارگاہِ مقدّس میں ماضی دے لوں تو پھر کسی اور سے بھی ملاقات کروں گا“ چنانچہ آپ نے ایک روضہ شریف پر حاضر رہے اور پھر فردگاہ پر واپس چلے آئے جب حضرت آغا خلیل صاحب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے مولوی ضیاء الدین صاحب کے گھر آئے تو وہ خود ہی حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملنے کے لئے آپ کے پاس بھی آئے۔

مولوی محمد اسماعیل مولوی محمد اسماعیل نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ”حضور میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں میٹرک (انگریزی) کے امتحان میں کامیاب ہو جاؤں“ ارشاد فرمایا پہلے اتنے امتحان دیے تو کبھی دعا نہیں کروائی۔ اب بھی لیٹر دعا کے کامیاب ہو جاؤ گے“

جس روز نتیجہ آیا میں نے مولوی اسماعیل سے کہا کہ اپنا نتیجہ معلوم کرو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ”میں پاس ہوں۔ میرے ڈیڑھ سو میں سے چوبیس نمبر آئے ہیں“ میں نے دریافت کیا تمہیں بغیر اخبار دیکھے کیسے معلوم ہو گیا۔ انھوں نے کہا ”رات میں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”تو پاس ہے۔ تیرے چوبیس نمبر ہیں“ اس لئے مجھے اپنی کامیابی میں ذرا بھی شبہ نہیں“ میرے اصرار پر وہ قلعہ سو بھاگنگہ جاکر اخبار لائے تو تصدیق ہو گئی۔ بعد میں یونیورسٹی سے نتیجہ کا کارڈ آیا تو اس میں بھی چوبیس نمبر درج تھے۔

مولوی محمد اسماعیل نے ۱۹۵۵ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا وہ جب بھی حضرت سراج الملّت رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کے لئے حاضر ہوتے، حضور فرماتے ”یار تو نے منشی فاضل پاس کر لیا مگر محکمہ نے تیری تنخواہ میں اضافہ نہیں کیا“ کبھی ارشاد ہوتا ”یار یہ حکومت جی بے انصاف ہے تمہیں اب تک کوئی پیسہ نہیں دیا“ اس زمانے میں یہ قانون نہ تھا کہ

ہوتا حکم دیتے مجھے نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ تیسیم سے نماز ادا کرتے۔ رانا صاحب کہتے ہیں کہ آپ نے چودہ فرض نماز اسی طرح ادا کیں اور حد یہ ہے کہ ایک دن بھی تہجد کی نماز ناسخ نہ ہوئے دی۔

آخری بیماری میں بھی نماز کا یہی اہتمام فرماتے تھے۔ انتہائی ضعف کے باعث ہم سمجھتے کہ حضور بیہوش ہیں، مگر نماز کے وقت آپ کو ہوش ہو جاتا اور تیسیم کے جماعت سے فرض ادا فرماتے۔ برادر مریم سید نذر حسین شاہ صاحب پانچوں وقت جماعت کراتے اور آپ اشاروں کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔

مرض الموت میں حافظ نور احمد صاحب قصوری نے آپ کی بڑی خدمت کی گھر بار چھوڑ کر دن رات آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اسی طرح حاجی مہر علی صاحب، سائیں محمد علی درویش خاص، مولوی اور میں صاحب اور محمد صدیق صاحب مرحوم نے بھی آپ کی بڑی خدمت کی، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر اور فلاح دارین عطا فرمائے۔

آخر سولہ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو آپ نے وصال فرمایا اور خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کے جنازے میں ہزاروں ہزار خلقت تھی۔ آپ کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس کے برابر دینی وطن مغرب کی سمت دفن کیا گیا۔ وصال مبارک کے وقت آپ کی عمر شریف پچاسی سال تھی۔

آپ کے خلفاء
آپ کے خلفائے کلام کی صحیح تعداد اور نام مجھے بھی تحقیق نہ ہو سکے۔ یقین کے ساتھ جن حضرات کو خلافت و اجازت عطا کی گئی، ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں۔

- ۱۔ مولوی محمد عالم صاحب میرپوری (۲)، ڈاکٹر غلام حیدر صاحب سانگلہ بل (۳)، ڈاکٹر محمد ظریف صاحب شیخ پورہ۔ (۴)، مولوی محمد شریف صاحب خطیب جامع مسجد نور ڈسکہ (۵)، مولوی محمد ادریس صاحب سکندر آباد (۶)، پیر حسام الدین صاحب حیدر آباد سندھ۔ (۷)، حکیم مبارک احمد صاحب۔ لاہور۔
- (۸)، کیپٹن محمد امین صاحب کنجاہ۔ (۹)، مولوی ضیاء الدین صاحب نعمانی گجرات۔ (۱۰)، حافظ محمد زکریا صاحب۔ گجرات۔ (۱۱)، بابو محمد سلطان صاحب وزیر آباد۔ (۱۲)، شیخ خورشید صاحب۔ وزیر آباد۔
- ان سب حضرات نے اپنے طور پر ہدایت و ارشاد میں سعی بلیغ کی ہے۔ اور توسیع سلسلہ عالیہ کے لئے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ جزا ہم اللہ خیر العباد فی الدارین۔

یہاں صرف لڑکیاں پیدا ہوتی تھیں، آپ نے تعویذ دیا تو لڑکے پیدا ہونے لگے۔ چک نمبر ۱۲۳ ضلع جھنگ میں نول سلطان کے یہاں تین لڑکیوں کے بعد آپ کے ارشاد کے مطابق لڑکا ہو گا۔ جس کا نام پہلے ہی آپ نے محمد اسم تجویز کر دیا تھا۔ اس کے بعد بھی اس کے ہاں جتنی اولاد ہوئی سب لڑکے ہوئے۔

ضلع جھنگ کے چک نمبر ۲۲ میں صالح محمد کے یہاں پانچ لڑکیاں تھیں۔ لڑکا نہ ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا اب لڑکا ہو گا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کے گھر کوئی لڑکا نہیں ہوئی سب لڑکے پیدا ہوتے رہے۔

ضلع جھنگ ہی کا رہنے والا محمد شیش حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے سات لڑکیاں ہیں، تعاف فرمائیے کہ لڑکا پیدا ہو حضور نے فرمایا جاؤ بٹے صاحبزادہ سے تعویذ لے لو۔ آپ کے تعویذ کی برکت سے خدا نے اسے لڑکا عطا کیا۔

ایسے بہت سے معتبر واقعات معلوم ہیں۔ مگر طوالت سے بچنے کے لئے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت کو متینہ کا عارضہ ہو گیا تھا۔ آپ نے گجرات میں اکھ کا آپریشن کرایا جس سے نگاہ ٹھیک ہو گئی۔ مگر اسی کے بعد سے آپ کی صحت خراب رہنے لگی۔ دل بہت کمزور ہو گیا تھا اور منجم آنے لگا تھا۔ بہت سے حکیموں نے کڑوں کا علاج کیا گیا۔ ذرا بہت عارضی افادہ ہو جاتا تھا۔ مگر صحت کبھی حاصل نہ ہو سکی۔

۱۹۵۵ء میں حضرت کی صحت زیادہ خراب ہو گئی تو ملتان کے بول ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر جو دوں میں تجویز کرتے آپ ان کے اجراء کی تفصیل معلوم کے بغیر استعمال نہیں فرماتے تھے۔ ایک ایک ایسی دوا لکھی گئی جس میں ایک یا دو فی صد اکمیل تھی۔ آپ کے انکار پر میں نے عرض کیا کہ اتنی کم مقدار سے سکر پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا محلّ مُسْتَبْرَکٍ قَلِيلًا وَ کَثِيرًا حَتَّى اَمَّا اور جیسی نشہ آور چیز ہے اس کی زیادہ اند کم ہر مقدار حرام ہے۔ چنانچہ آپ نے ہر توجہ دے کر دوا دی اور وہ دوا استعمال نہیں کی۔

رانا شبیر احمد خان صاحب دن رات ہسپتال میں حاضر رہتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ اس زمانے میں تین دن ایسا حال رہا کہ کھانا ہر ہوش نہ ہوتا تھا۔ مگر اس حال میں بھی جب نماز کا وقت

اور حاجت روائی آپ کا شیوہ اور ہر ایک کی امداد و اعانت آپ کا خاصہ تھا۔

شادی اور اولاد آپ کی پہلی شادی اپنی چھوٹی صاحبہ کی لڑکی سے ہوئی۔ جن سے ایک لڑکا حامد حسین پیدا ہوا۔ مگر سات اٹھ سال کا ہو کر لقبضائے الہی فوت ہو گیا۔ چند سال بعد زوجہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی دوسری شادی آپ کے تایا

حضرت پیر سید سجاد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی لڑکی سے ہوئی۔ جن سے ایک لڑکا ہوا۔ جن کا نام امی حضرت حافظ حاجی سید نذر حسین شاہ ہے۔ ان کی عمر اب تقریباً اڑتیس سال ہے۔

عالم دین، خوش اخلاق، ہمت و متبعی اور پابند شریعت جو ان صلح ہیں۔ اور دربار شریف اور یارانِ طریقت کی خدمت میں اپنا وقت صرف فرماتے ہیں۔ صاحبزادہ نذر حسین شاہ صاحب کی شادی ان کے مامول حضرت سید علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لڑکی سے ہوئی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ان کے دولڑکے سید منظر حسین شاہ اور سید اشتیاق حسین شاہ اور دولڑکیاں فرحت بی بی اور عصمت بی بی ہیں۔ خدا ان سب کو اپنے فضل و کرم سے نوازے اور صاحب علم و عمل بنائے (امین) عزیزم پیر سید نذر حسین شاہ صاحب کئی بار حج کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

کُتُب خانہ حضرت منجملے صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔ آپ نے اپنا ذاتی کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جس میں قیمتی کتابوں کا قابلِ قدر ذخیرہ جمع کیا تھا۔ آپ نے اپنا سارا کتب خانہ مدرسہ نقشبندیہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ جزاء اللہ خیر الجوار۔ آپ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی، دینی، ملی اور سماجی کاموں میں پوری استعداد سے حصہ لیتے تھے۔ اور اس مقصد کے لئے دور دراز مقامات کے دورے فرماتے رہتے تھے۔ آپ کو تین دفعہ فریضہ حج کی بجا آوری کا شرف اور مدینہ منورہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔

وفات آپ ایک پرہیزگار کے گھر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ ان کا گاہل کچا کھوہ ریلوے اسٹیشن کے قریب تھا۔ یہاں گاڑی بہت کم وقت کے لئے رکتی تھی۔ آپ ریل سے اترنے نہ پائے تھے کہ گاڑی روانہ ہو گئی۔ آپ طبعی گاڑی سے اترے تو گر پڑے اور دونوں پاؤں میں سخت چوٹ آئی۔ جس سے کافی خون بہا۔ اسی حالت میں آپ کو خانہ نیوال کے ہسپتال پہنچایا گیا۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ہسپتال والے بھی کچھ نہ کر سکے۔ اور وہیں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

خادم الملت حضرت الحاج حفظ سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ منجملے صاحبزادے تھے۔ بچپن ہی سے بڑے ذہین، متقی اور پرہیزگار تھے۔ اتباع شریعت کا آپ کو ابتداء سے خاص اہتمام نظر رہتا تھا۔ آپ نے بھی حضرت حافظ قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کلام مجید حفظ کیا تھا۔ اس کے بعد اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم علی پور شریف ہی میں حاصل کی۔ مابعد تحصیل علم کے لئے آپ کو لاہور بھیجا گیا۔

تحصیل علم آپ نے لاہور میں مسجد ٹولیاں کے ایک حجرے میں قیام کیا۔ اور عربی علوم کی تحصیل میں سرگرمی سے کوشاں رہے۔ بعد میں اوٹریٹل کالج لاہور میں داخل ہو کر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ انہی دنوں مرزا میوں نے آپ پر ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ جس کی تفصیل حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے حالات میں بیان ہو چکی ہے۔ مقدمہ سے براہوت کے بعد آپ تحصیل تکمیل علم کے لئے کان پور تشریف لے گئے۔

کانپور میں آپ نے مدرسہ جامع العلوم میں باقاعدہ درس نظامیہ کی تکمیل کی تفسیر احمدیہ فقہ اور دیگر محققوں کے علوم حاصل کئے۔ اور دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔ اس زمانے میں گھر سے دور رہ کر آپ کو مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لیکن حصول علم کے شوق و ذوق میں آپ نے ہر سختی کو سہل سمجھا اور عالم فاضل بن کر گھر لوٹ آئے۔

اخلاق حسنہ آپ کی زبان میں جمہوری ہی کلکتہ تھی لیکن اس پر بھی علمی و تبلیغی مشاغل میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ ہمیشہ نماز فجر کے بعد کلام مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ تبلیغ و ارشاد کے لئے دور دور تک دورے فرماتے۔ اور لوگوں کو اپنے مواعظِ حسنہ سے فیض یاب فرماتے رہتے۔ آپ گرمی کے موسم میں ہمیشہ کسی سرد مقام، کشمیر، کوٹہ وغیرہ تشریف لے جاتے تھے۔ یہاں طریقت کی خوشی اور غمی میں بالالترام شرکت فرماتے اور ان کی دل جمعی اور ہدایت میں کوشاں رہتے تھے۔ آپ وسیع الاخلاق، خوش مزاج، بردبار اور اوصافِ حسنہ سے آراستہ تھے۔ آپ کی سخاوت اور دربار دلی کے واقعات زبانِ زوغام و خاص ہیں۔ عزا و مساکین کی نگہی

کی تکمیل کی۔ ابتدائی آیام میں علی پور سیدان کے اسکول میں آپ نے پرائمری جماعتوں میں تعلیم حاصل کی تھی۔ جس کے بعد درس نظامی کی تکمیل مدرسہ نقشبندیہ کے اساتذہ کرام سے کی۔ اور یہیں سے دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔

اتباع شریعت و سنت حضرت شمس الملت مظاہرۃً ابتداءً سے پابندی شریعت اور اتباع سنت بڑی سختی سے کار بند رہے ہیں۔ تقویٰ، پرہیزگاری، دیرادلی،

نخوش طبعی، پاکیزگی اور نخوش اخلاقی آپ کے اوصاف حسن کی امتیازی صفات ہیں۔ بچپن سے آپ کو نماز فجر سے قبل غسل کرنے کی عادت ہے۔ گرمی ہو یا سردی عادت مبارکہ قائم ہے صبیحہ انفس، جسمانی ضعف اور دیگر عوارض کی وجہ سے ڈاکٹروں اور طبیبوں نے لاکھ منع کیا مگر آپ نے یہ عادت نہ چھوڑی۔ اور نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد اب بھی ہمیشہ اول غسل فرماتے ہیں۔ تب نماز فجر ادا کرتے ہیں۔ آپ کے مزاج میں صفائی اور احتیاط بحد کمال ہے۔ ذرا سا بھی شائبہ پیدا ہو جائے تو فوراً غسل فرماتے اور نئے کپڑے تبدیل کر لیتے ہیں۔ سفر اور حضر میں ہر جگہ اور ہر موسم میں یہ عادت مبارک قائم رہتی ہے۔

سخاوت و دیادلی آپ کو اللہ تعالیٰ نے شامانہ طبیعت عطا کی ہے۔ جو دوسرا اور دیادلی میں بے مثال ہیں۔ خود حضرت قبلہ عالم آپ کا نام لے کر فرمایا کرتے تھے کہ ”رب تعالیٰ نے اس کو میرے دل سے خاص حصہ عطا فرمایا ہے“ حج کے سفر میں خود مجھ سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ ”میں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں مکتوں کو دو سو روپیہ پیش کیا کرتا تھا۔ مگر اب کے نورحسین“ بادشاہ حج کرنے کے لئے آیا ہے۔ تو اس نے مکتوں کو دو سو روپیہ پیش کئے۔ چنانچہ اب مجھے بھی دو سو روپیہ دینے پڑتے ہیں“ حضرت شمس الملت کا نام لے کر آپ نے پھر فرمایا کہ ”رب تعالیٰ نے اس کو بہت بڑا دل عطا فرمایا ہے“

حج زیارت حضرت شمس الملت مظاہرۃً کئی مرتبہ خود حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ عام طور پر تین درہ دو درویش سفر میں آپ کے ہمراہ ہوا کرتے ہیں۔ حج و زیارت میں ہمراہ ہوں

اس طرح ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو آپ بھی خانی حقیقی سے جا ملے۔

سب سے پہلے ملتان کے پیر بجائی حاجی خوشی محمد صاحب اور حکیم نذیر احمد صاحب کو آپ کے مصلحتی ہونے کا علم ہوا۔ وہ دوسرے یاران طریقت کے ساتھ فوراً خانیولی پہنچے۔ صندوق تیار کرایا۔ اور آپ کی میت کو لے کر علی پور سیدان آئے۔ اس ناگہانی حادثے نے سارے خاندان اور مسوولین کو بے حد متاثر اور افسردہ کیا۔ ابھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کا غم فرو نہ ہو چکا تھا کہ دو مہینہ سے کم مدت میں یہ سانحہ پیش آگیا۔ سب سے پہلے آپ ہی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے جوار مبارک میں پہنچے تھے حضرت قبلہ عالم کے روضہ شریف میں مقدس مورت کی بائیں طرف سمت مشرق میں قبر شریف سے ملحق ہی آپ کو دفن کیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شمس الملت الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب

مظاہرہ العالی سجادہ نشین ثانی

حلیہ شریف آپ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے تیسرے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا تاریخی نام اعظم شاہ ہے جس سے ۱۳۱۷ھ برآمد ہوتے ہیں (مطابق ۱۸۹۹ء) آپ نے خود بھی اپنا سال پیدائش یہی بتایا ہے۔ آپ کی شکل و صورت میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ جوانی میں حسین و جمیل اور شاندار وجاہت کے حامل تھے۔ بلند قامت خوش پوش، سیاہ شیرانی اور سفید بلند عمامہ باندھ کر راستہ چلتے تو سب کی نظریں آپ کی شان و شوکت سے خیرہ ہو کر رہ جاتیں۔ اور دل آپ کی جانب کھینچے جاتے۔ اب کبر سن اور بیماریوں نے آپ کو بہت کمزور کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی چہرہ مبارک سے وجاہت اور شان ہو رہی ہے۔

حصول علم آپ نے سب سے پہلے حضرت قاری شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولوی حافظ قاری عبدالرحمان صاحب سے کلام مجید حفظ کیا۔ اور اس کے بعد علی پور سیدان ہی میں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مدرسہ نقشبندیہ میں کئی علماء و فضلا سے درس لیا ہے۔ مولوی محمد یوسف صاحب سے فارسی عربی کی ابتدائی کتب میں پڑھیں۔ پھر مولوی عبدالغفور صاحب نے متوسط درجہ کی کتابیں پڑھائیں۔ مولوی بخاری صاحب سے اعلیٰ کتب کا سبق لیا۔ اور آخر میں مولانا ہزاروی صاحب سے کتب تفسیر و حدیث

آپ دکن تشریف لے جاتے، تو تین چار بلکہ پانچ چھ مہینہ قیام فرما کے پاکستان آپس آتے تھے۔

پنجاب کے اصلاح کے دور سے آپ عموماً گھوڑے پر سوار ہو کر انجام دیتے تھے۔ دور کے مقامات کے لئے ریل کا سفر اختیار فرماتے تھے۔ دکن کے سفر کے لئے عرصہ سے ہوائی جہاز کی سواری پسند کرتے ہیں۔ اب ضعف کے باعث اصلاح کے دوروں کے لئے ذاتی موٹر میں سفر فرماتے ہیں اور کراچی وغیرہ کے لئے ہوائی جہاز استعمال کرتے ہیں۔ مگر تبلیغ و ارشاد اور تربیت و اصلاح کے لئے سفرزوں کا یہ سلسلہ پہلے کی طرح اب بھی جاری ہے۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ سفر و حضر میں مہمانوں اور ہمراہیوں کی ہر گونہ آسائش کا خیال رکھتے اور درویشوں کو تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ مہمانوں کی تمام ضروریات کا پوری طرح اہتمام رکھیں مہمانوں کے لئے آپ عمدہ سے عمدہ کھانا تیار کرتے اور اپنے ساتھ ہی نہیں اپنے سامنے بٹھا کر کھلاتے ہیں۔ اور بار بار اس قدر اصرار سے کھلاتے ہیں کہ مہمان عاجز آ جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زائرین صبح کے ناشتے کے بعد ریل سے روانگی کی اجازت لے چکے ہوتے ہیں۔ مگر ناشتہ آتا ہے تو تفصیل اور اصرار سے ایک ایک چیز کھانے کی تاکید فرماتے ہیں۔ بار بار سب نے سنا ہے کہ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ”پیٹ بھر کے کھاؤ۔ اتنا کھاؤ کہ بس اس کے بعد شام ہی کو ضرورت پڑے“ لوگ بس کرنے لگتے ہیں تو بار بار فرماتے ہیں ”خوب کھاؤ۔ سیر ہو کے کھاؤ۔ کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ریل نہیں جائے گی“ اور ہوتا یہی ہے کہ ناشتے میں زیادہ وقت صرف ہونے پر بھی ریل جاتی ہے۔

۱۳۹۳ھ کے رمضان شریف میں فاروقی صاحب ہلی سحری کو دوبارہ شریفی میں حاضر تھے۔ سائیں محمد علی نے کہا چلئے سحری کے وقت میں صرف دس منٹ رہ گئے ہیں۔ فاروقی صاحب نے جواب دیا ”میں تو چالیس منٹ میں کھانا ختم کرنا چاہوں“ سائیں نے ان کے باب رحمت میں پہنچنے سے قبل یہ بات حضرت کے گوش گزار کر دی۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے ٹٹول ٹٹول کے نرم پر اٹھے ان کو دیے تاکہ جلدی چاہ سکیں۔ اسی دوران پر چلا کہ ابھی وقت میں نصف گھنٹہ باقی ہے تو فاروقی صاحب کو بھی تسکین ہوئی اور حضرت مدظلہ بھی عادت

کی تعداد اور بھی زیادہ ہو جایا کرتی ہے۔ اور آپ خوان کے اخراجات کے کفیل ہوتے ہیں۔

آپ نے اپنے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تمام افراد کو باری باری سے ایک ایک دو دو مرتبہ حج و زیارت کی سعادت کے لئے بھیجا ہے۔ اور ان کے جملہ اخراجات کا بار خود برداشت کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، راقم الحروف کو بھی دو مرتبہ خود اپنے اخراجات سفر عطا کر کے حج کی ادائیگی کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ہمراہی درویشوں کے جملہ اخراجات سفر حج و مرتبہ آپ نے جیب خاص سے عطا فرمائے تھے۔ خاندان کے افراد کو اس فریضہ مقدس کی ادائیگی میں اعانت فرماتے کے بعد اب آپ گاہ شریف کے تمام درویشوں کو اس سعادت سے مشرف کرانے میں کوشاں ہیں۔ ہر سال کئی افراد کو اپنے صرف پر حج و زیارت کے لئے بھیجتے ہیں اور سب تکس ہزار روپیہ ہر سال اس کا خرچ میں جیب خاص سے صرف کرتے ہیں۔ اس سال بھی حضرت نے تین اصحاب کو اٹھارہ سو ہزار روپیہ عطا فرما کر حج کے لئے بھیجا ہے۔ جن میں مولوی غلام رسول صاحب صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ بھی شامل ہیں۔ حق یہ ہے کہ آپ کی فراخ دلی، شاہ غری اور فیض رسانی بے مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی صفت جواد سے خاص حصہ عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کو پیسہ سے کوئی مغرب نہیں جو آتا ہے آپ اللہ کی راہ میں خرچ فرمادیتے ہیں۔ اور اس کا اظہار و اعلان بھی اپنی زبان مبارک سے نہیں کرتے۔ میرا یہ بیان بطور ”تحدیثِ نعمت“ کے ہے، اس میں افشائے از کا کوئی شائبہ نہیں۔

تبلیغ و ارشاد

حضرت مدظلہ کو تبلیغ و ارشاد سے کمال دلچسپی ہے۔ اکثر طویل دورے فرماتے ہیں اور دور دراز مقامات پر پہنچ کر توسیع سلسلہ عالیہ اور تربیت یاران طریقت میں کوشاں رہتے ہیں۔ کبر سنی اور ضعف جہانی بھی اس عادت مبارک میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ اس نیک مقصد کے لئے نوجوانی کے زمانے سے اطراف و اکناف ہند کا سفر فرماتے رہے ہیں۔ خاص طور پر جنوبی ہند کے آپ نے بہت دورے کئے ہیں حیدرآباد، میسور، بنگلور، مدراس، ممبئی اور جنوبی ہند کے دور دراز علاقوں کے دورے تقسیم ملک کے بعد بھی جاری رہے ہیں۔ بھارت کی آمد و رفت بندہ فقی اور یزاد میں دشواریاں تھیں تب بھی

لئے تشریف لے گئے ہیں۔

برادرِ سید بشیر حسین شاہ صاحب کی شادی راقم الحروف کی بہن سے ہوئی ہے۔ ان کی اولاد دو لڑکیاں ہیں۔ زبیدہ بی بی اور طاہرہ بی بی۔ زبیدہ بی بی کی شادی بنو عازر عزیزم حاجی حافظ سید افضل حسین شاہ سلمہ سے ہوئی ہے۔ جن کی ایک سچی عزیز فاطمہ ہے جس کی عمر تقریباً ایک سال ہے۔ حضرت قبلہ مدظلہ کی صاحبزادی صوفیہ بی بی کی شادی برادرِ عزیزم سید انور حسین شاہ رحمۃ اللہ سے ہوئی تھی۔ اور دوسری صاحبزادی سید بی بی کی شادی میرے چھوٹی زاد بھائی برادرِ عزیزم حافظ حاجی سید حمید حسین شاہ صاحب کے ساتھ ہوئی ہے۔ دونوں بہنیں اوصافِ حمید سے آراستہ اور دیندار تہجد گزار بیبیاں ہیں۔ صوفیہ بی بی صاحبہ مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ ہیں مہمانوں کی ہر طرح خاطر و مدارات کرتی ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے ان کو کھانا کھلا کر خوش ہوتی ہیں۔

دعا ہے کہ رب تعالیٰ حضرت شمس الملت مدظلہ کو صحت و سلامتی کے ساتھ قایم و دائم رکھے۔ تاکہ آپ یارانِ طرقت اور خلقِ خدا کو اپنے فیوضات سے مستفید فرماتے اور ان کے اصلاح احوال میں سرگرم عمل رہ سکیں۔

ص: ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

حضرت صاحبزادی بنت رسول عرف بوجی صاحب

(رحمۃ اللہ علیہا)

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ایک ہی لڑکی تھیں۔ آپ کا نام نامی بنت رسول اور عرف بوجی صاحبہ تھا۔ آپ کی دینداری، تقویٰ، خوش اخلاقی اور سیرتِ نبوی زبانِ روحِ خاصِ عام ہے۔ ہر چھوٹا بڑا آپ کے حسن سلوک کا گرویدہ ہو جاتا تھا اور آپ کے اوصافِ حمیدہ کے باعث آپ کے زیادہ سے زیادہ عزت و احترام پر مجبور ہوتا تھا۔ آپ نے بھی فریضہ حج ادا کیا ہے۔ آپ کی شادی حضرت قبلہ عالم کے برادرِ خور حضرت سید صادق علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت پیر سید اولاد حسین شاہ صاحب سے ہوئی تھی۔

مبارک کے مطابق اصرار کر کے مختلف کھانے کھلاتے رہے۔

فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ ”حضرت شمس الملت مدظلہ کا ٹائم پیس سامنے ہی رکھا رہتا ہے۔ میں نے اکثر گھڑی دیکھ کر اندازہ کیا ہے کہ حضورِ خود اتنا کم تناول فرماتے ہیں کہ شبیل شایہ پانچ منٹ لگتے ہوں گے مگر سہارے لے آپ کی تواضع اور تاکیدِ مصیبت بن جاتی ہے۔ لیکن تجربہ یہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ حوصلہ سے زیادہ کھا جاتے ہیں مگر سب مضہم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا وقت آنے سے پہلے بھوک لگنے لگتی ہے“

حضرت مدظلہ کی عالی حوصلگی اور فیض رسانی کا بیان جتنا بھی کیا جائے کم ہے آپ ضرور ترمذی اور سالکوں کی جوامالی اعانت فرماتے رہتے ہیں اس کا پوری طرح علم بھی نہیں ہوتا۔ صدقات جاریہ اور مصارفِ خیر میں آپ نے ہمیشہ سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ روضہ شریف کی عمارت کی تکمیل کے لئے آپ ہمیشہ عطیات دیتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے پچاس ہزار روپیہ کی خطیر رقم اس کا خیر کے لئے عطا فرمائی (جزاۃ اللہ فیہم اجمعین)

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، ملی اور رفاہی تحریکوں میں آپ نے بھی ہمیشہ دامن، درم، قدرت، سخنے ہر طرح حصہ لیا ہے۔ فتنہ ارتداد، تحریک قیامِ پاکستان اور دوسری تحریکوں میں آپ سرگرمی سے متعمول رہے اور اپنی جیبِ خاص سے زرِ کثیر صرف فرما کر طویل دورے کئے۔ جن کا مختصر ذکر سیرت کے مختلف ابواب میں آچکا ہے۔

حضرت قبلہ مدظلہ کی پہلی شادی آپ کے تایا زاد بھائی حضرت علی حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی لڑکی سے ہوئی تھی۔ جن سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں۔ آپ کے صاحبزادے برادرِ عزیزم حافظ حاجی سید بشیر حسین شاہ صاحب عالم فاضل شخص ہیں۔ دربارِ شریف میں قیام فرما رہے ہیں۔ مگر تبلیغ و ارشاد کے لئے دورے بھی فرماتے ہیں۔ آپ خوش بیان خطیب بھی ہیں۔ دربارِ شریف میں منعقد ہونے والے جلسوں کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی لوگ بڑے شوق سے آپ کی تقریریں دل پذیر سنتے اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ برادرِ عزیزم سید بشیر حسین شاہ صاحب بھی کئی مرتبہ حج کی ادائیگی کے

خلفائے عظم

جس طرح حضرت فقہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کی تعداد کسی کو صحیح معلوم نہیں، اسی طرح آپ کے خلفائے کرام کی صحیح گنتی بھی کبھی سننے میں نہیں آئی۔ یہ سب جانتے ہیں کہ تبلیغ و ارشاد اور ترویج سلسلہ عالمیہ کے لئے آپ مدت العمر کوٹاں رہے یہ بھی سب کے سامنے ہے کہ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے لاکھوں لوگ حاضر خدمت ہو کر رضیض حاصل کرتے۔ آپ کی مقبولیت اور شہرت قابل رشک حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ بڑے بزرگ و گوشہ نشین آپ کی فیض سرائی کا گواہ ہے۔ حج و زیارت کے ان گنت فریاد میں حرمین النبیین میں بھی بے شمار لوگ داخل سلسلہ ہوتے رہتے تھے۔ افغانستان اور پاکستان کے علاقے بھی آپ کی فیض سرائی سے محروم نہیں رہے۔ اور یہ کام جوانی کے زمانے سے کھولتے تھے۔ اسی نوے سال مسلسل جاری رہا ہے۔ اس لئے بے تکلف و تامل قیاس کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں تھی۔

یہ بھی بخوبی علم ہے کہ آپ ہر حکم یا رانِ طریقت کے لئے حلقے قائم کرتے تھے اور کسی صالح کو ”امیر حلقہ“ مقرر فرماتے تھے۔ یہ بھی واضح ہے کہ یارانِ طریقت اور امیرانِ حلقہ میں سے منتخب حضرات کو آپ نے اجازتِ خلافت سے نوازا تھا۔ بعض محفلوں کی بابت اس کتاب میں ذکر آچکا ہے کہ آپ نے ایک ہی اجتماع میں کئی کئی حضرات کو دستارِ خلافت کا امتیاز بخشا تھا۔ اسی صورت میں آپ کے خلفاء کی تعداد یقیناً سینکڑوں تک پہنچی ہوگی۔ میں نے بار بار جلسوں میں اعلان کیا ہے کہ جو لوگ ذاتی طور پر حضور کی حیاتِ علیہ السلام کے مختلف واقعات اور خلفائے عظام کی تفصیلات سے باخبر ہوں، انھیں سے تعاون کریں۔ اور تحریری طور پر اپنی معلومات بھیج کر ثوابِ اربین حاصل کریں۔ مگر معدودے چند یارانِ طریقت کے علاوہ کسی نے توجہ نہ کی۔

ان حالات میں میرے لئے کوئی چارہ کار نہ رہا۔ اور میں مجبور ہوا کہ اب تک بعض کتابوں میں جو معلومات جمع ہو چکی ہیں یا جو باتیں میرے ذاتی علم میں ہیں، ان پر پھر دہرا کر دوں۔ اس لئے اگر خلفائے کی فہرست ناقص ہو تو مجھے معذور کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ اس میں

بھولی۔ حضرت حاجی حافظ مولوی سید حیدر حسین شاہ صاحب آپ کے خلف ارشید ہیں۔ ان کی شادی حضرت شمس الملت مدظلہ کی صاحبزادی سعید فاطمہ صاحبہ سے ہوئی ہے۔ ان کا ایک لڑکا سید عابد حسین دو ڈھائی سال کا ہو کر بقبضہ آئے ابھی فوت ہو گیا تھا۔ اب ان کی صرف ایک بچی زاہد بی بی ہے جو اس سال ان کے ہمراہ حج کو گئی ہے۔ آپ ہر سال حج کی ادائیگی اور زیارتِ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اور اکثر اپنی اہلیہ کو بھی ہمراہ لے جاتے ہیں۔

خلاق حسنہ
حضرت بوجی صاحبہ بڑی فراخ دل اور غریبے از خاتون تھیں۔ دنیوی مال و دولت میسر نہ ہونے ہوئے بھی آپ کسی کو دھکی اور ٹھکین دیکھتیں تو اس کی ہر طرح امداد فرماتیں۔ اپنے تمام کپڑے اور زیورات تک آپ نے غریبوں مسکینوں میں تقسیم کر دیے تھے۔ گاؤں کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچوں کی کفالت اور اعانت میں آپ کو خاص اہتمام نظر ہوتا تھا۔ خود بالکل سادہ لباس زیب تن فرماتی تھیں لیکن غریبوں اور یتیموں کی شادی میں ان کو اچھے سے اچھے کپڑے سلوا کر عطا فرماتیں اور زیورات سے بھی مدد کرتیں۔ جہاں نوازی میں بھی آپ کیتائے زمانہ تھیں۔ جہانوں کی خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے دیتیں۔ خود کھڑی ہو کر ان کو کھانا کھلاتیں اور ان کا ہر طرح خیال رکھتی تھیں۔ آپ کے پاس کانوں میں جو ذرا بہت زیور باقی تھا، وہ آپ نے وفات سے قبل مجھے بلا کر روضہ شریف کی تعمیر کے اخراجات کے لئے عطا فرما دیا تھا۔

وفات
اپنے والد ماجد، دو بھائیوں اور اکلوتے پوتے کی وفات کے باعث آپ کے دل کو سخت صدمہ پہنچا تھا جس سے ہمیشہ دلگیر و مغموم رہنے لگی تھیں۔ اس سے صحت بھی گرنی شروع ہو گئی۔ غذا کم ہو گئی۔ اور کمزوری بڑھتی گئی۔ اپنی ذات کے لئے آپ نے پہلے بھی کوئی اہتمام پسند نہیں کیا تھا، اس وقت بھی اپنی صحت کا مطلق خیال نہ کیا۔ نتیجہ یہ کہ اندر ہی اندر گھٹتی چلی گئیں۔ اور آخر وقت مقررہ پر خاص عرس شریف کے دن اسی ۱۹۵۳ء کو اعلیٰ علیتین کے سفر پر روانہ ہو گئیں۔

عرس شریف کی وجہ سے آپ کے جنازے میں بڑا اتدھا تھا۔ پوسے اعزاز کے ساتھ آپ کی نمازِ خیارہ ادا کی گئی۔ اور روضہ مبارک کے جنوب مشرقی گوشے کے حجرے میں آپ آسودہ خاک کی گئیں۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

- ۲۰ حضرت کریم بخش صاحب قصوری - بی اے -
 ۲۱ حضرت محمد الیوب صاحب مروانی -
 ۲۲ حضرت مولانا امام الدین صاحب رائے پوری -
 ۲۳ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجراتی -
 ۲۴ حضرت ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی -
 ۲۵ حضرت مولانا قطب الدین صاحب جھنگی -
 ۲۶ حضرت ماسٹر کریم اکبری صاحب سیالکوٹی - بی اے - ایل ایل بی -
 ۲۷ حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب رہتکی -
 ۲۸ حضرت مولانا عبد المجید صاحب قصوری (جھجر) -
 ۲۹ حضرت الحاج نصیب خان صاحب رہتکی -
 ۳۰ حضرت مولانا عابد حسن صاحب فریدی ایم اے ایل ٹی - پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ -
 ۳۱ حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری - پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ -
 ۳۲ حضرت مولانا محمد محبوب صاحب احمد آبادی -
 ۳۳ حضرت شیخ مصطفیٰ علی خاں صاحب بنگلوری بی اے - ریٹائرڈ - ڈی ایس پی - مہاجرینی -
 ۳۴ حضرت سید محمود شاہ صاحب کشمیری -
 ۳۵ حضرت حافظ سلطان احمد صاحب پشاور -
 ۳۶ حضرت حافظ علی احمد جان صاحب پشاور -
 ۳۷ حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروی -
 ۳۸ حضرت سید عبدالقاضی صاحب ہزاروی -
 ۳۹ حضرت مولانا سعید احمد شاہ صاحب کوہاٹی -
 ۴۰ حضرت محمد اکبر خان صاحب ہزاروی -
 ۴۱ حضرت محبوب عالم صاحب بجنوری (بجارت) -
 ۴۲ حضرت الحاج حافظ نواز احمد صاحب قصوری -

معلومات میں اضافہ فرمائیں تو میں مشکور ہوں گا۔ اور آئندہ اشاعت میں اضافہ ممکن ہوگا۔
 حضور کے خلفائے عظام کے صرف یہ نام تحقیق ہو سکے ہیں۔

خلفائے عظام کے اسمائے گرامی

- ۱ حضرت سراج الملت الحاج حافظ مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب سجاولہ نشین اول -
 ۲ حضرت خادم الملت الحاج حافظ تید خادم حسین شاہ صاحب (فرزند دوم) -
 ۳ حضرت شمس الملت الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب نڈلہ العالی سجاولہ نشین ثانی -
 ۴ حضرت الحاج مولانا محمد حسین صاحب قصوری - بی اے -
 ۵ حضرت الحاج حافظ ظفر علی صاحب پسروری -
 ۶ حضرت الحاج مولانا محبوب احمد صاحب المقلب بخیر شاہ - امرتسری -
 ۷ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیکانیری -
 ۸ حضرت مولانا غلام احمد صاحب انکل امرتسری -
 ۹ حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب کشمیری -
 ۱۰ حضرت مولانا عبد القیوم صاحب الہ آبادی -
 ۱۱ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب یاغستانی -
 ۱۲ حضرت مولانا میر محمد صاحب میسوری -
 ۱۳ حضرت سید عبد اللطیف صاحب کابلی -
 ۱۴ حضرت مولانا محمد عبد اللہ حسین صاحب بنگلوری -
 ۱۵ حضرت مولانا غلام محمد صاحب رنگ پٹنی (دکن) -
 ۱۶ حضرت مولانا سید میر یحییٰ صاحب بنگلوری -
 ۱۷ حضرت سید محمد شفیع صاحب گورداسپوری -
 ۱۸ حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب امرتسری -
 ۱۹ حضرت پیر حیات محمد صاحب سیالکوٹی -

تصدیق و توثیق حاصل کر چکا ہوں۔ اور ان میں سے بیشتر حضرات سے میں خود بھی بخوبی واقف ہوں۔

براہم عزیز الحاج حافظ سید حمید حسین شاہ صاحب نے اپنی تصنیف ”تذکرہ شاہ جماعت“ میں کچھ زائد نام درج فرمائے ہیں۔ ان میں سے حکیم سید قمر احمد صاحب (آگرہ) کے تعلق پر و فیض زائد حسن صاحب فریدی (پرنسپل گورنمنٹ کالج ننگرنگ) نے بیان کیا کہ ”جب ہم نے حکیم صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی غفلت کا حال سنا تو اکمل بھائی (الحاج اکمل علی صاحب صدیقی جماعتی) سے دریافت کیا۔ انھوں نے بذات خود حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے رہتک کے قیام کے دنوں میں تصدیق چاہی جھٹونے اثبات میں جواب دیا اور توثیق فرمائی: ”اس لئے حکیم سید قمر احمد صاحب کا نام فہرست بالا میں شامل کر لیا گیا۔ باقی دو حضرات کی خلاف کا بھی مجھے ذاتی طور پر علم ہے۔ مولانا محمد عالم صاحب میرپوری کو حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت سے نوازا تھا۔

دوسرے جو نام ”تذکرہ شاہ جماعت“ میں پائے گئے، ان میں سے حسب ذیل پانچ ناموں میں جزئی فرق پایا جاتا ہے جس سے التباس کا قوی شبہ ہوتا ہے۔

(۱) فہرست بالا میں نمبر ۱۲ پر حضرت مولانا میر محمد صاحب میسوی کا نام آیا ہے۔ غالباً انھی کو ”تذکرہ“ میں میر محمد حسین لکھا گیا ہے۔

(۲) فہرست بالا میں نمبر ۱۳ پر حضرت مولانا محمد عبداللہ حسین کو بنگلوری لکھا گیا ہے۔ قیاس یہ ہے کہ انھی کو ”تذکرہ“ میں ”مولانا حافظ سید عبداللہ صاحب حیدر آبادی“ لکھا گیا ہے۔

(۳) فہرست بالا میں نمبر ۱۵ پر حضرت مولانا غلام محمد صاحب رنگ پٹنی (دکن) کا نام آیا ہے۔ ”تذکرہ میں جو نام ”حضرت مولانا غلام احمد صاحب المخاطب بہ نواب محاسب جنگ“ بیان ہوا ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ یہ وہی بزرگ ہیں۔

(۴) فہرست بالا میں نمبر ۴ پر مولانا محمد امین صاحب الہ آبادی کا نام لکھا ہے۔ ”تذکرہ“ میں غالباً انھی کو مولانا شاہ امین اللہ ناروی ”تحریر کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا پورا نام ”محمد امین اللہ“ ہو۔ نادرہ آباد کے قریب مشہور موضع ہے۔ اس لئے ناروی اور الہ آبادی دونوں نسبتیں قابل فہم ہیں۔

(۵) فہرست بالا میں نمبر ۵۲ پر حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کو کشمیری لکھا ہے۔ انھی کو

حضرت سید ولی محمد شاہ صاحب ملتانی۔

حضرت مولوی محمد عظیم صاحب لکھنوی۔

حضرت صفی محمد عظیم صاحب فیروز پوری۔ بنی لے۔

حضرت مولانا محمد عالم صاحب خطیب کھاریاں چٹاؤنی۔ میرپوری۔

حضرت مولانا محمد امین صاحب الہ آبادی۔

حضرت سید جعفر شاہ صاحب بخاری۔

حضرت مولانا محمد مقصود صاحب بنگالی۔

حضرت پیر افضل شاہ صاحب کشمیری (درین)

حضرت پیر گل شاہ صاحب کشمیری (درین)

حضرت پیر عبدالرحمان صاحب کشمیری (کلاگام)

حضرت بھائی ذاکر علی صاحب رتھکی۔ (دراچی)

حضرت الحاج سرور خان صاحب کولٹی۔

حضرت الحاج حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی۔

حضرت مولوی محمد شرف صاحب سیالکوٹی (کوٹلی لوہاراں)

حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری۔

حضرت حافظ عبدالحمید صاحب (روپچک ضلع سیالکوٹ)

حضرت صفی خوشی محمد صاحب فیروز پوری (ملتان)

حضرت قاری شہاب الدین صاحب حیدر آبادی۔

حضرت مولانا محمد اصل صاحب جھنگوی۔

حضرت حکیم سید قمر احمد صاحب اکبر آبادی۔

حضرت بابا فیروز الدین صاحب۔

حضرت الحاج منشی احمد الدین صاحب۔ گجرات۔

مذکورہ بالا ناموں میں سے ابتدائی اکسٹھ ناموں کی میں خود حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے

۲۱۔ مولانا محمود خان صاحب صفی دکن (دکن) ۲۲۔ مولانا نبی بخش صاحب قصوری

جنی خلفائے گرامی قدر کے حالات کم و بیش تحقیق ہو سکے آئندہ صفحات میں ملاحظہ کیے جائیں۔

۱۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحب قصوری بی۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے اجداد کا وطن موضع مرال میں تھا۔ وہاں سے آپ کے اجداد میں سے میاں نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصور آکر آباد ہو گئے تھے۔ میاں صاحب کے صاحبزادے میاں احمد دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی شہر تھے۔ سارا خاندان زہد و ریاضت میں مشہور تھا۔ یہ دونوں بزرگ حضرت بٹیمے شاہ صاحب کے احاطہ میں دفن ہیں۔ حضرت میاں احمد دین صاحب نے کوچہ جھنگیاں میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو اب تک مسجد میاں احمد مرالی کے نام سے معروف ہے۔ میاں احمد دین صاحب کے صاحبزادے میاں غلام احمد صاحب امرتسر میں فارسی کے مدرس تھے۔ اور دینداری اور نیکو کاری میں مشہور تھے۔ حضرت میاں غلام احمد صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد حسین صاحب تھے۔ مولانا صاحب کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ آپ نے صرف چھ ماہ میں قرآن مجید ختم کر لیا تھا۔ آپ کے والدین نے آپ کی تعلیم و تربیت پوری توجہ سے کی۔ آپ کے والد صاحب فرمایا کرتے تھے: ”میں نے اپنا سارا دماغ ان کی تعلیم و تربیت میں خالی کر دیا اگر اللہ تعالیٰ مجھے دوسرا بیٹا دیتا تو اس کے لئے ایک اور دماغ بھی عطا فرماتا۔“

قصور میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ اپنی والدہ صاحبہ کے ہمراہ امرتسر چلے گئے۔ اور وہاں آپ کی باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی۔ جب آپ ایف اے میں تھے تو والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ مگر آپ نے بہت نہ ہاری اور تعلیم جاری رکھی۔ ۱۸۹۰ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے پاس کیا۔ اس کے بعد ایم اے فلسفہ میں داخلہ لیا تھا۔ مگر مجبوریوں کے باعث چھوڑنا پڑا۔ اور ایس اے وی پاس کر کے مدرس کا پیشہ اختیار فرمایا۔

حضرت مولانا صاحب ابتدا میں دس سال ڈیرہ غازی خان میں مدرس رہے۔ اس کے بعد آپ کا تبادلوہ قصور کے ہائی اسکول میں ہو گیا۔ جہاں دس سال سیکنڈ ماسٹری کے عہدے پر فائز رہے۔ جب آپ ڈیرہ غازی خان میں تھے تبھی اس کی شادی ہو گئی تھی۔ آپ کی زوجہ

”مذکرہ“ میں ہزاروی بیان کیا گیا ہے ہوگا۔

اس نتیجے کے بعد ”مذکرہ شاہ جماعت“ میں حسب ذیل چودہ نام اور زائد پائے جاتے ہیں۔ جن کی میں ذاتی طور پر کوئی تصدیق کرنے سے قاصر ہوں۔ یا تو یہ اصحاب میرے ہوش سے پہلے گذرے ہیں یا پھر مجھے ان کا مطلق علم نہ ہو سکا۔

- ۱۔ حضرت مولانا محمد غوث صاحب بکھو چک ضلع کیلٹ
- ۲۔ حضرت مولانا پروفیسر ابوالخیر میر محمود صاحب میسوری
- ۳۔ حضرت مولانا نواز علی صاحب حیدر آبادی (دکن)
- ۴۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب نصیبی مراد آبادی
- ۵۔ حضرت مولانا سید محمد محمود صاحب (عدن)
- ۶۔ حضرت مولانا محمد انور صاحب مدراسی
- ۷۔ حضرت مولانا منظور شاہ صاحب ناگپوری
- ۸۔ حضرت مولانا حسن بیگ صاحب لاہوری
- ۹۔ حضرت مولانا رجب علی صاحب جھنگوی
- ۱۰۔ حضرت مولانا سید محمد محمدی الدین صاحب کولاری (دکن)
- ۱۱۔ حضرت مولانا محمد نبی صاحب تل گری (دکن)
- ۱۲۔ حضرت مولانا محمود خان صاحب صفی دکن (دکن)
- ۱۳۔ حضرت الحاج نبی بخش صاحب قصوری
- ۱۴۔ حضرت مہر امین الدین صاحب آئری برٹین (کلاؤنٹن گلاسگو)

حسب ذیل خلفائے کرام کے حالات مجھے مطلق تحقیق نہ ہو سکے۔ اس لئے ان کے اسامے گرامی پراکتفا کیا جائے۔

- ۱۔ مولانا عبدالقیوم صاحب الد آبادی
- ۲۔ سید عبداللطیف صاحب کابلی
- ۳۔ مولانا غلام محمد صاحب رنگ پٹنی
- ۴۔ سید محمد شفیع صاحب گورداسپوری
- ۵۔ سید محمود شاہ صاحب کشمیری
- ۶۔ مولانا محمد امین صاحب الد آبادی
- ۷۔ مولانا نواز علی صاحب حیدر آبادی
- ۸۔ مولانا حسن بیگ صاحب لاہوری
- ۹۔ مولانا سید محمود صاحب (عدن)
- ۱۰۔ مولانا سید محمد محمدی الدین صاحب کولاری
- ۱۱۔ مولانا محمد عبد اللہ حسین صاحب جھنگوی
- ۱۲۔ مولانا سید محمد محمدی صاحب جھنگوی
- ۱۳۔ مولوی محمد ایوب صاحب مردانی
- ۱۴۔ مولوی محبوب عالم صاحب بجنوری
- ۱۵۔ پروفیسر ابوالخیر میر محمود صاحب میسوری
- ۱۶۔ مولانا رجب علی صاحب جھنگوی
- ۱۷۔ مولانا منظور شاہ صاحب ناگپوری
- ۱۸۔ مولانا محمد انور صاحب مدراسی
- ۱۹۔ مولانا محمد نبی صاحب تل گری (دکن)

اسی واقعہ اور ضرورت نے آپ کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچایا تھا۔ آپ پہلی نظر ہی میں ایسے گرویدہ ہو گئے کہ مستقل خدمت الالیں رہنے لگے۔ سفر و حضر میں حضور کے ہمراہ رہتے۔ اٹھارہ سال تک سپردِ کام نہ دیکھا۔ حالانکہ دربار شریف سے سپردِ فقط و توسل ہے۔ آپ علیٰ ہدیہ میں رہ کر حضور کے موشیوں کی خدمت کرتے اور دوسرے کام سرانجام دیتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز فضل پر خود ہی ان کے گھر پر اناج اور دوسری ضروری اشیا ارسال فرما دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبد المجید صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز نے بتایا کہ ایک بار انجنیئر خدام حضرت کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضور قبلہ عالم نے مختلف علماء کے نام لے کر فرمایا کہ ان سے کہو وعظ بیان کریں۔ آپ نے جن علماء کا نام لیا وہ اس وقت تک جلسہ گاہ میں تشریف نہیں لائے تھے۔ آخر آپ نے حکم دیا۔ ”حافظ ظفر علی کو بلاؤ“ دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر ان کے سر پر رکھ دی۔ اور فرمایا ”جواو وعظ بیان کرو“ اس دن سے آپ ایسے فصیح البیان خطیب بن گئے کہ بڑے بڑے جلسوں میں لوگ بڑے شوق و ذوق سے ان کا وعظ سنتے تھے۔

جیسا کہ بیان ہوا آپ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی دوروں میں آپ کے ہمراہ رہتے تھے حضور کے ارشاد پر جلسوں سے خطاب فرماتے تھے۔ انگریزی بھی جانتے تھے اس لئے کہ آپ نے ایف اے تک تعلیم پائی تھی۔ مناظرہ کے ماہر تھے۔ مخالف جماعتوں کے سربراہ آپ کی موجودگی میں مناظرہ سے گھبراتے تھے۔ اور بار بار انھوں نے پیشگی راہ فرار اختیار کرنے ہی میں عافیت سمجھی۔ تبلیغی دوروں میں آپ دکن تک تشریف لے گئے ہیں۔ اور مخالفین کے ہاتھوں بہت تکفیل سہائی ہیں۔ مگر آپ ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے اور تبلیغ و ارشاد میں خلل واقع نہیں ہونے دیتے تھے۔

آخر میں آپ حضرت قبلہ عالم کی اجازت سے سپردِ رہی میں رہنے لگے تھے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ حضرت مولانا محبوب احمد الملقب خیر شاہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ خاص امرتسر کے رہنے والے تھے۔ بڑے عالم، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ آپ نے

نے استعفا لکھ کر حج کی میز پر رکھ دیا۔ اور گرجا بار عجب آوار میں ارشاد فرمایا ”ملازمت جاتی ہے تو جائے نماز نہیں جاسکتی“ حضرت کے ان الفاظ پر ہی وہ ہندو حج لے کر گیا اور اس نے ہیبت زدہ ہو کر نماز جمعہ کو جانے پر سے پابندی اٹھالی۔

تبلیغی دورے فرمانا آپ کی سرشت بن گیا تھا۔ اسکول اور کچہری کی ملازمت کے دوران غالی وقت تبلیغ میں صرف فرماتے تھے۔ ہفتہ کی شام کو دیہات کی طرف چلے جاتے تھے۔ اسی طرح تعطیلات کا سارا زمانہ گاؤں گاؤں میں تبلیغ کرنے میں صرف ہوتا تھا۔ اس مقصد کے لئے کبھی کبھی کئی کئی مہینہ کی نخصت بھی لیتے تھے۔ اور مختلف قصبہ اور دیہات میں پہنچ کر دن اور رات میں کئی کئی وعظ فرماتے، مجلسیں میلاد منعقد کرتے اور تبلیغ و ارشاد کا کام بکھن و خوبی انجام دیا کرتے تھے۔

اسی طرح آپ دینی مدارس اور جہادِ تعلیم کے اسکول، جن میں قرآن مجید کی تعلیم لازمی ہوتی تھی، قائم کرنے میں بھی کوشاں رہتے تھے۔ ہر ایام کے علاقہ میں کئی مقامات پر آپ نے اس طرح کی درس گاہیں جاری کیں۔ کلاں و روضہ ریتھک کا مسلم راجپوت ہائی اسکول اور ریتھک کا نصرت الاسلام پرائمری اسکول خاص طور پر مشہور رہے۔ اسی طرح آپ مذہبی اور سلامی مضامین لکھ کر رسالوں اور اخبارات میں شائع کرتے رہتے تھے۔ نیز اپنے خطوط میں مکتوب الیہم کو دینی امور کی خصوصیت سے تعلیم دیتے تھے۔

حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے بلند پایہ ولی اللہ تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور آپ کو حضور کے خلفائے کرام میں ”خلیفہ اول“ کی حیثیت حاصل تھی۔ آپ کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ سبب مرض آپ کے بھائی کا کام تھا۔ آپ کی توجہ بہت قوی ہوتی تھی۔ اور زبان مبارک سے جو کچل جاتا ہو کر رہتا۔ آپ کی نظر۔ کیمیا اثر سے ہزاروں کی اصلاح ہوتی اور بہت سے غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ پروفیسر منشا علی صاحب نے آپ کے حالات و کرامات ”غریب فیض قصوری“ میں جمع کر دیے ہیں۔ صاحبان ذوق کے لئے اس کتاب کا مطالعہ از بس مفید ہوگا۔

۲۔ حضرت حافظ ظفر علی انیسوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سپردِ رہنے والے تھے۔ آپ کے عشق مجازی کا واقعہ ”سیرت“ میں بیان ہو چکا ہے۔

امرتسریں جماعت اہل حدیث کا اخبار ”اہل حدیث“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی کثرت رہتا تھا۔ مولانا غلام احمد صاحب انکسار مولانا خیر شاہ صاحب اخبار ”القیہ“ میں مفصل اور مدلل جوابات شائع فرماتے تھے اور علمائے اہل حدیث کو قائل کرتے تھے حضرت مولوی ثناء اللہ امرتسری سے بھی آپ دونوں حضرات کے اکثر مناظرے ہوئے ہیں۔ جن میں فسح آپ ہی کو حاصل ہوئی ہے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اکثر ہدایت فرماتے کہ ”جواب جاہلان باشد خوشی“ مگر ان دونوں بزرگوں کی دینی حمیت اور شیخ کی محبت و حمایت ان کو مجبور کرتی کہ غیظین کے چیلنج کا جواب دیں۔ اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ دینے کی وہ میدان سے ہٹ گئے۔

آپ بڑے عابد اور شب زندہ دار بزرگ تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار ارشاد فرمایا تھا کہ ”مولوی غلام احمد انکسار امرتسری نے بچپن میں ایک مرغ خرید لیا تھا۔ ان کے والد صاحب بڑے بزرگ آدمی تھے انھوں نے ریاضت کیا مرغ کا کیا کرے؟ عرض کیا کہ یہ اذان سے گا تو علیہ کچھ کھل جائے گی اور نفل آسانی ادا کر سکوں گا۔ نیت نیک اور خیال پاکیزہ تھا، مگر آپ کے والد بلند مرتبہ شخص تھے فرمایا ”انسان ہو کر حیوان کا محتاج ہوتا ہے“ مولوی صاحب کو ہوش آگیا۔ مرغ کو اسی وقت فرج کر دیا۔ اور خدا کا فضل و کرم یہ کہ ساری عمر نماز تہجد کے لئے از خود بیدار ہو جایا کرتے تھے“

مولوی صاحب بڑے عالم دین ہونے کے ساتھ ذوق سخن بھی رکھتے تھے۔ انکسار تخلص فرماتے تھے اور زیادہ تر لغت کے مضامین کہتے تھے۔ امرتسری بھی انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہماری نگر مہاراج گنج کے رہنے والے تھے۔ بہت نیک، پارسا، متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ آپ سیف بن بان بھی تھے۔ جو زبان مبارک سے نکل جاتا ہو کر رہتا۔ میں ۱۹۳۸ء میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے ہمراہ کشمیر گیا تو آپ وفات پا چکے تھے۔ سرنگر کے لوگ آپ کے کشف و کرامات کے بہت واقعات سناتے تھے۔ جن کا اس مختصر تحریر میں سمونا ممکن نہیں۔ اکثر آپ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر کے تبلیغی دوروں میں حضور کے ہمراہ رہے ہیں۔ اور از خود بھی تبلیغ و ارشاد اور توسیع سلسلہ عالمیہ کی خدمات انجام دی ہیں۔ اور

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں بکثرت تبلیغی دورے گئے اور گاؤں گاؤں جاکر تبلیغ و ارشاد کی خدمت انجام دی۔ ”سیرت“ میں ذکر آچکا ہے کہ کس طرح آپ حضور کے فرمان کے مطابق دکن تشریف لے گئے تھے اور باوجود معاندین کی ہر قسم کی مخالفت اور دشمنی کے کس طرح آپ نے ان پر فسح حاصل کیا آپ فن مناظرہ میں طاق تھے۔ بیسیوں مناظروں میں آپ نے مخالفین کو شکست فاش دی ہے۔ اور پنجاب و دکن میں ہزاروں آدمی آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر سلسلہ عالمیہ میں داخل ہوئے ہیں آخری عمر میں آپ امرتسرا گئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیکانیری وکیل رحمۃ اللہ علیہ

آپ ریاست بیکانیر میں وکالت کا پیشہ کرتے تھے۔ کامیاب وکیل اور مخزن شہر میں سے تھے۔ بڑے دیندار، نیکو کار، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ علی پور سیدال آتے تو طویل قیام فرماتے تھے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کئی دفعہ باصرار دعوت دے کہ بیکانیر لے گئے۔ جب حضور بیکانیر تشریف لے جاتے تو مولوی ابراہیم صاحب ہمارا جبر سے ہاتھی ستھارے کہ حضور کو ہاتھی پر سوار کر کے جلوس کی صورت میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ شہر میں گشت کراتے۔ اور پھر اپنے گھر لے جا کر جہان رکھتے۔ اور حضور کی خدمت گزاری کی سعادت حاصل کرتے۔

آپ نے بیکانیر کے علاقے میں تبلیغ و ارشاد کی روشن خدمات انجام دی ہیں۔ سلسلہ عالمیہ کی توسیع میں بڑی کامیاب کوششیں کی ہیں۔ اور بہت لوگوں کو پکا دین دار بنایا ہے۔ آپ نے بیکانیر ہی میں حلت فرمائی اور وہیں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۵۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب انکسار امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عالم دین۔ واعظ و مناظر۔ بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ ابتدائی زمانہ میں آپ اکثر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی دوروں میں ہمراہ رہتے تھے جلسوں میں تقریریں کرتے۔ اور اپنے وعظ و نصیحت سے خلق خدا کو فیض یاب کرتے تھے۔ بہت لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ عالمیہ میں داخل ہوئے۔

واپسی کے وقت حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے آپ کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔ تاکہ بنگال جاکر تبلیغ دین اور سلسلہ عالمیہ کی ترویج فرماتے رہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے عالم۔ نیک۔ متقی۔ اور پارسا بزرگ تھے۔ بہت لوگوں کو فیض پہنچایا اور داخل سلسلہ کر کے پکا دیندار بنایا۔ میں نے ان کی زیارت کی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ حضرت پیر حیات محمد شاہ صاحب یالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے آباؤ اجداد کشمیر میں بیج دہارہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے بزرگ کشمیر سے منتقل ہو کر پنجاب آ گئے تھے۔ اور سیالکوٹ کے دیہات میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ نے دین کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ دیہات کے بہت لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ نواحی دیہات میں آپ نے سلسلہ عالمیہ کی ترویج کا خوب کام کیا اور بہت لوگوں کو دینداری اور تقویٰ کے شرف سے مالا مال کیا۔

آپ کو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے محمد علیہ ہونے کی سعادت حاصل تھی۔ حضرت قبلہ عالم آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ آپ بڑے بزرگ، متقی، شب زندہ دار اور صحت کشف و کرامت ملی اللہ تھے۔ مگر جب علی پور سیداں حاضر ہوتے تو دوسرے معمولی درویشوں کی طرح پوری جاں فشانی کے ساتھ حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کشمیر کے تبلیغی دوروں میں آپ اکثر ہمراہ ہوتے۔ اور آپ کے مواعظ حسنہ کا کشمیری زبان میں ترجمہ کرتے رہتے تھے۔ خود بھی اکثر کشمیر کے درویش پر تشریف لے جاتے اور اپنے وعظ و نصیحت سے خلق خدا کو فیض یاب فرماتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے پیر خلیل احمد صاحب جو خود بھی عالم و خطیب، متقی و صالح بزرگ ہیں، تبلیغ و ارشاد میں سرگرمی سے کوشاں ہیں۔

مولوی محمد شفیع صاحب خطیب کا مونکے حضرت پیر حیات محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بہت لوگوں کو بیعت میں لے کر صراط مستقیم پر گامزن کیا ہے۔ آخری عمر میں آپ پر جذب غالب آیا تھا۔ مگر اس حالت میں بھی فرائض مذہبی کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہونے پائی۔ سرنگری میں آپ داخل بھی ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب یاغستانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کھبل کے رہنے والے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کھبل تشریف لاتے تو بڑے چڑھ کر حضور کی خدمت کرتے تھے۔ اور لوگوں کو حضور کے دستِ حق پرست پر بیعت کراتے تھے۔ اپنے وعظ و نصیحت اور اخلاق کریمانہ سے گرد و نواح کے لوگوں کو فیض یاب فرماتے اور ان کو پابند شریعت بناتے تھے۔ بہت لوگ آپ سے بیعت کر کے داخل سلسلہ ہوئے۔ میں نے بھی آپ کی زیارت کی ہے۔ بڑے بزرگ، خدا رسیدہ اور ملی اللہ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ حضرت سید جعفر شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بخارا سے علم دین حاصل کرنے ہندوستان تشریف لائے تھے اور علی پور سیداں آکر یہیں کے ہو رہے۔ درس نظامیہ کی تکمیل مدرسہ نقشبندیہ علی پور میں کی۔ اور حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی سے مشرف ہوئے۔

آپ بڑے عالم متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ علی پور سیداں سے دستار فضیلت باندھ کر رخصت ہونے کی اجازت چاہی تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت و خلافت سے نوازا۔ اور تہا فرمائی کہ بخارا واپس جاکر دین کی تبلیغ اور سلسلہ عالمیہ کی توسیع کی خدمت انجام دیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ حضرت مولوی محمد مقصود صاحب بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بنگال سے تحصیل علم کے لئے علی پور سیداں آئے تھے۔ یہاں قیام کر کے مدرسہ نقشبندیہ سے درس نظامیہ کی سند حاصل کی۔ اور حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر و حدیث، فقہ علوم دینیہ حاصل کئے۔ بڑے عالم، پارسا، سادہ مزاج، دیندار اور متقی بزرگ تھے۔

والے تھے۔ آپ بہت بزرگ متقی، خدا رسیدہ اور کامل ولی اللہ تھے۔ آپ نے علوم عربیہ کی تحصیل فرمائی تھی۔ اور جلیل القدر عالم و فاضل بزرگ تھے۔

گجرات میں سجدہ حاجی پیر بخش مرحوم بالکل ویران پڑی تھی۔ آپ گجرات تشریف لائے تو آپ نے اس مسجد کو آباد کیا اور خود امامت کی ذمہ داری ادا فرمانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد یہیں قرآن مجید کی تدریس کا کام شروع کیا۔ تدریسی کام کو ترقی دی۔ اور اپنی مدد کے لئے کئی استاد متعین کئے۔ آپ نے گجرات میں انجمن خدام الصوفیہ قائم کی۔ اور مدرسہ کو مدرسہ نقشبندیہ کے نام سے منظم فرمایا۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت اجازت عطا کی تو آپ نے اپنے دینی اور تدریسی کاموں کے ساتھ توسیع سلسلہ عالیہ کی خدمات بھی پورے شد و مد سے انجام دینی شروع کر دیں۔ دیہات میں جا کر تبلیغ فرمائی۔ لوگ بڑی تعداد میں آپ سے رجعت ہونے لگے۔ اور آپ بھی ان کو پابند شریعت بنانے اور تعلیمات مذہبی پر کاربند بنانے میں سرگرم ہو گئے۔ چنانچہ آپ کا سلسلہ بھگواند خوب وسیع ہو گیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ بڑی شفقت اور خصوصیت فرماتے تھے۔

گجرات میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے جس میں حضرت سجادہ نشین صاحب ثانی مدظلہ العالی اور دیگر صاحبزادگان خصوصیت سے شرکت فرماتے ہیں۔ حاجی منشی احمد الدین صاحب ساکن کارہ کلال (گجرات) حضرت پیر ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی مریدین میں سے ہیں۔ ان کو حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت عطا فرمائی ہے۔ انجمن اور عرس وغیرہ کے انتظامات میں منشی صاحب بہت خدمات انجام دیتے ہیں۔ بڑے نیک اور متقی انسان ہیں۔ اور بہت مدت سے تبلیغ دین کا کام کر رہے ہیں۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں بھی آپ نے بہت مذہبی اور تبلیغی خدمات انجام دی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مزید سمیت و توفیق عطا فرمائے۔

حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت شمس الملت مدظلہ العالی (سجادہ نشین ثانی) نے ان کے بڑے فرزند ارجمند جناب مولانا سید محمود شاہ صاحب کی دستبرد کرائی اور حضرت پیر صاحب کا جانشین بنایا۔ نیز دوسرے سجادگان کا جانشین بھی بنایا۔

کے خلفاء میں سے ہیں۔ عالم اور متقی بزرگ ہیں اور تبلیغ و ارشاد میں سرگرم ہیں۔ آپ نے حضرت پیر صاحب کے حالات اپنی تصنیف "راحت القلوب" میں جمع کر دیے ہیں جس کا مطالعہ از بس مفید ہوگا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۲۔ حضرت کریم بخش صاحب قصوی بی اے۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے زمانے کے بی اے پاس، روشن خیال اور دین دار بزرگ تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں تبلیغ دین اور توسیع سلسلہ میں سعی بلیغ فرمائی۔ اور بہت لوگوں کو کچا و نیدار اور پابند شریعت بنایا۔ بڑے نیک متقی، روشن ضمیر اور بزرگ آدمی تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ حضرت مولانا امام الدین صاحب لائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عالم دین، اعلیٰ پایہ کے خطیب اور فن مناظرہ میں یکتا تھے۔ اوصاف پندیدہ اور خلاق کردمانہ کے حامل تھے۔ پابندی شریعت اور اتباع سنت میں مستعد اور تقویٰ و پرہیزگاری میں اعلیٰ امتیاز رکھتے تھے۔ عرصہ تک آپ سالہ انوار الصوفیہ کے مدیر رہے ہیں۔ اور دینی و ملی خدمات خوش اسلوبی سے انجام دی ہیں۔

ریاست جموں اور اطراف ہند میں آپ نے تبلیغ و ارشاد کے لئے بہت دورے کئے اور بہت سے لوگوں کو صراط مستقیم پر کامران کیا۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں کے تبلیغی دوروں میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہے اور اپنے پند و معظمت سے ہزاروں بندگان خدا کو فیضیاب کیا۔ فقہ ارتداد کے زمانہ میں راجپوتانہ اور یوپی کے اضلاع میں گاؤں گاؤں پہنچے۔ آریوں اور مرزائیوں سے مناظرے کئے۔ اور شدھی کی لعنت کو روکنے میں بڑے نمایاں کارنامے انجام دیے۔ رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضع رائے وال ضلع گجرات کے رہنے

صاحب اور جناب سید احمد شاہ صاحب کی بھی دستار بندی کرائی تاکہ تینوں صاحبزادگان باہم مل کر انجمن، مدرسہ اور سلسلہ عالمیہ کی خدمات سرانجام دیتے رہیں۔ یہ حضرات اہل علم، باوصلہ اور صاحب توفیق اشخاص ہیں۔ چنانچہ کثیر مخلوق ان سے فیض حاصل کرتی ہے۔ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کو دینی خدمت، رفہ عام اور توسیع سلسلہ کی اور زیادہ ہمت و توانائی عیسر آئے تاکہ وہ شریعت و طریقت کی خدمات اعلیٰ سے اعلیٰ پیمانے پر انجام دیتے رہیں۔

۱۵۔ حضرت پیر افضل شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کشمیر میں موضع درین کے رہنے والے تھے۔ بہت ہی بزرگ اور نیک انسان تھے۔ تبلیغ اور توسیع سلسلہ عالمیہ میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ سینکڑوں آدمیوں کو راہ راست پر لگایا۔ اور پابند شریعت بنایا۔ ان کے مرید بھی بہت تھے۔ کشمیر میں مذہب اور تصوف کی بڑی خدمت کی ہے۔ وفات پانچویں ان کی اولاد بھی دیندار اور صالح ہے۔ ان کے بڑے لڑکے تبلیغ کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

۱۶۔ حضرت پیر گل شاہ صاحب کشمیری

آپ پیر افضل شاہ صاحب کے چھوٹے حقیقی بھائی تھے۔ جوانی سے نیکو کار اور صالح شخص تھے۔ اپنے بڑے بھائی کی طرح انھوں نے بھی دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ اور بہت لوگوں کو سلسلہ عالمیہ میں داخل کیا۔ اور شریعت و طریقت کا پابند بنایا ہے۔

۱۷۔ حضرت پیر عبدالرحمان صاحب کشمیری

کشمیر میں پہل گام کے قریب موضع کلگام کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے بھی شریعت اور طریقت کی بہت خدمت کی ہے اور بہت لوگوں کو سلسلہ عالمیہ میں داخل کیا ہے۔ بہت نیک اور پرہیزگار شخص تھے۔

جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کشمیر تشریف لے جاتے تھے تو یہ تینوں حضرات پیر افضل شاہ

صاحب۔ پیر گل شاہ صاحب اور پیر عبدالرحمان صاحب خدمت والا میں حاضر رہتے تھے۔ شب روز خدمت کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ جو کشمیری زن مرد اپنی حاجتیں لیکر حاضر خدمت ہوتے، انھی میں سے کوئی صاحب ان کی ترجمانی کیا کرتے تھے۔ اگر کچھ لوگ سلسلہ عالمیہ میں حضور سے بہت ہوتے تو کشمیری زبان میں اسباق کی ترجمانی بھی یہی کرتے تھے۔ غرض ان میں سے کم از کم ایک صاحب ہمہ وقت حضور کے قریب ہوتے تھے۔ تاکہ زبان کی اجنبیت کا ربراری میں رکاوٹ نہ بنے۔

تقسیم ملک کے بعد بھارت نے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تو ان حضرات کے حالات کا بھی کوئی علم ممکن نہیں۔

۱۸۔ حضرت ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کنجاہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ اور فوج میں ملازم تھے۔ بہت خوبصورت جوان تھے۔ کالی داڑھی آپ کے چہرے پر خوب سجتی تھی۔ دین اور تصوف کی کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ آخر اسی بدولت ذی علم، خطیب، موعظ اور مبلغ بن گئے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کی تو ارشاد فرمایا کہ ”اب دین کی خدمت کیا کرو؟“ آپ نے ملازمت چھوڑ کر خود کو ہمہ تن دینی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ چنانچہ دوسرے فرماتے۔ وعظ کہتے اور سلسلہ عالمیہ کی توسیع میں لگے رہتے تھے۔ بہت لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ جن میں ریلوے کے ملازمین زیادہ تعداد میں تھے۔ بابا فیروز دین صاحب ریلوے میں ملازم تھے اور ڈاکٹر صاحب سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ ان کی وجہ سے ریلوے کے بہت سے ملازمین حضرت ڈاکٹر صاحب سے داخل ہوئے۔ بابا فیروز دین صاحب بہت نیک اور بزرگ آدمی تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بھی خلافت سے نوازا تھا۔ انھوں نے ڈاکٹر صاحب کے وصال کے بعد شریعت و طریقت کی بہت زیادہ خدمت انجام دی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے مریدین میں بی۔ اے۔ ایم۔ اے پاس اشخاص کی خاصی تعداد تھی۔ اور وہ

سب ڈاکٹر صاحب کی تربیت سے پابند شریعت اور صالح بن گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ نے جناب محمد امین صاحب

مرزا میوں یا دوسرے معاندین نے جو مقدمات وارڈ کئے۔ آپ ان سب میں بطور کسب و پیش پیش ہوتے رہے۔ اور بڑی قابلیت اور محنت سے پیروی کی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے آپ کو خلافت عطا کی تو چوہرہ شریف سے بھی آپ خلافت سے فرائزے گئے۔ حضرت قبلہ عالم نے حاجی مہر عبدالحق صاحب سے فرمایا تھا کہ ”ماسٹر صاحب بہت بزرگ آدمی ہیں۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ دربار شریف میں فروکش ہوتے تو آپ پابندی سے ہر سہ ہفتہ کی شام حاضری دیتے تھے اور اتوار کا دن یہیں گزار کر سیالکوٹ واپس جاتے تھے۔ آپ نے کئی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی تھی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی آخری بیماری میں ہفتہ کے دن ماسٹر صاحب کو بہت یاد کرتے رہے۔ مگر بعض مجبوریوں کے سبب اس دفتر ماسٹر صاحب کو تار کی صبح حاضری ہونے تو حضور نے جبرستہ یہ شعر پڑھا۔
نزع میں بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار
جانب زد کو دیکھ لے ہے جب کہ پیش آجائے ہے

ماسٹر صاحب تڑپ گئے اور قدموں سے لپٹ کر رونے لگے۔ آپ کو حضور کی ذات بابرکت سے والہانہ محبت اور عقیدت تھی۔ اور حضور بھی آپ پر خاص کرم فرماتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۰۔ حضرت الحاج مولانا قطب الدین صاحب جھنگی رحمۃ اللہ علیہ

آپ چک ۲۳۲ جونیاں الانصہ جھنگ کے رہنے والے تھے۔ آپ بڑے عالم دین، خطیب، مبلغ اور فن مناظرہ میں طاق تھے بسند یافتہ طیب بھی تھے اور تین سال مسیح الملک حکیم محمد اجل خان صاحب ہلوی کی محبت میں گزارے تھے۔ آپ نے مدت العمر کوئی ملازمت نہیں کی بلکہ بھر تبلیغ دین کرتے رہے بغیر مذہب والوں کے ساتھ بے شمار مناظرے کئے اور ہر معرکہ میں کامیاب رہے۔ آپ کو اپنے پیرو خانہ سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہمراہی میں کئی بار فریضہ حج ادا کیا تھا۔

حضرت مولانا صاحب بڑے صالح متقی، بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ مدتوں آپ کی یہ عادت رہی کہ مغرب کی نماز کے فوراً بعد کھانا کھا کر سو جاتے۔ دس بجے کے قریب بیدار ہو کر نماز ادا کرتے۔

صاحب کا جانشین بنایا۔ امین صاحب بہت بزرگ اور صالح انسان ہیں۔ پیرو خانہ سے والہانہ محبت ہے۔ فوج میں ملازم تھے کیپٹن کے عہدے سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ اور دین کی خدمت میں منہمک رہتے ہیں۔

جناب نعمانی صاحب بھی ڈاکٹر صاحب کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ صالح اور بزرگ انسان ہیں۔ ایم اے پاس اور بہت عمدہ مقرر ہیں گجرات میں قیام ہے۔ سلسلہ عالیہ کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کو بھی حضرت سراج الملک رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرمائی ہے۔

جناب بابو سلطان صاحب زیر آباد کے رہنے والے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے ملنے والے تھے اور پیرو خانہ سے والہانہ الفت و عقیدت رکھتے تھے۔ بڑے نیک، متواضع اور خلیق آدمی تھے۔ اسی طرح شیخ خورشید صاحب ڈاکٹر صاحب کے حلقہ کے لوگوں میں سے تھے۔ ان دونوں حضرات کو بھی حضرت سراج الملک رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ جناب محمد امین صاحب، جناب نعمانی صاحب اور دیگر حضرات کو شریعت و طریقت کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

۱۹۔ حضرت ماسٹر محمد کرم الہی صاحب سیالکوٹی بی اے، ایل ایل بی، ایڈووکیٹ رحمۃ اللہ علیہ

سیالکوٹ کے قریب بڑبانہ گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انٹرنس پاس کر کے محکمہ تعلیم میں درس ہو گئے اور کوہاٹ تقرر ہوا۔ پھر آپ نے پرائیویٹ طور پر ایف اے اور بی اے کیا۔ اور ایل ایل بی کرنے کے بعد سیالکوٹ میں وکالت شروع کی۔ اور سیالکوٹ ہی میں راءیش اختیار کی۔ مدتی یہ وقت گزرا تھا۔ اس لئے ماسٹر کا لفظ آپ کے نام کا گویا ایک جزو بن گیا تھا۔

حافظ ظفر علی صاحب سپروی کی وفات کے بعد ماسٹر صاحب کو انجمن خدام الصوفیہ کا سکریٹری مقرر کیا گیا۔ اور آپ تاحین حیات سکریٹری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مولوی امام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کئی برس تک سالہ انوار الصوفیہ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی تمام تحریکوں میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دلمے، درمے، قدمے ہر طرح کی خدمات انجام دیں بعض تبلیغی دوروں میں بھی شریک رہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۱ء میں حج و زیارت گئے لئے پہلے تشریف لے جا چکے تھے حضرت شمس الملت مدظلہ العالی نے حضرت قاضی صاحب کو اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو آپ نے مدینہ منورہ تار دے کر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل کی۔ اور حج و زیارت سے فیض یاب ہوئے۔ حضرت ذاکر علی صاحب رحمگی اور حضرت نصیب خاں صاحب بھی اس سفر مبارک میں حضرت شمس الملت مدظلہ العالی کے ہمراہ گئے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک سے فارغ ہو کر آپ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کنال سے رہتک تشریف لائے۔ ان دنوں آپ سخت بیمار تھے۔ حاجی مصطفیٰ خاں صاحب کہتے تھے کہ میں، صوفی ذاکر علی صاحب اور چند دوسرے احباب حاضر خدمت تھے عشا کے وقت فرمایا آپ لوگ نماز پڑھیں میں بھی پڑھتا ہوں تمہم کے نماز کی نیت باندھی اور نماز ہی میں رحلت فرمائی۔ اس دن ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۶۲ ہجری تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۲۔ حضرت مولانا عبد المجید خاں صاحب چھری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حجاز کے لال خانی افغانوں میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد غلام محمد خان صاحب بڑے عالم و زاہد اور شہسبندی بزرگ تھے۔ فرماتے تھے کہ عبد المجید خان بچپن ہی سے لہو و لہب سے دور رہتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے غلام محمد خان صاحب سے فرمایا تھا کہ سخاں صاحب آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبد المجید جیسا ہونہار فرزند عطا کیا ہے۔

آپ نے حجاز سے انگریزی مڈل پاس کیا۔ اور حجاز کی جامع مسجد کے مدرسہ عربیہ میں فارسی عربی کی تحصیل کی۔ آپ کو جملہ علوم عربی پر عبور حاصل تھا۔ حجاز اور کیمیا وغیرہ سے علمی دہسپی تھی۔ اور شایقین کو ان علوم کے نکات سے بہرہ ور فرماتے تھے۔ آپ شاعر بھی تھے اور فی البدیہہ درجہ بہت خوب اشعار کہتے تھے۔ آپ کے شیخ حضرت مولانا صاحب قصور کے رہنے لے گئے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنا تخلص ”قصوری“ اختیار فرمایا تھا۔

آپ صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ ”التحیات الکملات“ میں حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے احوال قلمبند فرمائے ہیں۔ (۲۰) چودھویں صدی کا فتنہ، مختصر کتاب ہے جس میں مرزا قادیانی کے حالات ہیں۔

عشا کی نماز ادا کرتے۔ پھر اسی مصیبت پر بیٹھے رہتے اور درود شریف اور وظائف پورے کرتے۔ اسی وقت سے تہجد کی نماز ادا کرتے اور فجر کی نماز تک درود شریف اور اوراد میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آرام فرماتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۱۔ حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب روتکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کامل روشیں اور بلند پایہ ولی اللہ تھے۔ آپ کے سلوک میں جذب شامل تھا۔ اور جذب کی کیفیت تھی کہ ذرا ذرا سی بات پر چیخیں مارنے اور تڑپنے لگتے تھے۔ ذرا کسی کا ہاتھ چھو جائے، کوئی بلند کواڑ کان میں پڑ جائے، کوئی لغو لہجہ میں شیخ کا ذکر کان میں پڑ جائے، غرض ذرا ذرا سی بات پر جذب کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ اور بعض دفعہ بڑی دیر تک قائم رہتی تھی۔ کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ تصرف اور فیوضات کے عجیب عجیب اوقات لوگ روزانہ مشاہدہ کرتے تھے۔

آپ کی طبیعت میں بڑی سادگی تھی۔ سادہ لباس سادہ کھانا۔ عام طور پر سفید لباس ہوتا تھا۔ اور سر پر سفید عمامہ کبھی کبھی گول کٹھڑی ٹوپی بھی پہنی ہے۔ باہر جاتے تو واسکٹ اور قبا بھی پہنتے جس سے عالمانہ شان ظاہر ہوتی تھی۔ قد بلند درنگ سا نولا اور آواز شیریں اور دلکش تھی۔ فتنہ ارتداد کا حال ”سیرت“ میں درج ہو چکا ہے۔ جب آگرہ میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ مکر کو قائم فرمایا تو حضرت مولانا غلام احمد صاحب انکار کو ناظم حضرت قاضی حفیظ الدین صاحب کو نائب ناظم اور حضرت مولانا عبد المجید خان صاحب کو انسپکٹر مدارس مقرر فرمایا تھا۔ حضرت مولانا انکار صاحب کے واپس آ جانے کے بعد حضرت قاضی صاحب نے ناظم کے فرائض سنبھال لئے تھے۔ اسی لئے یاران آگرہ آپ کو مستقل ناظم صاحب کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ آپ نے فتنہ ارتداد کے زمانے میں دین اور سلسلہ کی بڑی قربت بل قدر اور یادگار خدمات انجام دی ہیں، جن کا ذکر آچکا ہے۔

آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ مکاشفات اور تصرفات کے بھی بہت اوقات ہیں۔ یاروں کی امداد کے لئے ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے اور ان کی مشکلات حل فرماتے تھے ”بچ گنج علی پوری“ میں تفصیل درج ہے۔ شایقین مہطا اللہ کریں۔

(۱۳) "حرر مرقیٰ بنجواب حررہ قادریانی" میں ایک قادیانی کے پچپن سوالات و اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب تحریر فرمایا ہے۔ اور اس کے بعد خود پچپن سوالات قائم کئے ہیں۔ آپ کے اعتراضات ایسے مضبوط ہیں کہ اب تک کوئی ان کا جواب دینے کی ہمت نہ کر سکا۔ (۱۴) "قومی کارنامے" مختصر رسالہ ہے جس میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و ملی خدمات بڑی خوش اسلوبی سے شمار کرائی ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے فارسی کے مشہور شعر پر اضافہ کر کے یہ قطعہ ترتیب دیا تھا۔ اور خیال ظاہر کیا تھا کہ یہی قطعہ کسٹہ کے آپ کے مزار پر لگا دیا جائے تو بہتر ہے

قصوری دفن شد ایں جا سراہ سراپا نام از جرم و خطائے
مگر صاحب دے روزے بر رحمت کند در حق این مسکین دعائے

آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی وفات کی اطلاع کی گئی تو ساتھ ہی قطعہ تاریخ کی فرمائش کی گئی۔ اور یہ قطعہ بھی خط میں لکھ دیا گیا۔ مولانا قادری صاحب نے جواب میں لکھا کہ "خدا جلنے کتنا عرصہ ہوا جب انھوں نے وہ قطعہ فرمایا تھا۔ لیکن ان کی گستاخی دیکھئے کہ اس کے پہلے مصرع میں گویا اپنی تاریخ وفات اشارہ فرمادی تھی۔ میں نے آپ کا کارڈ پڑھتے ہی کھڑے کھڑے اس کا رد دیکھ کر زبانی اس مصرع کے عدد نکالے تو پورے ۱۳۷۵ھ نکلتے"

آپ کی نسبت عالیہ سراپا جمال تھی کہیں آپ کی زبان سے اللہ، یا بھیر کسی کے سننے میں نہیں آیا۔ جب نسبت کا زیادہ غلبہ ہوتا تو آپ پر گریہ طاری ہو جاتا۔ آپ ہر وقت سلطان الاذکار کے شغل میں محو رہتے تھے۔ آپ کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور کرامات بے شمار ہیں۔ تفصیل کے لئے "پنج گنج علی پوری" کا مطالعہ مفید مطلب ہو گا۔

حضرت مولوی صاحب کا قد درمیانہ اور جسم بھاری تھا۔ رنگ گندمی اور چہرہ گول تھا۔ دائرہ میں مہندی کا خضاب لگاتے تھے۔ بینائی آخر تک درست رہی۔ خود فرمایا تھا کہ "ایک دفعہ جمعہ میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب خطبہ پڑھنے لگے تو چشمہ موجود نہ تھا۔ تمام جمیں ٹٹولیں نہ ملا۔ میں نے بڑھ کر اپنا چشمہ پیش نہ کر دیا۔ جمعہ کے بعد واپس فرمانے لگے کہ میں نے قبول نہیں کیا۔ اس وقت تک پڑھنے کے لئے مجھے چشمے کی ضرورت ہو ا کرتی تھی۔ اس کے بعد سے یہ حالت ہو گئی ہے کہ چاند کی روشنی میں لکھ پڑھ لیتا ہوں۔ گویا مجھے چشمہ لیکر حضرت قبلہ نے مجھے بینائی کی عنایت فرمادی"

حضرت کے صاحبزادے عبدالحمید خان صاحب کا بیان ہے کہ "۱۳ جون ۱۹۵۶ء کو آپ کو بخار ہوا۔ ڈاکٹر نے دوا دی اور کہا کہ ملیر یا ہے۔ جاتا رہے گا۔ مگر بخار تیز ہوتا گیا۔ اور غفلت رہنے لگی۔ ۱۴ جون کو دو بجے دن کے آپ نے لیٹے لیٹے نماز کی نیت باندھ لی۔ میں نے سمجھا غفلت میں ایسا کیا ہے۔ ہاتھ کھول دیے۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ تیسری دفعہ میں نے ہاتھ کھولنے کا ارادہ کیا تو نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ میں نے ہاتھ ہٹائے۔ چند لمحوں کے بعد صبح قہقہے غصہ سے پرشار کر گئی۔ "سرگودھا میں اہل جھمپرنے قبرستان میں لب سڑک نئی مسجد بنائی ہے۔ اس سے ذرا آگے بڑھ کر خطیرے میں آپ پختہ مزار میں آسودہ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔"

۲۲۔ حضرت الحاج نصیب خان صاحب رشتہ کی نعت خوان۔

آپ کا بھتیجی ضلع رہنما کے رہنے والے تھے۔ فوج میں ملازم تھے۔ جب آپ کی تعیناتی سیالکوٹ میں تھی تو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز سے بیعت ہوئے تھے۔ ملازمت چھوڑنے کے بعد اکثر علی پور ضلع میں حاضر خدمت رہتے تھے۔ یا پھر تبلیغی دوروں میں حضور کے ہمراہ ہوتے تھے۔ بلند آواز اور خوش الحان تھے۔ نعت خوانی بڑے شوق و ذوق سے فرماتے تھے۔ خود کہتے تھے کہ "جوانی میں میری آواز میل بھر تک سنائی دیتی تھی" بڑے نیک، متقی اور بزرگ آدمی تھے۔ کئی بار آپ حضرت قبلہ عالم کے ہمراہ حج اور زیارت کی سعادت سے شرف ہوئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۴۔ حضرت الحاج بھائی ذاکر علی صاحب رشتہ کی مظلہ العالی

آپ حضرت حافظ انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت حافظ انور علی صاحب کو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ خصوصیت اور عقیدت تھی۔ اور حضور بھی آپ کی بڑی عزت کرتے اور شفقت فرماتے تھے۔ حافظ صاحب کے گھرانے کے سب افراد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ ان کی وفات کے بعد جب بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ بھائی ذاکر علی صاحب نے میزبانی کی سعادت حاصل کی اور خدمت سے فیض یاب ہوئے۔

آپ بڑے عابد و زاہد اور متقی بزرگ ہیں۔ کئی دفعہ حج و زیارت کی سعادت سے شرف یاب ہوئے۔

فریدی صاحب کا معمول تھا کہ دمبری کی تعطیل میں اکثر و بیشتر اور گرمیوں میں کالج بند ہو جانے کے بعد ہمیشہ دربار شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ دمبری آٹھ دس دن اور مئی کی مکمل دن سے مہینہ بھر تک قیام کیا کرتے تھے۔ دوران قیام حضور سے بہت بات چیت کرتے تھے۔

فریدی صاحب کی تاریخ ولادت ۷ محرم، ۱۳۰۷ھ (مطابق ۱۸۸۹ء) ہے۔ آپ نے مدرسہ کی رسمی تعلیم کے بعد رام پور کے اسٹیٹ بانی اسکول سے انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور کالج کی تعلیم ایم اے او کالج علی گڑھ میں حاصل کی۔ انٹرنس ۱۹۰۹ء میں بی اے ۱۹۱۳ء میں پاس کیا۔ آپ بی اے کے آخری سال میں تھے کہ آپ کے والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ مگر آپ نے تعلیم جاری رکھی۔ اور الہ آباد سے ۱۹۱۴ء میں ایل ٹی کی سند حاصل کی۔

تذاکر نہیں کر سکتی۔ وہ تو اتباع سنت انجام دے رہے ہیں (حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض مبارک میں اپنے جسم اطہر پر پانی کے پھینٹے دینے کا حکم دیا تھا۔)

فریدی صاحب نے تقریباً اکتیس سال معلمی کے فرائض انجام دیے تھے۔ آپ کے طلبہ آپ کے اخلاق کریمانہ اور شفقانہ برتاؤ کے بے حد مداح ہوتے تھے۔ اور آپ بھی علاوہ تدریسی فرائض انجام دینے کے ان کی اصلاح احوال میں کوشاں رہتے تھے۔ فریدی صاحب کے ایک شاگرد جو بہت بڑے عہدے پر فائز ہیں، جب پشاور میں کمشنر تھے، تو خود انھوں نے فاروقی صاحب کو اپنا یہ قصہ سنایا کہ

”ہماری ایم لے کی جماعت کالج کے آخری اوقات میں ہوتی تھی۔ فریدی صاحب کا پیرید نہایت دل چسپ رہتا تھا۔ خبر بھی نہیں ہوتی تھی کہ کتنی دیر ہو گئی۔ ایک جمعرات کو کلاس سے فارغ ہو کر مولانا نے (وہ فریدی صاحب کو ہمیشہ مولانا ہی کہتے چلے آئے ہیں) مجھ سے فرمایا کہ ”چلو۔ آج سیدنا جیسے ہیں“۔ آگرہ کے عرف عام میں حضرت سیدنا میر ابو العلاء رحمۃ اللہ علیہ کو صرف سیدنا کہا جاتا ہے) میں کہاں مزارات کی حاضری کا شوقین تھا میں نے طرح طرح کے حیلے پہانے تراشے۔ مگر مولانا نہ مانے اور مجھے ساتھ لے کر سیدنا کے (وضو شریف پر جا پہنچے۔ اب مجبوراً مجھے وضو کر کے عصر کی نماز پڑھنی پڑی۔ نماز کے لئے مولانا نے فرمایا ”او۔ جماعت سے پڑھتے ہیں“ میرے پاس ٹوپی بھی نہیں تھی۔ رومال باندھ لیا تھا۔ نماز پڑھ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھی۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہو گئی مسجد میں مغرب کی نماز باجماعت پڑھ کر مولانا کے ساتھ واپس آگیا۔

”اس دن مولانا کے پیچھے عصر کی نماز کیا ادا کی کہ اس دن سے آج تک خدا کے فضل سے میری ساری نمازیں ہوتی رہی ہیں۔ ایسا تو ہو جاتا ہے کہ کام میں نماز قضا ہو جاتی ہے۔ مگر محمد اللہ میں دوسرے وقت قضا نماز کو ادا کر لیتا ہوں۔ عجیب بات ہے۔ مولانا نے مجھے کبھی نماز پڑھنے کی بابت کوئی نصیحت نہیں فرمائی۔ مگر اس شام ان کے ساتھ عصر کی نماز پڑھنے۔ نیز مغرب کے وقت صدف میں ساتھ کھڑے ہونے کا یہ فائدہ میرے سامنے سے گذر گیا۔

آگرہ کو بھی نزول اجلال سے فیض یاب فرمائیں گے۔ آگرہ کی دریاں اور جاننا مشہور ہیں۔ بہت عمدہ، خوبصورت اور دیر پا ہوتے ہیں۔ فریدی صاحب کے پیش کئے ہوئے بعض جاننا دریاں اور صفیں اب تک آستانہ عالیہ میں موجود ہیں۔

فریدی صاحب کو حضرت قبلہ عالم نے آگرہ میں ”امیر حلقہ“ مقرر فرمایا تھا۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۰ء کو دربار عالی میں حضور نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ انھوں نے اپنی عادت کے مطابق اس کو اخفا میں رکھنا چاہا۔ مگر حضور کے تاکید کی حکم پر مجبوراً لوگوں کو داخل کرنے لگے ورنہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ طالبان حق کو حضرت قبلہ عالم ”یا صاحبزادگان کی آمد تک بیعت کے لئے انتظار کراتے تھے۔

آپ کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا مگر اس کے اظہار سے گریز کرتے تھے۔ احکام شریعت کی پابندی کے ساتھ آپ کو اتباع سنت کا خاص التزام ملحوظ رہتا تھا۔ آپ بڑے خوش مزاج بذلہ سنج، مہمان نواز اور دربار طبیعت کے مالک تھے۔ اپنے کسی سچے پر آپ نے کبھی غصہ نہیں کیا۔ مگر فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ فرمانِ مصطفویٰ کی تعمیل میں اپنے بڑے صاحبزادے اہل حق فریدی کو ان کے بچپن میں نماز نہ پڑھنے پر تجبیوں سے مارا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے یا بعد ان کو سزا دی نہ کسی اور سچے کو۔ اتباع سنت کی ایک اور دلچسپ مثال آپ کے مرض الموت میں دیکھنے میں آئی۔

حضرت مولانا الحاج محمد سعادت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، محدث اور ولی اللہ تھے۔ وہ اپنے بڑے صاحبزادے پر وفیہ مفتی محمد حیدر صاحب کے پاس اجیر شریف میں تھے۔ فریدی صاحب بیمار ہوئے تو فاروقی صاحب سے خط لکھوا کر مولوی صاحب کو اجیر سے بلایا۔ مولوی صاحب اجیر سے آکر اپنے گھر میں مقیم ہوئے اور روزانہ فریدی صاحب کو دیکھنے آتے رہے۔ فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ ”میں نے مولوی صاحب قبلہ سے عرض کیا فریدی صاحب کو اتنا تیز بخار ہے۔ اور اندر گرمی بھری ہوئی ہے۔ مگر وہ بار بار کہتے ہیں کہ مجھ پر پانی چھڑکو“ کوئی ایسی دوا بتا دیجیے جس سے تسکین حاصل ہو مولوی صاحب قبلہ نے سر جھبکا لیا۔ کچھ دیر خاموش رہے۔ اور پھر الگ بہت کر مجھ سے کہا ”وان کی اس گرمی اور اس فریاش کا کوئی دوا

پر حاضر تھے۔ میراجی بھی چاہا کہ استاد محترم کی زیارت کا شرف حاصل کر لیں۔ مگر مسجد میں صرف ایک چھوٹا سا بلب روشن تھا جس میں کسی کو تلاش نہ کیا جاسکتا تھا۔ حضرت نے واپس آگیا۔

اسی صحبت میں ریاض صاحب نے فاروقی صاحب کو دوسرا واقعہ بیان کیا کہ ”اگلے دن چاندنی چوک سے گزرتے ہوئے میں ٹرام میں سوار ہوا۔ جب سیٹ پر بیٹھ گیا تو دیکھا کہ میرے بالکل سامنے کی سیٹ پر حضرت مولانا فریدی صاحب تشریف فرما ہیں۔ میں نے اٹھ کر سلام کیا۔ بڑی شفقت سے مصافحہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ”خوب ہو آپ مل گئے۔ میں آپ کے پاس آنا چاہتا تھا مگر مجھے ذوق آپ کی قیام گاہ کا علم تھا اور نہ اس ہائی اسکول کا نام یاد تھا جہاں آپ ہیڈ ماسٹر ہیں۔ آپ کے والد صاحب کے انتقال کا حال معلوم کر کے بہت افسوس ہوا۔ ایسے ابھی فاتحہ پڑھ لیں۔“ یہ کہہ کر فریدی صاحب قبلہ نے ہاتھ اٹھائے۔ میں نے بھی تقلید کی۔ تو میں یہ دیکھ کر سخت حیران تھا کہ یہ فاتحہ غائبانہ نہیں تھی بلکہ ہم دونوں کے درمیان والد صاحب کی قبر صاف نظر آ رہی تھی۔

جیسا کہ ذکر ہوا مئی ۱۹۵۵ء میں آپ بیمار ہو گئے تھے۔ نو دس دن علیل رہ کر ۱۷ مئی ۱۹۵۵ء (مطابق ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ) کو خالق حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ اور سیدنا امیر ابو العلاء رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ کے باوجود حضرت شاہ نور الزمان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار تشریف کے بالمقابل مٹک کی دوسری جانب دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت قبلہ عالم نے سفر و کن سے واپسی میں آگرہ میں قیام فرمایا۔ اور مزار تشریف پڑھنا پیمبرا کر فاتحہ پڑھی۔ اور بہت دیر وہاں رکے رہے۔

فریدی صاحب کے چار لڑکے دولہا گیاں ہیں۔ بڑے لڑکے پروفیسر زاہد حسن فریدی ایم اے پرنسپل گورنمنٹ کالج تلہ گنگ ہیں۔ دوسرے عارف حسن فریدی گورنمنٹ ہائی اسکول کوئٹہ میں سینئر انگلش ٹیچر ہیں۔ تیسرے صادق حسن فریدی نوٹ شوگر مل کے لاہور میں مینیجر ہیں۔ چوتھے کاظم ظفر حسن فریدی راولپنڈی میں حبیب بینک کی ایک شاخ کے مینیجر ہیں۔ بڑی لڑکی حضرت قادریہ صاحبہ کے بڑے لڑکے ساجد حسن قادی سے منسوب ہیں جو کوئٹہ میں ٹیکسٹ بک بورڈ کے جونیئر مین ہیں۔ اور چھوٹی اپنے ناموں زاد بھائی زبیر عالم ہشتی سے

نماز پڑھتا رہا ہوں۔

فریدی صاحب بڑے خدا رسیدہ ولی اللہ تھے۔ فاروقی صاحب کا بیان ہے کہ ”رات کو سارٹھے گیارہ بجے سے کچھ پہلے آپ نے وصال فرمایا تھا۔ حضرت مولانا سعادت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے اور ساری رات وہیں رہے۔ صبح تک سب لوگ ذکر اور تلاوت میں مشغول رہے۔ رات ہی میں اکثر دوستوں اور یاروں کو مطلع کر دیا گیا تھا۔ فریدی صاحب کا تصرف یہ تھا کہ اس وقت یا اس کے بعد کسی کے رونے کی آواز بھی کسی دوسرے کے کان تک نہ گئی۔ چیخ پکار تو ذکر ہی کیا ہے۔ نماز فجر کے بعد جب نماز روضی ہونے لگی تو آپ کے جسم پر سے چادر ہٹائی کہ اب غسل کی تیاری کی جائے۔ چادر ہٹائی تو سب نے دیکھا کہ آپ کا قلب مبارک اتنے زور زور سے ”ذکر“ کر رہا ہے کہ صاف اسم ”اللہ“ سمجھ میں آتا تھا۔ نصف جسم پر سے چادر ہٹائی جا چکی تھی۔ یہ دیکھ کر سب کک گئے۔ بتدریج یہ آواز کم ہوتی گئی اور کچھ دیر میں بالکل جاتی رہی۔ حضرت مولانا مولوی محمد سعادت اللہ صاحب قریب آپ کے سر ہانے کھڑے تھے۔ ان سے نہ رہا گیا۔ بے اختیار جھجک کر فریدی صاحب کے گلے میں ہاتھیں ڈال دیں۔ ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا ”یہ حال تھا آپ کا۔ اور ساری عمر اپنے آپ کو پوری طرح چھپائے رہے۔“

فریدی صاحب کے ایک اور شاگرد ریاض الحسن صاحب فاروقی مرحوم و مغفور نے بی بی نقشبندی سلسلہ میں داخل، بڑے عابد و زاہد، متقی اور خدا رسیدہ شخص تھے۔ انھوں نے جون ۱۹۵۳ء میں فاروقی صاحب کو سنایا کہ ”حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پاک پر روشنی کا انتظام مطلق نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار میں بعد مغرب حاضر ہوا۔ فاتحہ پڑھ کر وہیں مراقبہ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں آنکھ کھولی تو میں نے دیکھا کہ مزار مبارک سے آسمان تک نور کا ایک ستون قائم ہے۔ قریب ہی کو فی صاحب اور تشریف رکھتے تھے۔ میں حیران ہوا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ جن کی وجہ سے یہ فیضان ہو رہا ہے۔ مگر اندھیرے میں مجھے مطلق معلوم نہ ہو سکا۔ اتنے میں نماز عشا کے لئے اقامت ہونے لگی۔ میں اٹھ کر مسجد کی طرف آنے لگا۔ دوسرے لوگ بھی اندر الان کی طرف جا رہے تھے۔ کسی نے یونہی میرے پاس سے گزرتے ہوئے کہا کہ ”مولانا فریدی صاحب آئے ہوئے ہیں۔“ میں نے سمجھ لیا کہ یہ خطاب خاص طور پر میرے لئے ہے۔ اور یقیناً فریدی صاحب قبلہ ہی اس وقت مزار مبارک

سے ثابت ہے۔ انگریزی ادب کے پروفیسر تک آپ کی دقت نظر اور وسعت علم سے حیران رہ جاتے تھے۔ یہی حال فارسی عربی ادب اور دینی علوم کا تھا۔ کہ آپ نے مدرسہ میں جس قدر علم حاصل کیا تھا۔ عمر مجاہد کے مطالعہ سے اس میں بہت کچھ اضافہ کیا تھا۔ اور جلیل القدر عالم بن گئے تھے۔

غالباً ۱۹۲۳ء میں ندوۃ العلماء مکھنؤ کا سالانہ جلسہ حلیم مسلم ہائی اسکول کان پور میں منعقد ہوا تھا۔ حکیم اجمل خان صاحب مرحوم صدارت فرما رہے تھے۔ اور نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا سید سیماں ندوی اور دوسرے ممتاز علماء شریک جلسہ تھے۔ قادری صاحب ان دنوں حلیم اسکول میں ہیڈ مولوی تھے۔ آپ نے اس جلسے میں ”عربی لسانیات“ پر ایک بلند پایہ علمی مقالہ پڑھا تھا۔ جس میں عربی زبان کی معجزانہ خصوصیات کے عجیب عجیب نکتے بیان کئے تھے۔ مقالہ ختم ہوا تو ان اکابرین نے آگے بڑھ کر تین وافرین کہی۔ نواب صدر یار جنگ بہادر نے جوش طرب میں آپ کی پیشانی چوم لی۔ حکیم اجمل خان صاحب نے کرسی صدارت سے اٹھ کر بے اختیار گلے لگا لیا اور پرجوش الفاظ میں داد دی۔ اور مولانا سلیمان ندوی نے فرمایا کہ ”جبراک اللہ۔ آپ نے ہمارا کام انجام دیا ہے“

تحصیل علم کے بعد آپ اپنے چھوٹے چچا پروفیسر محمد حسن صاحب فاروقی مرحوم کے پاس اندور چلے آئے۔ جہاں وہ کنڈین مشن کالج میں عربی فارسی کے پروفیسر تھے۔ آپ کی ملازمت کی ابتدا مہر چھاؤنی کے ایک اسکول سے ہوئی جس کے بعد آپ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوا آگئے۔ یہاں سے بڑودہ کالج کی پروفیسری پر گئے۔ یہاں آپ طلبہ کو انگریزی زبان میں درس دیا کرتے تھے۔ یہیں آپ نے علم البیان اور علم البدیع پر انگریزی زبان میں بڑے معرکہ کی کتاب تصنیف کی جس میں عربی۔ فارسی۔ اردو اور انگریزی چار زبانوں کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ اسلئے دشوار عربی میں بیشتر کلام مجید سے دی ہیں۔ اور دوسری زبانوں میں ان زبانوں کے مستند شعراء و علماء کے کلام اور تصنیفات سے جمع کی ہیں۔

۱۹۱۷ء میں مولانا فریدی صاحب کا تقرر حلیم مسلم ہائی اسکول کان پور کی ہیڈ ماسٹری پر ہوا تو ساتھ ہی آپ بھی ہیڈ مولوی ہو کر یہاں تشریف لے آئے۔ فریدی صاحب تو تین سال بعد اگر وہ چلے گئے آپ دس سال کان پور میں رہے۔ خدا کا فضل یہ کہ ۱۹۲۷ء میں آپ کو بھی اگر وہ کے اسی کالج میں پروفیسری مل گئی۔ ۱۹۲۵ء میں فریدی صاحب کے وصال پانے کے بعد آپ سینٹ جانس کالج ہی میں ان کی جگہ صدر شعبہ فارسی وارد ہوئے گئے۔ اور ۱۹۵۵ء میں ریٹائر ہوئے۔

منسوب میں جو اسپنسر کے مرکزی دفتر کراچی میں چیف کاؤنٹنٹ ہیں۔ سب افراد داخل سلسلہ ہیں۔ فریدی صاحب کی اہلیہ دوبار شرفیج و زیارت حاصل کر چکی ہیں۔ بڑی پارسا ہستی، عابدہ اور بزرگ خاتون ہیں۔ پیرخانہ سے والہانہ محبت ہے۔ اور سال میں کئی دفعہ باوجود بیماری اور ضعف کے حاضر ہوتی رہتی ہیں۔ خدا ان سب کو اپنے فضل و کرم سے نوازتا رہے۔

۲۶۔ حضرت الحاج مولانا حامد حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ فریدی صاحب کے حقیقی بڑے بھائی ہیں۔ آپ کے والد صاحب کے دور کے موئے مگر دونوں زندہ نہ رہے۔ ان دونوں کا نام حامد حسن تھا۔ آپ پیدا ہوئے تو بہت نحیف لاغر تھے۔ سب کو یقین تھا کہ یہ بھی جیتنا نہ رہیں گے۔ سب نے اصرار کیا کہ یہ نام ٹھیک نہیں۔ اب کے کچھ اور نام رکھا جائے۔ مگر آپ کے والد ماجد عالم و محدث بزرگ تھے ضعیف الاعتقادی کی ایسی باتوں کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس لئے آپ نے ان کا نام بھی حامد حسن ہی رکھا۔ اور خدا کا فضل و کرم کہ باوجود عمر مجہر نحیف الجثہ اور دائم المرض رہنے کے آپ نے طویل عمر پائی۔

آپ کی ولادت ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۰۴ھ (مطابق ۱۷ مارچ ۱۸۸۷ء) کو نہونی۔ ابتدائی تعلیم گھر اور مدرسہ میں حاصل کر کے اسمیٹ ہائی اسکول رام پور میں داخل ہو گئے۔ لیکن اس قدر نحیف الجثہ اور دھان پان تھے کہ ۱۹۰۹ء میں میرٹھک پاس کرنے کے بعد بزرگوں نے کالج کی پڑھائی کو سب سے سمجھا۔ چنانچہ آپ مدرسہ عالیہ ام پور میں داخل ہو کر فارسی اور عربی کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔ اور پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور اردو فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ صرف انگریزی میں ایف اے کیا۔ مگر اس کے بعد بی اے کی نوبت نہ آئی۔

آپ کو بچپن سے مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ آپ کی والدہ صاحبہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ ”میری جب بھی آنکھ کھلتی، دیکھتی کہ حامد پڑھ رہے ہیں۔ میں تاکید کرتی کہ اب بہت رات ہو چکی ہے لالین لگ کر اور سو جاؤ۔ میں تو پھر سو جاتی اور یہ کبھی دو بجے رات سے قبل نہ سوتے۔ حالانکہ ان دنوں چھٹی جماعت کے طالب علم تھے“ مطالعہ کا یہ شوق اور عادت ساری عمر قائم رہی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ انگریزی ادب اور تنقید کا وسیع مطالعہ اپنے شوق سے کیا تھا۔ جیسا کہ ان کے علمی اور تنقیدی مقالے

غزل ناطقین کہی ہیں۔ آپ کا تصنیف کردہ ”شجرہ طیبہ“ اور حضور کی حلت پر ”ترکیب بند“ اس کتاب میں پہلے اچکا ہے۔ آپ اس زمانے کے باکمال استاد، مصنف اور لسانیات و تنقید میں استناد کے درجہ پر فائز تھے۔ فنِ تاریخ گوئی اب بالکل اٹھ گیا ہے۔ مگر تادری صاحب کو اس میں بھی استادی کے درجہ کی مہارت حاصل تھی۔ کلامِ مجید اور حدیث شریف سے بے مثال اور جربہ تاریخ نگا تے تھے۔ آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی تاریخ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے نکالی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ - آپ کی کہی ہوئی تاریخوں کی کئی جلدیں اب تک غیر مطبوعہ حالت میں ہیں۔

آپ کی علمی اور تنقیدی تصنیفات کی تعداد بہت ہے۔ جن میں سے چند مشہور کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ داستانِ تاریخِ اُردو - نقد و نظر - کمالِ نوع - انتخابِ مؤمن - تاریخ و تنقید - تاریخِ مرثیہ گوئی - منظوم ترجمہ رباعیات خیام - منظوم ترجمہ رباعیات ابوسعید ابوالخیر - وغیرہ وغیرہ۔ بیان و بدیع کی کتاب کا ذکر پہلے آیا۔ دوسری بہت سی کتابیں ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ کے علمی اور تنقیدی مقالات بلند پایہ رسائل کی زینت بنتے رہے ہیں کسی کو طباعت کی توفیق ہو تو کمی سجدوں میں سمائیں گے۔ پنجاب یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے آپ پر ایم اے کے امتحان کے لئے علمی مقالہ لکھا تھا۔ اب سندھ یونیورسٹی میں ایک صاحبِ نیا پچ ڈی کے لئے آپ پر مقالہ لکھ رہے ہیں۔

آپ کے دو صاحبزادے ساجد حسن قادری اور خالد حسن قادری پہلے پاکستان اچکے تھے۔ ان کے اصرار پر آخر ۱۹۵۵ء میں آپ بھی آگے سے کراچی آ گئے۔ آپ مدتِ عمر سیٹھ کی بیماریوں میں مبتلا رہے تھے مگر آپ نے فرمایا کہ ”جب سے کراچی آیا ہوں صحت بہت اچھی رہتی ہے“ یہاں آکر آپ نے تصنیفات کا سلسلہ بالکل ختم کر دیا تھا۔ اور صرف عبادت و ریاضت میں وقت صرف فرماتے تھے۔ توسیع سلسلہ عالیہ کے سلسلے میں آپ بڑی خدمت انجام دیتے رہے۔ اور کراچی میں ہر سہفتہ باقاعدہ آپ کے گھر حلقہ ذکر ہوا کرتا تھا۔

آپ خاموش خیراج اور کم گو شخص تھے۔ تواضع، جہان نازی، بردباری، انکسار اور استیلا آپ کی طبیعتِ ثانیہ تھی۔ شاگردوں یا بچوں پر کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے۔ گھروں میں ملازم یا بچہ سے کوئی نہ کوئی غلطی ہو رہی جاتی ہے جس پر دوسرے ناراض ہوتے تھے۔ آپ سامنے ہوتے تو مست اور غصے

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا حضرت فریدی صاحب تفصیل میں علی پر شریف حاضر ہوا کرتے تھے۔ دسمبر ۱۹۲۶ء میں قادری صاحب بھی آپ کے ہمراہ دربار شریف آئے اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ اس کے بعد سے دونوں بھائی ہمیشہ ساتھ ہی حاضر ہوتے رہے۔ فریدی صاحب کے وصال کے بعد جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ فاتحِ خوانی کے لئے آگے شریف لائے ہیں، تو ۷ جولائی ۱۹۴۵ء کو آپ کو خلافت سے نوازا تھا۔ فریدی صاحب کے بعد حضرت قبلہ عالم کی میزبانی کی سعادت اگر وہ میں قادری صاحب ہی کو حاصل ہوتی رہی۔

دسمبر ۱۹۳۱ء میں جب دونوں بھائی دربار شریف حاضر ہوئے تو حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ”اب کے آپ بھی ہمارے ہمراہ حج کو چلئے“ دونوں نے تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا۔ مگر زادراہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ انھوں نے نیت کر لی کہ اپنی والدہ صاحبہ کو بھی ضرور ہمراہ لے جائیں گے۔ فریدی صاحب کی اہلیہ محترمہ نے بھی ساتھ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس طرح جانے والے تو دوسے چار ہو گئے۔ اور زادراہ ایک کے لئے بھی ہتیا نہ تھا۔ مگر منجانب اللہ انتظام ہو گیا۔ ایک ناشر پر کئی سال کی قسم واجب الادا تھی۔ اس نے کئی ہزار روپے آپ کے حصہ رسد کی پیش خدمت کئے۔ اور بڑے اطمینان سے ۱۹۳۲ء میں ان سب نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہم رکابی میں حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ لوگوں کو اکثر تعجب ہوا ہے کہ ایک ہی خاندان میں ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ فاروقی ہیں۔ کچھ فریدی اور کچھ چشتی حضرت قادری صاحب نے بتایا کہ اس صدی کے آغاز میں جب یہ شوق عام ہوا کہ اپنے نام کے ساتھ اس طرح کی نسبتیں لگانی جائیں۔ تو آپ کے حقیقی چچا مولوی محمد حسن صاحب فاروقی نے اپنے لئے ”فاروقی“ اختیار کیا۔ اور فریدی صاحب نے ”فریدی“۔ یہ دونوں نسبتیں باعتبار نسب ہیں۔ اُس وقت تک ان کا سارا خاندان چشتی قادری سلسلے میں بیعت تھا۔ اس لئے قادری صاحب ”قادری“ اور ان کے ماموں زاد بھائی مولوی ظہیر عالم صاحب چشتی مرحوم نے ”چشتی“ نسبت اختیار کی۔ بعد میں سبھی حضرات اور ان کے تمام افراد خاندان نقشبندی سلسلہ سے وابستہ ہو گئے مگر ان نسبتوں کی حیثیت اب بطور روایت کے جزو نام بن چکی ہے۔ اس لئے بدستور باقی ہے۔

حضرت قادری صاحب عالم فاضل ہونے کے ساتھ بلند رتبہ شاعر بھی تھے۔ غزل تو آپ نے صرف اوائل عمر میں کہی۔ اس کے بعد نظم، نعت اور تنقید کہتے رہے۔ حضرت قبلہ عالم کی منقبت میں آپ نے کئی

کو براہ راست حضور سے بیعت کرایا۔ اور بہت سے افراد کو خود بیعت میں لیا۔ تبلیغی جلسوں اور عربوں میں اہتمام سے شرکت فرماتے تھے اور اصلاح احوال میں بھی مبلغ فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے کئی فوجی وزارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ کئی سال ہوئے وہیں احمد آباد میں آپ کا وصال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۸۔ حضرت الحاج بخش مصطفیٰ علی خان صاحب بنگلوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بنگلور کے رہنے والے تھے۔ بی لے کر کے محکمہ پولیس میں ملازم ہو گئے۔ اور ڈی ایس پی کے عہدے تک ترقی کی۔ بڑے دیندار، متقی، صالح، پرہیزگار بزرگ تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز آپ پر بہت شفقت فرماتے اور آپ کے ظاہر و باطن کی اصلاح و ترقی میں توجہ فرماتے تھے۔ آپ کو بھی اپنے شیخ اور سارے پیرخانہ سے کمال عقیدت اور محبت تھی۔ اگر کسی سے کوئی بات ایسی سرزد ہو جاتی جو بخشی صاحب کے خیال میں توہین کا شائبہ بھی کھتی تھی، تو اس کو بھگتتی سے پیش آتے تھے۔ سرزنش فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ کے لئے علیک سلیک تک بند کر دیتے تھے۔

آپ بڑے نڈر، بے باک، متذین اور فرض شناس پولیس افسر تھے جس کام میں دوسروں کوئی افسر ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبراتا تھا، آپ بے تکلف اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت قبلہ عالم کی اعانت کے بھروسے پر اس خطرناک جہم کو سر کر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے خود اپنا ایک اقدار مدینہ منورہ سے لکھ کر رسالہ انوار الصوفیہ میں طباعت کے لئے بھیجا تھا۔ لکھا تھا کہ ”میں مدراس کے علاقے میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لگا ہوا تھا۔ ایک مقام پر ہندوؤں کے دوفرقتوں میں فساد ہو گیا۔ عوام مزد کے مہنت کے خلاف ہو گئے تھے اور ایڑا کے رتھ کے جلوس میں مزاحم تھے۔ دونوں کے مددگاروں کا اڑدھما ہو گیا۔ بھاری تعداد میں پولیس بھیجی گئی۔ مگر ہجوم اور فساد بڑھتا ہی گیا۔ اور پولیس اور حکام کو بیس تیس ہزار کے مجمع نے محاصرہ میں لے لیا۔“

”تحقیق دار، تعانیدار اور سپاہی سب اپنی اپنی جانبیں بچا کر بھاگ گئے فقط میں اور دوسپاہی رہ گئے۔ ان دوسپاہیوں میں بھی ایک ہندو تھا اور ایک مسلمان۔ ہر طرف خوف و ہراس چھایا ہوا تھا۔ ہمیں بھی اپنی جان کا سخت اندیشہ تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور میری پشت پر ہاتھ رکھ کر حکم دیا کہ ”گھبراؤ مت۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو“ اب تو

منع فرماتے تھے۔ اگر کسی سے جینی یا شیشے کا برتن گر کر ٹوٹ جاتا تو دوسروں کو تو غصہ آتا تھا۔ اور آپ نہیں ہنس کر بار بار یہ مصرع دہرایا کرتے تھے۔ ”شگون نیک ہے شیشے کا پلکا چوڑ ہو جانا“
بھائی ذاکر علی صاحب قادری صاحب کے تصرفات اور کرامات کے واقعات سناتے ہیں۔ مگر آپ خود اخفا کے قائل تھے۔ اور یہ بھی ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے تھے کہ آپ اہل دل، روشن ضمیر، صاحب کشف، اور ولایت کے بلند رتبہ پر فائز ہیں۔

آپ نے کراچی میں ۱۹ جون ۱۹۶۴ء اور مطابق ۲۴ محرم ۱۴۳۸ھ کو وفات پائی۔ اور پاکپش نگر کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کے صاحبزادگان اور عقیدت مند ہر سال آپ کے عرس پر قرآن خوانی اور فاتحہ کراتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔
آپ کی شادی آپ کی منجھلی ماموں زاوہن سے ہوئی تھی۔ بڑی نیک، پارسا، حلیم الطبع اور متقی بی بی تھیں۔ حال میں ۱۹ دسمبر ۱۹۶۴ء کو وفات پائی ہے۔ آپ کے بھی چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ بڑے لڑکے صاحبزادہ قادری کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ دوسرے ڈاکٹر خالد حسن قادری ہیں، جو لندن یونیورسٹی میں اردو کے استاد ہیں۔ تیسرے ماجد حسن فریدی ہیں۔ آپ اس سال چوتھی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت حاصل کرنے گئے ہیں۔ اور کراچی میں سیکنڈری اسکول کے پرنسپل ہیں۔ چھوٹے راشد حسن قادری ایم کام بینک میں کنٹرولر کے عہدے پر فائز ہیں۔ بڑی لڑکی کی شادی فریدی صاحب کے بڑے صاحبزادے زاہد حسن فریدی سے ہوئی تھی اور چھوٹی کی شادی ان کے ماموں زاد بھائی ناصر عالم چشتی سے ہوئی ہے۔ جو بینک میں افسر کے عہدے پر ملازم ہیں۔ خدا ان سب کو سعادت و فلاح دارین سے نوازے۔

۲۹۔ حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے عالم، نیک، متقی اور بزرگ شخص تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز سے روکین ہی میں بیعت ہو گئے تھے۔ علی پور سیداں پابندی سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ نے دس سال تک مسلسل سفر و حضر میں حضور کی خدمت فرمائی ہے۔ گجرات (بھارت) کے علاقے میں تبلیغ اسلام اور توسیع سلسلہ کے لئے بہت کام کیا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد بھی یہ کام جاری رہا۔ آپ نے بہت لوگوں

میں شیر ہو گیا میں نے ہلک کو منتشر ہو جانے کا حکم دیا اور کہہ دیا کہ اگر چند منٹ میں منتشر نہ ہوئے تو گولی چلا دی جائیگی۔ مگر مجمع بہت زیادہ متصل ہو چکا تھا کسی نے پرواز کی بجائے پچھلے منہ سے ہاتھ پر فائرنگ شروع کر دی۔ پانچ سات آدمی زخمی ہو گئے تو سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ہمیں کسی قسم کا خطرہ نہ رہا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ تحصیل دار اور دوسرے افسروں کے ڈیڑوں کو مجمع نے لوٹ کھسوٹ کے برباد کر دیا تھا۔ مگر میرا ڈیرہ جوان کے قریب ہی تھا بالکل محفوظ رہا۔

آپ کی ملازمت کے دوران جب حضور قلبہ عالم دکن کے تبلیغی سفر پر تشریف لے جاتے تھے۔ تو بخشی صاحب حاضر خدمت ہو کر دعوت دیتے تھے۔ اور اصرار یہ کہ بعد اپنی تعیناتی کے مقام پر لیجانے میں کامیاب ہوتے تھے۔ اس طرح آپ کو کئی دفعہ حضور کی میزبانی کی سعادت حاصل ہوئی ہے جس کی تفصیل آپ نے خود اپنی تصنیف کردہ کتاب "آفتاب عالم ناب" میں لکھی ہے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد آپ حضور کے ہمراہ تبلیغی دوروں میں دور دور تک ہم رکاب رہے۔ ایک دفعہ کشمیر کے سفر میں بھی ہماری سے مشرف ہوئے ہیں بھی اس دفعہ حضور کے ساتھ تھا۔

بخشی صاحب نے کئی بار فریضہ حج و زیارت بھی حضور کی محبت میں ادا کیا ہے۔ ۱۹۲۲ء کے حج میں حضرت قبلہ عالم نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ "رب تعالیٰ نے بخشی صاحب کو بہت بڑا دل عطا کیا ہے۔ بادشاہوں سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں"۔ اسی طرح ارشاد فرمایا کہ "مہر حاکم دین لاکل پوری کا دل بھی بخشی صاحب کی طرح بہت وسیع ہے۔ جتنا خرچ ان دونوں نے حج میں آکر کیا ہے، کوئی بادشاہ بھی مشکل ہی سے کر سکتا ہے"۔

حضرت بخشی صاحب بڑے متقی، پابند شریعت اور اتباع سنت میں سرگرم شخص تھے۔ حضور کے فرمان مبارک پر آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ اور وہیں کی مقدس زمین میں پیوند خاک ہوئے۔ آپ نے خود جولائی ۱۹۷۰ء میں مدینہ منورہ میں فاروقی صاحب سے کہا تھا کہ "جب حضور نے ہجرت کا حکم دیا تو میں بہت پریشان تھا کہ اخراجات کا کیا ہوگا۔ پنشن کیسے ملے گی۔ پاکستان کا ابتدائی دور تھا۔ دفاتر کا حال ابتر تھا۔ اس لئے اور زیادہ تشویش تھی۔ مگر فرمان مبارک کی تعمیل فرض تھی۔ اس لئے دوز و صوب شروع کر دی۔ اور حضور کا کرم یہ کہ جو کام برسوں میں نہیں ہو کر تے، وہ مفتوں اور دنوں میں ہو گئے۔ پنشن کی منتقلی کا سخت مرحلہ بھی باسانی انجام پا گیا۔ اور میں اس ارض پاک میں حاضر ہو گیا۔

یہاں آکر اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بھی دی کہ یہ مکان جس میں آج کل فرخش ہوں خود خرید لیا۔ اور جو اہل مقدس میں رہنے کی مستقل صورت پیدا ہو گئی۔

حضرت بخشی صاحب نے مدینہ منورہ میں حضور کے نام پر "جماعت منزل" تعمیر کرانی شروع کی اور آپ کی اہلیہ پر یاران طریقت نے بھی کثیر رقمیں پاکستان سے ارسال کیں۔ بچہ اللہ یہ عمارت منزل کی نچتہ اور مستحکم طیار ہو چکی ہے جس میں مساکین، یتیم اور بے گھر افراد آباد ہیں۔ بخشی صاحب نے ایک افریقین دوسری "جماعت منزل" کے لئے خریدا تھا۔ اور اس کی تعمیر کا اہتمام فرما رہے تھے کہ داعی اجل نے آپ کو دربار الہی میں پہنچا دیا۔ اور آپ نے اسی سال ۶ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ (مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۸۷ء) کو رحلت فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسری "جماعت منزل" کی تعمیر کی حکومت سے اجازت مل چکی ہے اور ابتدائی مراحل طے ہو چکے ہیں مولوی علاء الدین صاحب عمائد مدینہ منورہ میں سے ہیں اور ہجرت کے بعد یہیں عرصہ سے اقامت گزریں ہیں بخشی صاحب کے آپ سے خصوصی مراسم تھے۔ بڑے اسخ العقیدہ اور دیانت دار بزرگ ہیں۔ بخشی صاحب نے "جماعت منزل" کی تعمیر سے متعلق تمام کاغذات اور رقم آپ کو امانت میں سونپ دی ہیں۔ خدا نے چاہا تو اس دوسری عمارت کی تعمیر بھی تکمیل کو پہنچے گی اور بخشی صاحب کی آرزو پوری ہو کر رہے گی۔ لوگ عام طور پر بخشی صاحب قبلہ کو نذر نیاز۔ حج بدل تعمیر جماعت منزل اور دوسرے مصارف خیر کے لئے بڑی رقمیں بھیجا کرتے تھے۔ فاروقی صاحب کہتے ہیں کہ "میں نے خود دیکھا کہ آپ ان تمام امداد کا حساب الگ الگ ریزروں میں باقاعدہ لکھتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اب آپ بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ اور لکھنے پڑھنے کے لئے آپ کو اتنی شیشے کی مدد لینی پڑتی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ "اس حساب کتاب کی کیا ضرورت ہے۔ ہم میں سے جو کوئی آپ کو زحمت دیتا ہے اسے آپ پر اعتماد ہے۔ آپ خود بھی محتاط ہیں۔ اس لئے اس بیکار مشقت سے اپنی جان کو بچائیے"۔ بخشی صاحب نے فرمایا "یہ سب بجا و درست۔ مگر مجھے خود بغیر لکھے سکین نہیں ہوتی۔ لکھ لینے پر پورا اطمینان ہو جاتا ہے کہ کوئی پیسہ ادھر ادھر نہیں ہوتا"۔ اس کا میں کیا جواب دیتا۔ چپ ہو جانا پڑا۔ حضرت بخشی صاحب صرف ایک وقت دن میں کھانا کھایا کرتے تھے۔ جولائی ۱۹۷۰ء میں ترکی سے واپس آتے ہوئے فاروقی صاحب آپ کے دولت کے یہاں ہوئے تو ان کا حال یہ تھا۔

ہیڈ ماسٹر تھے۔ اپنے فرائض بڑی تندہی سے انجام دیتے تھے۔ افسران آپ کی دینداری اور پائندگی کے سبب آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ پشاور میں آپ ہی "امیر حلقہ" ہیں اور ہر جمعہ کو بعد نماز پندرہ پابندی سے یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔ یارانِ طریقت کی خدمت اور خبر گیری آپ کا شیوہ ہے۔ اور توسیع سلسلہ عالمیہ میں ہمہ وقت مہمک رہتے ہیں۔ عرس شریف کے دنوں میں یارانِ طریقت کو کھانا کھلانے کے ہتھم ہوتے ہیں۔ اور دیگر یارانِ طریقت کے تعاون سے یہ خدمت بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں۔ ستلہ اللہ تعالیٰ و جزا خیر الجزاؤ فی الدارین۔

۳۱۔ حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروی مظلہ العالی

آپ بڑے عالم دین اور اعلیٰ خطیب ہیں۔ فوج میں ملازم تھے۔ وہاں سے ریٹائر ہو کر اپنے گھر جولیاں میں قیام پذیر ہیں اور شریفیت و طریقت کی خدمت میں سرگرمی سے مہمک رہتے ہیں۔ آپ چشتیہ سلسلہ میں داخل تھے۔ مگر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بھی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ آپ سلسلہ عالمیہ کی شاندار خدمت انجام دے رہے ہیں اور کثیر تعداد آپ کے ارادتمندوں میں شامل ہے جن کے احوال کی اصلاح اور تربیت فرماتے رہتے ہیں۔ اللہم زدہ فز۔

۳۲۔ حضرت سید عبدالقاسمی صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروی کے بڑے بھائی تھے۔ آپ بھی عالم دین اور چشتیہ سلسلہ میں داخل تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بھی خلافت سے نوازا تھا۔ بہت لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور آپ نے دین کی بڑی خدمت انجام دی۔

۳۳۔ حضرت مولانا سعید احمد شاہ صاحب کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے نیک، متقی اور دیندار شخص تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے سلسلہ عالمیہ کی بہت خدمت انجام دی ہے۔ عموماً حضور کے دستِ حق پرست

۷۳۸ ایک تو حضرت نجفی صاحب قبلہ اس قدر ضعیف و ناتواں ہو چکے تھے۔ دوسرے ان کے رفیق اور خادم جناب غلام رسول صاحب (استاذ مبارک کے جبار و بکش) خود بہت کمزور اور کونشیت تھے۔ میں نے لاکھ عرض کیا کہ مجھے بھی رات کو کھانا کھانا فرض نہیں ہے۔ پھر یہ کہ آپ نے ہر طرح کے پھل جمع کر رکھے ہیں، ضرورت ہوئی تو ان میں سے کچھ کھا لیا کروں گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روزہ منقذ رہے آپسی میں بازار میں کچھ کھاؤں۔ آپ ہرگز زحمت نہ فرمائیں۔ اس لئے بھی رات کے کھانے کے وقت ہی حضرت غلام رسول صاحب کو مسجد مقدس کی جارب کشی کے فرائض انجام دینے پڑتے ہیں، ان میں خلل آئے گا، مگر میری اس طویل اور نیا زمانہ عرصہ کا یہ مختصر جواب تھا کہ "نہیں۔ غلام رسول درمیان میں اتنا وقت نکال سکتا ہے کہ ہمیں کھانا کھلا جائے۔ اور اس طرح میں بھی آپ کے ساتھ کچھ کھا لیا کروں گا، اب میں الاجاب تھا۔ چنانچہ دس دن یہی تواضع اور کرم جاری رہا۔"

آپ بڑی خوبیوں کے حامل اور بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ آپ کے صرف ایک صاحبزادے ہیں۔ جو پاکستانی فوج میں میجر جنرل کے عہدے سے سبکدوش ہو کر کراچی میں فرکاش ہیں۔ انھوں نے ساری عمر شادی ہی نہیں کی۔ اللہ بس باقی ہوں۔

۲۹۔ حضرت حافظ علی احمد جان صاحب پشاوروی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے عالم اور حافظ قرآن تھے۔ چائے کی تجارت فرماتے تھے جس میں خدا کے فضل سے بڑی برکت تھی جس وقت قبلہ عالم اور صاحبِ ادکان والا شان کی مینز بانی کی سعادت آپ نے کئی بار حاصل کی۔ دیبا شریف میں عرس کے موقع پر بھی آپ مہمانوں کی بڑی خدمت انجام دیتے تھے۔ چیر خانے سے کمال عقیدت اور شیفنگی رکھتے تھے۔ بڑے نیک، متقی، مہمان نواز اور وسیع الاخلاق بزرگ تھے۔ آپ کے فرزند اکبر محمد نواز حضرت حافظ سلطان احمد صاحب خلیفہ مجاز کے ہمراہ عرس شریف میں کھانا کھلانے کی خدمت میں بدل و جان سرگرم رہتے ہیں۔ اور صالح نوجوان ہیں۔ خدا ان کو اور سب اہل خاندان کو دین و دنیا میں فلاح و عافیت عطا کرے۔

۳۰۔ حضرت حافظ سلطان احمد صاحب پشاوروی مظلہ العالی
آپ بہت نیک، متقی، خوش اخلاق اور بزرگ آدمی ہیں۔ پشاور کے سرکٹ ہاؤس میں

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ”پہلے خلیفہ“ تھے اور آپ حضور کے ”آخری خلیفہ“ ہیں۔ آپ نے کئی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی ہے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ بھی بڑی نیک اور پارسا بی بی ہیں۔ اور مہمانوں کی خدمت کر کے بہت خوش ہوتی ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان محمد انور صاحب اور محمد اقبال صاحب صلح اور خدمت گزار جوان ہیں۔ تجارت کرتے اور والدین کی خدمت میں سرگرم رہتے ہیں۔ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اول) کی بیماری میں جب حضرت حافظ صاحب حال کہنے اور دوا لینے کے لئے حضرت حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سیالکوٹ گئے۔ تو حافظ صاحب کے چلے آنے کے بعد حکیم صاحب نے کسی سے پوچھا کہ ”یہ کون صاحب تھے؟“ مخاطب نے جواب دیا کہ ”یہ حضور کے رہنے والے ہیں۔ اور اب ماسٹر کرم اہی صاحب کے انتقال کے بعد انجمن خدام الصوفیہ کے سیکریٹری بھی ہیں“ تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ ”یہ بہت بزرگ آدمی ہیں“ لطف کی بات ہے کہ جب حضرت سراج الملت نے حافظ صاحب کو سیکریٹری مقرر فرمایا تھا تو آپ نے بھی اسی الفاظ استعمال فرمائے تھے کہ ”حافظ صاحب بہت نیک اور موزوں آدمی ہیں“

حافظ صاحب سلسلہ عالیہ اور انجمن خدام الصوفیہ کی بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے محمد اقبال صاحب عرس شریف میں جلسوں کے اہتمام اور انصرام میں آپ کی زیادہ سے زیادہ معاونت کرتے ہیں۔ خدا ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور منسلح دارین کی سعادت نصیب کرے۔ آمین

۳۷۔ حضرت الحاج حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اعلیٰ درجہ کے طبیب اور عالم شخص تھے۔ سادہ طبیعت، روشن ضمیر، اخلاق پاکیزہ کے مالک اور بزرگ آدمی تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کامل عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ یاران طریقت میں سے کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دیر تک حضور کی ہی باتیں کرتے رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ”ہرن موٹی“ کا فقرہ پڑھا تو تھا مگر اس کی مثال صرف حضور کی ذات مبارک میں دیکھی کہ آپ کو ہر علم اور ہر شے میں کامل درک حاصل تھا۔

پر لوگوں کو بیعت کراتے تھے۔ مجھے صحیح علم نہیں کہ خود بھی بیعت لیتے تھے یا نہیں۔

۳۴۔ حضرت حاجی سرور خان صاحب کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی بڑے صالح اور متقی شخص تھے حضور قبلہ عالم سے بڑی عقیدت تھی عرس شریف پر کھانا کھلانے اور پانی بھرنے کا انتظام آپ کے ذمہ ہوتا تھا۔ بڑے منتظم شخص تھے۔ یاران کوہاٹ کی رفاقت میں بڑی خوش اسلوبی سے سب کام انجام دیتے تھے۔ بڑی بہت کے آدمی تھے۔ جب حضور کو کوہاٹ کی دعوت دینی مقصود ہوتی تو دربار شریف حاضر ہو جاتے۔ کئی کئی ہفتے سفر حضر میں حضور کے ہمراہ رہتے۔ آخر حضور کو ہمراہ لے کر کوہاٹ واپس جلتے۔ اور بڑی تسکینی اور جاں فشانی سے حضور کی خدمت کی سعادت حاصل کرتے۔ یاران کوہاٹ آپ سے کامل محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ اور آپ بھی ان کے احوال کی اصلاح میں پوری توجہ فرماتے تھے۔ یاران کوہاٹ پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خاص کرم تھا جس کا ذکر آپ کے نامہ مبارک میں آچکا ہے

۳۵۔ حضرت حاجی اکبر خان صاحب کوہاٹی رحمۃ اللہ علیہ

کوہاٹ کے پیر بھائیوں میں اکبر خان نام کے دو بزرگ تھے۔ دونوں فوج میں ملازم تھے اور دونوں صوبیدار کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے۔ دونوں حضرات نے حج و زیارت کی عزت حاصل کی تھی۔ دونوں حضرات شریعت کے پابند حضور کے شیدائی اور صالح انسان تھے۔ مجھے صحیح نہیں معلوم کہ ان دونوں میں سے کون خلافت سے نوازے گئے تھے۔ خدا دونوں کو اپنے فضل و کرم سے نوازے۔

۳۶۔ حضرت الحاج حافظ نور احمد صاحب قصوی مدظلہ العالی

آپ بہت نیک ہستی ہوا صنع، مہمان نواز اور فراخ دل بزرگ ہیں۔ آپ حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔ اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم چل کر شریعت و طریقت کی خدمت میں کوشاں رہتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد

کا پابند بناتے ہیں۔ اور بہت لوگوں کو فیض یاب فرماتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کو سلسلہ عالمی نقشبندیہ میں اُغل کیا ہے۔ آپ بہت سیف زبان ہیں۔ آپ کا دسترخوان کافی وسیع ہے۔ پیر خانہ کے ساتھ آپ کو بہت محبت اور خاص تعلق ہے۔ آپ کی سخاوت کا شہرہ ملتان میں ہر شخص کی زبان پر ہے۔ اللہ عز و جل فرمادے۔

۳۹۔ حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امترسری رحمۃ اللہ علیہ

آپ میر سعید اللہ صاحب امترسری کے بڑے بھائی تھے۔ ان کا سارا خاندان حضرت قلیٰ اللہ کے عقیدت مندوں میں تھا اور سب پیر خانہ کی خدمت میں سرگرم رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بڑے نیک، متقی اور دیندار بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت قلیٰ اللہ عالم کے ہمراہ کئی بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کی تھی جنھوں نے الہامہ محبت و عقیدت رکھتے تھے اور جنھوں نے ان کے حال پر خاص شفقت فرماتے تھے۔

۴۰۔ حضرت مولانا صوفی ماسٹر محمد عظیم صاحب فیروز پوری بی۔ اے۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ صالح، متقی، شب بیدار اور بزرگ شخص تھے۔ طالب علمی کے زمانے ہی میں حضرت قلیٰ اللہ عالم قدس سرہ العزیز سے بیعت ہوئے تھے۔ اور خلافت بھی آپ کو بہت ابتدائی زمانے میں عطا ہوئی تھی۔ بے حد سادہ طبیعت، متواضع اور سیف زبان بزرگ تھے۔ جن باتوں کا لوگوں کو مطلق علم نہ ہوتا تھا، آپ بتا دیا کرتے تھے۔ بعد میں معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے بجا فرمایا تھا۔ آپ کے دوسرے بھائی بھی سلسلہ عالمیہ میں داخل تھے۔ آپ عرصہ تک رسالہ انوار الصوفیہ کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔

۴۱۔ حضرت مولانا محمد عالم صاحب میر پوری خطیب کھاریاں چھاپوٹی مدظلہ العالی

آپ میر پور دازا و کشمیر کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے ابتدائی زمانے میں دینی تعلیم اولیٰ پور سیدال کے مدرسہ نقشبندیہ میں حاصل کی۔ پھر بریلی دیوبند (جاگر علم حدیث پر پڑھا اور سند حاصل کی۔ آپ حضرت قلیٰ اللہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرصہ تک رہے ہیں۔ اور حاجی صاحب کی طرح

آپ نے حضرت قلیٰ اللہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضور کی بہت سی کرامتیں مشاہد کیں اور لوگوں کو سنائی ہیں۔ آپ بلند مرتبہ شاعر تھے اور آپ نے حضرت قلیٰ اللہ عالم کی نقبت میں بہت قصیدے کہے ہیں۔ آپ کا ایک قصیدہ اس کتاب میں شامل ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

جماعت علی شاہ فرخ نہاد کہ مانند اوطن گیتی نزار

آپ حضرت قلیٰ اللہ عالم کے طبیب خاص تھے۔ جب بھی حضور بیمار ہوتے تو آپ روزانہ بلاناغہ سیالکوٹ سے علی پور سیدال حاضر ہو کر علاج معالجہ میں سرگرم رہتے تھے۔ اور ضرورت ہوتی تو رات کو بھی یہیں رک جاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر مجھ سے قیامت میں سوال ہوا کہ تو نے دنیا میں کیا کام کیا۔ تو میں عرض کروں گا کہ میرے ایک بندے کی فیض دیکھی ہے۔ اور میری نجات کے لئے اتنا ہی کافی ہو گا۔“ رحمۃ اللہ علیہ۔

یوں تو آپ ساری عمر خدمت خلق انجام دیتے رہے۔ مگر آخری عمر میں آپ نے بہت لوگوں کو داخل سلسلہ کیا اور ان کے احوال کی اصلاح فرمائی۔ آپ کے اکلوتے فرزند حکیم عبدالحی صاحب آپ کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ بہت نیک اور بزرگ آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے نوازے۔ اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چل کر دین اور تصوف کی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا کرے۔

۴۲۔ حضرت الحاج سید ولی محمد صاحب شاہ آبادی مدظلہ العالی

آپ شاہ آباد کے رہنے والے اور اب ملتان میں مقیم پذیر ہیں۔ آپ کے والد صاحب شتی سلسلہ میں داخل تھے۔ مگر آپ حضرت قلیٰ اللہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں آ گئے۔ متقی، صالح، جمان نواز، حلیم الطبع، سادہ مزاج اور سادہ لباس بڑے بزرگ اور ولی اللہ ہیں۔ گویا اسم با سمنی ہیں۔ علمداری اور تنہائی پسند کرتے ہیں۔ مگر لوگ کہاں چھوڑتے ہیں۔ ڈھونڈ نکالتے ہیں اور ہر وقت گھیرے رہتے ہیں۔

ہر کجا چشمہ بود شیریں مردم و مرغ و مور گرد آئیند
آپ شریعت و طریقت کی بہت خدمت انجام دے رہے ہیں۔ لوگوں کو شریعت و طریقت

کے بعد قاری صاحب کو میزبانی کی عزت حاصل ہوتی رہی۔ اور حضور ہمیشہ آپ ہی کے گھر میں کرتے رہے۔ آپ کو حضور سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ حضور کی ضیافت میں بڑا اہتمام اور وسیع پیمانے پر دعوتیں کیا کرتے تھے۔ ہر سال علی پور شریف عرس پر حاضر ہوتے اور یہاں سے ایک بوری چاول اور ایک بوری گندم اپنے استعمال کے لئے ساتھ لے جاتے تھے۔

آپ بڑی کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ اور کئی سال ایسے گزارے ہیں کہ تول کراہیک چھٹا تک آٹے کی روٹی ایک وقت اور ایک چھٹانک چاول دوسرے وقت کھایا کرتے تھے۔ دربار شریف سے جو جنس لے جاتے وہی تمام سال کفایت کرتی تھی۔ آخر عمر میں پانی پینا بالکل بند کر دیا تھا۔ تقریباً پچیس سال یا زیادہ عرصہ بالکل پانی نہیں پیا۔ ہر مہینہ گیارہویں شریف کا ختم کیا کرتے تھے۔ اور بڑی گیارہویں پر سو سو دیک برہانی کی پکواتے۔ جس میں سب کے لئے صلائے عام ہوتی تھی۔ واضح ہو کہ حیدر آباد دکن کی برہانی میں سیر بھر چاولوں میں دوسیر گوشت ڈالا جاتا ہے اور اسی تناسب سے کھے بھی بہت ہوتا ہے۔ غرض بڑی گیارہویں پر قاری صاحب ہزار روپیہ خرچ کیا کرتے تھے۔

آپ نے کئی شادیاں کی تھیں مگر کسی سے اولاد نہیں ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد صرف ایک دفعہ علی پور شریف حاضر ہو سکے تھے۔ حیدر آباد (دکن) ہی میں وفات پائی اور وہیں پوہند خاک ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ایک بار حضرت مولانا فریدی صاحب بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حیدر آباد کے قیام کے زمانے میں قاری صاحب کے جہان ہوئے تھے۔ وہ یہ لطیف سناتے تھے کہ جب سترخان بچھا اور کھانا چن دیا گیا۔ تو حضرت قاری صاحب نے حکم دیا کہ ”فریدی صاحب کے لئے میٹھا سالن تو لاؤ“ فریدی صاحب بہت گھبرائے کہ میٹھا سالن کیا معنی۔ جب آپ کے لئے الگ پلیٹ آئی اور آپ نے کھایا تو سالن بالکل قاعدے سے پکا ہوا تھا۔ بعد میں قاری صاحب نے اس معجے کو حل کرنا پڑا تو قاری صاحب بہت ہنسے۔ اور فرمایا کہ ”ہمارے سالن میں اتنی زیادہ ترشی پڑتی ہے کہ آپ اسے مطلق نہیں کھا سکتے۔ اس لئے میں نے آپ کے طریقہ کا سالن الگ پکوا دیا تھا۔ اسے ہماری اصطلاح میں ”میٹھا سالن“ کہتے ہیں کیونکہ اس میں ترشی بالکل نہیں ڈالی جاتی“

بڑی مستعدی سے سفر و حضر میں حضور کی خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے کئی بار حج و زیارت کی سعادت بھی ماہل کی ہے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت سراج الملت نے بھی آپ کو خلافت عطا فرمائی تھی۔ بڑے نیک، متقی اور بزرگ آدمی ہیں اور سلسلہ عالمیہ کی توسیع میں سرگرم رہتے ہیں۔ آپ ابتدا میں بمبئی کے قریب بسا اور میں خطیب تھے۔ پھر نمبر چک جنوبی بھولال کے قریب خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اب عرصہ سے کھاریاں جھاؤنی میں خطیب ہیں۔ اور خلق خدا کی فیض رسانی میں منہمک رہتے ہیں۔ رب زد فرد۔

۴۲۔ حضرت الحاج حافظ عبد الحمید صاحب ساکن روپو چک ضلع ساکھوٹ مدظلہ العالی

آپ نے بھی مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں تعلیم حاصل کی ہے۔ بہت نیک آدمی اور اچھے خطیب ہیں۔ علم طب کی تعلیم بھی حاصل کی ہے اور فوج میں عرصہ تک خطیب رہے ہیں۔ فتنہ اڑنا دہلی میں آپ نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور اب بھی خلق خدا کو فیض پہنچا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین اور تصوف کی اور زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

۴۳۔ حضرت الحاج خوشی محمد صاحب فیروز پوری متوطن ملتان رحمۃ اللہ علیہ

آپ صلح متقی اور دین دار بزرگ تھے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت وقت گزارا اور فیض حاصل کیا تھا۔ کئی دفعہ حج اور زیارت سے بھی شرف ہوئے۔ حضور سے کمال عقیدت اور محبت تھی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بھائی محمد شفیع صاحب ان کے جانشین ہیں۔ بلاناغہ عرس شریف میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ خدمت اور فیض رسانی کی توفیق بخشے۔

۴۴۔ حضرت قاری شہاب الدین صاحب حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بڑے نیک، عقیدت مند، متقی، عابد و زاہد اور بزرگ آدمی تھے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، ابتدا میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد میں ”نبی خانہ“ میں قیام فرماتے تھے اس

مہدی حسن صاحب کے گھر رہتے ہوئے کبھی ان پر بار نہ بنے۔ صدر ہوٹل میں آپ کا مستقل کھانا کھلا رہتا تھا۔ ہوٹل کا کھانے اور چائے کا ل عمودھا ئی تین سو روپے کا ہر مہینہ ادا کرتے تھے۔ جس میں اپنے ذات سے زیادہ دوستوں اور یاروں کی ضیافت کا خرچ شامل ہوتا تھا۔

ایک جگہ بیٹھ کر کبھی مطب نہیں کیا۔ مگر جانے والے آتے رہتے تھے اور آپ ان کو نسخہ لکھ کر دے دیتے تھے۔ جو دوا میں خود بنا کر دیتے ان کی آمدنی واحد ظاہری ذریعہ تھی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے الہامانہ عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ حبیب علی پور شریف حاضر ہوتے تو اسٹیشن سے جوتا اتار دیتے۔ اور دربار شریف میں مستقل نیگے پاؤں پہنتے تھے۔ واپسی کے وقت ریل میں سوار ہو کر دوبارہ جوتا پہنتے تھے۔ اسی طرح جب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ آگرہ تشریف لاتے تو آپ خدمت اقدس میں حاضری کے وقت گھری سے جوتا اتار کر باہر نکلتے تھے جنور سے الہامانہ شفیقتی کی بدولت حکیم صاحب میں جذبہ اور کشف کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ جب حضور نے وصال فرمایا ہے اور آپ کو اطلاع ہوئی تو اس قدر شدید صدمہ ہوا کہ تین دن تک نہ کسی سے بات کی۔ نہ کچھ کھایا پیا۔ حالانکہ آپ طبیباً بڑے صابر و شکر بزرگ تھے۔ حکیم صاحب بڑے عابد و زاہد اور ریاضت گزار بزرگ تھے۔ دوسروں کی مقصد برآری کے لئے آپ مشکل قسم کے روحانی عمل بھی فرماتے تھے۔ مقصد فیض رسانی اور خدمت خلق ہوا کرتا تھا۔ آپ عام طور پر مغرب اور عشا کی نمازیں اکبری مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ اور نماز کے بعد جو یار یا احباب مل جاتے ان کو پند و موعظت سے فیض یاب کرتے تھے۔ آپ کے مریدین کی تعداد بھی خاصی تھی۔

ایک دفعہ جامع مسجد میں اعلان ہوا کہ ”ایک لاوارث نابینا عورت ہے۔ کوئی اس سے شادی کرے تو بیچاری کی دنیا و عاقبت سدا رہ جائے“ حکیم صاحب کی پہلی بیوی موجود تھیں۔ مگر آپ فوراً اس معذور اور نادیدہ بی بی سے نکاح کرنے پر راضی ہو گئے۔ آپ کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ خدا نے یہ فیض کیا کہ اس نابینا عقیفہ سے ان کے درویش ہوئے۔ بڑے صاحبزادے نور محمد ایم لے بی بی۔ اسلام آباد کالج کراچی میں لیکچرار ہیں۔ اور چھوٹے نور احمد کراچی ہی میں زر دوزی کا کام کرتے ہیں۔ بھگوانہ دونوں صاحبزادے جوان ہیں۔ خدا ان کو

۴۵۔ حضرت الحاج مولانا محمد اصل صاحب جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ

جھنگ کے رہنے والے اور بڑے متقی اور صالح بزرگ تھے حضرت قبلہ عالم کی آخری بیماری میں حاضر ہوئے توجہ و زیارت کے سفر پر جانے کی اجازت چاہی حضور نے اجازت کی خلافت سے فوازا۔ اور ملحقین فرمائی کہ خلق خدا کو اللہ کا نام بتایا کرو۔ اور باقی عمر سلسلہ عالیہ کی خدمت میں صرف کرو۔

۴۶۔ حضرت حکیم سید سہر احمد صاحب اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا خاندان قدیم سے آگرہ میں آباد تھا۔ آپ یہاں کے گڑھیا حکیمان کے حکموں کے خاندان سے تھے۔ آپ کے والد حکیم سید مقبول حسین صاحب بڑے درویش اور صاحب دل صوفی تھے۔ گلاب خانہ میں رہتے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۳ ہجری میں ہوئی۔ فن طب کی باقاعدہ تعلیم اپنے بڑے بھائی سے حاصل کی جو گلاب خانہ میں مطب کیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ دہلی رہ کر حکیم اجمل خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ بہت اچھے نباض اور معالج تھے۔ بہت سے معرکے کے علاج کئے اور روسا سے بڑے انعام و اکرام پائے۔

آپ کی طبیعت میں ساوگی اور فلسفہ داری تھی۔ خوش اخلاقی، مروت، ہمد خلق اور فیض رسانی آپ کی فطرت بن چکی تھی۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کی دنیا اور عاقبت سنوارنے میں کوشاں رہتے تھے۔ بہت سے پیر بھائیوں کو وعظ و نصیحت میں لگائے رہتے تھے۔ جب بارہ بج جاتے تو تہجد پڑھوا کر گھر جانے دیتے۔ اس طرح آپ نے بہت لوگوں کو تہجد گزار بنادیا۔ آگرہ کے یاروں میں سب سے پہلے آپ ہی نے حضرت قبلہ عالم سے شرف بعیت حاصل کیا تھا۔

بھائی مہدی حسن صاحب جماعتی مرحوم سے آپ کا نسبتی تعلق نہ تھا۔ مگر مدتوں ان کے گھر رہے اور سب بچوں اور بیٹیوں کی اصلاح احوال کی کوشش فرمائی۔

اختصاص

آغا پروفیسر محمد طاہر فاضل روتی - ایم اے دکتور ادب

سابق پروفیسر صدر شعبہ زبان اردو و مطالعہ پاکستان انقروہ یونیورسٹی - انقروہ (ترکی) و سابق پروفیسر جبرار جامعہ اردو (اردو یونیورسٹی) ، علی گڑھ (بھارت)

(۱)

فدائے قبلہ عالم کہ از رہ تجسید
عطا شد دست بہ طہر سعادت تسوید
نہے شرف تہ نعت و خیمہ جلالت کار
”کلاہ گوشہ دبستان بہ آفتاب رسید“

(۲)

جناب جوہر ملت کے حکم کی تعمیل
ہے میرے اسطے ضامن برائے اجر جہل
نہیں ہے کم بہ خوشی بھی کہ فضل باری سے
جناب تباری کے وعدے کی ہوتی تکمیل

(۳)

تدریس میں اک عسر ہماری گزری
خدمت میں ادب کی جو گزری - گزری
ہے خاتمۃ الباب جو ذکر حضرت
سمجھا کہ بخیر عسر ساری گزری

(۴)

لکھنے بہ کمال احترام و عزت
تاریخ طباعت کتاب سیرت
شامل ہے جہاں صمیم نام حضرت
کہہ دیجئے - سیرت امیر ملت

۱۳۹۴ = ۳ + ۱۳۹۱

۳

۱۔ حضرت الحاج مولانا حامد حسن صاحب قادری نے حضرت جوہر ملت صاحبزادہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے عرض کیا تھا کہ آپ سیرت طیبہ کے لئے تمام مواد اور یادداشتیں جمع فرمائیے۔ پھر میں تسوید کی خدمت انجام دے دوں گا۔ میں نبوا اور کوئی یہ خدمت و سعادت حاصل کرے گا۔ یہ حال کتاب سیرت مکمل ہو جائیگی۔

فلاح دارین عطا فرمائے۔

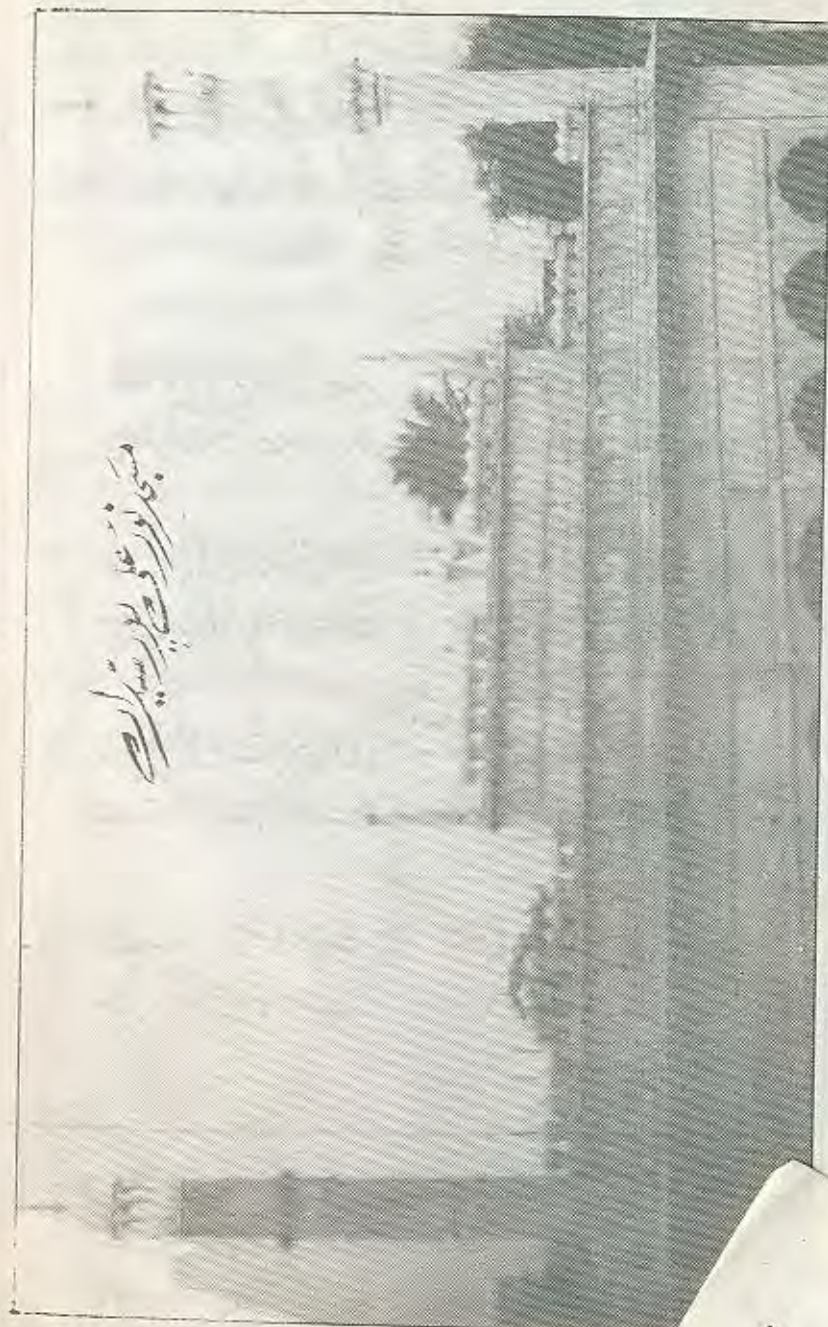
حکیم صاحب پاکستان بننے کے بعد اگر وہ ہی میں رہے۔ وہیں ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ کو وفات پائی اور حضرت فریدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے حقیرے سے متصل چھوڑے کے نیچے جانب مشرق دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ بہر سال آپ کے خلیفہ مجاز مولوی عبد السبحان شاہ صاحب جماعتی آپ کے عرس مبارک کا اہتمام کرتے ہیں۔ مشاہیر اکبر آباد میں مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی صدیقی نے آپ کا تذکرہ قلم بند فرمایا ہے۔

۴۔ حضرت مہر امیر اللہ صاحب کلانوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کلانور ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ بڑے نیک، دیندار اور بزرگ آدمی تھے۔ ذلیلار ہونے کے علاوہ آنرییری محبٹر سٹ بھی تھے اور محترنین میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ بڑے عابد و زاہد شخص تھے۔ نماز اشراق سے فارغ ہو کر ان لوگوں کی حاجت دہانی کرتے جو تعویذ لینے یا دم کرانے کے لئے روزانہ جمع ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی برکت سے مریضوں کو شفا عطا فرماتے اور لوگوں کی مشکلات حل فرماتے تھے۔ اس طرح مہر صاحب کا فیض عام جاری رہتا۔ اور لوگ دعائیں دیتے ہوئے واپس جاتے تھے۔



مسجد نور کا اندرونی منظر (تیسرا اعلیٰ گھر کا رخ اور فالو سے)



مسجد نور کا اندرونی منظر (تیسرا اعلیٰ گھر کا رخ اور فالو سے)

روضہ شہزاد علی
علیہ السلام

